التذکرۃ (عربی)

فی احوال الموتٰی و امورِ الآخرۃ

سفرِ آخرت کی منازل

تصنیف
امام علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی رحمہ اللہ تعالٰی

ترجمہ
مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸ اردو بازار لاہور

وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى

اور جو اُس کے پاس مومن ہو کر آئے کہ اُس نے نیک کام کیے ہوں تو ایسے ہی لوگوں کیلئے بلند درجے ہیں (طٰہٰ: ۷۵)

التذکرۃ (عربی)

فی احوال الموتی و امور الآخرۃ

سفرِ آخرت کی منازل (مترجم)

موت، قبر، عالمِ برزخ، حشر و نشر کے احوال، شفاعت، حساب و کتاب، حوضِ کوثر، میزان، پُل صراط، جنت اور دوزخ کے بارے میں تفصیلات، اُمتِ مسلمہ میں ہونے والے فتنوں کا تذکرہ، امام مہدی کی تشریف آوری اور علاماتِ قیامت، ایک عظیم مفسر اور محدث کے قلم سے

تصنیف

امام علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی رحمہ اللہ تعالٰی
المتوفی ۶۷۱ھ

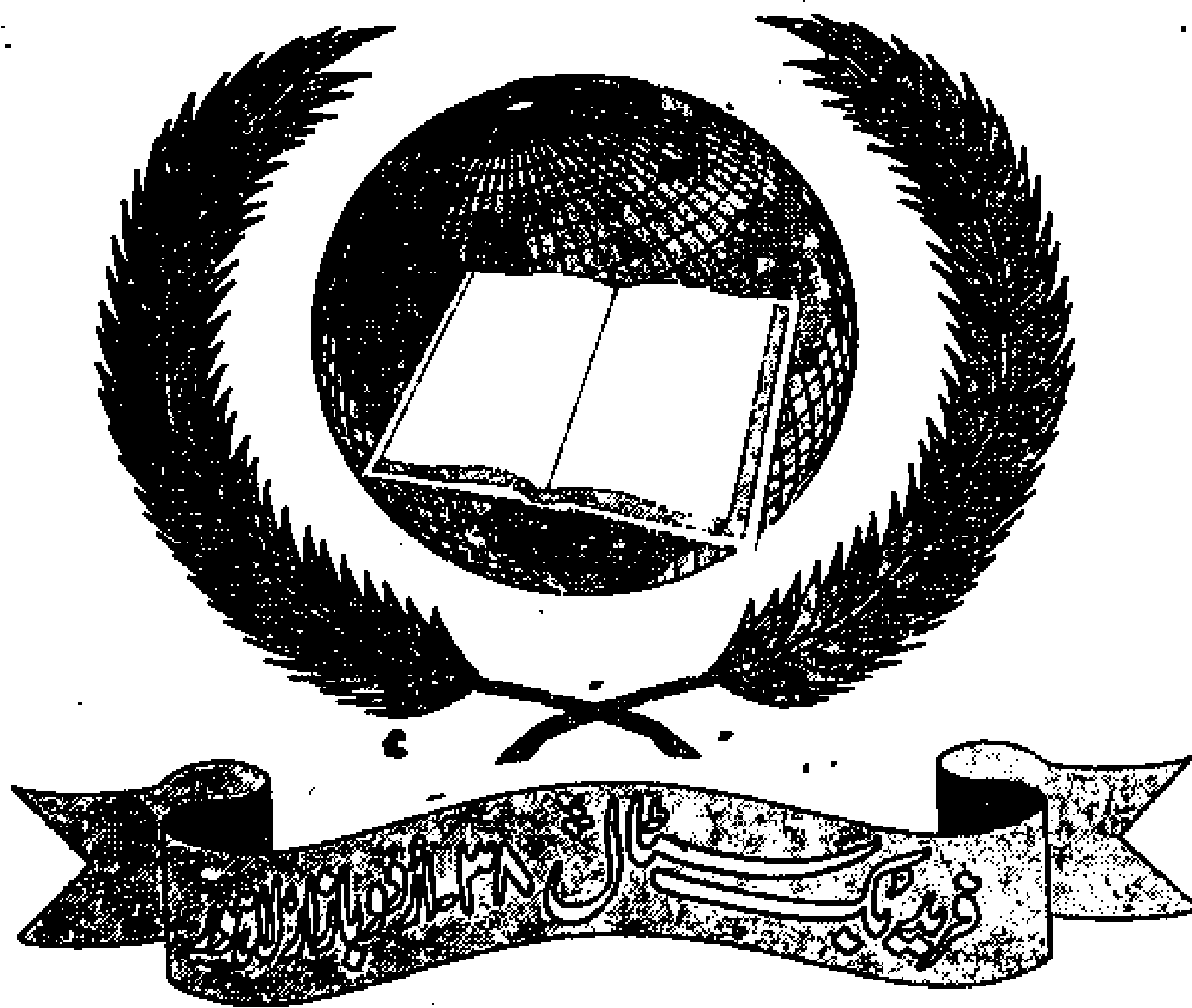
ترجمہ

مولانا غلام نصیر الدین

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور





تصحیح : محمد نواز نظامی، فیاض رضوی، محمد ارشاد
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : شعبان 1427ھ / اگست 2006ء
الطبع الثانی : رجب 1429ھ / جولائی 2008ء
قیمت : [redacted] پے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۷۱۲۳۴۳۵۔۷۳۱۲۱۷۳۔۰۹۲۔۴۲
فیکس نمبر ۷۲۲۴۸۹۹۔۰۹۲۔۴۲
ای میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست

سفرِ آخرت کی منازل (جلد دوم)

85152

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٤٢- میزان کا بیان

میزان حق ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ (الانبیاء:٤٧)

اور ہم عدل کے ترازو رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر ظلم نہ ہوگا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ (القارعۃ:٦-٩)

تو جس (کی نیکی) کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا اور جس (کی نیکی) کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔

علماء فرماتے ہیں کہ وزنِ اعمال حساب مکمل ہونے کے بعد ہوگا۔ کیونکہ وزنِ اعمال جزاء کے لیے ہوگا لہٰذا اس کے مناسب یہی ہے کہ محاسبہ کے بعد اعمال کا وزن کیا جائے کیونکہ محاسبہ اعمال کا اندازہ لگانے کے لیے ہوگا اور وزن ان اعمال کی مقدار کا پتا لگانے اور اس کے اظہار کے لیے ہوگا تاکہ ان کے مطابق جزاء دی جائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ (الانبیاء:٤٧)

اور قیامت کے دن ہم انصاف کے لیے میزان قائم کریں گے تو کسی شخص پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

اور فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ

إلی آخر السورة: (القارعۃ:٦-٩)

تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے اور تو نے کیا جانا کیا نیچا دکھانے والی ایک آگ شعلے مارتی (اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ آمین)

اور ارشاد ہوتا ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ . (الاعراف:٨-٩) (المؤمنون:١٠٣)

اور اس دن (اعمال کا) وزن کرنا حق ہے پھر جن کے (نیکی کے) پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہیں اور جن کے (نیکی کے) پلڑے ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا۔

ان آیات میں یہ خبر دی گئی ہے کہ کفار کے اعمال کا وزن کیا جائے گا کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد

''خفت موازینه'' سے عموماً کفار کو مراد لیا جاتا ہے اور ''سورۃ المؤمنون'' میں ہے:

فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ○ پھر تم ان (آیات) کو جھٹلاتے تھے۔

(المؤمنون:۱۰۵)

اور سورۂ اعراف میں ہے:

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ○ (انہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا) اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ (الاعراف:۹)

اور ارشاد فرمایا: ''فامه هاوية'' ''اس کا ٹھکانا آتش جہنم ہے''۔ اور یہ وعید اپنے اطلاق کے ساتھ کفار کے لیے ہے اور جب اس آیت کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں کہ:

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ○ (الانبیاء:۴۷) اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے (بھی) لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے○

تو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ کفار سے عقائد اور فروعات دونوں میں حق کی مخالفت کرنے پر سوال ہوگا۔

اور جب کفار کے اعمال کا وزن ثابت ہوا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حساب کے وقت ان کا محاسبہ بھی ہوگا اور وہ عقائد اور فروعات دونوں کے مکلّف ہیں۔ اور قرآن مجید میں اس کی دلیل کہ کفار فروعات کے مکلّف ہیں اور اس پر ان کا محاسبہ ہوگا اور باز پرس ہوگی' اور فروعات کے ترک اور عدم ادائیگی کی وجہ سے ان کو عذاب اور سزا ہوگی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ. (حم السجدۃ:۶-۷) عذاب ہے مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید نازل فرمائی اور عذاب کی دھمکی دی ہے اور مجرموں کے بارے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان سے کہا جائے گا کہ:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۙ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ○ تمہیں کس بات نے دوزخ میں ڈالا ہے وہ کہیں گے: ہم نماز نہیں ادا کرتے تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

(المدثر:۴۲-۴۴)

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ مشرکین ایمان لانے' موت کے بعد زندہ کیے جانے کا اعتقاد رکھنے' اقامت صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ کے مخاطب ہیں اور ان امور کے متعلق ان سے سوال ہوگا اور ان کے ترک کرنے پر ان کا محاسبہ ہوگا اور وہ سزا پانے والے ہوں گے۔

(نوٹ از مترجم)

(۱) کفار کا فروع کے مکلّف ہونے نہ ہونے میں اختلاف کا بیان

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کفار فروعات (مثلاً نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ) کے مکلّف فقط اعتقاد میں ہیں' یا

اداء اور اعتقاد دونوں کے مکلف ہیں۔ بخارا کے علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ صرف اعتقاد کے حق میں مکلف ہیں یعنی کفار پر یہ ضروری ہے کہ وہ نماز' روزہ وغیرہ کی فرضیت کا اعتقاد رکھیں اور جب تک وہ ایمان نہ لائیں ان پر ان عبادات کا ادا کرنا فرض نہیں ہے اور عراق کے علماء احناف اور علماء شافعیہ کا یہ مسلک ہے کہ کفار نماز' روزہ وغیرہ کی فرضیت پر ایمان لانے اور ان کو ادا کرنے دونوں کے مکلّف ہیں اور ان کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کو عذاب ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی جانب تصریح نہیں کی البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی بعض عبارات سے عراقی علماء کے موقف کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی اس آیت:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ . (البقرۃ:۲۱) اے لوگو! (ناس مؤمن کافر دونوں کو شامل ہے) اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

کا بظاہر یہی تقاضا ہے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ عراقیوں کا قول ہی معتمد ہے جو کہتے ہیں کہ کفار اعتقاد اور اداء دونوں کے مخاطب ہیں۔ (ردالمختار ج۳ ص۲۲۳ بیروت ۱۴۰۷ھ)

علماء بخارا یہ کہتے ہیں کہ مشرکین کو جو (جیسا کہ آیت حم السجدۃ میں بیان ہوا کہ) عذاب ہوگا وہ زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے ہوگا۔ فریقین کے اس اختلاف کا بہ غور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء بخارا کا نظریہ صحیح ہے' کیونکہ اگر کفار اپنے کفر کے زمانہ میں نماز اور روزہ وغیرہ کے ادا کرنے کے مکلّف ہوں تو اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر نمازوں اور روزوں کی قضاء لازم ہونی چاہیے' حالانکہ عہد رسالت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کو اسلام قبول کرنے کے بعد زمانہ کفر میں چھوڑی ہوئی نمازوں اور روزوں کا مکلّف کیا ہو۔

(ب) مومنین' کفار اور منافقین کے لیے عبادت کے حکم کا الگ الگ معنیٰ

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (البقرۃ:۲۱) ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو''۔

مومنین کو عبادت کے حکم کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ زیادہ عبادت کریں یا دائماً عبادت کریں اور عبادت پر ثابت قدم رہیں--- اور منافقین کو عبادت کے حکم کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ نفاق کو ترک کر کے اخلاص سے عبادت کریں--- اور کفار کو عبادت کے حکم کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد عبادت کو شروع کریں--- کیونکہ جو کام کسی چیز پر موقوف ہو تو اس کام کا حکم دینا اس کو مستلزم ہے کہ پہلے اس چیز کو حاصل کرو پھر اس کام کو کرو' جس طرح کسی شخص کو نماز کا حکم دینا اس کو مستلزم ہے کہ وہ پہلے وضو کرے اور پھر نماز پڑھے۔ اسی طرح کفار کو عبادت کا حکم دینا اس کو مستلزم ہے کہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائیں اور پھر اس کی عبادت کریں۔ (تبیان القرآن ج۱ ص۳۱۹)

(مترجم)

کفار کی نیکیاں آخرت میں ان کے کام نہیں آئیں گی

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک بہت موٹا

آدمی آئے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ اگر تم قرآن مجید میں یہی مضمون دیکھنا چاہو تو یہ آیت پڑھو:

فَلَا نُقِیۡمُ لَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَزۡنًا ۝ پس ہم قیامت کے دن ان (کفار) کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ (الکہف:۱۰۵)

(صحیح بخاری ج ۸ ص ۴۲۶، صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۲۹، الشریعۃ للآجری ص ۳۸۴، البغوی ج ۱۵ ص ۱۴۳)

علماء فرماتے ہیں کہ:

اس حدیث مبارک کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار کے اعمال کے مقابل ان کو عذاب دیا جائے گا، ان کے اچھے کاموں کا انہیں کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ ان کی کوئی نیکی نہیں ہے کہ جس کو قیامت کے دن ترازوؤں میں تولا جائے اور جس کی کوئی نیکی نہیں ہوگی وہ دوزخ میں جائے گا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن کئی کفار تھامہ (مکہ مکرمہ) کے پہاڑوں کی مثل بھاری بھرکم اعمال لے کر آئیں گے لیکن جب وہ تولے جائیں گے تو میزان میں ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔۔۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ مجاز اور استعارہ ہو کہ گویا قیامت کے دن کئی کفار کے اعمال کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی (کیونکہ ایمان کے بغیر اعمال کی کوئی وقعت نہیں ہے)۔

فقہ الحدیث

اس حدیث مبارک سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ جو شخص پرتکلف کھانوں سے موٹا ہونے کے تکلفات میں پڑے گا اور کم خوری ایسی کریم خصلت سے غافل رہے گا وہ برا کرتا ہے، بلکہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ بہ قدر کفایت سے زائد بسیار خوری حرام ہے۔ جس سے مقصود محض عیش و نشاط اور خود کو موٹا و فربہ کرنا ہو، حدیث مبارک ہے:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان ابغض الرجال الی اللہ الحبر السمین. اللہ تعالیٰ کو موٹا عالم بہت ناپسند ہے۔

۰۰۰-ذیلی باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا۔

(۱) میزان کی کیفیت۔

(۲) وزن اعمال۔

(۳) اور اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے والے شخص کی فضیلت کا بیان۔

کلمہ گو جنتی ہے

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو چن کر الگ کر دے گا' پھر اس کے سامنے گناہوں کے ننانوے (۹۹) دفتر (رجسٹر) کھولے جائیں گے۔ ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ وہ حدِ نگاہ تک پھیلا ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تجھے اس میں سے کسی کا انکار ہے؟ کیا کراماً کاتبین محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: یا رب! نہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! نہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے' آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا' پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر کلمہ شہادت "اشهدان لااله الا الله و ان محمدًا عبده و رسوله" لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو حکم دے گا کہ: "میزان کے پاس حاضر ہو جا" وہ کہے گا: "یا اللہ! ان دفتروں (بڑے بڑے رجسٹروں) کے مقابلے میں اس چھوٹے سے رقعے کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔" حضور ﷺ فرماتے ہیں: پھر ایک پلڑے میں ننانوے دفتر (گناہوں کے) رکھ دیے جائیں گے اور ایک میں کاغذ کا وہ پرزہ رکھا جائے گا۔ دفتروں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا جبکہ ایک کاغذ (والا پلڑا) بھاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز بھاری نہیں ہوتی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں شروع حدیث میں "ان الله يستخلص رجلاً من امتي على رؤوس الخلائق يوم القيامة" کے الفاظ کی جگہ "يصاح برجل من امتي على رؤوس الخلائق" کے الفاظ ہیں۔ آگے اسی طرح حدیث ہے۔

اور محمد بن یحییٰ نے فرمایا: "البطاقة" کا معنی رقعہ ہے' اہل مصر رقعہ (کاغذ کے ٹکڑے) کو "بطاقة" کہتے ہیں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۲۴' الحاکم ج ۱ ص ۵۲۹' البغوی ج ۱۵ ص ۱۳۴' تخریج المشکاۃ الالبانی رقم الحدیث: ۵۵۵۹)

حدیث پاک میں ہے کہ جب مومن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا پڑ جائے گا' رسول اللہ ﷺ انگلی کے پورے کی مثل ایک کاغذ کا ٹکڑا نکال کر اسے میزان کے دائیں پلڑے میں ڈال دیں گے جس میں مومن کی نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا' پس وہ بندۂ مومن نبی کریم ﷺ سے عرض کرے گا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ کا چہرہ مبارک کتنا حسین ہے اور آپ کا اخلاق کتنا اچھا ہے' آپ کون ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ فرمائیں گے: میں آپ کا نبی محمد (ﷺ) ہوں اور یہ (رقعہ) آپ کا مجھ پر بھیجا ہوا درود شریف ہے جو آپ مجھ پر پڑھا کرتے تھے اور آج جب آپ کو سخت حاجت تھی تو میں نے آپ کو درود پاک پڑھنے کا پورا پورا بدلہ عطا کیا ہے۔

حافظ ابونعیم نے اپنی اسناد کے ساتھ مالک بن انس سے اور العمری نے از نافع از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کی حاجت پوری کی تو میں اس (کی نیکیاں تولنے) کے میزان کے پاس کھڑا ہوں گا' اگر تو اس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوا تو فبہا ورنہ میں اس کے لیے شفاعت کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۳' الکاشف ج ۲ ص ۶۳' تاریخ بغدادی ج ۱ ص ۱۷۵)

فصل

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میزان حق ہے اور یہ ہر ایک کے حق میں نہیں ہوگا' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے: تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: یا محمد! آپ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دیں جن پر کوئی حساب نہیں ہے۔ (حدیث مبارک)

اور دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان ہے کہ ''یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ'' (الرحمٰن: ۴۱) تو اب میزان فقط ان لوگوں کے لیے نصب کیا جائے گا جو ان دونوں مذکورہ بالا فریق کے علاوہ بچتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال ملے جلے ہوں گے' اس میں نیکیاں بھی ہوں گی اور گناہ اور برائیاں بھی ہوں گی اور ظاہر ہے کہ یہ مؤمنوں کا گروہ ہوگا اور کبھی یہ کافروں کے لیے بھی ہوگا' اُس کا ذکر ایک تو ہم پہلے (قیامت کے ناموں کے بیان کے ضمن میں) کر چکے ہیں اور نیز آئندہ بھی اس کا بیان آئے گا۔

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ستر ہزار وہ مسلمان جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے ان کے لیے میزان نصب کیا جائے گا اور نہ ہی وہ اعمال نامے پکڑیں گے' ان کے لیے برأت لکھ دی جائے گی' وہ اس طرح کہ ان کے ماتھے پر نقش ہوگا ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' یہ فلاں ابن فلاں کا برأت نامہ ہے' اس کو بخش دیا گیا ہے اور اس کے لیے ایسی سعادت لکھ دی گئی ہے کہ جس کے بعد یہ کبھی بد بخت نہیں ہوگا' اس سے قبل بھی اس کی طرف بہت لطیف سے انداز میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

قاضی منذر ابن سعید البلوطی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں' حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک ہے' آپ نے فرمایا کہ: (ترجمہ:) ''قیامت کے دن ترازو نصب کیے جائیں گے' پھر نماز پڑھنے والوں کو لایا جائے گا اور ان کو ان کی نمازوں کے تول کے حساب سے پورا پورا اجر عطا کیا جائے گا اور روزے رکھنے والوں کو لایا جائے گا اور انہیں بھی تول کر پورا اجر دیا جائے گا اور اہل صدقہ کو لایا جائے گا اور انہیں بھی وزن کے حساب سے پورا اجر ملے گا اور حج کرنے والوں کو لایا جائے گا اور تول کر کے ان کو حج ادا کرنے کا پورا اجر عطا کیا جائے گا اور مصیبت زدگان کو لایا جائے گا تو ان کے لیے نہ تو میزان نصب ہوگا اور نہ ان کے اعمال کا دفتر کھلے گا بلکہ ان پر اجر و ثواب کا بغیر حساب کے مینہ برسا دیا جائے گا۔ اس حدیث کو حافظ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بالمعنی روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک شہید کو لا کر کھڑا کیا جائے گا اور ایک صدقہ (زکوٰۃ) دینے والے کو لایا جائے گا اور حساب کے لیے کھڑا کر دیا جائے گا' پھر اہل مصیبت کو لایا جائے گا اور ان کے لیے میزان قائم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے لیے دفتر اعمال کو کھولا جائے گا اور اہل مصیبت کو بے حساب اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اہل عافیت اللہ تعالیٰ کے ثواب کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ کاش! (دنیا میں) ان کے بدن کو قینچیوں سے کاٹا جاتا (یعنی وہ بیمار

ہوتے اور آلاتِ آپریشن سے سرجن ان کے جسم کی چیر پھاڑ کرتا تو وہ بھی آج اس عظیم اجر و ثواب کے مستحق قرار پاتے)۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۸۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۹۱' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۵)

محدث ابن جوزی ''روضۃ المشتاق'' میں روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسین ابن علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہما بیان کرتے ہیں: مجھ کو میرے نانا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بیٹے! تم اپنے اوپر قناعت کو لازم کر لو تو تم تمام لوگوں سے غنی ہو جاؤ گے اور تم فرائض کو ادا کرتے رہنا (اس سے) تم سب لوگوں سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ اے بیٹے! جنت میں ایک درخت ہے جس کو شجرۃ البلویٰ کہا جاتا ہے' قیامت کے دن اہلِ ''کرب و بلا'' کو لایا جائے گا تو ان کے لیے نہ تو میزان قائم ہوگا اور نہ ان کے اعمال نامہ کو کھولا جائے گا اور ان پر نوازشات کا ابرِ کرم برسے گا اور رحمتِ خداوندی سے ان پر اجر و ثواب کا خوب مینہ برسایا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (الزمر: ۱۰) صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے ان کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

فصل

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مؤمنین کے اعمال کے وزن کیے جانے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ ان کی نیکیوں اور برائیوں کا موازنہ اور مقابلہ ہوگا اور وزن کرنا اور تولنا حقیقتاً پایا جائے گا لیکن کافر کی تو نیکیاں نہیں ہوتیں تو پھر اس کے کفر اور اس کی برائیوں کے مقابل کون سی چیز ہوگی؟ اور اس کے حق میں وزنِ اعمال کا تحقق کیسے ہوگا؟

اس کا جواب دو طریقوں سے دیا جاتا ہے:

ایک تو یوں کہا جائے کہ کافر کے لیے میزان لایا جائے گا اور اس کا کفر یا اس کا کفر اور اس کی برائیاں دونوں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں گے' پھر اس سے کہا جائے گا: کیا تیری کوئی نیکی ہے جس کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے؟ پس کافر اپنی کوئی طاعت اور نیکی نہیں پائے گا اور میزان کو اٹھایا جائے گا تو خالی پلڑا اوپر اٹھ جائے گا اور دوسرا پلڑا جو کفر اور گناہوں سے بھرا ہوا ہوگا نیچے پڑا رہ جائے گا۔ اور یہ مطلب ہے کافر کے میزان کے ہلکا ہونے کا۔ اور اس آیت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میزان کو خفت اور ہلکا ہونے سے موصوف فرمایا ہے اور خفت اور ہلکا ہونا موزون کا وصف قرار نہیں دیا گیا ہے اور جب وہ خالی اور فارغ ہوگا تو وہ خفیف اور ہلکا ہی ہوگا۔

دوسرا طریقۂ جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ کافر سے جو اچھے کام واقع ہوتے ہیں مثلاً صلہ رحمی (اپنے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا) دوسرے لوگوں سے ہمدردی اور غم خواری اور غلاموں کو آزاد کرنا اور اس طرح کے دوسرے اچھے کام جو اگر مسلمان سے واقع ہوں تو نیکی اور طاعت ہوتے ہیں' تو جن کفار کے اس قسم کے بھلائی اور نیکی کے کام ہوں گے ان اچھے کاموں کو جمع کر کے میزان میں رکھا جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ کفر کے ساتھ ان اچھے کاموں کی کوئی وقعت اور قدر و وزن نہیں ہوگا اور اس کے کفر کا پلڑا برابر اسی طرح بھاری اور نیکی کا پلڑا ہلکا اور

خفیف رہے گا اور کسی کافر کی صرف ایک نیکی یا بھلائی کا فقط ایک ہی کام ہوگا تو اسے بھی حاضر کیا جائے گا اور میزان میں اس کا بھی وزن کیا جائے گا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب کافر کی نیکیاں حساب اور شمار میں آتی ہیں حتیٰ کہ ان کا میزان میں وزن بھی کیا جاتا ہے تو پھر ان نیکیوں کے مطابق اس کافر کو جزاء اور اجر بھی ملنا چاہیے۔ حالانکہ کافر کو اس کی نیکی اور بھلائی کا کوئی اجر اور ثواب نہیں ملتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جب عبداللہ بن جدعان کے متعلق پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! عبداللہ بن جدعان مہمان نواز تھا اور وہ صلۂ رحمی کرتا اور مصیبت زدگان کی امداد کیا کرتا تھا تو کیا اس کی یہ نیکی اسے آخرت میں کوئی فائدہ پہنچائے گی؟ تو حضور ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

''نہیں، کیونکہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میرے گناہ معاف فرمانا''۔

اور اسی طرح آپ (ﷺ) سے عدی بن حاتم نے اپنے باپ حاتم طائی کے متعلق اسی قسم کا سوال پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تیرے باپ کا جو مطلوب تھا وہ اس نے پالیا ہے'' (یعنی وہ دنیوی شہرت اور چرچے کا طالب تھا، وہ اس کو مل چکا ہے کہ پوری دنیا میں اس کی سخاوت کا ڈنکا بج رہا ہے اور حاتم، حاتم ہو رہا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی نیکیوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ان کا وجود اور عدم ایک سا ہے یعنی ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ (اسی طرح گنگا رام اور گلاب دیوی وغیرہ اور دوسرے کفار کے رفاہی کام اور ان کے اجر کو قیاس کر لیں، مترجم۔)

جواب: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ (الانبیاء:۴۷) اور ہم عدل کے ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر ظلم نہ ہوگا۔

اس آیت میں مؤمن اور کافر کی کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ پس کافر کی نیکیوں کا بھی وزن کیا جائے گا اور اس کو اس کی بھلائیوں کی جزاء اور اجر ملے گا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کافر پر جنت کو حرام فرما دیا ہے، پس اس کی جزاء یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے عذاب میں تخفیف فرما دے گا جس کی دلیل ابو طالب والی حدیث ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ابو طالب آپ کا دفاع کرتے اور آپ کی مدد اور نصرت کرتے تھے تو کیا ان کا یہ عمل ان کو آخرت میں نفع دے گا؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! میں نے ابو طالب کو آگ کی گہرائیوں میں پایا اور اس کو سب سے اوپر والے درجے کی طرف نکال لایا اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔

(صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۹۳، صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۶-۲۱۰)

اور حضور ﷺ نے جو ابن جدعان اور حضرت عدی کے والد حاتم طائی کے متعلق فرمایا تو اس کا معنیٰ یہی ہے کہ وہ دونوں نہ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ ہی جنت کی نعمتوں سے نفع اندوز ہو سکیں گے۔ واللہ اعلم۔

فصل

لفظ میزان اصل میں ''مِوْزَانٌ'' تھا' واؤ اپنے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے یاءٗ سے تبدیل ہو گئی تو ''میزان'' بن گیا۔

معتزلہ میزان کا انکار کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ نیکیاں اور برائیاں ازقبیل اعراض ہیں جو قائم بنفسہا نہیں ہوتیں لہٰذا ان کا تولا جانا اور وزن کیا جانا محال ہے۔ بعض متکلمین بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ وزنِ اعمال نہیں ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعراض کو اجسام میں منقلب اور تبدیل فرما دے گا اور ان کا وزن کیا جائے گا۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ میزان میں ان دفتروں اور رجسٹروں کو تولا جائے گا جن کے اندر نیکیوں اور برائیوں کا اندراج ہوتا ہے اور انہی دفاتر اور اعمال ناموں کی وجہ سے میزان کا پلڑا بھاری اور ہلکا ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث مبارک اس پر دلالت کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَۙ۝ كِرَامًا كَاتِبِیْنَۙ۝ اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں ۝ معزز لکھنے والے ۝

(الانفطار: ۱۰۔۱۱)

اور یہ نص ہے۔

حدیث پاک میں ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''توزن صحائف الأعمال'' اور جب یہ ثابت ہے تو صحیفے اجسام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے میزان کے ایک پلڑے کے دوسرے پلڑے سے بھاری ہونے کو آدمی کے اعمال کی کثرت پر دلیل بنایا ہے جس کے سبب وہ جنت یا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ حضرت مجاہد اور حضرت ضحاک اور حضرت اعمش سے مروی ہے کہ اس جگہ میزان بمعنی عدل اور قضاء ہے اور وزن اور میزان کا ذکر یہاں بطور محاورہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ محاورے میں کہتے ہیں: یہ بات بڑا وزن رکھتی ہے اور فلاں بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔ یا یہ بات بڑی وزنی ہے اور فلاں بات کا ایک تنکے یا مچھر کے پر جتنا وزن نہیں ہے وغیرہ۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ قول مجاز ہے اور اگرچہ یہ لغت میں شائع اور مشہور ہے لیکن حدیث پاک کے مقابلے میں اس کا کوئی وزن اور حیثیت نہیں ہے۔ جب حدیث پاک میں ثابت ہے کہ میزان حق ہے' اس کے دو پلڑے اور ایک کانٹا ہے اور سوئی ہے اور میزان کا ہر ایک پلڑا اتنا بڑا ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما سکتے ہیں تو پھر حقیقت کے مقابلے میں مجاز کی دال کہاں گل سکتی ہے جبکہ حقیقت مراد لینے سے کوئی مانع قرینہ بھی نہیں ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک پلڑا نورانی اور روشن ہوگا اور دوسرا پلڑا سیاہ اور تاریک ہوگا۔ روشن پلڑا حسنات (نیکیوں) کے لیے ہے اور کالا اور تاریک پلڑا سیئات (گناہوں) کے لیے ہوگا۔

حکیم ترمذی ''نوادرالاصول'' میں روایت کرتے ہیں کہ:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جنت کو عرش کی دائیں جانب رکھا جائے گا اور دوزخ کو عرش کی بائیں جانب اور

میزان کو لا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے درمیان میں نصب کر دیا جائے گا' نیکیوں والا ترازو کا پلڑا جنت کے مدّمقابل عرش کی دائیں طرف ہوگا اور گناہوں والا پلڑا دوزخ کے مدّمقابل عرش کے بائیں طرف ہوگا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

قیامت کے دن اتنے بڑے ترازو قائم اور نصب کیے جائیں گے کہ اگر ان ترازوؤں میں تمام آسمانوں اور زمینوں کو رکھ دیا جائے تو اس میں سما جائیں۔ فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اس سے میں اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا (اس کے اعمال کا) وزن کروں گا' فرشتے یہ سن کر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم کما حقہ تیری عبادت کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

نیکیوں اور گناہوں کو ایک ایسے ترازو (میزان) میں تولا جائے گا جس کے دو پلڑے اور ایک کانٹا ہے۔

میزان کو مجازی معنیٰ پر محمول کرنے کی تردید

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر میزان کو مجازی معنیٰ پر محمول کرنا جائز قرار دے دیا جائے جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے تو پھر کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ''پل صراط'' سے مراد ''دین حق'' ہے اور جنت اور دوزخ سے مراد وہ دکھ' تکلیف اور خوشی اور فرحت ہے جو روح پر وارد ہوتی ہے' (جنت اور دوزخ کسی مکان کا نام نہیں) اور شیاطین اور جنوں سے مراد اخلاقِ مذمومہ ہیں اور ملائکہ نام ہے قوائے محمودہ کا یعنی شر کی قوت کا نام جن رکھ دیا گیا ہے اور قوت خیر کو تعبیر کیا گیا ہے ملائکہ کے نام سے' اور یہ سب فاسد اور باطل ہے کیونکہ یہ صادق و مصدوق علیہ السلام کی حدیث مبارک سے مردود ہے' اور بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ''فیعطی صحیفة حسناته'' اور اسی طرح یہ بھی ہے ''فیخرج له بطاقة'' اور یہ میزانِ حقیقی پر دلیل ہے اور موزون یعنی جس چیز کا وزن کیا جائے گا وہ صحیفہ ہائے اعمال ہوں گے۔ جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کیا ہے۔ اسی مضمون کو کسی شاعر نے بڑے خوبصورت طریقے سے منظوم کیا ہے' شاعر کہتا ہے:

تذکر یوم تأتی اللہ فردًا ۔۔۔ و قد نصبت موازین القضاء

و ھتکت الستور عن المعاصی ۔۔۔ و جاء الذنب منکشف الغطاء

''اے مخاطب! یاد کر وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ ایک ایک شخص کو لائے گا اور فیصلے کے لیے ترازو نصب کر دیے گئے ہوں گے''۔

''اور گناہوں سے پردے ہٹا دیے جائیں گے اور پردہ اٹھنے کے بعد تمام تر گناہ ظاہر اور منکشف ہو جائیں گے''۔

فصل

دو قومی نظریہ نیز آخرت میں میرٹ کی بنیاد پر درجہ بندی

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں:

آخرت میں لوگوں کے تین طبقات ہوں گے:

(۱) پہلا طبقہ ایسے متقی اور پرہیز گار لوگوں کا ہوگا جو کبائر سے بچتے ہیں۔

(۲) دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہوگا جن کے اعمال مخلوط ہوں گے۔ انہوں نے نیک کام بھی کیے ہوں گے اور ساتھ فواحش اور کبائر کا ارتکاب بھی کیا ہوگا۔

(۳) تیسرا طبقہ کفار کا ہوگا۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ متقی لوگوں کے حسنات (نیک کاموں) کو روشن اور جگمگاتے ہوئے پلڑا ئے میزان میں رکھا جائے گا اور اگر ان کے صغائر بھی ہوئے تو اسے دوسرے پلڑے میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان صغائر کا وزن نہیں ہوگا اور حسنات والا روشن پلڑا مسلسل بھاری رہے گا یہاں تک کہ صغائر کی ظلمت کافور ہو جائے گی اور صغائر کی اس کالک اور سیاہی کے اڑ جانے سے گناہوں والا پلڑا فارغ اور خالی رہ جائے گا۔

اور جن لوگوں کے اعمال مخلوط اور ملے جلے ہوں گے ان کی نیکیوں کو روشن پلڑے میں رکھا جائے گا اور ان کے گناہوں کو تاریک پلڑے میں؛ تو ان کے کبائر کا ثقل اور بوجھ ہوگا۔ پس اگر تو ان کی نیکیوں کا وزن برائیوں سے بڑھ گیا چاہے ایک کھجور برابر بڑھ جائے تو وہ جنتی ہوگا اور اگر گناہوں کا پلڑا بھاری ہوا اگرچہ ذرا برابر ہی ہو تو وہ دوزخ میں جائے گا الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ خاص سے اس کو معاف فرما دے اور اگر یہ صورت بنی کہ اس کے گناہ اور نیکیاں دونوں برابر اور مساوی ہیں تو وہ جنت اور دوزخ کے درمیان مقام اعراف میں ٹھہرے گا۔ (اعراف کا بیان آگے انشاء اللہ تعالیٰ تفصیلاً آئے گا) اور یہ جب ہے کہ اگر ان کبائر کا تعلق حقوق اللہ سے ہو لیکن اگر اس کے ذمہ بندوں کے حقوق ہوئے تو پھر صورت یہ ہوگی کہ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوئیں تو اس کے گناہوں کی مقدار کے مطابق اس کے حسنات کا ثواب کم کر دیا جائے گا اور اس شخص کے گناہوں کا بوجھ جس پر اس نے ظلم اور زیادتی کی ہو گی اس ظالم پر ڈال دیا جائے گا اور پھر ان تمام گناہوں کا عذاب اسے ملے گا جیسا کہ سابقہ اور آئندہ والی احادیث کا مقتضیٰ ہے۔

احمد بن حرب بیان کرتے ہیں:

قیامت کے دن لوگوں کو تین گروہوں میں اٹھایا جائے گا:

ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو اپنے اعمال صالحہ اور نیک کاموں کی بدولت اغنیاء کا گروہ کہلائے گا۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو نیکیوں سے تہی داماں ہونے کے باعث فقراء کہلائیں گے۔

اور تیسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہوگا جو آغاز کار میں تو نیکیوں کی دولت سے مالا مال ہوگا مگر چونکہ ان کے ذمہ بہت سے لوگوں کے حقوق ادا کرنا باقی تھے اس لیے اس حقوق الناس کی ادائیگی بذریعۂ حسنات کے بعد ان کے پلّے ککھ

نہیں بچے گا اور وہ بھی انجام کار فقیر، مفلس اور کنگال ہو جائے گا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

بے شک تیرا اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرنا کہ تو نے ستر ایسے گناہ کیے ہوں جن کا تعلق ایسے امور سے ہو جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں یعنی حقوق اللہ سے ان کا تعلق ہے یہ تیرے لیے بہت آسان اور سبکسار ہے اس سے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ایسے کسی گناہ کے ساتھ ملاقات کرے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ درست ہے کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ تو بے نیاز اور کریم ہے اور آدمی فقیر اور مسکین ہے اور اس دن تو بندہ ایک نیکی کا بھی محتاج ہوگا تا کہ اس ایک نیکی کے ذریعے وہ اس گناہ (کے عذاب) سے بچ جائے جو اس نے کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی نیکیوں والا پلڑا اس ایک نیکی کی وجہ سے گناہوں والے پلڑے سے بھاری ہو جائے اور اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو اور وہ جنت میں چلا جائے۔

تیسرے طبقہ کا تفصیلی بیان

تیسرا طبقہ کفار کا ہے، کافر کا کفر میزان کے سیاہ اور تاریک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں رکھنے کے لیے جب کافر کی کوئی نیکی موجود نہیں ہوگی تو وہ پلڑا فارغ اور خالی رہے گا۔ پس اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ کافروں کو دوزخ میں لے جاؤ۔ چنانچہ ان میں سے ہر کافر کو اس کے گناہوں کی مقدار کے مطابق درجہ بدرجہ مختلف درجات کا عذاب دیا جائے گا اور باقی جو متقین ہوں گے ان کے صغیرہ گناہوں کو کبائر سے بچنے کی وجہ سے معاف کر دیا جائے گا اور ان کے لیے جنت کا امر ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اس کی نیکی اور طاعت کے مطابق ثواب اور انعام دیا جائے گا۔ قرآن مجید کی آیاتِ وزن میں جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے اس سے یہی دو اصناف کے لوگ مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو ہی طبقات کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک وہ طبقہ ہے جن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، ان کے لیے قطعی طور پر فلاح اور من پسند عیش اور زندگی کی خوشخبری دی گئی ہے اور دوسرے اس طبقہ کا ذکر آیا ہے جن کو کفر کے ساتھ موصوف کرنے کے بعد فرمایا کہ ان کا پلڑا ہلکا ہونے کی وجہ سے ان کے لیے دوزخ کا دائمی عذاب ہے۔

اب بچ رہا وہ طبقہ جن کے اعمال رلے ملے ہوں گے، ان کے پاس جہاں نیکیاں ہوں گی وہاں گناہ سے بھی ان کا دامن آلودہ ہوگا۔ اس صنف کا بیان نبی اکرم ﷺ نے اپنی احادیث طیبہ میں فرمایا ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

متقی مؤمن اور کافروں کے اعمال کو میزان میں تولنے کا فلسفہ کیا ہے؟

متقی مؤمن کے اعمال کا وزن اس کی فضیلت کے اظہار کے لیے کیا جائے گا۔ اسی طرح کافر کے اعمال کا وزن صرف اس لیے کیا جائے گا تا کہ اس کی رسوائی اور ذلت کا اظہار ہو کیونکہ کافر کے اعمال باوجودیکہ وہ ہر قسم کی خیر اور بھلائی سے خالی ہوں گے فقط اس کی تحقیر اور تذلیل کے لیے وزن کیے جائیں گے۔ اسی طرح متقی کے اعمال کا اس

لیے وزن کیا جائے گا تا کہ **علی رؤوس الأشهاد** (برملا اور سرعام) اس کے تحسین حال اور تزئین مآل کا اظہار ہو اور اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ اس کے اعمال شر سے خالی ہیں اور خیر ہی خیر ہیں۔ باقی رہا وہ شخص کہ جس کے اعمال مخلوط ہوں گے' اس نے اچھے اور برے دونوں قسم کے کام کیے ہوں گے تو اگر وہ شخص دوزخ میں گیا بھی تو آخر کار شفاعت سے اس کو جنت نصیب ہو جائے گی۔ (یا سزا کاٹ کر گناہوں سے پاک ہو کر بفضلہٖ تعالیٰ وہ جنت میں آئے گا۔)

فصل

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرمایا ہے کہ انسانوں کا محاسبہ ہوگا اور اس کے بعد ان کو جزاء دی جائے گی اور اسی طرح اس بات کی بھی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جہنم کو جنوں اور انسانوں دونوں سے بھرا جائے گا لیکن اس بات کی خبر نہیں دی گئی ہے کہ آیا جنوں کا بھی محاسبہ کیا جائے اور ان کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ پس کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آیا جنوں کے اعمال کا بھی وزن کیا جائے گا؟

جواب

اس سوال کے جواب میں کہا گیا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ جب یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرۃ:۸۲)

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں' انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

جملہ مؤمنین صالحین میں جن اور انسان دونوں داخل ہیں اور عموم آیت کے پیشِ نظر جنت اور اس کی جو کچھ نعمتوں کا حکم اور مژدہ انسان کے لیے ثابت ہے ایسے ہی جن کے لیے بھی ثابت ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ○ (الاحقاف:۱۸)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر (عذاب کی) بات ثابت ہو چکی ہے ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزرے جن اور انسان' بے شک وہ خسارے میں تھے۔

پھر اس کے بعد فرمایا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ (الاحقاف:۱۹)

اور ہر ایک کے لیے (مومن ہو یا کافر) اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

اس سے جن اور انسان ہر دو مراد ہیں۔ انسان کے ساتھ وعد اور وعید دونوں میں جن کا ذکر بھی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جنوں سے سوال کیے جانے کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہا جائے گا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا. (الانعام:۱۳۰)

اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے تھے؟ تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے؟ کہیں گے: ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی۔

یہ سوال ہے اور جب بعض سوال ثابت ہو گیا تو کل بھی ثابت ہو گیا' اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

اور نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ إلى قوله تعالى يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الاحقاف:۲۹-۳۲)

اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے' یہاں تک کہ فرمایا: بولے: اے ہماری قوم! اللہ کی دعوت دینے والے (یعنی رسول کریم ﷺ) کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے ۝ اور جو اللہ کے داعی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے سامنے کوئی اس کا مددگار نہیں' وہ کھلی گمراہی میں ہے ۝

یہ آیات صراحتاً دلالت کرتی ہیں کہ جنوں کا حکم آخرت میں وہی ہے جو مؤمنین کا حکم ہے اور جنوں کے قول کو حکایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ (الجن:۱۴)

اور یہ کہ ہم میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم (حق سے روگرداں کافر)

احادیث سے ثبوت

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہڈی جنات کی خوراک اور توشہ ہے اور گوبر ان کے چوپاؤں اور سواریوں کی خوراک ہے۔ لہٰذا تم (اے انسانو!) ہڈی اور گوبر کے ساتھ استنجا نہ کیا کرو (اور ان کے ساتھ نجاست کو صاف نہ کیا کرو) کیونکہ یہ تمہارے جن بھائیوں کا طعام اور کھانا ہے۔

تو آپ نے جنوں کو ہمارا بھائی قرار دیا ہے اور جب معاملہ اس طرح سے ہے تو ثابت ہوا کہ آخرت میں جو حکم ہمارا ہے وہی ان جنوں کا بھی ہے۔ (واللہ اعلم) اس کی طرف اشارتاً کچھ گفتگو پہلے بھی ''باب ما جاء أن الله يكلم العبد ليس بينه و بينه ترجمان'' میں گزر چکی ہے۔

فصل

قوله في الحديث: ''فيخرج له بطاقة فيه اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده و رسوله''.

حدیث پاک میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک گزرا کہ ''پھر اس شخص کے لیے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا اور

اس رقعہ یا پرچی پر لکھا ہوگا: (ترجمہ:) میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے عبدِ خاص اور رسولِ مکرم ہیں'' تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شہادت اور گواہی سے کیا مراد ہے ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کا اقرار وتصدیق یا یہ بطور ورد اور وظیفہ کے طور پر کلمہ شہادت پڑھنا مراد ہے جو اس رقعہ پر لکھا ہوگا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اس سے مراد شہادت توحید (اور کلمہ ایمان) نہیں ہے کیونکہ میزان کی شان اور صفت سے یہ ہے کہ اس کے ایک پلڑے میں ایک چیز رکھی جائے گی اور دوسرے پلڑے میں اور چیز رکھی جائے گی جو پہلی چیز کی ضد ہوگی۔ یعنی ایک پلڑے میں نیکیاں ہوں گی اور دوسرے پلڑے میں برائیاں ہوں گی اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے کیونکہ ایک ہی شخص کے گناہ بھی ہوتے ہیں اور نیکیاں بھی۔ اور لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی شخص کفر اور ایمان دونوں اکٹھے لے کر آئے حتیٰ کہ ایک پلڑے میں ایمان ہو اور دوسرے پلڑے میں کفر ہو' اسی وجہ سے یہ ناممکن اور محال ہے کہ شہادت توحید کو میزان میں رکھا جائے اور لیکن یہ عین ممکن ہے کہ آدمی ایمان لانے کے بعد کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا ورد' وظیفہ پڑھے اور آدمی کا کلمہ شریف پڑھنا نیکی ہے اور اس کی نیکی کو بھی دوسری جملہ نیکیوں کے ساتھ میزان میں وزن کیا اور تولا جائے۔ حکیم ترمذی نے اسی طرح بیان کیا ہے اور بعض دوسرے علماء کا قول یہ ہے کہ کلمہ شہادت کا نطق اور اس کا ورد کرنا یہ حسنِ نیت کے علاوہ ایک زائد اور اضافی ذکر ہے اور یہ ایک مقبول عمل ہے جو بندے نے مخلوق سے چھپ کر خلوت اور تنہائی میں کیا' پس یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک ودیعت اور امانت ہے جس کو اللہ کریم قیامت کے دن اپنے بندے کو بہت بڑھا کر لوٹائے گا اور یہ ایک عمل بندے کی خطاؤں پر راجح اور غالب ہوگا چاہے وہ کثیر ہوں اور اس کے گناہوں کو دبا لے گا خواہ وہ بڑے بڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا عظیم فضل ہے' اللہ کریم اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے فضل اور کرم فرماتا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس پر دلیل حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

بلیٰ إن لک عندنا حسنة. کیوں نہیں' بے شک ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے۔

اور یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے پاس تمہارا ایمان ہے۔

اسی طرح اس بات کی تائید بیہقی وغیرہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھا گیا کہ: کیا ''لا الہ الا اللہ'' حسنات میں سے ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: کلمہ طیبہ پڑھنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

(یعنی ایمان لانے کے بعد اور توحید ورسالت کی شہادت اور گواہی کے بعد کلمہ شریف کا ورد عظیم نیکی ہے) اور یہ بھی جائز ہے کہ مراد یہ ہو کہ یہ کلمہ دنیا میں اس کا آخری کلام ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ ضرور جنتی ہوگا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳' الحاکم ج ۱ ص ۵۰۰' تخریج المشکاۃ الالبانی ۱۶۲۱' التاریخ الخطیب ج ۱۰ ص ۳۳۵)

اور ایک قول یہ ہے کہ اس شہادت کو شہادتِ ایمان پر محمول کرنا بھی جائز ہے اور یہ ہر مسلمان میں ہوگی جس سے اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ مؤمن کی جس طرح نیکیاں تولی جائیں گی اسی طرح اس کے ایمان کا بھی وزن کیا جائے گا اور اس کا ایمان اس کے گناہوں سے راجح ہوگا۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور وزن کرنے کے بعد گناہ گار مؤمن کو اگر دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اسے اس کے گناہوں سے پاک کرنے کے لیے ہوگا اور تطہیر کے بعد اس کا مقام جنت ہوگی۔ یہ ان لوگوں کا مذہب ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ ہر مؤمن کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ہر مؤمن کا میزان بھاری ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے قول "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝" (المؤمنون:۱۰۲) کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ وہ "خلود فی النار" (ہمیشہ دوزخ میں رہنے) سے نجات پانے والے ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۝" (القارعۃ:۷) کی تاویل کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ کسی نہ کسی دن اور کسی نوقت وہ من پسند زندگی کی بہاریں لوٹیں گے اور جنت کی پسندیدہ زندگی میں آ رہیں گے۔ اسی طرح حدیث مبارک میں نبی اکرم ﷺ کے ارشاد "من کان آخر کلامه لا اله إلا الله و جبت له الجنة" کی توجیہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو یعنی ایمان والا شخص بہر حال ضرور جنت میں جائے گا۔ اگرچہ اس کو جنت میں داخل ہونے سے پہلے دوزخ کی سزا بھگتنی پڑے۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ یہ تاویل محلِ نظر ہے اور دلیلِ خارجی کی محتاج ہے جو اس پر نص ہو جبکہ قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس شخص کی نیکی والا پلڑا بھاری ہوگا وہ نجات پانے والا اور سلامتی والا ہے اس کے بعد وہ دوزخ میں نہیں جائے گا جنت ہی اس کا مقام ہوگا اور ارشاد نبوی ہے:

اچھے اخلاق سے زیادہ میزان میں کوئی چیز بھاری اور وزنی نہیں ہوگی۔

(ابوداؤد رقم الحدیث:۴۷۹۹، ترمذی رقم الحدیث:۲۰۰۲، مسند احمد ج۶ ص۴۴۸، السنۃ لابن ابی عاصم ۷۸۳، الشریعۃ للآجری ص۳۸۳، صحیح الجامع الالبانی ۵۵۹۷)

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی طرح سمرہ بن جندب کی سابق حدیث انہی اعمال صالحہ اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت والی روایت دلیل ہیں۔

قبر پر مٹی ڈالنے کی فضیلت

امام قشیری اپنی کتاب "التحبیر" میں بیان فرماتے ہیں: ایک بزرگ نے بیان کیا کہ انہوں نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا: بتاؤ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک فرمایا؟ اس شخص نے بتایا کہ جب میرے اعمال کا وزن کیا گیا تو میرے گناہ میری نیکیوں سے بڑھ گئے، پھر اچانک آسمان سے ایک تھیلی نیچے میزان میں آ کر گری اور اس کی وجہ سے میری نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو گیا، میں نے آسمان سے آنے والی اس تھیلی اور پیکٹ کو کھول کر دیکھا تو اس میں مٹی تھی جو میں نے دنیا میں ایک مسلمان کی قبر پر ڈالی تھی۔

مدرس اور تعلیم دینے والی کی فضیلت

ابوعمر کتاب "جامع بیان العلم" میں اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حماد بن زید نے بواسطۂ امام ابوحنیفہ حضرت حماد بن ابراہیم سے اللہ عزوجل کے ارشاد "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ" (الانبیاء: ٤٧) کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کے عمل میزان میں تولے جائیں گے تو اس کے اچھے عملوں کا پلڑا ہلکا ہوگا' پھر بادل کی طرح ایک چیز نمودار ہوگی اور اس کو میزان میں رکھ دیا جائے گا جس سے اس شخص کی نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو جائے گا' پھر اس شخص سے کہا جائے گا' کہ یہ اس علم کی فضیلت اور برکت ہے جو دنیا میں تو لوگوں کو سکھاتا رہا ہے اور تعلیم دیتا رہا ہے۔

٠٠٠-ایک ذیلی باب

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے دو غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں' خیانت کرتے ہیں اور میرے نافرمان ہیں اور میں (اس جھوٹ' خیانت اور کہنا نہ ماننے پر) ان کو گالیاں دیتا ہوں اور مارتا ہوں' تو میرا ان کے بارے میں ایسا کرنا کیسا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں نے جو تیری خیانت کی' تجھ سے جھوٹ بولا اور تیری نافرمانی کی اور جو تو نے ان کو سزا دی ان سب کا حساب ہوگا' اگر تیری سزا ان کے قصور کے برابر ہوگی تو حساب بے باق ہے۔ معاملہ برابر سرابر ہو گیا' تجھے کچھ دینا ہوگا نہ لینا ہوگا۔ لیکن اگر تو نے ان کو جرم سے کم سزا دی ہے تو تیرے لیے بچ جائے گا اور اگر ان کے جرم اور قصور سے تیری سزا زیادہ ہوگی تو اس زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ راوی فرماتے ہیں: یہ سن کر وہ شخص ایک طرف ہٹ گیا اور اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا اور چلاّنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں پڑھا: "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا" (الانبیاء: ٤٧) "اور ہم قیامت کے دن ترازوئیں رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا"۔ وہ شخص کہنے لگا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ان کی جدائی سے زیادہ بہتر اپنے لیے اور ان کے لیے کوئی دوسری چیز نہیں پاتا۔ آپ گواہ رہیں کہ وہ تمام کے تمام آزاد ہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے' ہم اسے صرف عبدالرحمٰن بن غزوان کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ حافظ ابونعیم امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت وہب بن منبہ آیت کریمہ "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ" کے بارے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے اعمال میں سے آخری اعمال کا وزن کیا جائے گا جس پر انسان مرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی اور خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کا خاتمہ خیر پر فرما دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ساتھ خیر کے علاوہ کا ارادہ فرماتا ہے تو اس شخص کی موت برے کام کرتے ہوئے واقع ہوتی ہے۔ حافظ ابونعیم نے اس کو روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج٦ ص ٢٨٠' مجمع الہیثمی ج١٠ ص ٣٥٢)

؎ پانی بھریں پنہاڑن رنگ برنگے گھڑے بھریا اس کا جانیے جس کا توڑ چڑھے

(حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ)

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمانی کنم خاتمہ

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ بات صحیح ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: (اچھے برے) اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۵' صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۷۸' القضاعی ۱۱۶۷' الطبرانی فی الکبیر رقم الحدیث: ۵۷۸۴-۵۷۹۸)

دعا ہے کہ: ؎

اندر آں دم کز بدن جانم بری از جہاں با نور ایمانم بری

یعنی اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے آمین ثم آمین۔

۴۳-اعراف والوں کا بیان

خیثمہ ابن سلیمان اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ترازوئیں رکھی جائیں گی اور برائیوں اور نیکیوں کو تولا جائے گا۔ پس جس شخص کی نیکیاں اس کے گناہوں سے بڑھ جائیں گی خواہ ایک ذرّہ کے برابر ہوں وہ جنّتی ہوگا اور جس کے گناہ اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوئے خواہ ایک ذرّہ بھر بڑھ گئے تو وہ شخص دوزخ میں جائے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جس شخص کے نیک کام اور برے کام دونوں برابر ہوئے تو؟ فرمایا کہ یہ اعراف والے ہوں گے' جنت میں داخل نہیں ہوں گے حالانکہ وہ اس کی طمع کریں گے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کا محاسبہ کیا جائے گا تو جس شخص کے اچھے کام اس کے برے کاموں سے زیادہ ہوں گے چاہے ایک کام کی ہی برتری حاصل ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کے برے کام اس کے اچھے کاموں سے بڑھ گئے اگرچہ ایک برائی ہی زیادہ ہو وہ دوزخ میں جائے گا۔ پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ.

تو جن (کی ترازو) کے پلّے بھاری ہوئے وہی فلاح پانے والے ہوں گے ○ اور جن (کی ترازو) کے پلّے ہلکے ہوئے تو وہی ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔ (المؤمنون: ۱۰۲-۱۰۳)

پھر انہوں نے بیان کیا کہ بے شک میزان ایک دانے بھر کی مقدار سے ہلکی یا بھاری ہو جائے گی اور (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا کہ جس شخص کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ شخص اصحاب اعراف (جنت اور دوزخ کے درمیان مقام کا نام ہے) میں سے ہوگا۔

کیا آخرت میں کی ہوئی نیکی کار آمد ہوگی؟

حضرت کعب احبار بیان کرتے ہیں: دو شخص دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے تھے' ان میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن فرشتے کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جارہے ہوں گے۔ جب اس کا وہ دوست اس کو اس حالت میں دیکھے گا تو اس سے کہے گا: اے بھائی! بخدا! میرے پاس نجات پانے کے لیے صرف ایک ہی نیکی موجود ہے' اے بھائی! میری وہ نیکی تم لے لو کیونکہ میرا خیال ہے کہ تم اس کی وجہ سے عذاب سے بچ جاؤ گے اور اس طرح ہم میں سے ہر ایک کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی اور ہم دونوں مقام اعراف میں ٹھہرنے والوں میں سے قرار پائیں گے۔ حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ پس اللہ تعالیٰ ان دونوں شخصوں کے لیے حکم فرمائے گا کہ ان دونوں کو جنت میں لے جاؤ اور وہ دونوں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

ابوحامد قدس سرہ اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں:

قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا کہ جس کو اگر ایک نیکی مل جائے تو اس کی نیکی والا پلڑا بھاری ہو جائے مگر ایک نیکی کی کمی سے اس کا نیکی اور گناہ کا پلڑا برابر ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس شخص کو فرمائے گا کہ تو لوگوں کے پاس جا اور ان سے التماس کر اگر کوئی آدمی تجھے ایک نیکی بھی دے دیتا ہے تو تیرا کام بن جائے گا اور تجھے جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ چنانچہ وہ شخص ایک نیکی کی تلاش کے لیے نکل پڑے گا اور تمام لوگوں کے پاس جھولی پھیلائے گا' مگر کوئی شخص اس سلسلہ میں اس سے بات تک کرنے کو تیار نہیں ہو گا اور کوئی بھی لفٹ نہیں کرائے گا' وہ جس سے بھی نیکی کرنے کی اپیل کرے گا وہ یہی کہے گا کہ اگر میں اپنی ایک نیکی بھی تجھے دے دوں تو مجھے خوف اور اندیشہ ہے کہ میرا نیکی کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور مجھے خود اس کی اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ شخص نا امید ہو جائے گا' اتنے میں ایک شخص اس سے کہے گا: ارے بھائی! تم کس چیز کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہو؟ وہ کہے گا: مجھے فقط ایک نیکی مطلوب ہے اور عالم یہ ہے کہ میں کئی ایسے لوگوں کے ہاں سے ہو کر آ رہا ہوں جن کے پاس لاکھوں نیکیاں موجود ہیں مگر وہ بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے کوئی ایک نیکی بھی عطا کرنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں رکھتے۔ یہ بات سن کر ایک شخص اس کو کہے گا: اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات ہوئی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ میرے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ وہ ایک نیکی مجھے تو کچھ نفع پہنچانے سے رہی چلو اگر تیرا کام بنتا ہے تو میں اپنی وہ نیکی تجھے اللہ واسطے ہبہ کر دیتا ہوں۔ پس وہ شخص اس نیکی کو لے کر فرحت و مسرّت کے ساتھ واپس بارگاہ خداوندی میں آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے: تیرا کیا حال ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب علم والا ہے' وہ بندہ عرض کرتا ہے: اے پروردگار! میرا معاملہ اس طرح اس طرح ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھی کو بلائے گا جس نے اپنی نیکی اس شخص کو بخش دی اور ہبہ کر دی تھی' پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرا کرم اور بخشش سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اگر تو نے اپنی نیکی اپنے بھائی کو دے کر بخشش کا مظاہرہ کیا ہے تو میرا کرم اور بخشش تیری بخشش سے بے حد زیادہ وسیع ہے' اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لو اور تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (سبحان اللہ! کیا شان کریمی ہے اللہ غفور و رحیم کی)

ایک نافرمان بیٹے اور اس کے باپ کا واقعہ

قیامت کے دن ایک شخص کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تو اس شخص کے میزان کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فرمائے گا کہ تو جنتی ہے اور نہ دوزخی ہے' پھر فرشتہ ایک پرچہ لے کر آئے گا اور اس کو میزان کے پلڑے میں رکھ دے گا' اس میں لکھا ہوا ہوگا ''اُف'' اب اس شخص کی برائیوں کا پلڑا نیکی والے پلڑے سے بھاری ہو جائے گا کیونکہ یہ نافرمانی کا لفظ ہے اور یہ پہاڑوں سے بھی بھاری کلمہ ہے۔ چنانچہ حکم دیا جائے گا کہ اس شخص کو آگ میں پھینک دو۔ وہ شخص فرشتوں سے کہے گا کہ مجھے ایک مرتبہ اللہ کریم کے دربار میں واپس لے چلو' اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ ہاں! اسے میرے پاس واپس لاؤ۔ جب وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ اے نافرمان بندے! بتا کہ تو کس لیے دوبارہ میرے پاس واپس آنے کی درخواست کر رہا تھا؟ وہ بندہ عرض کرے گا: اے میرے اللہ! میں نے جب دیکھا کہ مجھے دوزخ کی جانب لے جا رہے ہیں اور میرا دوزخ میں جانا ناگزیر ہو چکا ہے' اور اس سے اب میں بچ نہیں سکتا کیونکہ میں نے دنیا میں اپنے باپ کی نافرمانی کی تھی اور میں نے دیکھا کہ میرے باپ کو بھی میری طرح اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے تو اللہ مولیٰ کریم! میری عرض یہ ہے کہ میرے باپ کا عذاب بھی مجھ پر ڈال کر میرے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے اور اس کی سزا بھی مجھے دے دی جائے اور اس کو عذابِ جہنم سے نجات مل جائے۔ فرمایا کہ اس شخص کی یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) مسکرائے گا اور ارشاد فرمائے گا کہ تو دنیا میں تو اپنے باپ کی نافرمانی کرتا تھا اور اب آخرت میں فرماں بردار ہو گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمی کا اظہار فرماتے ہوئے حکم دے گا:

''اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ اور باپ' بیٹا دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

فصل

قیامت کے دن اعمال تولنے کے لیے ایک ہی میزان (ترازو) ہوگا یا متعدد؟

قرآن مجید میں میزان جمع کے لفظ کے ساتھ ذکر ہوا ہے اور حدیث پاک میں مفرد اور جمع دونوں طرح آیا ہے' اس لیے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے کہ کئی میزان ہوں۔ اعمال کی مختلف اصناف میں سے ہر صنف کو الگ الگ ترازو سے تولا اور وزن کیا جائے۔ جیسا کہ کسی نے اسی نظریہ کو نظم کی صورت میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ملک تقوم الحادثات لعدله ۔۔۔ فلكل حادثة لها ميزان

تتصرف الأشياء في ملكوته ۔۔۔ ولكل شيئى مدة و أوان

''وہ شہنشاہ ہے' جتنے بھی واقعات رونما ہونے والے ہیں وہ قائم ہوں گے اور عاقبت میں ان کا انصاف فرمائے گا اور ہر واقعہ کے لیے الگ میزان ہوگا''۔

''اس کی شہنشاہی میں تمام چیزوں میں کاروائی کی جاتی ہے اور ہر چیز کے لیے ایک مدت اور زمانہ

متعین ہے''۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ میزان ایک ہی ہو لیکن اس کو تعبیر جمع کے صیغہ سے کیا گیا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:'' كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ ''۔ (الشعراء:۱۲۳) اور ارشاد فرمایا:'' كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ '' (الشعراء:۱۰۵) حالانکہ رسول ایک ہی ہیں جن کو قوم عاد نے جھٹلایا تھا اور اسی طرح قوم نوح نے ایک رسول کو جھٹلایا اور ان کی تکذیب کی مگر ایک رسول کو جمع کے لفظ سے تعبیر کرتے ہوئے ''مرسلین'' فرمایا گیا ہے۔

دائمی سعادت اور شقاوت کے اعلان کا دن

امام لالکائی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ میزان پر ایک فرشتہ مقرّر کر کے ایک ایک کر کے آدمی میزان پر آتے جائیں گے اور میزان کے دو پلڑوں کے درمیان باری باری آ کر کھڑے ہوتے جائیں گے۔ جب کسی شخص کا نیکی والا پلڑا بھاری نکلے گا تو وہ میزان پر مقرّر فرشتہ بلند آواز سے جسے ساری مخلوق سن سکے گی اعلان کرے گا کہ فلاں شخص ایسی سعادت سے بہرہ مند ہوا ہے کہ اب کے بعد وہ کبھی بد بخت نہ ہو گا اور لیکن اگر نیکی کا پلڑا ہلکا ہوا تو فرشتہ اعلان کرے گا کہ فلاں شخص کو ایسی بدبختی لاحق ہو گئی جو کبھی اس سے جدا نہ ہو گی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

قیامت کے دن صاحبِ میزان حضرت جبریل علیہ السلام ہوں گے۔

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اصحابِ اعراف کو مساکینِ اہلِ جنت کہا جاتا ہے۔ حضرت ہناد بن سری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ایک نہر پر پہنچیں گے جس کا نام نہر حیات ہو گا۔ اس کے دونوں کنارے گولڈن پول نصب ہوں گے' راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس پر موتیوں کے گنبد نما بڑے بڑے سائبان بنے ہوں گے۔ اہل اعراف اس نہر میں خوب نہائیں گے جس کے بعد ان کے سینوں پر چمکدار سفیدی ظاہر ہو گی' پھر وہ لوٹ آئیں گے اور دوبارہ اس نہر میں نہانے لگیں گے' جیسے جیسے وہ نہاتے جائیں گے اسی قدر ان کی رنگت نکھرتی جائے گی اور وہ نہایت گورے چٹے ہوتے جائیں گے' پھر ان سے کہا جائے گا: اے اہل اعراف! تمنا اور آرزو کرو' پس وہ جو چاہیں گے اس کی آرزو کریں گے۔ اس کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو آرزو کی ہے تمہیں وہ بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ستر گنا مزید تمہارے لیے ہے اور اس انعام کے مستحق مساکین اہل جنت کہلاتے ہیں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جب اہل اعراف جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے سینوں میں سفیدی اور چمک ہو گی تو اس کی بناء پر ان کی پہچان ہو جائے گی۔ فرمایا کہ جنت میں ان کو مساکینِ اہل جنت کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

اہلِ اعراف کون لوگ ہوں گے؟

ان کی تعیین میں علماء کے حسب ذیل بارہ (۱۲) مختلف اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول وہ ہے جو ابھی ہناد ابن سری کے حوالہ سے اوپر گزرا ہے۔ اس حدیث کو ابن حارث کے علاوہ ابن مسعودؓ کعب احبار اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) مجاہد کا قول یہ ہے کہ اعراف میں صلحاء، فقراء، علماء ہوں گے۔

(۳) مہدوی نے ذکر کیا ہے کہ اصحاب اعراف سے مراد شہداء ہیں۔

(۴) امام قشیری کا قول ہے کہ اصحاب اعراف شہداء اور فضلائے مؤمنین ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کو عامۃ الناس کے احوال کا مطالعہ کرنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

(۵) شرحبیل ابن سعد کا قول ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے مگر ان کے والدین ان سے ناراض تھے وہ اعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ طبری نے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث نقل کی ہے کہ انہیں اعراف میں اس لیے ٹھہرایا جائے گا کہ ایک طرف اگر ان کو مرتبۂ شہادت حاصل ہے تو دوسری طرف انہوں نے والدین کی نافرمانی کی ہے۔

(۶) ثعلبی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عباس، حضرت حمزہ اور علی ابن ابی طالب اور حضرت جعفر ذوالجناحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو مقام اعراف میں ٹھہریں گے اور اپنے محبت کرنے والوں کو ان کے سفید چہروں سے اور جو بد بخت ان سے بغض اور دشمنی رکھتے تھے انہیں ان کے سیاہ چہروں کی وجہ سے پہچانیں گے۔

(۷) زہراوی کا قول ہے اور اسی قول کو نحاس نے پسند کیا ہے کہ وہ قیامت کے لیے انصاف کرنے والے ہیں جو لوگوں کے اعمال کی شہادت دینے والے ہوتے ہیں اور ایسے لوگ ہر امت میں ہوئے ہیں۔

(۸) زجاج کا قول یہ ہے کہ اعراف میں انبیاء کرام علیہم السلام ہوں گے۔

(۹) ابو محمد قاضی ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کے کبیرہ گناہ تو نہ ہوں گے اور صغیرہ گناہ ہوں گے اور دنیا میں ان پر مصائب و آلام جیسی آئے تھے جو ان کے صغائر کا کفارہ بن جاتے۔ ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ٹھہرایا جائے گا، جب ان کو جنت سے روک لیا جائے گا تو اس سے ان کو رنج ہوگا اور یہ رنج و غم ان کے صغائر کے مقابل ان کے لیے واقع ہوگا۔

(۱۰) ابن وہب اور ابن مبارک نے ابن عباس سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اصحاب اعراف جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وہ اہل قبلہ (مسلمان) ہیں جو کبائر کے مرتکب ہوئے تھے اور ان کے کاموں کا عظیم حصہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھا مگر انہوں نے کبائر کا ارتکاب بھی کر رکھا ہے تو ان کو اعراف کے مقام میں ٹھہرایا جائے گا۔ جب وہ اہل نار کی طرف دیکھیں گے تو ان کو سیاہ چہروں کی وجہ سے پہچان کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ اے پروردگار! تو ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا۝

(الاعراف:۴۸)

اور جب جنتیوں کو دیکھیں گے تو انہیں ان کے سفید چہروں کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اصحاب اعراف کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ:

''انجام کار اعراف والے جنت میں داخل ہوں گے''۔

ابن عطیہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو حذیفہ کے غلام حضرت سالم اس بات کی تمنا اور آرزو کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اصحاب اعراف سے کر دے کیونکہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ وہ گنہگار لوگ ہوں گے۔

(۱۱) ابونصر قشیری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے' انہوں نے فرمایا کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے جو ولد الزنا ہیں۔

(۱۲) بارہواں قول یہ ہے: اصحاب اعراف وہ فرشتے ہیں جو جنت اور دوزخ کے درمیان واقع دیوار پر تعینات ہیں۔ ان کی ڈیوٹی کافروں اور مسلمانوں میں تمیز کرنا ہے۔ اس کے قائل ابومجلز لاحق بن حمید ہیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ ملائکہ کو رجال نہیں کہا جاتا تو انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ملائکہ مذکر ہیں اور مؤنث نہیں ہیں اور کچھ بعید نہیں کہ ان پر لفظ رجال کا اطلاق اسی طرح واقع ہو جیسے جنات پر اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ. (الجن:۶) اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے۔

اور ''اعراف'' جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار کا نام ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اعراف جبل احد ہے جس کو دنیا سے اٹھا کر وہاں رکھ دیا جائے گا۔ ان دونوں روایتوں کو ابوعمر ابن عبدالبر اور دوسرے محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریق سے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ اسی کے مطابق الحمد للہ ہم نے اپنی کتاب ''جامع احکام القرآن'' میں سورۃ الاعراف میں بیان کر دیا ہے۔

اعراف کے بارے میں ایک واقعہ

بعض صالحین سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو چکی ہے اور لوگوں کا محاسبہ ہو رہا ہے' کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جا رہے ہیں اور کچھ کو دوزخ کی طرف۔ وہ بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں جنت کے دروازہ پر آ کر جنتیوں سے پوچھتا ہوں کہ تم نے جنت کس طرح حاصل کی ہے اور تمہیں کس ذریعے سے محل رضوان میں راحت اور سکون کی رہائش گاہیں میسّر ہوئیں؟ تو اہل جنت جواب دیتے ہیں کہ ہمیں یہ مقام اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور شیطان کی مخالفت کرنے سے نصیب ہوا ہے۔ وہ بزرگ

بیان کرتے ہیں کہ پھر میں دوزخ کے دروازہ پر آیا اور میں نے آواز دی کہ اے اہلِ دوزخ! یہ بتاؤ کہ تم دوزخ میں کس وجہ سے آ پڑے ہو؟ وہ بولے کہ ہم دنیا میں شیطان کی پیروی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہے ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ میں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک قوم کے ساتھ کھڑا ہوں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے گناہ زیادہ ہیں اور نیکیاں کم ہیں ہمارے گناہ جنت میں داخل ہونے سے ہمارے لیے مانع ہیں اور چونکہ ہماری بھلائیاں بھی ہیں اور وہ ہمیں دوزخ میں جانے سے روکنے اور بچانے والی ہیں۔ شاعر لوگوں نے اسی واقعہ کو شاعری کے لباس میں یوں بیان کیا ہے:

نحن قوم لنا ذنوب كبار　　منعتنا من الوصول إليه

تركتنا مذبذبين حيارى　　أمسكتنا من القدوم عليه

''ہم لوگوں کے بڑے بڑے گناہ ہیں جنہوں نے ہمیں جنت میں پہنچنے سے روک رکھا ہے''۔

''ان بڑے بڑے گناہوں نے ہمیں نہ اُدھر کا چھوڑا نہ اِدھر کا درمیان میں حیران کھڑے ہیں (تاہم شکر ہے) کہ جنت اگر نہیں تو دوزخ میں جانے سے بھی تو رکے ہوئے ہیں''۔

•••-باب

قیامت کے دن ہر امت کا دنیا میں جس معبود کی وہ پرستش کرتی تھی اس کی اتباع کرنے اور امت محمدیہ میں جب صرف منافق باقی رہ جائیں گے تو ان کا امتحان ہونے اور پل صراط بچھائے جانے کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا' پھر تمام جہانوں کا رب ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا:

''ہر انسان اس کے پیچھے کیوں نہیں جاتا جس کو دنیا میں اس نے اپنا معبود بنا رکھا تھا؟ اتنے میں صلیب والوں کے لیے صلیب کی صورت بن جائے گی' بت پرستوں کے لیے بتوں کی تصاویر اور آتش پرستوں کے لیے آگ کی شکل بن جائے گی' پھر وہ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے ہو جائیں گے۔ صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے''۔ اس کے بعد امام ترمذی نے طویل حدیث ذکر کی ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۷' مسند احمد ج ۲ص ۴۰۷' الکاشف ج ۲' ص ۲۴۸)۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں لوگوں (صحابہ کرام) نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کیا ہم آخرت میں اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ گر ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: بالکل نہیں۔ آپ نے

فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھو گے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا: جو شخص دنیا میں جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ آج بھی اسی کی پیروی کرے' لہٰذا جو شخص دنیا میں سورج کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا' جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تھا وہ ان کے ساتھ ہو جائے گا۔ اخیر میں یہ امت رہ جائے گی جس میں مؤمن اور منافق دونوں شامل ہوں گے' اللہ تعالیٰ ان کے لیے کسی ایسی صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے اجنبی ہوگی اور فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' میری امت کہے گی: ہم تم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' ہم اس جگہ ٹھہریں گے حتیٰ کہ ہمارا رب جلوہ گر ہو اور ہم اس کو پہچان لیں' پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیئے جانی پہچانی ہوگی اور فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' پھر میری امت عرض کرے گی: ہاں! تو واقعی ہمارا رب ہے' پھر وہ اپنے رب کے جلوہ کے ساتھ رہیں گے۔ اس کے بعد دوزخ کی پشت پر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور میں اور میرے امتی سب سے پہلے اس پل سے گزریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا اور اس دن رسولوں کی زبان پر یہی دعا ہوگی: ''اللھم سلّم' سلّم'' اے اللہ! سلامتی سے پار لگا دے'' اور جہنم کی پشت پر سعدان نامی خاردار جھاڑی کی مثل کانٹے ہوں گے۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے سعدان جھاڑی کو دیکھا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: جی یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ آرے سعدان جھاڑی کے کانٹوں ہی کی طرح ہوں گے لیکن اس کے دندانوں کی لمبائی کی مقدار کو (بغیر اللہ تعالیٰ کے بتلائے) کوئی نہیں جانتا اور وہ کانٹے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں گھسیٹ لیں گے اور بعض مؤمن ان سے محفوظ رہیں گے اور بعض مومن پل صراط سے گزر کر جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ (آگے طویل حدیث ہے۔) (صحیح بخاری ج۱۱ص۴۴۴' صحیح مسلم ج۳ص۱۷' مسند احمد ج۲ص۲۷۵۔۲۷۶۔۹۲۳۔۳۵۴' صحیح ابن حبان ج۹ص۲۳۴۔۲۵۹' الحاکم ج۴ص۵۸۲' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷۸)

فصل

فقیہ ابوبکر بن برجان اپنی کتاب ''الارشاد'' میں حدیث مبارک کے اس قول ''یلھم رؤوس المحشر لطلب من یشفع و یریحھم مما ھم فیہ ''' اور یہ تمام انبیاء و رسل کے پیروکاروں میں ان کے سردار ہوں گے اور ان کے دل میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ انہیں کوئی سفارشی ڈھونڈنا چاہیے تا کہ وہ موجودہ صورت حال سے چھٹکارا حاصل کریں'' کے بعد ذکر کرتے ہیں کہ:

پھر حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی اولاد میں سے اس گروہ کو نکال کر الگ کر دیں جو دوزخ کے لیے ہے اور وہ سات اقسام اور اصناف کے لوگ ہوں گے' ان میں سے دو گروہوں کو تو ایک لمبی گردن والا دوزخی جانور مخلوق کے درمیان سے اس طرح اچک لے گا جس طرح کبوتر تل کے دانہ کو اچک کر اٹھا لیتا ہے اور ان دو گروہوں میں سے ایک تو ان کفار کا گروہ ہے جو سب کچھ معلوم ہو جانے کے باوجود ہٹ دھرمی کرتا ہے اور سرکش ہوتا ہے' ایمان نہیں لاتا کفر کرتا ہے اور دوسرا گروہ ان کفار کا ہے جو جہالت و نادانی سے ایمان لانے سے منہ پھیرے

رہتا ہے اور کفر سے چمٹا رہتا ہے۔

پھر اہل محشر سے کہا جائے گا:

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن معبودوں کی تم پوجا کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ ہر امت اپنے معبود کے پیچھے چلے۔ جس کی وہ دنیا میں پوجا کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس چیز کی بھی کوئی پوجا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے چل دے گا یہاں تک کہ وہ معبودان باطلہ اپنے اپنے پرستاروں کو جہنم میں لے ڈوبیں گے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (یونس:۳۰)

وہاں ہر شخص جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہوگا جانچ لے گا اور سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور ان کی ساری بناوٹیں اور منصوبے جو وہ بناتے تھے اِن سے گم ہو جائیں گے ۝

نیز ارشاد خداوندی ہے:

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۝ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ (الشعراء:۹۴-۹۵)

تو (بت اور ان کے پجاری) سب اوندھے کر کے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے ۝ اور ابلیس اور اس کے سارے لشکر ۝

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عزوجل کی عظمت کی وجہ سے زمین کو اس طرح بچھا دیا جائے گا جس طرح کھال کو بچھایا جاتا ہے' پھر ہر آدمی کے لیے زمین پر صرف دو (۲) قدم رکھنے کی جگہ ہوگی' پھر سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا اور میں سجدہ میں چلا جاؤں گا' پھر مجھے سر اٹھانے کا حکم ہوگا تو میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! اور اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام عرش الٰہی کے دائیں جانب ہوں گے' یہ رہے جبریل' انہوں نے مجھے کہا ہے کہ تو نے ان کو میری طرف بھیجا ہے اور جبریل خاموش کھڑے ہوں گے اور کلام نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے سچ کہا ہے۔ پھر مجھے اذن شفاعت ملے گا اور میں عرض کروں گا: اے رب! تیرے بندے اطراف زمین میں (ہر سو پھیلے ہوئے ہیں اور سخت کرب و بلا میں ہیں' ان کا حساب کتاب شروع فرما تا کہ یہ اپنے اپنے ٹھکانے لگیں) تو یہ ہے مقامِ محمود۔ پھر چوتھے گروہ کو علیحدہ کر دیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے تو قائل تھے مگر اس کی صفات سے جاہل تھے اور رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے تھے۔ پھر پانچویں اور چھٹے گروہ کو (دوزخ کے لیے) علیحدہ کر دیا جائے گا اور یہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ہوں گے جو پیاس کی حالت میں آئیں گے' ان سے کہا جائے گا: تم کیا چیز تلاش کر رہے تھے؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہمیں پیاس لگی ہے' ہم کو پانی دو' تو جہنم کی طرف اشارہ کر کے ان سے کہا جائے گا کیا دیکھتے نہیں ہو! اور وہ گویا سراب ہوگا جو بعض حصہ بعض حصے کو کھائے جا رہا ہوگا۔ چنانچہ اہل کتاب اس سراب کو پانی خیال کر کے جب اس پر وارد ہوں گے تو دھڑم سے اس میں جا پڑیں گے' پھر منافقین اور مؤمنین کا امتحان اور جانچ ہوگی کہ آیا وہ اپنے رب کو پہچانتے ہیں اور جھوٹے خداؤں اور سچے حقیقی خدا میں تمیز کر سکتے ہیں۔ اس آزمائش میں منافقین فیل ہو

جائیں گے اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کلمہ ایمان پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ پھر جہنم کی پشت پر گزرنے کے لیے پل صراط کو بچھا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے'وہ پُل صراط' بال سے زیادہ باریک اور استرے (کی دھار) سے زیادہ تیز ہوگا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں بیان ہوا ہے'چنانچہ اس کے گیٹ نمبر ۵ یا گیٹ نمبر ۶ سے اہل بدعت نیچے گر جائیں گے اور اہل کبائر ساتویں یا چھٹے دروازے سے گر جائیں گے اور یہ سقوط مردم اعمال سے عاجز آنے کی وجہ سے ہوگا اور ایمان والوں کی گلوخلاصی ہو جائے گی اور وہ اپنے اعمال کے درجات کے مطابق نجات پانے میں مختلف المراتب ہوں گے'ان میں سے جنہوں نے کسی پر زیادتی کی ہوگی اس کی وجہ سے انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان پل پر روک لیا جائے گا اور حق داروں کے حقوق کی وصولی کے بعد جب ان کا حساب کلیئر (Clear) ہوگا تو تب ان کو جنت میں داخل ہونے کا کارڈ جاری کیا جائے گا۔ اور یہی وہ سٹاپ (Stop) ہے جہاں اصحاب اعراف کو (برائے شناخت) روک لیا جائے گا۔

(المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۷۰۔۵۷۱'حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۵)

مؤلف فرماتے ہیں: یہ بڑی خوبصورت ترتیب ہے'اس کا مزید بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق

اس باب کی حدیث میں ایک لفظ ''ھل تضارون'' آیا ہے'اس کی صرفی تحقیق کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں: ''تُضَارُّوْنَ'' کے لفظ کو تاء کے پیش اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اور راء کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اور تاء پر ضمہ پیش پڑھنا بہ نسبت فتحہ/ زبر کے اکثر ہے۔

اس لفظ کی اصل ''تُضَارَرُوْنَ'' تھی'پہلی راء کو ساکن کرنے کے بعد اس کا دوسری راء میں ادغام کر دیا گیا ہے اور اس کا صیغہ ماضی مجہول ''ضُوْرِرَ'' ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ معروف کا صیغہ ہو بمعنیٰ ''تضارون'' راء کے کسرہ کے ساتھ الّا یہ کہ راء کو ساکن کر کے ادغام کر دیا گیا ہو۔ یہ ساری گفتگو اس صورت میں ہے جب یہ ''الضر'' مشدد سے مشتق ہو اور لیکن اگر مخفف ہو تو پھر یہ ''ضَارَ یَضِیْرُ'' (ض) اور ''ضَارَ یَضُوْرُ'' (ن) سے ہوگا اور متعدی ہوگا۔

لغوی معنیٰ کی تحقیق

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''ھل تضارون'' کا معنیٰ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جنتیوں پر اپنے دیدار کا احسان اور کرم فرمائے گا اور اہل جنت کے لیے اللہ پاک کے دیدار کی تجلی ظاہر ہوگی تو صورت حال یہ ہوگی کہ کوئی شخص دوسرے کے لیے حجاب بنے گا اور نہ دیدار خداوندی کرتے ہوئے ان کی آپس میں کوئی مزاحمت اور لڑائی جھگڑا ہوگا جس طرح پہلی تاریخ کا چاند دیکھتے ہوئے ہوتا ہے بلکہ آفتاب اور چودھویں کا چاند دیکھتے وقت جو حالت ہوتی ہے اس طرح کی صورت حال ہوگی۔

اور ایک روایت میں "تضامون" آیا ہے یہ "المضامة" سے مشتق ہے جس کا معنی ازدحام (یعنی بھیڑ اور رش) ہوتا ہے تو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اہل جنت اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت اس طرح باہم دھکم پیل اور مزاحمت نہیں کریں گے اور ان کا رش نہیں لگے گا جس طرح یکم کا چاند دیکھتے وقت صورت حال ہوتی ہے۔

اور ایک روایت میں "تضامون" میم کے شد کے بغیر بھی آیا ہے جو "الضیم" بمعنیٰ "الذل" سے مشتق ہے تو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ مزاحمت، منافست اور منازعت کے باعث لوگ ایک دوسرے کو ذلیل نہیں کریں گے (بلکہ عزت ووقار کے ساتھ پرسکون طریقے سے دیدار کریں گے) اس معنیٰ کی ایک حدیث مرفوع انشاء اللہ تعالیٰ "ابواب الجنة" میں آئے گی۔

"فانکم ترونه کذلک" یعنی جس طرح مطلع صاف ہو تو چودھویں رات کے چاند کو اور صاف دن میں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اسی طرح قیامت کے دن تمہیں اپنے رب کے دیدار کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

اس سے مقصود دیکھنے والے اور اس کی رویت کی حالت اور کیفیت کو چاند اور سورج کو دیکھنے کی حالت سے تشبیہ دینا ہے نہ کہ مرئی کی یعنی جس کا دیدار ہوگا کیونکہ اللہ سبحانہ کا کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی چیز اس کے مثل اور مشابہ ہے۔

وقولہ "فیاتیھم اللہ فی صورۃ غیر صورتہ التی یعرفون" کی تشریح

یہ مقام امتحان ہوگا تاکہ اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز ہو جائے کیونکہ اب تک منافقین اور دکھاوے کا اسلام لانے والے سچے پکے اور مخلص مومنین کے ساتھ مخلوط تھے اور ان کے ساتھ شامل تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو ڈھال بنا رکھا تھا جس طرح دنیا میں ان کا یہ معمول تھا اور کہتے تھے کہ وہ بھی مسلمانوں میں سے ہیں اور انہوں نے بھی مسلمانوں کی طرح عمل کیے ہیں اور ان کی طرح اللہ کو پہچانا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ امتحان کے طور پر سب کے سامنے ایک صورت کے ساتھ جلوہ گر ہوگا اور سب سے فرمائے گا: "أنــا ربــکــم" میں تمہارا رب ہوں، اس پر مؤمنین انکار کر دیں گے اور رب کی پناہ مانگیں گے کیونکہ وہ اس صورت اور صفت کو اس صفت کے خلاف پائیں گے جس صفت کو وہ دنیا میں پڑھ سن اور جان چکے تھے۔ اس لیے جب وہ ایسی صورت دیکھیں گے جس پر مخلوق اور حدوث کے آثار ظاہر ہوں گے تو وہ اس کا انکار کر دیں گے کہ یہ صفت (صورت) ہمارے رب کی نہیں ہے، اسی لیے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ کہیں گے یعنی مؤمن اس صورت کو دیکھ کر کہیں گے: ہم تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرانے کے روادار نہیں ہیں (اور یہ ایسا وقت ہوگا کہ) حتیٰ کہ ان میں سے بعض کے دماغ چکرا جائیں گے اور ان کے ذہن ڈگمگانے لگیں گے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ہمارے شیخ ابو العباس احمد بن عمر اپنی کتاب "المفہم لشرح اختصار المسلم" میں لکھتے ہیں:

یعنی یہ ڈگمگانے کی کیفیت ان مسلمان لوگوں کی ہو گی جو علماء ایسا رسوخ نہیں رکھتے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا اعتقاد اور یقین تو حق پر ہو لیکن بصیرت کے بغیر' اسی لیے وہ اس قابل ہوا کہ قریب ہو گا کہ بدل جائے اور ڈگمگانے لگے۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے مراد منافقین اور ریا کار ہوں اور یہی بات زیادہ قرین قیاس لگتی ہے (باقی اللہ تعالیٰ ہی خوب علم والا ہے) کیونکہ امتحان ثانی میں یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی ''حتیٰ کہ بے شک ان میں سے بعض ایسے ہوں گے کہ قریب ہے کہ ان کا اعتقاد بدل جائے'' کے بعد یوں ہے کہ ''پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکو؟ مسلمان کہیں گے ''ہاں'' پھر اللہ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا' اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور جو شخص کسی دنیاوی خوف یا ریا کاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی' اس کی کمر ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا تختہ کی طرح اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا۔ پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہو گا جس صورت میں انہوں نے اسے پہلے دیکھا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تمہارا رب ہوں'' مسلمان کہیں گے کہ ''تو ہمارا رب ہے'' پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کا دروازہ کھل جائے گا''۔

اور اللہ تعالیٰ اپنی اس صورت میں جلوہ گر ہو گا جو ان کے لیے جانی پہچانی ہو گی۔ یعنی جلال و کمال اور بلندی و جمال کی صفت کے ساتھ جلوہ گر ہو گا اور لوگوں کی آنکھوں کے آگے سے حجاب اٹھا لیے جائیں گے۔ اس کے بعد ہر کوئی اپنے ماننے والوں کی اتباع کرے گا اور اس کے پیچھے ہو لے گا' اس کے امر کی اتباع یا فرشتوں اور قاصدوں کی جو ان کو لے کر جانے والے ہوں گے اور اپنے اپنے ٹھکانے اور منزل و مسکن کی جانب چل دے گا۔ کوئی دوزخ میں ہو گا اور کوئی جنت میں۔ واللہ اعلم

الدعوی

یہاں ''الدعاء'' کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے' معنیٰ بلانا اور پکارنا' جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ''۔ (یونس:۱۰)

الکلالیب

یہ ''کلوب'' کی جمع ہے' لوہار کا زنبور' کانٹا' مڑے ہوئے سر والی سلاخ' کنڈا۔

السعدان

ایک خاردار بوٹی جو اونٹ کی مرغوب غذا ہے' اس بوٹی پر درانتی اور ٹیڑھے سر والے ڈنڈے کی مانند مڑے ہوئے بکثرت کانٹے ہوتے ہیں' اونٹ اس بوٹی کو بڑے شوق سے چرتے ہیں اور اس سے اونٹنی کا دودھ بہت اچھا ہوتا

ہے' عرب ایک محاورہ بولتے ہیں: "مرعی ولا کالسعدان" "سعدان بوٹی ایسا کوئی چارہ نہیں ہے" (جو اونٹ کا نہایت پسندیدہ چارہ ہے)۔

الموبق

ہلاک کرنے والا' محاورہ بولتے ہیں "اوبقه ذنبه" "اس کے گناہ نے اس کو ہلاک کر دیا' حدیث پاک میں ہے: "اجتنبوا السبع الموبقات" "ہلاک کر دینے والی سات چیزوں سے بچو" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا" (الشوریٰ:۳۴) "یا انہیں ان کے کام ہلاک کر دیں گے"۔

المجازی

جس کو اس کے عمل کی جزاء ملی ہو یعنی انعام یافتہ یا سزا یافتہ۔

"یکشف عن ساق" کی تشریح

جس دن ایک "ساق" منکشف ہوگی (یا حقیقت کا پردہ کھولا جائے گا اور قیامت کی شدت ظاہر ہوگی) ساق کا معنیٰ لغت میں پنڈلی ہے۔ اور "کشف الساق" معاملہ کی شدت اور سختی سے عبارت ہے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ . (القلم:۴۲) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی۔

کا معنیٰ ہے کہ قیامت کا یوم کیونکہ وہ دن سختی اور مصیبت کا دن ہوگا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں: کشف الساق کسی امر کے سخت اور سنگین ہونے سے کنایہ ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا:

هی اشد ساعة فی القیامة. قیامت کے دن یہ گھڑی بڑی سخت قیامت خیز ہوگی۔

ابوعبیدہ کا قول ہے کہ جب معاملہ سخت ہو جائے اور یا لڑائی اور جنگ شدت اختیار کرے تو اس وقت یہ محاورہ بولا جاتا ہے کہ "کشف الامر عن ساقه" دراصل جب آدمی کو کوئی ایسا کام درپیش ہو جس میں سخت جدوجہد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے لیے ساق اور کشف عن الساق کا استعارہ کیا کرتے ہیں جس کا معنیٰ ہوتا ہے "معاملہ سخت و سنگین ہو گیا ہے"۔ "قامت الحرب عن ساقه" جنگ تیز ہو گئی۔

امام قتبی نے کہا "یوم یکشف عن ساق" معاملہ کی شدت اور اس کی سنگینی سے استعارہ ہے' شدت کو ساق سے اس لیے موسوم کیا ہے کہ آدمی جب سختی میں پڑ جائے تو اپنی پنڈلی سے کپڑا اٹھا لیتا ہے (گویا وہ اس سخت مشقت طلب مہم کو سر کرنے کے لیے پوری طرح ریڈی' الرٹ اور مستعد اور تیار ہے) مؤلف نے سختی کے معنیٰ میں اور شدت کے مقام پر اس محاورہ کے اطلاق کیے جانے پر بطور استشہاد عرب شعراء کے متعدد اشعار پیش کیے ہیں' ایک شاعر کہتا ہے:

وکنت إذا جاری دعا لمصیبة أشمر حتیٰ ینصف الساق مئزری

"مجھے میرا ہمسایہ جب بھی کسی مصیبت اور مشکل کے وقت بلاتا ہے تو میں اس کی مدد کے لیے اپنی تہبند کو اپنی نصف پنڈلی تک اٹھا لیتا ہوں"۔

ایک اور شاعر نے کہا:

فتى الحرب إن عضت به الحرب عضها   وإن شمرت عن ساقها الحرب شمرا

''اگر جنگ سخت کاٹ دار ہو اور لڑائی تیز ہو تو وہ نوجوان بہادر جنگجو ثابت ہوتا ہے''۔

اسی طرح ایک شاعر سخت قحط اور تنگ سالی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

قد شمرت عن ساقها   یعنی قحط سالی اس طرح اپنی پنڈلی کھول کر آئی کہ

ے   یاراں فراموش کردند عشق

ایک اور شاعر نے کہا:

كشفت لهم عن ساقها   و بدا من الشر البراح

''لڑائی نے اپنی پنڈلی کھول دی (یعنی کھلی جنگ چھڑ گئی) اور برائی کا ایک ایسا محاذ کھل گیا ہے جو ختم ہوتا نظر نہیں آتا''۔

ایک شاعر کہتا ہے:

ابشر عناق انه شر باق   قد سن لی قومک ضرب الاعناق

و قامت الحرب بنا علی ساق

''اے جنگل کے شکاری جانورو! تمہیں بشارت ہو کیونکہ ایک دیر تک باقی رہنے والی جنگ شروع ہوئی ہے اور تیری قوم نے میرے لیے گردنیں مارنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے اور لڑائی ہمارے درمیان اپنی پنڈلیوں پر قائم ہو چکی یعنی تیز ہو گئی ہے''۔

اس معنیٰ میں بکثرت اشعار ہیں لیکن بطور نمونہ چند اشعار ہم نے ذکر کر دیے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ **کشف ساق** سے مراد ہے کہ جہنم کی ساق (سختی) کو ظاہر کیا جائے گا' اس کے ہولناک اور سنگین و دہشت ناک منظر کو ظاہر کیا جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرش کے ساق اور ''پایہ'' سے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی ساق (پنڈلی) سے پردہ اٹھائے گا تو ہر مؤمن مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ج ۸ ص ٦٦٤' الشوکانی ج ۵ ص ۲۷۸)

جب کہ اللہ تعالیٰ تو پنڈلی وغیرہ اعضاء اور جسم کے حصوں سے منزہ اور پاک ہے اور اسی طرح یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ خود کو پردے میں چھپا لے اور پھر پردے اور حجاب سے باہر نکل آئے تو اس حدیث کا پھر کیا مفہوم ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بہت بڑے اور سخت امر کو منکشف اور ظاہر کرے گا۔

امام خطابی کہتے ہیں کہ:

''کشف عن الساق '' شدت کے معنیٰ میں آیا ہے' اس احتمال پر حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا کہ امتحان کے لیے پردے اٹھا دیے جائیں گے اور قیامت کے احوال اور شدائد کا ظہور ہوگا تو اہل یقین و اخلاص اور منافقوں ریا کاروں کے درمیان فرق اور امتیاز ہو جائے گا۔ اہل ایمان کو سجدہ کی اجازت دی جائے گی اور اہل نفاق کی پشت اور صلب ایک تختے کی طرح سپاٹ ہو جائے گی اور وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے تو ان کے نفاق کا پردہ چاق ہو جائے گا۔

بعض اہل علم نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ وغیرہ اپنی مخلوق میں سے کسی کی پنڈلی کو منکشف کرے اور اس کو اہل ایمان اور اہل نفاق میں اپنے حکم کو ظاہر اور عیاں کرنے کا سبب بنا دے۔

کشف الساق کی ایک عمدہ اور انوکھی توجیہ

امام خطابی بیان کرتے ہیں: اس کی ایک اور توجیہ جس کو میں نے متقدمین ائمہ میں سے کسی سے نہیں سنا اور یہ توجیہ لغت کے بھی موافق ہے' اس کو میں نے ابوعمر سے سنا ہے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ابوالعباس احمد بن یحییٰ نحوی نے اس لفظ کے تحت مختلف معانی بیان کرتے ہوئے لفظ ساق کا ایک معنیٰ ''نفس'' بھی ذکر کیا ہے اور اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ خوارج کے قتل کے بارے میں جب آپ کے اصحاب نے آپ سے مراجعت کی تو آپ نے فرمایا تھا: بخدا! میں خوارج سے لڑتا رہوں گا حتیٰ کہ ان سے جنگ کرتے خواہ میری ساق بھی ضائع ہو جائے (یعنی جان بھی چلی جائے اور میری ذات اور ہستی کو بھی نقصان ہو)۔

ابوسلیمان نے کہا: اس توجیہ کے مطابق حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے تجلی فرمائے گا اور ان کی آنکھوں سے حجاب دور کر دے گا حتیٰ کہ جب مسلمان اپنے رب کو دیکھ لیں گے تو اس کے لیے سجدہ میں گر جائیں گے۔ بہرحال اس سلسلے میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی اور نہ ہی میں اس کو خواہ مخواہ بیان کرنا واجب اور ضروری خیال کرتا ہوں۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: یہ قول سب سے اچھا ہے اور اس معنیٰ میں حدیث حسن وارد ہے۔ ابواللیث سمرقندی نے سورت ''ن والقلم '' کی تفسیر میں اس آیت کے تحت اپنی سند کے ساتھ حدیث حسن نقل فرمائی ہے۔ ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے لیے اس کے معبود کی شکل بنا دی جائے گی جس کی وہ دنیا میں پرستش کرتی تھی اور ہر قوم اپنے اپنے معبود کے پیچھے چل دے گی' جب سب جا چکیں گے اور اہلِ توحید باقی رہ جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: تم کس بات کا انتظار کرتے ہو سب لوگ تو چلے گئے ہیں؟ اہلِ توحید کہیں گے: بے شک ہمارا رب ہے' جس کی ہم دنیا میں عبادت کرتے تھے' وہ ہمیں نظر نہیں آ رہا۔ ارشاد ہوگا: اگر تم اس کو دیکھ لو تو پہچان لو گے؟ مسلمان کہیں گے: ''ہاں'' تو ان سے کہا جائے گا کہ جب تم نے اس کو دیکھا ہوا نہیں ہے تو پھر کس طرح اس کو پہچانو گے؟ مسلمان کہیں گے کہ وہ ایسا ہے کہ کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں' پھر ان کے لیے حجاب اٹھا دیا جائے گا اور وہ اپنے رب (کی بے کیف صورت اور بے مثل تجلیات) کا دیدار کریں گے تو اس کے لیے سجدہ میں چلے جائیں گے اور بعض لوگوں کی کمریں گائے کے سینگوں کی طرح سخت ہو جائیں گی اور اکڑ جائیں گی' وہ سجدہ کرنے کا ارادہ کریں

گے مگر وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے اور یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ (القلم:۴۲) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی تو ان (بدبختوں) سے سجدہ کرنے کا کہا جائے گا تو اس وقت وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندو! سجدہ سے سر اٹھاؤ' بے شک میں نے تم میں سے ہر ایک کے بدلے یہود اور نصاریٰ کو دوزخ کے لیے تمہارا فدیہ بنا دیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائے گا: یہ جہنم سے تمہارا چھٹکارا ہے۔ (مترجم)

نوٹ: کافروں کو مسلمانوں کا فدیہ بنانے کی وضاحت

اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا۔ یہ حدیث اپنے ظاہر پر نہیں ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ معاف کر دے گا اور یہود و نصاریٰ کے اتنے ہی گناہوں پر ان کو عذاب دے گا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ. کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام:۱۶۴)

اور یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ ان گناہوں کو کفار نے ایجاد کیا تھا' اسی لیے مسلمانوں کے گناہ کفار پر ڈال دیے جائیں گے اور مسلمانوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے گا۔

اس حدیث کی تشریح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں ہے: ہر شخص کا ایک ٹھکانا جنت میں ہے اور ایک دوزخ میں۔ پس مومن جنت میں داخل ہو گا اور کافر دوزخ میں مومن کی منزل میں اپنے کفر کی وجہ سے داخل ہو گا اور جب کفار اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ان کا یہ دخول بہ منزل فدیہ ہو گا۔

حضرت ابو بردہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا ایک نصرانی کو دوزخ میں داخل کرتا ہے' عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابو بردہ کو تین بار اس ذات کی قسم دی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے' انہوں نے تین بار قسم کھائی تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا: میں نے کسی مسلمان سے کوئی حدیث نہیں سنی جو مجھے اس حدیث سے زیادہ پسند ہو۔

نوٹ: اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے ایک عظیم بشارت ہے۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ حدیث کشف ساق کے معنی کی مبیّن ہے اور اس میں یہ ہے کہ کشف ساق سے اللہ تعالیٰ سبحانہ کا دیدار کرنا مراد ہے اور صحیح مسلم کی حدیث کا بھی یہی معنیٰ ہے اور احادیث میں سے بعض دوسری بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ پس الحمد للہ

کوئی اشکال باقی نہیں رہا ہے۔

امام بیہقی عمر بن عبدالعزیز کے غلام روح بن جناح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ کے والد حضرت ابوموسیٰ نے کہا: میرے والد نے نبی پاک ﷺ سے آیت کریمہ: ''یوم یکشف عن ساق'' کے بارے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: کشف ساق کا معنیٰ ہے کہ قیامت کے دن ایک نور عظیم منکشف اور ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر مسلمان سجدہ میں چلے جائیں گے۔

اس روایت میں روح بن جناح متفرد ہیں اور وہ شامی ہیں جو منکر احادیث روایت کرتے ہیں' ان کی روایات پر اعتماد نہیں اور امام بیہقی نے کہا: عمر بن عبدالعزیز کے غلام بہت تھے۔

مؤلف تذکرہ کہتے ہیں:

اس سے پہلے والی حدیث بہت واضح ہے اور اس کی اسناد بھی صحیح ترین ہے' لہٰذا سابق خدیث ہی معتمد علیہ ہے۔

کشف ساق کی تاویل میں امام غزالی کا نظریہ

امام ابو حامد نے کہا کہ ''کشف ساق'' کی تاویل کرنے اور اس کے معنیٰ میں کلام کرنے سے ڈرنا چاہیے۔ امام غزالی اپنی کتاب ''کشف علم الآخرة'' میں لکھتے ہیں:

(قیامت کے دن جب) اللہ بزرگ و برتر کشف ساق فرمائے گا تو تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے اور تواضع کرتے ہوئے سجدہ میں گر جائیں گے حتیٰ کہ وہ کفار بھی جو دنیا میں زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے رہے اور وہ لوگ بھی جو بلا دلیل اپنی جہالت کی بناء پر لکڑی اور پتھر کے بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرنے والے تھے سب سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر ان کی کمریں اور پشتیں لوہے کے تختہ کی طرح سخت اور سپاٹ ہو جائیں گی اور وہ سجدہ کی قدرت نہ پائیں گے اور یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ (القلم: ۴۲)

جس دن پردہ اٹھایا جائے گا ایک ساق سے تو ان کو سجدہ کی دعوت دی جائے گی تو اس وقت وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ○

امام بخاری اپنی تفسیر میں مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی ساق کو منکشف فرمائے گا تو ہر مؤمن مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے۔

امام بخاری لکھتے ہیں:

بے شک میں اس حدیث کی تاویل سے ڈرتا ہوں اور جو شخص اس حدیث کا انکار کرے میں اس سے روگردانی کرنے والا ہوں۔

نیز امام بخاری لکھتے ہیں:

اور اسی طرح میں میزان کا وصف بیان کرنے سے بھی ڈرتا ہوں اور جن حضرات نے میزان کی صفت بیان کی ہے میں ان کے اس قول کی تضعیف کرتا ہوں اور میں اس معاملہ کو عالم ملکوتی کا مسئلہ سمجھتا ہوں (اور ہر عالم کا اپنا ایک نظام ہے) کیونکہ حسنات اور سیئات اعراض ہیں اور اعراض (صفات) کا وزن کرنا ملکوتی میزان سے ہی ممکن

ہے۔

مؤلف کا تبصرہ

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم نے میزان کا ذکر کیا اور اس کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ گفتگو کی اور اعمال کے وزن کیے جانے کو ہم نے انتہائی شرح و بسط کے ساتھ اخبار صحیحہ اور احادیث حسنہ کی روشنی میں بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح اس بحث کے آخر میں ہم نے آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے کشف ساق کے معنیٰ و مفہوم میں بھی کھل کر گفتگو کی ہے جس کے بعد کسی کے لیے کوئی اختلاف' افتراق اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور سب تعریفیں اللہ علیم و خبیر کے لیے ہیں جس نے ہمیں علم و فہم کی نعمت سے نوازا ہے۔

۰۰۰-باب

اس باب میں حسبِ ذیل امور کا بیان ہوگا

(۱) پل صراط سے لوگوں کے گزرنے کی کیفیت کیا ہوگی؟

(۲) ان لوگوں کا بیان جن کو پل صراط پر روک لیا جائے گا۔

(۳) ان لوگوں کا بیان جو پل صراط سے پھسل کر نیچے جہنم میں گر جائیں گے۔

(۴) پل صراط سے گزرنے کے وقت حضور ﷺ کے اپنی امت پر شفقت و مہربانی فرمانے کا بیان۔

(۵) پل صراط سے پہلے سات اور پلوں پر چیکنگ اور پوچھ گچھ ہوگی۔

(۶) اور آیت مبارکہ: ''وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ'' (مریم:۷۱) کی تفسیر کیا ہے؟

مروی ہے بعض اہل علم بیان فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک پل صراط سے ہرگز نہیں گزر سکے گا جب تک اس سے پہلے سات پلوں پر اس سے پوچھ گچھ اور سوال نہیں ہوتا۔ ان سات پلوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) پہلے پُل پر ایمان باللہ کے بارے سوال ہوگا اور وہ کلمہ شہادت ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے اگر اس میں آدمی کامیاب ہوگیا تو پہلے پُل سے وہ اپنے قول و عمل کے اخلاص کی بناء پر بفضلہٖ تعالیٰ گزر جائے گا۔

(۲) پھر دوسرے پُل پر نماز کے بارے میں سوال ہوگا' اگر آدمی کامیاب ہوگیا تو اس سے بھی گزر جائے گا۔

(۳) پھر تیسرے پُل پر ماہ رمضان کے روزوں کے متعلق سوال ہوگا اور کامیابی کی صورت میں اس سے بھی گزر جائے گا۔

(۴) اور پھر چوتھے پُل پر زکوٰۃ کے متعلق سوال ہوگا' اگر معاملہ کلیئر ہوا تو اس سے بھی گزر جائے گا۔

(۵) پھر پانچویں پُل پر حج و عمرہ کے متعلق سوال ہوگا' اگر ان دونوں میں بھی کوئی پکڑ نہ ہوئی تو اس سے بھی گزر جائے گا۔

(۶) پھر چھٹے پُل پر غسل اور وضو کے متعلق پوچھا جائے گا' اگر پاکیزگی اور طہارت کے سوال میں بھی حساب پاک ہوا تو اس سے بھی کراس ہو جائے گا۔

(۷) پھر ساتویں پُل پر حقوق انسانی کے متعلق باز پرس اور سوال ہونا ہے اور یہ ان تمام پُلوں میں سے سب سے زیادہ سخت مقام ہے' اگر انسان اس دشوار ترین پُل سے اپنے دامن کو انسانی حقوق کی پامالی اور انسانی حقوق کی استحصالی کے داغ سے صاف اور کلئیر ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اس کو آگے جانے کی اجازت ہو گی اور ابھی پُل صراط عبور کرنا باقی ہے۔

اہلِ حق اور اہلِ باطل میں تفریق کا بیان

ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ ''کشف علم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں:

جب میدانِ حشر میں صرف مؤمن' مسلمان' نیکوکار' عرفاء' صدیقین' شہداء' صالحین اور انبیاء و مرسلین باقی رہ جائیں گے اور ان میں کوئی شک کرنے والا اور منافق اور زندیق (سیکولر) موجود نہیں ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے ارشاد فرمائے گا:

اے اہلِ محشر! بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ اہلِ محشر عرض کریں گے: (ہمارا رب) اللہ (ہے)' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ''ہاں'' تو عرش کے بائیں جانب سے ایک فرشتہ جلوہ دکھائے گا اور وہ فرشتہ اتنا بڑا ہو گا کہ سات سمندر اس کے ایک انگوٹھے کے ناخن میں چھپا دیے جائیں تو وہ نظر نہ آئیں۔ وہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے امر سے لوگوں سے کہے گا: ''أنـا ربكم '' میں تمہارا رب ہوں' تو اہل محشر اس کا یہ قول سن کر ''نعوذ بالله من ذلك '' پڑھیں گے۔ پھر عرش کے دائیں جانب سے ایک عظیم فرشتہ جس کی جسامت کا یہ عالم ہو گا کہ اگر چودہ سمندر اس کے انگوٹھے کے ناخن میں رکھ دیے جائیں تو چھپ جائیں' اپنا جلوہ دکھائے گا اور لوگوں سے کہے گا: میں تمہارا رب ہوں' اس پر لوگ کہیں گے: ''نعوذ بالله منك '' (ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں) اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسی صورت میں جلوہ فرما ہو گا جس کو لوگ پہچانتے ہوں گے اور نہ ایسی صورت کا انہوں نے سنا ہو گا اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) ہنسے گا۔ پس تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''أهلاً بـكـم '' (خوش آمدید) پھر اللہ تعالیٰ (کا جلوۂ جان فزا) جنت کی طرف رواں ہو جائے گا اور سب لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور (وہ جلوۂ راہ نما) ان تمام لوگوں کو پُل صراط عبور کرا دے گا۔ لوگ فوج در فوج ہوں گے۔ سب سے آگے رسولانِ کرام ہوں گے' پھر نبیوں کی صف ہو گی' پھر صدیقوں کی' پھر شہیدوں کی' پھر مؤمنوں کی' پھر عارفوں کی' پھر عام مسلمانوں کی' ان میں سے بعض اوندھے منہ ہوں گے اور کچھ کو اعراف میں روک لیا جائے گا اور بعض لوگوں کو ایمان میں نقص اور ضعف کی وجہ سے روک لیا جائے گا۔ بعض لوگ ایک سو سال میں پُل صراط پار کریں گے اور بعض کو پل صراط پار کرتے ہوئے ایک ہزار سال لگ جائیں گے۔ تاہم جن لوگوں نے اپنے رب کا اپنی آنکھوں سے دیدار کیا ہو گا ان میں سے کسی کو آتش جہنم ہرگز نہیں جلا سکے گی۔

دعوتِ فکر و عمل اور تلقین غزالی

اے بھائی! تو ذرا اس وقت کا تصور کر جب تو پل صراط پر چل رہا ہو گا اور تیرے نیچے سیاہ تاریک جہنم ہے جو چنگھاڑ رہا ہے اور اس کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور تو اس چنگھاڑتے' دھاڑتے' شعلہ زن تاریک و سیاہ جہنم کے منظر کو دیکھ رہا ہے اور افتاں وخیزاں پل صراط کو عبور کرنے کے لیے رواں دواں ہے۔ایک شاعر کہتا ہے:

ابت نفسی تتوب فما احتیالی إذا برز العباد لذی الجلال

''اب تو نفس توبہ پر آمادہ نہیں ہوتا' کل جب رب ذوالجلال کے حضور پیشی ہو گی تو پھر کیا حیلہ اور تدبیر کرے گا''۔

و قاموا من قبورهم سکاریٰ بأوزار کأمثال الجبال

''لوگ اپنی قبروں سے بے ہوشی کے عالم میں اٹھیں گے اور پہاڑوں کی مثل بھاری گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے''۔

وقد نصب الصراط لکی یجوزوا فمنهم من یکب علی الشمال

''ان کے گزرنے کے لیے (جہنم پر) پُل صراط بچھایا جائے گا' اُن گزرنے والوں میں سے بعض شمال کی طرف منہ کے بل نیچے جہنم میں گر جائیں گے''۔

و منهم من یسیر لدار عدن تلقاه العرائس بالغوالی

''اور بعض جنت عدن کی طرف چلے جائیں گے جہاں خوبصورت حوریں دلہنیں بنی ان کا استقبال کریں گی''۔

یقول له المهیمن یا ولی غفرت لک الذنوب فلا تبالی

''ہمارے ہر عمل کو دیکھنے والا خدائے ذوالجلال فرمائے گا: اے میرے دوست! میں نے تیرے سارے گناہوں کو معاف کر دیا ہے' تو کسی چیز کی فکر اور پرواہ نہ کر''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إذا مد الصراط علی جحیم تصول علی العصاة و تستطیل

''(وہ وقت یاد کر) جب دوزخ کے اوپر پُل صراط بچھا دیا جائے گا اور دوزخ (کی آگ) نافرمانوں پر حملہ آور ہو گی اور ان کو لمبے ہاتھوں لے گی''۔

فقوم فی الجحیم لهم ثبور وقوم فی الجنان لهم مقیل

''بعض دھتکار کر ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جائیں اور بعض جنتوں ہمیشہ نعمتوں میں آرام پائیں گے''۔

و بان الحق وانکشف الغطاء و طال الویل واتصل العویل

''جب پردے دور ہو جائیں گے اور حق واضح ہو جائے گا اور ایک طویل عذاب اور مسلسل چیخ و

پکار کا آغاز ہو جائے گا''۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

پھر لوگ حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور امانت اور صلہ رحمی دونوں کو بھیجا جائے گا۔ اور وہ پل صراط کے دائیں بائیں دونوں جانب کھڑی ہو جائیں گی اور لوگ اچکنے والی بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۳' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۸۸' البغوی ج ۱۵ ص ۱۷۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: میرے ماں' باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! اور بجلی کی طرح کون سی چیز گزرنے والی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ بجلی کس طرح آنکھ جھپکنے کی دیر میں گزرتی اور لوٹ آتی ہے۔ پھر بعض ہوا جیسی تیزی سے گزریں گے اور بعض پرندے کی رفتار سے اور بعض اونٹ سوار کی رفتار سے اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق لوگوں کے گزرنے کی رفتار ہوگی۔ درآنحالیکہ حضور ﷺ پُل صراط پر کھڑے فرما رہے ہوں گے: ''رب سلّم' سلّم'' (اے رب! سلامتی سے گزار دے' سلامتی سے گزار دے) حتیٰ کہ بندوں کے اعمال کی بے بسی اور درماندگی ظاہر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ ایک شخص چلنے کی سکت نہیں پائے گا اور وہ سُرین کے بل گھسٹتا ہوا آئے گا اور فرمایا: پُل صراط کے دونوں کناروں میں لوہے کے مڑے ہوئے سرے والے کانٹے آویزاں ہوں گے جو لوگوں کو پکڑنے پر مامور ہوں گے چنانچہ جس کو پکڑنے کا امر ہوگا وہ ان کانٹوں کی گرفت میں آتا جائے گا۔ بعض لوگ ان کانٹوں سے الجھتے خراشیں کھاتے زخمی اور خستہ حالت میں بچ نکلیں گے اور پار لگ جائیں گے اور بعض زخم خوردہ ہو کر جہنم میں گر جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' بے شک جہنم کی گہرائی ستر (۷۰) سال کی دوری پر ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

امام مسلم ہی کی روایت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

پھر جہنم کے اوپر پُل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی۔ اس وقت سب کہیں گے: ''اللھم سلّم سلّم'' (اے اللہ! سلامتی رکھ) حضور ﷺ سے پوچھا گیا: وہ پُل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ایک پھسلوان چیز ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے' وہ لوہے کے کانٹے سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ بعض مسلمان اس پُل سے پَل بھر میں گزر جائیں گے' بعض بجلی کی طرح' بعض آندھی کی طرح' بعض پرندوں کی طرح' بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹ سواروں کی طرح۔ یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار جا لگیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے۔ (الحدیث) مکمل حدیث انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۴۴' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۵-۲۷۶-۲۹۳-۳۵۴' صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۴-۲۵۹' الحاکم ج ۴ ص ۵۸۲' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷۸)

پُل صراط کیسا ہوگا؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ پُل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔
(صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۳۶۲)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:
میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہنم کے دونوں کناروں پر پُل رکھا جائے گا' اس میں ایسے کانٹے ہوں گے جیسے سعدان نامی جھاڑی کے ٹیڑھے کانٹے ہوتے ہیں۔ پھر لوگ اس پر سے گزرنا شروع ہوں گے' بعض سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے' پھر نجات پائیں گے' بعض چل ہی نہ سکیں گے اور اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۴۲۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۱۲۶۸' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۸۵)

ابن المبارک روایت کرتے ہیں:
حضرت عبید ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک جہنم کے پُل پر جو راستہ ہو گا وہ تلوار کی مثل ہو گا اور جہنم کے دونوں کناروں پر زنبور کی طرح لوہے کے نوک دار کیل اور گوکھرو (بھکڑا) کے مثل کانٹے ہوں گے اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ان میں سے ایک زنبور نما کانٹے کے ذریعے (قبیلۂ) ربیعہ اور مضر کی تعداد جتنے لوگوں کو پکڑا جا سکتا ہے۔ (الترغیب للمنذری ج ۴ ص ۸۱۶)

سعید ابن ہلال بیان کرتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کے دن (پُل) صراط بعض لوگوں کے حق میں بال سے زیادہ باریک ہو گا اور بعض لوگوں کے لیے ایک وسیع وادی کے مثل ہو گا۔

عبدابن سفیان عقیلی بیان کرتے ہیں: قیامت کے دن لوگوں کا پُل صراط پر سے گزران کے ایمان اور اعمال کے مطابق ہو گا۔ کوئی آدمی پلک جھپکنے کی مقدار میں گزر جائے گا اور کوئی تیر کی طرح اور کوئی سریع الطیر ان پرندے کی طرح اور کوئی عمدہ نسل کے گھوڑے کی رفتار سے اور کوئی آدمی کے دوڑنے کی رفتار سے اور کوئی آہستہ چلنے کی رفتار سے' یہاں تک کہ آخری شخص جو نجات پانے والا ہو گا وہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا گزرے گا۔

اسی طرح ہناد ابن سری کی روایت میں ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ پُل صراط سے گزرنے والا آخری شخص جو پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے گزرے گا: وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میری رفتار اتنی سست اور کم کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تیرے عمل کمزور ہیں (اور رفتار میں تیزی اعمال کی قوت سے پیدا ہوتی ہے)۔

عمل سے زندگی بنتی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:
(قیامت کے دن) لوگ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور لطف و کرم سے پُل صراط کو عبور کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور جنت کی منازل لوگوں میں ان کے اعمال کے مطابق تقسیم کی جائیں گی۔

جس شخص کی غیبت کی جائے اس کی حمایت کرنے کا حکم

ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن انس جہنی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی منافق کے مقابلہ میں مؤمن کی حمایت کی، میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

اور جو شخص کسی مسلمان پر عیب لگاتا ہے جس سے اس کا مقصد اس مسلمان کی تحقیر اور تذلیل کرنا ہے اللہ تعالیٰ اس عیب لگانے اور طعن کرنے والے شخص کو قیامت کے دن جہنم کے پل پر روک لے گا۔ یہاں تک کہ وہ شخص اپنی اس بات سے بری نہیں ہو جاتا۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۲۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۱، البغوی ج ۱۳ ص ۱۰۵)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پل صراط پر بہت لوگ پھسلیں گے اور ان پھسلنے والوں میں اکثریت عورتوں کی ہو گی۔

حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں:

(قیامت کے دن) جب لوگ پل صراط کے کنارے پر ہوں گے تو اس وقت عرش کے نیچے سے ایک فرشتہ آواز دے گا: اے شہنشاہِ جبار عزّ وجلّ کی مخلوق! تم پل کے اوپر سے گزر جاؤ اور تم میں سے جو ظالم اور نافرمان ہے وہ ٹھہر جائے، ہائے اس گھڑی سے خدا کی پناہ! وہ کتنی خوف ناک گھڑی ہوگی اور اس وقت گرمی کس قدر سخت ہوگی، اس وقت جو لوگ دنیا میں کمزور اور ذلیل تھے آگے ہوں گے اور جو دنیا میں طاقتور اور مرتبہ و منصب والے ہوتے تھے پیچھے ہوں گے۔ پھر اس (ترتیب) کے بعد تمام لوگوں کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت دے دی جائے گی (اور چلنے کا سگنل ہو جائے گا) اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوں گے، کوئی روشنی میں چلے گا اور کوئی تاریکی میں ہوگا، پُل صراط پر میری امت جب آندھی جیسی تیزی کے ساتھ گزر رہی ہوگی تو وہ مجھے پکاریں گے: ''وا محمداہ!'' (یا رسول اللہ!) اور میں اپنی امت کی ہلاکت اور نقصان کے ڈر اور اندیشہ کی وجہ سے فوراً اس کی طرف دوڑوں گا اور جبریل علیہ السلام میری کمر سے مجھے پکڑے ہوئے ہوں گے اور میں بلند آواز سے پکار رہا ہوں گا: ''رب امتی، امتی'' (اے پروردگار! میری امت، میری امت) آج میں تجھ سے اپنی ذات کے لیے کچھ مانگتا ہوں اور نہ اپنی بیٹی فاطمہ کے لیے (بس میری امت کو بچا لے) اور فرشتے پُل صراط کے دائیں اور بائیں کنارے کھڑے پکاریں گے (ربّ سلّم، سلّم) (اے پروردگار! سلامتی، سلامتی) بڑا خوفناک منظر ہوگا، نافرمان لوگ دائیں بائیں گر رہے ہوں گے، سیاہ ملائکہ ان کو پکڑ کر زنجیروں اور طوقوں میں جکڑ دیں گے اور سخت لہجے سے کہہ رہے ہوں گے: کیا تم کو برے کام کرنے سے روکا نہیں گیا تھا؟ کیا تم کو دوزخ کا خوف نہیں دلایا گیا تھا؟ کیا تمہیں ہر طرح سے ڈرایا نہیں گیا تھا؟

أما جاء کم النبی المختار ؟ کیا تمہارے پاس نبی مختار تشریف نہ لائے تھے؟ ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو اپنی کتاب ''روضۃ المشتاق والطریق إلی الملک الخلاق'' (گلشن مشتاق اور راہِ حق) میں نقل

کیا ہے۔

دعوتِ فکرِ آخرت

اے بندۂ خدا! اب تو سوچ اور فکر کر کہ اس وقت تیرا دل کس قدر گھبرائے گا جب تو پُل صراط اور اس کی باریکی کو دیکھے گا' پھر اس کے نیچے جہنم کی گھٹا ٹوپ تاریکی پر تیری نظر پڑے گی' پھر دوزخ کی آگ کے غضب ڈھاتے شعلوں کی چیختی چنگھاڑتی آوازیں تیرے کانوں کی کھڑکیوں پر کس طرح دستک دے رہی ہوں گی اور اس ضعف و ناتوانی کے باوجود تجھے چاروناچار اس پُل صراط پر چلنا ہوگا۔ چاہے تیرا دل مضطرب اور بے چین ہو' قدم ڈگمگا رہے اور پھسل رہے ہوں اور تیری پشت پر گناہوں کا بارگراں لدا ہوگا کہ جس کی وجہ سے پُل صراط کی باریک راہ پر چلنا تو ایک طرف رہا زمین پر کشادہ سڑک کے اوپر چلنا بھی ناممکن ہو' اس وقت کیا حالت ہوگی جب تو اپنا ایک قدم اس پُل پر رکھے گا اور اس کی تیزی کو محسوس کرے گا لیکن دوسرا قدم اٹھانے پر مجبور ہوگا اور تیرے سامنے لوگ پھسل پھسل کر دھڑم دھڑم نیچے گر رہے ہوں گے اور جہنم کے فرشتے ان کو کانٹوں اور لوہے کی خمدار سلاخوں سے پکڑ رہے ہوں گے اور تو یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ وہ کس طرح سر نیچے اور پاؤں اوپر کیے ہوئے جہنم میں جائیں گے تو کس قدر ہولناک منظر ہوگا' کتنی کٹھن چڑھائی ہوگی اور کس قدر ہولناک منظر ہوگا' کتنی کٹھن چڑھائی ہوگی اور کس قدر تنگ گزرگاہ ہوگی۔

فصل

پُل صراط کا تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہونے کا مفہوم

اس باب کی احادیث میں ہے کہ پُل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ جب پُل صراط سے گزریں گے تو ان کو اپنے اپنے گناہوں اور نیکیوں کے مطابق آسانی وسہولت اور تنگی ومشقت کا سامنا کرنا ہوگا' یہ ایک قاعدہ اور رسم جاری ہے کہ اگر کسی غامض اور مخفی یعنی گہرے اور پوشیدہ امر کو بیان کرنا ہو تو اس کو اس طرح تعبیر کر دیتے ہیں کہ یہ امر نہایت دقیق ہے اور اس کی مثال بیان کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو بال سے زیادہ باریک بات ہے۔ باقی حقیقت امر کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے۔

"احد من السیف" تلوار سے زیادہ تیز ہونے کا معنیٰ

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب فرشتوں کی طرف یہ فرمان جاری فرمائے گا کہ لوگوں سے کہو کہ وہ پُل صراط سے گزریں تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان طاعت اور ماننے کے لحاظ سے اس طرح ہوگا جیسے تلوار اپنی کارروائی میں تیز اور سریع النفاذ ہوتی ہے اور اس کے نفوذ آگے رکاوٹ نہیں قائم کی جا سکے گی۔ جیسے تلوار کو جب کسی چیز پر پورے زور سے مارا جاتا ہے تو وہ اس چیز کے اندر جانے اور آر پار ہونے میں دیر لگاتی ہے نہ اس کے لیے کوئی روک ٹوک ہوتی ہے ایسے ہی امرِ الٰہی فوراً اور پوری قوت سے جاری ونافذ ہو کر رہے گا' اس کو ٹالا نہیں جا سکے گا۔

اور باقی یہ کہنا کہ اس قول کا معنیٰ ہے خود پُل صراط ہی کا تلوار سے زیادہ تیز ... بال سے زیادہ باریک ہونا مراد ہے تو یہ قول اس لیے درست نہیں ہوسکتا کہ حدیث پاک میں پُل صراط کا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ پُل صراط کے دونوں کناروں پر ملائکہ کھڑے ہوں گے اور اس کے دونوں کناروں پر خاردار جھاڑی کی طرح لوہے کی کانٹے دار سلاخیں لگائی گئی ہوں گی جن کے سرے مڑے ہوئے ہوں گے اور بعض لوگ ان میں الجھ کر نیچے گر جائیں گے اور بعض زخمی ہو جائیں گے اور یہ کہ بعض لوگ اس پل پر پیٹ کے بل چلیں گے اور بعض پھسل کر گر جائیں گے اور پھر اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس میں یہ بھی ہے کہ پُل صراط سے گزرنے والوں میں سے بعض کے لیے اتنی روشنی ہو گی جتنی جگہ ان کے دو پیر گھیر لیتے ہیں لہٰذا اس میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ پُل صراط کے اوپر سے گزرنے والوں کے لیے پُل پر پاؤں دھرنے کی جگہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ پُل صراط کے بال ایسا باریک ہونے کی حالت میں ان تمام امور کا ہونا ممکن نہیں ہوگا اور بعض حفاظ حدیث سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ لفظ ثابت نہیں ہے۔

مؤلف کا موقف اور رائے

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: اس قائل کا یہ قول مردود ہے' اس باب کی احادیث مذکورہ اس قول کی تردید کرتی ہیں۔

احادیث مبارکہ میں جو بیان ہوا ہے کہ پُل صراط تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے' اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ذات پاک ہوا میں پرندے کو روک لینے پر قدرت رکھتی ہے وہ ذات پاک اس بات پر بھی قادر ہے کہ بال سے باریک پُل صراط پر مخلوق کو ٹھہرائے اور اس کو چلنے اور دوڑنے کی طاقت عطا فرمائے۔ لہٰذا جب لفظ کے حقیقی معنیٰ کے مراد لینے میں کوئی استحالہ نہیں ہے تو حقیقت ہی مراد ہوگی اور خواہ مخواہ حقیقت کو چھوڑ کر لفظ کو اس کے مجازی معنیٰ پر محمول کرنا کسی طور جائز نہیں ہے۔

اور پھر یہ کہ اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث اور عادل اور ثقہ ائمہ کے آثار وارد ہو چکے ہیں' پھر بھی اگر کوئی شخص نہ ماننے کا ادھار کھائے بیٹھا ہو تو یہی کہا جا سکتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ○ (النور: ۴۰)　　اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں ○

حضرت یحییٰ ابن الیمان بیان کرتے ہیں:

میں نے ایک مرد کو دیکھا' وہ سویا اور اس کا سر اور ڈاڑھی سیاہ تھے اور وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا' اس نے خواب میں دیکھا کہ گویا لوگ میدان محشر میں جمع ہیں اور آگ کا ایک دریا ہے اور اس کے اوپر پل بچھا ہوا ہے' لوگ اس پل سے گزر رہے ہیں اور اس کو کسی نے آواز دی اور بلایا ہے اور وہ پل پر داخل ہوگیا' کیا دیکھتا ہے کہ وہ تلوار کی دھار کی طرح باریک ہے اور وہ دائیں بائیں چلنے لگتا ہے (جب وہ صبح کو نیند سے بیدار ہوا تو خوف اور دہشت کے مارے اس کا سر اور ڈاڑھی چٹے سفید ہو چکے تھے)۔

فصل

آیت کریمہ ''وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا'' (مریم:۷۱) کی تفسیر احادیث مبارکہ کی روشنی میں

''اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو' لفظ ''وارد'' کے معنیٰ اور تفسیر میں علماء مفسرین کے متعدد اقوال ہیں:

(۱) گزرنا (۲) داخل ہونا (۳) بخار (۴) دیکھنا (۵) جھانکنا' قریب سے مطلع ہونا۔

حضرت ابن عباس' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان کرتے ہیں: ''ورود'' سے مراد پُل صراط کے اوپر سے گزرنا ہے۔ حضرت سدی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً یہی معنیٰ روایت کیا ہے۔

حضرت یعلیٰ بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی: اے بندہ مومن! تو گزر جا' تیری لاٹ نے میری لائٹ کو بجھا دیا ہے۔ (الطبرانی الکبیر ج ۲۲ ص ۲۵۸' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۹' الھیثمی المجمع ج ۱۰ ص ۳۶۰' الالبانی تخریج الطحاویہ ص ۳۷۲)

(۲) ورود کا دوسرا معنیٰ دخول (داخل ہونا) منقول ہے۔ یہ معنیٰ بھی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ ان کے علاوہ خالد بن معدان اور ابن جریج اور دیگر ائمہ حدیث نے بھی اس معنیٰ کی روایت کی ہے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس معنیٰ میں نص ہے جو آگے بیان ہوگی تو نافرمان لوگ اپنے جرائم کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے جبکہ ان کے اولیاء کا جانا وہاں اپنوں کی شفاعت کے لیے ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ورود کا معنیٰ داخل ہونا ہے' کوئی نیک اور بد باقی نہیں رہے گا مگر وہ جہنم میں داخل ہوگا اور وہ مومنوں پر اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡهَا جِثِیًّا ۝ (مریم:۷۲)

پھر ہم پرہیز گاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے ۝

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۹' الحاکم ج ۴ ص ۵۸۷)

ابن مبارک روایت کرتے ہیں' خالد بن معدان سے لوگوں نے کہا: ہمارے پروردگار نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم سب نے دوزخ میں وارد ہونا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''تمہیں دوزخ سے اس حال میں گزرنا ہوگا کہ وہ بجھی اور ٹھنڈی ہوئی پڑی ہوگی۔

ابن مبارک ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں کہ ابو العوام بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ: ''وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا'' (مریم:۷۱) پڑھی اور فرمایا: کیا جانتے ہو کہ جہنم میں ورود سے کیا مراد

ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی خوب علم والا ہے' انہوں نے فرمایا: جہنم میں وارد ہونے سے مراد ہے کہ جہنم کو لایا جائے گا اور اس کو لوگوں کے لیے بچھا دیا جائے گا گویا وہ پگھلی ہوئی چربی ہے۔ جب نیک اور برے تمام لوگوں کے اس پر قدم جم اور ٹھہر جائیں گے تو ایک ندا کرنے والا نداء کرے گا: "اے جہنم! ان لوگوں کو پکڑ لے جو تیرے لیے ہیں اور جو میرے ہیں ان کو چھوڑ دے چنانچہ جتنے لوگ جہنم کے سزاوار ہوں گے وہ پُل صراط سے نیچے دھنس جائیں گے اور غرق ہو جائیں گے اور یقیناً جہنم اہل جہنم کو اس طرح پہچانے گی کہ کوئی باپ بھی اپنے بچوں کو کیا جانتا ہوگا؟ اور اہلِ ایمان نجات پا جائیں گے۔

(۳) ورود سے مراد بخار ہے

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا جہنم میں وارد ہونا بس یہی ہے کہ دنیا میں انہیں جو بخار وغیرہ ہوا وہ جہنم سے ان کا حصہ ہے اور اب وہ جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔

ابن عبدالبر "التمہید" میں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک بیمار شخص کی عیادت کرنے تشریف لے گئے جس کو بخار تھا' نبی اکرم ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا: "تجھے خوشخبری ہو بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ (بخار) میری (پیدا کردہ) آگ ہے جس کو میں اپنے مومن بندے پر (دنیا میں) اس لیے مسلط کرتا ہوں کہ یہ (بخار) آتش جہنم میں سے اس کا حصہ بن جائے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۸۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰' الحاکم ج ۱ ص ۳۴۵' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۵۴)

(۴) ورود کا چوتھا معنیٰ مفسرین نے یہ بیان کیا ہے: اس آیت میں "اِلا واردھا" سے قبر میں بندے کا دوزخ کی طرف نظر کرنا اور دیکھنا مراد ہے اور فلاح پانے والا کامیاب شخص اس سے نجات پانے والا ہے اور اگر کسی شخص کے لیے اس میں داخل ہونا ہی مقدر ہو چکا ہے تو پھر وہ اس میں داخل تو ہو گا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کسی کی شفاعت سے یا اس کے علاوہ کسی اور سبب سے آخر کار آگ سے نکل کر جنت میں آ جائے گا۔ اس کی دلیل کہ قبر میں آدمی کو دوزخ کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے جس میں ہے کہ بے شک تم میں سے جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو (قبر میں) صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

(۵) پانچواں معنیٰ یہ کیا گیا ہے کہ ورود سے مراد جہنم پر جھانکنا' اس پر مطلع ہونا اور اس کے قریب ہونا ہے (اس کے اندر گھسنا نہیں ہے) اور وہ اس طرح ہو گا کہ لوگ جب حساب کی جگہ حاضر ہوں گے اور وہ جہنم کے قریب ہو گی' احتساب کی حالت میں اس مقام سے لوگ جہنم کو نزدیک سے دیکھیں گے' پھر ڈرنے اور پرہیز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اس جہنم سے جس کو وہ دیکھ چکے ہوں گے نجات دے دے گا اور ان کو جنت کی طرف بھیج دیا جائے گا جبکہ ظالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ امر دے گا کہ ان کو آتش جہنم میں پھینک دو۔

لفظ ورود کا معنیٰ جھانکنا اور قریب جانا اور اندر داخل نہ ہونا قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہوا:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ. (القصص:۲۳) اور جب مدین کے پاس پر آیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیبیہ اور جنگ بدر میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی شخص بھی آگ میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

حضرت حفصہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ عزوجل کا یہ فرمان کہاں گیا کہ:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا. (مریم:۷۱) اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا. (مریم:۷۲) پھر ہم ڈر والوں (ایمان داروں) کو بچائیں گے۔

(صحیح مسلم ج۱۶ص ۵۷-۵۸، ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۰، مسند احمد ج۶ ص ۳۶۲، ابن حبان ج ۷ص ۱۴۵، القضاعی رقم الحدیث: ۸۶۱)

(۲) ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وإن منكم إلا واردها'' میں خطاب کفار سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے قول ''وإن منكم إلا واردها'' میں کافروں کو خطاب ہے اور حضرت ابن عباس کے متعلق مروی ہے کہ وہ ''وإن منهم'' پڑھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ اور ایک جماعت سے یہ قرأت منقول ہے اور یہ آیت اس سے پہلے آیتوں میں کفار کے قول کا رد اور جواب ہے۔

اور کفار (مثلاً ابی بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہ) جو موت کے بعد زندہ کیے جانے کے منکر تھے، کہتے کیا ہم زندہ ہو کر اٹھیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ○ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْــًٔـا ○ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ○ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ○ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ○ ''وَاِنْ مِّنْكُمْ'' و كذلك قرأ عكرمة و جماعة. (مریم:۶۶-۷۰)

اور آدمی کہتا ہے: کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب زندہ کیے جانے کے بعد نکالا جاؤں گا؟ ○ اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے بنایا اور وہ کچھ نہ تھا ○ تو تمہارے رب کی قسم! ہم انہیں اور شیطانوں سب کو گھیر لائیں گے اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے ○ پھر ہم ہر گروہ سے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بیباک ہوگا ○ پھر ہم خوب جانتے ہیں جو اس آگ میں بھوننے کے زیادہ لائق ہیں ○ ''اور ان میں'' حضرت عکرمہ اور ایک جماعت نے اسی طرح پڑھا ہے ''وإن منهم''۔

اور ایک جماعت مفسرین کا قول ہے کہ ''منکم'' سے مراد کفار ہیں اور معنی یہ ہے:

قل لهم يا محمد وإن منكم. اے محبوب (ﷺ)! آپ ان کفار سے فرما دیجیے کہ تم

میں ہر شخص کو (جہنم میں داخل ہونا ہے)۔

(۷) جمہور کا موقف

جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں کل عالم مخاطب ہے۔ لوگوں کو جہنم میں داخل ہونا ہوگا' اسی بنیاد پر لفظ ورود کے معنیٰ میں مفسرین اور علماء امت کا اختلاف پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ اس کو تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں اور درست بات یہ ہے کہ ورود کا معنیٰ داخل ہونا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیان ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ آگ پر وارد ہوں گے' پھر حسبِ اعمال اس سے نکلتے جائیں گے۔ ان میں سے پہلے لوگ بجلی کی طرح برق رفتاری سے' پھر ہوا کی مثل' پھر گھوڑے کی سی تیز دوڑ کے ساتھ' پھر اونٹ کی چال' پھر آدمی کی دوڑ سے اور پھر پیدل چلنے والے شخص کی رفتار سے نارِ جہنم کو عبور کریں گے اور پار لگ جائیں گے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۵' الکاشف ج ۱ ص ۵۷' الحاکم ج ۲ ص ۳۷۵' دارمی ج ۲ ص ۳۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۶۸)

حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جس مسلمان آدمی کے تین بچے بچپن میں فوت ہو گئے ہوں اس شخص کو دوزخ کی آگ بس اتنی دیر چھوئے گی جتنی دیر قسم کے کھلنے میں لگتی ہے۔

امام زہری نے کہا: گویا آپ کی مراد اس آیت کریمہ سے ہے" وإن منكم إلا واردها"۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۸' صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۸۰' نسائی ج ۱ ص ۲۶۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۰' موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۸۔۲۳۹' ابن حبان ج ۴ ص ۲۶۱' القضاعی رقم الحدیث: ۸۶۲' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۰۴' البیہقی ج ۷ ص ۷۸' البغوی ج ۵ ص ۴۵۱)

ائمہ حدیث نے اس کو روایت کیا اور ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ "مسیــــس" کا لغوی اور حقیقی معنیٰ چھونا اور ساتھ لگنا ہے مگر وہ آگ ایمان والوں کے حق میں ٹھنڈی ہو جائے گی اور وہ اس کے ضرر اور نقصان پہنچانے سے سلامت رہیں گے اور صحیح و سالم اس سے نجات پا جائیں گے۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

اہل جنت جب آگ میں داخل ہوں گے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا ہمارے رب نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ آگ پر وارد ہوں گے؟ تو ان سے کہا جائے گا: تحقیق تم آگ میں داخل ہو چکے ہو مگر تم نے اس کو ایک راکھ اور خاکستر (کا ڈھیر) پایا ہے۔

محاکمہ

مؤلف تذکرہ ان مختلف اقوال میں جمع اور تطبیق پیدا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر یوں کہا جائے تو ان مختلف

اقوال میں تطبیق کی صورت نکل آتی ہے کہ جہنم میں وارد تو سب ہوں گے۔ لیکن جن لوگوں کو آگ کی گرمی اور اس کی لپٹ نقصان اور تکلیف نہیں پہنچائے گی تو وہ گویا ایسے ہیں کہ جیسے جہنم سے نجات پانے والے اور اس سے بہت دور رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے جہنم سے دور رکھے اور آگ سے بچائے اور ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو اس میں وارد ہو کر صحیح وسلامت سرخرو ہو کر نکلنے والے ہیں۔

حضرت عطاء روایت کرتے ہیں کہ ابو راشد الحروری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا. (الانبیاء:۱۰۲) وہ اس کی ہلکی سی آواز (بھی) نہ سنیں گے۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے فرمایا کہ: امجنون انت؟ کیا تو پاگل ہے؟ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تجھ کو نظر نہیں آتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا. اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو

اور قولِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ. (ھود:۹۸) تو انہیں دوزخ میں لا اتارے گا۔

اور یہ ارشاد خداوندی:

اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○ (مریم:۸۶) (اور مجرموں کو) جہنم کی طرف (ہانکیں گے) پیاسے۔

اور تحقیق ہمارے بزرگ اسلاف یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم أخرجني من النار سالمًا و أدخلني الجنة فائزًا. اے اللہ! مجھے دوزخ سے سلامتی کے ساتھ نکال کر کامیابی کے ساتھ جنت میں داخل فرمانا۔ (آمین)

اور بے شک ہمارے اکثر علماء ورود کے معنیٰ کی تحقیق کرنے کے سلسلہ میں خوف کھاتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ ورود کے بعد نکلنے کا ہمیں علم نہیں ہے۔

حضرت ابو میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو کہتے:

''کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا'' تو ان کی بیوی ان سے کہتیں کہ اے میسرہ کے ابو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے اور تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی ہے، تو وہ کہتے: ہاں ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرمایا کہ ہم سب آگ میں وارد ہونے والے ہیں اور یہ بیان نہیں فرمایا کہ ہم اس سے نکلنے والے بھی ہیں۔

جس کو مرنا یاد ہوتا ہے اسے ہنسنا بھول جاتا ہے

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا: اے بھائی! کیا آپ کے پاس یہ خبر آئی ہے کہ تو نے آگ میں وارد ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ''وإن منكم إلا واردها'' تو اس نے کہا: ہاں! وہ کہنے لگا: اور کیا تیرے پاس یہ خبر بھی آئی ہے کہ تو آگ سے بچ نکلے گا؟ کہا نہیں: تو وہ کہنے لگا کہ پھر تیرا اس طرح ہنسنا اور قہقہے لگانا چہ معنی دارد؟

کہتے ہیں کہ پھر اس شخص کو مرنے تک زندگی میں کبھی کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

خارجیوں کی نجات یقینی نہیں ہے

روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس مسئلہ میں نافع بن ازرق خارجی سے فرمایا کہ اس آیت کریمہ "وإن منكم إلا واردها" کے بموجب ہم دونوں آگ میں وارد ہوں گے لیکن مجھے اللہ تعالیٰ اس سے نجات عطا فرمادے اور رہا تو، تو میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو آگ سے نجات دے۔

ابن المبارک روایت کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی عاصم نے بیان کیا کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رورہے تھے تو ان کی بیوی نے بھی رونا شروع کر دیا۔ حضرت ابن رواحہ نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو؟ وہ کہنے لگیں کہ آپ کے رونے نے مجھے بھی رلا دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ فرمانے لگے: میں تو اس لیے روتا ہوں کہ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ میں آگ میں وارد ہوں گا مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کیا میں آگ سے نجات بھی پاجاؤں گا یا نہیں۔

اسی معنی کو ایک شاعر نے یوں ادا کیا ہے:

وقد أتانا ورود النار ضاحية حقا يقينا ولما يأتنا الصدر

"تحقیق ہمارے پاس دوزخ میں داخل ہونے کی خبر تو یقین اور حق کے ساتھ واضح طور پر آچکی اور ہنوز اس سے نکلنے کی خبر ہمارے پاس نہیں آئی"۔

پل صراط سے گزرتے ہوئے مسلمانوں کا امتیازی نشان اور کوڈ ورڈ یہ ہوگا: "رب سلّم، سلّم" یا رب بچالے، بچالے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پل صراط سے گزرتے ہوئے مسلمانوں کا امتیازی نشان یہ ہوگا کہ وہ عرض کریں گے: "رَبِّ سَلِّمْ، سَلِّمْ" یا رب! بچانا، بچانا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۲، الحاکم ج ۲ ص ۳۷۵، الخطیب ج ۴ ص ۲۲۳، البغوی ج ۱۵ ص ۱۴۹)

امام مسلم صحیح مسلم میں روایت کرتے ہیں:

اور تمہارے نبی (ﷺ) پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور رب تعالیٰ سے عرض کریں گے: یا رب! بچالیجیے گا، بچا لیجیے گا۔ (کتاب الایمان: ج ۱، صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۳، الحاکم ج ۴ ص ۵۸۸، البغوی ج ۱۵ ص ۱۷۹)

۰۰۰-باب

ان لوگوں کا بیان جو پلک جھپکنے کی مقدار بھی پل صراط پر نہیں رکیں گے (یعنی بائی نان سٹاپ پل صراط کراس کرنے والوں کا تذکرہ)۔

سنت سے محبت اور بدعت سے نفرت کرنے والے کے لیے بشارت عظیم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو میری سنت سکھاؤ اگرچہ لوگ اس کو ناپسند کریں اور اگر تم چاہتے ہو کہ چشم زدن کی دیر بھی پُل صراط پر رکے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی بدعت مت نکالو۔ (یہ حدیث سند کے لحاظ سے غریب ہے اور اس کا متن حسن ہے)

ابونعیم نے روایت کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہی: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے دنیا میں خوب صدقہ دیا وہ پُل صراط سے گزر جائے گا اور جس شخص نے کسی بیوہ عورت کی ضروریات کو پورا کیا اللہ تعالیٰ اس شخص کے پسماندگان کو برکات سے نوازے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۰، المیزان للذھبی ج ۴ ص ۲۱۳، الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۶۰)

ابوالقاسم ختلی نے روایت کی کہ:

شیخ ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جہنم کے پُلوں پر کھڑا ہوں۔ بڑا ہولناک منظر ہے یہ دیکھ کر میں سوچنے لگا کہ میں ان پُلوں کو کیسے عبور کروں گا۔ میرے پیچھے سے آواز آئی' کوئی کہہ رہا ہے: اے بندۂ خدا! اپنا بوجھ رکھ دو اور پُل سے گزر جاؤ' میں نے کہا: میرے پاس کون سا بوجھ اور وزن ہے؟ آواز آئی کہ دنیا کو ترک کر دو اور گزر جاؤ۔

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں:

میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا' وہ اپنے بیٹے سے کہہ رہے تھے: اے بیٹے! تیرا گھر اور راحت کدہ صرف مسجد ہونا چاہیے کیونکہ مسجدیں ہی متقی لوگوں کے گھر ہوتے ہیں۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: مسجد جس شخص کے لیے جائے فرحت وسکون ہو اللہ تعالیٰ اس کو راحت' رحمت اور پُل صراط سے (بخیر وعافیت) گزرنے کی ضمانت عطا فرماتا ہے۔

(التاریخ الخطیب ج ۸ ص ۳۴۰، الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۲۲۴)

میں (قرطبی) کہتا ہوں:

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اوپر ہم نے جو خواب کا واقعہ بیان کیا ہے وہ درست ہے کیونکہ جو شخص مسجد کو اپنا گھر اور معتکف بنا لیتا ہے اور مسجد میں اپنے لیے راحت اور سکون محسوس کرتا ہے وہ دنیا اور دنیا داروں سے اعراض کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور آخرت کی فوز وفلاح کے لیے ہی عمل کرتا ہے۔

قیامت کے دن حضور ﷺ کو کہاں تلاش کیا جائے؟ حضور رحمۃ العالمین ﷺ تین مقامات سے ادھر ادھر نہیں ہوں گے

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے دن شفاعت کا سوال کیا' آپ نے فرمایا: "انا فاعل ان شاء الله" میں انشاءاللہ تعالیٰ شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا: "سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا' میں

نے عرض کیا: اگر آپ پُل صراط پر نہ مل سکیں تو؟ آپ نے فرمایا: "پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا" میں نے عرض کیا: اگر میزان کے پاس بھی میں آپ کو نہ پاؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "پھر مجھے حوضِ کوثر کے پاس ڈھونڈنا" کیونکہ میں ان تین مقامات سے اِدھر اُدھر نہیں ہوں گا۔ (یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۸، تخریج المشکاۃ للالبانی، رقم الحدیث: ۵۵۹۵)

اس سے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان ہو چکی ہے جس میں آپ بیان فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا (۱) میزان کے پاس، (۲) جب اعمال نامے اڑ اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچیں گے، (۳) اور پُل صراط پر (ان جگہوں پر آپا دھاپی کا عالم ہو گا، اپنی اپنی پڑی ہو گی، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہو گا)۔

۰۰۰-باب

جملہ انبیاء کرام اور ان کے غلاموں کا پُل صراط کے بعد فرشتے استقبال کریں گے ----- اور دشمنانِ انبیاء کی ہلاکت کا بیان

ابن مبارک نے روایت کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایک کر کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اسی طرح یکے بعد دیگرے باری باری ساری امتوں کو جمع فرمائے گا حتیٰ کہ ان سب کا آخری مرکز حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کے پاس ہو گا اور جہنم کے اوپر ایک پُل بچھا دیا جائے گا اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: احمد مجتبیٰ ﷺ اور آپ کی امت کہاں ہے؟ حضور نبی مکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ کے پیچھے آپ کی امت ہو گی جس میں اچھے، برے سبھی لوگ ہوں گے، یہاں تک کہ جب پُل صراط پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ مصطفیٰ ﷺ کے دشمنوں اور گستاخوں کی آنکھوں کو بے نور کر کے ان کو اندھا کر دے گا اور وہ دائیں اور بائیں درخت کے پتوں کی طرح دوزخ میں گرتے جائیں گے اور حضور اپنے نیک امتیوں اور غلاموں کے ساتھ پُل سے گزر جائیں گے۔ آگے فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور حضور ﷺ کے دائیں اور بائیں طرف فرشتے جنت کے راستہ کی لوگوں کو راہ نمائی کرتے جائیں گے یہاں تک حضور ﷺ اپنے رب کے حضور پہنچ جائیں گے اور آپ کے لیے دوسری جانب کرسی رکھ دی جائے گی۔ پھر ایک ایک نبی علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ہر نبی کے ساتھ اس کی امت بھی ہو گی حتیٰ کہ سب سے آخر میں حضرت نوح علیہ السلام آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام پر اپنی رحمتوں کا مینہ برسائے۔ (ابن المبارک فی زیادات نعیم بن حماد فی الزہد، رقم الحدیث: ۳۹۸)

•••۔ باب

پُل صراط ثانی کا بیان (یہ پُل جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہوگا)

جاننا چاہیے (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہ آخرت میں دو پُل صراط ہوں گے۔ ایک پل وہ ہے جس کے اوپر سے تمام اہل محشر کو گزرنا ہوگا' چاہے کسی کا نیکی کا اعمال نامہ بھاری ہو یا ہلکا ہو' ماسوائے ان لوگوں کے جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے یا جن کو دوزخ کا ایک جانور چُن چُن کر اٹھا لے گا اور جب لوگ اس بڑے پُل سے سلامتی سے گزر جائیں گے اور اس سے گزریں گے وہی جو نیک مسلمان ہوں گے اور انہوں نے دوسروں کے حقوق مارے ہوئے نہیں ہوں گے پھر ان کو دوسرے پُل پر روک لیا جائے گا جو ان کے لیے خاص ہوگا اور ان لوگوں میں سے کسی کو جہنم کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ یہ لوگ اس بڑے پُل صراط کو تو عبور کر چکے ہیں جس کے اوپر سے لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں گر جائیں گے کیونکہ وہ پُل جہنم کی پشت پر قائم ہے اور لوگوں کے حقوق نیکیوں کے ذریعہ ادا کرنے کے بعد ان کے پلّے صرف جرائم ہی رہ جائیں گے اس لیے ان کے گناہ ان کی ہلاکت کا باعث ہوں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان دار لوگ دوزخ سے نجات پانے کے بعد جنت اور دوزخ کے درمیان واقع پُل پر روک لیے جائیں گے' وہاں ان سے ان حقوق کا بدلہ اور قصاص لیا جائے گا جو دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے کے اوپر زیادتی اور ظلم کر کے غصب کر رکھے ہوں گے۔ حتیٰ کہ جب وہ پاک صاف اور مہذب بن جائیں گے تو پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے۔ ان میں سے ہر ایک شخص اپنے جنت والے گھر کو دنیا والے گھر سے بڑھ کر پہچانتا ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۳۹۵' مسند احمد ج ۳ ص ۵۷-۶۳-۷۴)

فصل

میں کہتا ہوں کہ ''یخلص المومنون من النار'''' ''ایمان دار لوگ دوزخ سے نجات پالیں گے'' کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ دوزخ پر جو پل بچھایا گیا ہے اس سے سلامتی کے ساتھ گزر کر دوزخ سے نجات پالیں گے اور یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ مومنین آخرت میں مختلف الحال ہوں گے' حضرت مقاتل کہتے ہیں: جب وہ جہنم کے پل کو عبور کرلیں گے تو ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور ظالموں سے مظلوموں کا قصاص جو دنیا میں ان پر لازم آتا تھا لیا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ مہذب اور صاف ستھرے ہو جائیں گے تو رضوان فرشتہ اور اس کے ساتھی اہل جنت کو سلامی دیں گے اور کہیں گے: ''سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ'' ''تم پاک

ہو گئے اور اب جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ۔

امام دارقطنی نے ایک حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ:

''جنت پل صراط کے بعد ہے''۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ ممکن ہے اس سے مراد قنطرہ کے بعد ہو یعنی اس پل کے بعد جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے (نہ کہ پل صراط) اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری کے حوالہ سے اوپر گزری' واللہ اعلم یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات اس شخص کے متعلق ہو جو دوزخ میں داخل ہونے کے بعد شفاعت کے ذریعے نکالا جائے گا' ایسے لوگوں کو جنت اور دوزخ کے درمیان واقع پُل پر نہیں روکا جائے گا بلکہ جب وہ دوزخ سے نکلیں گے تو ان کو جنت کی نہروں پر پھیلا دیا جائے گا جیسا کہ اس کے بعد والے باب میں اس کا بیان آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک حدیث صحیح میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اصحاب جنت کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پُل پر روک لیا جائے گا اور ان سے اس مال کے متعلق سوال ہو گا جو دنیا میں ان کے پاس ان کی اپنی ضروریات سے زائد اور فالتو تھا۔

نوٹ: ایک روایت میں ہے کہ فرشتے لوگوں کو جنت کے راستے کی رہنمائی کریں گے اور دوسری روایت میں ہے کہ جنتی اپنے جنت میں ملنے والے گھر کو اپنے دنیا والے گھر سے بھی زیادہ پہچانتے ہوں گے ان میں بہ ظاہر ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ دونوں حدیثوں کا معنیٰ لوگوں کے مختلف الحال ہونے کی وجہ سے الگ الگ ہے یعنی بعض لوگ خود پہچان لیں گے اور کچھ کو فرشتوں کی رہنمائی کی حاجت ہوگی۔ لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

اسی طرح ان دو حدیثوں میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے کہ ایک میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص جنت میں اپنی منزل کو اپنے دنیا کے گھر سے بھی زیادہ جانتا ہوگا اور دوسری حدیث جو عبداللہ بن سلام سے مروی ہے اس میں ہے کہ فرشتے ان کی رہنمائی کریں گے کہ جنت دائیں طرف ہے یا بائیں طرف ہے' اس عدم تعارض کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے حق میں ہوگا جن کو قنطرہ (دوسرے پُل) پر روکا نہیں گیا اور نہ وہ دوزخ میں داخل ہوئے اور نہ ان کو نکال کر جنت کے دروازے پر ڈالا گیا اور ایک یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تمام لوگوں کے حق میں ہو اور لیکن جب فرشتے ان کو جنت کے دروازے تک پہنچا دیں تو ان میں سے ہر کوئی جنت میں اپنی منزل اور مقام کو اپنے دنیا والے گھر سے بھی زیادہ جاننے والا ہو اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ ''وَیُدۡخِلُہُمُ الۡجَنَّۃَ عَرَّفَہَا لَہُمۡ ''(محمد:۶)''اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا'' تو ان کو اس کی پہچان کرا دے گا۔

اکثر اہل تفسیر نے فرمایا کہ جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: اپنی منزلوں کی طرف متفرق ہو جاؤ تو جب وہ اہلِ جنت جدا جدا ہوں گے اور اپنی منزلوں کی طرف پھر جائیں گے تو اپنی اپنی منزل سے خوب واقف ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اپنی منازل کی پہچان اس سبب سے ہوگی کہ وہ فرشتہ جو بندے کے اعمال پر متعین ہے وہ اس کے آگے آگے چل رہا ہوگا مگر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے

اس قول کی تردید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

مسلمانوں (گنہگار) کے دوزخ میں جانے، وہاں جلنے مرنے اور پھر شفاعت سے نکالے جانے کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنمیوں سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ جہنم میں نہ تو مریں گے اور نہ زندگی کا لطف پائیں گے۔ لیکن کچھ مسلمان ایسے ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کرے گا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر جب شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو گروہ در گروہ بلایا جائے گا اور جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اہلِ جنت سے کہا جائے گا: ان پر پانی انڈیلو، تو وہ پانی ڈالنے سے اس طرح تروتازہ ہو کر اٹھیں گے جیسے سیلاب سے بہہ کر آنے والی مٹی میں دانہ نہایت ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب صورت میں اگتا ہے۔ یہ سن کر ایک صحابی کہنے لگے: لگتا ہے جیسے حضور اکرم ﷺ جنگل میں بکریاں چراتے رہے ہوں۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۹، مسند احمد ج ۳ ص ۵-۱۱، الزہد ابن المبارک رقم الحدیث: ۱۲۶۹، صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۰۴، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۳۲)

فصل

اس حدیث مبارک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار مسلمانوں کو جہنم میں ڈال دینے کے بعد ان پر موت طاری کرے گا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: اس موت سے مراد حقیقی موت ہے اور اس میں تکریم اور عزت کا پہلو ہے کہ ان مسلمانوں کو جلنے کے بعد عذاب نار کا درد اور تکلیف محسوس نہ ہو برخلاف ان اہل جہنم کے کہ جنہوں نے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اور وہ زندہ رہیں گے، ان پر موت طاری نہ ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط. (النساء: ۵۶)

جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے تا کہ عذاب چکھیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد نیند ہو حقیقتاً موت طاری کرنا مراد نہ ہو کیونکہ نیند آنے سے بھی راحت و آرام اور درد و آلام کا احساس زائل ہو جاتا ہے اور قرآن مجید میں نیند کو موت سے موسوم کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ج. (الزمر: ۴۲)

اللہ تعالیٰ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں۔

یہ وفات ہے لیکن حقیقت میں موت نہیں کیونکہ موت تو نام ہے "روح کے بدن سے نکل جانے کا" اسی طرح صعقہ (بے ہوشی) کو بھی قرآن مجید میں موت سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ ؕ (الزمر:٦٨) تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق خبر دی گئی کہ "انہ خر صعقا" "موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے" اور یہ در حقیقت ان پر موت طاری نہیں کی گئی تھی مگر جب ان سے مشاہدہ کے احوال یعنی لذات و آلام کو زائل اور دور کر دیا گیا تو اس حالت پر موت کا اطلاق کرنا جائز ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کی حالت ہو کہ ان پر موت طاری کرنے سے مراد یہ ہو کہ زنانِ مصر کی طرح کہ وہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ ڈالنے کے باوجود جلوۂ حسنِ یوسف میں ایسی گم تھیں کہ درد کا احساس نہ ہوا۔ ان مسلمانوں کو بھی باوجود زندہ ہونے کے جہنم میں جلنے کا درد اور الم محسوس نہ ہو' تاہم پہلی تاویل زیادہ درست ہے' ایک تو اس لیے کہ آیت میں فعل کو مصدر سے مؤکد کر کے لایا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ خود حدیث میں یہ ہے کہ حتیٰ کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو وہ حقیقتاً مردہ ہوئے۔ جیسا کہ جہنمیوں کے بارے کہا کہ وہ زندہ ہوں گے' مریں گے نہیں تو وہ حقیقتاً زندہ ہوں گے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ جب گنہگار مسلمانوں پر جہنم میں موت طاری کر دی جائے گی اور وہ آگ میں جلنے کے عذاب اور نہ اس کے درد و الم کو محسوس کریں گے تو پھر ان کو دوزخ میں ڈالنے کا کیا معنیٰ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو دوزخ میں ڈالنا تادیب اور سرزنش کے طور پر ہو گا اور جتنی مدت وہ دوزخ میں رہیں گے اتنی مدت جنت کی نعمتوں سے محروم رہنا ان کے لیے عقوبت اور سزا ہے۔ جیسے کوئی شخص جیل میں رہنے کی مدت میں نعمتوں اور آسائشوں سے محروم رہے تو یہ اس شخص کے حق میں سزا ہوتی ہے اسی لیے جیل اور قید خانہ کو عقوبت خانہ کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ جیل اور زنداں خانہ میں بغیر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے آزاد ہی پھریں اور ان کو اے کلاس قیدیوں کی سہولتیں میسّر ہوں ان کا جیل اور قید میں ہونا ہی کافی سزا ہے۔ اس کا مزید بیان "ابواب النار" میں انشاء اللہ آئے گا۔

اس باب کی حدیث میں "ضبائر' ضبائر" کے الفاظ آئے ہیں' اس کا معنیٰ جماعتیں جماعتیں ہو کر آنے کے ہیں' اس کا مفرد "ضبائرۃ" ضاد کے کسرہ سے آتا ہے اور وہ لوگوں کی ایک جماعت کو کہا جاتا ہے اور "بثوا" کا "فرقوا" یعنی جدا کرنے کے آتے ہیں' "الحبۃ" "سبزیوں کے بیج" "حمیل السیل" "سیلاب میں بہہ کر آنے والی زرخیز مٹی پھل اور کچرہ وغیرہ۔

٤٤- دنیا میں لوگوں پر فضل واحسان کرنے والے گنہگاروں کی دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہ لوگ شفاعت کردیں گے جن پرانہوں نے احسان کیا ہوگا

محمد بن میسرہ قرطبی اپنی کتاب ''التبین'' میں بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: قیامت کے دن اہل جنت اور اہل نار کی صف بندی کی جائے گی تو ان کی صفیں قریب قریب ہوں گی۔ ایک جنتی شخص جب دوزخیوں کے پاس سے گزر رہا ہوگا تو ایک دوزخی آدمی کہے گا: اے فلاں شخص! کیا تجھے یاد نہیں ہے کہ فلاں آدمی نے ایک دن دنیا میں تجھے پانی پلایا تھا تو یہ سن کروہ جنتی شخص کہے گا: وہ آپ ہی تو نہیں ہیں؟ وہ جواب دے گا: ''ہاں'' فرمایا کہ وہ جنتی شخص اس گنہگار کی سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کو قبول فرمالے گا۔ اسی طرح ایک اور دوزخی شخص ایک جنتی سے کہے گا: اے فلاں شخص! کیا تجھے یاد نہیں کہ ایک شخص نے دنیا میں آپ کو فلاں فلاں دن طہارت اور وضو کرنے کو پانی دیا تھا؟ وہ کہے گا: ''ہاں'' پس وہ جنتی اس دوزخی کے حق میں سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

(البغوی ج ۱۵ ص ۱۸۵، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۰۴)

امام ابن ماجہ اپنی ''سنن'' میں روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ صفیں بنا کر کھڑے ہوں گے (ابن نمیر نے کہا: اہل جنت) اور ایک دوزخی آدمی کا گزر ایک جنتی شخص کے پاس سے ہوگا تو وہ کہے گا: اے فلاں شخص! کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ فلاں دن تم نے مجھ سے پانی طلب کیا تھا تو میں نے آپ کو شربت پلایا تھا (آپ میری سفارش کریں) وہ شخص اس گنہگار کی سفارش کرے گا اور اسی طرح ایک دوسرا شخص ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا اور اس کو دیکھ کر کہے گا: اے فلاں شخص! کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں نے ایک دن آپ کو وضو کرنے کے لیے پانی مہیا کیا تھا (آج میں پھنسا ہوا ہوں میری شفاعت کردیں) تو وہ جنتی اس گنہگار شخص کی شفاعت کرے گا۔ ابن نمیر کہتے ہیں: ایک شخص کہے گا: اے فلاں شخص! کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں کہ آپ نے مجھے فلاں فلاں کام کے لیے بھیجا تھا اور میں آپ کا کام کرنے چلا گیا تھا (آج آپ میری شفاعت کیجیے) تو وہ شخص اس کی شفاعت کرے گا۔ (البغوی ج ۱۵ ص ۱۸۵، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۰۴)

حافظ ابونعیم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تاکہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا اجر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور مزید فضل یہ ہوگا کہ جن (گنہگار مسلمانوں) کے لیے دوزخ میں جانا واجب ہو چکا ہوگا ان کے حق میں وہ حضرات

شفاعت کریں گے جن کے ساتھ ان گنہگار مسلمانوں نے دنیا میں کوئی بھلائی اور احسان کیا ہوگا۔
(السنۃ ابن ابی عاصم رقم الحدیث: ٨٤٦ حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ١٢٨، المجمع الہیثمی ج ٧ ص ١٣)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اور دوزخیوں کو الگ الگ صفوں میں جمع فرمائے گا، دوزخیوں کی صفوں میں سے ایک آدمی جنتیوں کی صفوں میں سے ایک آدمی کی طرف دیکھ کر اس سے کہے گا: اے فلاں شخص! یاد ہے میں نے ایک دن تیرے ساتھ بھلائی کی تھی؟ یہ سن کر وہ کہے گا: اے اللہ! یقیناً اس آدمی نے دنیا میں میرے اوپر احسان کیا تھا، رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اس شخص سے کہا جائے گا کہ تو اس اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لے اور اللہ کی رحمت سے اس کو جنت میں داخل کر دے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرمانے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(التاریخ الخطیب ج ٤ ص ٣٣٢، قضاء الحوائج لابن ابی الدنیا ص ٣٣، شرح السنۃ البغوی ج ١٥ ص ١٨٥)

ابوعبداللہ محمد بن میسرہ کہتے ہیں: میں نے ''کتاب الزبور'' میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قیامت کے دن میں اپنے بندوں میں سے زاہدین کو بلاؤں گا اور ان سے فرماؤں گا: اے میرے بندو! میں نے تمہیں دنیا کے مال و دولت سے اس وجہ سے محروم اور تہی داماں نہیں کیا کہ تم میرے نزدیک کوئی کمتر اور ذلیل تھے بلکہ میں نے ارادہ فرمایا کہ تم قیامت کے دن وافر حصہ آخرت پاسکو چنانچہ اب تم ان صفوں کے اندر گھس جاؤ اور دیکھو ان میں جو شخص دنیا میں تم سے محبت کرتا تھا یا کسی نے تمہاری کوئی دنیاوی ضرورت کو پورا کیا تھا یا تمہاری عزت و آبرو کا دفاع کیا تھا یا کسی نے تمہیں کوئی کھانا کھلایا تھا اور ان امور میں اس کا مقصد میری رضا جوئی اور میری خوشنودی کو طلب کرنا تھا تو تم اس کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں لے جاؤ۔

فصل

ابوحامد (امام غزالی قدس سرہ العزیز) اپنی کتاب ''الاحیاء'' کے آخر میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اہل جنت میں سے ایک شخص دوزخ والوں کی طرف جھانکے گا تو ایک دوزخی شخص اس کو پکار کر کہے گا: اے فلاں! مجھے پہچانا؟ وہ جواب دے گا: نہیں اللہ کی قسم! میں تجھے نہیں پہچانا، تیرا کیا تعارف ہے؟ وہ (اپنا تعارف کراتے ہوئے) کہے گا: میں وہ شخص ہوں کہ دنیا میں آپ میرے پاس سے گزرے اور آپ نے مجھ سے پانی طلب کیا تو میں نے آپ کو پانی پلایا، وہ کہے گا: میں نے پہچان لیا ہے، وہ کہے گا: اپنے پروردگار کے پاس میرے لیے سفارش کرو، پس وہ اللہ کریم سے ذکر کرتے ہوئے عرض کرے گا کہ اے پروردگار! میں نے جہنم والوں پر جھانکا تو ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا: کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے جواب دیا: نہیں، تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں وہ ہوں کہ تم نے دنیا میں مجھ سے پانی طلب کیا تھا تو میں نے تجھے پانی پلایا تھا، پس تم آج اپنے رب کے حضور میری شفاعت کرو، پس اللہ کریم

عزوجل اس کے حق میں اس شخص کی شفارش قبول کرتے ہوئے حکم دے گا کہ اس کو جنت میں داخل کر دو۔
(احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۲۸ المجمع الہیثمی ج ۱۰ ص ۳۸۲)

٠٠٠-باب

اس باب میں حسب ذیل تین امور کا بیان ہوگا۔

(۱) جو لوگ دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے ان کی شفاعت کرنے والوں کا بیان۔

(۲) دوسرے یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ چار میں سے چوتھے شفیع ہوں گے۔

(۳) ان لوگوں کا بیان جو اس کے بعد جہنم میں باقی رہ جائیں گے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے: انبیاء، علماء، پھر شہداء۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۳، تخریج المشکاۃ للالبانی رقم الحدیث: ۵۶۱۱)

حضور ﷺ چوتھے نمبر پر شفاعت فرمائیں گے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

تمہارے نبی مکرم ﷺ چار میں سے چوتھے شفاعت فرمانے والے ہوں گے، سب سے پہلے جبریل علیہ السلام شفاعت کریں گے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام، پھر حضور نبی اکرم ﷺ پھر ملائکہ، پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام، پھر صدیقین، پھر شہداء۔ اور ایک قوم جہنم میں باقی رہ جائے گی تو ان سے کہا جائے گا: ''مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ○ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ○ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ○ (المدثر: ۴۲-۴۸) ''تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور بے ہودہ فکر والوں کے ساتھ بے ہودہ فکر کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ ہمیں موت آئی تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو جہنم میں باقی رہ جائیں گے (یعنی کفار کی سفارش کوئی کرنے والا نہیں ہوگا)۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک قول یہ ہے کہ بے شک یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے مقام محمود ہے۔

ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر اللہ عزوجل شفاعت کی اجازت عطا فرمائیں گے تو سب سے پہلے روح القدس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت کریں گے، پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ابوالزعراء کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم ان دونوں میں سے حضرت عبداللہ نے کون سا نام لیا تھا) کہا کہ اس کے بعد تمہارے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام چوتھے شفاعت

فرمانے والے ہوں گے۔ حضور ﷺ اتنے کثیر افراد کی شفاعت کریں گے کہ آپ کے بعد اتنے زیادہ لوگوں کی شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور یہی مقامِ محمود ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا○ آپ کا رب عنقریب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔

(الاسراء:٧٩)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن ابی الجدعاء بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے بنوتمیم کی آبادی کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ کے علاوہ؟ آپ نے فرمایا: ہاں میرے علاوہ۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: میں نے ابن ابی الجدعاء سے پوچھا: کیا آپ نے یہ حدیث خود حضور سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے خود یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا' انہوں نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:٤٣١٦' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث:٣٤٨٤' مسند احمد ج٣ص٤٦٩' الطیالسی رقم الحدیث:١٢٨٣' صحیح ابن حبان ج٩ص٢٣٤' الحاکم ج١ص٧٠-٧١)

اور ابن ابی الجدعاء جن کا نام عبداللہ ہے ان سے صرف یہی ایک حدیث معروف ہے۔ وہ شفاعت کرنے والا شخص کون ہے؟ مؤلف تذکرہ کہتے ہیں: امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ابن السماک روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ایک مرد کی شفاعت کے ذریعہ ربیعہ اور مضر دو قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کی مثل لوگ جنت میں داخل ہوں گے' ابوامامہ کہتے ہیں: حضور ﷺ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ!'' وما ربیعة من مضر؟ قال إنما أقول ما أقول ''۔ ربیعہ کی مضر قبیلہ سے کیا نسبت اور تناسب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں صرف وہی فرماتا ہوں جو مجھے حکم ہوتا ہے کہ میں فرماؤں۔

مؤلف کہتے ہیں: ہمارے مشائخ محدثین کی رائے یہ ہے کہ وہ شفاعت کرنے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی شفاعت کریں گے' کچھ ایک قبیلہ کی' کچھ ایک پارٹی کی اور کچھ ایک شخص کی حتیٰ کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (ترمذی رقم الحدیث:٢٤٤٠' مسند احمد ج٤ص٢١٢' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:٥٦٠٢)

امام بزار اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص صرف دو تین افراد کی شفاعت کریں گے۔ (البزار رقم الحدیث:٣٤٧٣' الہیثمی المجمع ج١٠ص٣٨٢' الترغیب للمنذری ج٤ص٨٤٤)

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفاء شریف میں لکھتے ہیں:

''ہر صحابی رسول شفاعت کریں گے''۔ حضرت کعب بیان کرتے ہیں: ''أن لكل رجل من الصحابة رضي الله تعالى عنهم شفاعة'' بے شک صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر مرد شفاعت کرے گا۔

ابن مبارک روایت کرتے ہیں:

یزید بن جابر کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایک شخص جس کا نام صلۃ ابن اشیم ہے کی شفاعت کے ذریعہ بہت سے لوگ جنت میں جائیں گے۔

(الزہد ابن المبارک رقم الحدیث: ۸۶۴، الطبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۳۴، ابن حبان ج ۲ ص ۲۱۳، الکاشف الذہبی ج ۲ ص ۱۶۸)

فصل

ایک اعتراض کا جواب

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جو لوگ دوزخ میں داخل ہو گئے ان کے لیے شفاعت کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ (آل عمران:۱۹۲)

اے رب ہمارے! بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى . (الانبیاء:۲۸)

اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے۔

اور فرماتا ہے:

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِىْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝ (النجم:۲۶)

اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب کہ اللہ اجازت دے دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے ۝

اور اللہ تعالیٰ جس کو پسند فرمالے اس کو رسوائی نہیں دیتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ . (التحریم:۸)

جس دن اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ یہ اہل وعید کا مذہب ہے جو راہ سے بھٹک گئے اور انہوں نے تحقیق سے انحراف کیا اور حقیقت سے دور جا پڑے۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت میں تطبیق پیدا کرتے ہیں اور قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ دونوں کو سامنے رکھتے ہیں، بے شک شفاعت کا ملتِ اسلامیہ کے گنہگار لوگوں کو نفع ہو گا اور کوئی

کلمہ گو مسلمان باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور پہلی آیت کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کو دائمی طور پر اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دیا گیا اس کو اللہ تعالیٰ نے رسوائی دے دی جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "ان معنی من تدخل النار من یخلد". اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کو تو ہمیشہ کے لیے جہنم میں لے گا اس کو شفاعت نفع نہیں دے گی۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ 'یدخل' یخلد '' کا مقلوب ہے اور اس لفظ میں قلب مکانی کی گئی ہے اور تجھے اہل حروراء کی طرح نہیں عقیدہ رکھنا چاہیے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد "فقد اخزیتہ" اپنے حقیقی معنیٰ پر محمول ہوگا' اس میں تاویل کی حاجت نہیں ہے' اب معنیٰ یہ ہوگا کہ 'اے ہمارے رب! جس کو تو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں لے جائے وہ ہلاک ہو گیا اور اس کو تو نے اپنی رحمت سے دور فرما دیا اور وہ ذلیل و رسوا ہوا''۔

حضرت سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے بھی اس معنیٰ کی تائید ہوتی ہے' انہوں نے فرمایا: یہ آیت کریمہ ایک خاص قوم کی بابت نازل ہوئی' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوزخ میں رہیں گے اور دوزخ سے نکلیں گے نہیں اس کی دلیل آیت کا آخری حصہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ:

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ○ اور ظالموں (یعنی کافروں) کا کوئی مددگار نہیں (یعنی ظالموں سے مراد کفار ہیں) (آل عمران:۱۹۲)

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اگر یہ مان اور فرض کر لیا جائے کہ یہ آیت مذکورہ بالا گنہگار اہل توحید مسلمانوں کے متعلق ہے تو پھر اس میں یہ احتمال ہے کہ "خزی" سے مراد حیاء ہو جیسے محاورہ میں "خزی یخزی خزایة فھو خزیان" شرمانے والے اور حیاء دار کے لیے بولتے ہیں اور 'امراۃ خزیانة ''شرمیلی اور حیاء دار خاتون کو کہا جاتا ہے اور قیامت کے دن مسلمانوں (گنہگار) کا خزیان یہ ہوگا کہ وہ تمام اہل ادیان سے دوزخ میں داخل ہونے کی وجہ سے شرمسار اور شرمندہ ہوں گے یہاں تک کہ ان کا جہنم سے خروج ہو جائے اور کافروں کے لیے "خزی" کا معنیٰ ہلاکت اور تباہی ہے کہ ان پر نہ موت آئے گی اور نہ ہی وہ زندگی کا لطف پائیں گے اور مسلمانوں پر جہنم میں موت طاری کر دی جائے گی اور وہ ذلت و رسوائی کے ادراک اور احساس سے عاجز ہوں گے' پھر جب اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا تو شفاعت کے ذریعہ اور رحمت خداوندی سے وہ جہنم سے نکال لیے جائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں گے اور ان کو فائزین راضین کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ والحمدلله رب العالمین. تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اور دوسری آیت کریمہ کا جواب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ" (التحریم:۸) تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا اگرچہ گنہگار مسلمانوں کو (عارضی) عذاب ہوگا اور ان پر جہنم میں موت طاری کر دی جائے گی' پھر بے شک ان کو رحمت خداوندی سے اور شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ واللہ اعلم

٤٥-شفاعت کرنے والوں اور جہنمیوں کا بیان

روزہ اور قرآن مجید شفاعت کریں گے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک روزہ اور قرآن مجید دونوں بندے کے لیے سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے' پینے اور خواہشات پوری کرنے سے روکا تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن مجید کہے گا: (اے رب کریم!) میں نے اس بندے کو رات میں نیند سے دور رکھا پس تو اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرمالے، پس اللہ تعالیٰ روزے اور قرآن مجید دونوں کی شفاعت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے گا۔ (مسند احمد ج۱ص۱۷۴' الحاکم ج۱ص۵۵۴' تخریج المشکاۃ للالبانی رقم الحدیث: ۱۹۶۳' الترغیب للمنذری ج۲ص۱۲۶' المجمع للہیثمی ج۳ص۱۸۱)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کا ایک حصہ یوں ہے: حتیٰ کہ جو مسلمان نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے بخدا! وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لیے بطور ناز اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا۔

(صحیح مسلم ج۳ص۲۵-۲۸' نسائی ج۸ص۱۱۲-۱۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۰' مسند احمد ج۳ص۹۴ رقم الحدیث: ۲۰۸۵۷)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کے دن اللہ عزوجل ایمان والوں کو نجات عطا فرمائے گا اور وہ جہنم سے محفوظ ہو جائیں گے تو وہ ان لوگوں کے لیے جو جہنم میں داخل کر دیے گئے ہیں اللہ کریم سے اس شخص سے بھی زیادہ جھگڑا کریں گے جو دنیا میں اپنے ساتھی کے لیے اس کے حق پر جھگڑتا ہے اور کہیں گے: اے ربّ کریم! یہ ہمارے بھائی ہیں' ہمارے ساتھ نمازیں ادا کرتے تھے' ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور حج کیا کرتے تھے' تو نے انہیں جہنم میں ڈال دیا ہے۔ اللہ عزوجل ان سے ارشاد فرمائے گا: جاؤ جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لاؤ' ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی' پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو آتش جہنم سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک آگ نے جلا ڈالا ہوگا' پھر جنتی لوگ کہیں گے: اے اللہ! جن لوگوں کو جہنم سے نکال لانے کا تو نے حکم دیا تھا ان میں سے اب کوئی باقی نہیں رہا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پھر جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی بھلائی ہے اس کو جہنم سے نکال لاؤ' پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے' پھر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے جہنم سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا' اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی بھلائی ہے اس کو جہنم سے

نکال لاؤ، جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جن لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے برابر بھی بھلائی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، جنتی لوگ پھر جائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد میں خلق خدا کو نکال لائیں گے، پھر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے اللہ! ہم نے جہنم میں کسی ایک بھی بھلائی کرنے والے کو نہیں چھوڑا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۵-۲۸، نسائی ج ۸ ص ۱۱۲-۱۱۴، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۰، مسند احمد ج ۳ ص ۹۴، رقم الحدیث: ۲۰۸۵۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے تو قرآن پاک کی اس آیت کو پڑھو:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ (النساء: ۴۰)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

پھر ارشاد خداوندی ہوگا: فرشتے، انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے اب گنہگاروں کے لیے سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا۔

اور بخاری شریف میں اس کی بجائے یہ لفظ ہیں "**وبقیت شفاعتی**" یعنی اب میری شفاعت باقی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا جنہوں نے اصلاً کوئی نیکی نہیں کی ہوگی اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تروتازہ ہو کر نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے دانہ اگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ پتھر یا درخت کے پاس سورج کی طرف ہوتا ہے وہ زرد یا سبز رنگ کا پودا بن جاتا ہے اور جو دانہ سایہ کی جانب ہوتا ہے اس کا پودا سفید رنگ کا ہوتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا: حضور! آپ تو زرعی معاملات کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ جنگلوں میں جانور چراتے رہے ہوں، آپ نے (گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے) ارشاد فرمایا: وہ لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح تاباں و درخشاں صورت میں برآمد ہوں گے اور ان کی گردنوں میں مہر لگے لاکٹ پہنے ہوں گے جن کو دیکھ کر اہل جنت ان کو پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے: یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ کریم نے بغیر کسی نیک عمل کے جہنم سے آزادی کا پروانہ دے دیا ہے اور جنت میں داخل فرما دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ اور جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہاں والوں میں سے کسی کو عنایت نہیں فرمایا ہوگا، اللہ فرمائے گا: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے اس سے بھی اچھی چیز ہے، وہ لوگ عرض کریں گے: اے پروردگار! وہ کیا چیز ہے جو ان نعمتوں سے افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میری رضا، اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا"۔

امام ابوالقاسم الختلی نے اپنی کتاب ''الدیباج'' میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن اللہ عزوجل جب اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما چکے گا تو اس کے بعد عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوگا:''بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور میری رحمت بہت بڑی ہے''۔حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ اہل جنت کی مثل یا آپ نے فرمایا اور یہی زیادہ غالب ہے کہ آپ نے فرمایا: جنتیوں سے دوگنے لوگوں کو دوزخ میں سے نکالے گا اور ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) لکھا ہوگا ''عتقاء اللّٰہ'' یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ بندے ہیں۔(ابوداؤد رقم الحدیث:۵۲'المصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۰۸۵۸)

فصل

ایمان میں کمی'زیادتی کی تحقیق

ہم نے اپنی کتاب ''جامع احکام القرآن'' میں سورۂ آل عمران کے آخر میں ایمان میں کمی زیادتی ہونے کی تحقیق پیش کی ہے'اس باب کی احادیث ہمارے موقف پر بڑی واضح اور روشن دلیل ہیں کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں مذکور ہوا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اہل جنت کو حکم ہوگا کہ جاؤ ان لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤ جن کے دل میں ایک دینار اور نصف دینار اور ایک ذرّہ کے برابر نیکی ہے اور ''من خیر'' میں ''خیر'' سے مراد ایمان ہے۔

اسی طرح دوسری روایت میں جس کو حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اور جس کے دل میں دانۂ جو اور دانۂ گندم اور ایک مکئی کے دانہ یا ذرّے کے برابر نیکی یعنی ایمان ہو اور خیر سے مراد ایمان ہے'اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو حضرت معبد بن ہلال عنزی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے'اس میں یہ ہے '' فأقول یا رب امتی امتی'' حضور فرماتے ہیں: میں بارگاہِ الوہیّت میں عرض کروں گا: اے رب! میری امت میری امت! اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: جایئے اور جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو نکال لایئے تو میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔

حدیث پاک کے قول ''من ایمان'' سے مراد اعمال ایمان ہیں جو اعضاء اور جوارح سے صادر ہونے والے کام ہیں اور یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال صالحہ ایمان کے احکام میں سے ہیں اور اسی معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان (یعنی عبادات) کو رائیگاں فرمائے۔ (البقرۃ:۱۴۳)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث مبارک میں اعمال قلوب مراد ہیں گویا اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرمائے گا کہ: ''اخرجوا من عمل عملا بنیة من قلبه'' ''ان لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤ جنہوں نے دل کے ارادہ سے کوئی عمل کیا

تھا''۔جیسا کہ ارشاد ہے''الاعمال بالنیات''''اعمال کا مدار نیتوں پر ہے'' اور اسی معنیٰ میں ایک عجیب وغریب واقعہ ہے جو چند صفحات کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بیان کیا جائے گا۔

تیسرا معنیٰ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد کسی مسلمان پر رحم کرنا' کسی یتیم بچے پر ترس کھانا ہو جس کا داعیہ اور باعث خداخوفی اور اللہ تعالیٰ سے اجروثواب کی امید اور توکل وبھروسہ ہو کیونکہ ان امور کا تعلق ظاہری اعضاء سے نہیں بلکہ یہ دل کے افعال ہیں' باقی ان اعمال کا نام ایمان اس لیے رکھا کہ ان کا تعلق ایمان کے محل اور جگہ یعنی دل سے ہے اور اس بات پر دلیل کہ ایمان سے مراد صرف ایمان جو کہ توحید واخلاص اور شریک باری تعالیٰ کی نفی سے عبارت ہے مراد نہیں بلکہ احکام ایمان اور دل کے افعال ہیں خود اسی حدیث میں موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہوا کہ ''اخرجوا اخرجوا''''نکالو نکالو'' اور پھر اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک مٹھی بھر کر ایسے لوگوں کو جہنم سے نکالے گا جنہوں نے کبھی کوئی خیر کا کام نہیں کیا تھا اور اس سے مراد خالص توحید ہے نہ کہ اعمال اور اس معنیٰ کی صراحت اس حدیث میں ملتی ہے جو حضرت انس سے مروی ہے اور علی بن معبد نے حدیث شفاعت میں یہ الفاظ آپ سے زیادہ روایت کیے ہیں' حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''پھر میں چوتھی مرتبہ اپنے رب کے پاس جاؤں گا اور انہی کلمات سے (جو رب نے مجھے القاء فرمائے ہوں گے) حمد کروں گا اور پھر سجدہ میں گر جاؤں گا' پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اُٹھایئے اور کہیے! آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی' میں عرض کروں گا: اے پروردگار! امتی' امتی! حضور فرماتے ہیں: پھر میں عرض کروں گا: اے اللہ! مجھے ان لوگوں کی شفاعت کی اجازت دیجیے جنہوں نے صرف ایک بار کلمہ طیبہ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پڑھا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ آپ کا حصہ نہیں ہے۔ یا فرمایا کہ یہ (شفاعت) آپ کی طرف مفوض نہیں ہے اور لیکن مجھے اپنی عزت' کبریائی' عظمت وجبروت کی قسم ہے میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور نکالوں گا جنہوں نے ایک بار بھی''لاالٰہ الا اللّٰہ'' کہا ہے۔

جہنم سے آزادی کے بعد جہنمیوں کے ماتھے کا نشان مٹا دیا جائے گا

حکیم ترمذی نے''نوادرالاصول'' میں محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ان کی پیشانیوں پر لکھ دیا جائے گا''عتقاء الرحمان'' ''اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ بندے'' تو جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ بندگانِ آزاد درخواست کریں گے کہ ان کی پیشانیوں سے یہ آزادی کا نشان مٹا دیا جائے چنانچہ ان کے سوال کرنے پر اس نشان کو محو کر دیا جائے گا اور ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا اور وہ فرشتہ ان کی پیشانیوں سے اس نشان کو صاف کر دے گا۔

ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جہنمیوں میں سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ جہنم میں نہ تو مریں گے اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے اور لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے نکال لینے کا ارادہ فرمائے گا ان کو اس میں موت سے دوچار کر دے گا' پھر ان کو

جہنم سے نکال کر نہر حیات میں ڈال دے گا اور ان کے اوپر پانی چھوڑ دے گا اور وہ لوگ اس طرح اٹھ کھڑے ہوں گے جس طرح سیلاب سے آنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب صورت میں اُگتا ہے اور اس کے بعد جب وہ جنت میں چلے جائیں گے تو اہل جنت ان کو جہنمی' جہنمی کہہ کر بلائیں گے جس پر وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اے اللہ! ہم سے اس نام کو زائل فرمادے' چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے یہ عار والا نام لوگوں کے اذہان سے محو کر دے گا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: دوزخ سے ایسے لوگوں کو نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا جن کے جسموں کو آگ نے جلا ڈالا ہوگا' جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اہل جنت ان کو جہنمیوں کے نام سے پکاریں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ص ۴۱۶' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳' السنۃ لابن ابی عاصم السنۃ رقم الحدیث: ۸۴۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے' آپ نے فرمایا: ''میری شفاعت سے ایک قوم دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے گی' ان کا نام اہلِ جنت جہنمی رکھیں گے۔'' یہ حدیث حسن ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۰۰' البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث: ۵۳)

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے شفاعت کا ثبوت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں' رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری شفاعت میری اُمت کے ان افراد کے لیے ہوگی جو کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے۔'' امام المحدثین ابو محمد عبد الحق نے فرمایا: ''یہ حدیث صحیح ہے۔''

ابوداؤد طیالسی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

طیالسی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو شخص کبیرہ گناہ کرنے والوں میں سے نہیں ہے' اس کا شفاعت سے کیا لگاؤ؟

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۵' ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳' ابن حبان ج ۸ ص ۱۳۲' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۹' الحاکم ج ۱ ص ۶۹' البیہقی ج ۸ ص ۱۷' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۰۲۶' القضاعی رقم الحدیث: ۲۳۶' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۶۱' البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۹' الخطیب ج ۱ ص ۴۱۶' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۳۱-۸۳۲' تخریج المشکاۃ الالبانی رقم الحدیث: ۵۵۹۸)

ابوالحسن دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنی اُمت میں بدکاروں کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔'' صحابہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ (ﷺ)! اُمت کے نیک لوگوں

کی شفاعت کا کیا بنے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''اور رہے میری اُمت کے نیکوکار تو وہ اپنے اعمال سے جنت میں جائیں گے لیکن بدکاروں کو میری شفاعت کے ذریعہ جنت نصیب ہوگی''۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۱۱۰-۳۹۱۱۱)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''مجھے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے کہ چاہوں تو شفاعت کرلوں اور چاہوں تو آدھی اُمت کو جنت میں لے جاؤں۔ میں نے اس میں شفاعت کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہ عام ہوگی اور زیادہ کفایت کرے گی اور تم شاید یہ خیال کرو کہ وہ متقین کے لیے ہوگی' نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں اور خطا کاروں کے لیے ہے۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۸۰-۴۳۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۷۵' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۷۹۱' الترغیب للمنذری ج ۴ ص ۸۴۷' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴' بیہقی رقم الحدیث: ۲۰۲-۲۰۳)

حدیثِ شفاعت اور علامہ قرطبی کی سند حدیث کا ذکر

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ انہوں نے اگر کسی خاص حدیث کا سماع کسی خاص شیخ سے کیا ہو تو اس حدیث کی پوری سند کو کتاب میں ذکر کرتے ہیں' اس طرح کئی حدیثوں کی اپنے شیوخ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ تک انہوں نے اپنی اسناد کا تذکرہ اس کتاب میں کیا ہے' اسی طرح حدیثِ شفاعت جس میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا کہ یا میری نصف اُمت کو جنت میں داخل کردیا جائے اور یا چاہوں تو شفاعت کرلوں اور میں نے شفاعت کرنے کو اختیار کیا' اس حدیث کی سند علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے' اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ مؤلف کے شیوخ میں ایک استاذۃ الحدیث اور شیخۃ الحدیث کا نام مبارک بھی آتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا ماضی کتنا روشن تھا' علمی اعتبار سے اس دور میں مسلمانوں کو کس قدر عروج حاصل تھا کہ مرد تو مرد رہے' مسلمان خواتین بھی شیخ الحدیث ایسے اعلیٰ منصب پر فائز رہی ہیں اور مسلمان خواتین نے علومِ دینیہ بالخصوص قرآن وحدیث کی اپنی تحریر اور تدریس کے ذریعے اعلیٰ خدمات انجام دی ہیں۔

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ کی ایک سند کی نقل

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ ہمیں اس حدیث کی خبر دی حضرت شیخ فقیہ ابوالقاسم عبداللہ بن علی بن خلف کوفی نے اور وہ مُجاز تھے اپنے والد ماجد حضرت فقیہہ' امام' محدث ابوالحسن علی بن خلف کوفی سے' انہوں نے فرمایا: یہ حدیث پڑھی گئی شیخہ' صالحہ' فخر النساء خدیجہ بنت احمد بن حسن بن عبدالکریم فہروانی کے سامنے ان کے گھر میں اور میں حاضر تھا اور میں نے اس حدیث کا سماع کیا' ان سے پوچھا گیا: کیا آپ سے یہ حدیث شیخ ابوعبداللہ الحسن بن احمد بن محمد النعالی نے بیان کی؟ تو انہوں نے اقرار کیا اور کہا کہ ہاں' ہمارے شیخ نے فرمایا: ہم سے یہ حدیث بیان کی ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد بن زرقویہ البزار نے (اور انہوں نے کہا:) ہمیں خبر دی ابوعلی اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن صالح الصغار نے (انہوں نے کہا کہ) ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن ایوب المخرمی نے (اور انہوں نے کہا کہ) ہمیں حدیث بیان کی ابوبدر شجاع بن ولید السکونی نے از زیاد ابن خیثمہ از نعیم بن ابی ہند از ربعی بن خراش اور وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا کہ یا تو میں شفاعت کرلوں

اور یا اپنی آدھی امت کو بخشوا لوں پس میں نے شفاعت کرنے کو پسند کیا' کیا تم سمجھتے ہو یہ پرہیزگاروں کے لیے ہوگی؟ نہیں' اور لیکن خطا کاروں اور گناہوں میں ملوث لوگوں کے لیے ہوگی''۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم جانتے ہو میرے رب نے آج کی رات مجھے کیا اختیار دیا ہے؟'' ہم نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر میں چاہوں تو میری آدھی اُمت جنت میں داخل کر دی جائے اور چاہوں تو شفاعت کروں' میں نے شفاعت کو پسند کیا۔'' ہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمالے۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''وہ ہر مسلمان کے لیے ہوگی''۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۷' صحیح ابن ماجہ للالبانی رقم الحدیث: ۳۴۸۵' ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۹۲' کتاب التوحید لابن خزیمہ ج۷ص۲۶' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۱۹' البعث لابن ابی داؤد رقم الحدیث: ۴۳' الحاکم ج۱ص۱۵)

ایک عجیب واقعہ اور نعرۂ تکبیر ''اللہ اکبر'' کی فضیلت

ابوبکر محمد بن ابراہیم کلاباذی نے ''بحر الفوائد'' میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ: ''میرا ایک بھتیجا تھا اور وہ شراب پینے کا عادی تھا' وہ بیمار ہوا تو اس نے مجھے ملاقات کے لیے پیغام بھیجا' میں اس کے گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو کالے رنگ کے فرشتے اس کے پاس بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا: ''انا للہ'' میرا بھتیجا ہلاک ہوگیا' اتنے میں گھر کے روشن دان سے دو سفید فرشتوں نے اندر جھانکا' ایک نے دوسرے سے کہا: ''نیچے اُترو اور اس نوجوان کے پاس جاؤ'' جب وہ نیچے آیا تو دونوں کالے فرشتے وہاں سے چلے گئے' اس سفید فام فرشتے نے آکر نوجوان کے منہ' پیٹ اور پاؤں کو سونگھا اور اپنے ساتھی سے جا کر کہا کہ: ''میں نے اس کا منہ سونگھا لیکن اس میں قرآن پاک پڑھنے اور ذکرِ الٰہی کی خوشبو نہیں پائی' پیٹ سونگھا مگر اس میں روزوں کی خوشبو نہیں پائی' قدموں کو سونگھا اور اس میں نماز پڑھنے کی خوشبو نہیں پائی۔'' اس کے ساتھی فرشتے نے اس سے کہا: ''تجھ پر افسوس ہے' تو کیسی تعجب کی بات کہتا ہے کہ یہ شخص ہو اُمتِ محمدیہ ﷺ کا ایک فرد! اور ان خصلتوں میں سے ایک بھی اس میں نہیں! تو دوبارہ اس کے پاس جا اور غور سے جائزہ لے'' وہ فرشتہ دوبارہ اس نوجوان کے پاس آیا اور اس نے پھر اس کے منہ' پیٹ اور قدموں کو سونگھ کر دیکھا اور کہا کہ: ''میں نے اس کے منہ کو سونگھا مگر اس میں ذکرِ الٰہی کی خوشبو نہ پائی اور اس کے پیٹ کو سونگھا اور اس میں روزوں کی خوشبو نہ پائی اور قدموں کو سونگھا اور ان میں نماز کی خوشبو نہ پائی'' یہ سن کر دوسرا فرشتہ کہنے لگا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون!'' تعجب ہے! تم کیسی بات کرتے ہو؟ یہ شخص اُمتِ محمدیہ ﷺ کا فرد ہو اور اس میں کوئی ایک بھی نیکی اور بھلائی کی بات نہ ہو' یہ کیسے ممکن ہے؟ بس تم اوپر چڑھو' میں خود اُتر کر چیک کرتا ہوں۔'' چنانچہ اس دوسرے فرشتے نے آکر اس کے منہ کو پھر پیٹ اور قدموں کو سونگھا مگر ان میں قرآن پڑھنے اور نماز' روزے کی خوشبو نہ پائی تو پھر دوبارہ از سرِ نو اس کو سونگھنا شروع کیا اور اس شرابی کی زبان کا کنارہ نکال کر اس کو سونگھا تو بے ساختہ کہا: ''اللہ اکبر!'' میں نے دیکھا کہ اس نے اتنا کیہ میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے

اللہ اکبر کہا تھا اور اس کی زبان سے اس اللہ اکبر کہنے کی خوشبو آ رہی ہے' پھر اس نوجوان کی روح پرواز کر گئی اور میں نے اس کے گھر کو کستوری کی خوشبو میں بسا ہوا پایا۔ اگلی صبح جب نمازِ فجر پڑھ کر ہم مسجد میں بیٹھے تھے تو میں نے نمازیوں سے کہا: ''کیا تمہیں کسی جنتی شخص کے متعلق رغبت ہے؟'' اور پھر میں نے اہلِ مسجد کو اپنے بھتیجے کا واقعہ سنایا۔ جب میں انتا کیہ کے ذکر پر پہنچا تو ان لوگوں نے کہا: ''یہ نام انطا کیہ ہے'' میں نے کہا ''نہیں! اللہ کی قسم! میں تو اس کا تلفظ ''ط'' کی بجائے (ت) کے ساتھ کروں گا کیونکہ میں نے فرشتے کی زبان سے انتا کیہ ہی سنا ہے۔''

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) فرماتے ہیں:

''یہ اس شخص کا حال ہے کہ جس نے خلوص اور للّٰہیت سے ''اللہ اکبر'' کہا تو اس کی نجات ہوگئی اور یہ کلمۂ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ نہیں ہے بلکہ اس کے ماسوا مراد ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں اور باقی رہی بات شفاعت کی تو حضور سید عالم ﷺ' ملائکہ' تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک مسلمان' یہ سب حضرات ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کے پاس مجرد ایمان اور تصدیق ہی نہیں ہوگی اس پر مستزاد ان کے پاس کچھ نیک عمل بھی ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل و کرم سے دوزخ سے نکال لائے گا کیونکہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور اس کی بات سچی ہے' وہ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دیتا ہے جو اس سے کم ہو جس کے لیے چاہے۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والی اور اپنے عہد کو پورا فرمانے والی ہے۔

فصل

ایک الجھاؤ کا سلجھاؤ

سابق باب کی دو حدیثوں میں تعارض ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جہنمی جب نہرِ حیات سے نکلیں گے تو ایسے ہوں گے جیسے موتی ہوتے ہیں اور ان کی گردنوں میں نتائج نامے ڈالے ہوئے ہوں گے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ: ان کی پیشانیوں پر تحریر ہوگا ''عتقاء الرحمٰن''۔

اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض اور ٹکراؤ کو اس طرح دُور کیا جا سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ بعض لوگوں کے جہنم سے آزاد ہونے کی نشانی اور علامت ان کی پیشانیوں پر بالفاظ ''عتقاء الرحمٰن'' نمایاں ہوگی اور بعض آزاد شدگاں کی علامتِ نجات اور ان کے آزاد ہونے کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کی گردنوں میں پٹے پڑے ہوں گے یعنی لوگ مختلف الاحوال ہوں گے' کسی کا حال کچھ ہوگا' کسی کا کچھ ہوگا۔ لہٰذا کوئی تعارض نہیں

ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے کہ شفاعت کرنے والوں کے اپنی اپنی شفاعت کے ذریعہ گناہ گاروں کو جہنم سے نکالنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''اب میں اپنے علم اور اپنی رحمت سے اس مقدار سے دوگنا لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا جتنی مقدار میں لوگ پہلے جہنم سے نکالے جا چکے ہیں بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ مقدار میں'' اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ ان نجات یافتہ لوگوں کی گردنوں میں لکھ دے گا: "عتقاء اللہ عزوجل" (اللہ تعالیٰ عزوجل کے آزاد کیے ہوئے بندگان) اور جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو اہلِ جنت ان کو جہنمی کہہ کر پکاریں گے۔

میں (مؤلف تذکرہ) کہتا ہوں کہ بعض اوقات رقبہ (گردن) کے لفظ سے پوری ذات اور شخص کامل کا ارادہ کیا جاتا ہے جیسے مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ. (النساء:۹۲) تو غلام آزاد کرنا ہے۔

اور حدیث مبارک میں ہے' حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اور اس نے ان کی گردنوں اور ان کی پشتوں میں جو اللہ کا حق ہے اس کو بھلایا نہیں۔

اور اسی طرح اہلِ عرب اپنے کلام اور محاورات میں ''رقاب'' کا اطلاق پورے مال پر بھی کر دیتے ہیں جیسے ایک شاعر کا شعر اس پر شاہد ہے:

غمر الرداء اذا تبسم ضاحکًا علقت لضحکتہ ''رقاب المال''

''جب وہ کھل کھلا کر ہنستی ہے تو چادر بھر جاتی ہے (یعنی وہ غنچہ دہن جب شگفتہ ہو کر پھول بنتی ہے تو چادر کو یوں بھر لیتی ہے کہ پھولے نہیں سماتی) وہ اپنی ایک مسکراہٹ سے تمام مال کو اپنے دامن سے آویزاں کر لیتی ہے''۔

یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں کا معنی یہ ہو: ''جہنمی جب نہرِ حیات سے نکلیں گے تو موتیوں کی مثل ہوں گے اور اہلِ جنت ان کی شناخت ان مہروں کی وجہ سے کریں گے جو ان کی پیشانیوں پر تحریر ہوں گی۔'' جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ میں وارد ہے اور اس صورت میں تعارض ہی پیدا نہیں ہوگا۔ (واللہ اعلم)

فصل

ایک سوال اور اس کا جواب

اس باب کی احادیث میں ہے کہ جہنمی جب جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے ماتھے پر جہنم سے نجات اور آزادی کا جو نشان لگایا گیا تھا' حدیث میں ہے کہ وہ اس نشان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ: ''اے اللہ تعالیٰ! تو ہماری پیشانیوں سے اس نشان کو مٹا دے۔'' اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نشان مثلاً ''عتقاء

الرحمٰن "تو ان کے لیے ایک تمغہ اور اعزاز ہے کہ اس کی نسبت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے جیسے تشریفی اسماء "نبیی" (میرا نبی) "بیتی" (میرا گھر بیت اللہ) "ناقة اللّٰہ" (اللہ تعالیٰ کی اونٹنی) "عرشی" (میرا عرش) اور "ملائکتی" (میرے فرشتے) میں ہے اور حدیث پاک میں ہے: "جو لوگ آپس میں اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں ان کی پیشانیوں پر مکتوب ہوگا "المتحابون فی اللّٰہ" "اللہ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے والے۔" پھر وہ لوگ اس اعزازی اور تشریفی نام کو محو کرنے اور اس کو مٹانے کا مطالبہ کس لیے کریں گے؟۔

جواب: ان کا یہ مطالبہ اس لیے ہوگا کہ وہ اپنے جنتی برادران سے حیاء محسوس کرتے ہیں اور نیز ان کو اس بات سے نفرت ہے کہ ان کی نسبت جہنم کی طرف کی جائے جو کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا ٹھکانا اور گھر ہے اس لیے وہ درخواست کریں گے کہ "اے مولائے کریم! جب تو نے احسان اور کرم فرماتے ہوئے ہمیں جنت میں داخل فرمادیا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی احسان فرمادے کہ ہماری پیشانی سے جہنم کی نسبت کا یہ نشان بھی محو کردے اور مٹادے۔ اور ایک حدیث مرفوع میں ہے حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اہلِ جنت ان سے کہیں گے: یہ جہنمی ہیں اس وقت وہ عرض کریں گے: "اے اللہ! اس عار سے تو ہمیں جہنم میں رہنا زیادہ پسند تھا۔" پس اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ایک ہوا بھیجے گا جس کو "مثیرۃ" کہا جاتا ہے اس ہوا کے چلنے سے ان کے چہروں سے وہ نشانات مٹ جائیں گے جس سے ان کے حسن و جمال اور چہرے کی رونق اور تروتازگی میں اضافہ ہوجائے گا۔

شیخ قرطبی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جہنمیوں میں سے وہ لوگ جو جہنم ہی کے ہمیشہ کے لیے سزاوار ہیں وہ اس میں نہ تو مریں گے اور نہ ہی زندگی کا مزہ پائیں گے۔ البتہ بعض ایسے مسلمان جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا وہ جہنم میں جل کر کوئلہ بن جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا اور ان کو جہنم سے نکال کر ایک نہر پر لے آئے گا جس کا نام "نہرِ حیات" یا "چشمہ آبِ حیات" ہوگا اہلِ جنت ان پر آب پاشی کریں گے جس سے وہ سبزے کی طرح تروتازہ ہو کر نمودار ہوں گے اور جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اہلِ جنت ان کا نام جہنمی رکھیں گے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ ان کا یہ نام زائل کردیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان سے یہ نام دُور کر کے ان کو جنتیوں کے ساتھ لاحق کردے گا"۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۹، مسند احمد ج ۳ ص ۵-۱۱، ابن حبان ج ۱ ص ۲۰۴، دارمی ج ۲ ص ۳۳۲، الزہد لابن مبارک رقم الحدیث: ۱۲۶۹)

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ جہنمیوں کے لیے چونکہ یہ نشانِ نجات اور علامتِ آزادی جہنم کی یاد تازہ کرنے والی ہوگی اس لیے ان کے لیے باعثِ عار اور شرمندگی ہوگی اور اسے ان کی پیشانیوں سے مٹادیا جائے گا۔ برخلاف ان لوگوں کے نشان کے جو باہم اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنے والوں کے چہروں پر ہوگا وہ چونکہ باعث عزت و شرف ہوگا

اور ایک اعلیٰ وارفع نسبت کا اعزاز ہوگا اس لیے یہ لوگ اس نشان کو مٹانے کا سوال کریں گے اور نہ ان سے اس نشان اور علامت کو مٹایا جائے گا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مذکورہ بالا بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنتیوں کی زندگی میں تکدر اور بدمزگی پائی جائے گی حالانکہ جنت تو وہ جگہ ہے کہ جہاں زندگی مکدر اور بدمزہ نہیں' خوشگوار ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعض مسلمانوں کو جو جہنم سے نکل کر جنت میں آئیں گے' جنت میں داخل ہونے کے وقت ان کو قدرے ایسی صورتحال سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے کچھ تلخی' بدمزگی اور ناخوشگواری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ تاہم بعد میں یہ پوزیشن نہیں رہے گی اور یہ چیز جنت میں داخل ہونے کے بعد ختم ہو جائے گی۔

دوسرا جواب: ہمارے علماء کرام نے ان لوگوں کو جو جہنم سے آزاد ہو کر جنت میں آئیں گے اور ان کی پیشانیوں پر جہنم سے آزادی کا نشان اور داغ لگا ہوگا اس کی مثال سمندر سے دی ہے کہ جیسے سمندر میں نجاستیں گرتی ہیں تو اس سے سمندر کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا اسی طرح اہل جنت کی نسبت قیاس کر لیں کہ اس سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور یہ خوبصورت تشبیہ ہے۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ موت کو (ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر) جنت اور دوزخ کے درمیان پل صراط کے اوپر اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جائے گا تو اس سے سب کو ایک دفعہ خوف لاحق ہوگا مگر بعد میں اہلِ جنت خوف سے محفوظ و مامون ہو جائیں گے اور ان کو خوشی اور مسرت حاصل ہوگی۔

فصل

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ قرآن مجید اور روزہ کیسے شفاعت کریں گے' شفاعت کرنا تو ذی روح انسان کا کام ہے؟

جواب: اس کا مطلب سابقہ ابواب میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ تاہم مزید وضاحت کے لیے ہم عرض کیے دیتے ہیں' حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: قیامت کے دن قرآن (کا ثواب) ایک دُبلے پتلے' کمزور اور لاغر سے مرد کی صورت میں آئے گا اور کہے گا: ''میں نے ہی تجھے رات کو جگائے رکھا اور دن کو پیاسا رکھا۔''

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۸۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲' الحاکم ج ۱ ص ۵۵۶' الہیثمی فی المجمع ج ۷ ص ۱۶۰)

قرآن مجید کی شفاعت کرنے اور سورۂ بقرہ و آلِ عمران کی فضیلت کا بیان

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے

ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: ''قیامت کے دن قرآنِ کریم اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا اور اس کے آگے سورۂ بقرہ اور آلِ عمران ہوں گی''۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سورتوں کے لیے تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا۔ فرمایا: ''وہ ایسی ہیں جیسے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان روشنی ہو یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہوں' وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی''۔

(صحیح مسلم ج ۶ ص ۹۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۳)

تشریح

علماء فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ثواب سے فرشتے پیدا فرما دیتا ہے اور وہ فرشتے تلاوت کرنے والوں کی وکالت کرتے ہیں۔ جیسے احادیث میں آیا ہے' حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص آیتِ کریمہ ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ''۔ (آل عمران: ۱۸) پڑھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے پیدا فرماتا ہے جو قیامت کے دن پڑھنے والے کے لیے بخشش کی دعا کریں گے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کی جو تین مثالیں دی ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں کے پڑھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جو بادل یا سائبان یا پرندوں کی قطاروں کی طرح ہوں گی اور ان پر قیامت کے دن حشر کی گرمی میں سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی۔ ہوسکتا ہے کہ پہلی مثال اس شخص کے لیے ہو جو صرف قرآن مجید پڑھتا ہو۔ معنیٰ سمجھتا ہو نہ ان پر عمل کرتا ہو اور دوسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو پڑھتا بھی ہو اور معنیٰ بھی سمجھتا ہو اور تیسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو ان پر عمل بھی کرتا ہو۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲' مترجم)

میں (مؤلف تذکرہ) کہتا ہوں: اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید (پڑھنے) کے ثواب سے اور روزے رکھنے کے ثواب سے دو معزز فرشتوں کو پیدا فرماتا ہے بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ باقی تمام نیک اعمال کرنے سے بھی فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو عمل کرنے والوں کے لیے شفاعت کریں گے۔

ابن مبارک اپنی کتاب ''دقائق ابن المبارک'' میں لکھتے ہیں:

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ قیامت کے دن مسلمان کا (نیک) عمل نہایت خوبصورت شکل میں متشکل ہو کر دلآویز خوشبو میں بسا ہوا جنت کی طرف بیٹھ جائے گا' جب بھی کوئی خوف اور گھبراہٹ کی بات ہوگی وہ صاحبِ عمل کو تسلی دے گا جس سے اس کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ آدمی کہے گا: ''اے فلاں! اللہ تعالیٰ تجھے اچھی جزاء دے تو نے مجھ پر احسان کیا ہے' آپ کون ہیں؟'' وہ خوش شکل کہے گا: ''کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ میں قبر میں اور دنیا میں تمہارا ساتھی رہا ہوں' میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ بخدا! تمہارا عمل اچھا تھا' اسی لیے میں اچھی اور حسین شکل میں مجسم ہو کر تمہارے سامنے ہوں' تمہارے عمل اور کردار میں نفاست اور پاکیزگی ہوتی تھی' یہی وجہ ہے کہ تم مجھے آج نفیس اور پاکیزہ صورت میں دیکھ رہے ہو۔ آیئے! مجھ پر سوار ہو جایئے کیونکہ دنیا میں میں بھی تو تم پر بہت سوار رہا ہوں''۔

اسی معنیٰ کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۔ اور اللہ بچائے گا پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ۔

(الزمر:۶۱)

یہاں تک کہ وہ عمل، صاحب عمل کو اپنے رب عزوجل کے پاس لے آئے گا اور عرض کرے گا: ''اے پروردگار! دنیا میں عمل کرنے والا ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول تھا' سوائے میرے اس ساتھی کے کہ اس نے خود کو نیک عمل کرنے میں مشغول رکھا (یعنی مجھ میں مصروف رہا) اس لیے میں اس کا سفارشی بن کر حاضر ہوا ہوں''۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''بتا تو کیا مانگتا ہے؟'' وہ عرض کرے گا: ''میں اپنے ساتھی کے لیے تیری رحمت اور بخشش کا طالب ہوں''۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''بے شک میں نے اس کی بخشش کر دی ہے''۔ پھر اس کو عزت و کرامت کا حلّہ پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج سجایا جائے گا جس میں ایسے موتی جڑے ہوئے ہوں گے کہ ان کی چمک اور روشنی دو دن کی مسافت اور دُوری تک جائے گی' پھر وہ عمل بارگاہِ رب العزت میں عرض کرے گا: ''اے پروردگار! میرا یہ ساتھی مجھ میں (نیک عمل) ایسا مشغول اور منہمک ہوتا تھا کہ یہ اپنے ماں باپ کی خدمت بھی پوری طرح نہ کر سکا جبکہ دوسرے لوگ جو تجارت کرتے تھے اور کوئی دوسری صنعت و حرفت کے مالک تھے' اپنے والدین کے پاس آتے تھے مگر اس کو نیک عمل سے اتنی فرصت نہ ملتی تھی''۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو بھی اسی کی مثل اجر و ثواب اور اعزاز و اکرام سے نوازے گا۔

کافر کی حالت کا بیان

قیامت کے دن کافر کا عمل نہایت بدصورت اور بدبودار شکل میں متشکل ہو کر اس کے پاس آئے گا اور اس کے پہلو میں بیٹھ جائے گا جو کافر کی گھبراہٹ اور خوف میں مسلسل زیادتی اور اضافہ کا سبب بنے گا۔ کافر کہے گا: ''تو بہت برا ساتھی ہے' تو کون ہے؟'' وہ بدشکل جواب میں کہے گا: ''کیا تو مجھے نہیں جانتا؟'' کافر کہے گا ''نہیں!'' تو وہ کہے گا: ''میں تیرا قبیح اور برا عمل ہوں' اسی لیے تو مجھے بدصورت اور بدبودار شکل میں دیکھ رہا ہے'' پھر وہ کافر سے کہے گا ''اپنا سر نیچا کر تا کہ میں تیری پشت پر سوار ہو سکوں کیونکہ تو بھی دنیا میں مجھ پر (یعنی بری خواہشات کے گھوڑے پر) زندگی بھر سوار رہا ہے''۔ اسی لیے ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

لِيَحْمِلُوْا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ تا کہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اُٹھائیں۔

(النحل:۲۵)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''یہ بات اپنی رائے اور قیاس سے نہیں کہی جا سکتی جب تک شارع سے ثابت نہ ہو اور اس کا معنی و مفہوم مستند حدیث سے ثابت ہے''۔

حضرت قیس بن عاصم منقری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے قیس! جب تو فوت ہوگا تو تیرے ساتھ تیرا ایک ساتھی بھی زندہ حالت میں ضرور دفن کیا جائے گا' اگر وہ اچھا

ہوا تو تیری عزت کرے گا اور اگر وہ برا اور کمینہ ہوا تو پھر تجھے قبر کی آفات و بلیات اور شدائد کے سپرد کر دے گا' پھر وہ قبر میں اور حشر میں تیرے ساتھ ہی رہے گا اور اسی کے بارے تجھ سے سوال ہوگا تو اس لیے تو اپنے اس ساتھی کو اچھا اور نیک ہی بنانا کیونکہ اگر وہ اچھا اور نیک ہوگا تو تیرا مونس و غم خوار ہوگا اور اگر وہ بے ہودہ ہوگا تو تجھے اس سے وحشت ہوگی اور وہ ساتھی تیرا عمل ہے۔''

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۶۶ ۔ ج ۷ ص ۲۴۴' الموضوعات ابن الجوزی ج ۳ ص ۱۱۹)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ ''روضۃ المشتاق والطریق الی الملک الخلاق'' میں لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن توبہ کو ایک اچھی صورت میں متشکل کر کے لایا جائے گا جس کے بدن سے پاکیزہ خوشبو آتی ہوگی' اس کی صورت اور خوشبو کو صرف مسلمان دیکھ اور محسوس کر سکے گا۔ مسلمان اس صورت سے مانوس ہو کر راحت پائیں گے لیکن جو کافر اور گناہ پر اصرار کرنے والا ہوگا' وہ مسلمان سے کہے گا: ''کیا وجہ ہے کہ جو صورت تمہیں نظر آتی ہے وہ ہم نہیں دیکھ سکتے اور ہم تمہاری طرح اس کی خوشبو بھی نہیں پاتے؟'' توبہ کہے گی: ''میں دنیا میں بارہا تمہارے سامنے پیش ہوئی لیکن تم نے میرا ارادہ ہی نہ کیا اور اگر تم مجھے قبول کر لیتے تو آج مجھے ایک پاکیزہ اور خوشبودار' حسین وجمیل صورت میں پا کر راحت اور اُنس محسوس کرتے۔'' یہ سن کر کافر اور نافرمان کہیں گے: ''ہم آج توبہ کرتے ہیں۔'' عرش کے نیچے سے آواز آئے گی: ''دُور ہو جاؤ' مہلت کے دن ختم ہو گئے اور توبہ کا وقت گزر گیا ہے اور اب اگر تم میرے پاس پوری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے' بھی لے کر آؤ تو تمہاری توبہ قبول ہوگی اور نہ تمہاری ندامت و پشیمانی پر اب رحم کیا جائے گا۔'' اس کے بعد توبہ ان سے دُور ہو جائے گی اور رحمت کے فرشتے ان کے پاس سے چلے جائیں گے اور عرش کے نیچے سے آواز آئے گی: ''اے دوزخ کے نگران فرشتو! آؤ اور ان دشمنانِ خدا کو پکڑ لو!''۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس حدیث سے ہمارے سابق بیان کی تائید اور وضاحت ہو جاتی ہے اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

جو لوگ قابلِ شفاعت ہوں گے' ان کی پہچان نماز اور وضو کے آثار کی وجہ سے ہونے کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

''قیامت کے دن نجات پانے والے مسلمان ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے' جہنم سے چھڑانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے: ''اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں' ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے' ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے اور حج کرتے تھے اور تو نے ان کو دوزخ میں ڈال دیا ہے۔'' ان سے کہا جائے گا: ''جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو۔'' (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور بعض مومن پل صراط سے گزر کر دوزخ سے نجات پا جائیں گے (اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا) حتیٰ کہ اللہ عزوجل اپنے

بندوں کے درمیان فیصلہ کر کے فارغ ہو جائے گا اور ارادہ فرمائے گا کہ جن لوگوں نے شرک نہیں کیا ہے' ان میں سے جن کو وہ چاہے محض اپنی رحمت سے جہنم سے نکال لے۔'' اس وقت فرشتوں کو حکم دے گا کہ جن لوگوں نے کلمۂ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑھا (اور تا دم مرگ اس پر قائم رہے اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا) ان کو جہنم سے نکال لیں۔ فرشتے ان لوگوں کو سجدوں کے نشانات کی وجہ سے پہچانیں گے کیونکہ آگ ابنِ آدم کے اعضاءِ سجود کے علاوہ تمام بدن کو کھا چکی ہوگی (یہ لوگ جلے ہوئے جسم کے ساتھ جہنم سے نکلیں گے) پھر ان پر آبِ حیات ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے یہ لوگ اس طرح تروتازہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی اور بھل میں پڑا دانہ اُگ پڑتا ہے۔ (صحیح مسلم ج۳ص۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ جہنم سے اس حال میں نکال کر جنت میں داخل کیے جائیں گے کہ ان کے چہروں کے علاوہ سارا جسم جل چکا ہوگا''۔

(صحیح مسلم ج۳ص۵۰' مسند احمد ج۳ص۳۵۵)

فصل

قیامت کے دن میں مومن اور کافر دونوں کے احوال کا بیان

اس باب کی سابق حدیث اس بات پر بڑی واضح دلیل ہے کہ قیامت کے دن اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ان افراد کے جنہوں نے کبیرہ گناہ کیے ہوں گے' چہروں کو سیاہ کیا جائے گا اور نہ ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی اور نہ ان کو طوق اور ہتھکڑیاں اور زنجیریں پہنائی جائیں گی' برخلاف کفار کے کہ ان کے چہرے اس دن کالے سیاہ ہوں گے' آنکھیں نیلی پڑی ہوں گی اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور اس معنیٰ پر نص وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن میری شفاعت میری اُمت کے صرف ان افراد کے لیے ہوگی جنہوں نے کبیرہ گناہ کیے اور پھر اسی حالت پر ان کو موت آ گئی۔ وہ لوگ جہنم کے بابِ اوّل میں ہوں گے' ان کے نہ تو چہرے سیاہ اور کالے ہوں گے' نہ آنکھیں نیلی پڑیں گی نہ ان کو ہتھکڑیاں لگائی جائیں گی اور نہ ان کو شیاطین کے ساتھ ملایا جائے گا اور نہ ان کو جہنم کے نچلے درجے میں پھینکا جائے گا اور نہ لوہے کے ہتھوڑوں اور گرزوں سے ان کو چوٹیں ماری جائیں گی۔ ان میں سے کچھ گھنٹہ بھر جہنم میں رہیں گے' پھر ان کو نکال لیا جائے گا' کچھ دن بھر' کچھ مہینہ بھر' کچھ سال بھر' پھر ان کو جہنم سے نکال لیں گے اور اکثر کو دنیا کی کل مدت جو سات ہزار سال ہے' کی مقدار جہنم میں رکھا جائے گا''۔

(آگے طویل حدیث ہے' اس کو حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں نقل کیا ہے' پوری حدیث آئندہ باب میں بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

ابوحامد قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ''کشف علومِ الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں:

''قیامت کے دن اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جوان سال' ادھیڑ عمر اور عمر رسیدہ مردوں اور عورتوں

میں سے ایسے افراد کو لایا جائے گا جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا۔ جہنم کا داروغہ "مالک" جب ان لوگوں کو دیکھے گا تو ان سے کہے گا: "اے گروہِ اشقیاء! تم کون ہو؟ تم سے زیادہ اچھی شکل وصورت والا کوئی شخص میرے پاس نہیں آیا کیونکہ تمہارے نہ چہرے کالے کیے گئے ہیں نہ تمہیں گلے میں طوق پہنائے گئے ہیں نہ تمہیں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈالی گئی ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟" وہ لوگ کہیں گے: "اے مالک! ہم اُمتِ محمدیہ علیہ السلام کے بدنصیب افراد ہیں (کہ جنہوں نے کبائر کا ارتکاب کر رکھا ہے) تو ہمیں چھوڑ دے تاکہ ہم اپنے گناہوں پر ندامت و پشیمانی کے آنسو بہالیں۔" جہنم کا داروغہ مالک ان سے کہے گا: "رو دھو لو مگر اب تمہیں رونا دھونا ہرگز کوئی فائدہ نہ دے گا۔" یہ سن کر عالم یہ ہوگا کہ کتنے ہی بوڑھے اپنی چٹی ڈاڑھی پر ہاتھ رکھے واویلا کر رہے ہوں گے: "ہائے دہائی بڑھاپا' ہائے لمبی حسرت' ہائے قوت کی کمزوری" اور کتنے ہی اُدھیڑ عمر پکاریں گے: "ہائے مصیبت' ہائے لمبا قیام!" اور بہت سے نوجوان اپنے حسن اور خوبصورتی کے زوال پر کفِ افسوس ملتے ہوئے "ہائے جوانی' ہائے جوانی" پکاریں گے اور بہت سی عورتیں اپنے بالوں کو نوچیں گی اور اپنا ناتھا پکڑے واویلا کریں گی: "ہائے بدبختی' ہائے ہمارا پردہ چاک ہوگیا" چنانچہ یہ شیخ و شاب خورد و کلاں مرد و زن ایک ہزار برس تک آہ و بکا اور گریہ زاری کرتے ہیں۔ ایک ہزار سال عرصہ کے بعد اللہ عزوجل کی طرف سے نداء آئے گی: اے مالک! (جہنم کے داروغہ کا نام ہے) ان سب لوگوں کو جہنم کے باب اوّل میں داخل کر دے' اس کے بعد آگ جب جلانے کو ان کی طرف لپکے گی تو وہ سب یک زبان ہو کر کہیں گے: "لا الٰہ الا اللّٰہ!" پس جہنم کی آگ پانچ سو سال کے لیے ان سے دُور ہو جائے گی' پھر رونا شروع کر دیں گے اور ان کی آوازیں بلند ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء آئے گی: "اے آتشِ جہنم! ان کو اپنی لپیٹ میں لے لے' اے مالک! ان کو جہنم کے فرسٹ گیٹ میں داخل کر دے۔" اس وقت جہنم کی آگ کی آواز اس طرح آئے گی جس طرح آسمانی بجلی کڑکنے اور بادل گرجنے کی آواز ہوتی ہے' پھر آگ جب ان کے قلوب کو جلانے کا ارادہ کرے گی تو جہنم کا فرشتہ مالک اس کو جھڑک دے گا اور کہے گا: "اے آگ! تو ان کے دلوں کو نہ جلانا کیونکہ ان کے اندر قرآنِ کریم محفوظ ہے اور یہ ایمان کا محل ہیں" پھر جہنم کے سپاہی دہکتے ہوئے انگارے لے کر ان لوگوں کے پیٹوں میں ڈالنے کے لیے آگے بڑھیں گے تو مالک ان کو ڈانٹ دیں گے اور کہیں گے: "ان پیٹوں میں آگ مت ڈالو جن کو رمضان المبارک نے بھوکا رکھا" اور آگ ایسی پیشانیوں کو نہیں جلائے گی جو اللہ کے حضور سجدہ ریز رہی ہوں گی' پھر یہ لوگ جہنم میں پڑے رہنے کی وجہ سے کالے سیاہ کوئلے کی طرح ہو جائیں گے۔ تاہم ان کے قلوب میں ایمان چمکتا ہوگا۔

(اس کا مزید بیان "ابواب النار" کے آخر میں آئے گا) اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے نہ بنائے جو جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور اس میں جل کر کوئلہ ہو جائیں' اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

فصل

اس حدیث میں ہے: "اذا فرغ اللّٰہ" (جب اللہ تعالیٰ حساب کا قصد فرمائے گا)۔
مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

یہ متشابہات میں سے ہے۔قرآن مجید میں ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ○ اے گروہِ جن وانس! جلد سب کام نمٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں۔ (الرحمٰن:٣١)

اس کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو ڈرانے اور ان کو وعید (عذاب کی خبر) سنانے میں مبالغہ کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ کسی شغل میں مشغول ہو اور پھر اس سے دوسرے کام کے لیے فراغت پائے۔محاورہ میں کہتے ہیں:''میں ابھی تیرے لیے فارغ ہوتا ہوں اور تجھے سبق سکھاتا ہوں۔'' اگرچہ وہ قائل کسی شغل میں مشغول نہ بھی ہو۔

☆......ایک معنیٰ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے بدلہ دینے اور سزا وعقوبت کا قصد کرنا مراد ہے جیسے آدمی کسی کو دھمکی دیتے ہوئے کہے:

اذا أتفرغ لک أی أقصدک. تو میں تیرے لیے فارغ ہو رہا ہوں اور اب تو ہی میرا ٹارگٹ ہے، تجھے بھی دیکھ لیتا ہوں۔

یعنی ''فروغ'' کا معنیٰ قصد کرنا اور فیصلہ کرنا ہے۔جریر بن نمیر جعفی کا شعر ہے:

ألان وقد فرغت الى نمير فهذا حين كنت لها عذابا

''میں ابھی تیری طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور تجھے بھی دیکھ لیتا ہوں یہ آپ اس وقت کہیں گے جب آپ مخاطب کو سزا اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں''۔

لفظ فراغت سے شاعر نے قصد کرنے کا معنیٰ مراد لیا ہے تو اب ''فروغ الله من القضاء بين العباد'' کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کا پورا حساب لیا اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیا کیونکہ اللہ سبحانہ کے لیے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ ایک کام چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول ہو گیا۔

٤٦- قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کی امید رکھنے کا بیان

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:''تم میرے کرم کی وجہ سے پل صراط سے گزر جاؤ اور میری رحمت کے سبب سے جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنے اعمال کے حساب سے جنت میں اپنا اپنا حصہ پاؤ''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: (قیامت کے دن) عرش کے نیچے ایک منادی نداء کرے گا ''اے اُمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء! سنو! میرا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ میں نے معاف فرما دیا ہے، اب تمہارے ذمے تمہارے آپس کے ایک دوسرے پر جو حقوق ادا کرنا رہ گئے تھے، باقی ہیں تو تم ایک دوسرے کو معاف کر کے میری رحمت سے جنت میں چلے جاؤ''۔(العراقی تخریج الاحیاء ج۴ص۵۴۵، الدیلمی الفردوس رقم الحدیث:۸۸۷۱)

☆......ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ آیتِ کریمہ پڑھتے ہوئے سنا:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط. (آل عمران:۱۰۳) اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔

اعرابی نے کہا: ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ جب تمہیں جہنم میں ڈالنا چاہے تو پھر وہ تمہیں اس سے نہیں بچائے گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''لو اس بے سمجھ کی بات سنو!'' (کیا کہہ رہا ہے)۔

جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا' وہ جنتی ہے

صنابحی کا بیان ہے کہ میں حضرت عبادہ بن صامت کی بیمار پُرسی کے لیے ان کے پاس حاضر ہوا۔ عبادہ موت و حیات کی کش مکش میں تھے' میں انہیں دیکھ کر رونے لگا۔ انہوں نے فرمایا: ''روتے کیوں ہو؟ قسم اللہ کی اگر مجھے گواہ بنایا گیا تو میں تمہارے لیے گواہی دوں گا اور اگر مجھے شفاعت کرنے والا بنایا گیا تو میں تمہاری شفاعت کروں گا اور اگر مجھ سے ہو سکا تو ضرور تم کو نفع پہنچاؤں گا۔'' اس کے بعد عبادہ فرمانے لگے: ''میں نے ایک حدیث کے علاوہ رسولِ اکرم ﷺ سے سنی ہوئی تمام حدیثیں تم کو سنا دیں اور وہ حدیث بھی آج میں تمہیں سنا دیتا ہوں کیونکہ اب میں قریب مرگ ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا کہ: ''جس شخص نے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دی' اللہ تعالیٰ نے اس پر نارِ جہنم کو حرام فرما دیا ہے۔

(صحیح مسلم ج۱ص ۲۲۹' ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۸' مسند احمد ج ۴ص ۴۰۲' ابن حبان ج ۱ص ۲۱۲-۲۱۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اس دن اس نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ ہر رحمت کی وسعت اتنی ہے جیسے زمین اور آسمان کے درمیان وسعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک رحمت نازل کی ہے' اسی (۱/۱۰۰) رحمت کی وجہ سے والدہ اپنی اولاد پر رحمت کرتی ہے اور درندے اور پرندے بعض اپنے بعض پر رحمت اور شفقت کرتے ہیں' جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان رحمت کو باقی ۹۹ رحمتوں کے ساتھ ملا کر اپنی رحمت کو مکمل فرمائے گا۔ (صحیح بخاری ج۱۱ص ۳۰۱' صحیح مسلم ج۱۷ص ۶۹' ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۱' ابن ماجۃ رقم الحدیث: ۴۲۹۴' مسند احمد ج ۴ص ۳۱۲' ج۵-۴۳۹' ابن حبان ج ۸ص ۶' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۵۴' البغوی ج ۱۴ص ۳۷۸)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

''جب قیامت کا دن ہوگا تو اس رحمت کو اللہ تعالیٰ ان ننانوے (۹۹) رحمتوں کی طرف لوٹا دے گا اور اس کے ساتھ سو (۱۰۰) کو مکمل فرمائے گا اور پھر اس کے ذریعے اپنے بندوں پر رحمت فرمائے گا۔''

شیخ قرطبی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جب آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا تو اس دن پوری سو (۱۰۰) رحمتوں کی تخلیق فرمائی۔ ہر رحمت میں اتنی وسعت ہے جیسے آسمان اور زمین کی بھرائی ہے' پھر ان سو (۱۰۰) میں ایک رحمت کو اپنی پوری مخلوق میں تقسیم فرمایا' اس ایک رحمت سے تمام مخلوقِ خداوندی آپس میں ایک دوسرے پر رحمت کرتی ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا' اس رحمت کو

ننانوے (۹۹) رحمتوں کے ساتھ ملا کر اللہ تعالیٰ اس کو پوری سو (۱۰۰) بنا دے گا اور پھر اس کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا حتیٰ کہ شیطان بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ پانے کی امید سے دامن پھیلا دے گا۔

وگر در دہد یک صلائے کرم　　عزازیل گوید نصیبے برم

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت اور بخشش کا اعلان فرما دے تو شیطان جیسا بھی اس کی رحمت کا امیدوار ہو اور پکار اٹھے کہ میں بھی اپنا حصہ لے جاؤں گا''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر رحمت کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا حتیٰ کہ شیطان بھی جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کو دیکھے گا تو اس کے سینے میں رحمت کی امید سے خوشی اور مسرت کی ایک لہر دوڑ جائے گی۔

حضرت اصمعی کہتے ہیں:

ایک شخص روزِ قیامت کے ہولناک مناظر کو بیان کر رہا تھا اور ایک اعرابی (دیہاتی) بیٹھا ہوا سن رہا تھا' اس نے کہا: اے شخص! بندوں کی فریاد کا جواب کون دے گا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ' تو اعرابی نے کہا: بے شک کریم ذات جب قادر ہو تو اس کی عادت اور شان معاف کر دینا اور بخش دینا ہی ہوتی ہے۔

اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○　　وہی لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا۔　　(المدثر:۵٦)

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے خوف رکھا جائے اور جس نے مجھ سے خوف کھایا اور اس نے میرے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہ بنایا تو میری شان یہی ہے کہ اس کو بخش دوں۔'' ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا اور کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ترمذی ج۹ ص ۲۴۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۹)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جتنا کوئی ماں اپنے بچے پر شفقت کرنے والی ہوتی ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے' ایک عورت ان قیدیوں میں سے کسی کو تلاش کر رہی تھی' اچانک قیدیوں میں اس کو اپنا بچہ مل گیا' اس نے اس بچہ کو اُٹھایا اور

اپنے پیٹ سے چمٹا لیا اور اس کو دودھ پلانے لگی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟" ہم نے کہا: "اللہ کی قسم! نہیں' اس کا کبھی بھی یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو آگ میں ڈال دے۔" رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ عورت اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے اللہ کریم اس سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔" (امام بخاری نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔)

(صحیح بخاری ج ۱۰ص ۴۲۶' صحیح مسلم ج ۱۷ص ۷۰' البغوی ج ۱۴ص ۳۷۸)

ایک عجیب واقعہ

ابو غالب فرماتے ہیں کہ میرا شام میں حضرت ابوامامہ کے ہاں آنا جانا رہتا تھا' ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابوامامہ کے پڑوس میں ایک لڑکا بیمار پڑ گیا' میں اس کی عیادت کو گیا۔ وہ لڑکا کہتے ہیں بڑا نافرمان اور سرکش تھا' اس کے پاس اس لڑکے کا چچا بیٹھا ہوا اس کو سخت سست کہہ رہا تھا کہ اے دشمنِ خدا! کیا میں تجھے برے کاموں سے منع نہ کرتا تھا؟ مگر تو نے میری ایک نہیں سنی اور کوئی اچھا کام نہیں کیا' اب دیکھ رہا ہے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ؟" وہ لڑکا بولا: "اے چچا! مجھے آپ ایک بات بتایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو میری ماں کے سپرد کر دیتا تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتی؟" اس کے چچا نے کہا کہ وہ تجھ کو جنت میں داخل کرتی تو اس لڑکے نے کہا: "قسم اللہ کی! اللہ کریم مجھ پر میری ماں سے زائد رحم کرنے والا ہے"۔ قضائے الٰہی سے وہ لڑکا اسی وقت فوت ہو گیا' اس کے چچا نے اس کے کفن دفن کا اہتمام کیا' نمازِ جنازہ کے بعد جب اس کو قبر میں اُتارنے لگے تو ابو غالب کہتے ہیں کہ اس کے چچا کے ساتھ میں بھی قبر میں اُترا' جب اس پر اینٹیں رکھی جا رہی تھیں تو ایک اینٹ گر پڑی تو اس کا چچا اچانک کچھ دیکھ کر گھبرا گیا اور چلایا: میں نے کہا: "تجھے کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا: "اس لڑکے کی قبر میں حدِ نگاہ تک وسعت کر دی گئی ہے اور وہ نور سے بھر دی گئی ہے اور میں یہ منظر دیکھ کر حیران ہو گیا ہوں"۔

اطاعت اور حُسنِ ظن

ہلال بن سعید بیان کرتے ہیں:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو آدمیوں کو دوزخ سے نکالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دو شخصوں سے فرمائے گا "تم دونوں نے دوزخ میں اپنا ٹھکانا کیسا پایا؟" وہ شخص کہیں گے "بہت برا" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا "یہ سب تمہارے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے اور میں اپنے بندوں پر کوئی ظلم کرنے والا نہیں ہوں" پھر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ دونوں دوبارہ دوزخ میں چلے جاؤ' ان میں سے ایک شخص اپنی زنجیروں میں جکڑا ہوا فوراً تیزی سے دوزخ کی طرف چل دے گا اور خود کو دوزخ میں ڈال دے گا اور دوسرا شخص خود کو دوزخ میں ڈالنے سے تردد کرے گا اور وہیں کھڑا رہے گا' پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو واپس بلائے گا اور دونوں سے ان کا حال پوچھے گا' جس شخص نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً اپنے آپ کو آگ کے سپرد کر دیا تھا' وہ عرض کرے گا: "اے اللہ! جب مجھے یہ خبر دی گئی کہ دوزخ میں جانے کا سبب میری نافرمانی بنی تو میں نے معصیت اور نافرمانی کے وبال سے ڈرتے ہوئے فوراً خود کو دوزخ میں ڈال دیا تا کہ کہیں دوبارہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی سرزد نہ ہو جائے۔" اور دوسرا شخص جو دوبارہ

دوزخ میں جانے سے رُک جاتا ہے' وہ عرض کرے گا: ''اے اللہ! تیرے امر کے باوجود میرا دوزخ میں نہ جانا اس وجہ سے ہوا کہ میرا تیرے ساتھ حسنِ ظن یہ تھا کہ جب ایک مرتبہ تو نے مجھے دوزخ سے نکال لیا تو دوبارہ مجھے تو دوزخ میں نہیں لوٹائے گا۔'' اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان دونوں شخصوں کو جنت میں لے جاؤ۔

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اسی مضمون کی ایک حدیث امام ترمذی نے مرفوعاً روایت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوزخ میں داخل ہونے والوں میں سے دو آدمی زور سے چلانے لگیں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ان دونوں کو نکالو' جب نکالے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: ''تم دونوں کیوں چیخ رہے تھے؟'' وہ بولیں گے: ''بامید آنکہ تو ہم پر رحم فرمائے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میری رحمت تمہارے لیے ہے.....تم دونوں جہنم میں اپنی اسی جگہ واپس چلے جاؤ جہاں تم تھے۔'' پس وہ دونوں جہنم کی طرف چل دیں گے' ان میں سے ایک شخص اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دے گا مگر جہنم کو اس پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا جائے گا' دوسرا کھڑا رہے گا اور خود کو سپردِ آتش کرنے سے ہچکچائے گا' رب تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا: ''تو نے خود کو اپنے ساتھی کی طرح دوزخ میں کیوں نہیں ڈالا؟'' وہ عرض کرے گا: ''اے میرے پروردگار! مجھے امید ہے کہ تو ایک مرتبہ دوزخ سے نکال لینے کے بعد دوبارہ مجھے اس میں نہیں لوٹائے گا۔'' رب کریم ارشاد فرمائے گا: ''تیرے لیے تیری امید (کاثمر) ہے۔'' پس ان دونوں شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۹' الذھبی الکاشف ج ۲ ص ۱۴۶)

ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں کیونکہ یہ حدیث رشدین بن سعد سے مروی ہے اور رشدین بن سعد ابن انعم الافریقی سے روایت لیتا ہے اور افریقی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

خوف اور امید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''اس شخص کو آگ سے نکال لو جس نے ایک دن بھی مجھے یاد کیا یا کسی مقام پر بھی مجھ سے ڈرا۔'' (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۹' ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۹۲' الحاکم ج ۱ ص ۷۰' ابن ابی عاصم السنہ رقم الحدیث: ۸۳۳' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۴۵۳)

امام ترمذی نے فرمایا: ''یہ حدیث حسن غریب ہے۔'' (ترمذی: ابواب صفت جہنم)

حافظ ابو نعیم نے اسحاق بن سوید سے روایت کیا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال حضرت مسلم بن یسار کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا' انہوں نے راستہ میں کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ جب ہم ''ذاتِ عرق'' کے مقام پر پہنچے تو پھر انہوں نے ہم سے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ: ''اس شخص کی نیکیوں میں نظر کرو' جب دیکھا جائے گا تو اس کی کوئی نیکی نہیں ملے گی' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اب اس کے گناہ دیکھو' چنانچہ جب اس کے گناہ

بکثرت پائے جائیں گے تو اس کو جہنم میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ جب وہ شخص جہنم کی طرف چلے گا تو مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ: "اس شخص کو واپس لاؤ" جب (وہ حاضر ہوگا) تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے پوچھے گا: "اے بندے! یہ بتا تو نے پیچھے مڑ کر کیوں دیکھا تھا؟" بندہ عرض کرے گا: "اے میرے رب! تیرے متعلق میرا یہ گمان نہ تھا" (کہ تو مجھے جہنم میں پھینک دے گا) یا کہے گا (راوی ابراہیم کو شک ہے): "اے میرے رب! تیرے متعلق مجھے یہ امید نہ تھی۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "تو نے سچ کہا" پھر اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۹۵)

میں (مؤلف تذکرہ) کہتا ہوں کہ اسی مضمون کی حدیث ابن المبارک سے مرفوعاً مروی ہے۔

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما چکے گا تو دو مرد باقی بچ جائیں گے' ان کے متعلق اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ: "ان کو جہنم میں لے جاؤ" ان میں سے ایک شخص مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اسے میرے پاس لاؤ" جب فرشتے اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شخص سے کہا جائے گا: "تو نے پیچھے مڑ کر کس لیے دیکھا تھا؟" وہ شخص کہے گا: "اے اللہ! مجھے امید تھی کہ تو مجھے جنت میں داخل فرما دے گا" پس حکم ہوگا کہ اسے جنت میں داخل کر دو' حضور ﷺ فرماتے ہیں: وہ شخص کہے گا: "بے شک میرے رب نے مجھے اتنا کچھ عطا فرمایا ہے کہ اگر میں ان نعمتوں میں سے جو میرے پاس ہیں' تمام اہلِ جنت کو کھلاؤں تو اس میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔"

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰' ابن المبارک زوائد نعیم بن حماد رقم الحدیث: ۴۰۹)

دونوں راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت یہ حدیث مبارک بیان فرما رہے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نظر آتے تھے۔

مؤلف تذکرہ کہتے ہیں:

اسی معنیٰ کی ایک حدیث امام مسلم نے بھی روایت کی ہے جس میں ایک شخص کے لیے ایک کے بعد دوسرا درخت اونچا کرنے کا ذکر ہے حتیٰ کہ اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور آگے بھی اس کا ذکر آئے گا۔

سب سے پہلے مکالمہ کا بیان

جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ مومنین سے سب سے پہلی بات کیا ارشاد فرمائے گا؟ اور وہ کیا عرض کریں گے؟

ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس بات کی خبر دوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنین کے ساتھ سب سے پہلی بات کیا کرے گا؟" صحابہ

نے عرض کی: ''ہاں یارسول اللہ (ﷺ)!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمائے گا: ''کیا تم میری ملاقات کو پسند کرتے تھے؟'' وہ عرض کریں گے: ''ہاں! اے ہمارے رب!'' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہ بتاؤ تمہارا میرے ساتھ ملاقات کرنے کے شوق اور محبت کا باعث کیا چیز تھی؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: اہلِ ایمان عرض کریں گے: ''تیری رحمت' بخشش اور رضا'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''بے شک میری رحمت تمہارے لیے واجب ہوگئی ہے''۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸' طبرانی الکبیر ج ۲۰ ص ۹۴' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۷۹' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۱۶۰۶)

لوگوں کو رحمتِ خداوندی سے مایوس کرنے والے شخص کا انجام

حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے' حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: ''گزشتہ اُمتوں میں ایک شخص تھا جو عبادت و ریاضت میں بڑی کوشش کرتا تھا اور وہ لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کرتا تھا' پھر وہ مرگیا' جب وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں گیا تو کہنے لگا: ''اے پروردگار! تیری بارگاہ میں میرے لیے کیا اجر وثواب ہے؟'' اللہ نے فرمایا: ''جہنم کی آگ ہے'' اس نے کہا: ''تو میری عبادت اور ریاضت کہاں گئی؟'' جواب ملا کہ: ''تو دنیا میں لوگوں کو میری رحمت سے ناامید کیا کرتا تھا اور آج کے دن میں تجھے اپنی رحمت سے ناامید و محروم کرتا ہوں''۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۲)

فقیہ (سمجھ دار) کون ہے؟

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ فقیہ وہ شخص ہوتا ہے جو نہ تو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کرنے والا ہو اور نہ ہی اللہ عزوجل کی نافرمانی کرنے کی چھٹی دینے والا ہو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۶)

جنت اور دوزخ کا ذکر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت کا تکالیف اور ناگوار امور نے احاطہ کیا ہوا ہے اور دوزخ کا احاطہ نفسانی خواہشات و شہوات نے کر رکھا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۳۲۰' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۶۵' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۰' ج ۳ ص ۱۵۳' ابن حبان ج ۲ ص ۴۹' البغوی رقم الحدیث: ۴۰۸۴' دارمی ج ۲ ص ۳۳۹)

امام ترمذی نے کہا ''یہ حدیث صحیح غریب ہے۔''

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کرنے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ جنت کو اور اس کے اندر اہلِ جنت کے لیے جو کچھ سامان میں نے تیار کیا ہے' اسے بغور دیکھو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''جبریل علیہ السلام نے جنت میں آکر جنت اور اہلِ جنت کے لیے اس میں تیار کیے گئے ساز و سامان کو دیکھا اور واپس آکر عرض کیا: ''اے اللہ! تیری عزت کی قسم! جو شخص بھی اس کے بارے میں سنے گا' اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔'' چنانچہ اللہ

تعالیٰ کے امر سے اسے تکلیف دہ اور گراں خاطر امور سے محصور کر دیا گیا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ دوبارہ جا کر اہلِ جنت کے لیے تیار کردہ سامان کا جائزہ لو جب وہ دوبارہ آئے تو دیکھا کہ اسے چاروں طرف مصائب اور سخت مشکلات کی باڑ لگا دی گئی ہے' اب واپس حاضر ہو کر اللہ رب العزت کے دربار میں عرض کیا: ''یا اللہ! تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جا کر جہنم اور اس میں جہنمیوں کے لیے جو کچھ تیار کیا گیا ہے' اس کو دیکھو۔'' جبریل علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک حصہ دوسرے پر چڑھتا جا رہا ہے۔ واپس آ کر عرض کی: ''اے اللہ! تیری عزت کی قسم! جو بھی اس کے بارے میں سنے گا اس میں داخل ہونے کے لیے آمادہ نہ ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے شہوات اور خواہشات کے درمیان محصور کر دیا گیا پھر فرمایا: ''اب جا کر دیکھو'' حضرت جبریل علیہ السلام نے واپس آ کر عرض کیا: ''اے اللہ! تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں سارے لوگ ہی اس کے اندر نہ جا پڑیں اور اس سے بچنے والا کوئی ایک بھی نہ ہو۔'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۸' نسائی رقم الحدیث: ۳۷۶۳' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۹۶)

(۳) **فصل: ''المکارہ''**: ہر وہ چیز جو نفس پر شاق گزرے اور اس پر عمل کرنا باعث مشقت ہو اسے مکارہ میں شمار کیا جاتا ہے' مثلاً اعمال طاعات' مصائب پر صبر اور دیگر مکروہات۔ **''الشھوات''**: ہر وہ کام جو نفس کے موافق ہو۔ نفس اس کام کی طرف مائل ہوتا ہو اور اس کی طرف انسان کو بلاتا ہو۔

صاحب الشہاب نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے جنت اور جہنم کے راستوں کی مثال کو ایک تمثیل کے ذریعے بیان فرمایا۔ ارشادِ نبوی (ﷺ) ہے: ''جنت کا راستہ بڑا کٹھن ہے اور دوزخ کا راستہ نہایت ہموار ہے۔''

(۲) **الحزن**: ایسا راستہ جس پر چلنا ناگوار (باعثِ غم) ہو۔ **الربوۃ**: اس سے مراد بلند جگہ ہے۔ **السھوۃ**: (سین مہملہ کے ساتھ) ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس پر چلنے میں دشواری نہ ہو۔

حدیث کی تشریح

قاضی ابوبکر ابن عربی اپنی کتاب ''سراج المریدین'' میں لکھتے ہیں: حضور ﷺ کے ارشاد ''**حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشھوات**'' کا مفہوم یہ ہے کہ مکارہ اور شہوات جنت اور دوزخ کے اطراف میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنت ناپسندیدہ باتوں سے ڈھانپ دی گئی ہے اور دوزخ شہوات سے۔ لہٰذا جو شخص حجاب پر مطلع ہو گیا وہ حقیقت کو پا گیا اور جس نے خارج کو دیکھا وہ حدیث کے مفہوم اور حقیقتِ حال سے گمراہ ہو گیا۔

پس اگر کہا جائے کہ دوزخ کو کیسے شہوات سے ڈھانپ دیا گیا ہے؟ تو ہم (علامہ قرطبی) کہیں گے کہ مطلب ایک ہی ہے۔ اس لیے کہ جو شخص تقویٰ سے عاری ہے' جس کی سماعت و بصارت کو شہوات نے مغلوب کر رکھا ہے' وہ

صرف شہوات کو دیکھتا ہے اور شہوات میں مخفی آگ کو نہیں دیکھتا۔ اور ایسا اس کی جہالت اور غفلت کی بناء پر ہوتا ہے' ایسا شخص اس پرندے کی مانند ہے جو ٹریپ (پھندے) میں پڑے دانے کو تو دیکھتا ہے لیکن دانے کی خواہش کے دل پر غلبہ ہونے کی وجہ سے جال کو نہیں دیکھتا۔

جنت اور دوزخ کے مباحثہ اور جنتیوں اور جہنمیوں کی صفات کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ اور جنت کا آپس میں مباحثہ ہوا۔ دوزخ نے کہا: ''مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے۔'' جنت نے کہا: ''مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوں گے'' اللہ عزوجل نے دوزخ کو فرمایا کہ: ''اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے' میں جس کو چاہوں گا تیرے ذریعے سے عذاب دوں گا'' (اور بعض اوقات فرمایا:) ''میں جس کو چاہوں گا تیرے ذریعے سے عذاب پہنچاؤں گا۔'' جنت سے فرمایا: ''تم میری رحمت ہو' میں تمہارے سبب سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم دونوں میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے۔'' (ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے) (صحیح بخاری ج ۸ ص ۵۹۴' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۸۰' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰' ج ۳ ص ۷۹' حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۳۷' ابن حبان ج ۹ ص ۲۸۱' عبدالرزاق مصنف رقم الحدیث: ۲۰۸۹۳)

فصل

حاکم ابو عبداللہ نے ''علوم الحدیث'' میں لکھا ہے: محمد بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ''دوزخ اور جنت میں مباحثہ'' والی حدیث ہے کہ جنت نے کہا کہ: ''مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوں گے'' تو اس ضعیف (کمزور) اور مسکین سے مراد کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ضعیف اور کمزور سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو ایک دن میں بیس مرتبہ یا پچاس مرتبہ روزانہ ''**لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم**'' کے سبب سے عذاب سے بچاتا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں:

''ایسی بات اپنی رائے اور قیاس سے نہیں کہی جا سکتی لہٰذا حضرت ابن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول حدیث مرفوع ہوگا۔'' واللہ اعلم۔

اور مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے تواضع کرنے والے ہیں اور انہی کی طرف حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اس ارشادِ مبارک میں اشارہ فرمایا ہے: اے اللہ! مجھے مسکین ہونے کی حالت میں زندہ رکھنا اور مسکین ہونے کی حالت میں موت دینا اور مسکینوں کے گروہ میں مجھے اُٹھانا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۲۶' الحاکم ج ۴ ص ۳۲۲' بیہقی ج ۷ ص ۱۲' الخطیب ج ۴ ص ۱۱۱' الالبانی ارواء الغلیل ج ۳ ص ۳۵۸)

کسی شاعر نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ:

اذا أردت شريف الناس كلهم فانظر الى ملك فى زى مسكين

''اگر تو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہے تو اس بادشاہ کو دیکھ جو

مسکینوں کے لباس میں ہو"۔

ذاک الذی عظمت فی اللہ رغبتہ وذاک یصلح للدنیا وللدین

"یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں بڑی رغبت ہے اور ایسا شخص ہی دنیا اور دین دونوں کا مصلح کہلانے کا حق دار ہے"۔

اور "تحاجب الجنۃ والنار" کا معنیٰ یہ ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں آپس میں ایک دوسری کے ساتھ جھگڑا کریں گی اور دلیل کے ذریعے ہر ایک دوسری پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔اس کا مزید بیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد: "اشتکت النار الی ربھا" کے ضمن میں آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

٤٧۔جنتیوں اور دوزخیوں کی صفات اور بدترین لوگوں کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عیاض بن عمار مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ: "تین قسم کے لوگ جنتی ہیں (۱) سلطان عادل جس کو نیکی کی توفیق دی گئی ہو اور وہ صدقہ کرنے والا ہو۔(۲) جو شخص رحم کرنے والا اور رقیق القلب ہو جو تمام قرابت داروں اور عام مسلمانوں کے لیے دردِ دل رکھنے والا ہو۔(۳) اور جو شخص پاک دامن ہو اور عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے بچتا ہو"۔

(المشکاۃ للتبریزی رقم الحدیث: ۴۹۶۰'مسند احمد ج۴ص۱۶۲' ابن حبان ج۹ص۲۷۲'صحیح مسلم ج۴ص۲۱۹۷'۶۵-۶۸)

دوزخی لوگوں کا ذکر

حضور ﷺ نے فرمایا:

پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں:

(۱) وہ ضعیف لوگ جو عقل سے عاری ہوں' تمہارے ماتحت ہوں اور اپنے اہل اور مال کے لیے کوئی سعی اور کوشش نہ کرتے ہوں۔

(۲) وہ خائن (کرپٹ شخص) جس کی ہوس زر اور طمع ڈھکی چھپی نہ ہو اور وہ معمولی سی چیز میں بھی خیانت اور کرپشن کرنے سے نہ کتراتا ہو۔

(۳) وہ دھوکہ باز (فراڈیا) جو ہر صبح اور ہر شام کو تمہارے ساتھ' تمہاری فیملی اور تمہارے مال کے ساتھ دھوکہ کرے۔

(۴) کنجوس اور بخیل یا دروغ باف اور جھوٹا شخص۔آپ نے فرمایا "تم خرچ کرو' تم پر خرچ کیا جائے گا"۔

(۵) بداخلاق' بدخو اور فحش کلام کرنے والا۔

ایک روایت میں زنیم متکبر بد اصل متکبر ہے۔(مسلم' ابن ماجہ) ابوداؤد نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''بدخو اور فحش کلام کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کی پہچان کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو اہلِ جنت کی خبر نہ دوں؟'' صحابہ نے عرض کیا: ''کیوں نہیں!'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ شخص جو ضعیف ہو اور اس کو ضعیف سمجھا جاتا ہو، وہ اگر اللہ تعالیٰ کے اعتماد پر کوئی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے گا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو اہلِ نار کی خبر نہ دوں؟'' صحابہ نے عرض کی: ''کیوں نہیں!'' آپ نے فرمایا: ''ہر وہ شخص جو بدخو، سرکش اور متکبر ہو۔'' (اور ایک روایت میں ہے ہر وہ شخص جو سرکش، بد اصل اور متکبر ہو۔) (صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۴۸۹، صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۸۶، ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۰۵، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۶، ابن حبان ج ۷ ص ۴۷۶، البغوی ج ۱۳ ص ۱۶۹)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جواظ اور جعظری یعنی اجڈ، اکھڑ، تکبر سے چلنے والا، بسیار خور اور بدمزاج تندخو شخص دونوں جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۰، مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۷، البغوی ج ۱۳ ص ۱۷۰، الھیثمی ج ۱۰ ص ۳۹۳)

ابن ماجہ نے ابن عمران سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں کسی کو عذاب نہیں دیتا مگر جو سرکش اور نافرمان ہو اور کلمہ ایمان ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے سے انکار کرنے والا ہو۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۷، الذھبی ج ۱ ص ۸۷)

بدبخت کون؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''دوزخ میں نہیں جائے گا مگر بدبخت شخص'' عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! شقی اور بدبخت کون ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جو شخص نہ تو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لیے عمل کرتا ہے اور نہ ہی گناہوں کو چھوڑتا ہے۔''

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹، الکاشف ج ۲ ص ۱۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ جنت وہ ہیں جن کی لوگ خوب تعریف کریں اور وہ اس کو سنیں اور اہلِ نار وہ لوگ ہیں جن کا لوگ بہت زیادہ برائی کے ساتھ ذکر کرتے ہوں اور وہ لوگوں سے اپنا برا ذکر سنتے ہوں۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۲۴، طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۸۷، الحاکم ج ۱ ص ۳۷۸، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۰، الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۷۴۰)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی'' اور دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''میرے ماں باپ

آپ (ﷺ) پر فدا ہوں' ایک جنازہ گزرا اس کی اچھائی بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا: "واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی" اور ایک دوسرا جنازہ گزرا' اس کی برائی بیان کی گئی' آپ (ﷺ) نے فرمایا: "واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی"؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس جنازے کی تم نے تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس جنازے کی تم نے مذمت کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو' تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔" (صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۲۸' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۸-۱۹' ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۵۸' نسائی ج ۴ ص ۵۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۹۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶' ج ۲ ص ۴۹۸' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۸۸' بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۳-۲۰۹' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۸۸)

سخاوت اور بخل کا انجام

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

الجنة دار الأسخياء والنار دار البخلاء. جنت سخیوں کا گھر ہے اور دوزخ بخیلوں کا گھر ہے۔

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ سخی بنو اور جنت میں جاؤ اور اس نے تمہیں بخیل بننے سے منع فرمایا کہ اس سے تم جہنم میں جاؤ گے۔

حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

سپر پاور

(۱) جس کو یہ پسند ہو کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر طاقت ور اور پاور فل ہو' وہ اللہ پر بھروسہ کرے۔

سب سے بڑا سرمایہ دار

اور جس کو یہ پسند ہو کہ وہ سب سے بڑھ کر غنی اور مال دار بن جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس پر اس کا اعتماد اور یقین اپنے ہاتھ کے مال سے زائد ہو۔

معزز ترین

اور جو یہ پسند کرتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے بڑھ کر عزت والا ہو اس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہونا چاہیے۔

"کیا میں یہ خبر دوں کہ تم میں سے بدترین شخص کون ہے؟" لوگوں نے کہا: "ہاں! یارسول اللہ (ﷺ)!" آپ نے فرمایا: "جو شخص اکیلا کھاتا ہے اور اپنا مال روک کر رکھتا ہے اور اپنے غلام کو مارتا ہے۔" (وہ بدترین شخص ہے) پھر حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تم کو اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں خبر دوں؟" عرض کی: "ہاں' یارسول اللہ (ﷺ)!" آپ نے فرمایا: "جو شخص دوسروں کی لغزش کو معاف نہیں کرتا' کسی کی معذرت قبول نہیں کرتا اور لوگوں کے قصور اور کوتاہیوں سے درگزر نہیں کرتا"۔

پھر آپ نے فرمایا: "کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ برے شخص کے بارے میں بتلاؤں؟" عرض کیا: "ہاں' یارسول اللہ (ﷺ)!" فرمایا: "جس شخص سے کسی خیر کی توقع اور بھلائی کی امید نہ کی جاتی ہو اور لوگ اس کے شر

سے محفوظ نہ ہوں۔"

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

اے بنی اسرائیل! تم نادانوں کے سامنے حکمت و دانائی کی باتیں بیان نہ کرو' یہ حکمت کے ساتھ زیادتی ہے اور کبھی فرماتے: "یہ جاہلوں اور کم سمجھوں پر ظلم ہے اور جو لائق اور سمجھ دار ہوں ان کے سامنے حکمت اور علم و دانش کی باتیں بیان کرنے سے بخل نہ کرو کہ یہ علم و حکمت کے ساتھ زیادتی ہوگی۔" اور کبھی فرماتے: "یہ قابل لوگوں کے ساتھ ظلم ہوگا۔" اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ:

اور تم ظلم کرنے والے شخص کے ساتھ نہ تو زیادتی کرو اور نہ اس کے ظلم کا اس کو بدلہ دو اور انتقام لو ورنہ اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری بزرگی اور عزت ختم ہو جائے گی۔

اور فرمایا: اے بنی اسرائیل! احکام تین قسم کے ہیں۔ایک وہ احکام ہیں جن کا ہدایت ہونا واضح ہے' ان کی پیروی کرو اور دوسرے وہ احکام ہیں جن کی گمراہی واضح ہے' ان سے اجتناب کرو اور تیسرے وہ احکام ہیں جو مختلف فیہ ہیں' ان کو اللہ عزوجل کی طرف سونپ دو۔ یہ حدیث غریب ہے۔

فصل

بعض الفاظ حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین قسم کے لوگ جنتی ہیں۔ ایک سلطان عادل' یہاں سلطان سے مراد عام ہے' گھر کا سربراہ بھی اس عموم میں داخل ہے کیونکہ حدیث میں ہے: "ہر راعی (سربراہ) ہے' اس کی رعیت کے بارے سوال ہوگا"۔ نیز حدیث میں ہے: کوئی شخص کسی کی سلطنت میں امام نہ بنے' دوسرا شخص رحم دل ہے۔

قولہ ضعیف متضعف

مراد یہ ہے کہ جو شخص دنیوی امور میں کمزور اور اپنے دینی امور میں قوی اور مضبوط ہو جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "طاقتور مسلمان اللہ تعالیٰ کو کمزور مسلمانوں سے زیادہ پسند ہیں اور دونوں میں بھلائی ہے۔"

نوٹ: لہٰذا مسلمانوں کو دنیا کے ہر شعبہ اور ہر فیلڈ میں قوت اور برتری حاصل کرنی چاہیے' چاہے وہ ٹیکنالوجی کا شعبہ ہو یا ایٹمی اور جوہری توانائی کا علم' میں ترقی اور عروج کے بغیر یہ ناممکن ہے۔

اور جو شخص اپنے دین کے امور میں کمزور ہے وہ درخور اعتناء نہیں' وہ تو قابلِ مذمت ہے اور یہ اہلِ نار کی صفات ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

اہلِ دوزخ پانچ قسم کے لوگ ہیں اور ان میں ایک وہ لوگ ہیں جو ضعیف ہوں' ان کے پاس عقل نہ ہو اور وہ ماتحت ہوں۔(غلامی کی زندگی گزاریں) اور اپنے اہل اور مال کے لیے سعی نہ کریں' اور ظاہر ہے جس کے پاس عقل نہ ہوگی' اس کا مفاسد اور خرابیوں سے دُور رہنا اور اپنے نفس کو برائیوں سے باز رکھنا بڑا مشکل ہوگا اور تمہارے لیے

دین میں ضعف اور خسارہ کا سمجھ لینا ہی کافی ہے اور ''الزبر'' کا معنیٰ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد مال ہے لیکن یہ معنی غلط ہے کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے قول سے اس کی تفسیر فرما دی ہے:

''جو لوگ تم میں دوسروں کے ماتحت ہوں اور وہ اپنے اہل اور مال کے لیے کوشش نہ کریں۔''

فرقہ قلندریہ کی مذمت

ہمارے شیخ ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ اس حدیث میں دوزخی لوگوں کی پانچ اقسام میں سے ضعیف سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس عقل کمزور ہے اور وہ کسی دینوی مصلحت اور بھلائی کے لیے کوئی کوشش کرتے ہیں نہ دینی کے لیے اور نہ کوئی اخلاقی فضیلت رکھتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو جانوروں کی طرح بے لگام چھوڑا ہوا ہے' ان شتر بے مہار کے قسم کے لوگوں نے حلال اور حرام تک کی تمیز کو مٹا کر رکھ دیا ہے۔ یہ خبیث قسم کے اوصاف ذاتیہ وہ ہیں جن کے حاملین کو ''قلندریہ فرقہ'' کہتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی مطرف بن عبداللہ کا بیان ہے:

''بخدا! میں نے زمانہ جاہلیت میں ان کو دیکھا ہے' ایک شخص ایک قبیلہ کی بکریاں چراتا تھا' اسے کوئی نہ ملتا تو وہ ان کی باندی سے دست درازی اور وطی کرتا۔''

(۱) اور ''یخفی'' کا معنیٰ ''یظھر'' ہے اور یہ لفظ لغت اضداد میں سے ہے' پوشیدگی اور ظہور دونوں معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۲) اور آپ کا قول ''والبخل والکذب'' مشہور روایت میں اسی طرح واؤ کے ساتھ ہے جو جمع کے لیے آتا ہے' روایت کیا اور ابن ابی جعفر نے طبرانی سے ''او'' کے ساتھ جو شک کے لیے روایت کیا ہے' قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ شاید درست ہے اور اس صورت میں تقسیم بھی صحیح ہو جائے گی کیونکہ آپ نے دوزخیوں کی پانچ قسمیں بیان فرمائیں مثلاً آپ نے ضعیف کا وصف بیان کیا اور خائن کا وصف بیان کیا اور دھوکا دینے والے کا وصف ذکر کیا اور پھر آپ نے بخل اور جھوٹ کا ذکر فرمایا اور پھر آپ نے بداصل اور بدمزاج کا ذکر کیا اور اس قائل نے سمجھا کہ آپ نے چوتھا ان دو میں سے کسی ایک وصف والا ذکر کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ چوتھا ان دونوں وصفوں کے حامل کو کہیں اور واؤ عطف کے لیے ہو جیسا کہ ''الشنظیر والفحاش'' (بداصل فاحش) میں دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

اس حدیث میں ہے: ''تین قسم کے لوگ جنتی ہیں' ان میں سے تیسرا وہ شخص ہے جو عفیف اور متعفف ہو۔''

عفیف اور متعفف کی تعریف

جو شخص اپنی فطرت اور سرشت کے اعتبار سے بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرے اور متعفف وہ شخص ہے جس کی سرشت میں تو نازیبا اور بے ہودہ کاموں کی طرف میلان اور ہیجان پایا جاتا ہو لیکن وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اپنی طبیعت کے رجحان کے خلاف طبعی تقاضوں کے علی الرغم جہاد کرے اور بزور اپنے آپ کو بے حیائی کے کاموں سے دُور رکھے اور بچائے۔

شنظیر

بداخلاق شخص کو کہتے ہیں' اس کو "شنظیرۃ" بھی کہتے ہیں۔ امام لغت جوہری نے استشہاد میں ایک اعرابیہ عورت کا شعر پیش کیا' وہ کہتی ہے:۔

شنظيرة زوجنيه أهلي من حمقه يحسب رأسي رجلي
كأنه لم ير أنثى قبلي

"وہ انتہائی اُجڈ' بداخلاق اور فحش گو ہے (کیا کروں) میرے گھر والوں نے مجھے اس کے پلے باندھ دیا ہے' وہ (میرے میاں) عقل سے ایسے پیدل ہیں کہ اپنی حماقت کی وجہ سے میرے سر اور پیروں میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جوتے تو واقع میں دیکھا جائے تو پاؤں کے لیے ہوتے ہیں مگر مجھے اپنے شوہر میاں کے ہاتھ سے پاؤں کے بجائے ہمیشہ سر میں ہی پڑے ہیں' شاید اس کی عقل سر کی بجائے ٹخنوں میں ہے کہ وہ میرے سر کو پاؤں سمجھتا ہے اور پھر لگتا ہے کہ انہوں نے مجھ سے پہلے کبھی کوئی عورت نہیں دیکھی"۔ (کیونکہ عورت میں کچھ نہ کچھ کجی کا رہنا فطری ہے)

ایک تعارض کا جواب

صحیح مسلم کی روایت گزری کہ:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: "جس شخص کی تم نے مذمت بیان کی اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔"

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۹)

اور صحیح بخاری میں ہے کہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "مُردوں کو گالی نہ دو' ان کا فیصلہ اس کے مطابق ہو جائے گا جو انہوں نے آگے بھیجا ہے"۔ اس میں مُردوں کو برا کہنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۵۸' مسند احمد ج ٦ ص ۱۸۰' ابن حبان ج ۵ ص ۱۱)

اب ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے کیونکہ کسی کا برائی اور شر کے ساتھ ذکر کرنا یہ اس کو گالی دینا ہے تو اس تعارض اور ٹکراؤ کا ہٹاؤ کیا ہے؟

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان منافقین کے ساتھ خاص ہے جن کی برائیوں کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی مذمت کی اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "تمہاری اس شہادت کی وجہ سے دوزخ واجب ہوگئی۔"

اور مسلمانوں کے لیے دوزخ واجب نہیں ہوتی۔ یہ قول قاضی عیاض کا مختار ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ جس شخص کا شر ظاہر ہو اور وہ اعلانیہ برائی کرتا ہو اس کی مذمت کرنا جائز ہے اور یہ "فاسق کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے" کے قبیل سے ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ مردے کو برا کہنے کی نہی والی حدیث اس کو دفن کرنے کے بعد پر محمول ہے اور لیکن دفن سے پہلے اس کی ممانعت ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: مُردوں کو گالی نہ دو' اور نہی والی حدیث متاخر ہے لہٰذا یہ پہلی حدیث کے لیے ناسخ قرار پائے گی۔

آپ ﷺ کے ارشاد "أنتم شهداء الله في الأرض" کا معنیٰ

فقہاء کرام کے نزدیک اس کا معنیٰ ہے کہ اہلِ فضل اور اصحاب صدق و عدالت مرنے والے کی تعریف کریں کیونکہ فاسق لوگ اپنے ایسے فاسقوں کی تعریف کریں تو وہ اس حدیث میں داخل نہیں ہیں اور اس طرح دشمن کی شہادت بھی معتبر نہیں' چاہے وہ فاضل شخص ہی کیوں نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ مخالف شخص کی گواہی جس طرح زندگی میں مقبول نہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

"أنتم شهداء الله في الأرض" کی تین بار تکرار کی حکمت کا بیان

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ اس جملہ کے تین بار ارشاد فرمانے میں قرونِ ثلاثہ کی طرف اشارہ ہے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

سب سے بہترین میرا زمانہ ہے اور پھر وہ جو اس کے بعد والے لوگوں کا ہے اور پھر اس کے بعد والوں کا۔

"میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ پہلا قول زیادہ درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اس اُمت کی فضیلت اور عدالت کی تعریف بیان فرمائی ہے:" (صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۵۹' صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۸۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۱' ابن حبان ج ۹ ص ۱۷۷' الطیالسی رقم الحدیث: ۳۰۰' بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۷۹)

ارشادِ خداوندی ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. (البقرۃ: ۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

یعنی آخرت میں' لہٰذا یہ شہادتیں صلحاء اُمت اور اہلِ صدق کے ساتھ خاص ہیں۔

امام بخاری اپنی صحیح میں اور امام ابن ماجہ اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا' لوگوں نے اس کی مدح بیان کی' آپ نے فرمایا: "واجب ہوگئی" اس کے بعد دوسرا جنازہ گزرا' لوگوں نے اس کی مذمت بیان کی' آپ نے فرمایا: "واجب ہوگئی" صحابہ نے دریافت کیا: "کیا چیز؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "شهادة القوم والمؤمنون شهود الله في الأرض" "قوم کی گواہی' مؤمنین زمین میں اللہ کے گواہ ہیں"۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۲۸' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۸-۱۹' ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۵۸' نسائی ج ۴ ص ۵۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۹۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶- ج ۲ ص ۴۹۸' ابن حبان ج ۵ ص ۱۲' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۸۸' بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۳-۱۰۹)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار افراد جس مسلمان کے اچھا

ہونے کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دے گا۔'' ہم نے عرض کیا: ''اور تین؟'' تو فرمایا: ''اور تین'' پھر ہم نے عرض کیا: ''اور دو؟'' تو فرمایا: ''اور دو'' اس کے بعد ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔ امام المحدثین ابو محمد عبدالحق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث خاص ہے اور سابق حدیث عام ہے اور اگر زیادہ لوگ شہادت دیں اور مرنے والے آدمی کے بارے میں مسلمانوں کی زبانوں سے اچھائی کے کلمات نکلیں اور وہ فوت ہونے والے کی مدح کریں تو اس کے لیے جنت عطا فرما دی جاتی ہے۔ (واللہ اعلم)

(صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۵۲' نسائی ج ۴ ص ۵۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲-۳۰)

مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ہناد بن سری نے روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ: ''اُٹھیے' دیکھ کر آیئے کہ آیا یہ مرنے والا جنتی ہے یا دوزخی؟'' اس شخص نے عرض کی: ''مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی؟ اور میں کیسے دیکھ کر معلوم کروں گا؟'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''تجھے یہ دیکھنا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیونکہ یہ انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔''

ابو محمد فرماتے ہیں:

اور یہ بات کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے تو حکم ہوتا ہے: ''لوگوں کی زبانوں پر اس کی مدح اور اچھائی جاری کر دو اور ان کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دو''۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○ (مریم:۹۶)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے' عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا ○

حدیث میں کاملین اور محبوبین کی نشانی کا بیان

جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو اس سے محبت کا حکم دیتا ہے پھر آسمان اور زمین والے اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: ''میں فلاں سے محبت کرتا ہوں' تم بھی اس سے محبت کرو' سو جبریل اس سے محبت کرتا ہے' پھر جبریل آسمان میں نداء کرتا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے' تم بھی فلاں سے محبت کرو' پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں' پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔''

(صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۴۶۱' صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۸۴' ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۳' مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۹۵۳' ابن حبان ج ۱ ص ۲۹۱' البغوی ج ۱۳ ص ۵۵)

(اسی طرح مبغوضین کے بارے میں بھی ذکر کیا) یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بخاری اور مسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب)

امام المحدثین ابومحمد عبدالحق فرماتے ہیں:

مومنین، صالحین، علماء ربانیین، اولیاء کاملین کی مقبولیت عامہ کا مشاہدہ ہم دنیا میں اس طرح کرتے رہتے ہیں کہ ان مقبولانِ خدا کی زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی لوگ ان کا ذکرِ خیر کثرت سے کرتے ہیں، ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، دل ہیں کہ ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں، ان مقبولانِ بارگاہ کے جنازے میں کثرت ازدہام بھی ان کی مقبولیت کا پتہ دیتی ہے۔ بسا اوقات مخلوقِ خدا کی کثرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ انسان تو انسان نیک اور صالح جنات بھی اللہ کے ان مقبول بندوں کے جنازہ میں انسانوں کی صورت میں شریک ہوتے ہیں۔

حضرت قاسم بن اصبغ کہتے ہیں: ''محمد بن یزید رفاعی نے بیان کیا کہ ملکِ فارس (ایران) کے نواح میں جب عمرو بن قیس الملائی کا انتقال ہوا تو ان کے جنازہ میں اتنی مخلوق شرکت کے لیے اکٹھی ہوگئی کہ شمار سے باہر تھی، پھر دفن کے بعد دیکھا گیا کہ اچانک سب ہجوم غائب ہوگیا، بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔'' رفاعی کہتے ہیں: ''یہ بات میں نے اَن گنت لوگوں سے سنی ہے اور حضرت سفیان ثوری حصولِ برکت کے لیے حضرت عمرو بن قیس کو دیکھتے تھے۔''

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ میں بے حساب مسلمانوں نے شرکت کی سعادت پائی۔ خلیفہ متوکل نے اس جگہ کی پیمائش کرنے کا حکم دیا جہاں امام موصوف کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی تاکہ شرکاء کی تعداد کا اندازہ کیا جاسکے۔ پیمائش سے اندازہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ دو تین لاکھ سے بھی زیادہ افراد شریکِ جنازہ تھے، اس کے بعد جب دوسرے شہروں میں خبر پہنچی تو لوگ ان کی قبر پر آتے اور نماز پڑھتے رہے، اس طرح کل کتنے لوگوں نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی؟ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے، اسی طرح امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز میں بھی لوگوں کی اس قدر کثرت تھی کہ حساب لگانا مشکل تھا۔

امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کو دیکھ کر تیس (۳۰) ہزار کافروں کا مشرف بہ اسلام ہونا

مروی ہے کہ جس دن حضرت امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ ہوا تو ان کے جنازہ میں مخلوقِ خدا کی کثرت کو دیکھ کر اور جنازے کے موقع پر قدرتِ خداوندی کے عجائبات کا مشاہدہ کرتے ہوئے تیس (۳۰) ہزار کے قریب یہودی اور عیسائی حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ (والحمدللہ علی ذلک)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کے جنازہ کا بیان

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ کا جب انتقال ہوا تو لوگ ان کے جنازہ میں شرکت کے لیے ہر طرف سے اُمڈ آئے اور اتنی مخلوق جمع ہوگئی کہ اس کی تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ پورے شہر میں چیخ و پکار اور شور برپا تھا۔ ایک عمر رسیدہ بوڑھا یہودی شور سن کر باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک جنازہ آرہا ہے، وہ بوڑھا چلا کر کہنے لگا: ''اے لوگو! کیا تم بھی دیکھ رہے ہو جو مجھے نظر آرہا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''بڑے میاں! تمہیں کیا نظر آرہا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک قوم آسمان سے اُتر رہی ہے اور وہ جنازہ کو چھو کر تبرک حاصل کر رہی

ہے" پھر وہ یہودی اسلام میں داخل ہو گئے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔

حضرت مغیرہ بن حکیم کی محبوبیت اور مقبولیت

کہتے ہیں کہ کعبہ طواف کرنے والوں سے کبھی خالی نہیں ہوا' ہمیشہ اس میں کوئی نہ کوئی طواف کرنے والا موجود رہتا ہے۔ سوائے اس دن کے کہ جس میں حضرت مغیرہ بن حکیم کا وصال ہوا۔ کیونکہ اس دن تمام لوگ ان کی نمازِ جنازہ میں رغبت کی وجہ سے اور برکت کے حصول کے لیے طوافِ کعبہ چھوڑ کر ان کے جنازہ میں جمع ہو گئے تھے۔

صالحین کے جنازوں پر پرندوں کا آنا اور ساتھ چلنے کا بارہا مشاہدہ کیا گیا ہے جیسا کہ ابوالفیض ذوالنون المصری اور ابوابراہیم المزنی جو امام شافعی کے شاگرد تھے' ان کے جنازوں پر پرندوں کا چھپانا اور جدھر جدھر کو جنازہ گیا' ساتھ ساتھ رہنے کا لوگوں نے مشاہدہ کیا اور اس واقعہ کے راوی جلیل القدر ثقہ علماء ہیں۔ امام المحدثین ابومحمد عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب "العاقبۃ" میں ان مشاہدات و واقعات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

٤٨۔ جنتیوں اور دوزخیوں کی صفات کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک گروہ وہ ہے جس کے پاس گایوں کی دُموں کی طرح کوڑے ہوں گے' وہ ان کوڑوں سے لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی' وہ دوسروں کو مائل کریں گی اور خود مائل ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے' وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی مسافت سے آتی ہے۔

(صحیح مسلم ج۷ اص۱۹۰' مسند احمد ج۲ ص۳۵۶' ابن حبان ج۹ ص۵۷۲' بیہقی ج۲ ص۲۳۴)

اہلِ جنت کی صفت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔" (صحیح مسلم ج۷ اص۱۷۷' مسند احمد ج۲ ص۳۳۱)

فصل

اس حدیث کی تاویل میں علماء کرام نے دو توجیہیں کی ہیں:

(۱) پہلی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں انسان کی خوف اور ہیبت میں پرندے کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے کیونکہ جانوروں میں پرندے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بطورِ مثال کہتے ہیں: "فلاں شخص کوے سے بھی زیادہ ڈرنے والا ہے" احذر من غراب۔

بہت سے سلف صالحین ایسے گزرے ہیں کہ ان کے دل پر خشیتِ الٰہی اور خوفِ آخرت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ ان

کے دل پھٹ گئے جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ضعف اور رقت میں انسان کی پرندے کے ساتھ مثال بیان ہوئی ہے کہ جنتی لوگوں کے دل بڑے کمزور اور رقت والے ہوتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ''اہلِ یمن بڑے ہی رقیق القلب اور ضعیف البال واقع ہوئے ہیں۔''

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۴، طبرانی الکبیر ج ۱۸ ص ۲۹۸، الہیثمی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۵۵)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''اور میں کہتا ہوں کہ اس کی ایک تیسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ معنیٰ یہ ہو کہ ان لوگوں کے دل پرندوں کی طرح ہر گناہ سے خالی اور ہر عیب سے سلامت ہیں اور ان کو دنیا کے کاموں کی کوئی خبر نہیں جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں اکثریت سادہ لوح لوگوں کی ہوگی (یعنی جن کو خبر ہی نہیں ہے کہ بدمعاشی کس کو کہتے ہیں)۔

(الہیثمی المجمع ج ۱۰ ص ۲۶۴، الغزالی الاحیاء ج ۳ ص ۱۸، السخاوی المقاصد رقم الحدیث: ۱۴۴، العجلونی کشف الخفاء رقم الحدیث: ۴۹۵)

امامِ لغت ازہری نے کہا: ''الأبلــــه'' کے عربی زبان میں کئی معنیٰ آتے ہیں۔ مثلاً خوشگوار زندگی کے لیے یہ محاورے بولتے ہیں: ''عیـش أبله'' اور الأبله بے عقل کو بھی کہتے ہیں اور الأبله وہ شخص ہے جس کی سرشت میں اچھائی ہو اور برائی کی اس کو ہوا ہی نہ لگی ہو۔

علامہ عتبی لکھتے ہیں:

''البلــــه'' ان لوگوں کو کہیں گے جن کے سینوں میں سلامتی کا غلبہ ہو اور لوگوں کے متعلق ان کا گمان اچھا ہو (یعنی وہ شر پسند عناصر نہ ہوں، تخریب کاری کے بجائے تعمیری اور مثبت سوچ کے مالک ہوں) اور علامہ عتبی نے اس شعر سے استشہاد اور استناد کیا ؎

ولـقـد لهـوت بطفلة ميالة — بـلهاء تطلعني على اسرارها

''میں ایک من موہنی، بھولی بھالی سی بچی کے ساتھ جی بہلاتا ہوں، وہ مجھے اپنے رازوں پر مطلع کر دیتی ہے''۔

''یعنی اس میں ہیر پھیر بالکل نہیں ہے۔ بس سیدھی سی اک لڑکی ہے وہ!''

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس بیان اور ائمہ اہلِ قلم کے قول کی تائید نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ؈ مگر وہ جو کہ اللہ کے حضور سلامت دل لے کر حاضر ہوا۔ (الشعراء: ۸۹)

اور حدیث پاک سے بھی ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: آپ سے پوچھا گیا کہ ''کون سا آدمی بہتر ہے؟'' آپ نے فرمایا:

الصادق اللسان المخموم القلب. یعنی زبان کا سچا ہو اور اس کا دل مخموم ہو۔

صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! صادق اللسان کا معنیٰ تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے مگر یہ مخموم القلب کا ہمیں کوئی پتہ نہیں چلا؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: اس کا معنیٰ ہے:

النقی الذی لاغل فیہ و لاحسد. وہ دل جو کھوٹ اور حسد سے صاف ہو۔

ابوعبیدہ نے کہا: ''عرب بولتے ہیں: ''خممت البیت'' یعنی جھاڑو پھیر کر گھر کو صاف ستھرا رکھنا' اسی سے ''خمامہ'' کا لفظ بنا ہے جس کا معنیٰ جھاڑو یا ڈسٹر ہے جیسے **قمامہ اور کناسہ**۔

اسی طرح انہیں بے عقل کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ان لوگوں کی بہ نسبت بے عقل ہیں جو اللہ عزوجل کی معرفت رکھنے' اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے مشاہدہ پر متوجہ رہنے اور مکمل شغل اور التفات اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی طرف رکھنے کی وجہ سے دانش منداور اربابِ عقل کہلاتے ہیں۔ اسی سیاق وسباق کی روشنی میں حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: ''أکثر أھل الجنۃ البلہ'' جنت میں اکثریت سادہ لوح لوگوں کی ہوگی۔

(الہیثمی المجمع ج ۱۰ ص ۲۶۴' الغزالی الاحیاء ج ۳ ص ۱۸' السخاوی المقاصد رقم الحدیث: ۱۴۴' العجلونی کشف الخفاء رقم الحدیث: ۴۹۵)

ایک حدیث میں آیا کہ اللہ عزوجل کی معرفت رکھنے والے ایک عقلاء کے گروہ کو فرشتے جنت کی طرف لے کر جا رہے ہوں گے حالانکہ باقی لوگ حساب دینے میں پھنسے ہوئے ہوں گے تو وہ لوگ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ: ''ہمیں کدھر لے جا رہے ہو؟'' فرشتے جواب دیں گے: ''جنت کی طرف'' تو وہ طائفہ عقلاء کہے گا: ''اے فرشتو! تم ہمیں اُدھر تو نہیں لے جا رہے جو ہماری آرزو تھی؟'' فرشتے دریافت کریں گے: ''تمہاری آرزو کیا تھی؟'' عارفانِ خدا کہیں گے: محبوبِ حقیقی کے ساتھ پسندیدہ نشست گاہ! جیسا کہ کلامِ الٰہی میں اس کی خبر دی گئی' ارشادِ خداوندی ہے:

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۠ؒ بڑی پسندیدہ جگہ میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس (بیٹھے) ہوں گے وہ۔ (القمر: ۵۵)

اور امید ہے کہ وہ شخص بھی اسی زمرے میں ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہے مگر اس کا جنت کا سوال کرنا محض جنت ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ اپنے مولائے کریم کے حکم کی موافقت اور تعمیل ارشاد کے لیے ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے اجر وثواب اور جنت کا سوال کرے اور عذابِ خداوندی سے اس کی پناہ میں آنے کی دعا کرے۔ چنانچہ بندہ اس ایثار کرنے میں اپنے نفس کے حظ اُٹھانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے مولیٰ کریم کی موافقت کے لیے ایسا کرتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا جو اپنی دعا میں یہ کہہ رہے تھے کہ:

لیکن میں اپنی دعا میں عرض کرتا ہوں: اے اللہ! تو مجھے جنت میں داخل کردے اور دوزخ سے تو مجھے عافیت عطا فرما' تو نبی کریم ﷺ نے ان صحابی سے فرمایا: ''حولھا ندندن''۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

فصل

ابوالخطاب حافظ ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حدیث مبارک میں ہے: ''صنفان من اھل النار لم

ارھما "لغت کے امام خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

الصنف: "الطائفة من كل شئي" یعنی صنف ہر شے کے ایک گروہ کو کہا جاتا ہے۔

السوط: امام فراء رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ "سوط" لغت میں عذاب کا نام ہے اگرچہ وہاں عذاب اور سزا کے لیے ضرب اور مار واقع نہ ہی ہو اور ابن فارس رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المجمل" میں کہا ہے: "السوط من العذاب" سے مراد عذاب کا حصہ ہے۔

اور "السوط" کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کے بعض حصہ کا بعض کے ساتھ خلط ملط ہو جانا' آواز کو بھی اس نام کے ساتھ موسوم کر دیتے ہیں (یعنی جس طرح صوت کہتے ہیں اسی طرح سوط بھی کہا جاتا ہے) اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں مخالطت' آمیزش' گڈمڈ اور پیچیدہ ہونے کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اس لفظ سوط سے صرف اس معنیٰ کا ارادہ فرمایا ہے کہ کسی کو ادب سکھانے اور فہمائش اور سرزنش کے لیے جس حد تک مارنے کی شرعاً اجازت ہے اس حد سے تجاوز کرنا اور زیادہ مارنا کیونکہ پھر یہ ضرب اور مار بڑی سزا اور عذاب بن جاتی ہے اور مغربی ممالک میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ اب جو چابک اور کوڑے تادیب کے لیے استعمال ہوتے ہیں وہ شرعی حدود سے تجاوز ہے اور عذاب ہے۔

"کاسیات عاریات" کی تشریح

حدیث میں ہے کہ دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہوگا جو لباس زیب تن کرنے کے باوجود عریاں ہوں گی۔ علامہ قرطبی نے کہا: "اس کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱) وہ عورتیں کپڑوں میں ملبوس ہوں گی' دین (نیکیوں) سے عاری ہوں گی کیونکہ وہ مختصر لباس کی وجہ سے اپنے بعض محاسن چہرہ' بازو وغیرہ ظاہر اور ننگے رکھنے کی وجہ سے گناہوں کی شال اوڑھے ہوں گی اور شریعت کی باوقار اور حسن افزاء چادر سے برہنہ تن ہوں گی۔

(۲) باریک اور نیم عریاں مختصر لباس پہنیں گی جس سے ان کا جسم اندر سے جھلکتا ہوگا گویا ظاہراً تو وہ لباس میں ہوں گی مگر حقیقت میں ننگی ہوں گی۔

(۳) دنیا میں وہ عورتیں جو ناجائز لباس اور حرام زینت کو استعمال کریں گی' قیامت کے دن وہ ننگی اور برہنہ ہوں گی۔"

"مائلات ممیلات" کی تشریح

"مائلات" کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے شوہر کی فرماں برداری سے روگردانی کرنے والی ہوں گی اور اجنبی لوگوں سے پردہ کرنے اور اپنی عزت و آبرو اور عصمت کی حفاظت کرنا جو ان پر لازم ہے' ان احکام سے وہ اعراض کرنے والیاں ہوں گی اور "ممیلات" کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والی اور اپنے ڈگر پر چلانے والی ہوں گی۔

(۲) "مائلات" کا معنیٰ ہے ناز نخرے کے ساتھ چلنا اور "ممیلات" کا معنیٰ ہے تکبر اور غرور سے اپنے سروں کو

موڑنا اور لچک دے کر چلنا اور ''ممیلات'' کا معنی ہے کہ وہ عورتیں جو انواع و اقسام کی اپنی زینت' سنگھار اور خوشبویات و پرفیومز کے ذریعے غیر مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ان کے دل اپنی طرف پھیرنے والی ہوں گی۔ نیز حدیث میں ہے کہ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے' اس سے مراد ہے کہ وہ اپنے سروں کو دوپٹوں اور دوسری چیزوں سے بڑا کریں گی اور سر پر جوڑا بنائیں جو کوہان کی طرح ہوگا جو عورت کے لیے ہے جو طریقہ مباح ہے جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث میں ثابت ہے اس سے متجاوز ہوگا کیونکہ ان کے بال بڑے تھے تو انہوں نے بال باندھنے کی اجازت طلب کی تھی اور ان کو اجازت مل گئی وہ جائز ہے لیکن غیر شرعی طریقے اختیار کرنا ناجائز ہے۔

نوٹ: ملبوس ہونے کے باوجود عریاں ہونے کی تشریح کرتے ہوئے شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں:

''یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ہے کیونکہ یہ دونوں قسمیں اب موجود ہوگئی ہیں اور اس میں ان دونوں کی مذمت ہے۔''

اسی طرح صحیح مسلم کے اُردو شارح استاذی حضرت علامہ سعیدی صاحب فرماتے ہیں:

''میں نے ۲۷ ستمبر ۱۹۹۰ء سے لے کر دسمبر تک برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا' وہاں پر یورپین خواتین برائے نام انڈر ویئر اور بنیان پہن کر شاہراہوں اور بازاروں میں کھلے عام پھرتی ہیں۔ یہ ''عاریات لابسات'' کی واضح تفسیر اور علمِ نبوت کا زندہ ثبوت ہیں۔

۴۹۔ جنت میں اور اسی طرح دوزخ میں اکثریت کن لوگوں کی ہوگی؟

اہلِ جنت اکثر فقراء ہوں گے اور اہلِ دوزخ اکثر عورتیں ہوں گی

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو جنت میں داخل ہونے والے عموماً مساکین تھے اور مال داروں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا البتہ دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہونے کا حکم دے دیا گیا اور جب میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دوزخ میں داخل ہونے والی عموماً عورتیں تھیں۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۱۵' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۹' ابن حبان ج ۹ ص ۳۴۳' البغوی ج ۱۴ ص ۲۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سورج گرہن والی حدیث میں بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور میں نے جہنم کو دیکھا اور میں نے آج جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے جہنم میں اکثر عورتوں کو دیکھا'' صحابہ نے پوچھا: ''کس وجہ سے؟ یارسول اللہ!'' آپ نے فرمایا: ''ان کے کفر کی وجہ سے'' عرض کیا گیا: ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟'' فرمایا: ''نہیں! خاوند کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کرتی ہیں اور ان کی بھلائی اور احسان کا انکار کرتی ہیں' اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ نیکی کرو اور پھر تم سے یہ کوئی ذرا سی (خلافِ طبع) بات دیکھ لیں تو کہیں

گی: ''میں نے تمہاری طرف سے کبھی اچھائی نہیں دیکھی۔'' (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۴۰' صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹' ج ۳ ص ۳۱۸' ابن حبان ج ۴ ص ۲۱۱' الحاکم ج ۱ ص ۳۳۴' الدارقطنی ج ۲ ص ۶۵' الخطیب ج ۶ ص ۶۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے رہنے والوں میں عورتیں اقلیت میں ہوں گی۔'' (صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۵۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۷' ابن حبان ج ۹ ص ۲۷۴' البغوی ج ۱۵ ص ۲۲۸)

فصل

نوٹ: ہمارے علماء نے فرمایا کہ عورتوں کے بہ کثرت دوزخ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عموماً اپنی ناقص عقل کی بناء پر دنیا کی زیب وزینت کی طرف زیادہ مائل اور راغب رہتی ہیں اور آخرت کی تیاری کرنے اور عمل آخرت سے زیادہ تر غافل ہوتی ہیں' شوہر کے حقوق ادا نہیں کرتیں' اس کی تعظیم وتکریم اور شکر بجا نہیں لاتیں اور ستر اور حجاب کے احکام کی اکثر مخالفت کرتی ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

اے لوگو! تم کسی امر میں عورتوں کی اطاعت نہ کرو اور ان کو مال پر امین نہ بناؤ کہ وہ قبیلہ کے معاملات کی تدبیر کرنے والی ہوں' اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو ان کو واپس لانا مشکل ہے' یہ ملک کو خراب کرتی ہیں' مالک کی نافرمانی کرتی ہیں' ہم نے ان کو ان کی خلوتوں میں بے دین (بددیانت) پایا اور خواہشات کے وقت بدپرہیز پایا ہے' ان کے ساتھ لذت آسان ہے حیرت بہت زیادہ ہے' ان میں سے جو نیک ہیں وہ گناہ کرتی ہیں اور جو بری ہیں وہ زنا کرتی ہیں اور جو معصوم اور بے گناہ ہوں وہ معدوم و نایاب ہیں' ان (عورتوں) میں تین خصلتیں یہود والی ہیں (۱) مظلوم بن کر دکھائیں گی حالانکہ ظالم ہوں گی۔ (۲) قسمیں کھائیں گی اور وہ جھوٹی ہوں گی۔ (۳) اوپر سے منع کرتی ہیں اور نہیں نہیں کرتی ہیں اندر سے راغب ہوتی ہیں اور ہاں ہاں ہوتی ہے۔ ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو اور ان میں سے اچھی سے اچھی سے بھی بچ کر رہے گا۔ والسلام۔

نیز حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

(صحیح بخاری ج ۹ ص ۱۳۷' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۵۴' ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۸۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰' ابن حبان ج ۷ ص ۵۸۳' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۶۰۸' البیہقی ج ۷ ص ۹۱)

اور فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! میں نے تمہیں عقل اور دین میں ناقصوں سے بڑھ کر کسی کو زیرک مرد کی عقل برباد کرنے اور مت مارنے والی کوئی نہیں دیکھی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۵' صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۶' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۵۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۳' ج ۴ ص ۲۸۳' البیہقی ج ۴ ص ۲۳۵' ج ۱۰ ص ۱۴۸' ابن حبان ج ۶ ص ۲۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۲۹)

مؤلف کہتے ہیں:

سابق حدیث میں جو ''مـائلات ممیلات'' کے الفاظ آئے' ان کی تفسیر بھی اس فرمانِ نبوی ﷺ سے ہوگئی ہے۔

حافظ ابن دحیہ کہتے ہیں:

اے اللہ کے بندو! عورتوں سے خود کو محفوظ رکھو ان کے بہکاوے سے بچو عورتوں کی دوستی اور ان کے عہد و پیمان پر اعتماد نہ کرو زیادہ بات کو طول دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا کافی ہے کہ عورتیں عقل اور دین دونوں میں ناقص ہوتی ہیں۔

ایک ذیلی باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ شخص جو انکار کرنے والا ہے۔'' کہا گیا: ''یا رسول اللہ! انکار کرنے والا کون ہے؟'' فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ انکار کرنے والا ہے۔''

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۲۴۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱، الحاکم ج ۱ ص ۵۵، ج ۴ ص ۲۴۷)

دنیا کی حقیقت

حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں: ''میں نے ابن عیاض کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن دنیا کو نہایت قبیح اور ڈراؤنی شکل میں لایا جائے گا اور وہ ایک نیلی آنکھوں والی بدصورت بوڑھی چڑیل نما ہوگی، وہ مخلوق کی طرف دیکھ کر کہے گی: ''کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟'' لوگ کہیں گے: ''ہم ایسی مکروہ شکل کو پہچاننے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں'' پھر کہا جائے گا: ''یہ (کریہہ المنظر، قبیح صورت بڈھی) وہی دنیا ہے جس کی خاطر تم باہم لڑتے مرتے رہے، آپس میں قطع رحمی کی اور اس کی خاطر باہم حسد، بغض کرتے تھے اور ایک دوسرے کو دھوکا دیتے تھے'' پھر اس بوڑھی (دنیا) کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو وہ پکارے گی کہ: ''اے رب! میرے پیچھے دوڑنے والے میرے ساتھی اور ہمراہی کہاں ہیں؟'' اللہ تعالیٰ حکم دے گا:

ألحقوا بها أتباعها وأشياعها. (اس پر مرنے والے) اس کے ساتھیوں کو اس کے ساتھ ملا دو۔

۵۰۔ قوم کے (کرپٹ) نمائندگان کو دوزخ میں جانا ہوگا

ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ غالب قطان ایک راوی کے واسطہ سے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ بے شک میرے باپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور وہ پانی کے نگران ہیں۔ (محکمہ آبپاشی میں اوورسیر یا محکمہ انہار میں واٹر مانیٹرنگ کی ڈیوٹی پر تعینات ہیں) اور ان کی درخواست یہ ہے کہ اس عہدہ پر ان کے بعد ان کے بیٹے کی تقرری کر دی جائے۔ آپ نے فرمایا: ''نگران کا عہدہ حق ہے اور لوگوں کے لیے ان کے نمائندگان کا ہونا ضروری ہے اور لیکن (اگر ان نمائندگان قوم نے دیانت داری کا مظاہرہ نہ کیا تو) یہ نمائندگان آتشِ جہنم میں جھونک دیئے جائیں

گے۔" (ابوداؤد رقم الحدیث ۲۹۱۸' الالبانی تخریج للمشکاۃ رقم الحدیث: ۳۶۹۹)

قبیلہ ہوازن کے واقعہ میں حدیث صحیح میں ہے: تم لوٹ جاؤ حتیٰ کہ تمہارے نمائندے اور ترجمان تمہارے معاملہ کو ہمارے پاس پیش کریں۔ (ابوداؤد رقم الحدیث ۲۹۱۸' الالبانی تخریج للمشکاۃ رقم الحدیث: ۳۶۹۹)

فصل

علماء بیان فرماتے ہیں کہ اس جگہ عریف سے قیم یعنی کسی قبیلہ یا محلّہ کا وہ نمائندہ اور ترجمان مراد ہے جو ان کے معاملات کا منتظم ہو اور وہ اپنے حلقہ کے لوگوں کے احوال سے امیر مملکت کو باخبر رکھے اور ان کے مسائل حل کراتا ہو۔ حدیث میں ہے کہ "العرافة حق" اس کا معنیٰ ہے کہ اس میں عوام کا فائدہ ہے کہ آسانی سے ان کے مسائل سے حکمرانوں کو آگاہی ہو جاتی ہے۔ آپ نے غور نہیں فرمایا کہ آپ نے اسی لیے تو ارشاد فرمایا کہ "لا بد للناس من عرفاء" عوامی نمائندوں کا وجود ناگزیر ہے اور ساتھ ہی اس نازک ذمہ داری کو دیانت داری سے سرانجام دینے کے لیے احساس دلاتے ہوئے یہ بھی حکم صادر فرمایا کہ لوگوں پر حکمرانی کرنے اور چیئرمینی کو پھولوں کی سیج نہ سمجھ لینا اس میں فتنے اور آزمائشیں بھی ہیں' بچ کر چلنا ہوگا ورنہ عہدہ کے غلط استعمال اور خورد برد کے نتیجہ میں جہنم کی سیر بھی کرنی پڑ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

۰۰۰۔ ذیلی باب

ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہلاکت بربادی ہے سیکرٹریوں اور ناظموں کی اور عوامی اور جمہوری نمائندوں کی' قیامت کے دن ایک گروہ یہ آرزو کرے گا کہ کاش! ان کے بال ثریا کے ساتھ باندھ دیئے جاتے اور وہ زمین و آسمان کے درمیان جھولتے اور لٹکتے رہتے اور انہیں کوئی عوامی عہدہ اور عمل تفویض نہ کیا جاتا۔" (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۲' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۵۵۹' الحاکم ج ۴ ص ۹۱' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۵۲۳' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۵۵۹' للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۷' البغوی شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۶۰)

ٹیکس وصول کرنے والا اور رشتوں کو پامال کرنے والا دونوں جنت میں نہیں داخل ہوسکیں گے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ (الاعراف: ۸۶)

اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو۔

بعض علماء مفسرین کے قول کے مطابق یہ آیت ٹیکس وصول کرنے والوں اور عشر وصول کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

نزلت في المساكين والعشارين في قول بعض العلماء۔

قطع رحمی کی مذمت اور سزائے آخرت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝ (محمد ۲۱-۲۲)

تو کیا تمہارے لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو ۝ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں ۝

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قاطع (رشتوں کو پامال اور اپنے عزیزوں سے قطع تعلق کرنے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (صحیح مسلم ج۱۶ ص۱۱۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۹' مسند احمد ج۴ ص۸۰-۸۳' ابن حبان ج۱ ص۳۳۹' للبیہقی ج۷ ص۲۷' حلیۃ الاولیاء ج۷ ص۱۵۹)

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ سفیان نے کہا: یعنی قاطع رحم۔

ٹیکس وصول کرنے والے کے متعلق حدیث کا حکم

ابوداؤد روایت کرتے ہیں' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''ٹیکس وصول کرنے والا (اور چنگی محصول وصول کرنے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۲۱' مسند احمد ج۴ ص۱۴۳' الدارمی ج۱ ص۳۹۳' الحاکم ج۱ ص۴۰۴' البغوی ج۱۰ ص۶۰ الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۳۷۰۳)

فصل

ہمارے علماء کرام نے فرمایا:

''صاحب المکس'' سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کے اموال سے عشر وصول کرنے پر مقرر ہو اور وہ تاجروں اور راہ گیروں سے عشر یا زکوٰۃ کے نام پر جب وہ شاہراہ سے گزرتے ہیں تو ٹیکس لیتا ہے حالانکہ وہ ان پر لاگو اور واجب نہیں ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو جائز طریق سے زکوٰۃ وعشر کی وصولی کرے۔ باقی یہ جو کہا کہ وہ جنت میں نہ جائے گا تو اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ وہ حرام کو حلال جاننے والا تھا تب تو وہ اپنے کفر کی وجہ سے ایسا ہی ہے لیکن اگر وہ انہیں ظلم اور ناحق مال لینے کو حلال اعتقاد نہیں کرتا تھا مگر عملی طور پر وہ اس زیادتی کا مرتکب بھی ہوا تو پھر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ سابقین کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا' سزا کاٹنے کے بعد داخل ہوگا اور یہی حکم تمام مرتکب کبیرہ لوگوں کے لیے ہے کہ جب کبائر کا ارتکاب کرنے والے حرام کو حلال نہ جانتے ہوں تو ان کے لیے جہنم کی وعید اور لعنت کے حکم کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ آخرکار جہنم سے نکال لیے جائیں گے جیسا کہ شفاعت کے باب میں گزر چکا ہے۔

سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے: (۱) شہید (۲) وہ آدمی جو پاک دامن ہو اور عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے پرہیز کرتا ہو (۳) وہ غلام جو اپنے رب کی احسن طریقے سے عبادت کرتا ہو اور اپنے آقاؤں کا حق خدمت بھی ادا کرتا ہو۔'' (ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۵' ابن حبان ج ۷ ص ۸۳' الحاکم ج ۱ ص ۳۸۷' ابن المبارک کتاب الجہاد رقم الحدیث: ۳۶' للبیہقی ج ۴ ص ۸۲' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۳۷۰۵)

فرسٹ ٹائم دوزخ میں کس قماش کے لوگوں کی انٹری ہوگی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''پہلے پہل جو لوگ داخلِ جہنم ہوں گے وہ تین قسم کے ہیں: (۱) ظالم حکمران (۲) ایسا مال دار شخص جو اپنی دولت وثروت میں سے حق داروں کے حقوق ادا نہیں کرتا (۳) اور متکبر فقیر''۔

جہنم سب سے پہلے کن لوگوں کو اپنے شعلوں کی لپیٹ میں لے گا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ اس کو بلایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد کرائے گا' جب وہ پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کو (مثلاً قوت وطاقت کو) کہاں استعمال کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو جھوٹ بولتا ہے اور لیکن تو نے لڑائی تو بہادر مشہور ہونے کے لیے کی تھی سو تیری جنگ لڑنے کی وجہ سے بلے بلے ہو چکی ہے۔'' پھر امر ہوگا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور ایک اور شخص جس نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا' اس کو بلایا جائے گا اور اس کو نعمتوں کی یاد دہانی کرائی جائے گی' جب وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرلے گا تو (اللہ تعالیٰ کا) ارشاد ہوگا: ''تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو آگے دوسروں کو سکھایا اور تیرے لیے قرآن مجید پڑھا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لیے علم حاصل کیا تھا تاکہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن مجید اس لیے پڑھا تاکہ لوگ تجھے قاری کہیں۔ سو تجھے (عالم اور قاری) کہا گیا'' پھر اس کو (بھی) جہنم میں منہ کے بل گھسیٹ کر پھینکنے کا حکم دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک شخص پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا' اس کو قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں لایا جائے گا اور وہ نعمتیں اس کو یاد کرائی جائیں گی' جب وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: ''تو نے اس قسم قسم کے مال واسباب سے کیا کام لیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے ہر اس راستہ میں مال صرف کیا جہاں بھی مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا ہے' تیری یہ ساری کارروائی اس لیے تھی کہ تجھے سخی کہا جائے سو تجھے سخی کہا گیا'' پھر اس کو اُلٹا کر کے جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ پس اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۳ص ۵۰-۵۱ ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۲ مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو بالمعنیٰ روایت کیا ہے اور حدیث کے آخر میں انہوں نے اتنے الفاظ اضافی روایت کیے کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے زانو پر مارتے ہوئے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! مخلوقِ خدا میں سے سب سے پہلے انہی تین قسم کے افراد سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔'' (صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۵۰-۵۱ ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۲ مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)

۵۱-ان لوگوں کا بیان جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت میں سے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دَم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے اور نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔'' (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۰۶ صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۸ مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۶ ابن حبان ج ۹ ص ۱۸۳ بیہقی ج ۹ ص ۳۴۱ البزار رقم الحدیث: ۳۵۳۸ البغوی ج ۱۴ ص ۳۰۰)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میری اُمت سے ستر ہزار (افراد) کو عذاب و حساب بے بغیر جنت میں داخل فرمادے گا اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار کو داخل کرے گا نیز اللہ تعالیٰ اپنی مٹھیوں میں سے تین مٹھیاں بھی جنت میں ڈال دے گا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۷ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۶ مسند احمد ج ۴ ص ۱۶ البزار رقم الحدیث: ۳۵۴۳ الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۵۵۶)

ترمذی نے کہا: ''یہ حدیث غریب ہے''۔ نیز ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

ابو بکر بزار روایت کرتے ہیں:

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت میں سے ستر ہزار افراد کو (بلا حساب و کتاب) جنت میں داخل کیا جائے گا اور ہر ستر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔''

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۷ ج ۱ ص ۳۲۱ بخاری ج ۳ ص ۱۹۸)

امام بزار اور حکیم ابو عبداللہ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دینے کی اجازت عطا فرمائی ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس سے زائد کیوں نہ مانگ لیے؟'' فرمایا کہ: ''میں نے اس سے زائد مانگے اور میرے رب نے مجھے ہر ستر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار عطا فرمائے ہیں۔'' حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! آپ نے اس سے بھی زائد کیوں نہ مانگ لیے؟'' ارشاد فرمایا: ''تحقیق میں نے اس سے زائد بھی مانگے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح عطا فرما دیئے'' ۔ابو وہب (راوی حدیث) نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کشادہ کر دیا اور کہا: ''حضرت ہشام بیان کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے' معلوم نہیں ہے اس کی تعداد کتنی ہے۔'' (مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۷ ج ۲ ص ۲۱۷' الجز ا رقم الحدیث: ۳۵۴۶)

حکیم ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا: ''بے شک رسول اللہ ﷺ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ (طیبہ) کی گلیوں میں سے ایک گلی میں نکلے یہاں تک کہ چلتے چلتے ان کے ساتھ بقیع الغرقد (قبرستان) میں پہنچ گئے (وہاں آپ نے) ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہاں سے ستر ہزار ایسے افراد کو اُٹھائے گا جن کے چہرے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور وہ سب بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے'' ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: ''یارسول اللہ! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔'' آپ نے فرمایا: ''تو ان میں سے ہے'' اتنے میں ایک اور شخص کھڑا ہو گیا' اس نے بھی یہی درخواست کی کہ یارسول اللہ! میرے لیے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں کر دے' آپ نے فرمایا: ''عکاشہ اس بات میں تم پر سبقت لے گیا۔''

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۹۶۰' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۶۳۵' طبرانی کبیر رقم الحدیث: ۴۴۵' الحاکم ج ۴ ص ۶۸)

ابوعبداللہ نے کہا: ''یہ ایک قبرستان کی تعداد ہے اور آپ کی اُمت کے تمام قبرستانوں سے جب اسی طرح لوگ اُٹھیں گے تو کیا عالم ہوگا؟'' آپ نے حضرت عکاشہ کو فرمایا کہ: ''تم ان لوگوں میں سے ہو جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے'' اور دوسرے شخص کو آپ نے دیکھا کہ وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے تو فرمایا کہ: ''عکاشہ تم پر سبقت لے گیا'' اُم قیس بنت محصن آپ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی کی ہمشیر ہوتی ہیں۔

فصل

ایک وہم کا ازالہ

اس باب کی حدیث میں گزرا ہے کہ وہ لوگ بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے جو نہ دَم کرائیں گے' نہ بدشگونی لیں گے اور نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ دَم کرانا اور داغ لگوا کر علاج کرانا توکل کے خلاف ہے حالانکہ خود حضور ﷺ سے یہ دونوں صورتیں یعنی دَم اور داغ سے علاج ثابت ہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''آپ کے ذہن میں یہ گمان اور تصور بھی ہرگز پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ جو شخص دَم کرائے یا داغ لگوا کر علاج کرائے وہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خود دَم کے ذریعے علاج کرایا

اور دَم کرانے کا حکم فرمایا ہے اور اسی طرح داغ لگوا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اور خود آپ ﷺ نے اپنا علاج کرایا ہے جیسا کہ طبری اور دوسرے ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے۔

رہا یہ امر کہ پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا جس میں حضور ﷺ نے دَم کرانے اور داغ لگوانے کو توکل کے خلاف قرار دیا ہے؟ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ''اس سے مراد مخصوص دَم ہے جس سے ممانعت فرمائی ہے' وہ اس قسم کے دَم ہیں جن کے الفاظ شرک سے مشابہ ہوں یا زمانۂ جاہلیت کے دَم کی طرح ہوں یا اس شخص کے حق میں دَم کرانا مکروہ ہے جو دَم کرانے کو علاج کے لیے قطعی سبب سمجھتا ہو۔ اس تخصیص کی دلیل آپ کا یہ ارشادِ مبارک ہے جس میں آپ نے آل عمرو بن حزم کو فرمایا تھا کہ: ''**أعرضوا علی رقاکم لا بأس بالرقی مالم یکن فیه شرک**'''' اپنے دم کے قابل لوگوں کو مجھ پر پیش کرو' دم میں کوئی گناہ نہیں جب تک کہ اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں''۔

(صحیح مسلم ج ۱۴ ص ۱۸۷' ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۸' ابن حبان ج ۷ ص ۶۳۲' البغوی ج ۱۲ ص ۱۶۰)

اسی طرح داغ لگوانے کا معاملہ ہے' اگر وہ اپنی شرائط کے ساتھ اپنے محل میں واقع ہو تو وہ نہ تو مکروہ ہوگا اور نہ ہی داغ لگوانے والے شخص کے فضل و کمال میں نقص اور عیب کا باعث ہوگا اور اس کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ ان ستر ہزار افراد میں شامل ہو جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے کیونکہ داغ کے ذریعہ علاج کرانا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ طبری نے اپنی کتاب ''آداب النفوس'' میں اور حلیمی نے اپنی کتاب ''المنھاج فی الدین'' میں ذکر کیا ہے۔

داغ لگوا کر علاج کرانے کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔

جنگِ احد میں حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک پر زخم آئے اور آپ نے داغ کے ذریعہ اس کا علاج کیا۔ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے کانٹا لگنے پر داغ لگوا کر اس کا علاج کرایا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کی موت پر عرش جنبش میں آ گیا تھا' انہوں نے داغ کے ذریعے علاج کرایا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی خاص فضیلت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ اُمت میں قرآن مجید کے سب سے بڑے قاری ہیں اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا پیر کٹ گیا تھا' حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا داغ کے ذریعے علاج کیا تھا۔ اب اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ان حضرات نے داغ کے ذریعے علاج کرایا اور یہ ان ستر ہزار افراد میں سے ہونے کے لائق نہیں جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا باطل پر ہے اور اس کے کلام کا باطل اور فاسد ہونا کسی پر مخفی نہیں ہے۔

ذیلی باب: تین قسم کے لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے:

(۱) ایک وہ شخص جس نے اپنا لباس دھونا ہے اور اس کے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہے جو پہن سکے۔

(۲) دوسرا وہ شخص جس کے چولہے پر کبھی دو ہانڈیاں نہ چڑھی ہوں۔

(۳) تیسرا وہ شخص جس کو مشروب کی دعوت دی گئی اور اس سے یہ نہیں کہا گیا کہ تو دو میں سے کون سا پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: اور ایک وہ شخص جس نے کسی جنگل اور بیابان میں اپنے جذبہ ایمان اور ثواب پانے کی نیت سے کنواں کھودا' وہ بھی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۶۰۷۸' السیوطی الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۴۸۸' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۱۵۶۸)

۰۰۰-ایک اور ذیلی باب

اہلِ فضیلت کا بغیر حساب کے جنت میں جانے کا بیان

حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ:

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک نداء کرنے والا نداء کرے گا: تم میں اہلِ فضل کون ہوتے ہیں؟'' بعض لوگ جواب دیں گے تو ان سے کہا جائے گا: ''چلو جنت کی طرف'' جب وہ جنت کی طرف جا رہے ہوں گے تو ان سے فرشتوں کی ملاقات ہو جائے گی۔ فرشتے ان سے کہیں گے: ''تم کدھر چل دیئے؟'' وہ بولیں گے: ''جنت کو'' فرشتے کہیں گے: ''حساب سے پیشتر ہی؟'' وہ لوگ جواب دیں گے: ''جی ہاں!'' فرشتے دریافت کریں گے: ''تم کون لوگ ہو؟'' وہ جواب دیں گے کہ: ''ہم اہلِ فضل ہیں'' فرشتے کہیں گے: ''تمہاری کیا فضیلت ہوتی ہے؟'' وہ جواب دیں گے: ''ہماری فضیلت یہ ہے کہ جب ہم پر کوئی سختی کرتا تھا تو ہم قدرت کے باوجود انتقام نہ لیتے اور جب ہم پر ظلم کیا جاتا تو ہم صبر کرنے والے ہوتے اور جب ہمارے ساتھ ناقابل برداشت سلوک کیا جاتا تو ہم معاف کر دیتے تھے۔'' (یہ جواب سن کر) فرشتے کہیں گے: ''جنت میں تشریف لے چلیے' ایسے عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے۔''

پھر ایک نداء کرنے والا نداء کرے گا' صبر کرنے والے لوگ کھڑے ہو جائیں گے' کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت قلیل مقدار میں ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا: ''جنت چلو'' ان کا بھی راستہ میں کچھ فرشتوں سے سامنا ہو جائے گا اور حسبِ سابق مکالمہ ہوگا' پھر جب وہ یہ کہیں گے کہ: ''ہم اہلِ صبر ہیں'' تو فرشتے کہیں گے: ''تم کس طرح کا صبر کرتے تھے؟'' اس پر صابرین جواب دیں گے کہ: ''ہمارا صبر کرنا یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی طاعت کرنے پر اپنے نفوس کو مشقت میں ڈالتے اور ثابت قدم رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نفس کو روکتے۔'' (یہ جواب سن کر) فرشتے کہیں گے: ''جنت میں داخل ہو جایئے' صبر کرنے والوں کے لیے بڑا اچھا صلہ ہوتا ہے۔''

پھر منادی نداء کرے گا: ''اللہ تعالیٰ کے قرب و جوار میں رہنے والے کھڑے ہو جائیں''۔ کچھ لوگ اُٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ قلیل تعداد میں ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا: ''جنت کی جانب چلو'' جب وہ جنت کی طرف جا رہے ہوں گے تو راستہ میں فرشتے ملیں گے اور اسی طرح سوال و جواب ہوں گے' پھر ان سے کہا جائے گا: ''تم لوگ

اللہ کے گھر میں اس کے مجاور بن کر کیوں بیٹھے رہتے تھے؟'' وہ لوگ جواب دیں گے: ''ہم اللہ کی رضا کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرنے کو ایسا کرتے تھے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مل کر مجالس برپا کرتے اور باہم اللہ عزوجل کی صفت و بیان کا تبادلہ خیال کرتے تھے۔'' (یہ جواب سن کر) ملائکہ کہیں گے: ''جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہوتا ہے۔''

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۹، العراقی تخریج الاحیاء ج ۳ ص ۱۷۸)

اہلِ معرفت کا بلا حساب جنت میں داخل ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) جب اللہ تعالیٰ تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو عرش کے نیچے سے ایک نداء کرنے والا نداء کرے گا: ''اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے لوگ کہاں ہیں؟ احسان کرنے والے لوگ نیکوکار کہاں ہیں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سے ایک گروہ اُٹھے گا حتیٰ کہ جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا' حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت علم والا ہے: ''تم کون ہو؟'' وہ عرض کریں گے: ''ہم تیری معرفت رکھنے والے اہلِ معرفت ہوتے ہیں اور تو نے ہی ہمیں اس کا اہل بنایا اور اپنی معرفت اور پہچان عطا فرمائی۔'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''تم سچے ہو'' پھر فرمائے گا: "ماعليكم من سبيل ادخلوا الجنة برحمتي" ''تم پر کوئی (حساب کتاب کا) راستہ نہیں ہے' میری رحمت سے تم جنت میں داخل ہو جاؤ''۔ پھر رسول پاک ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ کریم نے ان (عارفین) کو قیامت کے احوال سے نجات دے دی ہے''۔

حافظ ابونعیم نے کہا: ''اس حدیث کی سند مقبول ہوتی اگر اس میں حارث بن منصور وراق نہ ہوتا کیونکہ اس کو روایت میں وہم بہت لاحق ہو جاتا ہے۔''

اہلِ کرم کی فضیلت کا بیان

ابن مبارک کی روایت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب قیامت کا دن ہوگا' ایک نداء کرنے والا نداء کرے گا: ''آج عنقریب تم اصحاب کرم کو جان لو گے'' پھر حکم ہوگا: ''وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہیں''۔ پس اللہ تعالیٰ کی ہر حال میں حمد کرنے والے اُٹھیں گے اور جنت کی طرف چل دیں گے' پھر دوبارہ نداء کی جائے گی: ''آج عنقریب تم اصحاب کرم کو معلوم کر لو گے'' پھر حکم ہوگا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا٘ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۝ (السجدۃ: ۱۶)	ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں۔

اور فرمایا کہ: ''پس وہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوں گے اور جلدی سے جنت کی طرف چل پڑیں گے۔'' فرمایا کہ پھر منادی تیسری مرتبہ نداء کرے گا: ''اے لوگو! آج عنقریب تم اصحاب کرم کو جان جاؤ گے'' پھر حکم ہوگا: ''وہ لوگ

اُٹھیں جن کے متعلق قرآنِ کریم کہتا ہے:

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (وہ مرد) جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔ (النور:۳۷)

پس وہ لوگ اُٹھیں گے اور جلدی سے جنت کی طرف چل دیں گے۔

(ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۵۳، حلیۃ الاولیاء ج۶ ص۶۲، طبری التفسیر ج۳۰ ص۱۰۲)

اطاعت شعار اور بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کے عہد کا پاس رکھنے والوں کا بلاحساب جنت میں داخل ہونا

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان فرمانے والا اعلان فرمائے گا: ''میرے فرماں بردار بندے کہاں ہیں اور وہ جنہوں نے میرے عہد کی حفاظت بغیر دیکھے کی'' پس اللہ کے بندے اُٹھیں گے، ان کے چہرے ستاروں کی طرح یا چودھویں کے چاند کی مانند چمکتے ہوں گے۔ اللہ کے یہ بندے نورانی شکل کی عمدہ سواریوں پر سوار ہوں گے جن کی باگیں سرخ یاقوت کی ہوں گی، وہ اللہ کے بندوں کو لے کر مخلوقِ خدا کے پاس سے اُڑتی ہوئی گزر جائیں گی حتیٰ کہ عرش کے سامنے جا کر رک جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ''سلام ہو میرے ان بندوں پر جنہوں نے بن دیکھے میری اطاعت کی اور میرے عہد کا پاس رکھا'' ارشاد ہوگا: ''میں نے تمہیں چنا ہے، پسند کیا ہے اور اپنا محبوب بنایا ہے۔ جاؤ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ، آج تمہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم'' پس وہ لوگ بجلی کی طرح پلِ صراط سے گزر جائیں گے اور جنت کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں گے اور ساری مخلوق ابھی میدانِ محشر میں ٹھہری ہوگی، لوگ باہم ایک دوسرے سے پوچھیں گے: ''فلاں ابن فلاں کہاں ہے؟'' تو اسی اثنا میں ایک نداء کرنے والا نداء کرنے گا کہ:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ بے شک جنت والے آج دل کے بہلاووں میں چین کرتے ہیں۔ (یٰسین:۵۵)

محدثین، شیوخ الحدیث کا بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے کا بیان

ابو جعفر عمر بن حفص کی روایت ہے کہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا محدثین اس حال میں آئیں گے کہ ان کے ہاتھوں میں قلم، دوات ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ ان سے پوچھو کہ یہ کون لوگ ہیں؟ چنانچہ جبریل علیہ السلام ان سے دریافت کریں گے کہ تم کون ہو؟ وہ بتائیں گے کہ ہم اصحابِ حدیث ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''تم بکثرت میرے نبی مکرم (ﷺ) پر درود بھیجنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

(ابن جوزی الموضوعات ج۱ ص۲۶۰، اللآلی ءالمصنوعۃ ج۱ ص۲۱۴، الفوائد المجموعۃ للشوکانی رقم الحدیث:۲۹۱)

فقہاء، ائمہ اور مؤذنوں کا رُتبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کا دن ہوگا، نور کے منبر

بچھے ہوں گے' ان کے اوپر موتیوں کے قبے ہوں گے' پھر ایک اعلانچی اعلان کرے گا: ''فقہاء کہاں ہیں؟ امام کہاں ہیں؟ مؤذن کہاں ہیں؟'' پھر حکم ہوگا کہ ان منبروں پر بیٹھ جاؤ۔ آج تم پر کوئی گھبراہٹ اور غم نہیں ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو لے۔''

(ابن جوزی الموضوعات ج۱ص۲۳۰' حلیۃ الاولیاء ج۷ص۲۵۵' الخطیب التاریخ ج۳ص۴۱۰)

طالب علم' اپنے شوہروں کی فرماں برداری کرنے والی اور ماں باپ کا خدمت گار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے

'حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان جو ایک مسئلہ دین سیکھتا ہے' وہ اس کے لیے سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے اور اولادِ اسماعیل (یعنی عرب) میں سے ایک غلام کو آزاد کرنے سے بھی افضل ہے اور بے شک طالب علم اور اپنے شوہر کی اطاعت کرنے والی عورت اور اپنے والدین کے ساتھ نیکی کا سلوک رکھنے والا بیٹا یہ سب لوگ حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔''

(کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۸۲۸)

۰۰۰-باب

حافظ ابونعیم نے روایت کی کہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری اُمت کے ایک لاکھ افراد کو (بغیر حساب کے) جنت میں داخل فرمائے گا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''یارسول اللہ! زیادہ کیجیے'' آپ نے فرمایا: ''اور اتنے'' سلیمان ابن حرب نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ''اتنے'' انہوں نے پھر عرض کیا: ''یارسول اللہ! اور زیادہ کیجیے'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز پر قادر ہے کہ وہ ایک کپ میں سارے انسانوں کو جنت میں داخل فرما دے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدق عمر'' ''عمر نے سچ کہا ہے''۔

(مسند احمد ج۳ص۱۹۳' حلیۃ الاولیاء ج۲ص۳۴۴' البزار رقم الحدیث: ۳۵۴۸)

یہ حدیث غریب ہے' اس میں قتادہ سے روایت کرنے میں ابو ہلال اکیلے ہیں تاہم وہ ثقہ راوی ہیں' ان کا نام محمد بن سلیم راسبی ہے' بصرہ کے باشندہ ہیں۔

فصل

اے بھائی! یہ مذکورہ بالا حدیث' اس سے پہلے ایک باب کی حدیث اور صحیح مسلم کی وہ روایت جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''پھر اللہ دوزخ سے مٹھی بھر کر گناہ گاروں کو نکالے گا'' اس سے یہ خیال ہرگز پیدا نہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت ہوگیا' اس سے پہلے بھی ہم اس کی

تحقیق پیش کر چکے ہیں جہاں یہ آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیات سے پاک ہے اب رہا کہ پھر "ان اللہ قادر أن یدخل الناس الجنة بحفنة واحدة" کا کیا مطلب ہے؟ تو علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ: "اس کا معنیٰ یہ ہے: اللہ تعالیٰ کثیر تعداد میں مخلوق کو جس کا کوئی شمار نہیں ہوگا دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے اور وہ تمام لوگ یک مشت اور یکبارگی نکالے جائیں گے۔ اس میں نہ تو کسی کی شفاعت کو دخل ہوگا اور نہ نکالے جانے میں ترتیب کا لحاظ ہوگا بلکہ اس طرح ہوگا کہ جیسے مٹھی بھرنے والا شخص کسی چیز کو یکبارگی اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے تو اس یکبارگی لینے کو حفنہ، حثوہ اور قبضہ یعنی لپ بھر، مٹھی بھر اور "یک" سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

۵۲۔ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اہلِ جنت کا نصف یا اس سے بھی زیادہ ہونے کا بیان

اہلِ جنت میں سے آدھے یا اس سے بھی زیادہ حضور ﷺ کے اُمتی ہوں گے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا: "اے آدم!" حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: "اے مولیٰ کریم! میں حاضر ہوں اور تمام تر سعادت اور بھلائی تیرے قبضہ وقدرت میں ہے۔" حضور ﷺ فرماتے ہیں: "پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی اولاد میں سے جہنمیوں کی ایک جماعت کو نکال لو حضرت آدم علیہ السلام پوچھیں گے: "جہنمیوں کی کتنی تعداد ہے؟" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنمی ہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہی وقت ہوگا جب بچے خوفِ خدا سے بوڑھے معلوم ہوں گے اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تمام لوگ تمہیں مدہوش معلوم ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔" حضرت ابوسعید نے کہا: "صحابہ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور عرض کرنے لگے: "یا رسول اللہ! ہم میں سے کون جنتی ہوگا؟" آپ نے فرمایا: "تمہیں خوشخبری ہو بے شک یاجوج اور ماجوج میں سے ایک ہزار اور تم (انسانوں) میں سے ایک آدمی جہنمی ہوگا" پھر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم تمام جنتیوں کا ۱/۴ ہو" پھر ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا: "شکر ہے اللہ کا" پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا ۱/۳ ہو۔" ہم نے کہا: "اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے۔" آپ نے فرمایا: "میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف ہو اور پہلی اُمتوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہے جیسے سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو یا سفید رنگ کے بیل میں ایک کالا بال ہو یا گھوڑے کے پیر میں ایک نشان ہو۔"

ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن مخلوق کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی

اور ہر صف کا طول چالیس ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگا اور ہر صف کی چوڑائی اور عرض بیس ہزار سال کی مسافت کے مساوی'' صحابہ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ! اس میں سے مؤمنین کتنے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ تین صفیں مؤمنوں کی ہوں گی' پھر عرض کیا گیا: ''مشرکین کتنے ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''ایک سوستر ہ صفیں مشرکوں کی ہوں گی'' پھر عرض کیا گیا کہ مسلمانوں اور کافروں میں کیا تناسب ہوگا؟ فرمایا کہ ایمان والوں کی مثال ایسے ہوگی جیسے ایک کالے بیل کی کھال پر ایک سفید رنگ کا بال ہو۔

امام قتیبی نے اس روایت کو اپنی کتاب ''عیون الاخبار'' میں ذکر کیا ہے اور یہ روایت غریب ترین ہے اور اس میں جو مؤمنین کی صفوں کی تعداد بیان کی گئی ہے وہ احادیث میں وارد تعداد کے مخالف ہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے' امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم تمام اہلِ جنت کا ۳/ ۱ تہائی حصہ ہوں؟'' صحابہ نے عرض کی: ''اللہ و رسولہ اعلم'' آپ نے فرمایا: ''بے شک میری اُمت قیامت کے دن اہلِ جنت کا تہائی حصہ ہوگی اور قیامت کے دن لوگوں کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی' ان میں سے اسّی (۸۰) صفیں میری اُمت کی ہوں گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جنتیوں کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی' ان میں سے اسی (۸۰) صفیں تمہاری ہوں گی۔'' (الحاکم ج ۱ ص ۸۲)

اس حدیث کی اسناد میں حارث بن حُضیرہ ضعیف راوی ہے' امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس کی تضعیف فرمائی ہے۔

امام ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت بریدہ بن حصیب سے روایت کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی' ان میں سے اسی (۸۰) صفیں اس اُمت سے ہوں گی اور چالیس (۴۰) صفیں باقی اُمتوں سے ہوں گی۔'' امام ترمذی نے کہا: ''یہ روایت حسن غریب ہے۔'' (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۳' ابن حبان ج ۹ ص ۷۷۵' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۶۲)

فصل

اس باب میں ان سے مروی کوئی حدیث نہیں۔

اس باب کی ایک حدیث مبارک میں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے یہ بیان ہوا کہ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اخرجوا بعث النار'' ''ان میں سے جہنمیوں کے ایک گروہ کو نکال لو'' اور اس روایت میں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ: تم جہنمیوں کے گروہ کو نکال کر الگ کرلو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً جب حضرت آدم علیہ السلام کو نکالنے کا حکم ہوا تو وہ حکم حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں دونوں کے لیے حکم تھا کہ جہنمیوں کو نکال کر اہل جنت اور اہل دوزخ میں تمیز اور تفریق کر دیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بارگاہ رسالت میں یہ عرض کرنا: ''اینا ذلک الرجل؟'' ''ہم میں سے کون شخص ہوگا؟'' اس سے ان کی مراد اس شخص سے تھی جو دوزخ میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ فیصلہ کہ ''اے آدم! ہر ہزار سے

نوسوننانوے (۹۹۹) دوزخ کے لیے نکال کر الگ کر دو' اب اس صورت میں جنتی ایک فی ہزار بچتا ہے' ان کے متعلق وارد ہے تو اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: "بے شک یاجوج اور ماجوج میں سے نوسوننانوے (۹۹۹) ہوں گے اور تم میں سے ایک فی ہزار کے حساب سے اس ہزار کا جنت میں جائے گا اور آپ نے بشارت کا لفظ مطلق ارشاد فرمایا اور بیان فرما دیا کہ وہ پورا ہزار دوزخ میں جائے گا لیکن وہ امت محمدیہ کے غیر سے ہوں گے اور اس امت میں سے ایک شخص (یعنی ایک فی ہزار) جنت میں جائے گا جیسا کہ اس کلام کے ظاہر کا مقتضٰی ہے اور جب بات اس طرح ہے تو پھر یہ عدد جمیع امت ﷺ کو مستغرق اور ساری امت کو محیط ہوگا اور سب جنت میں داخل ہوں گے یا ان کی اکثریت جنتی ہوگی کیونکہ یاجوج اور ماجوج کی صورت حال کچھ اس طرح سے ہے کہ ان کا جب بھی کوئی ایک فرد مرتا ہے تو وہ اپنے مرنے سے پہلے ایک ہزار اشخاص کو جو اس کی صلب سے پیدا ہوئے ہوتے ہیں اپنے سامنے گھومتا پھرتا دیکھ لیتا ہے' اس کا مزید بیان پوری شرح و بسط کے ساتھ اس کتاب کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا اور باقی حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

جہنم اور اس کے متعلق امور کا بیان

اللہ تعالیٰ مالک و قادر ہمیں اپنے فضل اور رحمت سے اس سے محفوظ رکھے۔

قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں جہنم اور اس کے اسماء اور اہوال و احوال کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ (المعارج:۱۵-۱۶)

ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے ۝ کھال اُتار لینے والی . بلا رہی ہے (نام لے کر کہ اے کافر! میرے پاس آ' اے منافق! میرے پاس آ) ۝

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ (المدثر:۲۷-۲۹)

اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے ۝ نہ چھوڑے نہ لگی رکھے ۝ آدمی کی کھال اُتار لیتی ہے ۝

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ (القارعۃ:۱۰-۱۱)

اور تم نے کیا جانا کیا نیچا دکھلانے والی ۝ ایک آگ ہے شعلے مارتی ۝

لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ (الھمزۃ:۴-۵)

ضرور وہ رُوندنے والی میں پھینکا جائے گا ۝ اور تو نے کیا سمجھا کہ وہ روندنے والی کیا ہے ۝

ابن مبارک نے روایت کی کہ:

خالد بن ابی عمران اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آگ جہنمیوں کو کھا لے گی حتیٰ کہ جب ان کے دلوں پر چڑھ آئے گی تو ختم ہو جائے گی اور پھر ان کو ان کی اصلی حالت پر لوٹا دیا جائے گا اور اب آگ پھر ان کی طرف رُخ کرے گی اور جب ان کے دلوں تک پہنچے گی تو پھر ختم ہو جائے گی اور ان کے جسموں کو پھر نئے سرے سے لوٹایا جاتا رہے گا اور یہ سلسلۂ عذاب (اور سوختن ساختن) ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا۔"

(ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۰۶)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ (الھمزۃ:۶) اللہ کی آگ بھڑک رہی ہے ۝

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝ . (التکویر:۱۲) اور جب جہنم بھڑکایا جائے گا ۝

اور فرمایا:

وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ (النساء:۱۰) اور وہ عنقریب بھڑکتے ہوئے جہنم میں ڈالے جائیں گے ۝

ایک جگہ ارشاد ہوا کہ:

وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝ (الملک:۵) اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا ۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ . (فاطر:۳۶) اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

نیز ارشاد ہوا کہ:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ . (النساء:۱۴۵) بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

کفار کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وعید سنائی اور حد سے بڑھنے والوں اور سرکشوں کو خوف دلایا ہے اور گناہ گار مسلمانوں کو ڈرایا ہے تا کہ وہ منہیات اور ممنوعات سے رُک جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول برحق یہ بھی ہے کہ:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝ (البقرۃ:۲۴) تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔

یتیموں کے مال کھانے والے ظالموں کی سزا کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ (النساء:۱۰) وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دَم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔

اسی طرح ارشادِ خداوندی ہے:

ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ . (الزمر:۱۶) اس (آگ) سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو

(کہ ایمان لائیں اور ممنوعات سے بچیں)۔

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا ہے۔

دوزخ کی تخلیق کے وقت فرشتوں کی کیفیت کا بیان

ابن مبارک کی روایت ہے' محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ:

جب دوزخ کی تخلیق ہوئی تو اس سے ملائکہ پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس سے ان کو سکون نصیب ہوا اور ان کے غم مٹ گئے۔

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا' پھر اس کو حکم دیا کہ وہ سانس لے' جب جہنم نے گرم سانس لیا تو اس کی تپش اور گرمی سے ساتوں آسمانوں میں ہر فرشتہ جہنم کی چنگاڑ سے غش کھا کر منہ کے بل گر گیا۔ اللہ عزوجل نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا: ''اے فرشتو! اُٹھو! کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے تمہیں اپنی اطاعت اور عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے اور جہنم کو میں نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کے لیے تخلیق کیا ہے جو نافرمان ہوں گے' فرشتوں نے یہ فرمانِ الٰہی سن کر عرض کی: ''اے ہمارے پروردگار! ہمارا ڈر دُور نہیں ہوگا یہاں تک کہ ہم اہلِ جہنم کو دیکھ لیں'' اسی لیے ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝　وہ اپنے رَب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں۔

(المومنون: ۵۷)

مسئلہ: آگ سے عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی اور کو یہ حق نہیں کہ وہ آگ کے ذریعے کسی کو عذاب دے اور اس کے متعلق نہی اور ممانعت آئی ہے۔ ارشاد ہے کہ: ''**لا تعذبوا بعذاب اللہ**'' ''اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ دو''۔ (واللہ اعلم)

دوزخ کے ذکر سے رونے اور خوف زدہ ہونے کا بیان

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں:

ایک بار حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے' دونوں نے نبی اکرم ﷺ کو سلام عرض کیا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام آنکھیں جھکائے کھڑے تھے اور ان کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے جبریل! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ اسرافیل کا چہرہ اُترا ہوا ہے اور وہ سر افگندہ کھڑے ہیں؟'' حضرت جبریل نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! زمین پر اُترنے سے قبل ابھی ابھی انہوں نے جہنم کی ایک سخت چنگاڑ سنی تھی' اس وجہ سے یوں سہمے ہوئے آنکھ جھکائے کھڑے ہیں۔

ابن المبارک کی روایت ہے' محمد بن مطرف نے ثقہ راویوں سے حدیث نقل کی ہے کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں دوزخ کا ذکر سن کر اتنا خوف پیدا ہوا کہ وہ دوزخ کے ذکر کے وقت روتا رہتا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر

میں بند ہو کر رہ گیا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس اس نوجوان کا واقعہ بیان کیا گیا تو آپ اس انصاری نوجوان کے گھر تشریف لائے، جب آپ اندر داخل ہوئے تو وہ نوجوان آپ ﷺ کے دامن سے لپٹ گیا اور پھر گر کر فوت ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے ساتھی کے کفن دفن کا اہتمام کرو کیونکہ خوفِ جہنم کی وجہ سے اس کا جگر پارہ پارہ ہو جانے سے اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔

ایک عجیب واقعہ

مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چار ہزار ایسی خواتین کے اجتماع کے پاس سے گزر ہوا جن کے رنگ پیلے زرد پڑ چکے ہیں اور انہوں نے اون اور بالوں کے موٹے جھوٹے لباس زیب تن کر رکھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے فرمایا کہ: ''اے گروہِ زنان! تمہارے رنگ کس وجہ سے متغیر ہو گئے ہیں؟'' ان خواتین نے کہا: ''اے مریم کے بیٹے! دوزخ کی یاد سے ہمارے رنگ اُڑے ہوئے ہیں کیونکہ ہم نے سنا ہے جو دوزخ میں داخل ہوں گے ان کو وہاں نہ ٹھنڈی ہوا نصیب ہوگی اور نہ پینے کو پانی میسر ہوگا۔'' امام خرائطی نے اس روایت کو اپنی کتاب ''کتاب القبور'' میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خوفِ آخرت

حضرت امام ثعلبی اور دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا جو قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اور بے شک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔

(الحجر:۴۳)

تو حضرت سلمان فارسی تین روز تک دیوانگی اور بے ہوشی کے عالم میں جنگل میں خوفِ جہنم کی وجہ سے دوڑتے پھرتے تھے، پھر ان کو پکڑ کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے ان کا حال پوچھا تو عرض کرنے لگے: ''یارسول اللہ! قرآن مجید میں اللہ عزوجل کا جو یہ فرمان نازل ہوا ہے کہ ''وان جهنم لموعدهم أجمعين'' تو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس آیت کریمہ نے تو میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔'' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔

(الحجر:۴۵)

جنت کا سوال کرنے اور دوزخ سے پناہ مانگنے کا بیان

امام ترمذی نے روایت کیا ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''جو شخص تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہے جنت کہتی ہے: ''اے اللہ! اس شخص کو جنت میں داخل کر دے'' اور جو شخص تین بار دوزخ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہے دوزخ کہتا ہے: ''اے اللہ! تو اس شخص کو دوزخ سے پناہ

دے دے۔'' (نسائی رقم الحدیث: ۵۵۲۱ ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۲ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۴۰ مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۸ ابن حبان ج ۲ ص ۱۸۵ الحاکم ج ۱ ص ۵۳۵ الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۰۲)

امام بیہقی نے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب گرمی کا دن ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اہلِ زمین اور اہلِ آسمان کی طرف بھرپور نظر التفات فرماتا ہے' پھر جب بندۂ مومن کہتا ہے: ''لا الہ الا اللہ! آج کا دن کس قدر گرمی والا ہے۔ اے اللہ! تو مجھے نارِ جہنم کی گرمی سے اپنی پناہ میں رکھنا'' تو اللہ تعالیٰ جہنم کو ارشاد فرماتا ہے کہ: ''اے جہنم! بے شک میرے بندوں میں سے ایک بندہ تجھ سے میری پناہ مانگتا ہے اور تو گواہ رہنا کہ میں نے اسے پناہ دے دی ہے'' اور اسی طرح جب سخت سردی کا دن ہوتا ہے' پھر اگر بندۂ مومن یہ کہے کہ: ''لا الہ الا اللہ! آج کس قدر سخت سردی ہے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کامل رحمت متوجہ ہوتی ہے اور بندہ کہتا ہے: ''اے اللہ! مجھے جہنم کی سخت سردی سے بچا لینا۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اے جہنم! میرا یہ بندہ تجھ سے اور تیری سردی سے میری پناہ مانگ رہا ہے تو گواہ رہنا کہ میں نے اس کو پناہ دے دی ہے۔''

صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! زمہریر جھنم کا کیا معنی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''زمہریر'' جہنم میں ایک کنواں ہے جس میں کافروں کو پھینکا جائے گا' اس کی ٹھنڈک اس قدر شدید ہوگی کہ اس کی وجہ سے اس کا بعض حصہ دوسرے حصہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں شگاف اور دراڑیں پڑ جائیں گی۔

(ابن السنی عمل الیوم واللیلہ رقم الحدیث: ۳۰۷ السیوطی جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۵۴۲-۲۴۵۳)

قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مہلک اور نجات دہندہ افعال واعمال کا بیان

کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ کیے گئے نیک کام انسان کو دوزخ سے دُور رکھنے اور جنت میں پہنچانے والے ہیں۔ اس امر کے ثبوت پر بکثرت دلائلِ قطعی اور یقینی وارد ہیں جو محتاج بیان نہیں' یہاں ان میں سے ایک ارشادِ نبوی ﷺ کو ذکر کر دینا آپ کے لیے کافی ہے۔

امام بخاری' امام مسلم اور امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو بندہ بھی اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب روزہ دار کو دوزخ سے ستر سال کی مسافت کے برابر دُور فرما دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری ج ۶ ص ۴۷' صحیح مسلم ج ۸ ص ۳۳' نسائی ج ۴ ص ۱۷۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ستر سال کی مسافت کے برابر دوزخ سے دُور رکھے گا۔''

(نسائی ج ۴ ص ۱۷۲' ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۲۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۱۸۶' البیہقی ج ۹ ص ۱۷۳' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۹۵)

امام ترمذی نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس روزے دار اور دوزخ کے درمیان ایک ایسی خندق بنا دے گا جس کا بُعد اتنا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ روزے دار اور دوزخ کے درمیان زمین و آسمان کے برابر دُوری اور بُعد ہوگا۔'' یہ حدیث غریب ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۲۴' الکاشف ج ۳ ص ۲۰۹)

کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی فضیلت

امام طبرانی نے روایت کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: ''جس شخص نے اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو پیٹ بھر کھانا کھلایا اور پانی پلا کر سیراب کیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایسی سات خندقوں کی مقدار کے برابر کہ ہر خندق کے درمیان ایک سو سال کی مسافت ہوگی' دوزخ سے دُور رکھے گا۔''

(الحاکم ج ۴ ص ۱۲۹' الہیثمی المجمع ج ۳ ص ۱۳۰' طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۹۵' ابن عساکر ج ۶ ص ۱۱۵)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت اور بیمار پُرسی کے لیے گیا' اسے ستر سال کی مسافت کے برابر دوزخ سے دُور کیا جاتا ہے۔'' (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۸۱' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۱۵۵۲)

بخاری اور مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص اپنے آپ کو دوزخ سے بچا سکتا ہے وہ خود کو ضرور بچائے اگر چہ آدھی کھجور کا صدقہ کرنے سے ہو۔'' (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۰۰' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۰)

جہنم کے مختلف طبقات کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ. (النساء: ۱۴۵) — بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

تشریح: دوزخ کے سات درکات (یعنی طبقات اور منازل) ہیں۔ درک اور درج میں فرق یہ ہے کہ ترقی اور بلندی کے لیے درجات کا لفظ بولتے ہیں اور تنزلی اور پستی کے لیے درکات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے جنت کے بہت سے درجات ہیں اور دوزخ کے درکات ہیں۔ منافقین ان میں سے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے اور اس طبقہ کا نام ''ہاویہ'' ہے۔

منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں اظہارِ اسلام کر کے مجاہدین کے ہاتھوں سے بچا رہا اور کفر کے باوجود مسلمانوں کو مغالطہ دینا اور ان کو اذیت سے دوچار کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔

"الدرک الاسفل" کی تفسیر

ابن وہب نے روایت کیا ہے:

حضرت کعب الاحبار بیان کرتے ہیں کہ: "دوزخ میں ایک کنواں ہے جس کے دروازے شروع سے بند ہیں تا حال ان کو کھولا نہیں گیا ہے' جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کنویں کو بنایا ہے اس وقت سے جہنم اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہتا ہے اس بات کے ڈر سے کہ اگر اس کے دروازے کھول دیئے گئے تو اس کنویں میں جو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہوگا' جہنم میں اس کو برداشت کرنے کی طاقت اور سکت ہے نہ یارائے صبر اور اسی کا نام جہنم کا سب سے نیچا طبقہ ہے۔ جس کو قرآن "الدرک الاسفل" کہتا ہے۔

ابن مبارک کی روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی تعالیٰ عنہ اللہ کے ارشاد "ان المنافقین فی الدرک الأسفل من النار" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سخت ٹھوس لوہے کے صندوقوں میں بند کر کے ان کو دوزخ کے سب سے نچلے حصے میں رکھا جائے گا۔

حضرت علی کی تفسیر

حضرت حطان بن عبداللہ رقاشی بیان کرتے ہیں: میں نے سنا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ: "کیا تم جانتے ہو کہ جہنم کے دروازے کس طرح کے ہیں؟" (فرمایا کہ) وہ ہمارے دروازوں کی طرح ہیں؟ نہیں' بلکہ وہ اس طرح اوپر نیچے ہیں۔

جہنم کا کون سا طبقہ کس کے لیے مخصوص ہے؟

علماء فرماتے ہیں: "جہنم کا سب سے بالائی حصہ اُمتِ محمدیہ کے گناہ گاروں کے لیے ہے اور اسی طبقہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ: "ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب تمام مسلمان گناہ گار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو جہنم کے دروازے کھلے ہوں گے اور ہوا سے بج رہے ہوں گے اور اس طبقہ کے سب کمرے خالی پڑے ہوں گے۔"

دوسرے طبقہ کا نام "لظی" ہے' پھر تیسرا طبقہ "حطمہ" اور چوتھا "سعیر" پھر پانچواں طبقہ "سقر" اور چھٹا "جحیم" اور ساتواں "ھاویہ" ہے اور کبھی درکات پر درجات کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے' ارشاد ہوا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ (الاحقاف:۱۹) اور سب کے لیے درجے ہیں ان کے عملوں سے۔

کتب احادیث کے زہد اور رقائق کے ابواب میں جہنم کے ان طبقات کے ناموں کا ذکر اور یہ کہ مختلف ادیانِ عالم کے لوگوں میں سے کون کس درجہ میں سزا پائے گا' کسی صحیح حدیث میں تو اس کا ذکر نہیں ملتا البتہ بعض روایات میں ہے' حضرت ضحاک نے فرمایا:

جہنم کے سب سے بالائی طبقہ میں گناہ گارانِ اُمتِ محمدیہ ہوں گے اور دوسرے طبقہ میں عیسائی ہوں گے اور

تیسرے طبقہ میں یہودی ہوں گے اور چوتھے طبقہ میں ستارہ پرست ہوں گے اور پانچویں طبقہ میں آتش پرست (مجوسی) ہوں گے اور چھٹے طبقہ میں مشرکین عرب اور ساتویں طبقہ میں منافقین۔

علماءِ سوء (بدکردار مولویوں) کی سات قسمیں ہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''علماءِ سوء میں سے ایک وہ ہیں جو دوسروں کو نصیحت اور وعظ کرتے ہیں تو بڑا سخت رویہ اختیار کرتے ہیں مگر جب ان کی کسی غلط بات اور کردار پر کوئی ان کی خدمت میں کام کی بات کہہ دے تو پھر یہ ناک چڑھا لیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے علماء (یعنی توبہ فرمایاں اور خود توبہ کم ترمی کنند قسم کے علماءِ سوء) کو دوزخ کے درجۂ اوّل میں رکھا جائے گا۔ دوسرا طبقہ ان علماءِ سوء کا ہے جو علم کو محض اقتدار اور دنیاوی جاہ و حشم کے پالینے کا زینہ سمجھ کر حاصل کرتے ہیں۔ ایسے علماء جہنم کے دوسرے درجہ میں ہوں گے' تیسرے وہ علماءِ سوء ہیں جو اپنے علم کو آگے پھیلانے کی بجائے اپنے سینے میں چھپائے رکھتے ہیں' چنانچہ کتمانِ علم کی وجہ سے ان کو جہنم کے تیسرے درجے میں جگہ دی جائے گی' چوتھے وہ علماءِ سوء ہیں حصولِ علم سے جن کا نصب العین' مشنِ حیات اور مطمعِ نظر محض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم اور کلام کے زور پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا گرویدہ کرسکیں اور عوام میں ان کا حلقۂ اثر وسیع ہو اور کمزور لوگوں کی ان علماء کے دربار شریف میں کوئی پذیرائی نہیں ہوتی۔ ایسے علماءِ سوء کا مقام جہنم کا چوتھا طبقہ ہے۔ پانچواں طبقہ ان علماءِ سوء کا ہے جو یہود و نصاریٰ کے لٹریچر کو پڑھتے ہیں اور غیر مسلموں کی باتوں کو اخذ کرتے ہیں اور انہی کے حوالہ جات کی ان کی تصانیف اور تقاریر میں بھرمار ہوتی ہے۔ ایسے علماءِ سوء کو جہنم کے درجہ پنجم میں رکھا جائے گا۔ چھٹے درجہ پر وہ علماءِ سوء آتے ہیں جنہوں نے خود کو بطورِ مفتی منصب افتاء پر فائز کر رکھا ہوتا ہے اور خود کو عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اشتہارات و اعلانات اور بورڈ آویزاں کر کے دعوت دیتے ہیں کہ ''آؤ ہم سے سوالات پوچھو' ہم آپ کے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دینے کو وقف ہوئے بیٹھے ہیں۔ ایسے علماءِ سوء کا نام اللہ تعالیٰ کے پاس متکلفین (خودساختہ بناوٹی مفتیوں) میں لکھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تکلف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ چنانچہ ایسے علماء بدکردار کو جہنم کے درجہ ششم میں جگہ ملے گی۔ ساتویں نمبر پر وہ علماءِ سوء آتے ہیں جو علم کو رضائے الٰہی کے بجائے عقل و مروءۃ کے طور پر لیتے ہیں کہ علمی حلقوں میں شہرت و چرچا اور دانش ور فلسفی علامہ فہامہ کہلانے کے لیے علم حاصل کرتے ہیں' اس قبیل کے علماء جہنم کے درجہ ہفتم میں رکھے جائیں گے۔ (اس روایت کو متعدد علماء کرام نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔)

مصنف کا تبصرہ

روایت مذکورہ بالا پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ''اس طرح کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جا سکتی کیونکہ یہ چیزیں توقیفی ہیں''۔

پھر دوزخ کے طبقات کی تعداد اور ان کے ناموں کا جو بیان ہوا ہے ان اسماء میں سے بعض نام ایسے ہیں جن کا اطلاق پورے دوزخ پر کیا جاتا ہے نہ کہ کسی مخصوص درجہ پر جیسے جہنم' سقر' لظی اور سموم ہے۔ یہ نام کسی مخصوص دروازے اور درجے کا نہیں ہے بلکہ ان سے پورے دوزخ کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بات خوب یاد رہے کہ قرآن مجید

میں ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ○ (الطور:۲۷)

اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔

اس سے مراد دوزخ اپنے جملہ طبقات و درجات سمیت مراد ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور کرم کے ساتھ ہمیں دوزخ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

۵۳-جمعہ کے دن ناغہ

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

بے شک ہر روز جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے اور وہ کھلا رہتا ہے مگر جمعہ کے روز چھٹی ہوتی ہے۔

ابو نعیم نے روایت کی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا کہ: "بے شک جہنم کو ہر دن میں بھڑکایا جاتا ہے اور وہ کھلا رہتا ہے مگر جمعہ کے دن چھٹی ہوتی ہے' جمعہ کے دن جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے نہ اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷۰' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۸۸' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۱۸۴۹)

فقہ الحدیث

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسی وجہ سے جمعہ کے دن دوپہر کے وقت نوافل کی نماز ادا کرنا جائز ہے جبکہ جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں اس وقت نوافل پڑھنا جائز نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

ایک آیتِ کریمہ کی تفسیر

ارشادِ ربانی ہے:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ○ (الحجر:۴۴)

اس کے سات دروازے ہیں' ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔

تشریح: یعنی سات طبقے ہیں۔ ابن جریج کا قول ہے کہ دوزخ کے سات درکات ہیں: (۱) جہنم (۲) لظی (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ

اور شیطان کی پیروی کرنے والے بھی سات حصوں میں منقسم ہیں' ان میں سے ہر ایک کے لیے جہنم کا ایک درکہ معین ہے۔ (حاشیہ کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں ارشاد فرمایا:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ

اس کے سات دروازے ہیں۔

اور سورۃ الزمر کے اندر ارشاد فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا . (اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ) (الزمر: ۷۱) یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھولے جائیں گے۔

تفسیر القرآن بالحدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ اس شخص کے لیے ہے جس نے میری اُمت کے خلاف یا فرمایا اُمتِ محمد ﷺ (راوی کو شک ہے) کے خلاف تلوار اُٹھائی۔''

اس حدیث کو امام حافظ ابوعبداللہ حکیم ترمذی اور امام حافظ ابوعیسیٰ ترمذی دونوں اماموں نے نقل فرمایا ہے۔ ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث ہمیں صرف مالک بن مغول کے حوالے سے معلوم ہے۔''

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

مالک بن مغول ابوعبداللہ بجلی، کوفی ثقہ امام ہیں، ان سے امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے ائمہ حدیث نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں:

جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ جس میں غم، کرب، گرمی اور انتہائی درجہ کی بدبو ہوگی وہ دروازہ ان لوگوں کے لیے مختص ہے جو زنا (کی قباحت و شناعت اور اس کے عذاب و سزا کو) جانتے ہوئے بھی اس کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

حضرت انس کی تفسیر

حضرت انس بن مالک نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''لها سبعة أبواب '' کی تفسیر نبی کریم ﷺ سے یہ بیان فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

(۱) ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے لیے ہے۔

(۲) دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ کے متعلق شک کرنے والوں کے لیے ہے۔

(۳) تیسرا حصہ اللہ تعالیٰ سے غافل رہنے والوں کے لیے ہے۔

(۴) چوتھا حصہ اللہ تعالیٰ (کے احکام) پر اپنی خواہشات نفسانی کو ترجیح دینے والوں کے لیے ہے۔

(۵) پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مقابلے میں اپنے غصہ اور غضب کو ٹھنڈا کر کے تسکین حاصل کرنے والوں کے لیے ہے۔

(۶) چھٹا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں نصیب ہونے والے انعام و اکرام کو چھوڑ کر دنیاوی لذتوں میں کھو جانے اور رغبت رکھنے والوں کے لیے ہے۔

(۷) ساتواں حصہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اور اس کے احکام سے لاپرواہی کرنے والوں کے لیے ہے۔''

امام ابوعبداللہ حسن بن حسین حلیمی اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں لکھتے ہیں:

اگر یہ روایت ثابت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے مراد بت پرست ہیں۔

☆ اور اللہ تعالیٰ کے متعلق شک کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہیں یا تو سرے سے پتہ ہی نہیں ہے کہ ان کا کوئی خدا بھی ہے یا نہیں اور یا اس سے مراد ہے کہ وہ لوگ اس بات میں شاکی ہیں کہ یہ شریعت اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہے یا نہیں۔

☆ اور غافلین سے مراد دہریہ لوگ ہیں جو خداوند قدوس کے وجود کے ہی منکر ہیں، وہ خدا تعالیٰ کو ثابت ہی نہیں مانتے۔

☆ اور اللہ تعالیٰ پر اپنی خواہشات وشہوات کو ترجیح دینے والوں سے مراد وہ ہیں جو گناہوں میں ڈوب گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلا دیا اور احکامِ شریعت کے منکر ہو بیٹھے۔

☆ اور اپنے غصہ سے مغلوب ہو کر غضب خداوندی کی پرواہ نہ کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اور بلکہ جس نے بھی ان کو ایک اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور حق نصیحت کی ان کو قتل کر ڈالا اور دعوتِ توحید دینے والوں اور حق کی نصیحت کرنے والوں کو طرح طرح کے عذاب اور تکالیف میں مبتلا کر کے ان کو ہلاک کر دیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بتلائے ہوئے سیدھے راستے کو چھوڑ کر اپنے طور طریقوں پر گامزن رہے اور خودساختہ مذاہب پر چلتے رہے۔

☆ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں سے مراد منکرین بعث اور حساب ہیں کیونکہ ایسے لوگ مطلب کے پجاری اور ہر دلچسپ چیز کے پرستار اور دلدادہ ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنی ترغیبات اور خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہوتا ہے۔

☆ اور اللہ تعالیٰ سے لاپرواہی برتنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسے من موجی واقع ہوئے ہیں کہ انہیں اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کہ وہ جس منہاج اور ڈگر پر چل نکلے ہیں، آیا وہ جادۂ حق بھی ہے یا باطل محض ہے۔ ان کو سوچنے، عبرت حاصل کرنے اور دلیل کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔

امام حلیمی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہی خوب علم والا ہے کہ اس روایت سے (اگر یہ ثابت ہے تو) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی کیا مراد ہے؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مسجد مدینہ منورہ میں اکیلے نماز پڑھ رہے تھے، ایک دیہاتی عورت جو وہاں سے گزر رہی تھی، اس نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی اور آپ کو یہ معلوم نہیں تھا تو جب آپ ﷺ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ○ (الحجر:۴۴) اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔

تو وہ عورت (یہ آیتِ کریمہ سن کر) غش کھا کر گر پڑی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے دھڑم سے گرنے کی آواز سنی تو نماز سے سلام پھیر کر پانی منگوایا اور اس عورت کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے، جب وہ ٹھیک ہو کر اُٹھ بیٹھی تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''اے عورت! تجھے کیا ہوا؟'' اس نے کہا: ''یہ فرمائیے کہ یہ جو آپ نے پڑھا تھا کہ ''لھا سبعة أبواب لكل باب منهم جزء مقسوم '' یہ قرآن مجید کی آیت ہے اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے یا آپ نے اپنی طرف سے فرمایا ہے؟'' (یعنی حدیث پاک ہے جو آپ نے ارشاد فرمائی ہے) آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے دیہاتی عورت! بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت ہے جو اس نے مجھ پر اُتاری ہے۔'' وہ عورت بولی: ''اچھا تو جہنم کے ہر دروازے پر میرے بدن کے ایک حصہ کو عذاب دیا جائے گا؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے دیہاتی عورت! بلکہ (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ) جہنم کے ان سات دروازوں میں سے ہر ایک دروازہ کے لیے اہلِ جہنم میں سے ایک حصہ منقسم اور بٹا ہوا ہے اور ہر دروازے والے کو اس کے اعمال کے مطابق عذاب دیا جائے گا۔'' یہ فرمانِ عالی سن کر وہ عورت عرض کناں ہوئی کہ: ''اللہ کی قسم! میں ایک مسکین عورت ہوں، کوئی مال دار نہیں ہوں۔ بس میرے پاس ساری جمع پونجی یہی کوئی سات غلام ہیں، یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے ان ساتوں غلاموں کو جہنم کے ان سات دروازوں (کے عذاب سے بچنے) کے لیے آزاد کیا۔'' حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! آپ اس دیہاتی عورت کو بشارت سنا دیجیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی مغفرت فرما دی ہے اور اس پر جہنم کے ساتوں دروازے حرام فرما دیئے ہیں اور جنت کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے ہیں۔ (واللہ اعلم)

جہنم کے دروازے ایک دوسرے سے کتنے کتنے فاصلہ پر واقع ہیں؟

بعض اہلِ علم مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''لكل باب منهم جزء مقسوم'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

جہنم کے سات دروازوں میں سے ہر دروازے کے لیے جو حصہ مقرر اور منقسم ہے، وہ کفار، منافقین اور شیاطین میں سے ہوگا۔

اور مفسرین لکھتے ہیں کہ:

جہنم کے ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک کا فاصلہ اتنا ہے کہ اس کو طے کرنے کے لیے پانچ سو سال کا سفر درکار ہے۔

جہنم کے سات دروازوں کے نام اور ان ناموں کی وجہ تسمیہ کا بیان

بابِ اوّل: ''جہنم'' ہے، اس باب (دروازہ) کا نام جہنم اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ جہنمی مردوں اور جہنمی عورتوں کے چہروں (وجوہ) کی طرف متوجہ ہوگا اور ان کے گوشت کو کھا جائے گا، جہنم کے دوسرے ابواب اور درکات کی

نسبت اس درکہ کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔

بابِ دوم: اس کا نام ''لظی'' ہے۔ حکم قرآنی ہے: ''وہ تو بھڑکتی آگ ہے' کھال اُتار لینے والی' بلا رہی ہے (نام لے لے کر اے کافر! میرے پاس آ' اے منافق! میرے پاس آ) اس کو جس نے (حق کو قبول کرنے اور ایمان لانے سے پیٹھ پھیر دی اور منہ پھیرا'' وہ آدمی کے دونوں ہاتھ' پاؤں کھائے گی اور توحید سے پیٹھ دینے اور دینِ حق' اسلام سے روگردانی کرنے والے کو بلائے گی جس دینِ حق کو حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء لے کر تشریف لائے۔

بابِ سوم: اس کا نام ''سقر'' ہے۔ اس حصۂ دوزخ کا نام ''سقر'' رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہلِ نار کے گوشت کھائے گی اور ان کی ہڈیاں نہیں کھائے گی۔

بابِ چہارم: اس کا نام ''حطمہ'' ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ۝ (الھمزۃ:۵-۷)

(''الحطمۃ'' روندنے والی)......اور تو نے کیا جانا کیا روندنے والی ۝ اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے (اور کبھی سرد نہیں ہوتی) ۝ وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی ۝

یعنی جہنم کے اس درکہ میں آگ ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالے گی یعنی ظاہر جسم کو بھی جلائے گی اور جسم کے اندر بھی پہنچے گی اور دلوں کو بھی جلائے گی (دل ایسی چیز ہے جن کو ذرا سا بھی گرمی کی تاب نہیں تو جب آتشِ جہنم کا ان پر استیلاء اور غلبہ ہوگا اور موت آئے گی نہیں تو کیا حال ہوگا؟ دل کو جلانا اس لیے ہے کہ وہ کفر اور عقائد باطلہ و نیات فاسدہ کا مقام اور محل ہے اور آتشِ دوزخ قدموں سے لے کر دلوں تک ان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوگی اور دوزخ کی آگ اتنی اتنی بڑی چنگاریاں اُڑاتی ہوں گی جیسے اونچے محل ہوں۔ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ (المرسلٰت:۳۲-۳۳)

بے شک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے جیسے اونچے محل ۝ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں ۝

آگ کے وہ شرارے آسمان کی طرف بلند ہوں گے پھر نیچے گریں گے تو ان جہنمیوں کے چہروں' ہاتھوں اور جسموں کو جلا ڈالیں گے (اور موت تو آئے گی نہیں) وہ روئیں گے' آنسو بہائیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو خشک ہو جائیں گے تو وہ خون کے آنسو بہائیں گے. پھر پیپ بہنے لگی گی حتیٰ کہ پیپ بھی خشک ہو جائے گی' دوزخیوں کی آنکھوں سے اس قدر آنسوؤں کا پانی جمع ہوگا کہ اگر اس میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ اس پانی میں چلنے لگیں۔

بابِ پنجم: اس کا نام ''جحیم'' ہے' اس کو ''جحیم'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں آگ کے انگارے اتنے اتنے بڑے ہیں کہ ایک انگارا پوری دنیا سے بڑا ہوگا۔

بابِ ششم: اس کا نام ''سعیر'' ہے' اس کو سعیر کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تسعیر کا معنی بھڑکانا ہے اور اس

کو بھی ان لوگوں پر چونکہ بھڑکایا جاتا ہے اور جب سے اس کی تخلیق ہوئی ہے اس کی آگ بجھی نہیں ہے۔
دوزخ کے اس طبقہ یعنی ''سعیر'' میں تین سو محل ہیں اور پھر ہر محل میں تین سو مکان اور گھر ہیں اور ہر مکان میں تین سو مختلف نوعیت کے عذاب تیار کر رکھے ہیں اور اس طبقہ میں سانپ' بچھو' زنجیریں' طوق اور بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے سامان سزا اور آلات عذاب بھی تیار کر رکھے ہیں اور اسی حصہ میں ایک ''جبّ الحزن'' یعنی غم کا کنواں ہے' پورے دوزخ میں اس سے بڑھ کر کوئی سخت عذاب نہیں ہوگا' جب ''جب الحزن'' کا باب وا ہوگا تو اہلِ دوزخ سخت قسم کے حزن و ملال اور رنج و غم سے دوچار ہوں گے۔

بابِ ہفتم: اس کا نام ''ہاویہ'' ہے' جو شخص ایک بار اس میں داخل ہوگا پھر ہمیشہ اسی میں رہے گا' کبھی بھی اس کو نکالا نہیں جائے گا۔ اس حصہ میں ایک کنواں ہے جس کا نام ''بئر ھبھاب'' ہے' اسی کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا○ (الاسراء:۹۷) جب کبھی بجھنے پر آئے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔

چاہِ ہبھاب کے کھلنے پر اس کے اندر سے ایسی آگ برآمد ہوتی ہے کہ آتشِ جہنم بھی اس سے پناہ مانگتی ہے۔ اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے:

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا○ (المدثر:۱۷) اور قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں○

یا اس سے مراد آگ کا پہاڑ ہے جس پر اللہ کے دشمنوں کو رکھا جائے گا۔ اللہ کے ان دشمنوں کے ہاتھ ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور ان کے پاؤں ان کی گردنوں کے ساتھ ملا کر باندھ دیئے گئے ہوں گے اور خدائی پولیس والے اپنے ہاتھوں میں لوہے کے ہتھوڑے لیے ان کے سروں پر کھڑے ہوں گے' وہ سپاہی جس وقت اپنے گرز یا ہتھوڑے کی ضرب لگائیں گے تو تمام جن وانس اس ضرب کی آواز سنیں گے۔

دوزخ کے دروازے لوہے کے ہیں' اس کا فرش کانٹوں کا ہے' اوپر تاریکی اور ظلمت کے پردے ڈالے گئے ہیں' زمین اس کی تانبے' کانچ اور سیسہ کی ہوگی اور ان کے اوپر اور نیچے آگ ہی آگ ہوگی۔ امام قتبی نے ''عیون الاخبار'' میں نقل کیا ہے کہ اس پر ایک ہزار سال تک آگ کو بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی' پھر ایک ہزار سال تک جلائی جاتی رہی یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی اور پھر ایک ہزار سال تک اس کو جلایا جاتا رہا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی تو اب وہ انتہائی تاریک کالی سیاہ ہے اور یہ نہایت سخت تاریکی پھر ساتھ اللہ کا غضب بھی ملا ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''بے شک جہنم سیاہ ظلمت زدہ ہے' نار جہنم کے لیے نہ لپٹ ہے نہ روشنی ہے اور وہ ایسے ہی ہے جس طرح قرآن مجید کا ارشاد ہے:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ○ (الحجر:۴۴) اس کے سات دروازے ہیں' ان میں سے ہر دروازے کے لیے حصہ منقسم ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۹۴' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۴۶۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "ہر دروازے پر ستر ہزار پہاڑ ہیں اور ہر پہاڑ میں ستر ہزار آگ کی گھاٹیاں ہیں اور ہر گھاٹی میں ستر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ستر ہزار وادیاں ہیں اور ہر وادی کے اندر ستر ہزار آتشیں محل ہیں اور ہر محل میں ستر ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر ہزار زہر کے مٹکے ہیں' جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کو کھولا جائے گا' اس سے دائیں' بائیں' آگے' پیچھے' اوپر اور نیچے ہر جہت سے بڑے بڑے ٹکڑے اُڑیں گے' ان کو دیکھ کر تمام انسان اور جنات گھٹنوں کے بل دوزانو ہو کر بیٹھ جائیں گے اور ہر کوئی "رب سلم رب سلم" (اے میرے رب! مجھے بچالے' اے میرے رب! مجھے بچالے) پکارے گا۔

(ترمذی رقم الحدیث:۳۱۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۹۴' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث:۴۶۶۴)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: (جہنم کے سات دروازے ہیں) ان میں سے ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک کا فاصلہ ستر سال کی مسافت کا ہے اور یہ دروازے اوپر تلے ہیں اور ہر اوپر والے دروازے کی حرارت اور گرمی نچلے والے دروازے کی نسبت ستر درجے زائد ہوگی اور یہ بھی مروی ہے: "بے شک جہنم کے سات دروازے ہیں' ان میں سے ہر دروازہ (حصہ) میں ستر وادیاں ہیں اور ہر وادی کی گہرائی ستر سال ہے اور ہر وادی کے اندر ستر ہزار گھاٹیاں ہیں اور ہر گھاٹی میں ستر ہزار غار ہیں اور ہر غار کے پیٹ میں ستر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف اور دراڑ میں ستر ہزار سانپ ہیں اور ہر سانپ کی باچھوں میں (منہ میں) ستر ہزار بچھو ہیں اور ہر بچھو کے ستر ہزار مہرے ہیں اور ہر مہرے میں ایک مٹکے کے برابر زہر ہے۔ ہر کافر اور منافق جہنم کے اس حصہ میں گرے گا۔" ابن وہب نے اس حدیث کو "کتاب الاہوال" میں نقل کیا ہے۔ مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں کہ ایسی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی بلکہ یہ سماع پر موقوف ہے کیونکہ اس میں غیب کی خبر ہے۔ (واللہ اعلم)

۵۴۔ جہنم اور اس کے متعلقات کا بیان

جہنم کی وسعت

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی' ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔"

(صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۷۹' ترمذی رقم الحدیث:۲۵۷۳' الحاکم ج ۴ ص ۵۹۵' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۱۶۰۱۳' الطبری ج ۳۰ ص ۱۰۳)

ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن اسلم نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ سے سرگوشی کے عالم میں کچھ عرض کیا جس پر حضور ﷺ آنکھیں مبارک جھکائے ہوئے کھڑے ہیں۔ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف پیغام بھیجا کہ اے ابوالحسن! دیکھتے نہیں ہو کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے جس وقت سے جبریل علیہ السلام آپ کے پاس سے گئے ہیں آپ اسی وقت سے غم زدہ اور پریشان کھڑے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے

حضور ﷺ کے پشت کی جانب سے آپ کے دونوں بازؤوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آپ کے دو کندھوں مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور عرض کرنے لگے: ''یارسول اللہ! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں کہ آپ غمگین اور پریشان ہیں؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوالحسن! جبریل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ:

اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ (الفجر:۲۱) اور جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی۔

اور جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کو ستر ہزار لگامیں ڈالی ہوں گی' ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔ اسی اثناء میں اچانک جہنم ان فرشتوں کے ہاتھوں سے چھوٹ جائے گی اور ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اگر وہ اس کو دوبارہ پکڑ نہ لیتے تو سب کچھ جل کر راکھ ہو جاتا۔''

ابو حامد امام غزالی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں لکھتے ہیں:

قیامت کے دن جہنم کو فرشتے کھینچ کر لائیں گے' اس کے چار پائے ہوں گے اور ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر ایک لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے' ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک حلقہ ہوگا جو اتنا بڑا ہوگا کہ اگر پوری دنیا کا لوہا جمع کر لیا جائے تو پھر بھی اس کے برابر نہ ہو اور ہر حلقہ پر ستر ہزار سپاہی مقرر ہوں گے جن کی طاقت کا یہ عالم ہوگا کہ اگر ان میں سے کسی ایک سپاہی کو حکم ہو کہ وہ دنیا کے پہاڑوں کو کوٹ کر رکھ دے یا زمین کو رگڑ کر پیس ڈالے تو وہ اس کو ریزہ ریزہ کر ڈالے اور جب وہ فرشتوں کے ہاتھوں سے سرک کر نکل جائے گی تو وہ اس کو سنبھال نہیں سکیں گے کیونکہ وہ بہت بڑی ہے۔ پس موقف (محشر) میں جتنے لوگ ہوں گے سب دو زانو ہو کر بیٹھ جائیں گے حتیٰ کہ پیغمبر بھی' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ' حضرت ہارون اور حضرت مریم علیہم السلام سب ''نفسی نفسی'' پکاریں گے' صرف حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گے:

امتی امتی سلمها یارب ونجها یارب. میری اُمت' میری اُمت اے پروردگار! تو اس کو جہنم سے بچالینا اور سلامت رکھنا۔

پورے موقف (محشر) میں (آپ ﷺ کے علاوہ) کوئی سیدھا ہو کر کھڑا نہیں ہوگا۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً. (الجاثیہ:۲۸) اور تم ہر گروہ (یعنی ہر دین والے) کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے۔

اور جب جہنم اچانک فرشتوں کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اس سے غیض اور غضب کی چنگاریاں اُڑیں گی اور بلند ہوں گی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ (الفرقان:۱۲) جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگاڑنا ۝

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ. (الملک:۸) معلوم ہوتا ہے کہ شدتِ غضب میں پھٹ جائے گی۔

پھر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ کر جہنم کی لگام کو پکڑ لیں گے اور جہنم سے فرمائیں گے کہ "ارجعی مدحورة الی خلفک حتی یاتیک اھلک افواجا" "تو یہاں سے ہٹ جا اور اپنے اصل مقام پر لوٹ جا یہاں تک کہ تیرے اہل تیرے پاس فوج درفوج آ جائیں" تو جہنم حضور ﷺ سے عرض کرے گی: "اے سید عالم (ﷺ)! آپ مجھ کو چھوڑ دیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر حرام کیا ہے۔" چنانچہ عرش کے پردوں سے آواز آئے گی کہ "اے جہنم! تو محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی بات کو سن اور آپ کی اطاعت کر" پھر جہنم کو کھینچ کر عرش کی بائیں جانب لے جائیں گے' اس کے بعد اہلِ محشر کا خوف اور ڈر کم ہو جائے گا' اسی لیے قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے

(الانبیاء: ۱۰۷)

اور اب اس کے بعد میزان قائم کی جائے گی جیسا کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس سے ہمارے سابقہ قول کی تائید اور توضیح ہو جاتی ہے کہ جہنم تمام دوزخ کا نام ہے (اس کے کسی ایک مخصوص طبقہ کا نام نہیں ہے) اور آپ کے ارشاد "یوتی بھا" کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کو اس مقام سے جہاں اس کی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی وہاں سے محشر کی طرف لایا جائے گا اور محشر کی زمین میں اس کو گھمایا جائے گا حتیٰ کہ جنت کی طرف جانے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہے گا مگر پل صراط سے عبور کر کے ہی جانا ہوگا۔ الزمام کا معنیٰ وہ رسی یا زنجیر ہے جس سے کسی شے کو باندھتے ہیں اور اس کو قابو کرتے ہیں اور یہ امت جس کی طرف جہنم کو کھینچ کر لایا جائے گا ارضِ محشر پر اس میں سے کسی کو نکلنا ممنوع ہوگا' اس میں سے صرف اونٹ کی طرح لمبی گردن والا جانور برآمد ہوگا جو کچھ لوگوں کو اچک لے گا جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا اور آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا اور جہنم کے فرشتے جیسا کہ حدیث الباب میں بیان ہوا بڑے ہی سخت گیر اور اکھڑ مزاج ہوں گے۔

حضرت ابن وہب رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خزنة جهنم کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے ایک فرشتہ اتنا جسیم ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (جہنم کے فرشتوں میں سے) ایک فرشتہ (اتنا جسیم ہے کہ اس) کے دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ ایک سال بھر کی مسافت کے برابر ہے اور ان میں سے ایک فرشتہ کی قوت کا عالم یہ ہے کہ اگر وہ ایک گرز مارے تو اس کی ضرب سے ستر ہزار انسانوں کو جہنم کی گہرائی میں دھکیل دے۔

نوٹ: واضح رہے کہ سورۂ مدثر کی آیت ۳۰ میں ہے کہ "علیھا تسعة عشر" "اس پر انیس (۱۹) فرشتے (ایک مالک اور اٹھارہ ان کے ساتھی) مقرر ہیں" ان سے مراد رؤسا اور بڑے بڑے فرشتے ہیں ورنہ جہنم کے کل فرشتوں کی تعداد کہیں اس سے زائد ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ ۔ اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (المدثر:۳۱)

فصل

علماء فرماتے ہیں کہ اہلِ محشر سے جہنم کو دُور ہٹانے اور اس کو روکنے اور واپس کرنے کے لیے صرف حضور ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سے اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ ایک تو آپ نے شب اسریٰ جہنم کو دیکھا ہوا ہے اور دوسرے اس لیے کہ جب نمازِ کسوف میں آپ پر جہنم اور جنت کو پیش کیا گیا تھا تو اس وقت بھی آپ نے جہنم کا مشاہدہ کیا تھا جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: اس حدیث پاک میں آٹھ فوائد کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو حسبِ ذیل ہیں:

فائدہ اُولیٰ

کفار جب حضور ﷺ کی تکذیب کرتے اور آپ کے ساتھ استہزاء کر کے آپ کو سخت اذیت پہنچاتے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

ویؤ ذونه أشد الأذى. وہ آپ کو بہت سخت تکلیف پہنچاتے ہیں۔

(قاری صاحبان کے بقول یہ آیت نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ حدیثِ قُدسی ہو۔)

تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسکین اور اطمینان قلبی کے لیے آپ کو جہنم کا مشاہدہ کرایا جو ان کافروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہے جو آپ کے حکم کو نہیں مانتے تھے اور آپ کی شان میں بے ادبی اور سبکی کا ارتکاب کرتے تھے۔

فائدہ ثانیہ

دوسرا اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دشمنوں سے انتقام لے کر اور ان کی اہانت و تذلیل کر کے آپ کا دل خوش فرمایا ہے تو پھر وہ اپنے محبوب کریم ﷺ کے اولیاء و احباب اور مخلص غلاموں کے حق میں آپ کی شفاعت کے ذریعے ان غلاموں کو اکرام و اعزاز بخش کر بدرجۂ اولیٰ آپ ﷺ کی دل جوئی فرمائے گا۔

فائدہ ثالثہ

تیسرا احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو آپ کے سامنے اس لیے پیش کیا تا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ظاہر ہو جب آپ کی برکت اور شفاعت سے اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کو جہنم سے نجات دے گا۔

فائدہ رابعہ

اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کے سامنے جہنم کو پیش کرنے میں یہ حکمت ہو کہ جب قیامت کے دن جہنم کو بھڑکایا

جائے گا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام "نفسی نفسی" کہیں گے اور حضور ﷺ "اُمتی اُمتی" (میری اُمت میری اُمت) پکاریں گے کیونکہ اللہ عزوجل اسی کا محمد مصطفیٰ ﷺ کو امر فرمائے گا۔ اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ . (التحریم:۸) جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی (ﷺ) کو۔

حافظ ابو الخطاب نے فرمایا کہ: "اس میں یہ حکمت ہے کہ حضور ﷺ اپنی اُمت کے حق میں شفاعت فرمانے کے لیے بالکل فارغ البال ہوں گے اور اگر آپ نے جہنم کو پہلے سے دیکھا ہوا نہ ہوتا اور آپ بھی اس کے ہولناک مناظر سے مامون اور بے خوف نہ ہوتے تو آپ بھی اس دن دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح اپنے نفس کی فکر میں مشغول ہوتے اور اطمینان اور سکون سے لوگوں کی شفاعت نہ کر سکتے۔"

فائدہ خامسہ

بے شک انبیاء کرام علیہم السلام نے قیامت سے قبل چونکہ جہنم کی کسی چیز کو نہیں دیکھا اس لیے قیامت کے دن جب وہ اس کو دیکھیں گے تو ان پر اس کے ہولناک مناظر کی وجہ سے گھبراہٹ طاری ہوگی اور علاوہ ازیں وہ اپنی اجتہادی خطاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور گفتگو کرنے کی ہمت نہیں کریں گے اور اپنے اُمتیوں کی شفاعت کرنے کے بجائے اپنے نفس کی فکر میں مشغول ہوں گے اور لیکن ہمارے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام چونکہ قیامت سے پہلے ہی جہنم کو دیکھ چکے اس لیے آپ اس سے نہیں گھبرائیں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوگوں کے لیے گفتگو بھی کریں گے اور یہی مقامِ محمود ہے جس کا ذکر قرآن مجید اور حدیث شریف میں ہے اور اللہ کریم آپ کو اس دن اپنے وعدہ کے مطابق مقامِ محمود پر فائز فرما کر آپ کی شان کی بلندی کا اظہار فرمائے گا اور آپ تمام لوگوں کے لیے شفاعت کریں گے۔

فائدہ سادسہ

اس حدیث پاک میں ایک فقہی اور شرعی مسئلہ پر دلیل بھی ہے کہ جنت اور دوزخ کی تخلیق ہو چکی ہے اور اس میں معتزلہ کے مذہب کی تردید ہے جو جنت اور دوزخ کے قیامت سے بیشتر پیدا کیے جانے کے منکر ہیں۔ قرآن مجید کا ظاہر بھی معتزلہ کے مذہب کا رد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۳) پرہیز گاروں کے لیے تیار رکھی ہے۔

نیز فرمایا:

أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔

(البقرہ:۲۴، آل عمران:۱۳۱)

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکیں اور موجود ہیں کیونکہ اعداد (تیار رکھنا) خلق اور ایجاد کی دلیل ہے۔

فائدہ سابعہ

اور یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کو جہنم اس لیے دکھائی گئی کہ آپ کو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی خست اور

کمینگی معلوم ہو جائے تا کہ آپ دنیا میں بہت بڑے زاہد اور دنیا کی سختیوں پر انتہائی صبر کرنے والے ہوں۔ یہاں تک کہ آپ جنت میں تشریف لے جانے تک اسی طرح رہیں۔ایسے ہی موقع کے لیے ایک محاورہ ہے: ''وہ محنت و مشقت کتنی اچھی ہے جس کا انجام خوشحالی ہو اور وہ نعمت اور عیش و عشرت کتنی بری ہے جو آخر کار صاحبِ نعمت کو مشکلات میں مبتلا کر دے۔''

فائدہ ثامنہ

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ارادہ فرمایا ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے لیے ایسی عزت و کرامت حاصل ہو جو صرف اور صرف آپ کے ساتھ خاص ہو اور کسی کو حاصل نہ ہو اور حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ کرامت اور عزت بخشی کہ ان کو قیامت سے پہلے جنت میں داخل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے صفی' نجی اور امینِ وحی محبوبِ کریم کو ایسے کرم' عظمت اور توقیر و تجبیل سے نوازے اور خاص کرے جو کسی کے لیے حاصل نہ ہو تو اس نے اپنے محبوب نبی اکرم ﷺ کو جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا۔

مذکورہ بالا تمام نکات اور فوائد حدیث علامہ امام حافظ ابن دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب ''الابتھاج فی أحادیث المعراج'' میں ذکر کیے ہیں۔

۵۵۔ جہنم کے کلام کرنے اور اس کے اوپر سے بغیر جواز السفر (پاسپورٹ) کے نہ گزر سکنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس یہ آیت لے کر اُترے کہ:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ . جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا۔

(ابراہیم:۴۸)

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے جبریل! قیامت کے دن لوگ کہاں ہوں گے؟'' حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ''اے محمد (ﷺ)! لوگ ایک ایسی صاف چٹیل زمین پر ہوں گے جس پر کبھی کوئی گناہ واقع نہیں ہوا ہو گا۔''

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ○ اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے۔

(القارعۃ:۵)

اور کہا کہ پہاڑ جہنم کی تپش سے پگھل جائیں گے اور اے محمد (ﷺ)! جب قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا تو وہ تھرتھرا رہی ہو گی' اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور لا کر اس کو کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائے گا: ''اے جہنم! بول'' جہنم کہے گی: ''لا الٰہ الا اللہ' مجھے تیری عزت اور تیری عظمت کی قسم ہے کہ میں آج ہر اس شخص سے کہ جس نے رزق کھایا تیرا اور عبادت کی تیرے سوا کسی غیر اللہ کی' ضرور انتقام لوں گی اور آج میرے اوپر سے کوئی گزر کر کوئی جنت میں نہیں جا سکے گا مگر

وہی شخص جس کے پاس گزرنے کا پاسپورٹ ہوگا۔" نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: "اے جبریل! قیامت کے دن (جہنم کے اوپر سے گزرنے کا) پاس کون سا ہوگا؟" حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! خوشخبری ہو اور آپ اپنی اُمت کو یہ مژدہ سنا دیجیے کہ جس شخص نے "لا الـه الا الـلـه" کی گواہی دی (یعنی کلمہ طیبہ پڑھا) وہ جہنم کا پل کراس کر لے گا۔" حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الـحـمـد للہ الذی جعل أمتی اھل لا الہ الا اللہ" یعنی شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے میری اُمت کو مسلمان بنایا۔

اربابِ دوزخ کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب اللہ تبارک وتعالیٰ تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو دوزخ کو اس حال میں سامنے لایا جائے گا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے حصے پر چڑھا ہوا ہوگا اور دوزخ کے داروغے اس کو روکتے ہوں گے اور وہ (جہنم) کہے گی: "مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم ہے! بس تم میرے اور میرے ساتھیوں کے درمیان رکاوٹ بننے سے ہٹ جاؤ یا پھر میں ان سب لوگوں کو یکبارگی اپنی لپیٹ میں لے لوں گی" فرشتے پوچھیں گے کہ تیرے ساتھی کون ہیں؟ دوزخ کہے گی: "ہر متکبر اور ظالم" (میرا ساتھی ہے)۔

(ابن حجر المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۶۶۳' الہیثمی المجمع ج ۱۰ ص ۳۹۲)

۵۶۔ جہنم کے انیس (۱۹) داروغوں کا بیان

سورۃ المدثر کی ایک آیت کی تفسیر کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ (المدثر: ۳۰) اس پر انیس (۱۹) داروغہ ہیں۔

ابن مبارک نے روایت بیان کی ہے کہ بنی تمیم کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ ہم حضرت ابوالعوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی:

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔

(المدثر: ۲۷)

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝. (المدثر: ۳۰) اس پر انیس (۱۹) فرشتے مقرر ہیں۔

حضرت ابوالعوام نے فرمایا: "جانتے ہو انیس (۱۹) سے کیا مراد ہے؟ انیس ہزار فرشتے یا انیس فرشتے؟" میں نے کہا: "نہیں بلکہ انیس فرشتے مراد ہیں۔" انہوں نے فرمایا "آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا؟" میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ. (المدثر: ۳۱) اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو۔

حضرت ابوالعوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا ہے' وہ انیس (۱۹) فرشتے ہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک فرشتے کے ہاتھ میں ایک ہتھوڑا ہے جس کے دو حصے ہیں' وہ فرشتہ اس ہتھوڑے سے ایسی کاری ضرب لگائے گا کہ آدمی اس کی ایک ضرب سے ستر ہزار سال تک نیچے دھنستا چلا جائے گا۔'' (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۳۴۰)

حدیث پاک سے اس آیت بالا کی تفسیر اور دوزخ کے داروغوں کی تعداد کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کے چند صحابہ کرام سے کہا: کیا تمہارے نبی جہنم کے داروغوں کی تعداد جانتے ہیں؟ صحابہ کرام نے فرمایا: ہم نبی اکرم ﷺ سے پوچھے بغیر نہیں جانتے۔ ایک شخص نے آ کر عرض کیا: ''اے محمد (ﷺ)! آج آپ کے صحابہ مغلوب ہو گئے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیسے؟'' اس نے کہا: یہودیوں نے پوچھا کہ: ''تمہارے نبی کو جہنم کے داروغوں کی تعداد معلوم ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''پھر انہوں نے کیا جواب دیا؟'' اس نے کہا: انہوں نے جواب دیا: ''ہم نہیں جانتے جب تک کہ ہم حضور ﷺ سے نہ پوچھ لیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا وہ قوم ہار جاتی ہے جس سے ایسی بات کا سوال ہو جو ان کے علم میں نہ ہو اور بے علمی کا اظہار کر دے؟ لیکن ان یہود نے تو خود اپنے نبی سے سوال کیا کہ ''ہمیں ظاہراً اللہ تعالیٰ دکھاؤ'' ان اللہ کے دشمنوں کو میرے پاس لاؤ' میں ان سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھوں اور وہ میدہ ہے۔'' وہ آئے تو کہنے لگے: ''اے ابوالقاسم! جہنم کے داروغے کتنے ہیں؟'' آپ نے اتنے' اتنے ایک مرتبہ دس اور ایک مرتبہ نو فرمایا (یعنی دس اور نو ۱۰+۹=۱۹) کہنے لگے: ''ہاں جی ٹھیک ہے'' نبی پاک ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم بتاؤ جنت کی مٹی کیا ہے؟'' راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ کچھ دیر چپ رہے' پھر کہا: ''اے ابوالقاسم! روٹی ہے'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''الخبز من الدرمک'' میدہ کی روٹی ہے۔ (یہ حدیث غریب ہے) (ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۷)

نوٹ: کفار نے جب یہ آیت سنی تو بڑے زور سے قہقہے لگانے لگے: ''بس یہی کچھ ہے اس نبی کے خدا کی فوج۔ ہم تو سمجھے تھے بے شمار لشکر ہوگا جو جہنم کے چاروں طرف سے گھیرے کھڑا ہوگا اور ان کی گرفت سے بچ کر نکلنے کی کسی میں ہمت نہ ہوگی۔ کل انیس (۱۹)! ''عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ○ ''۔ (المدثر: ۳۰) کیا حقیقت ہے ان انیس (۱۹) کی؟ کفار کا مجمع لگا تھا۔ یہی بات موضوعِ بحث بنی ہوئی تھی' ہر شخص چٹخارے لے لے کر نکتہ آفرینیاں کر رہا تھا۔ ابوجہل کہنے لگا: ''دوستو! تم نے سن لیا اس نبی کے خدا کی فوج صرف انیس (۱۹) سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ کیا ہم دس دس مل کر بھی ایک ایک کو پکڑ کر اس کا کچومر نہ نکال دیں گے؟'' ابوالاشد بن اسید الجحی جو اپنے قبیلہ بنی جمح کا زور آور پہلوان تھا' وہ بھی وہاں موجود تھا' کہنے لگا: ''ابوجہل جی مہاراج! ان میں سے سترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں' باقی رہے دو تو آپ سب مل کر ان دو کو سنبھال لیں۔'' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ: ''اے بے وقوفو! یہ تمہاری مانند بشر نہیں' یہ گوشت پوست کے آدمی نہیں کہ دس دس یا سولہ سولہ مل کر ان کو پچھاڑ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جن کی قوت و طاقت کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے' اگر تمہیں کچھ غلط فہمی ہو تو عاد و ثمود اور سدوم و عمورہ سے پوچھو' وہ تمہیں ان کی قوت کے بارے میں بتائیں گے۔'' (از ضیاء القرآن: مترجم)

جہنم کی وسعت اور اس کی چار دیواری کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ. (الفرقان:۱۳)

اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ. (الکہف:۲۹)

بے شک ہم نے ظالموں کے لیے (ایسی) آگ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری (ہر طرف سے) ان کو گھیر لے گی۔

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''جانتے ہو جہنم کی وسعت کتنی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں جانتا'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں! تم نہیں جانتے۔ بے شک جہنم والوں میں سے ایک جہنمی کے کان کی لو اور اس کے کندھے کے درمیان ستر سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا اور اس میں پیپ اور کچ لہو کی وادیاں رواں ہوں گی۔'' میں نے کہا: ''اس کی نہریں ہوں گی؟'' انہوں نے فرمایا: ''نہیں بلکہ وادیاں ہوں گی'' پھر انہوں نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو جہنم کے پل کی وسعت کتنی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں جانتا'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں! قسم اللہ کی تم نہیں جانتے' مجھ سے حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا: ''انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آیتِ کریمہ ''وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ'' (الزمر:۶۷) ''اور قیامت کے دن سب زمینیں اسی کے قبضہ و قدرت میں ہوں گی اور سب آسمان اسی کے دائیں دستِ قدرت سے لپٹے ہوئے ہوں گے'' کے بارے سوال کیا: ''یارسول اللہ! اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''جہنم کے پل پر ہوں گے۔'' (اس سے پل کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔)

(ترمذی رقم الحدیث:۳۲۴۱' الحاکم ج ۲ ص ۴۳۶' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۲۹۸' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۸۳' البغوی ج ۱۵ ص ۲۵۱)

جہنم کی چار دیواری کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ کا احاطہ چار دیواروں پر مشتمل ہے' ہر دیوار کی موٹائی اور کثافت چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔

(ترمذی ج ۷ ص ۳۰۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹' الحاکم ج ۴ ص ۶۰۱' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۱۶' البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۵' ابن جوزی العلل الواھیہ رقم الحدیث:۱۵۶۰' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:۵۶۸۱)

ابن مبارک نے ذکر کیا ہے' حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

آیتِ کریمہ ''وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ'' (الفرقان:۱۳) کے بارے میں ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے تھے: ''بے شک جہنم کو کافر پر اتنا تنگ کر دیا جائے گا جس طرح نیزے کے سرے پر لگا ہوا لوہا ہوتا ہے۔''

(امام ثعلبی اور امام قشیری نے بھی اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے)

جہنم کہاں ہے؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

جہنم زمین میں ہے اور سمندر جہنم کا ایک حصہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سمندر کا سفر کوئی شخص نہ کرے سوائے جہاد کرنے والے یا حج کے لیے سفر کرنے والے یا عمرہ کرنے والے کے کیونکہ سمندر کے نیچے جہنم کا طبقہ اور حصہ ہے۔'' ابوعمر نے کہا: ''یہ حدیث ضعیف ہے''۔ (الالبانی السلسلۃ الضعیفۃ رقم الحدیث: ۴۷۸ ' ابوداؤد ج اص ۳۸۹ ' الخطیب التلخیص ج اص ۸۷ ' البیہقی ج ۴ ص ۳۳۴ ' البزار رقم الحدیث: ۱۶۶۸ ' الہیثمی المجمع ج ۵ ص ۲۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور سمندر کے پانی سے وضو نہ کیا جائے کیونکہ سمندر جہنم کا حصہ ہے۔''

زلزلہ کیسے آتا ہے؟

سورۂ ''ق'' کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: ''(سکندر) ذوالقرنین کوہِ قاف کے قریب گئے تو انہوں نے اس کے نیچے چھوٹے چھوٹے کئی پہاڑ دیکھے تو کہا: ''تو کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں (کوہِ) قاف ہوں' ذوالقرنین نے پوچھا: ''یہ تیرے اردگرد پہاڑ کیا ہیں؟'' کوہِ قاف نے جواب دیا: ''یہ میری رگیں اور جڑیں ہیں' دنیا کا کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس میں میری جڑیں نہ ہوں اور جب اللہ تعالیٰ زمین کے ٹیلوں اور پہاڑوں میں زلزلے کا ارادہ فرماتا ہے تو مجھے امر دیتا ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی ان رگوں اور جڑوں کو حرکت دیتا ہوں تو زمین میں زلزلہ آجاتا ہے۔'' ذوالقرنین نے کوہِ قاف سے کہا: ''اے قاف! تو میرے لیے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کر'' کوہِ قاف نے کہا: ''بے شک ہمارے رب جل شانہ کی شان کبریائی کو بیان کرنے سے خیال و قیاس عاجز اور قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت کی معمولی سی جھلک یہ ہے کہ میرے ماوراء میں ایک ایسی زمین ہے جو پچاس ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے' وہ زمین ساری برف ہے جو کہ تہہ در تہہ ایک دوسرے کو کھائے جارہی ہے اور اگر یہ وسیع و عریض یخ بستہ برفانی زمین نہ ہوتی تو میں جہنم کی گرمی سے جل کر کوئلہ بن جاتا۔''

علامہ قرطبی فرماتے ہیں ''اس سے ثابت ہوا کہ جہنم روئے زمین پر ہے۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ وہ کون سی سرزمین میں ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ ہی خوب علم رکھنے والا ہے۔''

عنوان بالا کا ایک اور باب

ایک آیت کی تفسیر اور اس چیز کا بیان کہ سورج اور چاند دونوں کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝'' (التکویر: ٦) (اور جب سمندر سلگائے جائیں گے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ ''سمندروں کو بھڑکایا جائے گا تو وہ آگ بن جائیں گے''۔

حضرت ابن وہب نے بیان کیا کہ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی:

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔

(القیامۃ:۹)

اور فرمایا: ''قیامت کے دن چاند اور سورج دونوں کو جمع کر کے آگ میں پھینک دیا جائے گا تو اس سے بہت بڑا دوزخ بن جائے گا۔''

ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے شک سورج اور چاند دوزخی بیلوں کی طرح دوزخ میں ہوں گے۔ (طیالسی رقم الحدیث:۲۱۰۳)

کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ (قیامت کے دن) سورج اور چاند کو اس حال میں لایا جائے گا گویا کہ وہ دہشت زدہ دوزخی بیل ہیں، پھر ان دونوں کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔''

فصل

میں کہتا ہوں کہ: ''سورج اور چاند کو ملا کر جہنم میں اس لیے پھینک دیا جائے گا کہ ان دونوں کی اللہ وحدہ لاشریک کے سوا دنیا میں پرستش کی جاتی تھی، ان دونوں کو جہنم کا عذاب نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو دونوں جماد ہیں۔'' بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند کے ساتھ یہ سلوک اس لیے ہوگا کہ اس سے مشرک اور کافر لوگوں کی حسرت اور ذلت زیادہ ہو (کہ وہ جن کو اپنے معبود بنا کر پوجتے تھے، آج وہ ان کو کوئی نفع دینا تو کجا خود نذرِ آتش ہو چکے)۔

ابن قسی صاحب خلع النعلین لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ بے شک سورج اور چاند دو بیل ہیں جن کے اوپر جہنم کی آگ کو اس طرح لپیٹا گیا ہے، دن گرم کور اور پردہ ہے اور رات سرد اور ٹھنڈا کور ہے۔

اور یہ دار قائم رہنے والا دار ہوگا اور اس دار اور آفتاب و مہتاب کی حرکت میں تسیار اور تدوار کے بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور لیل و نہار کے فلک کے مدار کے، یہاں تک کہ وہ اللہ کی رحمت سے خالی ہو جائے گا اور اس کے باوجود وہ اللہ کی رحمت میں سے ایک رحمت ہوگا اور شمس و قمر سے وہ دار سیاہ ہو جائے گا اور ان سے دوزخ کی لپٹیں اور شعلے ظاہر ہوں گے اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ سخت غضب میں ہوں گے اس سبب سے کہ ان دونوں نے نافرمانوں کی نافرمانی کا اور فاسقوں کے فسق کا معائنہ کیا ہے کہ ان دونوں سے کوئی جگہ اور مقام تقریباً غائب اور پوشیدہ نہیں اور کوئی خیانت کرنی والی آنکھ ان سے مخفی نہیں کیونکہ کوئی شخص نہیں دیکھتا مگر ان دونوں کے نور سے اور کوئی ادراک نہیں کرتا مگر ان دونوں کی ضیاء اور روشنی سے اگرچہ یہ دونوں رات کی تاریکی کے حجاب کے پیچھے ہوں یا دن کے بادلوں کے پردے کے پیچھے ہوں کیونکہ روئے زمین پر زمین کے سایہ میں جو ضیاء اور روشنی باقی ہوتی ہے وہ انہی کی ضیاء ہوتی ہے اور جو نور باقی ہوتا ہے وہ انہی دونوں کا ہوتا ہے اور یہ نور و ضیاء اس کے باوجود کہ ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا باقی رہے گا کیونکہ ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اسی لیے سخت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ رحمت کی لگام ان دونوں کے منہ سے اتار لے گا اور نرمی و رافت کی ضیاء ان دونوں سے قبض فرما لے گا اور اسی طرح

اس دنیوی زندگی کی ہر ظاہری چیز سے اللہ تعالیٰ جو رحمت کھینچ کر اپنے قبضہ میں لے لے گا اس کو اس دارِ دنیا سے دارِ حیات وانوار (یعنی آخرت کے دار البقاء) کی طرف لوٹا دے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں' ان میں سے ایک رحمت اس نے زمین پر نازل کی' اسی رحمت کی وجہ سے حیوانات اور بہائم ایک دوسرے پر رحمت اور شفقت کرتے ہیں۔ اسی سے انسان آپس میں اور دوسری مخلوق پر رحم اور ترس کرتے اور باہم صلہ رحمی کرتے ہیں' جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کو قبض کر لے گا اور اس کو ان ننانوے (۹۹) رحمتوں کے ساتھ ملا کر اپنی رحمتوں کو مکمل فرمائے گا جیسے وہ تھیں' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان پوری سو رحمتوں کو ایمان والوں کے لیے مخصوص فرما دے گا اور دار العذاب اور اس میں جتنے بدکار لوگ ہوں گے سب اللہ رب العالمین کی رحمت سے خالی اور محروم ہو جائیں گے اور اس رحمت کے دور ہو جانے سے چاند میں جو رطوبت اور انوار ہیں وہ بھی زائل اور ختم ہو کر رہ جائیں گے اور چاند میں صرف تاریکی اور ٹھنڈک باقی رہ جائے گی۔ اسی طرح رحمت کے دُور ہونے سے سورج کی چمک دَمک اور روشنی ختم ہو جائے گی اور اس میں صرف جلانے کی صفت رہ جائے گی اور اس کی تاریکی اور سیاہی بہت شدید صورت اختیار کر لے گی۔ سورج اور چاند کی جو صفت پہلے تھی یعنی صفت رحمانیہ' اللہ تعالیٰ کا ان دونوں کو اس صفت سے مہمل کر دینا اور کافروں اور فاسقوں پر سورج اور چاند کی اس صفت کو باقی رکھنا جس سے ان کو عذاب اور تکلیف پہنچے جیسے جلانا اور سخت ٹھنڈک پہنچانا تو اس کو باقی رکھنا' یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ جب تک چاہے کسی چیز کی صفت تدمیر اور ہلاک کرنے کے وصف کو کسی سے روک لے اور جب چاہے اس کو کسی کی تباہی اور ہلاکت پر مسلط کر دے' اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا اور اس کے امر اور حکم پر کسی کو مجال انگشت نمائی نہیں جائز۔ **لا الہ الا ھو سبحانہ** 'وہ مالک و مولیٰ ہے جو چاہتا ہے' کرتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۰ص ۴۳۱' صحیح مسلم ج ۱۷ص ۶۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۳' مسند احمد ج ۲ص ۵۲۶' ابن حبان ج ۸ص ۷' البغوی ج ۱۴ص ۳۷۷)

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کعب احبار کی روایت (کہ سورج اور چاند کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا) کی تکذیب میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ یہودیت ہے اور کعب احبار ان اسرائیلیات کو اسلام میں داخل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اپنے کسی فرماں بردار اور طاعت شعار کو عذاب سے دو چار فرمائے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تو یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ — اور تمہارے لیے سورج او[ر چان]د مسخر کیے جو برابر چل رہے ہیں۔ (ابراہیم: ۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ''جب سورج اور چاند اللہ کی طاعت میں چل رہے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کو عذاب دے گا جبکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی تعریف

فرماتا ہے کہ "وہ دونوں اس کی خدمت اور طاعت میں رواں دواں ہیں"۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "بے شک جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سوا کوئی چیز تخلیق کرنے کے لیے باقی نہ رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے نور سے سورج اور چاند کو پیدا فرمایا" اور اس حدیث کے آخر میں یہ ذکر ہے کہ پھر جب قیامت برپا ہوگی اور اللہ تعالیٰ اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ دونوں کا فیصلہ کر دے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان امتیاز کر دیا جائے گا تو ابھی دونوں فریق جنت یا دوزخ میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کو بلائے گا' دونوں کو اس حال میں حاضر کیا جائے گا کہ ان کے اوپر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی' دونوں بارگاہِ خداوندی میں لرزتے ہوئے رُک جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور جلال کی وجہ سے اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں کے سبب دونوں تھرک اور پھڑک رہے ہوں گے' جب عرش کے مقابل میں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جائیں گے اور عرض کریں گے: "اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ ہم نے تیری فرماں برداری کی اور تیری طاعت میں چلتے رہے اور دنیا کے زمانہ میں تیرے حکم کے مطابق چلنے میں کبھی سستی نہ کی۔ پس تو اس وجہ سے کہ مشرکین نے ہماری عبادت اور پرستش کی' ہمیں عذاب نہ دینا۔" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: "تم دونوں نے سچ کہا ہے' بے شک میں نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ تم دونوں کو تمہاری پہلی حالت پر لوٹا دوں گا۔ پس تم اپنی اصلی اور ابتدائی حالت میں ہو جاؤ جس پر میں نے تمہیں پیدا فرمایا تھا۔" چاند اور سورج عرض کریں گے: "اے پروردگار! تو نے ہم کو کس چیز سے پیدا فرمایا تھا؟" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: "میں نے تم کو اپنے عرش کے نور سے پیدا فرمایا تھا۔ پس تم اسی شکلِ نورانی پر دوبارہ لوٹ جاؤ۔" پس سورج اور چاند اس طرح دمک اُٹھیں گے کہ ان کی چکاچوند روشنی سے لگے کہ آنکھوں کا نور چندھیا جائے گا اور وہ خیرہ ہو جائیں گی' پھر وہ عرش کے نور میں گھل مل جائیں گے اور مل کر ایک ہی مخلوط نور ہو جائیں گے اور یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کہ:

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ یقیناً وہی (پیدائش کی) ابتداء فرماتا ہے اور (وہی اسے) دہرائے گا۔ (البروج:۱۳)

(امام ثعلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "کتاب العرائس" میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم)

جہنم کی صفت اور اس کی گرمی اور عذاب کی شدت کا بیان

امام ترمذی نے روایت کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی آگ ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی' پھر ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سفید ہوگئی' پھر ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی۔ پس (اب) وہ نہایت سیاہ ہے۔" (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۰' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۱' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث ۳۰۹' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۰۱۲' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۷۳)

آتشِ جہنم کو تین ہزار سال تک جلایا گیا ہے

ابن مبارک کی روایت ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''بے شک (دوزخ کی) آگ کو ہزار سال بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی' پھر ہزار سال بھڑکایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی' پھر ہزار سال بھڑکایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی تو اب وہ کالی سیاہ رات کی طرح تاریک ہے۔''

امام مالک اپنے چچا ابو سہیل بن مالک کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''تم یہ خیال کرتے ہو کہ دوزخ کی آگ تمہاری اس آگ کی طرح ہے؟ بے شک وہ تارکول سے زیادہ سیاہ ہے۔''

آتشِ جہنم سخت گھٹن والی ہے

ابن مبارک روایت کرتے ہیں' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''دوزخ کی آگ ایسی ہے کہ اس میں نہ انگارے ہوں گے اور نہ ہی اس کی لپیٹیں روشنی دیں گی'' پھر انہوں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی:

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ. (الحج:۲۲)

جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے۔

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری یہ آگ جس کو تم جلاتے ہو' یہ آتشِ جہنم کی گرمی کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! بخدا! بس یہ تو بہت ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس کو انہتر (٦۹) درجے اور بڑھایا گیا اور (اب) ہر جزء کی حرارت اس کی مثل اور برابر ہے۔'' (صحیح بخاری ج ٦ ص ۳۳۰' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۷۹' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳' ج ۲ ص ۴٦۷' مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۹۹۴' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۳۰۸' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۲۹' ابن حبان ج ۹ ص ۲۷٦' دارمی ج ۲ ص ۳۴۰' البزار رقم الحدیث: ۳۴۹۰' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۹۷' الحاکم ج ۴ ص ۵۹۳)

تشریح

یعنی اگر دنیا بھر کی ساری آگ کو جسے انسانوں نے جلایا اور روشن کیا جمع کر لیا جائے تو یہ پوری دنیا کی آگ جل کر جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہوگا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اگر مثلاً پوری دنیا کا ایندھن جمع کر کے جلایا جائے یہاں تک کہ وہ آگ بن جائے تو اس تمام ایندھن کے جلانے سے حاصل ہونے والی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں کا ایک حصہ ہوگی اور پھر یہ کہ جہنم کے ہر حصہ کی گرمی اور تپش دنیوی آگ سے زیادہ ہوگی۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے)

دنیا کی آگ بھی جہنم کی آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہے

ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری یہ آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے' اگر یہ دوبار پانی میں نہ بجھائی جاتی تو تم اس سے نفع نہیں اُٹھا سکتے تھے اب یہ آگ خود اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اسے دوبارہ دوزخ میں نہ لوٹایا جائے۔''

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا کہ ''دنیا کی یہ آگ سات مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھائی گئی ہے ورنہ تمہارے لیے اس سے نفع اُٹھانا ممکن نہ ہوتا۔''

☆ ابوعمر رحمہ اللہ راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے اور اگر اس کو دس بار سمندر کے پانی میں نہ بجھایا جاتا تو تم اس سے کوئی نفع نہ اُٹھا سکتے۔''

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ دنیا کی آگ کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ دنیوی آگ جہنم کی آگ سے پیدا کی گئی ہے مگر اس کو ستر بار پانی میں بجھایا گیا ہے اور اگر یہ ستر بار پانی میں نہ بجھائی گئی ہوتی تو کوئی اس کے قریب بھی نہ جا سکتا کیونکہ یہ جہنم کی آگ کا حصہ ہے۔

احساسِ سود و زیاں اور قدرِ راحت و غم

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس جہنمی کو دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں ملی تھیں اس کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور اس کو جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خیر اور بھلائی دیکھی تھی اور کیا تیرے پاس کبھی نعمت کا گزر ہوا؟'' وہ کہے گا: ''نہیں بخدا! اے میرے رب!''۔ پھر اہلِ جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف میں رہا تھا' اس کو جنت کا چکر لگوایا جائے گا' اس کے بعد اس سے دریافت کیا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی تنگی دیکھی ہے اور تجھے کبھی شدت اور تکلیف لاحق ہوئی ہے؟ وہ کہے گا: ''نہیں بخدا! اے میرے پروردگار! مجھے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہے نہ میں نے کبھی سختی دیکھی ہے۔''

(صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۴۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۳' ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۲' البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۱)

آخرت کی تکلیف اور راحت کے مقابلے میں دنیا کی تکلیف اور راحت ہیچ ہے

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا جس کی زندگی سب سے زیادہ عیش و عشرت میں گزری ہوگی' اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پھر نکال کر پوچھا جائے گا کہ: ''اے فلانے! تو نے کبھی راحت دیکھی ہے؟'' وہ کہے گا: ''مجھے کبھی راحت نہیں ملی'' پھر اس مومن کو لایا جائے گا جس کی زندگی مصائب و آلام سے گزری ہوگی اور اسے جنت کا ایک راؤنڈ لگوا کر دریافت کیا جائے گا: ''اے فلاں شخص! بتا کیا تو نے کبھی مصیبت دیکھی ہے؟'' وہ جواب دے گا: ''مجھے کبھی کوئی

تکلیف نہیں پہنچی۔"

(صحیح مسلم ج ۱۷ص ۱۴۹، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۳، ابن حبان ج ۹ ص ۲۲۲، البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۲، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جہنم میں سے اگر ایک جہنمی اپنا ہاتھ دنیا والوں کی طرف نکالے یہاں تک کہ اہل دنیا اس کو دیکھ لیں تو ساری دنیا اس کی گرمی سے جل جائے اور اگر جہنم کے داروغوں میں سے ایک داروغہ اہل دنیا کی طرف اپنا ہاتھ نکالے یہاں تک کہ دنیا والے اس کو دیکھ لیں تو تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں۔

اور کعب الاحبار روایت کرتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، اگر تو مشرق میں ہووے اور نار جہنم مغرب میں، پھر اس کو کھول دیا جائے تو اس کی حرارت کی شدت سے تیرا دماغ پگھل کر تیرے نتھنوں سے باہر نکل آئے، اے لوگو! کیا تمہارے لیے اس سے کوئی قرار ہے؟ یا تمہارے لیے اس پر صبر کرنے کی طاقت ہے؟ اے لوگو! اس عذاب سے تم پر اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کرنا بہت آسان اور ہلکا کام ہے پس اس کی اطاعت کرتے رہو۔

امام بزاز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد آدمی ہوں، پھر اہل نار میں سے ایک شخص سانس لے تو ان تمام آدمیوں کو جلا کر راکھ دے۔

فصل

اس باب کی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری (دنیا کی) یہ آگ جس کو آدمی جلاتا ہے یہ جہنم کی آگ کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ابن آدم جو آگ جلاتے ہیں اگر اس کے تمام اجزاء کو جمع کیا جائے تو یہ دنیا بھر کی آگ جہنم کی مذکورہ آگ کے اجزاء میں سے ایک جزء قرار پائے گی جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اگر دنیا بھر کے ایندھن کو اکٹھا کر لیا جائے اور پھر اس ایندھن کو جلایا جائے حتیٰ کہ وہ آگ بن جائے تو یہ تمام مل کر جہنم کی اس آگ کے ستر (۷۰) اجزاء میں سے ایک جزء بنے گی اور دنیا کی آگ سے اس کی گرمی بہت زیادہ سخت ہے جیسا کہ آخر حدیث میں بیان ہوا ہے۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد: "**وان کانت لکافیة**" اس عبارت میں "ان" بصریوں کے نزدیک مخففہ عن المثقلہ ہے یعنی اصل میں یہ "انّ" ہے (جس کا اسم محذوف ہوتا ہے) اس کی نظیر "**وان کانت لکبیرة الا علی الذین هدی الله**" ہے یعنی بے شک یہ تو کافی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "**بانها کما فضلت علیها فی المقدار والعدد بتسعة و ستین فضلت علیها ایضًا فی شدة الحر بتسعة وستین ضعفا**" "بے شک امر واقعہ یہ ہے کہ اس پر مقدار اور عدد میں ۶۹ درجے اور اضافہ کر دیا جائے گا جو شدت حرارت میں ۶۹ گنا زیادہ ہوگی"۔ (البزار رقم الحدیث: ۳۴۹۹، الھیثمی المجمع ج ۱۰ ص ۳۹۱)

۵۷-دوزخ کی گہرائی' گفتگو کرنے اور اس کی ہولناکیوں کا بیان

موسمِ گرما اور موسمِ سرما کے سبب کا بیان

امام بخاری' امام مسلم' ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم نے اپنے رب کے سامنے گلہ کیا کہ اس کے بعض حصہ نے بعض حصہ کو کھا ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دو سانس بنا دیئے' ایک سردیوں کے لیے اور ایک گرمیوں کے لیے۔ سردیوں کا سانس نہایت ٹھنڈا ہے اور گرمیوں کا سانس نہایت گرم ہے۔'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸' صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۱۹' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸' مسند الشافعی ج ۱ ص ۴۸' حمیدی رقم الحدیث: ۹۴۲' ابن حبان ج ۹ ص ۲۷۷' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۹۸۴' دارمی ج ۲ ص ۳۴۰' البغوی ج ۲ ص ۴)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوزخ نے رب تعالیٰ سے شکایت کی کہ ''اے پروردگار! میرے بعض حصے نے بعض کو کھا لیا ہے تو رب تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سردی میں اور ایک گرمی میں' سردی کے موسم میں جو تمہیں سردی معلوم ہوتی ہے' اس کی ٹھنڈک سے ہوتی ہے اور گرمی میں جو تم گرمی محسوس کرتے ہو اس کی تپش سے ہوتی ہے۔'' (ابن ماجہ: باب ۵۸' ۷ باب صفۃ النار)

دوزخ کتنا گہرا ہے؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے ایک گڑ گڑاہٹ کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے یہ کیسی آواز تھی؟ ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا' یہ اب تک اس میں گر رہا تھا اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔ (صحیح مسلم باب ۱۰۰۸' حدیث ۲۰۳۶' ۷ کتاب الجنۃ والنار)

(صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۱' ابن حبان ج ۹ ص ۲۷۸' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۹۹۵)

جہنم کی گہرائی اور حضور ﷺ کی قوتِ سماعت کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''عتبہ بن غزوان نے ہمارے اس منبر یعنی بصرہ کے منبر پر نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بہت بڑی چٹان کو جہنم کے کنارے سے اس کے اندر پھینکا جائے گا اور وہ ستر سال گرتی رہے گی پھر بھی اپنے ٹھکانے تک نہیں پہنچے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''جہنم کو بکثرت یاد کیا کرو کیونکہ اس کی گرمی سخت ہے اور اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور اس کے گرز

آہنی ہیں۔'' (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں:

ہمیں عتبہ بن غزوان سے حضرت حسن بصری کے سماع کا علم نہیں ہے کیونکہ عتبہ بن غزوان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بصرہ آئے تھے اور خلافتِ فاروقی کے دو سال باقی تھے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے۔

ابن مبارک کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان فرمایا کرتے تھے کہ:

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' جہنم کے کنارے اور اس کی گہرائی کے درمیان ایک چٹان ہے جس کا وزن سات چربیلی گوشتیلی اونٹنیوں اور ان کے بچوں کے وزن کے برابر ہے' وہ چٹان جہنم کے کنارے سے اس کی تہہ تک ستر سال تک گرتی رہے گی مگر اپنے ٹھکانہ پر نہ لگے گی۔'' (الحاکم ج ۴ص ۵۹۷' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۹۲' البغوی ج ۱۵ص ۲۴۹' الطبرانی الکبیر ج ۲۰ص ۱۶۹' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۳۰۱)

ابوامامہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا کہ:

''جہنم کے کنارے اور اس کی گہرائی کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اگر ایک پتھر یا فرمایا ایک چٹان پھینکی جائے جو دس موٹی تازی حاملہ اونٹنیوں جتنی وزنی ہو تو وہ چٹان جہنم کے کنارے سے تہہ تک پہنچنے میں ستر سال لگا دے گی۔'' ابوامامہ سے عبدالرحمٰن بن خالد کے غلام نے کہا: ''اے ابوامامہ! کیا اس کے نیچے بھی کوئی شئی ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں! اس کے نیچے غی اور آثام ہے۔''

دنیا کی ناپائیداری اور جہنم کی گہرائی کا بیان

خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دن ہمیں امیر بصرہ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا: ''دنیا نے اپنے اختتام کا سگنل دے دیا ہے اور بہت جلد پیٹھ موڑنے والی ہے اور اب دنیا صرف اتنی رہ گئی ہے جتنا برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے اور اب تم دنیا سے اس جہاں کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال ہوگا۔ سو تم اپنے ساتھ بہترین ماحضر (توشہ اور زادِ آخرت) لے کر انتقال کرنا کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو جہنم کے کنارے سے گرایا جائے گا تو وہ ستر سال تک اس کی گہرائی میں گرتا رہے گا پھر بھی اس کی تہہ کو نہیں پا سکے گا اور اللہ کی قسم جہنم بھر جائے گا۔'' (صحیح مسلم: کتاب الزہد والرقاق) (صحیح مسلم ج ۱۸ص ۱۰۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۵)

کعب احبار سے مروی ہے کہ اگر بیل کی ناک کے سوراخ جتنی جگہ جہنم کی آگ کے لیے کھول دی جائے اور وہ سوراخ مشرق میں ہو اور ایک شخص مغرب میں ہو تو اتنی دُور سے بھی اس کی گرمی کی وجہ سے آدمی کا دماغ کھولنے لگ جائے گا اور پگھل کر بہہ جائے اور بے شک جہنم جب جوش مارے اور چنگاڑے گا تو کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل نہیں ہوگا مگر اپنے گھٹنوں کے بل گر جائے گا اور ''نفسی نفسی'' پکارے گا۔''

فصل

اس باب کی حدیث میں ہے کہ:

''جہنم نے رب تعالیٰ کے سامنے شکایت کی کہ: ''خداوندا! میرے بعض حصے نے بعض حصے کو کھالیا۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہ حقیقت پر مبنی ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔''

علامہ فرماتے ہیں کہ:

اور یہ حقیقت پر مبنی ہے مجاز پر محمول نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے اور اہل سنت کے نزدیک قیام بالجسم میں حیات کے سوا کلام کی شرائط میں اور کوئی شرط نہیں ہے مثلاً زبان اور دیگر اعضاء وغیرہ شرط نہیں ہے اور جہنم گلہ کرنے کے لیے وجود کلام سے زیادہ کسی چیز کی طرف محتاج نہیں اور لیکن حضور علیہ السلام کے اس ارشادِ مبارک کہ:

احتجت النار والجنة. دوزخ اور جنت میں مباحثہ ہوا۔

اس میں ضروری ہے کہ حجت قائم کرنے کے لیے بحث کرنے والوں میں علم و فطانت پائی جائے۔ (لہٰذا یہ حدیث مجاز پر محمول ہوگی)

اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''ایک قول یہ ہے کہ ارشادِ نبوی:

احتجت النار والجنة. ''جنت اور دوزخ نے بحث مباحثہ کیا۔''

یہ مجاز پر محمول ہے اور زبانِ حال سے بحث کرنا مراد ہے اور یہ تعبیر اسی طرح ہے جیسے عنترہ اپنے گھوڑے کے بارے میں کہتا ہے:

فازور من وقع القنا بلبانہ وشكا الى بعبرة وتحمحم

''میرے گھوڑے کا سینہ جب تیروں سے چھلنی ہوگیا تو اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور روتے ہوئے ہنہنا کر میرے پاس شکایت کی''۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

شكا الى جملی طول السری صبرًا جميلًا فكلانا مبتلی

''میرے اونٹ نے میرے پاس طولِ سفر کی شکایت کی۔ میں نے اس سے کہا: صبر جمیل اختیار کیجیے' اس میں تو اکیلا تو نہیں' میں بھی تیرے ساتھ مبتلا ہوں''۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اس میں پہلا قول زیادہ درست ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور حقیقی معنیٰ مراد ہے نہ کہ مجاز کیونکہ اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور اس کی بات سب سے زیادہ سچی ہے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ . حکم نہیں مگر اللہ کا' وہ حق فرماتا ہے۔

(الانعام:۵۷)

اور گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ جہنم کہے گی:

لا الہ الا اللہ عزتک وجلالک. اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور مجھے تیری عزت وجلال کی قسم ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

كَلَّاۤ ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ﴿۱۶﴾ ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے○ کھال اُتار لینے والی ○

(المعارج:۱۵-۱۶)

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ بلا رہی ہے (نام لے کر کہ اے کافر! میرے پاس آ اور اے منافق! ادھر آ) اس کو جس نے (حق قبول کرنے اور ایمان لانے سے) پیٹھ پھیری اور (اس سے) روگردانی کی اور اس نے مال جمع کیا اور اس کو روک رکھا (اور حقوق واجبہ ادا نہ کیے)۔

(المعارج:۱۷-۱۸)

اس سے جہنم کا کلام کرنا ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: یعنی جہنم منافق اور کافر کو صاف اور فصیح زبان میں بلائے گا' پھر ان کو یوں اُٹھا لے گا جس طرح کوئی پرندہ دانے کو اُچک کر اُٹھا لیتا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کا مفہوم حدیث مرفوع سے ثابت ہے اور یہ روایات اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ دوزخ کا شکایت کرنا اور اسی طرح جنت اور دوزخ کا مباحثہ کرنا جو حدیث پاک میں ذکر ہوا ہے' اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس سے حقیقت میں کلام کرنا مراد ہے نہ کہ فقط مجاز مراد ہے۔''

جنت اور دوزخ ''سچ مچ'' گفتگو کریں گے' احادیث سے ثبوت

رزین نے روایت کیا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے جان بوجھ کر کوئی حدیث جھوٹ کے طور پر میری طرف منسوب کی تو اس نے جہنم کی دو آنکھوں کے درمیان میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سوال کیا: ''یارسول اللہ! جہنم کی دو آنکھیں؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ مبارک نہیں سنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جب جہنم ان کو دُور جگہ سے دیکھے گی (آگ کا دیکھنا کچھ بعید از عقل نہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو حیات وعقل اور رویت عطا فرما دے) جہنم سے ایک گردن ظاہر ہوگی' اس کی دو آنکھیں اور زبان ہوگی جس سے وہ دیکھے اور

بولے گی۔ وہ کہے گی: ''مجھے اس شخص کے لیے مقرر کیا گیا ہے جو اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا اور وہ کسی مشرک کو دیکھے گی تو اس طرح اُچک لے گی جس طرح پرندہ تل کے دانے کو دیکھ کر جلدی سے اُٹھا لیتا ہے۔''

(طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۹۹، الہیثمی المجمع ج ۱ص ۱۴۸)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ دوزخ سے ایک گردن نمودار ہوگی، وہ کافروں کو اس طرح چن کر اٹھا لے گی جیسے پرندہ تلوں کے دانے چنتا ہے، امام ابو محمد ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور انہوں نے اپنی کتاب میں روایت کردہ اس حدیث کے آخر میں کہا ہے کہ دوزخ سے باہر کو دراز ہونے والی یہ گردن لوگوں کو اس طرح پہچان کر الگ الگ کر دے گی جس طرح انسان کو شناخت کا ملکہ اور مہارت ہوتی ہے اور وہ مخلوق میں سے کفار کو اس طرح اچک لے گی جس طرح پرندہ تل کے دانوں کو مٹی میں سے چن لیتا ہے۔

(طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۹۹، الہیثمی المجمع ج ۱ص ۱۴۸)

دوزخ کے کان، آنکھ اور زبان ہوگی

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی آنکھیں ہوں گی جو دیکھیں گی، دو کان ہوں گے جو سنیں گے اور زبان ہوگی جو بولے گی، کہے گی: ''مجھے تین آدمیوں پر مسلط کیا گیا ہے: ہر متکبر، سرکش مشرک پر اور تصویریں بنانے والے پر۔'' یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

(ترمذی ج ۲ص ۹۵، مسند احمد ج ۲ص ۳۳۶، الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۵۱۲)

نوٹ: جیسے ربِ ذوالجلال کی آنکھ ہزاروں میل دُور سے دیکھ لیتی ہے اور حضرت علاف بن خالد نے آیتِ کریمہ ''وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ'' (الفجر: ۲۳) ''اور جس دن جہنم کو لایا جائے گا'' کی تفسیر میں فرمایا کہ:

''قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا'' اس کا بعض حصہ بعض کو کھائے جا رہا ہوگا۔ ستر ہزار فرشتے اس کو کھینچ کر لائیں گے اور جب وہ لوگوں کو دیکھے گی جیسا کہ اس آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ. جب وہ ان کو دُور جگہ سے دیکھے گی۔

(الفرقان: ۱۲)

تو دیکھ کر چنگاڑے گی۔ تمام نبی اور صدیق گھٹنوں کے بل دوزانو ہو کر بیٹھ جائیں گے اور ''یارب نفسی نفسی'' پکاریں گے اور رسول اللہ ﷺ ''اُمتی اُمتی'' (میری اُمت، میری اُمت) پکاریں گے۔'' اور کوئی اس سے کہہ رہا ہوگا اے دوزخ! پر جرأت کرنے والے! کیا ربِ جبار کی سطوت اور دبدبے کے مقابل تجھے کوئی طاقت ہے اور مالک دوزخ کا داروغہ ہے اور مالک جب دوزخ پر غضبناک ہوگا اور اس کو سختی سے ڈانٹے گا تو لگے گا کہ دوزخ کا بعض حصہ دوسرے بعض حصہ کو کھا جائے گا۔

دوزخ کے گُرزوں، زنجیروں، طوقوں اور بیڑیوں کا بیان

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ۝ (الحج:۲۱) — اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں ۝

اور فرمایا:

إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ ۖ يُسْحَبُونَ ۝ فِي الْحَمِيمِ ۙ (المومن:۷۱) — جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جائیں گے ۝ کھولتے پانی میں۔

اور ارشاد فرمایا:

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ (الحاقۃ:۳۲) — پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے، اسے پرو دو ۝

اور ارشاد فرمایا:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۝ (المزمل:۱۲) — بے شک ہمارے بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ۝

جہنم کی ہر چیز پر اس کے سزاوار کا نام لکھا ہوا ہوگا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جہنم کی ہر وادی، ہر غار، طوق، زنجیر اور بیڑی پر اس کے سزاوار کا نام تحریر ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس مفہوم کی حدیث مروی ہے، عنقریب اس کا ذکر ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر اس جیسا سیسے کا گولہ آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے اور یہ پانچ سو سال کا راستہ ہے تو رات سے پہلے زمین تک پہنچ جائے اور اگر اسے زنجیر کے سرے سے (لٹکا کر) چھوڑا جائے تو اس کی گہرائی اور تہہ تک (یعنی دوسرے سرے تک) پہنچنے کے لیے چالیس سال چلتا رہے۔'' (یعنی زنجیر اتنی لمبی ہے اور دوزخ بھی اتنا گہرا ہے) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۷، الحاکم ج ۲ ص ۴۳۸، ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ۲۹۰، البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۸، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۸۸)

ابونعیم نے روایت کی ہے کہ:

''اہلِ نار کے لیے ایک بادل پیدا کیا جائے گا، جب وہ اسے دیکھیں گے تو ان کو دنیا کے بادل یاد آ جائیں گے، آواز آئے گی: ''اے دوزخ والو! تم کیا چاہتے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں ٹھنڈا پانی پینے کی خواہش ہے۔'' پس اس کے بعد بادل سے ان پر طوقوں اور زنجیروں کی بارش شروع ہو جائے گی جس سے پہلے سے ان کے گلے میں پڑے ہوئے طوقوں اور زنجیروں میں اضافہ ہو جائے گا۔''

محمد ابن منکدر فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں جس زنجیر کا ذکر فرمایا، ارشاد فرمایا کہ "فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا" (الحاقۃ:۳۲)"ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے" یہ زنجیر اتنی دراز ہے کہ اگر پوری دنیا کا لوہا جمع کر لیا جائے اور اس سے زنجیر تیار کی جائے تو یہ زنجیر جہنم کی زنجیر کی ایک کڑی کے برابر بھی نہیں ہوگی۔"

اور ابن مبارک کی روایت میں ہے کہ:

"بشر بن دعلوق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت نوف کو اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ اس زنجیر کا ناپ ستر ہاتھ ہے اور ہر ذراع ستر باع کے برابر اور ہر باع اتنا لمبا ہے جتنا کوفہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان فاصلہ ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

"اس زنجیر کا ایک حلقہ جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"ذرعها سبعون ذراعًا" اس کا ناپ ستر ہاتھ ہے، پوری دنیا کے لوہے کی مثل ہے۔"

حضرت سفیان فرماتے تھے کہ "فاسلکوہ" "ان جہنمیوں کو زنجیروں میں پرو دیا جائے گا" کی تفسیر میں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے:"زنجیر جہنمی کی سرین میں داخل کی جائے گی حتیٰ کہ وہ اس کے منہ سے نکل آئے گی۔"

ابن زید نے کہا کہ یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اہلِ دوزخ میں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایک گروہ کو نکال لیا جائے گا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اہلِ جہنم کے طوق کا حلقہ اتنا بھاری ہے کہ اگر اس کو دنیا کے سب سے بڑے پہاڑ پر ڈال دیا جائے تو وہ پاش پاش ہو جائے۔

حضرت طاؤس سے روایت ہے:"بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا فرمایا ہے کہ اس کی انگلیوں کی تعداد اہلِ جہنم کی تعداد کے مساوی ہے اور جہنم میں جس شخص کو بھی عذاب ہوگا، وہ فرشتہ اپنی انگلیوں میں سے ایک انگلی سے اس کو سزا دے گا اور اس کی ہر ایک انگلی اتنی بڑی ہے کہ اگر وہ اپنی ایک انگلی آسمان پر رکھ دے تو وہ پگھل کر رہ جائے۔" امام قتبی نے اس کو اپنی کتاب "عیون الأخبار" میں نقل کیا ہے۔

ذیلی باب

اہلِ جہنم کے جہنم میں داخل ہونے کی کیفیت کا بیان

عبدالرحمٰن بن زید بیان کرتے ہیں:"جب قیامت کے دن جہنمیوں کو جہنم کی طرف لایا جائے گا تو جہنم بھڑکتے ہوئے شعلوں سے ان کا استقبال کرے گا۔ وہ پشت پھیر کر بھاگیں گے، جبار وقہار خداوند تعالیٰ فرمائے گا:"ان کو واپس لوٹا دو۔" قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ (المؤمن:۳۳)

جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، تمہیں اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

جہنم میں داخل ہونے سے قبل اہلِ جہنم کو تیز بھڑکتے ہوئے شعلوں کا سامنا ہوگا جس سے ان کی بینائی زائل ہو

جائے گی اور وہ اندھے ہو کر بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے' گردنوں میں طوق ڈالے پابجولاں آگ میں داخل ہوں گے' چاروں طرف سے فرشتوں نے گھیرا ہوا ہوگا۔ جہنم کے فرشتوں کی جسامت کو بیان فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: ''جہنم کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے دو کندھوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان کا بعد ہوتا ہے۔'' ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس لوہے کے گرز پکڑے ہوں گے جس سے وہ ان کو ماریں گے' جب حکم ہوگا: ''ان کو پکڑ لو'' تو وہ فوراً ان کو گرفتار کر لیں گے۔ فرشتے جب ان پر ہاتھ ڈالیں گے تو ان کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی اور کچومر نکل جائے گا۔ ابن زید فرماتے ہیں: ''پھر ان کے اعضائے بدن ٹوٹ گئے ہوں گے' ان کو اسی حالت میں ہاتھ' پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال کر سپرد آتش کر دیا جائے گا۔ چہروں کے علاوہ کوئی چیز کھلی نہیں ہوگی' آگ کی حرارت اور تپش سے انہی چہروں کے ذریعے وہ خود کو بچانے کی سعی کریں گے مگر ان کو دکھائی کچھ نہیں دے رہا ہوگا'' پھر انہوں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی:

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ . (الزمر:۲۴)

تو کیا وہ جو قیامت کے دن برے عذاب کی ڈھال نہ پائے گا' اپنے چہرے کے سوا (نجات پانے والے اس مومن کی طرح ہو جائے گا جو عذاب سے مامون و محفوظ ہو؟)۔

جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ جہنم کی تہہ تک پہنچنے والے ہوں گے تو نیچے سے آگ کی سخت گرمی اور شعلے ان کی طرف لپکیں گے تو وہ پھر اوپر کو چڑھیں گے یہاں تک کہ جب نکلنے کے قریب ہو جائیں گے تو فرشتے لوہے کے گرز لے کر آئیں گے اور ان کو مار مار کر نیچے گراتے جائیں گے اور برابر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا اور انہوں نے یہ آیت پڑھی:

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا . (السجدۃ:۲۰)

جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے۔

اور ان کی پوزیشن یہ ہوگی' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ (الغاشیۃ:۳-۴)

(دنیا میں) کام کرنے والے' مشقت جھیلنے والے ٥ (آخرت میں) دہکتی آگ میں پہنچیں گے ٥

اہلِ جہنم پر آگ کے شعلوں کا بلند ہونا اور اہلِ جہنم کا اہلِ جنت پر جھانکنا

مروی ہے کہ اہلِ جہنم پر آگ کے شعلے بلند ہوں گے حتیٰ کہ چنگاریاں اُڑیں گی' جب جہنم بھڑک اُٹھے گا تو جہنمی لوگ اہلِ جنت کی طرف جھانکیں گے اور ان کے درمیان حجاب ہوں گے۔ اہلِ جنت جہنمیوں سے کہیں گے کہ:

اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا . (الاعراف:۴۴)

ہمیں تو مل گیا جو سچا وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا۔

اور اصحاب نار اصحابِ جنت کو پکاریں گے کہ ''اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ'' (الاعراف: ۵۰) تمہارے لیے نہریں رواں ہوگئی ہیں' ہمیں بھی اپنے پانی سے کچھ فیض پہنچاؤ یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا۔ کہیں گے: ''بے

شک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔'' عذاب کے فرشتے لوہے کے گرزوں سے مار مار کر ان کو بھگا دیں گے اور جہنم کی گہرائیوں کی طرف دھکیل دیں گے۔

بعض مفسرین نے کہا: یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک کا کہ:

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا . جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے۔ (السجدۃ:۲۰)

ایک اشکال اور اس کا حل

امام محدث ابومحمد عبدالحق ''کتاب العاقبہ'' میں لکھتے ہیں:

''شاید تو سوچے کہ اہلِ جہنم اور اہلِ جنت ایک دوسرے کو کیونکر دیکھ سکیں گے اور کیسے ایک دوسرے کی گفتگو اور آواز سن لیں گے؟ کیونکہ ان کے درمیان تو بڑے بڑے حجاب ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے کوسوں دُور ہوں گے، پھر ان کا باہم سمعی اور بصری روابط کیونکر ممکن ہے؟''

جواب: اس اشکال کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ آپ کو ایسا سوچنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان قوائے سماعت و بصارت میں ایسی قوت پیدا فرما دے گا کہ وہ انتہائی دُور رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو دیکھ اور سن سکیں گے اور یہ کوئی اس قادر مطلق کی قدرتِ کاملہ سے بعید نہیں ہے۔

۰۰۰-باب

اس باب میں مندرجہ ذیل چیزوں کا بیان ہوگا:

جہنم کے پہاڑوں، خندقوں، وادیوں، سمندروں، حوضوں، ٹوبوں، کنوؤں، جوہڑوں، تندوروں، جیل خانوں، کوٹھڑیوں، پلوں، محلوں، چکیوں، میدانوں، بچھوؤں اور سانپوں کا بیان (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین)

نیز...... شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال پر اخروی سزا اور عذاب کا بیان

آتش فشاں پہاڑ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''صعود ایک آتش فشاں پہاڑ ہے، کافر ستر سال اس پر چڑھتا اور گرتا رہے گا اور ہمیشہ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے مرفوعاً صرف ابن لہیعہ کی روایت سے جانتے ہیں۔

(ترمذی رقم الحدیث:۲۶۱۶، مسند احمد ج۳ ص۷۵، ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۳۴، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:۵۶۷۷)

نشئی آدمی کی سزا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جو شخص نشہ کرتے ہوئے مر گیا، قیامت کے دن اسے نشہ ہی کی حالت میں اُٹھایا جائے گا اور اس کو جہنم کے وسط میں ایک خندق میں پھینک دیا جائے گا۔ اس خندق کا نام

"سکران" (یعنی نشیوں کی خندق) ہے۔ (مسند الفردوس رقم الحدیث: ۵۵۷۸)

"ویل" کی تفسیر میں مختلف اقوال کا ذکر

اللہ تعالٰی کے قول "فویل" کی تاویل میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

ابن مبارک سے روایت ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یعنی ویل جہنم میں ایک وادی ہے (جس کی گہرائی کا یہ عالم ہے کہ) کافر اس کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے چالیس (۴۰) برس تک گرتا رہے گا اور "صعود" آگ کا پہاڑ ہے جس پر کافر ستر برس چڑھتا رہے گا اور پھر وادیٔ ویل میں گرتا چلا جائے گا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۷۵' ابن حبان ج ۹ ص ۲۷۷' الحاکم ج ۴ ص ۵۹۶' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۳۳۴' البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۷)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں: "ویل جہنم میں ایک وادی ہے' کافر اس میں گرے گا' اگر اس میں سارے پہاڑ ڈال دیئے جائیں تو فوراً اس کی حرارت سے پگھل جائیں۔" (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۳۳۲)

ابوعیاض کا قول ہے: "ویل جہنم کی تہہ میں ایک وادی ہے جو بہنے والی ہے۔" ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ "ویل" جہنم میں ایک بہت بڑا حوض ہے جس میں دوزخیوں کی پیپ جمع ہے۔ امام زہراوی نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم کے ابواب میں سے ایک باب کا نام ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ "ویل (جہنم میں) دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے' کافر اس میں چالیس (۴۰) سال تک گرتا رہے گا۔" (ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۷۵' ابن حبان ج ۹ ص ۲۷۷' الحاکم ج ۴ ص ۵۹۶' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۳۳۴' البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۷)

ایک آیتِ مبارکہ کی تفسیر:

وَظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیۡمٍ ۝ (الواقعہ: ۴۳-۴۴)

اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں ۝ جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی۔

ابن زید فرماتے ہیں:

"یحموم" جہنم میں ایک پہاڑ ہے' جہنم والے اس کے سائے میں پناہ لیں گے' وہ سخت گرم ہوگا اور دراصل یہ جہنم کے کنارے سے اُٹھنے والے دھوئیں کا سایہ ہوگا جس میں ٹھنڈک ہوگی نہ سکون وراحت۔

سعید ابن مسیّب نے فرمایا کہ:

"وہ سایہ نہایت قبیح منظر پیش کرے گا۔"

"موبقاً" کی تفسیر میں مجاہد سے روایت ہے: "یہ بھی جہنم کی ایک وادی ہے"۔ حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ "موبق" آگ کی بہتی ہوئی ایک نہر ہے' اس کے دونوں کناروں پر بڑے بڑے سیاہ خچروں کی مثل سانپ ہوں گے جب وہ سانپ جہنمیوں کو پکڑنے کے لیے ان کی طرف کودیں گے تو وہ ان سے بچنے کے لیے آگ میں

چھلانگیں لگا دیں گے۔"

حضرت انس بن مالک کا قول ہے کہ:

"وہ جہنم میں پیپ اور خون کی ایک وادی ہے۔"

نوف بکالی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ○" (الکہف:۵۲) میں "موبق" سے مراد جہنم کے اندر گمراہوں اور ایمان والوں کے درمیان واقع ایک وادی کا نام ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے ارشادِ مبارک "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○" (مریم:۵۹) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "غی" جہنم میں ایک نہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" (الفلق:۱) کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ "فلق" کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "فلق" جہنم میں ایک قید خانہ ہے۔ حضرت کعب نے فرمایا کہ یہ جہنم کی ایک کوٹھڑی ہے' جب اس کو کھولا جائے گا تو تمام اہلِ جہنم اس کی گرمی کی شدت کی وجہ سے چیخ اُٹھیں گے۔

جہنم کے تندور کا بیان

امام ابونعیم نے حمید بن ہلال سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ: "بے شک جہنم میں بہت سے تندور ہیں جن کے دہانے اتنے تنگ ہیں جیسے نیزے اور برچھی کے پھل کو زمین میں ماریں تو اس سے تنگ سا ایک سوراخ بن جائے اور تنوروں کے وہ منہ اور دہانے لوگوں کے اعمال کے مطابق چھوٹے بڑے ہوں گے۔"

ابن مبارک روایت کرتے ہیں کہ امام اصمعی بیان کرتے ہیں کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کو "صعود" کہتے ہیں' کافر اس کی چوٹی تک پہنچنے سے پہلے چالیس (۴۰) سال چڑھتا رہے گا۔

جہنم کے قصور ومحلات کا بیان

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ○ (المدثر:۱۷) قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ "صعود" پر چڑھاؤں۔

اور بے شک جہنم میں ایک قصر (محل) ہے جس کا نام "ہوا" ہے۔ کافر کو اس کے اوپر سے نیچے گرایا جائے گا اور وہ اس کی تہہ تک چالیس (۴۰) سال کے بعد پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ○ (طٰہٰ:۸۱) اور جس پر میرا غضب نازل ہوا بے شک وہ (جہنم میں) گرا۔

(ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۳۶)

جہنم میں ایک وادی ہے جس کو "وادیٔ آثام" کہتے ہیں۔ اس میں ایسے ایسے سانپ اور بچھو پائے جاتے ہیں کہ

ان کی ریڑھ کی ہڈی کے ایک مہرے میں ستر مشکوں کی مقدار کے برابر زہر ہوگا اور وہاں کا بچھوا ایک خوب موٹے پلے ہوئے خچر کے برابر جسامت کا ہوگا اور وہ بچھو جب کسی جہنمی کو کاٹے گا تو اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کی تکلیف سے وہ شخص جہنم کی سخت گرمی اور حرارت وتپش کو بھول جائے گا اور جہنم میں اہلِ جہنم کے لیے ستر (۷۰) بیماریاں ہوں گی جن میں سے ہر بیماری کی تکلیف جہنم کے اجزاء میں سے ایک جزء کی مثل ہوگی اور جہنم میں ایک وادی کا نام ''غی'' ہے جس میں پیپ اور لہو بہتا ہوگا اور وہ ان کو مل کر رہے گی جن (بدبختوں) کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم:۵۹) تو عنقریب وہ جہنم میں غی کا جنگل پائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: یہ ان کے لیے ہے جو زنا کے عادی اور اس پر مصر ہوں اور جو شراب کے عادی ہوں اور جو سود خوار سود کے خوگر ہوں اور جو والدین کے نافرمان ہوں اور جھوٹی گواہی دینے والے ہوں۔

شرک کرنے والوں کو بحر اسود (Black Sea) میں سزا دی جائے گی

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں ایک سیاہ اور تاریک سمندر ہے جس کی ہوا سخت بدبودار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو رزق تو اللہ تعالیٰ کا کھاتا ہے اور عبادت غیر اللہ کی کرتا ہے، اسے بحر ظلمات یعنی کالے پانی میں عذاب دے گا۔ (الخطیب التاریخ ج۶ ص۲۰۱، ابن الجوزی ج۳ ص۲۶۴)

ظالم کا ٹھکانا

ابو نعیم سے روایت ہے، بلال بن ابی بردہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ''لملم'' ہے اور اس وادی میں ایک کنواں ہے جس کا نام ھبھب ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے کہ وہ ہر ظالم سرکش کو ضرور اس کنویں میں ٹھہرائے گا۔ پس تو ظلم کرنے والوں میں نہ ہونا اور ظلم کرنے سے بچنا۔ (حلیۃ الاولیاء ج۸ ص۱۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جہنم میں ایک وادی ''لملم'' ہے۔ بلاشبہ جہنم کی تمام وادیاں اس کی گرمی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہیں۔''

(ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۳۱)

شرابی، بدعتی اور تقدیر کے منکر کی سزا

حضرت حسین ابن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہر نشہ دینے والی چیز خمر (شراب) ہے، (قیامت کے دن) تین قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان تین شخصوں کی طرف نہ تو نظرِ رحمت فرمائے گا اور نہ ان سے کلام کرے گا اور ان تینوں کو جہنم کے ایک کنویں میں ڈال دیا جائے گا جس کا نام ''منسا'' ہے۔ وہ تین شخص یہ ہیں:

(۱) تقدیر کو جھٹلانے والا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے دین میں بدعت نکالنے والا۔

(۳) اور ہمیشہ شراب پینے والا۔

تکبر کرنے والوں کی سزا

ابن وہب سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی مثل انسانوں کی صورت پر زندہ کر کے اُ جائے گا، ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز ان متکبر انسانوں سے برتر ہوگی، پھر ان کو ہانک کر لایا جائے گا یہاں تک کہ جہنم قید خانہ کے اندر داخل ہو جائیں گے، اس قید خانہ کا نام ''بولس'' ہے، وہاں ان تکبر کرنے والوں کو نہر خبال جو جہنمیو کی پیپ کی نہر ہے، اس میں جہنمیوں کا پسینہ اور پیپ پینے کے لیے دیا جائے گا۔''

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شراب اور ہر نشہ دینے والی چیز پینے والے شخص کے لیے بیان کیا گیا کہ اس کو قیامت کے دن طینۃ الخبال یعنی اہلِ نار کا پسینہ پلایا جائے گا۔ حدیث حسن ہے۔

میں کہتا ہوں: ''طینۃ الخبال'' دوزخیوں کا پسینہ ہے اور ان میں سے جو شراب پیتے تھے ان کے لیے شرابیوں کا پسینہ پینے کو دیا جائے گا جیسا کہ ''صحیح بخاری'' میں آیا ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۸، الخطیب ج ۱۲ ص ۲۹۴، البغوی ج ۱۳ ص ۹۸

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: یمن سے قبیلہ جیشان کا ایک شخص بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس نے حضور ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ! ہمارے علاقے میں جوار سے بنا ہوا مشروب جس کو ''مزر'' کہتے ہیں، لوگ پیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟'' آپ نے فرمایا کہ کیا وہ نشہ دیتا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: ''ہاں جی!'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنے ذمہ لازم فرما لیا ہے کہ جو شخص کوئی بھی نشہ آور چیز پیئے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ''طینۃ الخبال'' سے پلائے گا۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: ''یارسول اللہ! یہ طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''دوزخیوں کا پسینہ ہے۔''

حضرت زید بن ثابت بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ منورہ (زاد اللہ تعالیٰ عزاً و شرفاً) میری جائے ہجرت ہے اور اسی میں میری آرام گاہ ہے اور اسی (شہر مبارک) سے میں (قیامت کے دن) اُٹھوں گا۔ اس شہر پاک میں جو میرے ہمسایہ ہیں ان کی حفاظت کرنا میری اُمت کے لوگوں پر لازم ہے۔ جس شخص نے میری وصیت کو یاد رکھا قیامت کے دن میں اس کا گواہ ہوں گا اور جس شخص نے میری وصیت کو ضائع کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو ''حوضِ خبال'' پر وارد کرے گا۔'' عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ! یہ حوض خبال کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ دوزخیوں کی پیپ کا حوض ہے۔'' (طبرانی الکبیر ج ۲۰ ص ۲۰۵)

۔۔۔کا کنواں

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب الحزن سے اللہ ۔۔۔ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ! یہ جبِ حزن کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ جہنم میں ۔۔۔ وادی ہے، جس سے جہنم ہر روز ستر مرتبہ اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ریاکار قاریوں کے لیے تیار کیا ۔۔۔ ہے۔'' (ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۳، ابن الجوزی الموضوعات ج ۳ ص ۲۶۳، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶)

اور ایک روایت میں فرمایا کہ:

''جہنم کی یہ وادی (اور غم کا کنواں) ایسے لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے جو نمود و نمائش اور دکھلاوے کے لیے نیک ۔۔۔م کرتے ہیں۔''

۔۔۔ا کاروں کا انجام

امام ترمذی کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جہنم اس جبِ حزن سے دن میں ایک سو ۔۔۔ہ پناہ مانگتی ہے۔ ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ! اس چاہِ حزن میں کون لوگ داخل کیے جائیں گے؟'' آپ نے ۔۔۔مایا: ''ریاکار قاریوں کو۔''

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب الحزن سے اللہ تعالیٰ کی ۔۔۔ہ مانگو۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: ''یارسول اللہ! جب الحزن کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جب الحزن جہنم کی ایک ۔۔۔دی ہے اور جہنم بھی اس وادی سے ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے۔'' عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ! اس میں کن لوگوں ۔۔۔و داخل کیا جائے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ ''وادیٔ غم'' ان قاری حضرات کے لیے تیار کی گئی ہے جو دکھلاوے کے لیے کام کرتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ناپسندیدہ وہ قاری ہیں جو (ظالم) حکمرانوں اور ۔۔۔میروں سے ملاقات کرتے ہیں۔''

محاربی نے کہا: ان امراء سے متکبر، ظالم امراء مراد ہیں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۳، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶، الہیثمی المجمع ج ۱۰ ص ۳۸۸، الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۴۵۹)

حضرت اسد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جہنم میں ایک ایسی ۔۔۔دی ہے جس کے شر اور برائی سے خود جہنم بھی ہر روز سات بار پناہ مانگتی ہے اور بے شک اس وادی میں ایک ۔۔۔'کنواں'' ہے جس کے شر سے جہنم اور وہ وادی دونوں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور بے شک اس کنویں میں ایک ۔۔۔یسا سانپ ہے کہ جہنم وہ وادی اور کنواں تینوں اس کے شر اور برائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو حاملِ قرآن ہو کر بھی بد بخت رہتے ہیں۔'' (الخطیب اقتضاء العلم العمل ص ۲۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو دکھاوے کے لیے قرآن مجید پڑھنے والوں کے لیے تیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے مبغوض شخص وہ عالم ہے جو بادشاہ کا حاشیہ نشین ہو۔'' (کنز العمال ج۱۰ص۲۰۹)

بے عمل عالموں کا انجام

جنت میں کچھ لوگ دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں گے: ''تم کیسے دوزخ میں ہو؟ حالانکہ ہم تمہاری تعلیم پر عمل کر کے جنت میں پہنچ گئے۔'' وہ کہیں گے: ''ہم جو کہتے تھے' خود عمل اس کے خلاف کرتے تھے۔'' حضرت ابوامامہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عالِم سوء (بدکردار عالم) کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور جس طرح گدھا (خراس/ آٹا چکی) چکی کے ساتھ گردش کرتا ہے اس طرح اس کی انتڑیاں دوزخ میں گردش کر رہی ہوں گی۔''

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کے پیٹ کی آنتیں نکل پڑیں گی' وہ ان آنتوں کے ساتھ اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا خراس کے گرد چکر لگاتا ہے' پھر دوزخی اُس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: ''اے فلاں شخص! کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟'' وہ شخص کہے گا: ''کیوں نہیں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔'' (صحیح مسلم: کتاب الزہد والرقاق)

آگ کے رہٹ

ابوالمثنیٰ املوکی بیان کرتے ہیں:

''دوزخ میں کچھ لوگوں کو باندھ کر آگ کے رہٹوں پر جوت دیا جائے گا اور وہ چکر لگاتے رہیں گے' ان کو آرام کرنے دیا جائے گا اور نہ گردش کرنے سے وقفہ ملے گا۔''

محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ:

''جہنم کے داروغہ مالک کے لیے جہنم کے سنٹر میں ایک اسمبلی ہال ہے' اس کے اوپر کئی پل ہیں' ان پلوں سے عذاب کے فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ مالک اپنے ہال میں بیٹھ کر دُور اور نزدیک پورے جہنم کا کنٹرول ہینڈ کرتے ہیں۔'' اس کی مزید تفصیل آگے ایک حدیث میں آ رہی ہے۔

۰۰۰-ذیلی باب

جس میں دو باتوں کا بیان ہوگا:

(۱) آیتِ کریمہ: ''فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝'' (البلد:۱۱) کی تفسیر۔

(۴) جہنم کے ساحل کا بیان اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے والے شخص کی سزا اور عذاب کا بیان۔

یزید بن شجرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا' جب ان کی دشمن سے ٹکر اور مڈ بھیڑ ہوئی تو ان کے ساتھی کمزوری دکھانے لگے۔ فرماتے ہیں: میں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا' اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا: ''اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہیں'' اور انہوں نے طویل حدیث بیان کی۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے نام اور کارنامے لکھے ہوئے ہیں۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا' کہا جائے گا: ''اے فلاں! تم اپنا نور لے لو اور اے فلاں! تیرے لیے نور نہیں ہے۔'' بے شک جہنم کا بھی سمندر کی طرح ساحل ہے اور جہنم کے ساحل پر بختی اونٹ کی طرح بڑے بڑے سانپ اور سیاہ کالے خچر ایسے بچھو اور دیگر کیڑے مکوڑے ہوں گے جو جہنم والوں کے ہونٹوں اور ان کی آنکھوں اور جسم کے دوسرے حصے کو نوچیں گے تو وہ ''آگ آگ'' پکاریں گے۔ پس جب ان کو آگ کے اندر ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان پر خارش کو مسلط کر دے گا۔ ان میں سے ایک شخص اپنے جسم کو اس بری طرح سے کھجلائے گا کہ اس کی ہڈیاں ظاہر ہو جائیں گی حالانکہ ایک جہنمی کے جسم کی جلد اور کھال چالیس ہاتھ موٹی ہوگی۔'' یزید بن شجرہ کہتے ہیں: اس جہنمی سے کہا جائے گا: ''اے فلاں شخص! کیا تو اس سے تکلیف محسوس کرتا ہے؟'' وہ شخص جواب دے گا کہ اس سے زیادہ کیا تکلیف ہوگی؟ پھر اس سے کہا جائے گا: ''تجھے یہ تکلیف اس وجہ سے ملی ہے کہ تو دنیا میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔'' (ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ۳۲۰)

تفسیر آیتِ کریمہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''بے شک ''صعود'' جہنم میں ایک چٹان ہے' جب جہنمی اس چٹان پر ہاتھ رکھیں گے تو وہ پگھل جائے گی' پھر جب وہ اپنے ہاتھ اس چٹان سے اُٹھا لیں گے تو وہ دوبارہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے گی۔'' (ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ۳۳۵)

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝

کسی بندے کی گردن چھڑانا ۝ یا بھوک کے دن کھانا دینا ۝ رشتہ دار یتیم کو ۝ یا خاک نشین مسکین کو ۝

(البلد: ۱۳ تا ۱۶)

حضرت عبداللہ ابن عمرو اور حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ ''العقبۃ'' جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔ محمد بن کعب اور کعب احبار کا قول ہے: ''یہ جہنم میں ستر درجات سے عبارت ہے۔'' حضرت حسن اور قتادہ سے منقول ہے کہ: ''یہ پل صراط کے نیچے دوزخ میں سخت دشوار گزار گھاٹی ہے۔ اللہ عزوجل کی فرماں برداری کرنے سے اس کو پار کرو گے۔'' حضرت مجاہد' ضحاک اور کلبی کا قول ہے کہ ''عقبہ'' سے مراد پل صراط ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقبہ سے مراد دوزخ ہی ہے۔ کلبی کا یہ بھی قول ہے کہ: ''عقبہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پہاڑ ہے اور نیک عمل کے ذریعے اس کو پار کیا جا سکے گا۔'' پھر انہوں نے اقتحام یعنی اس دشوار گزار اور نہایت کٹھن سلسلۂ کوہسار کو عبور کر کے پار لگنے کے لیے جس نیک کارکردگی کی ضرورت ہے' اس پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا کہ وہ ''فَكُّ رَقَبَةٍ'' (البلد: ۱۳)

''گردن چھڑانا ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''غلامی سے کسی کی گردن آزاد کرنا چاہے یوں ہو کہ کسی غلام کو آزاد کر دے یا مکاتب کو اتنا مال دے جس سے وہ آزادی حاصل کر سکے یا کسی غلام اور قیدی کو آزادی دلانے میں مدد کرے یا کسی اسیر یا مدیون و مقروض کو گلوخلاصی کے لیے اس کی اعانت کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اعمالِ صالحہ اختیار کر کے اپنی گردن عذاب آخرت سے چھڑائے'' اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو ہندو کافر کے پنجہ سے آزاد کرانا' فلسطین' بوسنیا' چیچنیا کو ظالم طاغوت اور عالمی دہشت گرد شیطان امریکہ کی چالوں سے آزاد کرانا' عراق اور افغانستان کو اقتصادی پابندیوں سے آزاد کرانا اور مدیون پاکستان کو آئی ایم ایف کے قرضوں سے نجات دلانے میں ریالے پونڈے تیلے پٹرولے قدمے سخنے اعانت کرنا بھی شامل ہے اور یہ نیک کام کر کے ہی دولت زیست و دُہن سے مالا مال دُول اسلامیہ کے امیر امبر اطوار اور شیوخ اس عقبہ سے بخیر و عافیت پار لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام اور مسلمین کی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین (مترجم)

ابن زید اور مفسرین کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ: ''یہ کلام بطورِ استفہام ہے کہ آدمی اس مشکل گھاٹی میں کیوں بے تامل نہیں کودا۔ یعنی اس نے بھوکوں کو کھانا دے کر اور اسیروں کی رہائی کے لیے مدد کر کے اور مال خرچ کر کے اس گھاٹی کو کیوں پار نہیں کرنے کا سامان کیا کہ معاصی اور گناہ میں اور فضول خلافِ شرع کاموں اور اللوں تللوں میں خرچ کرنے سے اطاعت اور فرماں برداری کے امور اور فلاح و بہبود کے کاموں میں اس کا خرچ کرنا بہتر تھا۔''

(مراد یہ ہے کہ بندے کی پیدائش سے لے کر آخر دَم تک اس پر اَن گنت اور بے شمار ظاہر و وافر نعمتیں ہیں' ان مسلسل اور پیہم نعمتوں کا شکر کرنا اس پر لازم اور واجب ہے لیکن بندہ نے اعمالِ صالحہ بجا لا کر ان جلیل نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا' اس کو گھاٹی میں کودنے سے تعبیر فرمایا۔ اس مناسبت سے کہ اس راہ میں چلنا نفس پر نہایت گراں اور شاق ہے۔)

اس کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ ''فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۞'' (البلد:۱۱) سے مراد تشبیہ اور تمثیل ہے' گناہوں کے بڑا بوجھل ہونے کو پہاڑ سے تشبیہ دی گئی ہے اور جب بندہ اپنے گناہوں کا بوجھ نیک عمل مثلاً گردن آزاد کر کے اُتار دیتا ہے تو گویا اس نے اپنے کندھوں سے پہاڑ جیسے بوجھ کو اُتار ڈالا ہے اور یہ گناہ اس کے لیے باعثِ ضرر اور ہلاکت تھے اور اپنے بوجھ اور ثقل کی وجہ سے اس کے لیے کسی پہاڑ سے کم نہ تھے' پھر جب خالص توبہ اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے آدمی ان کے بوجھ کو دُور کر دیتا ہے تو یہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی شخص کسی بہت بڑے پہاڑ کو سر کرے اور کٹھن اور دشوار گھاٹی عبور کر کے طبیعت کو ہلکا محسوس کرتا ہے۔''

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بخدا! یہ بہت سخت گھاٹی ہے۔'' (اس سے مراد) انسان کا اپنے نفس اور اس کی خواہش سے اور اسی طرح اپنے دشمن شیطان سے مجاہدہ کرنا اور برسرِ پیکار ہونا ہے۔

مؤلف کہتا ہے: کسی شاعر نے اسی مضمون کو شاعری کا لباس پہنا کر یوں پیش کیا ہے:

انی بلیت بأربع یرمیننی ۔۔۔ بالنبل قد نصبوا علی شراکا
ابلیس والدنیا ونفسی والھویٰ ۔۔۔ من أین أرجو بینھن فکاکا
یارب ساعدنی بعفو اننی ۔۔۔ أصبحت لا أرجو لھن سراکا

''بے شک میں چومکھی لڑ رہا ہوں اور چار دشمنوں نے مل کر مجھے اپنے تیروں کی زد پر رکھ لیا ہے۔ ابلیس، دنیا، میرا اپنا نفس اور چوتھا دشمن ''ہوا'' ہے۔ اے میرے پروردگار! میری مدد فرما، چار چوفیرے سے محاصرہ کیے ہوئے ان دشمنوں کے نرغے سے بچ نکلنے کی (بہ ظاہر) مجھے کوئی امید کی کرن نظر نہیں آتی''۔

اس لیے حضرت شیخ سعدی کی زبان سے پروردگار سے ریلیف اور مساعدت کی التجائے عاجزانہ ہے کہ:

کریما بہ بخشائے برحالِ ما ۔۔۔ کہ ہستم اسیر کمندِ ہوا
نہ داریم غیر از تو فریاد رس ۔۔۔ توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار ماراز راہِ خطا ۔۔۔ خطا درگزار و صوابم نما

تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک اور شاعر کہتا ہے:

انی بلیت بأربع یرمیننی ۔۔۔ بالنبل عن قوس لھا توتیر
ابلیس والدنیا ونفسی والھویٰ ۔۔۔ یارب أنت علی الخلاص قدیر

''یقین کیجیے میرا کلی جان کا فور رُکنی فورس سے پھڈا ہے جس نے اپنی کمان کی تانت کس کر مجھ پر تیروں کی بارش برسانی شروع کر رکھی ہے تو ہاں میرے وہ چار دشمن یہ رہے: شیطان مردود، دنیا، میرا اپنا نفس اور نفسانی خواہش۔ اے میرے پروردگار! تو ہی ان سے مجھ کو بچانے پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

ایک اور شاعر نے یہ مضمون اس طرح باندھا ہے:

انی بلیت بأربع ماسلطوا ۔۔۔ الا لعظم بلیتی وشقائی
ابلیس والدنیا ونفسی والھوی ۔۔۔ کیف الخلاص وکلھم اعدائی

''بلاریب میں مبتلائے چہار بلا ہوں شیطان، دنیا، نفس بندہ اور خواہشِ نفس۔ یہ تمام میرے دشمن ٹھہرے ان سے خلاصی کیسے ہو کیونکہ بدقسمتی سے میں نے خود ہی ان کو دعوت دی ہے کہ ''آ بیل مجھے مار'' لہٰذا اب ان چار پر چار حرف بھیجتا ہوں تو دو حرف خود اپنے اوپر آتے ہیں، سخت مشکل میں پھنسا ہوں، یارب صرف تو ہی بچانے والا ہے''۔

حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے:

''جس شخص نے اپنے مولائے کریم کی فرماں برداری کی اور اپنے نفس کی بری خواہشات کے خلاف مجاہدہ کیا،

شیطان اور اس کی دنیا کی مخالفت کی اس کی منزل اور ٹھکانا جنت ہوگا اور جو شخص اپنی گمراہی اور سرکشی میں بڑھتا چلا گیا اور اس نے دنیا میں نافرمانی کی باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیا' خواہشات ولذاتِ نفسانی کے پورا کرنے میں اپنے نفس کی پیروی اور موافقت کی' نفس کی ہر تمنا اور ہر خواہش کو پورا کرنے میں شیطان کی بات مانی تو ایسے شخص کے لیے دوزخ کی آگ زیادہ مناسب ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ۝ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ۝ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ۝ (النازعات: ۳۷-۴۱)

تو وہ جس نے سرکشی کی (حد سے گزرا اور کفر اختیار کیا)۝ اور دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی۝ تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۝ اور وہ جو اپنے رب کے سامنے (حساب کے لیے) کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۝ تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۝

تشریح: عارف ربانی یعقوب چرخی ''ھویٰ'' کا معنی بیان کرتے ہیں:

''الھویٰ......میل کردن دل بآنچہ نشاید''

دل کا کسی ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جو نازیبا ہو۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ ''الھویٰ'' کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الھویٰ......الانھدام و السقوط من علو''

بلندی سے پستی کی طرف گرنا اور لڑھکنا۔

فرماتے ہیں:

''ھویٰ'' کو ''ھویٰ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کو دنیا میں ہر مصیبت میں پھنساتی ہے اور آخرت میں (ہاویہ) یعنی جہنم میں پھینکتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ: ''ہوائے نفس کے ترک کے کئی مرتبے ہیں۔ سب سے نیچے والا درجہ یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ کی مخالفت سے اجتناب کرے نیز اسلافِ کرام کے متفق علیہ عقائد کی مخالفت سے پرہیز۔ اس کا درمیانی درجہ یہ ہے کہ انسان کسی گناہ کا ارادہ کرے اور پھر قیامت کی حاضری کے خوف سے اس سے باز رہے اور مشتبہ اور مشکوک چیزوں سے پرہیز کرے۔''

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں۔ پہلی ھویٰ ہے یعنی نفس کی وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے' دوسری بخل و کنجوسی جس کی اطاعت کی جائے اور تیسری خود بینی کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بلند و برتر سمجھنے لگے۔'' فرمایا: ''یہ تیسری چیز سب سے زیادہ مہلک ہے۔''

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما...... کہ ہستم اسیر کمند ہوا (آمین) مترجم عفی عنہ

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝" (البلد: ۱۱) کا معنیٰ "لم یقتحم العقبۃ" ہے اور یہ خبر ہے یعنی "انہ لم یفعل" "اس نے یہ کام نہیں کیا ہے"۔ اور عرب کہتے ہیں: "لا فعل ای لم یفعل" یعنی "لا فعل" کا معنیٰ ہے اس نے نہیں کیا۔ زہیر کا شعر ہے جس میں اس قاعدہ پر دلیل موجود ہے، وہ کہتا ہے: ؎

وکان طوی کشحا علی سکینۃ فلا ھوی ابداھا ولم یتقدم

اس محولہ بالا شعر میں محل استشہاد "فلا- ھوی- ابدی ھا" ہے جو کہ بمعنیٰ "لم یبدھا" ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ (البلد: ۱۲-۱۳)

اور آپ نے کیا جانا کہ "عقبہ" کیا ہے ۝ گردن چھڑانا ہے ۝

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تم "عقبہ" کو نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ میں نے تمہیں بتلایا کہ عقبہ کیا ہے، (وہ) گردن چھڑانا ہے یعنی کسی غلام کو غلامی سے گلوخلاصی کرنا اور اس کو آزادی دلانا مراد ہے یا سخت بھوک کے زمانہ میں کسی کو کھانا کھلانا ہے، یہ بھلائی چاہے کسی رشتہ دار یتیم کے ساتھ کرو، چاہے کسی سخت حاجت مند نادار خاک نشین غیر رشتہ دار کے ساتھ ہو۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ چیز جس کے بارے میں آپ نے "وما ادراک" فرمایا اس کی خبر آپ نے دے دی ہے لیکن جس چیز کے بارے میں آپ "وما یدریک" فرمائیں اس کی خبر آپ نے نہیں دی ہوتی"۔

امام طبرانی نے "مکارم الاخلاق" میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے ایک صاع (چار کلو وزن کا پیمانہ) طعام پر اپنے ساتھیوں کو جمع کرنا اس سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں بازار جاؤں اور ایک جان کو خرید کر اس کو آزاد کر دوں"۔

۰۰۰-باب

تفسیر آیتِ کریمہ: "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" (البقرۃ: ۲۴)

"وقود" واؤ کے فتحہ (زبر) کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ "ایندھن" ہوتا ہے۔ جیسے "طہور" (آلۂ طہارت) پانی وغیرہ کا نام ہے اور "سحور" کھانے کا نام ہے اور "وقود" واؤ کے ضمہ (پیش) کے ساتھ ہو تو یہ مصدر بمعنیٰ جلانا، روشن کرنا کے معنیٰ دیتا ہے۔ "الناس" لفظ تو عام ہے لیکن اس سے مراد وہ مخصوص لوگ ہیں جن کا سابقہ آیات میں ذکر ہے اور ان کے خلاف یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین) فرمایا کہ: "دوزخ کا ایندھن نوجوان، بوڑھے، ادھیڑ عمر کے لوگ اور وہ عورتیں جو عریاں لباس پہنتی تھیں، سب بنیں گے اور ان کی بہت چیخ و پکار ہوگی"۔

آیت کا ترجمہ اور تفسیر

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ (البقرۃ:۲۴) تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

نوٹ: دوزخ میں جلنے والے پتھروں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''سو اگر تم نہ کر سکے اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' ان پتھروں سے مراد بت ہیں جن کو بنا کر انہوں نے ان کی پرستش کی' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ (الانبیاء:۹۸) بے شک تم اور جن بتوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

بتوں کو اس لیے آگ میں ڈالا جائے گا تا کہ مشرکین کی زیادہ ذلت اور رسوائی ہو اور یہ واضح ہو کہ جن بتوں کو وہ اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچا سکتے یا اس لیے کہ ان کے جرم اور شرک کا منشا یہ بت تھے اس لیے ان بتوں کو عذاب دیا جائے گا جس طرح جو شخص سونے چاندی کی محبت کی وجہ سے ان کی زکوٰۃ نہ نکالے' سونا' چاندی تپا کر ان سے اس کی پیشانی' پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ (التوبہ:۳۵) جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں' پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں۔

حدیث پاک ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''کل موذ فی النار'' (ہر ایذاء دینے والا) اور اس حدیث کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں' ایک یہ کہ ہر وہ شخص جس نے دنیا میں لوگوں کو تکلیف اور اذیت پہنچائی' اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں آگ کا عذاب دے گا اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ: ہر وہ چیز جیسے مثلاً درندے' حشرات الارض وغیرہ جس نے بھی دنیا میں انسان کو تکلیف پہنچائی' ان کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں پھینک دے گا اور وہ دوزخیوں کو تکلیف پہنچائیں گے۔ بعض مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ یہ پتھروں کی جو مخصوص آگ ہے یہ کافروں کے لیے خاص ہے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

اہلِ قرآن ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے دوزخ کا ایندھن ہونے کی وعید

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین (اسلام) غالب آئے گا حتیٰ کہ سمندروں پار تک پہنچے گا اور یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کرنے والے) سمندر میں بھی اپنے گھوڑے ڈال دیں گے'' (گویا:

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کا منظر مجاہدین اسلام پیش کریں گے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن پاک

پڑھیں گے اور جب قرآن پاک پڑھ جائیں گے تو کہیں گے: ''ہم سے بڑا قرآن کا قاری کون ہوگا؟ اور ہم سے زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا کون ہوگا؟'' اس کے بعد آپ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''کیا تم ان لوگوں میں کوئی خیر دیکھتے ہو؟'' صحابہ کرام نے عرض کیا: ''نہیں!'' آپ نے فرمایا: ''وہ لوگ تم میں سے ہوں گے یعنی وہ اس اُمت میں سے ہوں گے اور وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔''

(طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۰۱۹، الھیثمی المجمع ج ۱ ص ۱۸۵، ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۴۵۰)

جو پتھر دوزخ کا ایندھن ہوں گے وہ کبریت گندھک کے ہوں گے

ابن ہادی سے مروی ہے، حضرت عباس ابن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں:

''وہ پتھر (جو دوزخ کا ایندھن بنیں گے) کبریت کے پتھر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس جس طرح چاہا اور جتنا چاہا ان کو پیدا فرمایا ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

دوزخ کے ایندھن کے لیے کبریت کے پتھر بالخصوص اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کیونکہ یہ پتھر عام پتھروں کی بہ نسبت پانچ وجوہ سے زیادہ عذاب کا باعث ہیں:

(۱) بہت جلدی جلتے ہیں۔

(۲) ان کی بدبو بہت زیادہ ہوتی ہے۔

(۳) دھواں بہت چھوڑتے ہیں۔

(۴) جسم کے ساتھ بہت چمٹنے والے ہیں۔

(۵) جب گرم ہو جائیں تو ان کی حرارت بہت سخت ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آیت کریمہ میں ''الحجارۃ'' (پتھر) سے مراد بت ہیں (جن کی مشرکین پوجا کرتے تھے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ (الانبیاء: ۹۸) — بے شک تم اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

آیت کریمہ میں ''حصب'' سے مراد ایندھن ہے جسے آگ میں ڈالا جاتا ہے اور اس کے ذریعے آگ کو بھڑکایا جاتا ہے، اس بناء پر انسان اور پتھر پہلی تاویل کے مطابق دونوں ہی دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور دوسری تاویل کے مطابق ان کو آگ اور پتھروں سے عذاب دیا جائے گا اور ایک حدیث مبارک میں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کل مؤذ فی النار'' ''ہر اذیت پہنچانے والا دوزخ میں جائے گا''۔

اس حدیث پاک کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

(۱) جو شخص بھی دنیا میں لوگوں کو اذیت دیتا تھا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو آگ کا عذاب دے گا۔

(۲) درندے، کیڑے مکوڑے، سانپ، بچھو اور ہر وہ چیز جو دنیا میں لوگوں کو تکلیف اور اذیت پہنچاتی تھی ان سب کو

دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اوران کو اہل دوزخ کی سزا کے لیے تیار کیا گیا ہے اور بعض مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ یہ آگ جو پتھروں کے ساتھ مخصوص ہے اس سے بالخصوص کافروں کو عذاب دیا جائے گا (اور اللہ تعالیٰ ہی خوب علم والا ہے)۔

باب-۰۰۰

جہنم میں کافروں کی شکل وصورت؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''جہنم میں کافر کے کفر کے لحاظ سے اس کے بدن اوراس کے حصوں کو بڑا کر دیا جائے گا' جس قدر کافر کا کفر زیادہ ہوگا اسی قدر اس کا جسم بھی بڑھا دیا جائے گا' اسی طرح گناہ گار مسلمان پر اس کے اعضائے بدن کے اعمال کے اعتبار سے سزا اور عذاب کو تقسیم کر دیا جائے گا۔''

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی اوراس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔'' (صحیح مسلم ج ۱۷ص ۱۸۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۸' ابن حبان ج ۹ ص ۲۸۴' الحاکم ج ۴ ص ۵۹۵' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷۷' البغوی ج ۱۵ ص ۲۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر فاصلہ ہوگا۔'' (صحیح مسلم)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی' ران بیضاء پہاڑ جتنی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کی مسافت جتنی ہوگی جیسے ''ربذہ'' یعنی جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۷' الحاکم ج ۴ ص ۵۹۵' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۷۵)

کافر کے بدن اور اعضاء کو بڑا کیوں کر دیا جائے گا؟

سعید ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''قیامت کے دن کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی' کافروں کو بڑے اور موٹے جسموں میں اس لیے تبدیل کر دیا جائے گا تا کہ ان سے جہنم بھر جائے اور وہ جہنم کا عذاب پوری طرح چکھیں۔'' (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۳۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی مثل ہوگی اوراس کی ران بیضاء پہاڑ کی مثل اوراس کی پیشانی ورقان کی مثل اوراس کی دوزخ میں بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنی میرے اور ربذہ کے درمیان فاصلہ ہے۔ کافر کی آنکھ کی موٹائی ستر ہاتھ جتنی ہوگی اوراس کا پیٹ اضم پہاڑ جتنا ہوگا۔

(ترمذی رقم الحدیث:۲۵۷۸' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۲۲' الحاکم ج۴ص۵۹۶' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۰۴' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:۵۶۷۴)

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کی آنکھ---یعنی اس کی جلد کی موٹائی---ستر (۷۰) ہاتھ کے برابر ہوگی اور کافر کی ڈاڑھ اس کی باقی خلقت میں احد پہاڑ کی مثل ہوگی اور عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ کافر کی جلد اور جسم کے درمیان اس طرح کی آواز سنائی دے گی جیسے وحشی جانور کی آواز ہوتی ہے۔ (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۰۵' ابن عبدالبر ج۲ص۴۳۳)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کی عظمت کی وجہ سے اس کے چھ (۶) پہاڑ بن گئے جن میں سے تین مکہ مکرمہ میں واقع ہیں: جبل ثور' جبل ثبیر اور حراء اور تین ہی مدینہ میں واقع ہیں: جبل احد' ورقان اور رضویٰ۔

کافر کی زبان کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کافر اپنی زبان کو ایک' دو فرسخ تک کھینچے گا' لوگ اسے (اپنے پیروں تلے) روندیں گے''۔

(ترمذی رقم الحدیث:۲۵۸۰' مسند احمد ج۲ص۹۲' الخطیب ج۱۲ص۲۶۳' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:۵۶۷۶)

عذاب کے درجات

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بعض جہنمیوں کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور بعض کی کمر تک اور بعض کی گردن تک پکڑے گی۔'' ایک روایت میں یہ ہے کہ: ''بعض کو گلے تک''۔ (صحیح مسلم ج۷اص۱۸۰' مسند احمد ج۵ص۱۰-۱۸' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۱۶۰۲۶)

فصل

کفر کے درجات کا بیان

اس باب کی احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ کفر کے بھی کئی درجے ہیں' کسی کا کفر کم درجے کا ہے' کسی کا زیادہ بڑھا ہوا ہوگا کیونکہ ایک شخص کا فقط کفر ہے اور دوسرا کافر وہ ہے جو کفر کرنے کے ساتھ سرکش' ظالم اور بدکردار بھی ہے تو ان دونوں کا کفر ایک درجے کا نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جہنم کے عذاب میں بھی کافروں کے درجات میں تفاوت ہوگا جیسا کہ یہ بات کتاب وسنت سے معلوم اور واضح ہے اور یہ بات قطعی طور پر معلوم اور ثابت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ ایک شخص نے فقط کفر کا ارتکاب کیا اور دوسرے شخص نے کفر کا عقیدہ رکھنے کے ساتھ ہی انبیاء کرام علیہ السلام اور مسلمانوں کے قتل کا بھی ارتکاب کیا اور زمین میں فتنہ وفساد برپا کیے رکھا تو ان دونوں کافروں کا حکم یکساں کیسے ہوگا؟ اور جس کافر نے انبیاء کرام اور مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا' اس کا عذاب انبیاء کرام علیہم السلام کے قاتل اور مسلمانوں پر ظلم کرنے والے اور زمین میں فتنہ وفساد پھیلانے والے کافر کے مساوی اور برابر نہیں ہوگا بلکہ

دونوں کے عذاب میں واضح اور کھلا تفاوت ہوگا۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حضور ﷺ ابو طالب کو آپ ﷺ کی مدد اور نصرت اور آپ کا دفاع کرنے اور آپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر اس کو کس طرح آگ کے نچلے طبقے سے نکال کر سب سے اوپر والے طبقہ کی طرف لے آئے اور صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کفار کے حق میں ہے جس کی دلیل حدیث ابی طالب ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ ان موحدین کے حق میں ہو جن کو عذاب دیا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ ان کو موت دے گا اس حال کے مطابق جس کا ماقبل ذکر گزرا ہے۔

گناہ گار مسلمانوں کے اعضائے بدن پر عذابِ جہنم کو تقسیم کرنے کا بیان

کعب احبار سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغہ مالک فرشتے سے فرمائے گا: "اے مالک! تو آگ کو حکم دے کہ ان (گناہ گار مسلمانوں) کی زبانوں کو نہ جلائے کیونکہ وہ ان زبانوں سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ اے مالک! تو آگ سے کہہ دے کہ وہ ان کے عملوں کے مطابق ہی ان کو پکڑے" اور آگ جہنمیوں کو اور ان کے استحقاق عذاب کی مقدار کو اس سے بھی زیادہ پہچانتی ہے جتنا ایک ماں اپنے بچے کی شناخت رکھتی ہے، تو ان جہنمیوں میں سے بعض کو آگ ٹخنوں تک پکڑے گی اور بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو ناف تک اور بعض کو سینے تک پکڑے گی۔ انہوں نے اتنی حدیث ذکر کی اور آگے مکمل حدیث آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

عذابِ جہنم کے مختلف درجات

علامہ قتبی نے اپنی کتاب "عیون الاخبار" میں حدیث مرفوع نقل کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما چکے گا تو اس کے بعد جس شخص کی نیکیاں زیادہ اور گناہ کم ہوں گے، وہ تو جنت میں چلا جائے گا اور اگر کسی شخص کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی تو اس شخص کو چالیس سال تک کے لیے پل صراط پر روک لیا جائے گا، پھر اس کے بعد وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر کسی شخص کی برائیاں زیادہ اور نیکیاں کم ہوئیں تو وہ باب التوحید سے دوزخ میں داخل ہوں گے اور ان لوگوں کو ان کے کاموں کے مطابق جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔ چنانچہ ان میں سے بعض کو ایڑیوں تک آگ پہنچے گی، بعض کے گھٹنوں تک اور بعض کی کمر تک پہنچے گی۔"

فقیہ ابو بکر بن برجان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بے شک صحیح مسلم کی اس حدیث کا مفہوم اور معنیٰ یہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (الاحقاف:۱۹)	اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں (مومن ہو یا کافر) اور تا کہ اللہ ان کے کام انہیں پورے بھر دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ اس آیتِ کریمہ میں اور حدیث پاک میں جن موصوفوں کا ذکر ہے' یہ اہلِ توحید ہیں کیونکہ کفار کے عذاب میں تو کوئی تخفیف اور معافی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور جس طرح دنیا میں وہ کفر میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے اور ان پر کفر چھایا ہوا تھا تو آخرت میں اسی طرح آگ ان کو شامل ہوگی اور وہ سراپا آگ میں غرق ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَہُمْ مِّنْ فَوْقِہِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِہِمْ ظُلَلٌ ۔ (الزمر:۱۶)

ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ (یعنی ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ہوئے ہے)

۰۰۰۔ ذیلی باب

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت کے بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی شفاعت کے ذریعہ قبیلۂ مضر کے لوگوں سے زیادہ بخشے جائیں گے اور بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ بڑائی میں دوزخ کا ایک کونہ ہوں گے۔''

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۳' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۳' الحاکم ج ۱ ص ۷۱)

۵۸۔ قیامت کے دن شدید ترین عذاب کس کو ہوگا؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔'' (صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینۃ) (صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۳۸۲' صحیح مسلم ج ۱۴ ص ۹۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵' طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۳۰۶' البیہقی ج ۷ ص ۲۶۸' البغوی ج ۱۲ ص ۱۳۱)

فوٹوگرافی اور مجسمہ سازی کی سزا کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا اس کو نبی نے قتل کر دیا یا اس مصور کو جو مورتیں (مجسمے) بنائے۔''

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷' طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۹۷' ۱۰۵۱۵' البزار ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۳' الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۲۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ نے اس کے علم سے نفع اندوز نہیں کیا۔''

(طبرانی الصغیر ج ۱ ص ۱۸۲-۱۸۳' الالبانی رقم الحدیث: ۹۶۸)

اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عثمان بن مقسم بزی معتزلی ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ابوعمر نے

کہا ہے: "اس کی حدیث کا کچھ اعتبار نہیں۔"

نوٹ: تصویریں بنانے والوں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق

اس باب کی حدیث میں ہے کہ مصور اور فوٹو گرافر کو قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ہوگا' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اسی باب میں ہے کہ سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جو کسی نبی کو قتل کرنے والا ہے یا جس کو کوئی نبی قتل کر کے واصل جہنم کر دے اور قرآن مجید میں یہ ہے کہ:

اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ○ آل فرعون کو سب سے زیادہ عذاب میں داخل کرو۔

(المومن:۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر بنانے والے کو آلِ فرعون سے بھی زیادہ عذاب ہوگا اور یہ قرآن مجید کے خلاف ہے' اس تعارض کا کیا جواب ہے؟

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"جو لوگ الوہیت کے مدعی ہیں ان میں سب سے زیادہ عذاب آلِ فرعون کو ہوگا اور جو لوگ تصویر بناتے ہیں ان میں سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو غیر اللہ کی عبادت کے لیے تصویر بنائیں اور ایک قول یہ ہے کہ اگر تصویر بنانے والا عبادت کے لیے تصویر بنائے تو پھر اس کو زیادہ شدید عذاب دینا اور آلِ فرعون کے ساتھ لاحق کرنا بالکل واضح ہے اور اگر اس کا یہ قصد نہیں ہے بلکہ صرف معصیت کی وجہ سے تصویر بناتا ہے تو اس کو دوسرے معصیت کرنے والوں سے زیادہ گناہ ہوگا۔" (عمدة القاری ج ۲۲ ص ۷۰)

علامہ طبری نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ: "یہاں مصوّر سے وہ مصور مراد ہے جو ایسی تصویر یا بت بنائے جس کی عبادت کی جائے اور عبادت و پرستش کے لیے تصویر بنانے والا کافر ہے۔ سو ہو سکتا ہے اس کو بھی آلِ فرعون کی طرح سب سے زیادہ عذاب دیا جائے اور جس شخص کا مقصد تصویر بنانے سے یہ نہ ہو وہ فقط گناہ گار ہوگا۔"

تصویر اور فوٹو گراف کا حکم

عصرِ حاضر کے عظیم محقق مفسر تبیان القرآن شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"فوٹو کے متعلق اسلام کا منشاء یہ ہے کہ کسی بھی جاندار کی صورت اور شبیہ کو مستقل طور پر محفوظ کر لینا جائز نہیں ہے کیونکہ ہمیشہ جانداروں کی تصویریں شرک اور فتنہ کی موجب بنتی رہی ہیں۔ اب بھی ہندوستان اور بعض دوسرے ممالک میں تصویروں اور بتوں کی پوجا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں گاندھی کی تصویر کی تعظیم اور تکریم ہوتی ہے' روس میں سٹالن کی تصویر کی تعظیم کی جاتی ہے' پاکستان کے تمام دفاتر' اسمبلیوں اور سفارت خانوں میں بڑے سائز کی قائداعظم کی تصویر تعظیماً اونچی جگہ پر آویزاں کی جاتی ہے' اس لیے اصل فتنہ صورت کے محفوظ کرنے میں ہے۔ خواہ صورت کو سنگ تراشی سے محفوظ کیا جائے' قلم کاری سے یا فوٹو گرافی سے' جس طریقہ سے بھی تصویر کو حاصل اور محفوظ کر لیا جائے گا اس سے حاصل شدہ تصویر ناجائز اور حرام ہوگی اور بت تراشی' مصوری اور فوٹو گرافی میں جواز اور عدم جواز کا فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

تصویر کی حرمت کا اصل منشاء غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت ہے' اگر لوگ فوٹو گراف کی تعظیم اور عبادت شروع کر دیں تو کیا وہ تعظیم اور عبادت ناجائز نہیں ہوگی؟ جبکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بڑے بڑے قومی لیڈروں اور پیروں کے فوٹوؤں کی ہر ملک میں بالفعل تعظیم کی جاتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت کا منشاء صورت اور شبیہ ہے خواہ وہ سنگ تراشی سے حاصل ہو' قلم کاری سے یا فوٹو گرافی سے۔ اس لیے جس طرح پتھر کا مجسمہ بنانا اور قلم اور برش سے تصویر بنانا حرام ہے اسی طرح کیمرے سے فوٹو بنانا بھی حرام (یعنی مکروہ تحریمی) ہے۔ تاہم بعض تمدنی' عمرانی اور معاشی امور کے لیے فوٹو ناگزیر ہے۔ مثلاً شناختی کارڈ' پاسپورٹ' ویزا' ڈومی سائل' امتحانی فارم' ڈرائیونگ لائسنس اور اسی نوع کے دوسرے امور میں فوٹو کی لازمی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے دین میں تنگی نہیں رکھی۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ (الحج:۷۸) — اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی نہیں کی۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۔ (البقرۃ:۱۸۵) — اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ. (صحیح بخاری ج۱ص۱۰ اصح المطابع' کراچی) — اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو حق ہو اور آسان اور سہل ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الدین یسر. (صحیح بخاری ج۱ص۱۰) — بے شک دین آسان ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

یسروا ولا تعسروا. (صحیح مسلم ج۲ص۸۳) — لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو مشکل میں نہ ڈالو۔

اسلام میں جاندار چیزوں کی تصاویر بنانے کی ممانعت ہے اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کی اجازت ہے' اس لیے انسان کی صرف سینے تک کی تصویر بنانا جائز ہے کیونکہ کوئی انسان بغیر پیٹ کے زندہ نہیں رہ سکتا اور جن تمدنی اور معاشی امور میں تصویر کی ضرورت پڑتی ہے (مثلاً شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ) ان میں اس قسم کی آدھی تصویر ہی کی ضرورت ہوتی ہے' اس لیے اس قسم کی ضروریات میں بغیر پیٹ کے سینہ تک کی آدھی تصویر کھنچوانا جائز ہے۔ البتہ بلاضرورت شوقیہ فوٹو گرافی مکروہ ہے اور تعظیم و تکریم کے لیے فوٹو کھینچنا ناجائز اور حرام ہے اور ہم نے جو آدھی تصویر کو جائز کہا ہے' اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی'

آپ نے فرمایا: ''آ جاؤ!'' انہوں نے کہا: ''میں کیسے آؤں درآں حالیکہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں پس یا تو آپ ان تصویروں کے سر کاٹ دیں یا اس پردہ کو پیروں تلے روندی جانے والی چادر بنا دیں کیونکہ ہم فرشتہ سوسائٹی اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔''

(نسائی ج ۲ ص ۲۶۱ نور محمد کارخانہ کتب' کراچی)

علامہ نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ (فقیہ العصر) لکھتے ہیں:

''حج کے لیے عازم حج کے پورے جسم کا فوٹو ضروری نہیں بلکہ چہرے یا قدرے زائد کا فوٹو حکومت نے مصالح انتظامیہ کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ عموماً پاسپورٹوں پر ایسے ہی فوٹو چسپاں کیے جاتے ہیں جو نصف سینہ تک کے ہوتے ہیں حالانکہ انسان نصف سینہ یا سینہ کے نیچے سے کاٹ دیا جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا یہ فوٹو ایسے جسم کا فوٹو ہوگا جو شجر و حجر کی طرح بے جان ہے۔ (الی قولہ) بہرحال ان ارشادات کی روشنی میں حج فرض وغیرہ کے لیے ایسے فوٹو کی اجازت ہے جو جسم کے ایسے حصہ کا ہو جو صرف اتنا ہی زندہ نہ رہ سکتا ہو (الی قولہ) ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ بلاضرورت فوٹو نہ کھنچوائے جائیں۔'' (علامہ نور اللہ بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ' فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۱۷۱)

حدیث صحیح اور اقوال فقہاء کی روشنی میں یہ امر واضح ہے کہ تمدنی اور معاشی ضروریات کے لیے آدھی تصویر کھنچوانا جائز ہے اور بلاضرورت محض شوقیہ فوٹو گرافی ایک مکروہ عمل ہے اور کسی کی تعظیم اور تکریم کے لیے فوٹو کھینچنا ناجائز اور حرام ہے۔ (علامہ غلام رسول سعیدی اردو شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۷۰-۴۷۳) (مترجم)

بعض اہلِ معصیت کو شدید عذاب ہونے کی وجہ سے دوسرے اہلِ جہنم کو سخت اذیت اور تکلیف ہونے کا بیان

ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابن زید نے یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن زنا کرنے والی عورتوں کی شرم گاہوں کی بدبو اور سڑانڈ سے دوزخیوں کو بہت اذیت کا سامنا ہوگا۔

ابن مبارک نے روایت کیا ہے کہ:

علی بن رباح بیان کرتے ہیں: تین قسم کے اشخاص سے اہلِ دوزخ کو بہت اذیت اور تکلیف ہوگی: اوّل متکبرین' دوم بندوں کے حقوق مالی کو مارنے والے (استحصالی طبقہ) اور سوم چغل خور۔ ان تین قسم کے لوگوں کو ایسا عذاب مہین دیا جائے گا کہ ہر دوزخی ان کی وجہ سے سخت اذیت اُٹھائے گا۔ ان تین میں پہلے طبقہ کے لوگوں کو آگ کے تابوتوں میں بند کر کے جہنم کے طبقۂ جحیم میں جو سب سے نچلا طبقہ ہے' پھینک دیا جائے' ان کے شور کرنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں اس قدر بلند ہوں گی کہ تمام طبقات کے اہلِ دوزخ اسے سن سکیں گے۔ اہلِ دوزخ ان سے پوچھیں گے: ''کیا وجہ ہے کہ تمام اہلِ دوزخ میں سے صرف تمہارے ساتھ ایسا سلوک کیا جا رہا ہے؟'' وہ جواب دیں گے: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تکبر کرنے والے تھے۔'' اور دوسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں جن کے پیٹ پھٹے ہوئے ہوں گے اور وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو کھینچ اور گھسیٹ کر چلیں گے' دوسرے اہلِ دوزخ ان سے پوچھیں گے: ''کیا وجہ ہے کہ سب دوزخ والوں میں سے تمہارے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا ہے؟ اور تمہاری یہ حالت بنی ہوئی

ہے؟'' وہ کہیں گے کہ ہم جھوٹی قسمیں کھا کر اور اسی طرح کرپشن اور خیانت کر کے لوگوں کے مال ہتھیا لیتے تھے اور ان کے حقوق غصب کرتے تھے۔ اور تیسرے وہ لوگ ہوں گے جو جہنم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان ادھر اُدھر دوڑے پھریں گے اور ان کو کہیں قرار نہ ہوگا' ان سے کہا جائے گا کہ تم کو کیا ہوا کہ تمہاری یہ حالت بنی ہوئی ہے اور تمہارے ساتھ یہ سلوک جاری ہے؟ وہ جواب دیں گے: ''ہم چغلی کھاتے اور لوگوں کے درمیان لگائی بجھائی کرتے تھے۔'' (اثر ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ۲۳۷)

دوسری روایت اسماعیل بن عیاش کے واسطہ سے ہے۔

شفی بن ماتع الاصبحی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار اشخاص کو ایسا عذاب ہوگا کہ اس کی وجہ سے دوسرے تمام دوزخیوں کو بھی اذیت ہوگی۔ وہ جہنم کی آگ اور گرم کھولتے پانی کے درمیان بھاگے پھریں گے اور تباہی و ہلاکت کو پکاریں گے۔ اہلِ دوزخ ایک دوسرے سے کہیں گے: ''ان کو کیا ہوا کہ ان کو جو عذاب مل رہا ہے اس سے تو ہمیں بھی بڑی اذیت اُٹھانا پڑ رہی ہے۔'' اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''ایک شخص وہ ہوگا جس کو انگاروں کے تابوت میں بند کر دیا گیا ہوگا اور ایک شخص اپنی آنتوں کو کھینچ رہا ہوگا اور ایک شخص کے منہ سے خون اور پیپ بہ رہی ہوگی اور ایک شخص خود اپنا ہی گوشت نوچ رہا اور کھا رہا ہوگا۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''تابوت والے شخص سے کہا جائے گا: ''اس شخص کا کیا حال ہے جو اللہ کی رحمت سے بہت دُور ہے کہ اس کے عذاب کی وجہ سے ہم بھی تکلیف اور عذاب میں ہیں؟'' ارشاد فرمایا: جواب دیں گے کہ: ''اللہ کی رحمت سے دُور یہ شخص دنیا میں لوگوں کا مقروض تھا اور جب فوت ہوا تو لوگوں کے اموال بدستور اس کے ذمہ تھے اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس نے کوئی مال بھی نہ چھوڑا کہ جس سے وہ سارے قرض اُتارے جا سکتے۔'' پھر اس کے متعلق جو اپنی آنتوں کو کھینچ رہا ہوگا' کہا جائے گا کہ: ''اس شخص کو کیا ہوا کہ یہ رحمتِ خداوندی سے اس قدر دُور کر دیا گیا ہے اور اس کے عذاب کی وجہ سے سب اذیت میں مبتلا ہیں؟'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے جواب دیں گے: ''یہ حرمان نصیب شخص وہ ہے جو دنیا میں اس بات کی قطعی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ پیشاب اس کے کس جگہ لگتا ہے اور پھر یہ اس کو دھوتا بھی نہیں تھا'' اور پھر اس شخص کے بارے پوچھا جائے گا جس کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہی ہوگی کہ: ''اس بدنصیب کا یہ حال کس وجہ سے ایسا ہے؟'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتہ کہے گا کہ: ''یہ گندی اور فحش باتیں سنتا تھا اور پھر ان کو آگے نشر کرتا تھا اور فحش گوئی سے یہ بڑا حظ اُٹھاتا تھا اور اس کو بے حیائی کی باتوں سے بہت مزہ آتا تھا اور یہ شرمناک گناہ کی بات سے لطف اندوز ہوتا اور انجوائے کرتا تھا'' اور پھر اس کے بعد پوچھا جائے گا کہ: ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور حرمان نصیب اس شخص کو کیا ہوا کہ یہ اپنا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا ہے اور اس کے اس اذیت ناک عمل کی وجہ سے ہمیں بھی سخت کوفت ہوتی ہے؟'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتہ جواب دے گا کہ: ''بے شک یہ بدبخت لوگوں کا گوشت کھاتا تھا یعنی چغل خور تھا۔''

حافظ ابونعیم نے اس روایت کو نقل کیا اور انہوں نے کہا کہ اس روایت میں اسماعیل بن عیاش اکیلے ہیں اور اس روایت کے راوی شفی مختلف فیہ اور متنازعہ شخصیت ہیں۔ تاہم ایک قول یہ بھی ہے ''له صحبة''۔

(طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۲۲۶۷ ابن ابی الدنیا رقم الحدیث: ۱۸۶ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۶۷-۱۶۸)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے صحیح بخاری کی طویل حدیث حضرت سمرہ بن جندب سے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث عذابِ قبر کے باب میں گزر چکی ہیں۔ اسی طرح ابو ہریرہ سے اس باب کے معنیٰ میں حدیث گزری جہاں ان لوگوں کا ذکر ہوا کہ جن پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ ان احادیث میں بھی غور کرنا چاہیے' ان سے بھی اس روایت بالا کی تائید ہوتی ہے اور اسی طرح یہ روایت گزر چکی ہے کہ بے شک جو شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے کہ ادا کر دوں گا مگر ادا نہ کر سکا اور قرض فضول خرچی اور کسی گناہ کے لیے نہیں لیا ہوتا اور قرض ادا کیے بغیر مر گیا تو تحقیق اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت سے روکے گا اور نہ اسے عذاب دے گا بلکہ قرض خواہوں کو انشاء اللہ تعالیٰ راضی فرما کر اس قرض دار کو ان لوگوں میں شامل فرمائے گا جن پر اللہ تعالیٰ کا کرم' رحمت اور فضل ہوگا۔ ہاں البتہ وہ شخص جو اس مقصد کے لیے قرض لیتا ہے کہ ان کو گناہ کے کاموں میں خرچ کرے اور پھر ادا بھی نہیں کر سکا اور یونہی مر گیا تو شاید اس کو عذاب ہو۔''

اس شخص کی سزا کا بیان, جو دنیا میں لوگوں پر تشدد کرتا تھا

ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جو دنیا میں لوگوں پر بہت تشدد کرتا اور ان کو عذاب میں مبتلا رکھتا تھا۔''

(مسند احمد ج ۴ ص ۹۰' الہیثمی مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۳۴' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۱۵۷' الحاکم ج ۳ ص ۲۹۰' البیہقی ج ۸ ص ۱۶۴)

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے:

حکیم بن حزام کہتے ہیں: ابوعبیدہ نے اہل ارمن. میں ایک شخص پر ظلم کیا' خالد بن ولید نے ان سے بات کی تو لوگوں نے ان سے کہا: کیا آپ نے امیر کو غضبناک اور غصے کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ان کو غصہ دلانے کا ارادہ نہیں کیا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آپ فرماتے تھے کہ: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو سخت سزا دیتا تھا۔

اسی مفہوم کی ایک حدیث امام مسلم نے بھی اپنی صحیح مسلم میں روایت کی ہے۔

ہشام بن حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ شام میں ان کا گزر کاشت کاروں کے ایک گروہ پر ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ ان لوگوں کو دھوپ میں کیوں عذاب دیا جا رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ لوگ ٹیکس نادہندگان ہیں۔ ہشام کہتے ہیں: میں نے کہا: ''گواہ رہو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل ان لوگوں کو (آخرت میں) عذاب دے گا جو دنیا میں انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۶۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۳-۴۶۸' ابن حبان ج ۷ ص ۴۵۰-۴۵۱)

۰۰۰-باب

بے عمل واعظوں، خطیبوں اوران لوگوں کو شدید عذاب ہوگا جن کے قول اور فعل میں تضاد ہو اور ظالموں کی مدد کرنے والے دوزخ کے کتے ہیں

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ: ''(قیامت کے دن) ایک شخص کو لا کر آگ میں پھینک دیا جائے گا اور وہ دوزخ میں اس طرح چکر کاٹے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ دوزخ والے اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے: ''اے فلاں شخص! کیا تو تو ہمیں نیکی کا امر کیا کرتا اور گناہوں سے نہیں روکا کرتا تھا؟'' وہ شخص کہے گا: ''میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تمہیں تو برے کاموں سے منع کرتا تھا مگر خود باز نہیں آتا تھا۔''

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۳۱، صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۱۸، مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۹، البیہقی ج ۱۰ ص ۹۵، البغوی ج ۱۴ ص ۳۵۱)

دوسروں کو نصیحت کرنے اور خود عمل نہ کرنے کا عذاب

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی آنتیں نکل پڑیں گی، وہ ان آنتوں کے ساتھ اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، پھر دوزخی اس کے گرد جمع ہوں گے اور اس سے کہیں گے: ''اے فلاں شخص! کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟'' وہ شخص کہے گا: ''کیوں نہیں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔'' (سبق فی رقم الحدیث: ۱۸۹، من ھذا الجزء)

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۳۱، صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۱۸، مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۹، البیہقی ج ۱۰ ص ۹۵، البغوی ج ۱۴ ص ۳۵۱)

امام حافظ ابونعیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معراج کی شب میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا، میں نے پوچھا: ''تم لوگ کون ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نیکی نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو برائی سے روکتے تھے اور خود برے کام کرتے تھے۔'' (الخطیب اقتضاء العلم العمل ص ۲۰۰، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۸۷، الجز ارقم الحدیث: ۳۳۲۲)

علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معراج کی شب میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے جبرائیل سے کہا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''یہ وہ دنیا دار خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول

جاتے تھے حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے' کیا یہ عقل نہیں رکھتے تھے؟''۔

(کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹' بیروت: ۱۴۰۵ھ)

انہی سے دوسری روایت اس طرح منقول ہے کہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''معراج کی شب میں ایسی قوم کے پاس آیا جس کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' جب بھی کاٹے جاتے دوبارہ پھر اصلی حالت پر لوٹا دیئے جاتے۔ میں نے پوچھا: ''اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟'' کہا: ''یہ آپ کی اُمت کے وہ خطیب ہیں جو کہتے تھے اور کرتے نہیں تھے اور اللہ کی کتاب کو پڑھتے تھے اور عمل نہیں کرتے تھے۔''

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰' ۲۳۱-۲۳۹' ابن حبان ج ۱ ص ۱۳۵' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۸۱۹' البزار رقم الحدیث: ۳۳۲۱' ابن ابی الدنیا الصمت رقم الحدیث: ۵۰۹)

امام شعبی روایت کرتے ہیں:

''قیامت کے دن جنتی دوزخیوں کی طرف جھانک کر دیکھیں گے تو کہیں گے: ''تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کر دیا ہے؟ حالانکہ ہم تمہاری تعلیم اور ادب سکھانے کی برکت سے جنت میں داخل ہوئے ہیں؟'' اہلِ دوزخ جواب دیں گے: ''ہم تم کو بھلائی کا حکم دیتے تھے اور خود بھلائی کا کام نہیں کرتے تھے۔''

اَن پڑھوں اور عالموں کا فرق

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اَن پڑھ لوگوں کی جن باتوں کو معاف فرما دے گا' عالموں کی کچھ ایسی باتیں معاف نہیں کی جائیں گی۔''

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۲۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۹۸۴)

ظالم حکمرانوں اور پولیس والوں کا عذاب

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ الجلاوزۃ والشرط اعوان الظلمۃ کلاب النار.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ پولیس والے جو ظالم حکمرانوں کی اعانت اور مدد کرتے ہیں' جہنم کے کتے ہیں''۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱)

امام لغت علامہ جوہری نے کہا کہ ''جلاوزۃ' جلواز'' کی جمع ہے' اس کا معنیٰ شرطی یعنی سپاہی اور پولیس مین ہے۔

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''علماء کرام فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت اور پشیمانی تین شخصوں کو ہوگی:

(۱) ایک وہ شخص ہے جو کسی غلام کا مالک بنا' پھر اس غلام کو اس نے اسلام کے احکام کی تعلیم دلائی اور وہ غلام احکامِ شریعت سیکھنے کے بعد فرماں بردار اور نیکوکار بن گیا جبکہ خود آقا اس کا نافرمان اور گناہ گار رہا۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ: ''اس غلام کو جنت میں لے جاؤ اور اس کے مالک کو دوزخ میں۔'' اس وقت وہ مالک فریاد کرتے ہوئے پکارے گا: ''ہائے خسارہ! وائے حسرت! کیا یہ میرا غلام نہ تھا؟ کیا میں اس کی جان اور مال کا مالک نہیں تھا؟ اس کے سارے مال پر مجھے قدرت حاصل نہیں تھی؟ تو پھر کیا ہوا کہ یہ تو خوش بخت نکلا اور مجھے کیا ہوا کہ میں بدبخت قرار پایا گیا ہوں؟'' اس شخص پر مقرر فرشتہ اس کو جواب دے گا کہ: ''یہ اس لیے ہوا ہے کہ اس غلام نے تو ادب سیکھا اور تو بے ادب رہا اور اس نے نیک کام کیے اور تو گناہ کرتا رہا۔''

(۲) دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے جائز ذرائع سے مال کمایا لیکن اس کو جمع کر کے رکھ چھوڑا' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کیا اور بخل اور کنجوسی سے کام لیا اور آخرت کے لیے کچھ نہیں بھیجا یہاں تک کہ وہ سارا مال اس کے وارثوں کو منتقل ہو گیا جنہوں نے اس مال کو اچھے کاموں میں لگایا اور زکوٰۃ وغیرہ نکالنے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کیا اور ایسی مدات میں خرچ کیا جو ان کے لیے توشۂ آخرت بن سکے۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو حکم ہوگا کہ: ''اس وارث کو جنت میں لے جاؤ'' اور صاحبِ مال کے لیے دوزخ میں جانے کا حکم صادر ہوگا جس پر وہ مال دار فریاد کرے گا کہ: ''اے افسوس! اے قسمت! کس قدر نقصان اور خسارہ ہے؟ کیا یہ مال میرا نہیں تھا؟ اور اس مال کی وجہ سے میرے احوال اور اعمال اچھے نہ تھے؟'' اس شخص پر مقرر فرشتہ جواب دے گا: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ تیرے اس وارث نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور تو نے اطاعت نہیں کی اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مال کو خرچ کیا اور تو نے مال کو خرچ نہیں کیا لہٰذا وہ نیک بخت ہو گیا اور تو قسمت ہار گیا ہے۔''

(۳) تیسرا وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور ایک قوم کو اپنے علم سے مستفید کیا' ان کو پڑھایا' وعظ کرتا رہا' لوگ اس کے سکھائے ہوئے علم اور اس کے وعظ و نصیحت پر عمل پیرا ہو گئے مگر خود وہ بے عمل رہا' جب قیامت کا دن ہوگا تو حکم ہوگا کہ: ''اس قوم کو جنت میں لے جاؤ'' اور اس عالم اور واعظ کو دوزخ میں ڈال دینے کا حکم ہوگا۔ وہ واعظ اور عالم کہے گا: ''ہائے افسوس! ہائے خسارہ! کیا میرے پاس یہ علم نہیں تھا؟ کیا یہ لوگ میرے سکھائے ہوئے علم کی وجہ سے فائز المرام نہیں ہوئے ہیں؟ اور میں ناکام ہو گیا؟ اور میرے علم کی بدولت یہ دوزخ سے بچ گئے ہیں اور میں عالم ہونے کے باوجود پھنس گیا ہوں۔'' اس شخص پر مقرر فرشتہ اسے جواب دے گا: ''کیونکہ وہ تیرے قول کے مطابق عمل کرتے تھے اور تو نے عمل نہیں کیا اس لیے وہ سعید اور تو شقی ٹھہرا۔'' (اس کو ابوالفرج ابن الجوزی نے بیان کیا ہے۔)

فصل

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تین آیات کی وجہ سے قصے بیان کرنے کو ناپسند کرتا

ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ . (البقرۃ:۴۴)
کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ○ (الصف:۲-۳)
کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے؟○ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ . (ھود:۸۸)
اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگو۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ان آیات کے الفاظ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں جو احادیث کے حوالہ سے ہم نے ذکر کی ہے کہ معروف اور منکر کے عالم اور ان کی تبلیغ کرنے والے (بے عمل) شخص کی سزا اس شخص کی بہ نسبت زیادہ ہوگی جو غیر عالم ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم ہو کر عمل نہ کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اہانت اور سبکی کرنے والا ہے اور یہ شخص چونکہ اللہ تعالیٰ کی حرمتوں اور اس کے احکام کو ہلکا جاننے والا ہے لہٰذا اس کا شمار بھی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس نے اپنے خداداد علم سے (عمل کر کے) نفع نہیں اُٹھایا اور ایسے عالم (بے عمل) کے بارے ارشادِ نبوی ہے کہ:

''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم سے نفع اندوز نہیں فرمایا۔''

(الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث:۹۶۸' الطبرانی المعجم الصغیر ج۱ص۱۸۲'۱۸۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک وہ جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنی جانوں کو بھولتے ہیں' وہ جہنم کی آگ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹتے پھریں گے۔ ان سے کہا جائے گا: ''تم کون ہو؟'' وہ جواب دیں گے: ''ہم وہ ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور اپنے آپ کو فراموش کیے رکھتے تھے۔''

نیز بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے اور یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ڈالی۔

(صحیح بخاری ج۶ص۵۴۷' صحیح مسلم ج۱۷ص۱۸۸' مسند احمد ج۲ص۲۷۵-۳۶۶' ابن حبان ج۸ص۵۲' البیہقی ج۶ص۱۶۳)

ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں پیچھے یہ گزرا ہے کہ جو لوگ (دائمی طور پر) جہنم کے مستحق اور اہل نہیں' وہ جب جہنم میں داخل ہوں گے تو اس میں جل کر مر جائیں گے (اور پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو چاہے گا' زندہ فرما کر جہنم سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا) اور اسی قول کو زیادہ صحیح اور درست

ترین قرار دیا گیا ہے اور اس باب کی احادیث جو گناہ گار مسلمانوں کے بارے میں وارد ہیں' اس سے پہلے موقف کے خلاف ہیں تو ان دونوں باتوں میں جمع اور تطبیق کیونکر ہو سکتی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں تطبیق ممکن ہے' وہ اس طرح کہ جو لوگ تو جہنم ہی کے اہل ہیں' ان کے متعلق حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ: ''ایک دن میں آگ ان کی کھال کو ستر مرتبہ جلا کر بھون ڈالے گی اور ہر بار جلنے کے بعد پھر اسی حالت پر ہو جائیں گے۔'' جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ . (النساء:۵۶)

جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں۔

اس کے برخلاف گناہ گار اور نافرمان مسلمانوں کی یہ حالت نہیں ہوگی' ان کو عذاب دیا جائے گا اور اس کے بعد وہ موت کی آغوش میں محوخواب ہو جائیں گے۔

علاوہ بریں جہنم میں گناہ گاروں اور مجرموں کے عذاب کی کیفیات اور احوال گناہ اور جرم کے لحاظ سے مختلف ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ممکن ہے وہ لوگ موت کی حالت میں بھی درد و الم سے دوچار رہیں۔ تاہم ایمان والوں (گناہ گاروں) کو اتنا درد اور تکلیف نہ ہو جس قدر کفار کو ہوگی کیونکہ جو لوگ مرنے کی حالت میں عذاب دیئے جاتے ہیں ان کا عذاب زندہ ہونے کی حالت میں دیئے جانے والے عذاب سے ہلکا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المؤمن:۴۵-۴۶)

اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آ گھیرا ۝ آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی' حکم ہوگا: ''فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو'' ۝

اس آیتِ مبارکہ میں یہ خبر دی گئی ہے کہ فرعونیوں کا عذاب جب وہ قیامت کے دن زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے' زیادہ ہوگا اس عذاب سے جو ان کو مردہ ہونے کی حالت میں دیا جاتا ہے۔

اور اس کی مثل حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کافر کہے گا: ''اے پروردگار! قیامت قائم نہ کریں' اے پروردگار! قیامت قائم نہ کریں' اے پروردگار! تو قیامت قائم نہ کرنا'' کیونکہ کافر سمجھتا ہے کہ قیامت کے دن اسے جو عذاب ملے گا وہ اس عذاب سے بہت کڑا اور سخت ترین ہوگا جس عذاب میں فی الحال وہ مبتلا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قول و فعل کے تضاد اور بے عملی سے بچا کر عذاب سے محفوظ فرمائے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ خطیبوں اور بے عمل واعظوں کے بارے میں جو عذاب کی وعید ہے اس سے مراد وہ عذاب ہو جو ان کو قبروں میں دیا جائے گا دوسروں کی طرح مخصوص اعضاء میں جیسا کہ حضرت سمرہ کی طویل حدیث میں اس سے پہلے گزرا' مگر اسامہ بن زید کی حدیث میں آپ کا ارشاد: ''یوم القیامة'' اس کے خلاف دلالت کرتا ہے' اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان کے لیے دونوں امر جمع کر دیے جائیں (یعنی قبر میں بھی عذاب ہو اور آخرت میں بھی)

کیونکہ انہوں نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ ان کا قول ان کے فعل کے (نعوذ باللہ من ذلک) کے خلاف ہوتا تھا اور یہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْ عِلْمِنَا وَعَمَلِنَا. اے اللہ! ہمارے علم اور عمل دونوں میں برکت عطا فرما۔ (آمین)

''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ رِضَاءَكَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِكَ وَسَخَطِكَ اٰمِيْن بجاه طٰه يٰسين''.

۵۹-دوزخیوں کے کھانے پینے اور لباس کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ. (الحج:۱۹). کافروں کے لیے آگ کے لباس تیار کر دیے گئے ہیں۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ. (ابراہیم:۵۰) ان کے کرتے (آگ بھڑکانے والے روغن) قطران کے ہوں گے۔

دوزخیوں کا کھانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ (الدخان:۴۳-۴۵) بے شک زقوم (تھوہر) کا درخت ۝ گناہ گاروں کا کھانا ہوگا ۝ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا ۝

دوزخیوں کا مشروب

ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ (النباء:۲۴-۲۶) اس میں کسی قسم کی ٹھنڈک کا مزہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو ۝ مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ ۝ جیسے کو تیسا بدلہ ۝ (یعنی جیسے کفر بدترین جرم ہے ویسا ہی سخت ترین عذاب ان کو ہوگا)

اور فرمایا:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (الکہف:۲۹) اور اگر (شدت پیاس کی وجہ سے) وہ فریاد کریں تو ان کی فریاد رسی (اس) پانی سے ہوگی جو پگھلائے تانبے کی طرح ہوگا (ان کے) منہ بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ

کتنا برا ٹھکانا ہے۔

اللہ عزیز و غالب کا ارشاد ہے:

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۟ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۟ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۟ (الغاشیۃ:۵-۷)

کھولتے پانی کے چشمے سے پلائے جائیں گے ○ ان کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا بجز خاردار خشک زہریلے درخت کے ○ جو نہ بدن کو موٹا کرے اور نہ بھوک مٹائے۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۟ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۟ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۟ (الحاقۃ:۳۵-۳۶)

تو آج یہاں (آخرت میں) اس کا کوئی دوست نہیں (جو اسے کوئی نفع پہنچائے یا شفاعت کرے) اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ ○ اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار (یعنی کفار بد اطوار)۔

مفسرین کہتے ہیں: زقوم کا درخت جہنم کے نیچے چھٹے طبقہ میں ہوگا اور وہ آگ کی حرارت سے زندہ رہتا ہے' جس طرح درختوں کی زندگی کا مدار آب پاشی اور تری پر ہے اس کا مدار آتش پاشی اور سخت لُو پر ہے۔

امام ہروی نے کہا: "غِسْلِيْنَ" کا معنیٰ اہل دوزخ کی پیپ ہے اور ان کے بدن سے بہنے والا دھوون اور پسینہ ہے۔ میں (قرطبی) کہتا ہوں: اس کو غساق بھی کہتے ہیں' ابن مبارک نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابراہیم اور ابورزین دونوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: "هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۟" (ص:۵۷) (ان کو یہ ہے' تو اسے چکھیں' کھولتا پانی اور پیپ) کے بارے میں کہا کہ یہ دوزخیوں کی پیپ ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ گاڑھا کچ لہو جو سخت بدبودار ہوگا۔

ابن وہب نے کہا: عبداللہ بن عمر سے مروی ہے' آپ نے فرمایا: "غساق" گاڑھے کچ لہو کو کہا جاتا ہے' اگر اس کا ایک قطرہ مغرب میں گرا دیا جائے تو مشرق والے اس کی بدبو کو محسوس کریں اور اسی طرح اس کے برعکس' اور "غساق" کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد "زمہریر" یعنی دوزخ کی سردی کی شدت ہے جو برداشت سے باہر ہوگی۔

کعب نے کہا: "الغساق" جہنم میں ایک بڑا چشمہ ہے جس کی طرف اس کا ہر چھوٹا چشمہ بہہ کر آتا ہے اور اس میں آ کر گرتا ہے' جہنمی آدمی کو لا کر اس میں غوطہ دیا جائے گا اور اس کی ہڈیوں سے گوشت اور کھال گل کر گر جائے گی اور جہنمی اپنے گوشت کو اپنی ایڑیوں میں اس طرح گھسیٹتا پھرے گا جس طرح کوئی شخص اپنے کپڑے کو کھینچتا ہوا چلتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جَزَآءً وِّفَاقًا ۟" (النباء:۲۶) اس کا مطلب ہے کہ انہیں اپنے گندے کاموں کے موافق پوری پوری سزا ملے گی۔

لفظ "الضریع" کی تحقیق

"ضـــریع" کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک بوٹی ہے جو بہار کے موسم میں اگتی ہے اور گرمیوں میں خشک ہو جاتی ہے اور جب اس پر پتے ہوں تو اس کا نام "شبرق" ہوتا ہے اور جب پتے جھڑ جائیں تو

اس کو "ضـریع" کہتے ہیں' جب یہ ہری ہوتی ہے اونٹ اس کو چرتے ہیں لیکن جب سوکھ جاتی ہے تو وہ اونٹ اس کو چکھتا تک نہیں ہے۔

دوسرا قول اس کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس سے مراد پتھر ہے اور زقوم کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ جہنم میں ایک وادی ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں: زقوم (تھوہر) کے پودے کی جڑ دروازہ ششم میں ہے اور وہ آگ کی گرم لُو سے اس طرح زندہ رہتا ہے جس طرح پانی کی ٹھنڈک سے درخت زندگی اور نشو ونما پاتے ہیں' دوزخیوں پر لازم ہوگا کہ اس کی طرف مجبوراً اتریں اور اس میں سے کھائیں۔

ابوعمران الجونی اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ۝

بے شک تھوہڑ کا پیڑ۝ گناہ گاروں کی خوراک ہے۝ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارتا ہے۝

(الدخان: ۴۳-۴۵)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ابن آدم اس درخت سے کچھ بھی نوچے گا تو اس سے وہ مزید لاغر ہو جائے گا۔ اور "المھل" پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "المھل" بہت سیاہ تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: "يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ۝" (الدخان: ۴۵-۴۶) سے مراد نہایت گرم پانی ہے۔

۶۰- دوزخیوں کی بھوک' پیاس کا اور ان کی پکار اور اس کا جواب دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝

اور دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا۔ کہیں گے: بے شک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

(الاعراف: ۵۰)

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب القرضی بیان کرتے ہیں کہ اہلِ دوزخ پانچ بار پکاریں گے جن میں سے چار پکاروں کا اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو جواب ملے گا' پھر جب وہ پانچویں مرتبہ پکاریں گے تو ان کو کوئی جواب نہیں دیا جائے گا' اس کے بعد ہمیشہ کے لیے سلسلہ کلام منقطع کر دیا جائے گا۔

پانچ مرتبہ پکارنے کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی پکار

اہلِ دوزخ کہیں گے:

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (المومن:١١)

اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار ہمیں زندہ فرمایا، اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا تو کیا دوزخ سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمائے گا:

(اس کا جواب یہ ہوگا کہ تمہارے دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں اور تمہارے دوزخ کے عذاب میں دائمی طور پر رہنے کی وجہ اور سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب توحید الٰہی کا اعلان ہوتا اور ''لا الہ الا اللہ'' کہا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور کفر اختیار کرتے۔)

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝ (المومن:١٢)

یہ (عذاب) اس لیے ہوا کہ جب ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تو تم انکار کرتے اور جب اس کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہرایا جاتا تو تم اس کی تصدیق کرتے تھے تو فیصلہ صرف اللہ کے لیے ہے جو بہت بلند، بہت ہی بڑا ہے۔

دوسری پکار

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ (السجدہ:١٢)

اے ہمارے رب! اب ہم نے دیکھا (مرنے کے بعد اُٹھنے کو اور تیرے وعدہ وعید کے صدق کو جن کے ہم دنیا میں منکر تھے) اور سنا (تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو) تو (اب دنیا میں) ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں، ہم کو یقین آ گیا۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب ارشاد فرمائیں گے:

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (السجدہ:١٤)

تو اب تم (اس کا) مزہ چکھو کہ تم نے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا، بے شک ہم نے تمہیں چھوڑ دیا (عذاب میں، اب تمہاری طرف التفات نہ ہوگا) اب ہمیشہ کا عذاب چکھو ان (برے) کاموں کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

تیسری پکار

پھر کہیں گے:

رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ (ابراہیم:۴۴)

اے ہمارے پروردگار! تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔

اللہ تعالیٰ جواب ارشاد فرمائے گا کہ:

اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ (ابراہیم:۴۴)

تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔

چوتھی پکار

پھر کہیں گے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ. (فاطر:٣٧)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں (دوزخ سے) نکال (اور دنیا میں بھیج) کہ اچھا کام کریں (ایمان لائیں اور اطاعت کریں) اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے۔

اس پر انہیں جواب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۝ (فاطر:٣٧)

اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا (رسول سید عالم ﷺ بھی) تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو (اب) چکھو کہ (یہاں) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۝

پانچویں پکار

پھر کہیں گے کہ:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۝ (المومنون:١٠٦-١٠٧)

اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۝ اے ہمارے رب! ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ظالم ہیں۝

اس پر اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمائے گا:

اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۝ (المومنون:١٠٨)

ذلت کے ساتھ اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۝ (اور لائن کٹ جائے گی)

اب ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ دوزخ والوں کا آخر کلام ہوگا، پھر اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہوگا۔ روتے، چیختے، ڈکراتے، بھونکتے رہیں گے۔

امام ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ:

''محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں: مجھ تک حدیث پہنچی ہے یا کہا کہ میرے لیے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ بے شک اہلِ جہنم، جہنم کے داروغوں سے فریاد کریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ۝ (المؤمن:٤٩)

اور جو لوگ آگ میں ہوں گے وہ دوزخ کے نگہبانوں سے کہیں گے: اپنے رب سے دعا کرو کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کردے۝

یعنی دوزخی دنیا کے ایک دن کی مقدار تک عذاب میں تخفیف کا سوال کریں گے جس پر جہنم کے داروغے ان کو

جواب دیں گے کہ:

اَوَلَمۡ تَكُ تَاۡتِيۡكُمۡ رُسُلُكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ؕ . کیا تمہارے رسول تمہارے پاس روشن نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟۔ (المؤمن:٥٠)

اہلِ جہنم کہیں گے: "بلیٰ" "کیوں نہیں!" داروغے کہیں گے:

فَادۡعُوۡا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ۝ پھر تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا (ہمیشہ) بھٹکنے ہی میں رہتی ہے ۝ (المؤمن:٥٠)

فرمایا کہ پھر جب اہلِ جہنم داروغوں کے پاس سے ناامید ہوں گے تو ان کے نگرانِ اعلیٰ "مالک" فرشتہ سے (مالک جہنم کے تمام فرشتوں پر نگرانِ اعلیٰ مقرر ہے اور اس کا دفتر جہنم کے سنٹر میں واقع ہے' اس کے اوپر پل ہے جس سے عذاب کے فرشتوں کی ساری ٹریفک گزرتی ہے۔ مالک اپنے اسی ہیڈ آفس میں بیٹھے ہوئے دُور اور نزدیک کے تمام حالات کا معائنہ کرتا ہے) کہیں گے:

يٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ؕ . اے مالک! آپ کا رب ہمارا کام تمام کر دے۔ (الزخرف:٧٧)

یعنی مالک سے درخواست کریں گے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ان کی موت کی ہی دعا کر دیں۔ یہ سن کر مالک فرشتہ خاموشی اختیار کر لے گا اور اسّی (٨٠) سال تک ان کو کوئی سُر جواب نہیں دے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور ایک مہینہ تیس دن کا ہوگا اور ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر کا ہوگا۔قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ۝ (الحج:٤٧) اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن ہزار سال کی طرح ہے' ان دنوں (کے حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو ۝

پھر اسّی (٨٠) سال کے بعد مالک ان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھے گا اور کہے گا:

اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ۝ (الزخرف:٧٧) بے شک تمہیں تو یہاں ہمیشہ (جلتے) رہنا ہے ۝

(زندگی بڑی عزیز چیز ہے' موت کو کوئی پسند نہیں کرتا لیکن دوزخی' داروغہ جہنم سے کہیں گے کہ اگر ہمارے لیے معافی اور بخشش کی کوئی صورت نہیں تو اے مالک! پھر اپنے رب سے عرض کر کہ وہ ہمیں موت دے دے' ہمارا خاتمہ کر دے۔ جواب ملے گا: اب موت کہاں؟ تم زندہ رہو گے اور انہی انگاروں پر لوٹتے رہو گے' یہی شعلے تمہارا مقدر ہیں اور یہی جہنم تمہارا ابدی ٹھکانہ ہے۔)

دوزخی جب یہ سنیں گے اور ناامید ہو جائیں گے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے: "اے لوگو! دیکھو! اس مصیبت اور عذاب میں ہم سب مبتلا ہیں جیسا کہ تم کو نظر آ رہا ہے تو اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اس لیے ہمیں اس پر صبر سے کام لینا چاہیے۔ شاید صبر کرنے سے ہمیں بھی نفع پہنچے جس طرح اہلِ طاعت کو اللہ تعالیٰ کی فرماں

برداری کرنے اور صبر سے کام لینے پر نفع ہوا ہے۔ چنانچہ صبر کرنے پر سب کی رائے متفق ہو جائے گی اور وہ صبر کریں گے یہاں تک کہ ایک طویل زمانہ اسی طرح گزر جائے گا، پھر جب صبر کی انتہا ہو جائے گی تو وہ جزع فزع کرنا شروع کر دیں گے اور پکار پکار کر کہیں گے جیسا کہ قرآن میں ذکر ہوا کہ:

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ (ابراہیم:۲۱)

ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں، ہمیں کہیں پناہ نہیں ۝

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں: اس وقت ابلیس کھڑا ہوگا اور کہے گا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (ابراہیم:۲۲)

(اور شیطان کہے گا: جب فیصلہ ہو چکے گا) بے شک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا، وہ میں نے تم سے جھوٹا (وعدہ) کیا تھا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو، خود اپنے اوپر الزام رکھو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو، وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا (اللہ تعالیٰ کا اس کی عبادت میں، خازن) میں اس سے سخت بیزار ہوں۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے ۝

محمد بن کعب بیان کرتے ہیں: دوزخی جب شیطان کی یہ گفتگو سنیں گے تو اپنا سر پیٹ کر رہ جائیں گے، پھر دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ:

لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ الی قولہ فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (المومن:۱۰-۱۱)

بے شک جنہوں نے کفر کیا، ان کو ندا کی جائے گی کہ ضرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جبکہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے، کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار مردہ کیا اور دوبار زندہ کیا، اب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والے ہیں تو کیا دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ ۝

اس کا جواب یہ ہوگا کہ تمہارے دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں اور تم جس عذاب میں مبتلا ہو اس حال میں ہمیشہ رہو گے اور اس دائمی عذاب اور خلود فی النار کا سبب تمہارا اپنا یہ فعل ہے کہ:

اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝ (المومن:۱۲)

یہ (عذاب) اس لیے ہوا کہ جب اللہ کو اکیلا پکارا جاتا تو تم انکار کرتے اور اگر اس کے ساتھ (کسی کو) شریک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے تو فیصلہ صرف اللہ کے لیے ہے جو بہت بلند، بہت ہی بڑا ہے ۝

حضرت محمد بن کعب کہتے ہیں کہ پہلی بار پکارنا یہ تھا اور دوسری بار یوں پکاریں گے:

رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ (السجدہ:۱۲)

اے ہمارے پروردگار! اب ہم نے دیکھا اور سنا، ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں، ہم کو یقین آ گیا○

راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمائے گا:

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا . (السجدہ:۱۳)

اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت عطا فرماتے (لیکن ایسا نہ کیا کیونکہ ہم کافروں کو جانتے تھے کہ وہ کفر ہی اختیار کریں گے)۔

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَــٴَـنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (السجدۃ:۱۳-۱۴)

مگر میری بات قرار پا چکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جنوں اور آدمیوں، سب سے○ اب چکھو بدلہ اس کا کہ تم اپنے اس دن کی حاضری بھولے تھے، ہم نے تمہیں چھوڑ دیا، اب ہمیشہ کا عذاب چکھو اپنے کیے کا بدلہ○

پھر ان دو بار پکارنے کے بعد تیسری مرتبہ دوزخی پھر پکاریں گے اور کہیں گے:

رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِـعِ الرُّسُلَ ؕ . (ابراہیم:۴۴)

اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے دے (دنیا میں واپس بھیج دے) کہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی اتباع کریں۔

اس پر ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور فرمایا جائے گا:

اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ○ وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ○ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ○ (ابراہیم:۴۴-۴۵-۴۶)

تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں○ اور تم ان لوگوں کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر خوب ظاہر ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا (معاملہ) کیا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بیان فرمائیں○ اور بے شک انہوں نے خوب فریب کی چالیں چلیں اور ان کا داؤں اللہ کے قابو میں ہے اور ان کا مکر ایسا نہ تھا کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں○

(یعنی آیاتِ الٰہی اور احکامِ شرعِ مصطفائی جو اپنے قوت و ثبات میں بمنزلہ مضبوط پہاڑوں کے ہے، محال ہے کہ کافروں کے مکر اور ان کی حیلہ انگیزیوں اور سازشوں سے اپنی جگہ سے ٹل سکیں)

اس تیسری پکار اور اس کے جواب کے بعد پھر چوتھی بار دوزخی پکاریں گے اور کہیں گے:

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ

اے ہمارے رب! ہمیں (دوزخ سے) نکال (اور دنیا

كُنَّا نَعْمَلُ ۔ (الفاطر: ٣٧) میں بھیج) کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب میں ارشاد فرمائے گا:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۚ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○ (الفاطر: ٣٧)

اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا (رسولِ مکرم ﷺ) تمہارے پاس تشریف لایا تھا (تم نے ان کی غلامی نہ کی) تو اب چکھو (عذاب کا مزہ) کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○

پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ان سے کلام کا سلسلہ منقطع رکھے گا، پھر جب اللہ کو منظور ہو گا ان سے نداء فرمائے گا، ارشاد ہو گا:

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ (المومنون: ١٠٥)

کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں (دنیا میں) تو تم انہیں جھٹلاتے تھے ○

راوی بیان کرتے ہیں: دوزخ والے جب یہ آواز سنیں گے تو کہیں گے کہ لو اب ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے گا اور وہ عرض کرنے لگیں گے:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ○ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ (المومنون: ١٠٦-١٠٨)

اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی (یعنی وہ لکھت جو تقدیر میں ہمارے لیے مقدر تھی) غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے ○ اے ہمارے رب! ہم کو دوزخ سے نکال دے، پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں ○ (رب فرمائے گا:) ذلت کے ساتھ پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو ○

اب ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ اہلِ جہنم کا آخر کلام ہو گا، پھر اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہو گا۔ روتے، چیختے، ڈکراتے اور بھونکتے رہیں گے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ (الصافات: ٢٧، ٣٢)

اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا۔۔۔ ۔۔۔الخ

محمد بن کعب کہتے ہیں: امام ازہر بن ابی الازہر کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ○ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ○ (المرسلات: ٣٥-٣٦)

یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے ○ اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ عذر کریں ○

(درحقیقت ان کے پاس عذر ہو گا ہی نہیں کیونکہ دنیا میں حجتیں تمام کر دی گئیں اور اب آخرت میں کوئی جائے

عذر نہیں۔ حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو عذر ہی کیا ہے جس نے نعمت دینے والے سے روگردانی کی' اس کی نعمتوں کو جھٹلایا' اس کے احسانوں کی ناسپاسی کی) (مترجم)

ابن مبارک روایت کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں: بے شک اہلِ جہنم' داروغۂ جہنم مالک کو چالیس (۴۰) برس تک پکارتے رہیں گے' اس کے بعد وہ کہے گا کہ: ''تم جہنم میں ہی پڑے رہو گے'' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ○ (الزخرف:۷۷) تمہیں (عذاب میں ہمیشہ) ٹھہرنا ہے○

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مالک کو اوران کے رب کو ان کی پکار کی کوئی پرواہ نہ ہوگی اور ان کے پکارنے کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیں گے' پھر وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور کہیں گے:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ○ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ○ (المومنون:۱۰۶-۱۰۷) اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے○ اے ہمارے رب! ہم کو دوزخ سے نکال دے' پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں○

فرمایا کہ ان کی یہ پکار دنیا کی دونی عمر کی مدت تک جاری رہے گی' اس کے بعد ان کو جواب دیا جائے گا جو اس سے اگلی آیت میں ہے:

اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ○ (المومنون:۱۰۸) ذلت کے ساتھ جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو○

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بخدا! اس کے بعد یہ لوگ ایک لفظ بھی نہیں بول سکیں گے اور بس وہ جہنم کی آگ میں پڑے چیختے چلاتے رہیں گے اور ان کی آواز گدھے کی آواز کے مشابہ ہوگی جس کا آغاز زمیر اور اخیر شہیق کہلاتا ہے اور ''مــا نبـس'' کا معنیٰ کلام نہ کرنا ہے اور امام جوہری نے کہا: یہ لفظ مشدد اور ساکن دونوں طرح آیا ہے' اس کا معنیٰ کلام کرنا ہے' تو معنیٰ یہ ہوا کہ وہ ایک کلمہ بھی زبان سے نہ نکال سکیں گے' ایک رجز یہ شعر میں ہے:

ان کنت غیرھا لک فنبس — اگر تو ہلاک ہونے والا نہیں ہے تو کلام کر۔

نوٹ: دنیا کی عمر کتنی ہے؟ اس میں کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس' بعض نے کہا بارہ ہزار برس' بعض نے کہا: تین لاکھ ساٹھ برس (واللہ تعالیٰ اعلم تذکرہ قرطبی)

اہلِ جہنم کا کھانا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہلِ جہنم پر بھوک ڈالی جائے گی پس یہ ان عذابوں کے برابر ہوگی جن میں وہ مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ وہ فریاد کریں گے تو ان کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا (جو ایک خاردار اور بدبودار درخت ہے) جو نہ فربہی لائے گا اور نہ بھوک دُور کرے گا' پھر وہ کھانا مانگیں گے

تو انہیں کانٹے دار کھانا دیا جائے گا' ان کو یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں حلق میں اَٹکنے والے کھانے کو پانی وغیرہ سے حلق سے نیچے اُتار لیتے تھے اور نگل جاتے تھے۔ چنانچہ وہ پانی مانگیں گے تو لوہے کے کانٹوں کے ساتھ گرم اُبلتا ہوا پانی ان کی طرف بڑھا دیا جائے گا جب منہ کے قریب کریں گے تو وہ بھن جائے گا' جب پیٹ میں جائے گا تو پیٹ کی ہر چیز کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ وہ کہیں گے: جہنم کے داروغوں کو بلاؤ' دربان کہیں گے:

اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (المؤمن: ۵۰)

کیا تمہارے پاس تمہارے رسول روشن معجزات اور کھلی نشانیاں لے کر تشریف نہیں لائے تھے؟ دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں؟ دربان کہیں گے: اچھا اب پکارو مگر کافروں کی پکار بے کار ہوتی ہے○

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۶' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۹۷۶' الطبری التفسیر ج ۱۸ ص ۴۱' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۸۶)

حضور ﷺ فرماتے ہیں: وہ کہیں گے: ''مالک (داروغۂ جہنم) کو پکارو'' پھر وہ پکاریں گے: اے مالک! تمہارا رب ہمارا کام تمام کر دے۔ (الزخرف: ۷۷) حضور فرماتے ہیں: مالک ان کو جواب دے گا ''تم یوں ہی رہو گے'' (الزخرف: ۷۷) (موت نہیں آئے گی)۔

حضرت اعمش فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ ان کی پکار اور مالک فرشتہ کے جواب دینے میں ایک ہزار سال کا وقفہ ہوگا۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اب کہیں گے: اپنے رب کو پکارو کیونکہ تمہارے رب سے زیادہ خیر والا کوئی نہیں ہے۔ پس وہ کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم گمراہ ہو گئے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نجات دے دے' اگر دوبارہ ہم نے ایسا کام کیا تو ہم زیادتی کرنے والے ہوں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا: ''دور ہو جاؤ' اسی (دوزخ کے عذاب) میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت وہ ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے' چیخیں گے اور حسرت میں کفِ افسوس ملیں گے۔ (ترمذی: ابواب صفۃ الجہنم)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ○'' (المؤمنون: ۱۰۴) ''اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ آگ ان کے چہروں کو بھون دے گی' اوپر والا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک پہنچ جائے گا اور نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف کو چھوئے گا'' اور فرمایا کہ: ''دوزخ کا احاطہ چار ایسی دیواروں نے کر رکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دیوار کی موٹائی چالیس (۴۰) سال کی مسافت کے برابر ہے (اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ) اگر جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو اس کی وجہ سے پوری دنیا بدبو کی لپیٹ میں آ جائے گی۔'' (ترمذی: ابواب صفۃ الجہنم)

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۶' ۲۵۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۸۸' الحاکم ج ۲ ص ۲۴۶-۳۹۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۸۲' البغوی ج ۱۵

ص۲۵۱' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:۵۶۸۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''کالمھل'' کا مطلب ہے کہ تیل کی تلچھٹ جیسا اور جب اس کو دوزخی اپنے منہ کے قریب کرے گا تو چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی۔'' (ترمذی) (ترمذی رقم الحدیث:۲۵۸۴' ۳۳۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۷۰-۷۱' ابن حبان رقم الحدیث: ۲۶۱۲' الحاکم ج ۲ ص ۵۰۱' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۳۱۶' البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۵)

اہلِ جہنم کا پینا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک گرم پانی ان (جہنمیوں) کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتے کرتے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ کر قدموں سے نکل جائے گا اور یہی ''صہر'' (گل جانا) ہے' پھر بار بار اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث:۲۵۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۴' ابن المبارک الزہد رقم الحدیث:۳۱۳' البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۴' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:۵۶۷۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ'' (ابراہیم:۱۶) ''اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے وہ بمشکل گھونٹ گھونٹ پیئے گا'' کے بارے میں فرمایا: ''وہ اسے منہ کے قریب کرے گا تو اسے ناپسند کرے گا اور جب تھوڑا سا بھی قریب کرے گا' منہ بھن جائے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی' جب پیئے گا تو آنتیں کٹ جائیں گی یہاں تک کہ اس کی مقعد سے نکلیں گی۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد:۱۵)

اور انہیں گرم اُبلتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا ۝

اور فرماتا ہے:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (الکہف:۲۹)

اور اگر (پیاس کی وجہ سے) وہ فریاد کریں تو ان کی فریاد رسی (اس) پانی سے ہوگی جو پگھلائے تانبے کی طرح ہوگا (ان کے) منہ بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بدترین ٹھہرنے کی جگہ ہے ۝

یہ حدیث غریب ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث:۲۵۸۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۵' الحاکم ج ۲ ص ۳۵۱' البغوی ج ۱۵ ص ۲۴۳' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث:۵۶۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران:١٠٢)

(اے ایمان والو!) اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان ○

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر زقوم (تھوہڑ) کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو تمام دنیا والوں کے لیے ان کی زندگی برباد کردے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی یہی ہوگا۔" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٨٥' ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٢٥' مسند احمد ج١ص ٣٣٨' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ٥٦٨٣)

ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اہل دوزخ کے رونے کا بیان اور اس شخص کا بیان جس کو سب سے کم عذاب ہوگا

ابن مبارک روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "اے لوگو! رویا کرو' اگر رونا نہ آئے تو (کم سے کم) رونے جیسی صورت ہی بنا لیا کرو۔ بے شک اہلِ دوزخ روئیں گے یہاں تک کہ آنسو ان کے چہروں میں اس طرح بہتے ہوں گے جس طرح نالے بہتے ہوں حتیٰ کہ جب آنسو خشک ہو جائیں گے تو وہ خون روئیں گے' آنکھوں میں گڑھے پڑ جائیں گے' اگر اس میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ چل پڑیں۔" (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ٢٩٥)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہلِ دوزخ پر رونا مسلط کیا جائے گا تو وہ روئیں گے حتیٰ کہ آنسو ختم ہو جائیں گے' پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے حتیٰ کہ ان کے چہروں میں ایسے گڑھے پڑ جائیں گے کہ اگر ان میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ چلنے لگیں۔"

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٢٤' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ١٥٩٧٧)

سب سے کم عذاب والے دوزخی شخص کا حال

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہلِ دوزخ میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے جوتے اور تسمے آگ کے ہوں گے" (انہی آتشی جوتوں اور تسموں کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح ہنڈیا میں اُبال اور جوش اُٹھتا ہے۔ وہ شخص اپنے طور پر یہ خیال کرے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اس کو ہو رہا ہے حالانکہ اس کا یہ عذاب سب سے کم تر درجے کا ہوگا)۔ (صحیح بخاری ج١١ص ٤١٧' صحیح مسلم ج٣ص ٨٥-٨٦' مسند احمد ج٤ص ٢٧١-٢٧٤' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ١٥٩٧٩' البغوی ج١٥ص ٢٤٠)

بباید گریست

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفاً روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ: "بے شک اہلِ نار دوزخ میں آنسوؤں کے ساتھ اتنا روئیں گے کہ ان کے اشکوں (کے پانی) میں اگر کشتیاں چلا دی جائیں تو وہ چل پڑیں' پھر وہ آنسو (ختم ہونے) کے بعد خون روئیں گے اور اس طرح کی صورتِ حال پر کہ جس میں دوزخ والے

ہوں گے' انسان کو رونا چاہیے''۔ (اور اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے' اے اللہ! تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا۔ آمین)
(الحاکم ج۴ ص ٦٠٥)

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: سابق حدیث اس کی توثیق کرتی ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ (التوبہ:۸۲)

تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں بدلہ اس کا جو کمائی وہ کرتے رہے (یعنی آخرت کا رونا دنیا میں ہنسنے اور خبیث عمل کرنے کا بدلہ ہے)○

تھوڑا ہنسنا اور زیادہ رونا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تم جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی خشیت کی وجہ سے دنیا میں بکثرت روتا ہے وہ آخرت میں بہت خوش ہوگا۔'' (ترمذی رقم الحدیث:۲۳۱۲' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۱۹۰' مسند احمد ج٦ ص ۱٦۴' ج۵ ص ۱۷۳' الحاکم ج۲ ص ۵۱۰' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث:۱۷۲۲)

اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کی حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ○ (الطور:۲٦)

بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔ (یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس اندیشہ سے کہ نفس وشیطان خلل ایمان کا باعث نہ ہوں)○

اور اہلِ نار کی بابت ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ○ (المطففین:۳۱)

اور جب (کفار) اپنے گھر پلٹتے (دنیا میں) تو خوشیاں کرتے پلٹتے (یعنی غریب مسلمانوں کا تمسخر اُڑاتے' ان کی ہنسی بناتے اور ان کو برا کہہ کر آپس میں خوش ہوتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف جاتے اور آخرت میں مسلمان ان کافروں پر ہنسیں گے)○

دوزخ سے نجات کے لیے ہر مسلمان کے عوض کافر کا فدیہ دیئے جانے کا بیان

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

ابوبردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا تو اُمتِ محمدیہ ﷺ کو سجدہ کی اجازت دی جائے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک طویل سجدہ کریں گے پھر حکم ہوگا اپنے سر اُٹھاؤ (سرفراز ہو جاؤ) ہم نے تمہارے شمار کے

مطابق تمہارا فدیہ کر دیا (یعنی تمہاری جگہ اتنے ہی کفار جہنم رسید کر دیں گے)''۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۱' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اُمت' اُمت مرحومہ ہے' اس کا عذاب اس کے ہاتھ میں ہے' جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک مسلمان کو ایک کافر دے کر کہا جائے گا: یہ تیرا دوزخ کا فدیہ ہے۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۲' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۸' طبرانی الصغیر ج ۱ ص ۱۰' الحاکم ج ۴ ص ۲۵۴' القضاعی رقم الحدیث: ۹۶۸' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۲۲۵۷)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ان دونوں حدیثوں کی اسناد اگرچہ قوی نہیں ہے کیونکہ بقول امام دارقطنی اس کی سند میں ایک راوی جبارہ بن المغلس ہے جو متروک ہے۔ تاہم ان دونوں حدیثوں کا مفہوم صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا حدیث کا معنیٰ صحیح ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی و نصرانی دے گا اور فرمائے گا: یہ جہنم سے تمہارا چھٹکارا ہے۔''

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۸۵' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۰)

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

حضرت ابوبردہ نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان بھی فوت ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا ایک نصرانی کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔'' عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبردہ کو تین بار اس ذات کی قسم دی جس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے؟ انہوں نے قسم کھائی۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۸۵-۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۸' ابن حبان ج ۲ ص ۱۳)

کافروں کے فدیہ ہونے کی وضاحت

علامہ قرطبی مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

''ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا ہے کہ اس باب کی احادیث کا ظاہر معنیٰ تو یہ ہے کہ ہر مسلمان چاہے وہ نیک ہو یا گناہ گار' وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس کے عوض یہودی یا نصرانی کافر کو فدیہ کر دیا جائے گا اور یہ احادیث اپنے اطلاق اور عموم پر ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے' یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ اپنی رحمت اور فضل محض سے بخش دے گا اور کفار کو اتنے ہی گناہوں پر عذاب دے گا۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''قیامت کے دن مسلمانوں سے بعض ایسے لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لایا جائے گا جن کے گناہ پہاڑوں کی مثل ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے مغفرت کا اعلان فرما دے گا اور ان کے گناہوں کو یہود اور نصاریٰ پر ڈال دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم ج ۷ ص ۸۶)

علماء فرماتے ہیں: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ گناہ گاروں سے ان کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائے گا گویا کہ ایسا ہوگا جیسے انہوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہی نہ ہو۔

اور اس حدیث کا مطلب کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ یہود اور نصاریٰ پر ڈال دے گا' یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے گناہوں کا عذاب ان کو دُگنا کر کے دے گا حتیٰ کہ ان کا عذاب ان کے جرائم اور گناہوں کی مقدار اور گناہ گار مسلمانوں کے جرائم کی مقدار دونوں کے مساوی ہوا' اگر ان گناہ گاروں سے اللہ تعالیٰ مواخذہ فرماتا تو ان کو جو عذاب ہوتا تو گویا کافر کو عذاب تو اپنے ہی گناہوں کا ہوگا لیکن یہ عذاب دُگنا ہونے کی وجہ سے ایسے ہو گیا جیسے مسلمانوں کا عذاب بھی کافر کو ہوا اور وہ مسلمان کے لیے دوزخ سے چھٹکارے کا فدیہ ہو گیا' اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ ایک شخص کے گناہ کرنے پر کسی دوسرے شخص کو نہیں پکڑتا ہر کسی کو اپنے ہی کیے کا بدلہ ملتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ط۔ کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

(الانعام: ۱۶۴' فاطر: ۱۸' الزمر: ۷)

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ ان گناہوں کو کفار نے ایجاد کیا تھا' اسی لیے مسلمانوں کے گناہ کفار پر ڈال دیئے جائیں گے اور مسلمانوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ مالک ہے اس بات کا کہ اپنے ارادہ اور مشیت کے مطابق جس شخص کے لیے چاہے اس کے عذاب میں تخفیف کر دے اور جس کے لیے چاہے اس کے عذاب میں زیادتی کر دے اور اس کو دُگنا عذاب دے کیونکہ اس کے کسی کام پر کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا ہے' وہ مالک و مختار ہے۔

علماء فرماتے ہیں: دوسری روایت میں ہے: ''جو بھی مسلمان فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ یہودی یا نصرانی کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔'' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے گناہ کی وجہ سے دوزخ میں جس ٹھکانے کا مستحق ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے جب اس گناہ گار کو معاف کر دیتا ہے تو وہ مکان اور جگہ خالی رہ جاتی ہے' اللہ تعالیٰ اس خالی مکان کو یہودی یا نصرانی کے مکان کے ساتھ ملا دیتا ہے تاکہ اس کو زیادہ عذاب دے اس عذاب کے علاوہ جس کا وہ اپنے کفر کے وجہ سے مستحق ہوتا ہے' اس بات کی شہادت آپ کے اس ارشادِ مبارک سے ملتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قبر میں سوال کے وقت مومن کو اللہ کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے:

''تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو' اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنت میں ٹھکانے سے بدل دیا ہے''۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ ہر مسلمان شخص کی ایک منزل جنت میں ہے اور ایک منزل دوزخ میں ہے اور یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک کا کہ:

أُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْوَٰرِثُونَ ○ (المومنون:١٠) یہی لوگ وارث ہیں (یعنی ایمان والے کافروں کی منازل جنت کے وارث ہوں گے)○

اور کافروں کو ان کی اپنی منزلوں کے علاوہ مومنوں کی وہ منزلیں بھی دے دی جائیں گی جو دوزخ میں ان کے لیے بنائی گئی ہوں گی مگر جنت میں اس منزل کے وارث ہونے میں لوگوں کے احوال مختلف ہوں گے' کوئی تو بغیر حساب کے وارث بن جائے گا اور کوئی حساب اور مناقشہ کے بعد وارث ہوگا اور کوئی دوزخ سے نکلنے کے بعد اس کا وارث قرار پائے گا' جیسے لوگوں کے اعمال ہوں گے اس کے مطابق وارث ہونے کا ان کے جدا جدا احوال ہوں گے۔

اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے جنت کو پالینے اور حاصل کر لینے کی وراثت' اس معنی میں کہا گیا ہے کہ ان کے غیر کو یعنی کفار کو وہ نہیں ملی اور ان کے حصہ میں آئی ہے اور یہ اس کے حصہ پانے والے ٹھہرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى صَدَقَنَا وَعْدَهُۥ وَأَوْرَثَنَا ٱلْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ ٱلْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ (الزمر:٧٤) اور وہ کہیں گے: سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں' جہاں چاہیں۔

فَنِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ ○ (الزمر:٧٤) اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لیے کتنا اچھا اجر ہے○

٠٠٠-ایک آیتِ کریمہ کی تفسیر

وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ○ (ق:٣٠) اور وہ عرض کرے گی: کچھ اور زیادہ ہے؟○

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں مسلسل (لوگ) ڈالے جائیں گے اور جہنم کہے گی: ''کیا کچھ اور ہیں؟'' حتیٰ کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دیں گے' پھر دوزخ کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا اور وہ عرض کرے گی: ''بس بس! تیری عزت اور کرم کی قسم'' اور جنت میں مسلسل جگہ بچی رہے گی' پھر اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرما کر اس کو جنت کے فاضل حصہ میں سکونت عطا فرمائے گا۔''

(صحیح بخاری ج١١ص ٥٤٥' صحیح مسلم ج١٧ص١٨٤' ترمذی رقم الحدیث:٣٢٧٢' مسند احمد ج٣ص٢٣٤' البغوی ج٤ص١٦٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: لیکن دوزخ پُر نہیں ہوتی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا' پھر وہ کہے گی: بس' بس' اس وقت وہ پُر ہو جائے گی اور اس کا بعض' بعض سے مل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا۔ (صحیح بخاری ج٨ص٥٩٤' صحیح مسلم ج١٧ص١٨٠' ترمذی رقم الحدیث:٢٥٦١' مسند احمد ج٢ص٥٠۔ ج٣ص٧٩' الحمیدی رقم الحدیث: ١١٣٧' ابن حبان ج٩ص٢٨١' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:٢٠٨٩٣)

دوزخ کے قول "ھل من مزید" (کیا کچھ اور زیادہ ہے؟) کی تأویلات

اس حدیث کے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ دوزخ کہے گی:"ھل من مزید" (کیا کچھ اور بھی ہے؟) اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کو بھرے گا تو جب اس میں جن اور انسان ڈال دے گا تو وہ کہے گی کہ کیا اور کچھ مزید بھی میرے اندر ابھی ڈالا جائے گا یعنی اب تو میرا پیٹ بھر گیا مزید گنجائش نہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے:

امتلا الحوض وقال قطنی مھلا رویدا قد ملأت بطنی

حوض بھر گیا اور اس نے کہا: بس کیجیے رُکیے رُکیے یقیناً میرا پیٹ بھر گیا ہے

حضرت مجاہد اور دوسرے محدثین سے یہ تفسیر منقول ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ جہنم کہے گی: میرے لیے زیادہ کرو یعنی جہنم اہلِ جہنم پر سخت غیض وغضب اور جوش میں ہوگی اور غصہ میں ایسا کہے گی۔

قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۝. (ق:٣٠)

جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو بھر گئی اور وہ عرض کرے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہے؟۝

وَهِيَ تَفُوْرُ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ. (الملک:٨-٧)

اور وہ (ایسا) جوش مار رہی ہوگی۝ کہ (گویا) ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی۔

دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی توجیہ

ایک روایت میں ہے:"حتی یضع فیھا قدمه" اور دوسری روایت میں ہے:"حتی یضع علیھا" اور تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:"رجله" اور اس میں "فیھا" اور "علیھا" کے الفاظ نہیں ہیں۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ قدم اور پیر ان لوگوں سے استعارہ ہے جن کا دخول جہنم میں متاخر ہوگا' کیوں کہ جہنمی فوج درفوج جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کی بہت سی جماعتیں ہوں گی اور جہنم کے پہرے داران کا انتظار کر رہے ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ۝ (الملک:٨)

جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے محافظ پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا۝

اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ:"دوزخ میں مسلسل لوگوں کو ڈالا جائے اور پہرے دار سب سے متاخر لوگوں کا انتظار کر رہے ہوں گے کیونکہ ان کو جہنمیوں کے ناموں اور ان کی صفات کا علم ہوگا (سو ہر پہرہ دار اپنے متعلقہ گروہ کا منتظر ہوگا) اور جب ہر پہرے دار کے پاس پہنچنے والے افراد پورے ہو جائیں گے اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا تو پھر وہ کہیں گے: بس بس! یعنی ہمارے اعداد وشمار پورے ہو گئے' پھر جہنم جہنمیوں پر سمٹ کر تنگ ہو جائے گی سو اس میں داخل ہونے والی جماعت کو قدم رکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جہنم کی ہر کوٹھڑی' ہر زنجیر' ہر گرز اور ہر تابوت پر اس سے متعلقہ شخص کا

نام لکھا ہوا ہوگا اور پہرے دار اپنے متعلقہ شخص کا انتظار کر رہا ہے اور اسے اس شخص کا نام اور اس کے کوائف معلوم ہیں اور جب ہر پہرے دار کے متعلق آدمی پورے ہو جائیں گے تو وہ کہیں گے: بس بس! ہم کو یہ کافی ہیں اور اس وقت جہنم جہنمیوں پر منطبق ہو جائے گی کیونکہ اب کسی کا انتظار باقی نہیں رہے گا پس ان گروہوں کو جن کا جہنم کے داروغے انتظار کر رہے تھے' قدم اور رجل سے تعبیر کیا گیا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں اور منکروں کے قول سے بہت بلند شان والا ہے کہ اس کے لیے جسم ہے۔

اہلِ عرب ٹڈی دل لشکر اور انسانوں کی فوج کو "رجل" سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

"جاء نا رجل من جراد ورجل من الناس ای جماعة منهم والجمع ارجل"۔

ہمارے پاس ٹڈیوں کا اور انسانوں کا لشکر آیا یعنی ان کی جماعت اور گروہ مراد ہے۔

اس تاویل کی تائید اور شہادت خود اسی حدیث کے اس حصے اور ٹکڑے سے بھی ہو رہی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ:

"اور جنت میں برابر ایک حصہ زائد اور فاضل رہے گا یہاں تک کہ اس فالتو اور خالی حصہ کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو پیدا کرے گا اور اس کو اس فاضل حصے میں بسائے گا"۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنۃ)

(اس حدیث کی توجیہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں "الاسماء والصفات" کے بیان میں ان کا ذکر ہم کر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔)

اور قرآن مجید میں ہے:

اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ اِن کے لیے اپنے رب کے پاس سچائی کا حصہ ہے۔

(یونس:۲)

ابن عباس نے فرمایا: قدم سے مراد ٹھکانا اور منزل ہے اور امام طبری نے کہا: اس سے مراد عمل صالح ہے۔ "وقیل هو السابقة الحسنة" اور ایک قول سابقہ نیکی ہے، معلوم ہوا کہ "قدم" اعضاء اور جوارح میں حقیقت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

ابن فورک نے کہا: بعض علماء کا قول یہ ہے کہ قدم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور اس کا نام "قدم" رکھے گا اور اس کے ساتھ ملا دے گا اور اس سے دوزخ بھر جائے گی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ بھی اسی کی مثل ہے جو ہم نے رجل کی بابت بیان کی ہے۔

شاعر کہتا ہے:

فمر بنا رجل من الناس وانزوی   الیهم من الحی الیمانی أرجل
قبائل من لخم وعک وحمیر علی   ابنی نزار بالعداوة أحفل

"ہمارے پاس سے لوگوں کی ایک جماعت گزری اور ان کے ساتھ یمن کے رہنے والوں کی

ایک پیادہ جماعت بھی آملی اور اسی طرح پھر اس کے ساتھ ابن نزار کے دو بیٹوں کے خلاف دشمنی پر اور بھی مختلف قبیلے مثلاً لخم، عک، حمیر وغیرہ مجتمع ہو گئے"۔

ایک اور شاعر کہتا ہے: ؎

یری الناس أفواجا الی باب داره   کانهم رجلا دبا وجراد
فیوم لالحاق الفقیر بذی الغنی   ویوم رقاب بوکرت بحصاد

الدبا: الجراد قبل أن یطیر، واللہ اعلم

"اس کے دروازے کی طرف لوگوں کی افواج آتے ہوئے یوں لگیں جیسے ٹڈیوں کے چھوٹے بچے رینگتے ہوئے آرہے ہوں اور یا ٹڈی دل لشکر آرہا ہو"۔

"کسی دن فقیر کو مالدار سے ملاتا ہے اور کسی دن صبح سویرے ہی گردنوں کو کٹاتا ہے"

الدبا ٹڈی کے بچہ کو کہتے ہیں جب وہ اڑنے کے ابھی قابل نہ ہوا ہو۔

٦١-اس شخص کا نام اور اس کے قبیلہ کا تعین جو قیامت کے دن سب سے آخر میں دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مجھے یقیناً علم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم میں سے کون نکلے گا اور سب سے بعد جنت میں کون داخل ہوگا۔ وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو کولہوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: "جا جنت میں داخل ہو جا" جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو وہ یہ خیال کرے گا کہ جنت بھر چکی ہے، وہ واپس لوٹ آئے گا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا: "اے میرے پروردگار! جنت تو بھر چکی ہے" اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: "جا جنت میں داخل ہو جا" وہ جائے گا اور پھر یہ سمجھے گا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض کرے گا: "اے میرے رب! میں نے تو جنت کو بھرا ہوا پایا ہے۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "جا جنت میں داخل ہو جا، بے شک تجھے جنت میں دنیا کی دس گنا کے برابر جگہ مل جائے گی۔" وہ شخص عرض کرے گا: "اے اللہ! تو مالک ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: "میں نے اس موقع پر حضور سید عالم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہنس رہے ہیں اور یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک نمودار ہو گئے"۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ ایک جنتی کا سب سے کم درجہ ہے"۔

(صحیح بخاری ج ١١ص ٤١٨، صحیح مسلم ج ٣ص ٣٩، ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٩٥، ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٣٩، مسند احمد ج ١ص ٣٧٩، ابن حبان ج ٩ص ٢٦١، البغوی ج ١٥ص ١٨٩)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا وہ گرتا پڑتا، گھسٹتا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم کی آگ اسے جلا رہی ہوگی، جب جہنم

سے نکل جائے گا تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور جہنم سے مخاطب ہو کر کہے گا: ''بڑی برکت والی ہے وہ ذات پاک جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی۔ اللہ کریم نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین اور آخرین میں سے کسی کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہوگی'' پھر اس کے لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا' وہ شخص کہے گا: ''اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ کو حاصل کروں اور اس کے پھلوں کا پانی (جوس) پیوں'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے ابن آدم! اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو کوئی اور سوال کرے گا'' وہ عرض کرے گا: ''ہرگز نہیں' اے میرے رب!'' اور اللہ تعالیٰ اسے سوال نہ کرنے کا معاہدہ کرے گا اور رب تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا چونکہ وہ ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر صبر کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے پانی (جوس) سے اپنی پیاس بجھائے گا' پھر اس کے لیے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا۔ وہ شخص عرض کرے گا: ''اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد اب میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے کوئی اور سوال نہیں کرے گا اور اب اگر میں نے تجھے اس درخت تک پہنچا دیا تو پھر بھی تو مجھ سے کوئی اور سوال کرے گا''۔ اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات کا عہد لے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا۔ تاہم وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں معذور ہوگا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا' پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیئے گا' پھر اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھایا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین ہوگا' پھر وہ شخص کہے گا: ''اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کرے گا؟'' اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھتا ہے جن پر انسان کو صبر نہیں آ سکتا' پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا' جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا تو جنتیوں کی آوازیں سنے گا' وہ عرض کرے گا: ''اے میرے رب! مجھے اس جنت میں داخل کر دے'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے ابن آدم! تیرے سوالوں کو کیا چیز روک سکتی ہے' کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھے (جنت میں) دنیا اور اس جتنی اور جگہ دے دوں؟'' وہ شخص عرض کرے گا: ''اے میرے رب! تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے۔'' یہ حدیث سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنس پڑے' پھر آپ نے حدیث کا سماع کرنے والوں سے فرمایا: ''تم نے مجھ سے پوچھا نہیں' میں کیوں ہنسا؟'' لوگوں نے کہا: ''بتلایئے آپ کیوں ہنسے؟'' حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ بھی یہ بات بیان فرما کر ہنسے تھے۔'' صحابہ نے پوچھا: ''یارسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے' جب اس شخص نے یہ کہا: ''کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں مذاق نہیں کرتا لیکن

میں جو چاہتا ہوں اس پر قادر ہوتا ہوں۔'' (صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۲' مسند احمد ج ا ص ۳۹۲-۴۱۰' البغوی ج ۱۵' ص ۱۸۶)

سب کے بعد جنت میں داخل ہونے والا شخص قبیلۂ جہینہ سے ہوگا

ابو حفص عمر بن عبدالمجید قرشی میانجی اپنی کتاب ''الاختیار فی الملح من الاخبار و الآثار'' میں روایت کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا وہ قبیلۂ جہینہ کا ایک شخص ہوگا۔'' (ابن عراف تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۳۹۱)

خطیب' دار قطنی اور سہیلی ان حضرات نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ قبیلۂ جہینہ کا ایک مرد ہوگا۔ جنتی آپس میں کہیں گے: جہینہ کے پاس یقینی خبر ہوگی' اس سے پوچھو کہ لوگوں میں سے کوئی شخص (دوزخ میں) باقی رہ گیا ہے؟ کہا گیا ہے کہ اس شخص کا نام ھناد ہے۔ واللہ اعلم

فصل

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب استہزاء کی توجیہ

اس باب کی حدیث میں گزرا ہے کہ دوزخ سے نکلنے والا وہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا: ''أتستهزیء منی'' اور دوسری روایت میں ہے: ''أتسخر؟'' ان دونوں لفظوں کا معنیٰ ہے کہ اے اللہ! تو مجھ سے مذاق کرتا ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو استہزاء و سخر اور تمام عیوب سے منزہ و پاک ہے' پھر اس کا کیا معنی ہے؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دو تاویلیں بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ قول اس شخص سے غلبۂ خوشی اور فرطِ مسرت و فرحت کی وجہ سے سرزد ہوگا اور غلطی سے وہ اس لفظ کو بول دے گا اور یہ ایسے ہی ہے جس طرح صحیح مسلم کی روایت کے مطابق توبہ کے باب میں ہے کہ ایک شخص اپنی گم شدہ اونٹنی کے اچانک ملنے پر فرطِ مسرت اور خوشی سے مغلوب ہو کر یہ الفاظ کہہ ڈالتا ہے کہ:

اللھم أنت عبدی و أنا ربک۔ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔

اور دوسری تاویل اس کی یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے کہ وہ شخص یہ کہے گا کہ: ''اے پروردگار! میرا حال تو دنیا میں یہ رہا ہے کہ میں نے کوئی نیک اعمال انجام نہیں دیئے اور تیرے احکام سے لاپرواہی کا مرتکب ہوا اور تو مجھے اس کی یہ جزاء عطا فرمائے گا۔'' تو یہ علی وجہ المقابلہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۝ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ . (البقرة: ۱۴-۱۵) (منافقین کہتے ہیں:) ہم تو صرف (ان کا) مذاق اُڑا رہے تھے۝ اللہ سزا دے رہا ہے انہیں اس مذاق کی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''لغت میں استہزاء کا معنی انتقام اور بدلہ ہے اور انہوں نے سند کے طور پر ایک شعر بھی لکھا ہے کہ استہزاء انتقام لینے کے معنیٰ میں آتا ہے۔

قد استھزؤا منھم بالفی مدجج سراتھم وسط الضحاضح جثم

نیز اہلِ عرب کا یہ محاورہ اور اسلوب ہے کہ جب کوئی کام کسی فعل کی سزا دینے کے لیے کیا جائے تو اس کی تعبیر بھی مقابلہ کے طور پر اسی لفظ سے کر دیتے ہیں جس پر سزا یا عتاب کیا جا رہا ہے جیسے "جزاء سیئة سیئة بمثلها" حالانکہ سزا جو عدل و انصاف کا عین تقاضا ہے، بری نہیں ہوتی۔ اسی طرح "ومکروا ومکر اللہ" (آل عمران:۵۴) کی آیت ہے "اور انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے انہیں اس مکر کی سزا دی"۔

اور اس کی مثالیں بکثرت کلام عرب میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف استہزاء فرمانے کا مزید بیان عنقریب آگے آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا ضحک فرمانا (یعنی ہنسنا) بندے پر اللہ تعالیٰ کے خوش اور راضی ہونے سے کنایہ ہوتا ہے۔

٠٠٠- ذیلی باب

اس باب میں درج ذیل امور کا بیان ہوگا:

(١) اہلِ توحید کا دوزخ سے نکالا جانا۔

(٢) ایک دوزخی شخص کا ذکر جو دوزخ میں "یاحنان یا منان" کی آواز دے گا اور نداء کرے گا۔

(٣) اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک "اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝" (الھمزۃ:٨-٩) کی تفسیر۔

(٤) دوزخیوں کے احوال کا بیان۔

امام ابوالقاسم طبرانی نے روایت کیا ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری اُمت کے بعض لوگ اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں داخل ہوں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اس میں پڑے رہیں گے، پھر مشرک لوگ ان کو عار دلاتے ہوئے ان سے یہ کہیں گے کہ تم تو ہمارے برخلاف عقیدہ رکھتے تھے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے ایمان اور (اسلام کی) تصدیق نے تمہیں کوئی نفع نہیں دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ توحید پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کو دوزخ سے نکال لے گا اور کوئی ایک موحد بھی دوزخ میں باقی نہیں چھوڑے گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ (الحجر:٢)

بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش! مسلمان ہوتے ۝

ایک شخص کا ایک ہزار سال تک دوزخ میں "یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ" پڑھتے رہنا اور ہزار سال کے بعد دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک "یاحنان یا منان" کی نداء کرتا رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ جبریل سے ارشاد فرمائے گا: "اے جبریل!

میرے فلاں بندے کے پاس جاؤ" پس جبریل علیہ السلام چل دیں گے اور جب دوزخ میں پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ تمام دوزخی اوندھے منہ پڑے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: "جبریل علیہ السلام واپس آ کر عرض کریں گے: "اے پروردگار! مجھے وہ شخص کہیں نظر نہیں آیا" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: "وہ شخص فلاں جگہ پر ہے" حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: "پس جبریل علیہ السلام اس جگہ آئیں گے اور اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: "اے میرے بندے! تو نے (دوزخ میں) اپنے مکان اور آرام گاہ کو کیسا پایا؟" وہ شخص کہے گا: "وہ بری جگہ ہے اور برا ٹھکانا ہے" حضور علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: "اس شخص کو واپس لے جاؤ" حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: "وہ بندہ عرض کرے گا: "اے میرے رب! میں تو یہ امید کرتا تھا کہ تو مجھے دوزخ سے نکالنے کے بعد دوبارہ اس میں نہیں لوٹائے گا" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: "میرے بندے کو چھوڑ دو۔" (مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۰ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۸۵ ابن عراف تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۳۸۶)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک دوزخ میں ایک شخص (......اور فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ دوزخ کی وادیوں میں سے ایک وادی اور گھاٹی میں) ایک ہزار برس تک "یاقادر...... یا حنان یا منان" کی نداء کرتا رہے گا (اس کے بعد) رب العزت جبریل سے ارشاد فرمائیں گے: "اے جبریل! میرے اس بندے کو آگ سے نکال لے" پس جبریل آئیں گے اور جہنم کو بند پائیں گے، واپس آ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: "اے رب! جہنم اہلِ جہنم پر بند کر دی گئی ہے" اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے جبریل جاؤ اور جہنم کو کھول کر میرے بندے کو اس سے نکال لاؤ۔" پس جبریل جہنم کو کھولیں گے اور اس شخص کو نکالیں گے تو (وہ شخص جل کر ایسا ہو چکا ہوگا) جیسے کوئی خیالی صورت ہوتی ہے۔ پس اس کو جنت کے کنارے ڈال دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کے بدن پر گوشت اور بال اُگ آئیں گے اور جسم میں خون پیدا ہو جائے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۰ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۸۵ ابن عراف تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۳۸۶)

شفاعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن میری شفاعت میری اُمت کے ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا۔"

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

اور سب سے زیادہ مدت تک جو شخص دوزخ میں ٹھہرے گا وہ ابتدائے آفرینش سے لے کر دنیا کی فنا تک کی مدت ہے اور دنیا کی کل مدت عمر سات ہزار سال ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۵، ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳، ابن حبان ج ۸ ص ۱۳۲، الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۹، مستدرک ج ۱ ص ۶۹، البیہقی ج ۸ ص ۱۷، الطیالسی رقم الحدیث: ۲۰۲۶، القضاعی رقم الحدیث: ۲۴۳۶، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۶۱، البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۹، الخطیب ج ۱ ص ۴۱۶، ابن ابی عاصم السنہ رقم الحدیث: ۸۳۱-۸۳۲، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۵۹۸)

پھر جب اللہ تعالیٰ اہلِ توحید (گناہ گار مسلمانوں) کو دوزخ سے نکالنے کا ارادہ فرمائے گا تو دوسرے ادیان کے

لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ مسلمانوں سے کہیں گے کہ: ''ہم سب اور اسی طرح تم اور سب کے آباؤ اجداد دنیا میں رہتے تھے' تم مسلمان ہوگئے اور ہم نے کفر کو اختیار کیا' تم نے تصدیق کی اور ہم نے تکذیب کی تم نے اقرار کیا اور ہم نے انکار کیا لیکن تمہارے اقرار و تصدیق اور ایمان لانے نے تمہیں کیا فائدہ دیا کیونکہ ہم جو منکر اور اسلام کی تکذیب کرنے والے کافر تھے اور تم آج برابر ہیں کیونکہ جس طرح ہمیں عذاب کا سامنا ہے اسی طرح تم بھی عذاب میں مبتلا ہو اور جس طرح ہمیں ہمیشہ کے لیے دوزخ میں پھینک دیا گیا ہے تم بھی ہمارے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہو گے؟'' (دوزخیوں کے مسلمانوں کو اس طعن کرنے اور عار (دلانے پر) اللہ تعالیٰ کو ایسا سخت غصہ آئے گا کہ نہ پہلے کبھی آیا نہ آئندہ کبھی ایسا غضب اور غصہ آئے گا) پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہلِ توحید دوزخ سے نکل کر ایک چشمہ پر آ جائیں گے جو جنت کے اور دوزخ اور پل صراط کے درمیان ہوگا۔ اس چشمے کا نام ''نہرِ حیات'' ہے۔ نہرِ حیات کا پانی جب ان متاثرین جہنم پر چھڑکا جائے گا تو وہ اس طرح تروتازہ اور شاداب ہو جائیں گے جیسے سیلاب کی مٹی اور بھل میں اُگنے والا پودا ہرا بھرا اور شاداب ہوتا ہے' جو سائے میں ہو تو سبز ہوتا ہے اور دھوپ میں ہو تو زرد ہوتا ہے' پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہے: ''ھؤلاء عتقاء اللہ من النار'' ''مگر ان میں سے ایک شخص جہنم میں ہی ٹھہرا رہے گا'' جب اس کو جہنم میں ایک ہزار سال گزر جائے گا تو پھر وہ ''یاحنان یامنان'' کی نداء کرے گا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجے گا تا کہ اس کو نکال لائے۔ وہ فرشتہ ستر (٧٠) سال تک اس کی تلاش میں جہنم میں غور و خوض کرتا پھرے گا مگر اس کو تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائے گا اور واپس آ کر کہے گا: ''اے اللہ! تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تیرے فلاں بندے کو تلاش کر کے جہنم سے نکال لاؤں' میں پورے ستر (٧٠) سال اس کو تلاش کرتا رہا ہوں مگر وہ مجھے نہیں مل سکا۔'' پس اللہ تعالیٰ اس فرشتے سے فرمائے گا کہ: ''تم فلاں وادی میں چلے جاؤ' وہ شخص ایک چٹان کے نیچے پڑا ہے' وہاں سے اس کو نکال لاؤ'' چنانچہ وہ فرشتہ اس وادی میں جا کر چٹان کے نیچے سے اس کو نکال کر جنت میں داخل کر دے گا' پھر جہنمی اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ ان کی پیشانیوں پر لکھے ہوئے اس نشان کو مٹا دیا جائے (کیونکہ وہ نشان ان کے لیے جنت میں باعثِ عار ہے) اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا اور وہ ان کی پیشانیوں سے اس نشان کو مٹا دے گا۔ پھر تمام جنتیوں کو (یعنی جو پہلے سے جنت میں تھے اور جہنم سے نکل کر جنت میں آئے ہوں گے) کہا جائے گا کہ اہلِ دوزخ پر جھانک کر ان کو دیکھو' جنتی دوزخ والوں کی طرف جب جھانکیں گے تو ایک شخص دیکھے گا: اس کا باپ اس کا پڑوسی اور اس کا دوست جہنم میں ہے اور غلام کو اپنا آقا جہنم میں نظر آئے گا' اتنے میں اللہ تعالیٰ ان جہنم والوں کی طرف فرشتوں کو بھیجے گا جن کے پاس آگ کی طشتریاں' آگ کی میخیں اور کیل اور آگ کے کھمبے ہوں گے' فرشتے آگ کی ان طشتریوں کے ساتھ اہلِ جہنم پر جہنم کو بند کر دیں گے اور اوپر کیل ٹھوک کر آگ کے کھمبے پر نصب کر دیئے جائیں گے اور کہیں کوئی سوراخ تک باقی نہیں رہنے دیا جائے گا کہ جس میں سے ٹھنڈی اور راحت بخش ہوا کا گزر ہو سکے اور نہ ہی اندر سے گیس اور گھٹن اور دھوئیں کے اخراج کا کوئی راستہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور اپنے عرش پر تجلّی فرما

ہوگا اور ادھر جنتی اللہ کریم کی جانب سے ملنے والی نعمتوں میں آرام اور چین کے ساتھ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور وہ کبھی کوئی استغاثہ اور فریاد نہیں کریں گے' اس کے بعد دوزخیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلسلۂ کلام منقطع ہو جائے گا اور وہ دوزخ میں پڑے ڈکارتے' چنگاڑتے اور بھونکتے رہیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (الھمزۃ:٨-٩)

بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی ۝ لمبے لمبے ستونوں میں ۝

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں ''فی عمد'' کے بجائے ''بعمد'' کے الفاظ ہیں۔

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں' حضرت زاذان نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت کعب احبار کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''جب قیامت کا دن ہوگا' اللہ تعالیٰ تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا' پھر فرشتے اتریں گے اور صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ جبریل سے ارشاد فرمائے گا: ''اے جبریل! جہنم کی طرف جاؤ اور اس کو ستر (٧٠) ہزار لگامیں ڈال کر میرے پاس لے آؤ' حتیٰ کہ جب مخلوق کو اس میدان میں ایک سو سال گزر جائیں گے تو جہنم اس زور سے چنگاڑے گی کہ اِس کی آواز سے مخلوق کے دل اُڑ جائیں گے' پھر دوسری مرتبہ چنگاڑے گی تو تمام لوگ یہاں تک کہ مقرب فرشتے اور انبیاء و رسل علیہم السلام بھی دو زانو ہو کر بیٹھ جائیں گے' پھر تیسری مرتبہ جہنم چنگاڑے گی تو دل نکلنے کو آ جائیں گے' عقلیں زائل ہو جائیں گی' ہر شخص اپنے عمل کی پناہ لے گا اور گھبراہٹ کا عالم ہوگا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: ''اے اللہ! مجھے اپنی خلت کی قسم! میں تجھ سے اپنی جان کے سوا کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا'' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے: ''اے اللہ! مجھے اپنی مناجات اور تیرے ساتھ ہم کلام ہونے کے شرف و بزرگی کی قسم! میں اپنے نفس کے علاوہ تجھ سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کرتا ہوں'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے: ''اے اللہ! مجھے قسم ہے اس عزت و کرامت کی جو تو نے مجھے عطا فرمائی' میں تجھ سے صرف اپنے نفس کا سوال کرتا ہوں' اپنی والدہ مریم کے لیے بھی میرا تجھ سے سوال نہیں ہے'' اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کہیں گے: ''اے اللہ! میری اُمت (کو بچانا) میری اُمت (کو بچانا)' اے اللہ! میں آج اپنے نفس کے لیے تجھ سے کچھ نہیں مانگتا' میرا سوال تو تجھ سے صرف اپنی اُمت کے لیے ہے''۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٥ ص ٣٧٢-٣٧٣)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جواب ارشاد فرمائے گا:

''بے شک اے محبوب! تیری اُمت میں سے میرے اولیاء کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا اور مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے' میں تمہاری اُمت کے بارے میں ضرور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دوں گا''۔

پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر حکم کا انتظار کریں گے۔ پس اللہ پاک و برتر ارشاد فرمائے گا: ''اے سپاہیو! اُمتِ محمدیہ کے ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والے تھے' دوزخ میں لے جاؤ۔ بے شک ان پر مجھے سخت غصہ ہے کہ ان لوگوں نے دنیا میں میرے حکم کی توہین کی اور میرے حق کو معمولی جانا اور احکام کی حرمتوں کو

پامال کیا ہے' پھر یہ کہ لوگوں سے تو یہ خوف کھاتے اور ڈرتے تھے مگر مجھ سے مبارزت اور مقابلہ کرتے تھے حالانکہ میں نے ان کو ساری اُمتوں پر فضیلت اور عزت و کرامت بخشی اور انہوں نے میری اس عظیم نعمت اور فضیلت کو نہ پہچانا۔" پس فرشتے جب یہ حکم سنیں گے تو ان لوگوں کو جنہوں نے کبیرہ گناہوں پر اصرار کیا تھا' مردوں کو تو ان کی ڈاڑھیوں سے اور عورتوں کو ان کے گیسوؤں سے پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں گے اور اس اُمتِ محمدیہ کے علاوہ اُمت کے وہ لوگ جن کو فرشتے دوزخ میں لے کر جائیں گے' ان کے چہروں کو کالا کیا جائے گا اور ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے اور ہاتھ پیر بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے مگر اُمتِ مصطفویہ کے گنہگاروں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جائے گا اور ان کے رنگ بھی سیاہ نہیں ہوں گے' جب وہ دوزخ کے داروغہ مالک کے پاس جائیں گے مالک فرشتہ ان سے فرمائے گا: "اے بدبختو! تم کس اُمت کے لوگ ہو؟ میرے پاس تم سے زیادہ اچھی شکل والا کوئی نہیں آیا؟" وہ لوگ کہیں گے: "اے مالک! ہم قرآن کو ماننے والی اُمت کے لوگ ہیں"۔ مالک ان سے کہے گا: "اے گروہِ اشقیاء! کیا قرآن مجید تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل نہیں ہوا تھا؟"۔

حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر ان لوگوں کی چیخیں بلند ہوں گی اور وہ زور زور سے روتے چلاتے ہوئے کہیں گے: "وا محمداہ! وا محمداہ! وامحمداہ! یارسول اللہ!" ہماری مدد کیجیے' یارسول اللہ! ہماری فریاد کو پہنچیے' یارسول اللہ (ﷺ)! ہماری دستگیری فرمائیے' آپ اپنی اُمت کے ان لوگوں کی شفاعت فرمائیے جن کے لیے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ مالک کو جھڑکی پڑے گی اور سخت ڈانٹ پلانے کے انداز میں آواز آئے گی: "اے مالک! ان بدبختوں کو عذاب میں داخل کرنے سے روکنے اور اُن سے مکالمہ اور گفتگو کرنے اور ان پر عتاب کرنے کا تجھے کس نے حکم دیا ہے؟" (پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:) اے مالک! ان کے چہرے مت سیاہ کرنا کیونکہ یہ دنیا میں مجھے سجدہ کرتے تھے۔ اے مالک! ان کو طوق مت پہنانا کیونکہ یہ ناپاکی اور جنابت سے غسل کیا کرتے تھے' اے مالک! ان کو بیڑیاں ڈال کر عذاب نہ دینا کیونکہ یہ میرے بیت الحرام کا طواف کرتے تھے۔ اے مالک! ان کو تارکول کا لباس مت پہنانا کیونکہ انہوں نے اپنے کپڑے اُتار کر احرام باندھا تھا۔ اے مالک! تو آگ کو حکم دے کہ وہ ان کی زبانوں کو مت جلائے کیونکہ یہ لوگ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ اے مالک! تو آگ کو یہ کہہ دے کہ ان مرتکبین کبائر کو ان کے اعمال کے مطابق (اپنی لپیٹ میں) لے" آپ نے فرمایا کہ: "آگ ان کو اور ان کے لیے استحقاقِ عذاب کی مقدار کو اس سے بھی زیادہ جانتی ہوگی جتنا ماں اپنے بچے کو پہچانتی ہے۔" پس آگ ان میں سے بعض کو ٹخنوں تک اور بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو ناف تک اور بعض کو ان کے سینے تک اور بعض کو اس سے اوپر تک پکڑ لے گی' پھر جب اللہ تعالیٰ ان سے ان کی سرکشی' ارتکاب کبائر اور اس پر اصرار کی سزا ان کو دے چکے گا تو ان (مرتکبین کبائر کے) اور مشرکین کے درمیان ایک دروازہ کھول دے گا۔ مشرک دیکھیں گے کہ ان کو دوزخ کے سب سے بالائی حصہ میں رکھا گیا ہے جس میں نہ ٹھنڈک ہے اور نہ پینے کے لیے پانی ہے۔ پس وہ (اہلِ کبائر) روتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں: "یا محمداہ! آپ اپنی اُمت کے بدنصیب لوگوں پر رحم فرمائیں اور ان کے لیے شفاعت

کریں۔ بے شک آگ تو ان کے گوشت' خون اور ہڈیوں تک کو کھا گئی ہے'' پھر ندائیں کریں گے: ''اے ہمارے رب! اے ہمارے مولیٰ کریم! تو رحم فرما اس شخص پر جس نے دنیا میں کسی کو تیرے ساتھ شریک نہیں بنایا اگر چہ اس نے برے کام کیے' غلطی کی اور ظلم و زیادتی کا مرتکب ہوا۔'' مشرک' مسلمان گناہ گاروں کی بارگاہِ رسالت اور بارگاہِ الوہیت میں اس فریاد اور استغاثہ کرنے پر ان سے کہیں گے: ''اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا تم کو کیا فائدہ ہوا؟ کیونکہ تمہارا توحید و رسالت پر ایمان لانا آج تمہیں آتشِ جہنم سے تو بچا نہ سکا۔'' پس مشرکوں کی یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ غضب میں آئے گا اور غصہ سے ارشاد فرمائے گا: ''اے جبریل! جاؤ اور اُمتِ محمدیہ کا جو (مسلمان گناہ گار) بھی دوزخ میں ہو اس کو نکال کر لے آؤ۔'' جبریل علیہ السلام ان کو نکال کر لائیں گے تو ان کی حالت اس طرح ہوگی جس طرح جلا ہوا کوئلہ ہو۔ پس ان کو لا کر جنت کے دروازے پر نہرِ حیات میں ڈال دیں گے جہاں وہ پڑے رہیں گے یہاں تک کہ ان کی حالت بحال ہو جائے گی اور ان پر شگفتگی اور تازگی لوٹ آئے گی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ہوگا کہ: ''ان کو جنت میں داخل کر دو'' اور ان کے ماتھے پر لکھ دیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ رحمٰن و رحیم نے جہنم سے آزادی عطا فرمائی ہے اور یہ اُمتِ محمدیہ کے لوگ ہیں' اس نشان کی وجہ سے وہ لوگ جنتیوں کے درمیان مشہور ہوں گے' اپنے اس عرف کی وجہ سے یہ لوگ شرمسار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں نالش کریں گے کہ: ''اے اللہ! ہماری پیشانیوں سے اس داغ کو مٹا دیا جائے'' چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کو شرفِ قبول بخشتے ہوئے ان کے اس نشان کو محو فرما دے گا جس کے بعد پھر کبھی ان کا یہ نام نہیں لیا جائے گا۔

حافظ ابونعیم کی روایت ہے کہ حضرت ابوعمران جونی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا' اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ: ''ہر جبر کرنے والے' ہر شیطانی کرنے والے اور ہر وہ شخص جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے ڈرتے تھے' ان سب کو پکڑ کر باندھ لو'' پس ان سب لوگوں کو لوہے کی زنجیروں سے باندھ لیا جائے گا' پھر حکم ہوگا: ''ان کو دوزخ میں پھینک دو اور دوزخ کو ان پر بند کر دو'' ابوعمران کہتے ہیں: بخدا! ان کو دوزخ میں کبھی قرار اور چین نصیب نہیں ہوگا (یعنی جب تک دوزخ میں رہیں گے' بے قرار رہیں گے) بخدا! وہ کبھی آسمان کی چھت کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھ سکیں گے اور بخدا! ان کی آنکھ نیند کے لیے کبھی بند نہیں ہو سکے گی (بے خوابی کے عالم میں ہمیشہ دیدے پھاڑے دیکھتے رہا کریں گے) اور بخدا! دوزخ میں کبھی ان کو ٹھنڈا پانی پینے کو نہیں ملے گا''۔ (اثر حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣١٢)

راوی بیان کرتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ جنت والوں سے ارشاد فرمائے گا: ''اے جنت والو! آج تم جنت کے سارے دروازے کھول لو کیونکہ اب تمہیں کسی ظالم اور کسی شیطان کا خوف اور ڈر نہیں ہونا چاہیے اور تم کھاؤ پیو' یہ صلہ ہے تمہارے ان نیک کاموں کا جو تم اپنی سابق زندگی میں (دنیا میں) کرتے تھے۔'' ابوعمران کہتے ہیں: ''اے میرے بھائیو! اب تم پر اپنی زندگی کے ان قیمتی ایام اور اوقات کی قدر کرنی لازم ہے''۔

دنیا کی مدت کا بیان

اس باب کی حدیث میں ہے کہ دوزخ میں سب سے زیادہ طویل مدت تک ٹھہرنے والا شخص وہ ہوگا جو سات ہزار سال دوزخ میں رہے گا اور یہ مدت دنیا کے ابتدائے آفرینش سے لے کر اس کی فنا کے دن تک کی مدت کے برابر ہے۔اس کا مطلب ہوا کہ دنیا کی کل مدتِ بقاء سات ہزار برس ہے۔

دنیا کب فنا ہوگی اور اس کی کل مدت کتنی ہے؟

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''دنیا کی فنا اور دنیا کی کل مدتِ بقاء کے متعلق اہلِ علم کا اختلاف ہے' اکثر ماہرین فلکیات اور ستارہ شناس کہتے ہیں کہ دنیا کی عمر سات سیارگاں کی تعداد کے مطابق سات ہزار برس ہے' ہر سیارہ کے لیے ایک ہزار سال ہے اور بعض کا قول ہے کہ دنیا کی عمر بارہ برجوں کی تعداد کے اعتبار سے بارہ ہزار برس ہے' اس لحاظ سے کہ ہر برج کے لیے ایک ہزار سال ہے اور بعض کا قول ہے کہ فلک کے کل تین سو ساٹھ درجات ہیں اور ہر درجۂ افلاک کی عمر ایک ہزار سال ہے' اس اعتبار سے دنیا کی کل عمر تین لاکھ ساٹھ ہزار سال بنتی ہے۔''

اس باب کی ایک حدیث مبارک میں ہے کہ ایک شخص دوزخ میں ایک ہزار سال تک پڑا رہے گا' پھر اس کے بعد پکارے گا: یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ'' مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اَلْحَنَّانُ'' کا معنٰی ہے وہ ذات جو کسی ایسے شخص کی طرف توجہ اور التفات فرمائے جو اس سے اعراض کرتا تھا اور ''اَلْمَنَّانُ'' سے مراد وہ ذات جو سائل کو سوال کرنے سے پہلے ہی اپنی بخشش سے نواز دے اور اس سے مراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک ہے جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' ہے' یہ معنٰی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور ہم نے ''الحنان'' اور ''المنان'' دونوں اسمائے مبارکہ کی تشریح اپنی کتاب ''الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ و صفاتہ العلیا'' میں الحمد للہ بیان کر دی ہے' اس لیے اس کا اعادہ یہاں نہیں کیا۔

اس باب کی حدیث میں وارد بعض الفاظ کے معانی کی تحقیق

لفظ نسیان کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنٰی کیا ہوتا ہے؟ اس باب کی حدیث میں ہے ''وینساھم علی عرشہ'' مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں کہ نسیان کا معنٰی ہے: ''أی یترکم فی العذاب'' یعنی نسیان کی غایت اور نتیجہ ترک ہے تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں چھوڑ دے گا جیسا کہ اس آیتِ کریمہ میں ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ (التوبہ:٦٧) انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا۔

یعنی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس پر ایمان لانے کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو گمراہی اور کفر و شرک میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

لفظ ''عرش'' کے معنیٰ کی تحقیق

لفظ ''عرش'' کے کلام عرب میں کثیر محامل ہیں' ان متعدد احتمالات کا ہم نے اپنی کتاب ''الاسنی فی شرح أسماء الله الحسنیٰ'' میں ذکر کیا ہے۔ ان معانی میں سے ایک معنی ملک و سلطنت اور غلبہ و اقتدار بھی ہے۔ زہیر کا شعر ہے:۔

تدارکتما عبسا وقد ثل عرشها وذبیان اذ زلت بأقدامها النعل

''تم نے عبس اور ذبیان کو ایسے عالم میں پایا جب ان کا دھرم تختہ ہو چکا اور وہ اقتدار کی پٹڑی سے اُتر چکے تھے''۔

اور ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:۔

بعد ابن جفنة وابن هاتک عرشه والحارثین یؤملون فلاحا

اہلِ عرب کا یہ محاورہ ہے کہ جب کسی شخص کا ملک اور سلطنت زوال کا شکار ہو جائے اور اس کی جاہ و عزت ختم ہو جائے تو کہتے ہیں: ''ثل عرش فلان'' اب حدیث کی اس عبارت ''وینساهم الرحمن علی عرشه'' کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان' عظمت و جلال اور بادشاہی اور غلبہ کی وجہ سے ان بدبختوں کی طرف نظر التفات نہیں فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کو ان کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوگی جن کے بارے میں ازل میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک اور عصیان و نافرمانی کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور ان کا جنت میں داخل ہونا ایسا ناممکن ہے جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے۔

دائمی عذاب اور عارضی سزا کا بیان

اہلِ سنت کے نزدیک یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اہلِ نار جیسے ابلیس' فرعون' ہامان' قارون اور ہر کافر' متکبر اور سرکش ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے' کبھی بھی ان کو دوزخ سے نہیں نکلنا ہوگا' دائمی عذاب میں مبتلا یہ لوگ دوزخ میں عجیب کیفیت سے دوچار ہوں گے کہ نہ زندوں ایسے نہ مُردوں جیسے' ہمیشہ موت و حیات کی کشمکش میں پڑے سڑتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے بارے میں دردناک عذاب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۔ (النساء:٥٦)

جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی' ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھیں۔

اور اس بات پر بھی تمام اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی مسلمان ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہیں رہے گا' دوزخ کا دائمی عذاب فقط منکر کافر کے لیے ہوگا۔ اور نیز اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ کافر منکر کے سوا کوئی مؤمن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔

بعض مدعیان علم کی فکری اور نظری لغزش کا رد اور ازالہ

بعض نام نہاد اہلِ علم خود کو عالم کہلانے والوں نے اس مقام پر سخت لغزش کھائی ہے' انہوں نے کہا کہ عقلی طور پر یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے برعکس اپنے غضب اور غصہ کو ختم کر دے' جب اس کا غضب منقطع ہو کر صفت

رحمت میں بدل جائے تو یہ بھی جائز ہوا کہ ہر کافر' باطل پرست منکر دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے گا اور اسی طرح عقلاً یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت منقطع ہو جائے (یعنی جن پر وہ رحم فرمانے والا تھا' ان پر غضب ناک ہو جائے) جس سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام دوزخ میں داخل ہوں اور اس میں ان کو عذاب ہو۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''یہ قول فاسد اور مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے اور اس کا قول سچا ہے۔'' (اللہ کے لیے اپنے وعدہ کے خلاف کرنا محال ہے اور اس کے کلام کا صدق واجب ہے اور اس کا خلاف محال اور ممتنع ہے) اللہ تعالیٰ جنتیوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:

(۱) عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝ (ہود:۱۰۸) یہ بخشش ہے کبھی ختم نہ ہوگی ۝

(۲) وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝ (الحجر:۴۸) اور جنتیوں کو جنت سے نکالا نہیں جائے گا ۝

(۳) لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ (الانشقاق:۲۵) ان (اہلِ جنت) کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے ۝

(۴) لَهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ (التوبہ:۲۱-۲۲) اہلِ جنت کے لیے جنت میں دائمی نعمت ہے ۝ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

کافروں کے متعلق قرآنی ارشادات واحکام

کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ (الاعراف:۴۰) اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ داخل ہو جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں۔

یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کے سوراخ اور ناکے میں داخل ہونا ناممکن امر ہے اسی طرح کافر کا جنت میں جانا۔ کیونکہ محال پر جو موقوف ہو وہ محال ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔

ارشاد فرمایا:

(۲) فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ (الجاثیہ:۳۵) تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ کی رضا طلبی قبول کی جائے گی ۝

اور یہ واضح ہے کہ غرضیکہ جو بات قطعی طور پر قرآن' حدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اس میں قیاس آرائی ہو سکتی ہے اور نہ عقلی ڈھکوسلے چل سکتے ہیں اور یہ بھی قرآنی ارشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (النور:۴۰) اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں ۝

دعا کیجیے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَعَنْ

یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفَوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَلَحْمِیْ نُوْرًا وَدَمِیْ نُوْرًا وَشَعْرِیْ نُوْرًا وَبَشَرِیْ نُوْرًا وَاجْعَل فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَاَعْظِم لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ زِدْ نُوْرَنَا آمین۔(مترجم)

قرآن مجید کی ایک آیتِ کریمہ کی تفسیر کا بیان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ (المطففین:۳۴-۳۶)

پس آج مومنین کفار پر ہنس رہے ہیں ۝ (عروسی) پلنگوں پر بیٹھے (کفار کی خستہ حالی کو) دیکھ رہے ہیں ۝ کیوں کچھ بدلہ ملا کفار کو (اپنے کرتوتوں کا) جو وہ کرتے تھے۔

ابن مبارک روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوصالح آیتِ کریمہ "اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" (البقرہ:۱۵) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب کفار دوزخ میں ہوں گے تو ان سے دوزخ کے دروازے کھولنے کے بعد کہا جائے گا: ''دوزخ سے باہر نکل جاؤ'' جب وہ دروازوں تک پہنچیں گے تو ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ "اللہ یستھزیٔ بھم" اللہ ان کے استہزاء اور مخول کا انہیں بدلہ دیتا ہے اور جب ان پر دروازے بند ہوں گے تو ایمان والے ان پر ہنسیں گے اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول "فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝" (المطففین:۳۴-۳۶) کا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''تو آج (قیامت کے روز) ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں (جیسا کافر دنیا میں مسلمانوں کی غربت وخستہ وزبوں حالی پر ہنستے تھے' یہاں معاملہ برعکس ہے' مومن دائمی عیش و راحت میں ہیں اور کافر ذلت وخواری کے دائمی عذاب میں' جہنم کا دروازہ کھولا جاتا ہے' کافر اس سے نکلنے کے لیے دروازے کی طرف دوڑتے ہیں' جب دروازہ کے قریب پہنچتے ہیں' دروازہ بند ہو جاتا ہے' کافروں کی یہ حالت دیکھ کر مسلمان ان سے ہنسی کرتے ہیں اور مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ جنت میں زرنگار) تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں کیوں کچھ بدلہ ملا کافروں کو اپنے کیے کا'' (یعنی ان اعمال کا جو انہوں نے دنیا میں کیے تھے)۔

ابن مبارک روایت کرتے ہیں:

آیتِ کریمہ "فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت کعب بیان کرتے تھے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان روشن دان کھلتے ہیں' مسلمان جب چاہیں ان روشن دانوں سے دوزخ میں اپنے ان دشمنوں کو دیکھ سکتے ہیں جو دنیا میں اس کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے' ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۝

تو وہ اسے جھانکے گا تو اسے دوزخ کے درمیان دیکھے گا۔

(الصافات:٥٥)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب فرماتے تھے کہ وہ مسلمان جب جھانک کر دوزخ میں اپنے اس دنیا کے ساتھیوں کو دیکھے گا تو ان لوگوں کی کھوپڑیاں آگ سے اُبل رہی ہوں گی۔

نوٹ مترجم: اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عالم آخرت میں دیکھنے اور سننے کی قوتوں کا کیا حال ہوگا کہ جنت میں بیٹھا ہوا ایک شخص لاکھوں میل بلکہ غیر محدود مسافت پر دوزخ میں ایک دوزخی کو دیکھ بھی لے گا اور اس سے بات بھی کرلے گا اور اس کا جواب بھی سن لے گا' وہاں نہ ریڈیو لاسلکی ٹیلی ویژن ہوگی اور نہ کوئی جدید ترین مواصلاتی آلہ کارفرما ہوگا۔ (ضیاالقرآن)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بعض علماء ملت کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ عزوجل اس جنتی کو معلوم نہ کراتے اور نہ بتاتے تو وہ اپنے دنیاوی ساتھی کو دوزخ میں ہرگز نہ پہچان سکتا کیونکہ اس کا رنگ روپ اور شکل وہیئت بالکل بدلا ہوا ہوگا۔ مسلمان جب اس دوزخی کو دیکھے گا تو کہے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۙ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ○

کہا: خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کردے ○ اور میرا رب فضل نہ کرے تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا (یعنی دوزخ میں) ○

(الصافات:٥٦-٥٧)

''الحبر والسبر'' کا معنیٰ رنگ اور شکل ہے' اہل عرب کا محاورہ ہے: ''جاء ت الابل حسنة الاحبار والاسبار'' ''اونٹوں پر اچھا رنگ روپ آ گیا ہے''۔ (امام فراء)

امام اصمعی نے کہا: اس کا معنیٰ رونق خوبصورتی اور نعمت کا اثر ہے' جیسے محاورہ ہے: ''فلان حسن الحبر والسبر'' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کی ہیئت اچھی ہو اور اس پر رنگ روپ آیا ہوا ہو۔ ابن احمد کا شعر ہے۔

لبنا حبرة حتى اقتضينا ۔ لآجال واعمار قضينا

''ہم نے خوبصورت لباس زیب تن کیا تو گزری ہوئی زندگی اور عمر میں جو کسر رہ گئی تھی اس کو مکمل طور پر پالیا''۔

نیز انہوں نے کہا: ''فلان حسن الحبر والسبر'' میں ''خبر'' اور ''سبر'' فتحہ کے ساتھ مصدر ہیں' اس کا معنیٰ تحسین اور تزئین یعنی زیب وزینت اور آرائش کے آتے ہیں جیسا کہ بولتے ہیں: ''حبرته تحبيرا'' میں نے اس کو مزین و آراستہ پایا''۔

ٹھٹھا' مخول کرنے والوں کی سزا کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بندوں سے استہزا اور مخول کرنے والوں کے لیے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ'' جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو دروازے بند کردیئے جائیں گے' اسی طرح بار بار کیا جائے گا' پھر ان کو بلایا جائے گا اور وہ جواب نہیں دیں گے تو رب تعالیٰ ان سے فرمائے

گا: ''تم میرے بندوں سے استہزاء کرنے والے تھے؟ تمہارا سب لوگوں کے آخر میں حساب ہوگا'' پس وہ کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ جب اپنے پسینے میں غرق ہو جائیں گے تو فریاد کریں گے کہ: ''اے پروردگار! یا تو ہمیں جنت میں بھیج دے یا پھر جہنم میں ہمیں واپس کر دے'' (کیونکہ یہاں تو ہم سخت مشکل میں گرفتار جان ہیں)۔

(ابن ابی الدنیا الصمت مرسلا عن الحسن رقم الحدیث: ٢٨٥)

جہنمیوں کی حسرت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں لانے کا حکم ہوگا' جب وہ اس کے قریب آئیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے' اس کے محلات اور ان نعمتوں کو دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے تیار کی ہیں تو آواز دی جائے گی کہ: ''ان کو یہاں سے واپس لے جاؤ' اس میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں'' پس وہ اس قدر حسرت کے ساتھ واپس جائیں گے کہ ایسی حسرت کبھی پہلوں کو ہوئی ہوگی نہ بعد والوں کو ہوگی۔ وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! اگر تو یہ ثواب اور جنت کی نعمتیں جو تو نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کی ہیں' دکھانے سے پہلے ہمیں جہنم میں لے جاتا تو یہ بات ہمارے لیے آسان ہو جاتی'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میرا یہی مقصد تھا' جب تم اکیلے ہوتے تھے تو بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ میرے غضب کو للکارتے تھے اور جب لوگوں کے سامنے آتے تھے تو عاجزی کرتے' لوگوں کو وہ کچھ دکھاتے تھے جو تمہارے دلوں نے میرے سامنے پیش نہیں کیا۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور میرا خوف تمہارے دلوں میں ذرا نہیں ہوتا تھا' لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے اور میرے جلال و بزرگی کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی' تم نے لوگوں کے لیے گناہ ترک کیے لیکن میری رضا کے لیے ایسا نہیں کیا۔ آج میں تمہیں ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ دردناک عذابِ دائمی کا مزہ چکھاؤں گا۔''

(الطبرانی الکبیر ج ١٧ص ٨٦' حلیۃ الاولیاء ج ٤ص ١٢٤-١٢٥' مجمع الزوائد ج ١٠ص ٢٢٠)

اہلِ جنت کو دوزخیوں والے جنتی محلات بھی دے دیئے جائیں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے دو دو مقام بنائے ہیں' ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں۔ پس ایمان والے اپنے مقام کے علاوہ دوزخیوں کے محل اور منزل کے بھی وارث قرار پائیں گے اور کفار کو دوزخ میں ان کے ٹھکانے کے علاوہ جنتیوں والے دوزخی ٹھکانوں کا بھی وارث بنا دیا جائے گا۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٤١' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٥٠٣)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر شخص کے دو گھر ہوتے ہیں' ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں' جب وہ مر کر دوزخ میں داخل کیے جائیں گے تو اہلِ جنت اس کافر کے جنتی مقام کے وارث ہوں گے۔''

یہی معنی ہے اس آیتِ کریمہ کا:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ○ (المومنون: ١٠) پس ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں ○

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ یہ چیز واضح ہے کہ ہر انسان کی ایک منزل جنت میں ہے اور ایک دوزخ میں ہے جیسا کہ حدیث پاک میں اس کا بیان گزر چکا ہے اور اس کا مزید بیان انشاء اللہ تعالیٰ ''ابواب الجنان'' میں بھی آئے گا۔

دوزخ کا عذاب دائمی اور مستقل ہوگا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لا کر جنت اور دوزخ کے وسط میں ذبح کر دیا جائے گا' پھر منادی اعلان کرے گا: ''اے جنت والو! اب موت نہیں ہے' اے دوزخ والو! اب موت نہیں آ سکے گی'' (یہ سن کر) جنتیوں کی خوشیوں میں اضافہ ہو جائے گا اور دوزخ والوں کے رنج و غم میں اضافہ ہو جائے گا۔'' (صحیح بخاری ج۱۱ص۴۱۵' صحیح مسلم ج۱۷ص۱۸۶' مسند احمد ج۱ص۱۱۸-۱۲۰' ابن المبارک الزہد رقم الحدیث:۲۸۰' الدارمی ج۲ص۲۳۶-۲۳۷' الآجری الشریعۃ ص۴۰۱' ابن ابی داؤد رقم الحدیث:۵۴' حلیۃ الاولیاء ج۸ص۱۸۴' البغوی ج۱۵ص۱۹۹' تفسیر طبری ج۱۶ص۶۶)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا''۔(ابوکریب نے یہ اضافہ کیا)''اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا''۔ (اس کے بعد راویوں کا اتفاق ہے) پھر کہا جائے گا: ''اے اہلِ جنت! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟'' وہ گردن اُٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ''ہاں! یہ موت ہے'' پھر دوزخیوں سے کہا جائے گا: اے اہل نار! کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور بولیں گے: ''ہاں'' یہ موت ہے' پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم ہوگا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا' پھر کہا جائے گا: ''اے اہلِ جنت! اب دوام ہے اور موت نہیں ہے اور اے اہلِ دوزخ! اب ہیشگی ہے اور موت نہیں ہے''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ○ (مریم:۳۹)

اور ان کو حسرت کے دن سے ڈرایئے جب اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا در آں حالیکہ وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے ہیں (اور آپ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا۔)○

(صحیح بخاری ج۸ص۴۲۸' صحیح مسلم ج۱۷ص۱۸۴-۱۸۵' مسند احمد ج۳ص۹' الآجری الشریعۃ ص۴۰۱' الدارمی ج۲ص۳۲۹' ابن المبارک الزہد ص۲۸۱' حلیۃ الاولیاء ج۸ص۱۸۴' تفسیر طبری ج۱۶ص۶۶)

اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کا ہمیشہ ہمیشہ جنت اور دوزخ میں رہنے کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیامت کے

دن موت کو سیاہ و سفید رنگ کے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کے درمیان لا کر کھڑا کر دیا جائے گا' پھر ذبح کر دیا جائے گا در آں حالیکہ وہ دیکھ رہے ہوں گے۔ پس اگر کوئی خوشی سے مرتا تو جنتی مرتا اور غم سے مرتا تو جہنمی مرتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٥٨)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن موت کو لایا جائے گا اور اسے پل صراط پر کھڑا کیا جائے گا' پھر آواز دی جائے گی: ''اے اہلِ جنت!'' تو وہ خوف سے گھبرائے اور سہمے ہوئے جھانکیں گے کہ ان کے نکالے جانے کا حکم تو نہیں' پھر اہلِ دوزخ کو آواز دی جائے گی' وہ خوش ہو کر ادھر متوجہ ہوں گے کہ شاید ان کی نجات کا حکم ہے' اتنے میں حکم ہو گا کہ: ''تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے؟'' لوگ عرض کریں گے: ''جی ہاں! یہ موت ہے'' تب اسے ذبح کر کے کہا جائے گا: اب کبھی کوئی موت نہیں' ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔'' (الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٤٩٣' ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٥٧' ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٢٧' مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٧' الآجری الشریعۃ ص ٤٠١)

امام ترمذی نے بھی اسی مفہوم کی طویل حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل کر دے گا تو موت کو گھسیٹتے ہوئے لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کی درمیانی دیوار پر کھڑا کر کے کہا جائے گا: ''اے اہلِ جنت!'' وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے' پھر پکارا جائے گا: ''اے دوزخ والو!'' وہ سفارش کی امید سے خوشی خوشی جھانکیں گے' پھر جنتیوں اور جہنمیوں کو کہا جائے گا: ''کیا اسے جانتے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''یہ وہی ہے' ہم اسے جانتے ہیں' یہ موت ہے جو ہم پر مقرر کی گئی تھی' پھر اسے لٹا کر دیوار پر ذبح کر دیا جائے گا اور پکارا جائے گا: ''اے اہلِ جنت! اب ہمیشگی ہے' مرنا نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب ہمیشہ اسی میں رہنا ہے' مرنا نہیں ہے''۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فصل

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

یہ احادیث صحیحہ اس بارے میں نص ہیں کہ اہلِ نار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جس کی کوئی انتہا اور مدت مقرر نہیں اور وہ دائماً سرمداً یعنی ہمیشہ ہمیشہ آگ میں مقیم رہیں گے جہاں ان کو کوئی راحت نصیب ہو گی نہ نجات ملے گی نہ زندگی کا لطف ہو گا نہ موت آئے گی بلکہ ان کی حالت اس طرح ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب لاریب میں فرمایا اور کافروں کے عذاب کی واضح خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ	''اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے' نہ ان کی قضاء آئے کہ مر جائیں اور نہ ان پر اس کا عذاب ہلکا کیا جائے۔ ہم ایسی سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو O

فِيهَا ۚ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ○ (فاطر: ٣٦-٣٧)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے:''اے ہمارے رب! ہمیں نکال کہ ہم اچھے کام کریں' اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے'' اور کیا ہم نے وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○''

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا. (النساء: ٥٦)

جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی' ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ○ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ○ وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ○ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا. (الحج: ١٩-٢٢)

تو جو کافر ہوئے ان کے لیے آگ کے لباس تیار کیے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا ○ جس سے گل جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں ○ اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں ○ جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے۔

ان آیتوں کی تفسیر پہلے ہو چکی ہے لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا تمام دوزخیوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تمام لوگوں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا اور پورا دوزخ خالی ہو کر سنسان اور ویران ہو جائے گا اور اس کو فنا کر دیا اور مٹا دیا جائے گا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:''ان لوگوں کا یہ نظریہ مقتضائے عقل کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کے بھی خلاف ہے اور ائمہ عدول اہلِ سنت کے اجماع کے بھی خلاف ہے۔''

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ○ (النساء: ١١٥)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے' ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی ○

اور جس جہنم کے خالی ہونے کا ذکر آتا ہے وہ صرف جہنم کا سب سے بالائی حصہ ہے۔ اس میں گناہ گار مسلمان ہوں گے (جن کو بعد میں جب نکال کر جنت میں بھیج دیا جائے گا تو جہنم کا یہ بالائی حصہ خالی ہو جائے گا) اور اسی

کے کنارے پر ایک چیز اُگے گی جس کو ''جرجیر'' کہا جاتا ہے جس کے متعلق خطیب ابوبکر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے' حضرت فضل بن صالح معافری بیان کرتے ہیں: ''ایک دن ہم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے تھے' انہوں نے ہم سے چلے جانے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ ہم چلے گئے' جب شام کے وقت دوبارہ ہم حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ: ''(صبح) میں نے تم سے اس لیے کہا تھا کہ چلو جاؤ کیونکہ میرے پاس ایک مہمان شام سے ایک مسئلہ کے بارے پوچھنے کو آیا ہوا تھا' اس شخص نے مجھ سے پوچھا: جرجیر کو کھانے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں کیونکہ اس کے بارے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جہنم کے کنارے پر اُگے گی۔ (حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں:) میں نے کہا: ''کوئی مضائقہ نہیں ہے'' پھر اس شخص نے کہا: ''سیرِ دِ خدا' السلام علیکم'' (اور وہ واپس اپنے وطن چلے گئے)۔

امام ابوبکر بزار مرفوعاً روایت کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا:

''ایک زمانہ وہ آئے گا کہ جب دوزخ میں کوئی ایک (گناہ گار) مسلمان بھی باقی نہیں رہے گا اور ہوا سے دوزخ کے دروازے بج رہے ہوں گے۔''

اسی طرح عبداللہ بن عمرو سے موقوفاً مروی ہے' اس نے یہ نہیں کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا لیکن یاد رہے کہ ایسی بات اپنی رائے اور قیاس سے نہیں کہی جا سکتی لہٰذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

فصل

موت کو ذبح کرنے کی تحقیق

اس باب کی حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ موت ایک معنٰی اور عرض ہے' جسم نہیں ہے لہٰذا اس کو ذبح کرنا کس طرح متصور ہوگا؟

اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مینڈھا پیدا فرمائے گا اور اس کا نام موت رکھے گا اور اس کو ذبح فرمائے گا اور اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ دونوں فریق کے قلوب میں یہ بات ڈال دے گا کہ یہ جس چیز کو ذبح کیا گیا ہے' موت ہے حتیٰ کہ یہ اس بات پر دلیل ہوگی کہ اب اس کے بعد فریقین کو اپنے اپنے ٹھکانے میں ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا' اسی طرح وزن اعمال کو سمجھ لیں کہ ثواب اعمال سے اللہ تعالیٰ اشخاص واجسام پیدا فرما کر ان کا وزن فرمائے گا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ ائمہ اہلِ علم اور علمائے محدثین حضرت سفیان ثوری' مالک بن انس' ابن مبارک' ابن عیینہ اور حضرت وکیع اور دوسرے اہلِ علم ایسی احادیث میں تاویل کے قائل نہیں ہیں' ائمہ محدثین کا مختار مذہب بھی یہی ہے کہ ایسی احادیث کو روایت کیا جائے اور ان پر ایمان لایا جائے گا لیکن ان کی تاویل اور تفسیر نہیں کی جائے گی اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ مثلاً موت تو ایک عرض ہے' جسم نہیں ہے' اس کو ذبح کرنا کس طرح متصور ہوگا؟

اور اسی طرح یہ بھی کہنا درست نہیں ہوگا کہ اعمال کو کس طرح تولا جائے؟ اہلِ حدیث کا مذہب مختار یہ ہے کہ اس طرح کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ بس ان احادیث کے ظاہر پر ایمان رکھنا چاہیے۔

مؤلف تذکرہ کا موقف

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی مذہب صحیح ہے کہ موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کیا جائے گا جیسا کہ شروع کتاب میں "باب ماجاء فی صفة الموت عند قبض روح المومن والکافر" میں بیان ہوا کہ ملک الموت حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ایک سینگوں والے مینڈھے کی صورت میں آئے اور انہوں نے اپنے چار ہزار پر پھیلا دیئے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

موت اور حیات عدمی چیز نہیں ہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ. (الملک:٢) اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔

امام ثعلبی اور امام قشیری نے ابن عباس سے اور امام ماوردی نے مقاتل اور کلبی سے اس محولہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ "موت اور حیات وجودی چیزیں ہیں" موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں پیدا کیا گیا ہے' اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ جس بھی ذی روح کے پاس سے گزرے گا یا جس بھی ذی روح چیز تک اس مینڈھے کی بو پہنچے گی' وہ چیز موت سے دوچار ہو جائے گی اور زندگی کو اللہ تعالیٰ نے سیاہ و سفید رنگ کی ایک گھوڑی کی شکل میں پیدا کیا جس کا قد گدھے سے زیادہ اور خچر سے کم ہے' اس کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حدِ نظر تک اس کا قدم پڑتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام اسی گھوڑی پر سواری فرماتے رہے ہیں' اس گھوڑی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جہاں سے گزر جاتی ہے اس میں جان پڑ جاتی ہے اور جس جگہ اس کا پاؤں پڑ جائے وہ حیات بخش ثابت ہوتا ہے اور اسی گھوڑی کے کھروں کے نشانات سے مٹی اٹھا کر سامری نے (مصنوعی) بچھڑے پر ڈالی تھی تو اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے تھے (اور وہ آواز نکالنے لگ گیا تھا)۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح

اس باب کی حدیث میں ایک لفظ آیا ہے "یشرئبون" اس کا معنیٰ ہے سر اٹھا کر دیکھنا۔

الاملح: مینڈھا جس کے رنگ میں سفیدی اور سیاہی دونوں ہوں اور سفیدی زیادہ اور غالب ہو' یہ کسائی کا قول ہے اور ابن الاعرابی کہتا ہے: الاملح اس مینڈھے کو کہتے ہیں جو خالص سفید ہو۔

قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے درمیان موت کو لا کر ذبح کر دیا جائے' ایک سوال یہ ہے کہ......

موت کو ذبح کون کرے گا؟

"صاحب خلع النعلین" فرماتے ہیں:

قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے درمیان میں حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم مبارک سے آپ کے سامنے حضرت یحییٰ علیہ السلام موت کو جو ایک مینڈھے کی شکل میں ہوگی' ذبح فرمائیں گے جس سے جنتی خوش ہوں گے اور

دوزخی مایوس ہوں گے لیکن صاحب "کتاب العروس" لکھتے ہیں کہ:

"موت کو ذبح کرنے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہوں گے۔" (واللہ اعلم)

الحمدللہ! دوزخ اور اس کے متعلق امور کا بیان یہاں تک مکمل ہو گیا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو دوزخ اور اس کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے' وہی عزت دینے والا اور پالنہار اور بخشنہار ہے۔

٦٢-جنت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر اس انداز سے فرمایا ہے کہ جیسے آدمی اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا ہو۔ ویسے تو جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر کئی سورتوں میں ہوا ہے لیکن حسبِ ذیل سورتوں میں زیادہ تفصیل کے ساتھ اس کا بیان آیا ہے۔ مثلاً سورۂ واقعہ' سورۃ الرحمٰن' سورۂ ھل أتاک حدیث الغاشیہ اور سورۃ الانسان الدھر' اسی طرح نبی پاک ﷺ کی احادیثِ مبارکہ میں بھی بہت تفصیل کے ساتھ جنت کی صفت اور اس کی نعمتوں کا بیان آیا ہے۔ چنانچہ ہم قرآن مجید' احادیثِ مبارکہ اور آثارِ صحابہ اور ارشادات و اقوالِ سلفِ صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مطابق جنت کی صفت' اس کی نعمتوں اور دروازوں کی وسعت اور دوسری باتوں کا ذکر کریں گے۔

حضرت ابن زید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ . (الدھر:۱) (بے شک آدمی پر ایک وہ وقت گزرا۔۔۔۔۔۔)۔

اور آپ نے اس کی تلاوت فرمائی اس وقت آپ کی خدمتِ اقدس میں ایک سیاہ فام آدمی حاضر تھا اور وہ نبی اکرم ﷺ سے سوال کر رہا تھا۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سیاہ فام شخص سے کہا: "تیرے لیے قرآن مجید کا بیان کافی ہے' مزید سوالات کر کے نبی پاک ﷺ کے لیے بوجھ نہ بن اور تنگ نہ کر۔" نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: "اے ابن خطاب! تو اس کو چھوڑ دے (جو پوچھتا ہے' پوچھنے دے)۔

(تفسیر ابن کثیر ج۸ ص۳۱۰' من سورۃ الانسان وقال مرسل غریب)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ پر اس وقت سورۃ الدھر نازل ہوئی اور وہ سیاہ فام آدمی آپ کے پاس موجود تھا۔ آپ اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے جب جنت کی صفات تک پہنچے تو اس سیاہ فام شخص نے ایک سرد آہ بھری اور ساتھ ہی اس کی روح بدن سے پرواز کر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی یا بھائی کی روح جنت کے شوق میں پرواز کر گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۸ ص۳۱۰' من سورۃ الانسان وقال مرسل غریب)

دنیا میں اہلِ جنت کی صفات

ابن وہب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے اہلِ جنت کی صفت و حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''اہلِ جنت دنیا میں گریہ زاری کرنے، غم زدہ رہنے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والے ہوتے ہیں جس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں خوشیاں اور نعمتیں عطا فرماتا ہے'' اور پھر انہوں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشادِ مبارک پڑھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ○ (الطور:۲۶) بے شک اس سے پہلے ہم اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے○

اور اہلِ دوزخ کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہلِ دوزخ دنیا میں خوش تھے اور اپنی خوشحالی و امیری کی ترنگ میں غریب اہلِ ایمان کا تمسخر اُڑاتے اور ان پر ہنستے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا○ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ○ بَلٰٓى . (الانشقاق:۱۳-۱۵) بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا○ وہ سمجھا کہ اسے (اپنے رب کی طرف) پھرنا نہیں○ ہاں کیوں نہیں (ضرور اپنے رب کی طرف رجوع کرے گا اور مرنے کے بعد اُٹھایا جائے گا اور حساب کیا جائے گا)۔

جنت کے درجات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ○ (الرحمٰن:۴۶) اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں○

اس کے بعد ان دونوں جنتوں کی تعریف بیان کی' پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ○ (الرحمٰن:۶۲) اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں○

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت ''ولمن خاف مقام ربه جنتان'' کی تفسیر میں فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص فرائض و واجبات کی ادائیگی کرنے کے بعد حساب کے لیے اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں' اب رہا یہ سوال کہ ہر ڈرنے والے کے لیے علیحدہ دو دو جنتیں ہوں گی یا تمام خوفِ خدا رکھنے والوں کے لیے یہ دو مخصوص جنتیں ہیں' جس میں اس (قبیلے) کے تمام لوگ مل جل کر مشترکہ طور پر رہیں گے' اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر خوف رکھنے اور ڈرنے والے کے لیے علیحدہ طور پر دو جنتیں ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام ڈرنے والوں کے لیے یہ دو ہی جنتیں ہیں لیکن پہلا قول بہت واضح ہے۔

امام محمد بن ترمذی نے فرمایا:

''ایک جنت رب سے ڈرنے کا صلہ اور ایک شہوات کو ترک کرنے کا صلہ''۔

''مقام'' کے دو معنیٰ ہیں' ایک موضع' اب مطلب یہ ہوا کہ جو شخص حساب کے لیے اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس خوف کی وجہ سے اس نے معصیت کو ترک کیا تو اس کو دو جنتیں ملیں گی اور دوسرا

مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقام سے مراد نگرانی کرنا ہے یعنی جو شخص اس بات سے ڈرا کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کے احوال پر مطلع ہے پھر اس ڈر سے اس نے گناہ ترک کر دیئے تو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ اس معنی کی تائید اس فرمان سے ہوتی ہے' ارشاد ہوتا ہے:

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ (الرعد:۳۳) تو کیا وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہداشت رکھتا ہے۔

حضرت مجاہد اور امام نخعی دونوں کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے معصیت کا ارادہ کیا پھر اس کو خدا یاد آیا اور اس نے خدا کے خوف کی وجہ سے گناہ کو ترک کر دیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا:

''یہ دو جنتیں جنت کے عرض میں دو باغ ہیں' ہر ایک باغ کا رقبہ ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔''

ہر باغ کے وسط میں ایک حویلی ہے جس کو نور علی نور کہا گیا ہے اور وہ باغ نعمتوں سے بھرپور اور انتہائی سرسبز و شاداب ہے' اس میں تناور درخت قطار اندر قطار کھڑے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ ان دو جنتوں میں سے ایک قصور و محلات کے زیریں حصے میں واقع ہے جبکہ دوسری جنت ان محلات کے بالائی حصے پر واقع ہے۔ حضرت مقاتل کا قول ہے کہ دو جنتوں سے مراد جنت عدن اور جنت نعیم ہے۔

''ومن دونھما جنتان'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کے حضور حساب کے لیے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے پہلی دو جنتوں کے علاوہ دو اور جنتیں ہیں جو مرتبے میں پہلی دو جنتوں سے کم ہیں اور یہ تمام جنتیں اس شخص کے لیے ہیں جو خوفِ خدا رکھنے والا ہے۔ ان میں سے پہلی دو جنتوں میں کھجور اور دوسرے پھل والے درخت ہیں اور دوسری دو جنتوں میں کھیتی' سبزیاں اور دیگر خوشی اور فرحت و انبساط کا سامان ہوگا۔

امام الماوردی فرماتے ہیں: اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ بالائی حصہ میں جو دو جنتیں ہیں وہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے مخصوص ہوں اور زیریں حصہ والی دو جنتیں ان اہلِ جنت کے خدمت گار غلاموں اور حوروں کے لیے ہوں اور دو جنتیں اس لیے ہیں تاکہ حوریں اور خدمت گار لڑکے الگ الگ رہیں اور مرد و زن کا اختلاط نہ ہو۔

ابن جریج کا قول ہے: یہ چار جنتیں ہیں جن میں سے دو سابقین مقربین کے لیے ہیں جس کے اندر ہر نوع کے دو دو قسم کے میوہ جات ہوں گے اور دو جاری چشمے بھی ہوں گے اور دو جنتیں اصحابِ یمین کے لیے ہیں جن میں پھل' کھجوریں اور انار اور دو اُبلتے ہوئے چشمے ہیں۔

حضرت ابن زید کا قول ہے کہ پہلی دو جنتیں مقربین کے لیے ہیں اور یہ سونے کی بنی ہوئی ہیں اور دوسری دو جنتیں اصحاب یمین کے لیے ہیں جو چاندی سے بنی ہوئی ہیں۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

امام حلیمی نے اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں حضرت سعید بن جبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرات کی روایت کے مطابق اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے '' وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ '' سے لے کر '' مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ '' (الرحمٰن:۴۶-۶۴) تک یہی تفسیر بیان کی ہے کہ پہلی دو جنتیں مقربین کے لیے ہیں اور دوسری دو جنتیں اصحابِ یمین کے لیے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

چاروں جنتوں میں فرق کا بیان

پہلا فرق: اللہ تعالیٰ نے پہلی دو جنتوں اور دوسری دو جنتوں کے درمیان فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پہلی دو جنتوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا:

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ (الرحمٰن:۵۰) ان میں دو چشمے جاری ہیں ۝ (ایک میٹھے پانی کا اور ایک شراب طہور کا یا ایک تسنیم کا دوسرا سلسبیل)

اور دوسری دو جنتوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا:

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ (الرحمٰن:۶۶) ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے ۝

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یعنی پانی کے دو فوارے ہیں جن میں سے پانی چھلکتا ہوگا لیکن بہتا نہیں ہوگا۔

دوسرا فرق: پہلی دو جنتوں کے بارے ارشاد ہوتا ہے:

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ (الرحمٰن:۵۲) ان میں ہر میوہ دو قسم کا ہے ۝ (یعنی معروف اور نئی عجیب قسم کا یا تازہ اور خشک کیونکہ عام بیان فرمایا، تخصیص نہیں کی)

اور دوسری دو جنتوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ (الرحمٰن:۶۸) ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں ۝ (اور یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہر قسم کے میوے)

تیسرا فرق: پہلی دو جنتوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (الرحمٰن:۵۴) اور ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استر قنادیز کا ہے ۝

اور دوسری دو جنتوں کے وصف میں فرمایا کہ:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ (الرحمٰن:۷۶) تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش چاندنیوں پر ۝

چوتھا فرق: پہلی دو جنتوں میں جو خوبصورت، موٹی موٹی آنکھوں والی، گورے رنگ کی حوریں ہیں، ان کی تعریف میں فرمایا:

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ (الرحمٰن:۵۸) گویا وہ لعل اور مونگا ہیں ۝ (صفائی اور خوش رنگی میں)

اور دوسری دو جنتوں کے بارے فرمایا:

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ○ (الرحمٰن:۷۰) ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک، صورت کی اچھی○ (اور ہر خوبصورت کا حسن اور خوبصورتی یاقوت اور مرجان یعنی لعل و مونگے کی خوبصورتی اور حسن ایسی تو نہیں ہو سکتی ناں)

پانچواں فرق: پہلی دو جنتوں کی تعریف میں فرمایا:

ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ○ (الرحمٰن:۴۸) بہت سی ڈالیوں والیاں○ (اور ہر شاخ پر قسم قسم کے میوے)

اور دوسری دو جنتوں کے بارے فرمایا:

مُدْهَآمَّتٰنِ○ (الرحمٰن:۶۴) نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں○

مذکورہ بالا ان مختلف فرقوں سے ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے اور آیتِ کریمہ "ومن دونهما جنتان" کی تفسیر میں جو معنیٰ بیان کرنا ہمارا مقصود تھا وہ پوری طرح واضح اور ثابت ہو گیا اور اس سے زائد شاید ہی کوئی اس آیت کی تفسیر میں تفاوت کو بیان کرے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ پہلی دو جنتوں کے جو لوگ اہل ہیں ان کا تو ذکر کیا گیا لیکن دوسری دو جنتوں میں کون لوگ داخل ہوں گے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا کہ چاروں جنتیں اہلِ خوف ہی کے لیے ہیں مگر یہ کہ ان اہلِ خوف کے مختلف مراتب اور درجات ہوں گے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ پہلی دو جنتیں ان بندوں کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں اور دوسری دو جنتیں ان لوگوں کے لیے ہوں گی جو خوفِ خدا رکھنے والے تو ہیں مگر پہلوں کی نسبت ان کا مرتبہ کم ہے۔

آیات محولہ بالا کی دوسری تفسیر کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

آیتِ کریمہ "ومن دونهما جنتان" کی تفسیر میں ایک قول اس سے قبل آپ نے پڑھا اور اس کے علاوہ اب ہم اس کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کے چند اور اقوال نقل کریں گے جیسا کہ امام ضحاک کا مذہب یہ ہے کہ دوسری دو جنتیں پہلی دو جنتوں سے اعلیٰ اور افضل ہیں اور یہ کہ پہلی دو جنتیں سونے اور چاندی کی بنی ہوئی ہیں اور دوسری دونوں جنتیں یاقوت اور زمرد سے بنائی گئی ہیں تو یہ پہلی والی دوسری والیوں سے عمدہ اور بلند مرتبہ ہوئیں۔

حکیم ترمذی کی تفسیر

ابو عبداللہ حکیم محمد ترمذی اپنی کتاب "نوادر الاصول" میں لکھتے ہیں: "ومن دونهما جنتان" کا معنیٰ ہے کہ یہ دو جنتیں پہلی دو جنتوں کے سامنے اور مقابل میں واقع ہیں اور معنی یہ ہوئے کہ یہ دوسری دو جنتیں عرش کے زیادہ قریب

ہیں۔ لہٰذا یہ پہلی دو جنتوں سے عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی ہوئیں۔

حضرت مقاتل کی تفسیر

حضرت مقاتل کا قول ہے کہ پہلی دو جنتوں سے مراد جنت عدن اور جنت نعیم ہے اور دوسری دو جنتیں جنت فردوس اور جنت ماویٰ ہیں۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: حضرت مقاتل کے قول کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

اذا سألتم الله فاسئلوه الفردوس. اللہ تعالیٰ سے تم جنت الفردوس کا سوال کرو۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۰ مسند احمد ج۲ ص ۳۳۹ الحاکم ج۲ ص ۳۷۱ الطبرانی الکبیر ج۱۸ ص ۲۵۴ البزار ج۴ ص ۱۹۱)

آیتِ کریمہ "فیھما عینان نضاختان" کی تفسیر میں حکیم ترمذی لکھتے ہیں:

"یعنی ان دونوں جنتوں میں قسم قسم کے میوے ہر طرح کی نعمتیں آراستہ کنیزیں زین والی سواریاں رنگ برنگے ملبوسات ہوں گے۔"

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: حکیم ترمذی کی اس مذکورہ بالا تفسیر پر مفسرین کے اقوال دلالت کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "نضاختان" سے مراد پانی کے دو فوارے ہیں۔ انہی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے: وہ دونوں جنتیں خیر و برکت کا سرچشمہ ہیں۔ حضرت حسن بصری اور حضرت مجاہد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک روایت یہ ہے کہ "نضاختان" کا معنیٰ یہ ہے کہ جنت میں جنتیوں کے گھروں میں اللہ کے دوستوں پر عنبر اور مشک و کافور کا اس طرح چھڑکاؤ ہوگا جس طرح بارش کی پھوار پڑتی ہے اور سعید بن جبیر کا قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے کہ جنت میں جنتیوں کے لیے پانی کے چشمے ہوں گے اور قسم قسم کے پھل اس طرح میسر ہوں گے کہ گویا پھلوں کی بارش ہو رہی ہے۔ آیتِ کریمہ:

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ○ ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں ○

(الرحمٰن: ۶۸)

کیا کھجور اور انار میوے ہیں؟

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا کھجور اور انار میوے ہیں یا نہیں؟ بعض علماء کا قول ہے کہ انار اور کھجور میوے نہیں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں انار اور کھجور کا عطف "فواکہ" (میوہ جات) پر کیا گیا ہے اور شے کا اپنے نفس اور ذات پر عطف نہیں ہوسکتا اس لیے "فواکہ" میوے الگ چیز ہیں اور اس پر معطوف "رمان" اور "نخل" (یعنی انار اور کھجور) اور چیز ہیں۔ اس آیت کا ظاہری معنیٰ یہی ہے۔ جمہور علمائے مفسرین فرماتے ہیں کہ کھجور اور انار دونوں میوے ہیں اور آیتِ مبارکہ میں میوہ جات کے ذکر کے بعد ان دونوں کے تکرار اور اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میووں کو دوسرے میوہ جات پر فضیلت اور برتری حاصل ہے اس طرح کے اعادہ اور تکرار کی مثالیں کہ جس

سے کسی چیز کی فضیلت کا اظہار اور بیان مقصود ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ (البقرۃ:٢٣٨) پابندی کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ (البقرۃ:٩٨) جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگرچہ "فواکہ" یعنی میوہ جات کے ذکر میں کھجور اور انار بھی داخل ہیں لیکن دوبارہ پھر ان کا الگ انفرادی طور پر مکرر ذکر کرنا اس بناء پر ہے کہ اہلِ عرب کے ہاں کھجور اور انار کی حیثیت اسی طرح تھی جس طرح ہمارے ہاں گندم کی ہے کیونکہ کھجور ان کی عام خوراک تھی اور انار پھلوں کی طرح ایک پھل ہے۔ اسی حاجت کی وجہ سے وہ اس کی بکثرت کاشت کرتے تھے اور میوے ان کے نزدیک ان پھلوں کی قسموں میں سے تھے جو ان کو نہایت مرغوب اور پسند تھے۔ باقی "فواکہ" یعنی میوہ جات کے ذکر کرنے کے بعد پھر کھجور اور انار' ان دو پھلوں اور میووں کا دوبارہ علیحدہ انفرادی طور پر ذکر کرنا اس حکمت کے پیشِ نظر تھا کہ مدینہ منورہ سے' مکہ مکرمہ اور پھر یمن تک کے تمام علاقہ جات میں ان کے ہاں کھجور اور انار دونوں پھل عام پائے جاتے اور بڑی کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے تھے۔

"فیھن خیرات حسان" کی تفسیر کا بیان

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"خیرات" جمع ہے' اس کا واحد "خیرۃ" ہے اور اس کا معنیٰ عورتیں ہے۔ حکیم ترمذی فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا اور اپنی پسند اور اختیار کے مطابق بڑے انوکھے اور نرالے انداز سے ان کی تخلیق فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی پسند انسانوں کی پسند جیسی نہیں ہے بلکہ بہت اعلیٰ و برتر ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت (حسان) ذکر فرمائی اور جس کو اللہ تعالیٰ جو خالق شئی ہے' خود حسین اور خوبصورت قرار دے' پھر کائنات میں کون ہے جو ان کا حسن اور خوبصورتی اپنے الفاظ میں بیان کر سکتا ہے۔ اب آپ ان دوسری دو جنتوں میں جو کچھ خالقِ کائنات نے اہلِ جنت کے لیے تیار کر رکھا ہے: اس کا اندازہ خود کر لیجیے اور پہلی دو جنتوں کے بارے فرمایا کہ: "ان میں ایسی عورتیں ہیں جو نگاہیں نیچی رکھنے والی ہیں اور نرمی و ملائمیت اور چمک میں ایسی جس طرح یاقوت اور لعل ہوں' اب فرق دونوں میں تم خود دیکھ سکتے ہو کہ ایک طرف وہ عورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا ہے اور دوسری طرف کی عورتوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ نگاہیں نیچی رکھنے والیاں ہیں' فرق واضح ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ۞ (الرحمٰن:٧٢) حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین ۞

اور پہلی دونوں جنتوں کی عورتوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ (الرحمٰن:٥٦)

ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتیں' ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے ۝

ان کے متعلق یہ بیان نہیں فرمایا کہ پردہ نشین ہیں جو اس چیز کی دلیل ہے کہ پردہ نشین عورتوں کا مرتبہ ان سے اعلیٰ و برتر ہے۔

حور کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے جس میں ہے کہ عرش سے رحمت کی بارش برسی۔ چنانچہ بارانِ رحمت کے قطروں سے اللہ تعالیٰ نے حوروں کو پیدا فرمایا' پھر ہر ایک حور کے لیے وہاں دریاؤں کے کناروں پر ایک ایک خیمہ نصب کر دیا گیا جس کی وسعت اور کشادگی چالیس' چالیس (۴۰' ۴۰) میل کے برابر ہے اور ان خیموں میں کوئی دروازہ نہیں رکھا گیا ہے یہاں تک کہ اللہ کے دوست ان خیموں میں قیامت کے دن فروکش ہوں گے تو اس وقت خیمہ پھٹے گا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس میں راستہ کے لیے دروازہ بن جائے گا اور ایسا اس لیے کیا جائے گا تا کہ اللہ کے دوست جان لیں کہ مخلوق میں فرشتوں اور خدام کی نظریں ان پر کبھی نہیں پڑی ہیں اور وہ ہمیشہ سے ان خیموں میں بند رہی ہیں' نہ انہوں نے کسی کو اس سے پہلے دیکھا ہے اور نہ کسی نے ان کو دیکھا۔

پھر ارشاد فرمایا:

مُتَّكِـِٔينَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ (الرحمٰن:٧٦)

تکیہ لگائے سبز بچھونوں پر ۝

لفظ "رفرف" کی تحقیق

"رفرف" خیمے کے دامن' زرہ کے کنارے' جھالر اور کپڑے کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو خیموں کے زیریں حصہ پر سیا جاتا ہے۔ نیز پرندے کے پھڑ پھڑانے کو بھی کہتے ہیں' اسی طرح اس کا معنیٰ اوپر نیچے اور دائیں بائیں جھومنا اور جھولنا بھی آتے ہیں۔

حکیم ترمذی کہتے ہیں: "رفرف" تخت سے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور وہاں بالائی حصہ کی ذوجنتوں کی تعریف میں بیان فرمایا تھا۔

مُتَّكِـِٔينَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ (الرحمٰن:٥٤)

اور ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استر قنادیز کا ہوگا۔

اور یہاں فرمایا ہے:

"مُتَّكِـِٔينَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ"۔ (الرحمٰن:٧٦) اور رفرف وہ چیز ہے جس پر اللہ کے دوست قرار سے بیٹھیں گے۔ اور جب ٹھیک ہو کر بیٹھ چکیں گے تو وہ ان کو لے کر پرواز کر جائے گا اور اس میں اس طرح لذت اور راحت محسوس ہوگی جس طرح جھولے میں بیٹھنے والے کو محسوس ہوتی ہے۔

سفرِ معراج اور رفرف کی سواری

حدیث مبارک میں وارد ہے کہ حضور پُر نور ﷺ معراج کے موقع پر جب سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو وہاں اس مقام پر حضرت جبریل آپ کے پاس رفرف لائے۔ آپ ﷺ نے وہاں سے رفرف پر سوار ہو کر عرش تک کا سفر اسی پرواز کے ذریعے فرمایا تھا۔ حضور ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ رفرف کبھی بہت بلندی پر پرواز کرتا اور کبھی اس کی پرواز نیچی ہوتی۔ یہاں تک اسی طرح اونچی نیچی پرواز کرتے ہوئے اس نے مجھے بارگاہِ قدس میں یعنی میرے رب کے پاس مجھے پہنچایا اور وہاں جا کر رُک گیا' پھر جب واپسی ہوئی تو اب بھی اسی طرح اونچی اور کبھی نیچی پرواز کے ساتھ رفرف کے ذریعے میں حضرت جبریل علیہ السلام کے پاس پہنچا اور میں نے دیکھا کہ جبریل رو رہے ہیں اور با آواز بلند اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ''رفرف'' بارگاہِ قدس کے خدام میں سے ایک خادم خاص کا نام ہے جس کے سپرد مقامِ قرب ودنیٰ میں خاص کام ہیں۔ جس طرح کہ براق ایک سواری ہے جو ایک مخصوص زمین اور منطقہ میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سواری کے لیے مخصوص ہے اسی طرح رفرف کو بھی اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے مخصوص اور مسخر فرما دیا ہے جو اس سے ڈرنے والے ہیں۔ چنانچہ رفرف وہ سواری ہے جس پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے سوار ہو کر اور ٹیک لگا کر جنت کی نہروں کے کناروں پر سیر کریں گے اور اپنی خوبصورت' حسین وجمیل جنتی بیویوں کے خیموں تک جائیں گے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ○ (الرحمٰن:٧٦) اور منقش خوبصورت چاندیوں پر (تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے)○

لفظ ''عبقری'' کے معنیٰ کی تحقیق

''عبقری' 'خوبصورت منقش بچھونے کا نام ہے اور قابلِ غور چیز یہ ہے کہ جس کو خالقِ نقوش خود خوبصورت فرمائے اس کی خوبصورتی کا کیا عالم ہوگا؟

عبقری کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ یمن کے مضافات میں ایک قصبہ ہے جہاں پر نقش دار خوبصورت چادریں اور بچھونے تیار ہوتے ہیں۔ بہرکیف بالائی اور زیریں حصوں کی دونوں جنتوں کے درمیان وہاں کے سامان' انعامات اور خدام وغیرہ کے لحاظ سے ان دونوں کے درمیان تفاوت اور فرق معلوم ہو گیا۔

جنتیں سات ہیں یا چار؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ایک سوال یہ اُٹھا رہے ہیں کہ اللہ پاک و برتر اس مقام پر ارشاد فرما رہا ہے: ''ولمن خاف مقام ربه جنتان'' اور پھر ارشاد فرماتا ہے: ''ومن دونهما جنتان'' تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنتیں چار ہیں نہ کہ سات' اس کی پوری تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے بیان ہوگی۔

جنت کی نعمتوں، اس کی صفات اور جنتیوں کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:) میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا" ان نعمتوں کا ذکر چھوڑو جن پر اللہ نے تمہیں مطلع کر دیا ہے۔

(صحیح بخاری ج ٨ ص ٥١٦، صحیح مسلم ج ١٧ ص ١٦٦، ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٢٨، مسند احمد ج ٢ ص ٤٩٥، الدارمی ج ٢ ص ٣٣٥ الحمیدی رقم الحدیث: ١١٣٣، ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ٢٧٣، البغوی ج ١٥ ص ٢٠٩، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ٢٠٨٧٤)

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (السجدۃ: ١٧)

سو کسی انسان کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے ○

جنت کی تیاری کرو

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابہ سے ارشاد فرمایا: "کیا جنت کے لیے کوئی تیاری نہیں کرتا وہ جنت جو بے نظیر ہے؟۔ رب کعبہ کی قسم! جنت میں چمکتا ہوا نور، جھومتے ہوئے پھول، مضبوط اور بلند محل، جاری نہریں اور وافر پکے ہوئے پھل، میوے ہیں۔ حسین و جمیل بیویاں اور ملبوسات کی بہتات ہے، وہ ایسا مقام ہے جہاں ہمیشہ تازگی اور بہار ہے، بڑا بلند محل ہے جو رونق اور سلامتی کا گہوارہ ہے۔" صحابہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اس کے لیے کمر بستہ ہونے کو تیار ہیں" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "انشاء اللہ کہو" پھر آپ نے جہاد کا ذکر کیا اور جہاد کرنے کی ترغیب دلائی۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٣٢، ابن ابوداؤد رقم الحدیث: ٧١، البغوی ج ١٥ ص ٢٢٤، ابن حبان ج ٩ ص ٢٣٨)

جنت اور دوسری مخلوق کے مادۂ تخلیق کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی؟" آپ نے فرمایا: "پانی سے" میں نے پوچھا: "جنت کس چیز سے بنائی گئی؟" آپ نے فرمایا: "چاندی اور سونے کی اینٹوں سے اور اس کا سیمنٹ مسالہ نہایت خوشبودار مشک ہے اور کنکریٹ و ماربل موتی اور لعل ہیں اور مٹی کی جگہ زعفران استعمال ہوا ہے، جو اس میں داخل ہوگا نعمتوں میں رہے گا، کبھی مایوس نہ ہوگا۔ ہمیشہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی نہ ان کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ ہی جوانی ختم ہوگی۔" (ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٢٦، مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٥، الدارمی ج ٢ ص ٣٣٣، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ١٥٨٠٢، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ٥٦٣٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ جب ہم

آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہوتے ہیں' ہم زہد وتقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ہم یاد آخرت کرنے والوں میں سے ہوتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں سے مانوس ہوتے ہیں اور اولاد سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دل بدل جاتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسی حالت میں رہو جس طرح میرے پاس سے جاتے ہوتو فرشتے تمہارے گھروں میں تم سے ملاقات کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک نئی مخلوق لے آئے گا تاکہ وہ گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۵' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۵۰' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۵۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ! جنت کس چیز سے بنی ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی اور اس کا پلستر وگارا خوشبودار مشک ہے اور اس کا ماربل اور کنکریٹ موتی اور یاقوت ہیں اور مٹی زعفران ہے' جو اس میں داخل ہوگا کبھی مایوس نہ ہوگا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کو موت نہیں آئے گی نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ جوانی ختم ہوگی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۵' الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۵۰' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۵۸۳)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا: ''جنت کی مٹی کیسی ہے؟'' اس نے کہا: ''یا ابا القاسم (ﷺ)! باریک' سفید مشک کی طرح'' آپ نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا ہے''۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد نے نبی ﷺ سے جنت کی مٹی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: نرم وملائم سفید' خالص مشک کی طرح ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۲' مسند احمد ج ۳ ص ۶۱' ۴' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۸۰۳)

جنت کی دیواروں اور سیڑھیوں کا بیان

ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت کی دیواریں چاندی اور سونے کی اینٹوں سے اور اس کی سیڑھیاں یاقوت اور لؤلؤ موتیوں کی بنی ہوئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم یہ بات بیان کرتے تھے کہ جنت کی مٹی زعفران جیسی ہے اور اس کا فرش موتیوں سے سجایا گیا ہے۔

(عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۷۵' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۵۲' البغوی ج ۱۵ ص ۲۲۸)

جنت کی نہروں' پہاڑوں اور دنیا میں ان کے حصوں اور شاخوں کے پائے جانے کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ	احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے' اس میں ایسی پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے

يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ . (محمد:۱۵)

دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلا اور نہریں ایسی شراب جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسی شہد کی نہریں ہیں صاف کیا گیا ہے۔

مروی ہے کہ یہ نہریں کھائیوں کے بغیر جاری ہیں اور گہرائی نہ ہونے کے باوجود ہموار سطح پر بھی سیدھی رواں دواں ہوں گی' قدرتِ الٰہی سے کنٹرول میں رہ کر جاری ہیں۔

نہروں کا نقطہٴ آغاز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں نہریں مشک کے ٹیلوں یا پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔ (ابن حبان صحیحہ ج۹ص۲۴۹' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۱۵۸۰۵' عبدالرزاق ج۱۱ص۴۱۶)

دنیا میں جنت کی بارہ (۱۲) چیزوں کے ہونے کا بیان

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا میں چار پہاڑ' چار نہریں اور چار میدان' جنت کے ہیں۔'' عرض کیا گیا: ''پہاڑ کون سے ہیں جو (دراصل) جنت کے ہیں؟'' فرمایا: ''احد پہاڑ کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ کوہِ طور' کوہِ لبنان اور جودی پہاڑ اور وہ چار نہریں (جو دنیا میں بہتی ہیں اور ان کے ڈانڈے جنت سے ملتے ہیں) یہ ہیں' نہر نیل' نہر فرات' سیحان اور نہر جیحان ہے۔'' (الطبرانی ج۷اص۱۸' الہیثمی المجمع ج۴ص۱۴' کنزالعمال رقم الحدیث:۳۵۱۲۱)

چار میدانوں کا بیان

میدانِ بدر' میدانِ اُحد' میدانِ خندق اور میدانِ خیبر (یہ چاروں میدان جنت میں سے ہیں)۔

اسی مذکورہ بالا سند سے مروی ہے' کثیر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے' جب آپ نے پہلی جنگ ابواء میں لڑی یہاں تک کہ جب روحاء میں پہنچے تو حضور ﷺ نے ''عرقِ الظبیہ'' کے میدان میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں فروکش ہونے کے بعد آپ نے نماز پڑھائی' پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ: ''کیا تم جانتے ہو اس پہاڑ کا نام کیا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ گرین ہل'' (یعنی سرسبز و شاداب پہاڑ) جنت کے پہاڑوں میں سے ہے'' اور آپ نے دعا فرمائی: ''یا اللہ! اس پہاڑ اور اس کے پاس بسنے والوں کو برکت عطا فرما'' اور میدانِ روحاء کے متعلق ارشاد فرمایا: ''یہ جنت کی وادیوں میں سے ہے'' اور فرمایا کہ: ''اس مسجد میں مجھ سے پہلے ستر (۷۰) انبیاء کرام علیہم السلام نماز پڑھ چکے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دوقطونی چادریں زیب تن کیے اپنی سرخ رنگ کی اونٹنی پر سوار ستر (۷۰) ہزار اسرائیلیوں کے ساتھ اسی وادی روحاء سے گزرے تھے حتیٰ کہ وہ اللہ کے پرانے گھر (خانہ کعبہ) میں حاضر ہوئے۔''

(موضوع' الہیثمی المجمع الزوائد ج۶ص۶۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جنت میں ایک

پانی کا سمندر ہے اور ایک دودھ کا سمندر ہے اور ایک شہد کا سمندر ہے اور ایک شراب کا سمندر ہے پھر ان (جھیلوں اور ڈیموں) سے دریا نکلتے ہیں۔'' ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۱، مسند احمد ج ۵ ص ۵، ابن حبان ج ۹ ص ۲۴۹، الدارمی ج ۲ ص ۳۳۷، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۰۴-۲۰۵، ابن ابی داوٗد والبعث رقم الحدیث: ۷۰)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دریائے سیحان' دریائے جیحان' دریائے نیل اور فرات تمام جنت کی نہروں سے نکلتے ہیں۔'' حضرت کعب احبار کی روایت ہے' انہوں نے بیان کیا کہ: ''دریائے دجلہ جنت کی نہر ہے اور نہر فرات اہلِ جنت کی دودھ کی نہر ہے اور دریائے نیل ان کی شراب کی نہر ہے اور نہر سیحان ان کی شہد کی نہر ہے اور یہ چاروں نہریں نہر کوثر سے نکلتی ہیں۔''

(صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۹، الخطیب ج ۱ ص ۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معراج کے موقع پر حضور ﷺ نے آسمان دنیا میں دو نہریں مشاہدہ فرمائیں جو جاری ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا: ''اے جبریل! یہ دو نہریں کون سی ہیں؟'' حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: ''حضور! یہ دو نہریں دریائے نیل اور دریائے فرات کی اصل ہیں' ان دونوں کا سرچشمہ یہی ہیں'' پھر آپ نے آسمان سے گزرتے ہوئے ایک اور نہر دیکھی' اس کے کنارے پر ایک سبز پتھر سے بنا ہوا ایک موتی محل کھڑا ہے' آپ نے اس نہر میں ہاتھ داخل کر کے اس کی مٹی کا معائنہ فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت خوشبودار مشک کی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اے جبریل! یہ کون سی نہر ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کے لیے چھپا رکھی ہے۔''

قیامت کی نشانیاں

آخر زمانہ میں جب یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا' اس وقت ان نہروں کو اور اسی طرح قرآن مجید اور علم کو دنیا سے اُٹھا لیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے زمین پر پانچ نہریں (جنت سے) نازل فرمائی ہیں۔ سیحون اور وہ نہر ہند ہے۔ (۲) جیحون اور وہ نہر بلخ ہے اور دجلہ اور فرات' یہ دونوں عراق کی نہریں ہیں' نیل جو دریائے مصر ہے' یہ تمام نہریں اللہ تعالیٰ نے جنت کے سب سے نچلے درجے کے چشموں میں سے ایک ہی چشمہ سے نکالی ہیں۔ ان پانچ نہروں کو جبریل علیہ السلام اپنے دو پروں کے اوپر رکھ کر لائے اور ان پہاڑوں کے اوپر ودیعت رکھ دیا' پھر وہاں سے زمین میں جاری کر دیا جس میں انسانوں کے لیے بے شمار معاشی فوائد رکھے گئے ہیں''۔ (الخطیب التاریخ ج ۱ ص ۵۷، البغوی التفسیر ج ۵ ص ۴۴، الشوکانی فتح القدیر ج ۳ ص ۴۸۰)

اور یہی مطلب ہے اس آیتِ کریمہ کا جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي — اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا ایک اندازہ پر پھر

الْاَرْضِ ﴿۱۸﴾ (المومنون:۱۸) اسے زمین میں ٹھہرایا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''جب قوم یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل امین علیہ السلام کو بھیج کر زمین سے ان پانچوں نہروں کو آسمان کی طرف اُٹھوا لے گا اسی طرح قرآن مجید اور علم کو بھی اُٹھا لیا جائے گا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک کا کہ:

وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ اور بے شک ہم اس (پانی) کے لے جانے پر قادر ہیں ○

(المومنون:۱۸)

مؤلف فرماتے ہیں: ''جب زمین سے یہ چیزیں اُٹھالی جائیں گی تو دنیا والے دین' دنیا دونوں کی خیر و برکت اور بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔''

امام مسعودی سے روایت ہے' انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب نہرِ فرات کو لمبا کیا جا رہا تھا تو لوگوں نے لمبائی میں اس کی توسیع کو پسند نہیں کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: ''تم فرات کے دراز کرنے کو ناپسند نہ کرو' ایک زمانہ وہ بھی آئے گا جب اس نہرِ فرات سے لوگ ایک بالٹی بھر پانی تلاش کریں گے تو اتنا پانی بھی دستیاب نہ ہوگا اور ایسا اس زمانہ میں ہوگا جب تمام پانی اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے گا اور صرف ملکِ شام میں کہیں کہیں چشموں وغیرہ میں پانی باقی رہ جائے گا۔''

جنت کی نہریں کہاں سے پھوٹتی ہیں؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے' نماز پڑھتا ہے اور رمضان المبارک کے رُوزے رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنے وطن پیدائش میں بیٹھا رہا ہو۔'' (یعنی چاہے مہاجر ہو چاہے لوکل' دونوں جنتی ہیں) صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنا دیں؟'' آپ نے فرمایا: ''بے شک جنت کے سو درجے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے مجاہدوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں' ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ سو تم جب اللہ تعالیٰ سے طلب کرو تو جنت فردوس طلب کرو کیونکہ فردوس جنت کا درمیان ہے اور جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔'' (ابن ماجہ اور دوسرے محدثین نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے)

(صحیح بخاری ج٦ ص١١' ترمذی رقم الحدیث:٢٥٢٩' مسند احمد ج٢ ص٣٣٥' البیہقی ج٩ ص١٥٩' ابن حبان ج٣ ص١٢٢' ج٧ ص٦٤۔ ج٩ ص٢٤٢)

ابو حاتم بستی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اس حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ فردوس جنت کا اوسط ہے اس سے مراد ارتفاع اور بلندی ہے' حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا: ''الفردوس ربوۃ الجنۃ

واعلاھا وافضلھا وارفعھا" فردوس جنت کا بلند' سب سے درمیان کا اعلیٰ' افضل اور اونچا مقام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ فردوس کا اسم تمام جنت کو شامل ہے۔ جس طرح کہ جہنم پورے دوزخ کو شامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون کے شروع میں بعض اقوام کی تعریف فرمائی اور ان کے اوصاف بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: "هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O" (المومنون: ١٠-١١) یہی لوگ وارث ہیں O کہ فردوس کی میراث پائیں گے' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O

پھر دوبارہ سورۃ المعارج میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "اولئک فی جنّات مکرمون" () اس سے معلوم ہوا کہ فردوس جنتوں کا نام ہے ایک جنت کا نام نہیں ہے۔ حضرت وہب ابن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روایت کیا ہے۔

اہلِ جنت کے لباس' برتنوں اور مشروب کا بیان

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "جس شخص نے دنیا میں ریشم کا لباس پہنا اس کو آخرت میں ریشم کا لباس نصیب نہیں ہوگا اور جس شخص نے دنیا میں شراب پی اس کو آخرت میں شراب نصیب نہیں ہوگی اور جس شخص نے دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیا ہوگا اس کو آخرت میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینا میسر نہیں ہوگا۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے اہل جنت کے لباس' ان کے مشروب اور ان کے برتنوں کا ذکر فرمایا۔ (صحیح بخاری ج ١٠ ص ٢٨٤' ترمذی رقم الحدیث: ٢٨١٧' ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٥٨٨' مسند احمد ج ٦ ص ٤٣٠' الحاکم ج ٤ ص ١٩١' البیہقی ج ٢ ص ٤٢٢' ج ٣ ص ٢٧٠' ابن حبان ج ٧ ص ٣٩٦)

ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں تینوں چیزوں کا حکم یکساں بیان فرمایا ہے کہ جو شخص ان تین چیزوں کو دنیا میں استعمال کرتا ہے وہ آخرت میں ان سے محروم رہے گا تو سوال یہ ہے کہ جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا تو آیا پھر بھی شراب' سونے چاندی کے برتن اور ریشمی لباس سے محروم رکھا جائے گا؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ "ہاں!" اگر اس شخص نے ان سے توبہ نہیں کی تو وہ محروم رہے گا کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے' امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں شراب پی پھر اس نے شراب پینے سے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں شراب سے محروم رہے گا۔

(صحیح بخاری ج ١٠ ص ٣٠' صحیح مسلم ج ١٣ ص ١٧٣' نسائی ج ٨ ص ٣١٨' ترمذی رقم الحدیث: ١٨٦٤' ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٣٧٣' مسند احمد ج ٢ ص ١٩-٣٥' امام مالک ج ٢ ص ٨٤٦' البیہقی ج ٨ ص ٢٨٧)

اسی طرح ریشم پہننے والا اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے والا ہے کیونکہ اس شخص نے ایک تو اپنے اس حق کو جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آخرت میں دینے کے لیے مؤخر فرما رکھا تھا اس میں جلد بازی کی ہے اور دوسرے اس نے دنیا میں ایک ایسے کام کا ارتکاب کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام فرمایا تھا۔

ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا اور اگر وہ جنت میں داخل ہوگا تو دوسرے اہلِ جنت ریشم کا لباس پہنیں گے اور یہ دنیا میں ریشم پہننے والا اس سے محروم ہوگا۔'' اور حدیث اس بارے میں نص صریح ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(الطیالسی رقم الحدیث: ۲۲۱۷' الحاکم ج ۴ ص ۱۹۱' ابن حبان ج ۷ ص ۳۹۷' البغوی ج ۱۲ ص ۳۰' قال ابن حجر الفتح ج ۱۰ ص ۲۴۴)

اب اگر تو یہ الفاظ مبارکہ کہ:

''وان دخل الجنة لبسه أهل الجنة ولم يلبسه هو'' ''اور اگر وہ شخص (جو دنیا میں ریشم پہنتا تھا) جنت میں داخل ہوا تو دوسرے جنتی ریشم پہنیں گے لیکن یہ نہیں پہنے گا''۔

خود حضور ﷺ کے ہیں پھر تو بات نہایت واضح ہے اور لیکن اگر یہ راوی کا قول ہے جیسا کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے تو راوی حقیقت حال سے خوب واقف ہے اور پھر یہ کہ ایسی بات رائے اور قیاس سے نہیں کہی جا سکتی ہے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی بیان کی ہوگی۔

●●●-باب

جنت کے درختوں اور پھلوں کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا' اگر چاہو تو پڑھو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ (السجدۃ:۱۷) تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے۔

جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار اس کے سایہ میں ایک سو سال چلے گا تو پھر بھی ختم نہ ہوگا' اگر چاہو تو پڑھ لو:

وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ (الواقعہ:۳۰) اور ہمیشہ کے سائے میں ۝

اور جنت میں ایک لاٹھی کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے' اگر چاہو تو پڑھو:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (آل عمران:۱۸۵)

جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے ۝

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (صحیح بخاری ج ۸ ص ۵۱۶، صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۶۶، ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۵، الدارمی ج ۲ ص ۳۳۵، الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۳۳، ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۷۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۷۴، البغوی ج ۱۵ ص ۲۰۹)

ابن مبارک کی روایت ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں ایک سوار ستر (۷۰) یا فرمایا کہ سو (۱۰۰) سال چلتا رہے گا اور وہ درخت ہمیشہ رہنے والا ہے۔'' حضرت زیاد کہتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے (تو وہ سایہ ختم نہ ہو) اور چاہو تو پڑھو' وظل ممدود'' حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ حدیث پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ''یہ سچ ہے' قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ بن عمران پر تورات اُتاری اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر قرآن پاک نازل فرمایا ہے' اگر کوئی شخص چار یا پانچ سال کی عمر کے اونٹ پر سوار ہو کر اس درخت کی جڑ سے سفر شروع کرے تو اس کی شاخوں اور اس کے سایہ کے اختتام تک نہیں پہنچ پائے گا کہ اس کا اونٹ بوڑھا ہو کر گر جائے گا۔ یہ درخت اللہ تعالیٰ نے اپنے (بے کیف) دستِ قدرت سے لگایا ہے اور اس میں اپنے طرف سے روح ڈالی ہے اور اس کا احاطہ اور صحن جنت کی چار دیواری سے بھی پرے تک پھیلا ہوا ہے اور جنت کی تمام نہروں کا اصل سرچشمہ یہی درخت ہے' اسی درخت کے مُڈ اور جڑ سے سب نہریں پھوٹتی ہیں۔''

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۶۸، صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۱۹، ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۳، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۴، ج ۳ ص ۱۱۰، الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۸۰، ۱۱۳۱، ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۲۶، عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۷۶، ۲۰۸۷۷، ابن حبان ج ۹ ص ۲۵۰، ابن ابی داؤد البعث ص ۶۶، الدارمی ج ۲ ص ۳۳۸، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۰، البغوی ج ۱۵ ص ۲۰۷)

جنت کی بیری کا درخت کیسا ہے؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا۔ آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''سوار اس کی شاخوں کے سائے میں سو سال چل سکتا ہے'' یا (فرمایا) ''اس کے سائے میں سو سوار آرام کر سکتے ہیں۔'' (یحییٰ کو شک ہے) اس میں سونے کے آشیانے ہیں اور اس کے پھل مٹکوں جتنے ہیں۔ (یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے) (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۸، ج ۱۳ ص ۴۷۸، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۴، ترمذی ج ۸ ص ۵۶۳، تحفۃ الاشراف رقم الحدیث: ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، نسائی ج ۱ ص ۲۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸، ج ۴ ص ۲۰۸، ج ۱ ص ۲۵۷، ابن حبان ج ۹ ص ۲۵۱، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۸۱۲، البیہقی دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۷۶۔۳۸۲)

جنت کے پھلوں کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(معراج کے موقع پر) جب

ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو (میں نے مشاہدہ کیا کہ) اس کے بیر مٹکوں جتنے بڑے بڑے تھے اور اس بیری کے پتے ہاتھی کے کان جتنے تھے۔ اس بیری کے تنا سے چار نہریں نکلتی ہیں، دو نہریں زمین کی سطح پر جاری ہیں اور دو زیرِ زمین رواں ہیں۔" حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں: میں نے پوچھا: "اے جبریل! یہ کیسی نہریں ہیں؟" جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ زیرِ زمین دو نہریں ہیں جو جنت میں چلتی ہیں اور لیکن روئے زمین پر بہنے والی دو نہریں تو وہ نیل اور فرات ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث اسراء بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کو پیش کیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بیر (پھل کا نام) مٹکے جتنے جتنے ہیں اور اس بیری کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے ہیں اور اس کی جڑ سے چار نہریں پھوٹتی ہیں، دو نہریں زمین کے اوپر بہتی ہیں اور دو نہریں زیرِ زمین۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: "سدرۃ المنتہیٰ" "صبر الجنة" یعنی جنت کا کنارہ ہے، ابوعبیدہ نے کہا: اس کا بالائی حصہ ہے، اسی طرح "صبر کل شیئ" ہر چیز کے اعلیٰ کنارے کو "صبر" کہتے ہیں: اس کی جمع اصبار آتی ہے۔

نمر بن تولب باغ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

غرست وبا کرها الربیع زریمة ، و طفاء تملو ها الی ا صبا ر ها

"میں نے پودے لگائے اور صبح ہی اس پر بہار کی خوشگوار بارش برس گئی اور زمین کی پیاس بجھ گئی اور باغ پانی سے کناروں تک بھر گیا"

اصبار، صبر کی جمع ہے، اس کا معنیٰ کنارے ہیں، امام احمر نے کہا: "الصبر جانب الشئي" اس لفظ میں دو لغات آئی ہیں صبر اور بصر، جیسے کہتے ہیں جبذ اور جذب، اور ابوعبید نے کہا اور ابوعبیدہ کا قول بڑا تعجب خیز ہے "الی ان یکون فی اعلاها من ان یکون فی جانبها" یعنی اس کے اعلیٰ حصہ میں ہونے سے مراد اس کے جانب میں ہونا ہے۔

دیہاتیوں کے سوالات سے علمی فوائد

ابن مبارک کی روایت ہے:

حضرت سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے تھے کہ دیہاتیوں اور بادیہ نشیں حضرات کے سوالات کرنے اور مسائل پوچھنے سے ہمیں فائدہ ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں: "ایک دن ایک اعرابی (دیہاتی) بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک اذیت دینے والے اور ضرر رساں درخت کا ذکر فرمایا ہے اور میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں ہوگا کہ جس سے کسی اہلِ جنت کو کوئی تکلیف پہنچے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ کون سا درخت ہے؟" اس دیہاتی نے عرض کی: "بیری کا درخت کہ اس کے کانٹوں سے اذیت پہنچتی ہے" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا اللہ تعالیٰ نے

یہ نہیں فرمایا ہے کہ: "بغیر کانٹوں والی بیریوں میں" جنت کی بیری کے کانٹے دُور کر کے ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا گیا ہے اور اس میں ہر کانٹے کی جگہ پھل ہی نکلتا ہے' جنت کی بیری پر مختلف ذائقوں والے بہتر (۷۲) قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک قسم کا ذائقہ دوسرے سے الگ ہوگا۔" اس حدیث کو محدث ابو محمد عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۶۳' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۰۳' الہیثمی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۴)

امام عبدالرزاق نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

عتبہ بن عبد السلمی بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے جنت کے متعلق سوال کیا' آپ نے اس کے لیے حوض (کوثر) کا ذکر فرمایا' پھر اس نے عرض کیا: "جنت میں پھل ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! جنت میں ایک درخت ہے' اس کا نام طوبیٰ ہے" اس نے عرض کیا: "یارسول اللہ! ہماری زمین کا کون سا درخت اس طوبیٰ سے مشابہت رکھتا ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "تیری زمین کا کوئی درخت بھی اس طرح کا نہیں ہے۔" آپ نے اعرابی سے پوچھا کہ کبھی شام گئے ہو؟ وہاں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام جوزہ ہے (اخروٹ کے درخت کو بھی کہتے ہیں اور جوز ھندی ناریل کے درخت کو کہا جاتا ہے) جو اُگتا ہے تو تنے دار ہوتا ہے اور اس کا بالائی حصہ بیل کی طرح بچھا ہوا ہوتا ہے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! وہ درخت کتنا بڑا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جنت کا ایک درخت اتنا بڑا ہوگا کہ اگر تو اپنے گھر کے پالتو جوان اونٹ پر سوار ہو کر چلے تو اس کا پورا احاطہ کرنے سے پہلے ہی تیرا اونٹ بوڑھا ہو کر چلنے سے جواب دے جائے گا" پھر اس اعرابی نے سوال کیا: "کیا جنت میں انگور بھی ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" اس نے پوچھا کہ جنت کے انگوروں کا ایک گچھا کتنا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "ایک کوا مہینہ بھر اُڑتا رہے نہ کہیں بیٹھے اور نہ تھک کر عاجز ہو (یعنی مسلسل اُڑتا رہے) تو اتنا لمبا چوڑا وہ انگور کا گچھا ہوگا" اس نے پھر عرض کی: "یارسول اللہ! اس کا ایک دانہ کتنا بڑا ہوگا؟" آپ نے فرمایا: "تیرے باپ اور تیرے گھر والوں نے کبھی جوان اونٹ کو ذبح کیا ہو اور اس کی کھال خود اُتار کر کسی کو کہا ہو: اس کا ہمیں چرس بنا دو (بڑے سائز کا ڈول جو پوری کھال کا ہوتا ہے) یعنی اتنا بڑا ایک دانہ ہوگا"۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ! بے شک پھر تو اس میں ایک انگور سے ہی میں اور میرے تمام اہلِ خانہ شکم سیر ہو سکتے ہیں" آپ نے فرمایا: "ہاں بلکہ تیرا پورا قبیلہ اس سے سیر ہو جائے گا۔" (ابو عمر...... تمہید) (مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۳' ابن حبان ج ۹ ص ۲۵۱)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا' رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے (اس حدیث میں یہ ہے)...... صحابہ کرام نے عرض کیا: "یارسول اللہ! ہم نے (نماز میں) آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو لے رہے تھے' پھر ہم نے دیکھا کہ آپ لیتے لیتے رُک گئے؟" آپ نے فرمایا: "میں نے جنت کو دیکھا' میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا' اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے"۔ (صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۱۳)

ابن مبارک کی روایت ہے' حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

جنت کی کھجور جڑ سے شاخوں تک پھل سے لدی ہوئی ہے اور اس کے پھل مٹکوں جتنے ہیں' جب بھی اس کا پھل توڑا جائے گا اسی وقت اس کی جگہ دوبارہ پھل لگ جائے گا اور جنت کا پانی بغیر کھالوں کے بہتا ہے جنت کے پھلوں کے خوشے بارہ ہاتھ کی مقدار کے برابر ہوں گے۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں: میں نے اپنے شیخ حضرت ابوعبیدہ سے پوچھا کہ آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

درخت طوبیٰ کی کیفیت کا بیان

حضرت ابوامام باہلی بیان کرتے ہیں:

طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے' جنت کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں اس درخت کی شاخ نہ پہنچتی ہو اور کوئی خوبصورت پرندہ ایسا نہ ہوگا جس کا آشیانہ اس درخت کی شاخوں پر نہ ہو اور کوئی پھل ایسا نہ ہوگا جو طوبیٰ پر لگا ہوا نہ ہو۔

کیلا جنت کا پھل ہے

خطیب ابوبکر احمد روایت کرتے ہیں:

مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں کوئی پھل سوائے کیلے کے ایسا نہیں ہے جو جنت کے پھلوں جیسا ہو' کیلا ایک ایسا پھل ہے جس کو جنت کے پھلوں سے یہ مناسبت حاصل ہے کہ یہ ہر موسم میں گرمی ہو یا سردی مل جاتا ہے اور جنت کے پھلوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ط . (الرعد: ٣٥) اس کے میوے اور سایہ ہمیشہ ہے۔

مرض بواسیر کا پھل سے علاج

ابونصر امام قشیری اور امام ثعلبی دونوں اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں انجیر کا ہدیہ ایک بڑی پلیٹ میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا اور اپنے اصحاب سے فرمایا: ''کھاؤ'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں یہ کہوں کہ بے شک کوئی میوہ آسمان سے اُترا ہے تو اس انجیر کے متعلق کہوں گا کہ وہ یہ ہے کیونکہ جنت کے میوے بغیر گٹھلی کے ہوں گے'' پھر آپ نے فرمایا کہ انجیر کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کے لیے قطعی علاج ہے' اسی طرح انجیر کا استعمال نقرس کی مہلک ترین بیماری میں بھی مفید ہے۔''

تربوز کے فوائد

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: میں نے یہ روایت فقیہ امام محدث ابوالحسن علی بن خلف کوفی کے خود اپنے خط سے لکھی ہوئی دیکھی ہے' انہوں نے اپنی پوری سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یا علی! تربوز کھایا کرو اور تربوز کو ایک معمولی چیز نہ سمجھو' یہ بڑی عظیم نعمت ہے کیونکہ اس کا پانی اور اس کی مٹھاس دونوں جنت میں سے ہیں اور جو شخص بھی اس کو ایک بار کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ میں ستر دوائیں داخل فرماتا ہے اور ستر بیماریاں دُور فرما دیتا ہے

اور ہر لقمہ کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے اور دس گناہ اس کے مٹا دیتا ہے اور دس درجے بلند فرماتا ہے" (ابن الجوزی فی الموضوعات ج۲ص ۲۸۶)

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَنۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ ۝ (الصافات:۱۴۶) اور ہم نے اس پر کدو کا درخت اُگایا ۝

پھر آپ نے فرمایا:

"کدو اور تربوز جنت (کی ترکاریوں اور پھلوں) میں سے ہیں۔"

نوٹ: کدو کی بیل ہوتی ہے جو زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ کا معجزہ تھا' یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سایہ میں حضرت یونس علیہ السلام آرام کرتے تھے۔

جنتیوں کے لباس

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيَلۡبَسُوۡنَ ثِيَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ ۔ (الکہف:۳۱) اور سبز کریب اور قنا دیز کے کپڑے پہنیں گے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ۝ (الحج:۲۳) اور جنت میں ان کا لباس ریشم ہے ۝

حضرت امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ریشم کا ایک حلّہ ہدیہ کیا گیا۔ آپ کے اصحاب اس کو چھوتے تھے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے تھے' آپ نے فرمایا: "تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو؟ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ اچھے اور ملائم ہیں۔" (صحیح بخاری ج ۷ص ۱۲۲' صحیح مسلم ج۱۶ص ۲۲' ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۲۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۷' مسند احمد ج ۳ص ۲۰۹-۱۲۱)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: عطارد بن حاجب نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک کپڑا ہدیہ کیا جو دیباج ریشم کا تھا اور یہ عطارد بن حاجب کو بادشاہ کسریٰ نے پہننے کو دیا تھا' آپ ﷺ کے پاس لوگ اکٹھے ہو گئے اور اس کپڑے کو چھو چھو کر تعجب کرتے تھے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ کپڑا آپ پر آسمان سے نازل ہوا؟ آپ نے فرمایا: تم اس پر کیا تعجب کرتے ہو؟ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے و قدرت میں میری جان ہے' سعد بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے بھی زیادہ اچھے ہوں گے' پھر آپ نے فرمایا: اے لڑکے! اس کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور ہمارے لیے ان کے پاس سے النجانیہ کا کپڑا لے آؤ۔

جنتیوں کے لباس' سواری اور خورد و نوش کے سامان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ طوبیٰ سے فرمائے گا کہ میرے بندے کے لیے جس چیز کی وہ خواہش کرتا ہے' نکال دے۔ پس طوبیٰ درخت اس کے

لیے ایک گھوڑا نکال دے گا' بندہ جس طرح کا چاہے گا اس پر زین ڈالی ہوگی اور لگام بھی اور اگر بندہ اونٹنی کی سواری کی تمنا کرے گا تو اس کے لیے طوبیٰ سے بندے کی خواہش کے مطابق کجاوے اور مہار سمیت اونٹنی برآمد ہوگی' اسی طرح عمدہ سواریاں اور لباس اس درخت سے نکلیں گے۔'' (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۶۵)

ایک اعرابی نے عرض کی: ''یارسول اللہ! ہمیں جنتیوں کے لباس کے بارے میں بتائیے' کیا وہ مخلوق ہوں گے جو پیدا کیے جائیں گے یا ان کو بنا جائے گا؟'' نبی اکرم ﷺ خاموش رہے اور لوگ ہنس پڑے' آپ نے فرمایا: ''اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے؟ ایک علم نہ رکھنے والے شخص نے اہلِ علم سے پوچھ لیا ہے تو؟'' پھر ارشاد فرمایا: ''وہ جنت کے پھلوں سے نکلیں گے'' دوبار فرمایا' یا آپ نے تین (۳) مرتبہ فرمایا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۳)

جنت کے درخت کیسے ہوں گے؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔''

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۵' ابن حبان ج ۹ ص ۲۵۰' الخطیب رقم الحدیث ج ۵ ص ۱۰۸' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۵۵۲۳)

جنت کی کھجور اور اس کے پھل کا بیان

ابن مبارک کی روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جنت کی کھجور کے تنے سبز زمرد کے ہیں اور کھجوروں کے گچھے سونے کی طرح سرخ اور اس کی شاخیں ایسی (ملائم) کہ ان سے اہلِ جنت کی پوشاک (چھوٹے کپڑے بنیان' انڈرویئر وغیرہ) اور حلے بنائے جائیں گے اور اس کے پھل ڈول اور مٹکے جتنے ہوں گے اور کھجوریں رنگ میں دودھ سے زیادہ سفید' ذائقہ میں شہد سے زیادہ میٹھی اور مکھن سے زائد نرم ہوں گی اور ان میں گٹھلی نہیں ہوگی۔'' (الحاکم ج ۲ ص ۴۷۵-۴۷۶' البغوی ج ۱۵ ص ۲۲۱' المنذری الترغیب ج ۴ ص ۹۷۱)

ابوالفرج ابن جوزی کی روایت ہے' حضرت جریر بن عبداللہ بجلی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک لکڑی اپنے ہاتھ سے لے کر فرمایا: ''اے جریر! جنت میں اگر تو اس لکڑی کی مثل تلاش کرے گا تو نہیں پا سکے گا۔'' حضرت جریر کہتے ہیں' میں نے عرض کیا: ''(وہاں کی) کھجوریں اور درخت کہاں گئے؟'' آپ نے فرمایا: ''ان کی جڑیں موتیوں اور سونے کی ہوں گی اور اوپر پھل ہوگا۔''

جنت میں زراعت کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ حدیث بیان فرما رہے تھے اور ایک دیہاتی بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا' آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت میں سے ایک مرد اپنے رب (عزّ وجلّ) سے زراعت کے سلسلے میں اجازت طلب کرے گا تو رب کریم اس شخص سے ارشاد فرمائے گا: کیا تجھے تیری چاہت کے مطابق ساری نعمتیں نہیں ملی ہیں؟ وہ بندہ عرض

کرے گا: کیوں نہیں! اور لیکن میری پسند اور خواہش ہے کہ میں کھیتی باڑی کروں اور وہ فوراً تیار ہو اور بیج بوتے ہی چشم زدن میں اس کا اگنا' تنے کا استوار ہونا' فصل کا کاٹنا پایا جائے اور پیداوار اتنی زیادہ ہو کہ پہاڑ کی طرح اونچا ڈھیر لگا ہو پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے ابن آدم! یہ لو (تمہاری یہ خواہش بھی میں پوری فرماتا ہوں) اور حال یہ ہے کہ تمہارا پیٹ کوئی شے نہیں بھرتی (یعنی آدمی سیر نہیں ہوتا) دیہاتی نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ایسا تو آپ کسی قریشی یا انصاری کو ہی پائیں گے کیونکہ وہ زراعت پیشہ لوگ ہیں' باقی رہے ہم لوگ تو ہم تو بہر حال اصحاب زراعت نہیں ہیں' رسول اللہ ﷺ دیہاتی کی بات پر خوب ہنسے۔ (صحیح بخاری ج ١٣ ص ٤٨٧) (صحیح بخاری رقم الحدیث: ٢٣٤٨-٧٥١٩)

٦٣-جنت کے دروازے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ۔ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔ (الزمر: ٧٣)

جنت کے دروازوں کی تعداد اور ان کے نام

جنت کے آٹھ دروازے ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ مبارک ہے: جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ دعا پڑھے "اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ" اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ٣ ص ١١٨' مسند احمد ج ٤ ص ١٤٦-١٥٣' الحاکم ج ٢ ص ٣٩٩' ابن حبان ج ٢ ص ١٩٣)

بعض علماء سے ان دروازوں کی تعیین کا قول بھی منقول ہے' انہوں نے اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام مالک نے موطا میں اور امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مال میں سے ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو جنت میں اس کے لیے نداء کی جائے گی: اے اللہ کے بندے! یہ نیکی ہے پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اس کو "باب الصلوٰۃ" سے پکارا جائے گا اور جو مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو "باب الجہاد" سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ دینے والا ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے پکارا جائے گا۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے پکارے جانے کی ضرورت تو نہیں ہے' پھر بھی کیا کوئی ایسا شخص ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہوگے۔"

(صحیح مسلم: کتاب الزکوٰۃ) (صحیح بخاری ج ٤ ص ١١١' صحیح مسلم ج ٧ ص ١١٥' ترمذی رقم الحدیث: ٣٦٧٤' مسند احمد ج ٤ ص ٣٨٦' مؤطا امام مالک ج ٢ ص ٣٦٩' ابن حبان ج ١ ص ٢٦٣' البیہقی ج ٩ ص ١٧١)

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: امام مسلم کی اس روایت میں جنت کے چار دروازوں کا ذکر ہوا ہے۔

امام مسلم کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اپنی کتب میں بقیہ ابواب کا اضافہ کر کے آٹھ کا عدد مکمل کر دیا ہے۔ ان دروازوں کے نام یہ ہیں: باب التوبۃ، باب الکاظمین الغیظ، باب الراضین، الباب الأیمن، اس آخر الذکر دروازے سے وہ خوش نصیب داخل ہوں گے جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔

مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں جنت کے دروازوں کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے:

''باب محمد (اسی کا نام بابِ رحمت اور بابِ توبہ بھی ہے) یہ دروازہ جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے' کھلا ہوا ہے' اس کو کبھی بند نہیں کیا گیا اور جب سورج مغرب سے نکلے گا تو اس وقت سے اس کو بند کر دیا جائے گا اور پھر قیامت تک بند رکھا جائے گا اور دوسرے دروازے نیک کاموں کے لحاظ سے تقسیم کیے گئے ہیں' جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

باب الصلوٰۃ' باب الصوم' باب الزکوٰۃ' باب الصدقۃ' باب الحج' باب الجہاد' باب الصلۃ' باب العمرۃ۔ حکیم ترمذی کی روایت میں باب الحج' باب العمرہ اور صلہ رحمی کے باب کا اضافہ ہے' اس طرح جنت کے دروازوں کی تعداد گیارہ بنتی ہے۔

جنت کے دروازے تیرہ (۱۳) ہیں

امام ابوالحسن آجری ''کتاب النصیحۃ'' میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جنت کے ایک دروازے کا نام باب الضحیٰ ہے' جب قیامت کا دن ہوگا ایک نداء کرنے والا نداء کرے گا: ''وہ لوگ کہاں ہیں جو ہمیشہ چاشت کی نماز پڑھنے والے ہیں؟ اے چاشت کی نماز پر مدامت کرنے والو! یہ تمہارا دروازہ ہے۔ پس تم اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (الخطیب التاریخ ج ۱ص ۲۰۷' ۱۴-۲۰۷' ابن الجوزی العلل الواھیہ ج ۱ص ۴۶۸' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۱۸۸۹' السلسلۃ الضعیفۃ رقم الحدیث: ۳۹۲)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ہمارے لیے یہ بات بعید نہیں ہے کہ ہم جنت کا تیرہواں دروازہ ثابت کریں۔ ابوعیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں' سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت کا دروازہ جس سے وہ جنت میں داخل ہوگی' اس کی چوڑائی اتنی ہوگی کہ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تین دن چلتا رہے' پھر وہ لوگ اس دروازہ پر ہجوم کریں گے تو اژدہام کی وجہ سے قریب ہوگا کہ ان کے مونڈھے نکل جائیں''

امام ترمذی کہتے ہیں: میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا اور کہا: خالد بن ابی بکر کی سالم بن عبداللہ سے مرویات مناکیر ہوتی ہیں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۸' ابن الجوزی العلل الواھیہ رقم الحدیث: ۱۵۵۰' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۳۱۲)

اب اس لحاظ سے جنت کے دروازوں کی تعداد تیرہ (۱۳) بنتی ہے اور یہ دروازہ عام ہوگا کہ جس شخص پر کسی

خاص عمل کا غلبہ نہیں ہوگا اس کو اسی دروازہ سے بلایا جائے گا' اسی لیے اس دروازہ پر بہت رش اور بھیڑ ہوگی اور پھر ویسے یہ بھی گزر چکا ہے کہ جنت میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگی جو بھولے بھالے اور سادہ لوح ہوں گے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے (جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' جو شخص اس کلمہ کو سچے دل سے پڑھتا ہے قیامت کے دن اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے آٹھ (۸) دروازے کھول دیے جاتے ہیں' وہ جس سے چاہے داخل ہو۔

ثابت ہوتا ہے کہ جنت کے دروازے آٹھ سے زیادہ ہیں۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں نقل کیا ہے اور کہا: ''فتح لہ من ابواب الجنۃ'' اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے (آٹھ دروازے) کھول دیے جائیں گے اور ابوداؤد' نسائی اور ابن سنجر تینوں حضرات نے روایت کیا ہے ''فتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ' لیس فیھا ذکر '' ''من'' اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے' اُس روایت میں لفظ ''من'' نہیں ہے تو اس بناء پر جنت کے دروازوں کی تعداد آٹھ قرار پائی جیسا کہ علماء نے بیان کی ہے۔

مؤلف تذکرہ کا تبصرہ

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: میں کہتا ہوں کہ ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے توفیق بخشنے سے بیان کر دیا ہے کہ جنت کے دروازوں کی تعداد آٹھ سے زیادہ ہے' اور باقی رہا ''و فتحت ابوابھا'' میں واؤ کا ہونا تو یہ واؤ ثمانیہ کی ہے اور بے شک جنت کے دروازوں کا اسی طرح اور آٹھ دروازے ہونا (اور ۸+۸ سولہ دروازوں کا ہونا) تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں آتا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے' وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: '' هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ '' (الحشر: ۲۳)

اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ کے آٹھ اسماء حسنیٰ (۱- ملک ۲- قدوس ۳- سلام ۴- مومن ۵- مھیمن ۶- عزیز ۷- جبّار ۸- متکبر) ذکر ہوئے ہیں اور آٹھواں اسم مبارک متکبر ہے اور وہ واؤ سے خالی ہے یعنی اس سے قبل واؤ نہیں ہے' یہ مذکورہ بالا قول کے بطلان اور اس کے قول ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ہم نے الحمد للہ اس کی پوری تفصیل اپنی کتاب ''جامع احکام القرآن'' میں سورۂ براءت اور سورۃ الکھف میں بیان کر دی ہے۔

یہ تمام احادیث صحیحہ ہیں اور دلالت کرتی ہیں کہ جنت کے دروازے آٹھ سے زیادہ ہیں کیونکہ یہ ان کے علاوہ ہیں جن کا ذکر پہلے ہوا اور ان سب کو ملانے سے جنت کے دروازوں کی کل تعداد سولہ (۱۶) بنتی ہے والحمد للہ علی ذلک۔

جنت کے دروازوں کی وسعت کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

خالد بن عمیر سے کہ انہوں نے کہا کہ عتبہ بن غزوان نے جو بصرہ کے امیر تھے ہمیں ایک دن خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد انہوں نے ہم سے یہ بیان کیا کہ جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان چالیس (۴۰) سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ایک دن آئے گا کہ وہ بھیڑ سے کھچا کھچ بھرے ہوں گے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۰۲ مسند احمد ج ۵ ص ۳' ۴-۴' ۱۷۴' ۳-۲۹ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۴۲۱ ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۸۸۴ ابن حبان ج ۹ ص ۲۴۱ ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۷۵ ابن ابی داؤد البعث رقم الحدیث: ۶۰ الخطیب ج ۱ ص ۱۵۵ حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۰۵)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور پاک ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور مقامِ ہجر میں یا مکہ مکرمہ اور مقامِ بصریٰ میں۔'' (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

مسلمانوں کا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں داخل ہونا

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت میں سے ستر (۷۰) ہزار یا ستر لاکھ افراد جنت میں داخل ہوں گے۔ (راوی کو یاد نہیں سہل بن سعد نے ستر ہزار فرمایا یا ستر لاکھ) اور وہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر (کیکلی ڈالے) جنت میں داخل ہوں گے اس وقت تک پہلا شخص داخل نہیں ہوگا جب تک کہ ان میں سے آخری شخص جنت میں داخل نہ ہو جائے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔'' (صحیح مسلم: کتاب الایمان) (صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۲)

اچھے اخلاق کا صلہ

امام ابوالقاسم عبدالکریم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''التحبیر'' میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسنِ خلق اللہ عزوجل کی طرف سے صاحبِ خلق کی گردن میں ایک طوق (لاکٹ) ہے اور یہ ''طوق'' رحمت کی زنجیر کے ساتھ باندھا ہوا ہے اور یہ زنجیر جنت کے دروازے کے حلقہ اور کنڈی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اچھا اخلاق جہاں بھی ہو جنت کی زنجیر اچھے اخلاق (والے) کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور اس کو اسی دروازے سے جنت میں پہنچا دیتی ہے۔'' (الجوزی الموضوعات ج ۳ ص ۸۱)

برے اخلاق کا انجام

امام قشیری فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بداخلاقی اپنے صاحب کے گلے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا طوق ہوتا ہے جو عذابِ خداوندی کی زنجیر سے بندھا ہوا ہے اور وہ زنجیر دوزخ کے دروازے سے بندھی ہوئی ہے بداخلاق شخص جہاں بھی ہو وہ زنجیر اس کو کھینچ کر دوزخ میں لے آتی ہے۔'' (ابن جوزی الموضوعات ج ۳ ص ۸۱)

شادمان گیٹ کا بیان

صاحب الفردوس کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: ''جنت کے ایک دروازے کا نام شادمان گیٹ ہے' اس گیٹ سے وہی شخص جنت میں داخل ہو سکے گا جو بچوں کو خوش رکھتا ہے اور تفریح کراتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''عن النبی ﷺ قال للجنة باب یقال له الفرح لایدخل منه الامن فرح الصبیان''.

فصل

اس باب کی ایک حدیث مبارک میں آیا: ''من انفق زوجین فی سبیل الله'' جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا' اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس سے مراد کسی بھی چیز کا جوڑا ہے مثلاً دو دینار' دو درھم' جوتے' موزے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے دو چیزیں مراد ہیں' مثلاً ایک دینار اور ایک درہم' ایک درہم اور ایک کپڑا' ایک موزے اور ایک لگام علی ھذا القیاس۔ علامہ باجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد عمل ہو یعنی دو نمازیں مراد ہوں یا دو دن کے روزے مراد ہوں' علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے خیال میں پہلی تفسیر بہتر ہے کیونکہ وہ نبی مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے مروی ہے' امام آجری رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من انفق زوجین فی سبیل الله ابتدرته حجبة الجنة'' ثم قال: ''بعیرین' درھمین' قوسین' نعلین'' جس شخص نے اللہ کے راستہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا جنت کے دربان اس کے استقبال اور پذیرائی کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہوئے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے' پھر آپ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (جوڑا سے مراد) دو اونٹ' دو درھم' (دو روپے' دو ریال' دو ڈالر' دو پونڈ) دو کمانیں (دو رائفلیں' دو کلاشنکوفیں' دو میزائل) دو جوتے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس باب کی ایک حدیث مبارک میں جنت کے دروازوں کی وسعت اور کشادگی کی بابت جو مذکور ہوا تو اس سے مراد ہے کہ ممکن ہے بعض دروازوں کی وسعت اتنی ہو اور بعض کی اتنی ہو جیسا کہ احادیث میں وارد ہے لہٰذا ان کے درمیان کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ والحمد للہ

باب الریان کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے' اس دروازے سے دروزہ دار جنت میں داخل ہوں گے' جب آخری شخص داخل ہو جائے گا تو اس کے بعد وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا' پھر اس دروازے سے اور کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔ اسی طرح دوسرے دروازوں کو بھی متعلقہ افراد کے داخل ہو جانے کے بعد بند کر دیا جائے گا جو مخصوص اعمال کا غلبہ رکھنے

والوں کے نام منسوب ہیں مثلاً باب الصلوٰۃ اور باب الجہاد وغیرہ۔'' (صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۱۱' صحیح مسلم ج ۸ ص ۳۲' نسائی ج ۶ ص ۱۶۸' ترمذی رقم الحدیث: ۷۶۵' ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۹۰۲' ابن حبان ج ۵ ص ۱۷۸' البیہقی ج ۴ ص ۳۰۵' البغوی ج ۶ ص ۲۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ بعض خوش نصیب لوگ وہ بھی ہوں گے جن کو جنت کے سارے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ یہ محض ان عمل کرنے والوں کے اعزاز و اکرام کی خاطر ہوگا کہ انہوں نے تمام نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کے تمام دروازوں سے داخلہ کی اجازت مرحمت فرما کر ان کو عزت بخشی ہے' پھر وہ لوگ اس عمل کے نام والے دروازہ سے جنت میں جائیں گے جو کام انہوں نے سب کاموں کی نسبت زیادہ کیا ہوگا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟'' حضرت ابو بکر نے عرض کیا: ''میں!'' آپ نے فرمایا: ''آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا تھا؟'' حضرت ابو بکر نے کہا: ''میں!'' آپ نے فرمایا: ''آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟'' حضرت ابو بکر نے کہا: ''میں نے'' آپ نے پوچھا: ''آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟'' حضرت ابو بکر نے کہا: ''میں نے'' آپ نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ تمام کام جمع ہوں گے وہ ضرور جنت میں جائے گا۔''

(صحیح مسلم' ج اوّل' کتاب الزکوٰۃ) (صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۹' البیہقی ج ۴ ص ۱۸۹)

قرض دینے کا ثواب

ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) ایک شخص کو جنت کے دروازے پر لے جایا جائے گا' جب وہ اپنا سر اُٹھا کر دیکھے گا تو جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہوگا کہ صدقہ دینے کا ثواب دس (۱۰) گنا ہے اور قرض دینے کا ثواب اٹھارہ (۱۸) گنا ہے کیونکہ قرض وہی شخص مانگے گا جو حاجت مند ہے جبکہ صدقہ بسا اوقات کسی مال دار شخص کو بھی دے دیا جاتا ہے۔'' (الطیالسی رقم الحدیث: ۱۱۴۱)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی' میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ دینے کا ثواب دس (۱۰) گنا اور قرض کا اٹھارہ (۱۸) گنا ہے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ قرض کا درجہ صدقہ سے بڑھ گیا؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ سائل کے پاس مال ہوتا ہے اور پھر بھی سوال کرتا ہے لیکن قرض مانگنے والا حاجت کی بناء پر مانگتا ہے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۳۱)

جنت کے درجات کا بیان

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں' ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے' اس سے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں' جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت فردوس کا سوال کرو۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۱' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۹۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶' الحاکم ج ۱ ص ۸۰' ابن ابی داؤد البعث رقم الحدیث: ۶۱)

جنت کے درجات اور ان کی کیفیت

ابن وہب کی روایت ہے' عتبہ بن عبید ضبی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے کہا: ''یارسول اللہ! جنت میں کتنے درجے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''(جنت کے) سو درجے ہیں' ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ ان سو درجوں میں سے پہلے درجے کے گھر' کمرے' ان کی چھتیں' دروازے' پلنگ اور تالے سب چاندی کے بنے ہوئے ہیں اور دوسرے درجے میں مکان' کمرے' چھتیں' پلنگ' دروازے ان کے تالے سب سونے کے بنے ہوئے ہیں اور تیسرے درجہ کے مکان' کمرے' ان کی چھتیں' دروازے' پلنگ اور دروازوں کے تالے چٹخنیاں سب کچھ یاقوت' موتیوں' سبز پتھروں (ہیروں اور لعلوں) کے بنے ہوئے ہیں اور جنت کے ستانویں (۹۷) درجے ایسے ہیں کہ جن کا صرف اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔''

جنت کے ایک درجہ کی وسعت و کشادگی کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جنت میں سو درجے ہیں اور ایک ایک درجہ اتنا وسیع اور کشادہ ہے کہ اگر تمام جہان اس کے کسی ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو سما سکتے ہیں کہ اس میں اتنی گنجائش ہے۔'' (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۲)

قرآن مجید پڑھنے والوں کا مقام

ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) قرآن مجید پڑھنے والے کو کہا جائے گا: ''ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جاؤ اور چڑھتے جاؤ'' پس وہ شخص قرآن مجید جس قدر اس کو یاد ہوگا' پڑھے گا اور بلندی درجات کو طے کرتا ہوا آخری آیت کے پڑھنے تک چڑھتا رہے گا اور ہر ایک آیت پر ایک درجہ بلندی حاصل کرے گا۔'' (ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۶۴' ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۸۰' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۴۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۲' ۳-۴۰' الحاکم ج ۱ ص ۵۵۳' البغوی ج ۴ ص ۴۳۵' الآجری اخلاق اھل القرآن ص ۴۸-۴۹)

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب صاحب قرآن جنت

میں داخل ہوگا تو اسے کہا جائے گا کہ تو پڑھ اور چڑھ اور جس طرح تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید کو پڑھ کیونکہ تیری منزل وہاں ہے جس مقام پر تو آخری آیت پڑھے گا۔

جنت کے درجات چھ ہزار دو سو سولہ (٦٢١٦) ہیں

امام مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ابوحفص عمر بن عبدالمجید قرشی میانجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''الاختبار فی الملح من الاخبار والآثار'' میں روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے درجات قرآن مجید کی آیات کی تعداد کے مطابق ہیں۔ قرآن مجید کی ہر آیت کے مقابلہ میں جنت کا ایک درجہ ہے اور قرآن مجید کی آیات کی تعداد ٦ ہزار ٢ سو ١٦ ہے (لہٰذا جنت کے درجے بھی ٦٢١٦ ہوئے) اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے اور یہ سلسلہ اعلیٰ علیین تک پہنچتا ہے اور اعلیٰ علیین کے درجہ کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے ستر (٧٠) ہزار ستون ہیں اور تمام ستون یاقوت (سرخ پتھر) کے بنے ہوئے ہیں اور یاقوت کے ان ستونوں سے پھوٹنے والی روشنی کئی کئی دنوں اور راتوں کی مسافت دُور تک دکھائی دیتی ہے۔'' (الآجری اخلاق اھل لقرآن ص ٥٠)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''بے شک اللہ پاک کی آیات کی تعداد جنت کے درجات کی تعداد پر رکھی گئی ہے اور جنت میں داخل ہونے والوں میں سے کوئی اس شخص سے بہتر نہیں جو قرآن مجید پڑھنے والا ہے۔''

ضروری نوٹ:

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کے حاملین اور قارئین سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن پاک کے حلال اور حرام کے احکام کو جاننے والے اور اس کے احکام پر عمل کرنے والے ہیں کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ بعض وہ قرآن پڑھنے والے ہیں جن میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے جس میں ریاکاری اور خودسری کے طور پر قرآن مجید کو پڑھنے والوں کے بارے میں وعید کا بیان ہے۔''

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے قرآن مجید کو سیکھا اور سکھایا لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کیا اور قرآن مجید میں تحریف کی تو قرآن پاک اس شخص کے خلاف گواہی دے گا اور اس کو جہنم رسید کرے گا اور جس شخص نے قرآن مجید کو سیکھا اور اس کے احکام پر عمل کیا' قرآن مجید اس شخص کے حق میں گواہ بنے گا اور اس کے لیے جنت کی طرف رہنمائی کرے گا۔'' (کنز العمال رقم الحدیث: ٢٣٧٦)

قرآن مجید پڑھنے والے شخص کی مثال کیسی ہے؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مومن قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج (سنگترے) کی طرح ہے جس کی خوشبو پسندیدہ اور ذائقہ خوشگوار ہے اور جو مومن قرآن

مجید نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان (نازبو) کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے اور منافق جو قرآن مجید نہیں پڑھتا' اس کی مثال اندرائن (تمے) کی طرح ہے اس میں خوشبو نہیں ہے اور مزہ کڑوا ہے۔''

(صحیح بخاری ج۹ص۶۶' صحیح مسلم ج۶ ص۸۳' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۲۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۴' ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۵' مسند احمد ج۴ص۳۹۷-۴۰۴' ابن حبان ج۲ص۲۷' البیہقی ج۲ص۳۹۵' البغوی ج۴ص۴۳۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

قرآن مجید پڑھنے والے اور اس کے احکام پر عمل کرنے والے کے بارے میں سیر حاصل بحث ہم نے ''**التذکار فی فضل الاذکار**'' میں اور اسی طرح اپنی تفسیر ''جامع احکام القرآن'' کے مقدمہ میں کی ہے جو الحمدللہ کافی ووافی ہے' تاہم ایک بات کی طرف اشارہ کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا پہلے بھی گزر چکا ہے کہ جنت کے ایک سو ایک درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے تیار کر رکھے ہیں تو جہاد ان سو درجات کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور قرآن مجید کو پڑھنا بھی ان تمام درجات کے حصول کا ذریعہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے اور اپنے فضل اور احسان سے اس میں اخلاص کی دولت سے بہرہ ور فرمائے آمین۔

جنت کے بالاخانوں اور ان کے مستحقین کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ (الزمر:۲۰)

لیکن جو اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالاخانے ہیں' ان پر بالاخانے بنے۔

(یعنی جنت کے منازل رفیعہ جن کے اوپر اور ارفع منازل ہیں۔)

حدیث پاک میں جنت کے بالاخانوں کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتی لوگ جنت میں ایک دوسرے کے بالاخانے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہو۔''

(صحیح بخاری ج۱۱ص۴۱۶' صحیح مسلم ج۱۷ص۱۶۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۶' مسند احمد ج۵ص۳۴۰' ابن حبان ج۹ص۲۴۲' الدارمی ج۲ص۲۴۲' ابن ابی داؤد البعث رقم الحدیث: ۲-۳۰۷' طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۵۷۶۲)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتی لوگ اپنے اوپر بالاخانے کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں دور سے چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا وہ انبیاء کے منازل ہیں جن تک کوئی اور رسائی نہیں رکھتا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و

قدرت میں میری جان ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔"

(صحیح بخاری ج۱۱ص۴۱۶' صحیح مسلم ج۱۷ص۱۶۸' ترمذی رقم الحدیث:۲۵۵۶' مسند احمد ج۵ص۳۴۰' ابن حبان ج۹ص۲۴۲ الدارمی ج۲ص۲۴۲' ابن ابی داؤد والبعث رقم الحدیث:۷۲-۴۳' طبرانی الکبیر رقم الحدیث:۵۷۶۲)

حکیم ترمذی سے روایت ہے' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حسب ذیل آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا — ان کو جنت کا سب سے اونچا بالاخانہ انعام ملے گا' ان کے صبر کے بدلے۔ (الفرقان:۷۵)

اور ارشادِ خداوندی کہ:

وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ○ — اور وہ بالاخانوں میں امن وامان میں ہیں ○ (سباء:۳۷)

آپ نے فرمایا: "یہ بالاخانے یاقوت احمر یا سبز زبرجد یا سفید موتیوں کے بنے ہیں جن میں جوڑ توڑ نہیں ہے اور جنتی ان بالاخانوں سے ایک دوسرے کو اس طرح دیکھ سکیں گے جس طرح دُور آسمان میں مشرقی یا مغربی ستاروں کو دیکھا جا سکتا ہے اور بے شک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان میں سے ہیں اور وہ دونوں حضرات کے کمال کے کیا کہنے۔" (کنزالعمال رقم الحدیث:۳۲۶۴۹)

اللہ کے لیے محبت کرنے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرنے والے سرخ یاقوت کے منار اور ستون پر جلوہ گر ہوں گے جو ستر (۷۰) ہزار بالاخانوں کے سرے پر ہوگا' ان کے حسن کی وجہ سے اہلِ جنت پر اس طرح روشنی پڑے گی جس طرح دنیا والوں پر سورج کی روشنی پڑتی ہے اور جب ان لوگوں میں سے جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والے تھے' کوئی اہلِ جنت پر جھانکے گا تو ان کا حسن اہلِ جنت کو اس طرح چمکا دے گا جس طرح سورج دنیا والوں کو چمکا دیتا ہے۔ انہوں نے سبز سندس کے لباس زیب تن کیے ہوئے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہوگا: 'اللہ عزوجل کے لیے باہم محبت کرنے والے'۔" (کنزالعمال رقم الحدیث:۲۴۷۰۷)

امام ثعلبی روایت کرتے ہیں:

ابوعمران بن عمر بیان کرتے ہیں: "بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک علیین والے جنت کی طرف دیکھیں گے اور علیین والوں میں سے جب کوئی شخص جنت کی طرف جھانک کر دیکھے گا تو اس کے چہرے کی ضیاء کی وجہ سے جنت چمک اُٹھے گی' جنتی کہیں گے: "یہ روشنی کیسی ہے؟" انہیں کہا جائے گا کہ اہلِ علیین میں سے جو نیکوکار' طاعت شعار اور اہلِ صدق لوگ ہیں' ایک شخص نے تمہاری جنت کی طرف جھانک دیکھا ہے" (اور اس کے چہرے کی ضیاء پاشیوں سے جنت جگمگ' جگمگ کرنے لگی ہے)۔ (کنزالعمال رقم الحدیث:۳۲۶۵۱)

امام ثعلبی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے بالا خانوں والے علیین والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح آسمان کی بلندی پر روشن ستاروں کو دیکھتے ہیں اور بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ہیں اور دونوں کتنے صاحبِ کمال ہیں۔''

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۵۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۶' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷-۹۳-۹۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے نظر آتا ہے۔'' ایک اعرابی نے اُٹھ کر عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! یہ کس کے لیے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ اس کے لیے ہیں جس نے اچھی باتیں کیں' کھانا کھلایا' ہمیشہ روزہ رکھتا رہا اور رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوتے ہیں' اللہ کے لیے نماز پڑھی۔''

(ترمذی: ابواب صفۃ الجنۃ) (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳' ابن حبان ج ۱ ص ۳۶۲' الحاکم ج ۱ ص ۸۰-۳۲۱' ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۰۱' عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۴۱۹' الخطیب ج ۴ ص ۸۷' الزہد لھناد رقم الحدیث: ۱۲۳' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۲۱۱۹)

بالا خانوں والے کون لوگ ہیں؟

حافظ ابونعیم امام المحدثین رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے فرمانے لگے: ''کیا میں تمہیں جنت کے بالا خانوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! یارسول اللہ! بتایئے' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''جنت میں کچھ ایسے بالا خانے ہیں جو مختلف جواہر اور رنگ برنگے موتیوں سے بنے ہوئے ہیں' ان کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر نظر آتا ہے' ان میں ایسی نعمتیں' لذتیں اور سرور ہوگا جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! یہ بالا خانے کس کے لیے ہوں گے؟'' فرمایا: ''جو سلام پھیلاتے ہیں' کھانا کھلاتے ہیں' ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور رات کو نماز کے لیے اُٹھتے ہیں جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔''

(الترغیب والترہیب' ج ۴' ص ۵۱۱' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۵۶' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس بات کی طاقت کون رکھتا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''میری اُمت اس کی طاقت رکھتی ہے اور میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں کہ کس طرح وہ طاقت رکھتی ہے' جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات اور اسے سلام کہے تو اس نے سلام کو پھیلایا اور اسے رواج دیا ہے اور جو شخص اہل وعیال کو کھانا کھلائے حتیٰ کہ ان کو سیر کر دے تو اس نے کھانا کھلا دیا اور جس نے رمضان المبارک کے روزے اور ہر ماہ میں تین دن (تیرہ' چودہ' پندرہ تاریخ کو) روزے رکھے وہ گویا صائم الدھر ہے اور جس نے عشاء اور صبح کی نماز باجماعت پڑھی اس نے گویا رات بھر نماز پڑھی جب کہ لوگ سوئے ہوئے تھے اور لوگوں سے

مراد یہودی، عیسائی اور مجوسی ہیں۔'' (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۵۱۱، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۵۶، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۹)

ایک وہم کا ازالہ

اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے جنت کے اعلیٰ درجات اور بلند عمارتوں کا ذکر فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا: کیا یہ انبیاء و مرسلین کا مقام ہے جہاں تک کسی اور کی رسائی نہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟ اللہ کی قسم! یہاں وہ لوگ بھی پہنچ جائیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔'' (صحیح مسلم: کتاب صفۃ الجنۃ)

☆......اس پر اشکال یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے کا ذکر ہے اس کے علاوہ عمل صالح وغیرہ کا ذکر نہیں ہے تو اگر یہ بات ہے کہ صرف توحید و رسالت پر ایمان لانا ہی جنت کے اعلیٰ درجات کے حصول کے لیے کافی ہے تو پھر تو تمام موحدین مسلمین عامۃ الناس جنت کے اعلیٰ و ارفع مقامات میں ہوں گے اور سبھی بالا خانوں میں ہوں گے اور یہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی ہے کہ:

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا ۔ (الفرقان: ۷۵)

ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا، ان کے صبر کرنے کے بدلہ میں۔

اور صبر کرنا مقربین کی صفت ہے جو اپنے نفس کو قربان کرتے ہیں اور دل سے عبادت کرتے ہیں اور اپنے رب کے حضور حساب کے لیے کھڑے ہونے سے خائف اور لرزاں رہتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خالی توحید و رسالت پر ایمان لانے سے یہ انعام اور مقام حاصل نہیں ہوگا۔ اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ۝ (سبا: ۳۷)

اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی اور وہ بالا خانوں میں امن و امان سے ہیں ۝

اس آیتِ مبارکہ میں بھی بالا خانوں کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے ان منازل عالیہ اور بالا خانوں کو ایمان اور نیک کام کرکے ہی پایا جا سکتا ہے اور مال اور اولاد ان مقامات کے حصول کا سبب نہیں ہیں، پھر ان کے دوگنے انعام و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا مقام جنت کے بالا خانے ہیں۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ صرف ایمان کا ذکر کرنے اور اعمال کا ذکر نہ کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ اس انعام و ثواب کا ذریعہ اور سبب وہ ایمان ہے جو کامل ایمان ہے اور کامل ایمان وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تمام احکام کو دل سے قبول کیا جائے اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ جب ایک شخص توحید و رسالت پر کامل ایمان رکھتا ہے تو وہ شریعت کے تمام احکام کو بھی قبول کرتا ہے، پھر اس کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جس میں کسی قسم کے فساد اور بگاڑ کی آمیزش ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو شخص توحید و رسالت کی تصدیق کرتا ہے اور اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے تو اس کے ایمان لانے کا اس کے سوا تو کوئی معنیٰ نہیں ہے کہ وہ شخص تمام احکام پر عمل بھی کرنے والا ہو۔

اسی لیے علامہ اقبالؒ نے کہا ہے:

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

اور انہی کا دوسرا شعر یہ ہے کہ

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

(مترجم عفی عنہ)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ حکیم ترمذی کا بیان اس سلسلہ میں بہت واضح ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ (الدھر:٥)

بے شک نیکوکار لوگ اس جام سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش کی گئی ہے ۝

اور دوسری جگہ فرمایا:

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝ (الدھر (الانسان):١٧)

اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس میں (سونٹھ) ادرک ملا ہوا ہوگا ۝

اور فرمایا:

وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ (المطففین:٢٧-٢٨)

اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے ۝ وہ چشمہ جس سے مقربین بارگاہِ پیتے ہیں ۝

حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

قرآن مجید نے جب ابرار (نیکوکار لوگوں) اور مقربین دونوں کے مشروب (پینے) میں فرق رکھا ہے تو لامحالہ ان دونوں گروہوں کے مقامات اور منازل بھی ایک دوسرے سے جنت میں مختلف ہوں گے' ان کے اعمال اور ان کی عبادت و ریاضت کے تفاوت اور اختلاف کے لحاظ سے اور یہ انعام اور جنت کے درجات میں تفاوت کا ہونا اس حکمت کی بناء پر ہے تاکہ انسان عبادت اور فرماں برداری میں زیادہ سے زیادہ رغبت رکھے اور اس کا ذوقِ عبادت بڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۝ (المطففین:١٨)

بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچے محل علیین میں ہے ۝

انسان جب یہ سنتا ہے کہ ابرار (نیکوکار) اور مقربان بارگاہ کا یہ مقام و مرتبہ ہے کہ ان کو مقامِ صدق میں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا' وہ رحمٰن کے ہم نشیں ہوں گے تو اس کی کوشش عبادات میں اور طاعات میں بہت بڑھ جاتی

ہے اور وہ جدوجہد کرتا ہے تا کہ اصحاب علیین کا مقام اور مرتبہ پا سکے اور اسی طرح اللہ اصحاب یمین کے مرتبے کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ الی قولہ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍۙ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ (الحاقۃ:١٩-٢٢)

تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا' کہے گا: لو میرے نامۂ اعمال پڑھو ○ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا ○ تو وہ من مانتے چین میں ہے ○ بلند باغ میں ○

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"فاصحاب الیمین فی علو الجنان ایضا وجمعھا "عوالی" وجنات المقربین جمیعھا "علالی" واحداھن "علیۃ" بقول الشاعر۔

ألا یا عین ویحک أسعدینی بغزر الدمع فی ظلم اللیالی
لعلک فی القیامۃ أن تفوزی بخیر الدار فی تلک العلالی

"اے آنکھ! تو راتوں کی تاریکیوں میں (یادِ دوست میں) آنسو بہا کر مجھے (وصلِ دوست کی) سعادت سے بہرہ ور کر دے' اے آنکھ! تو اس امید پر اشکباری کر کہ خوفِ خدا میں رونے کی وجہ سے تو جنت کے سب سے اعلیٰ وارفع مقام میں بہترین محل کے حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لے (کہ جہاں سے تو اپنے مولائے کریم عزشانہ کے دیدار جان فزاء سے مشرف ہوتی رہے گی")

لفظ "عوالی" اور "علالی" کی تحقیق اور اصحابِ یمین اور مقربین کے مقام و مرتبہ میں فرق کا بیان

اصحابِ یمین بھی جنتوں کے بلند مقام پر فائز ہوں گے اور مقربین بھی اوّل الذکر مقام علو میں ہوں گے جس کی جمع "عوالی" آتی ہے "عالیہ" کا معنیٰ ہوتا ہے چیز کا بلند حصہ' اونچے اور بلند مقامات اور مقربین کی جنتیں اور باغات کو مقاماتِ "علالی" کہا جاتا ہے۔ "علالی" جمع ہے' اس کا واحد "علیۃ" آتا ہے "علیۃ" کا معنیٰ بالاخانہ ہے۔ غرضیکہ ہوں گے دونوں اعلیٰ وارفع مقام میں' فرق یہ ہوگا کہ اصحابِ یمین اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور مقربین اعلیٰ ترین مقام پر۔

مصنف نے کہا: لفظ "علیۃ" کی جمع "علالی" آتی ہے جس کا معنیٰ بالاخانے ہیں' پر استدلال کرتے ہوئے بطور استشہاد شاعر کے یہ اشعار پیش کیے ہیں۔

ستونوں اور چھتوں کے بغیر بالاخانوں کا بیان

امام ابوالقاسم شحامی روایت کرتے ہیں' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے نیچے ستون ہیں اور نہ اوپر چھتیں ہیں" عرض کیا گیا: "یارسول اللہ! ان میں لوگ کس طرح داخل ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "(اُڑ کر) جس طرح پرندے داخل

ہوتے ہیں" عرض کیا گیا: "یا رسول اللہ ﷺ! یہ بالاخانے کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "یہ بالاخانے ان لوگوں کے لیے ہیں جو (دنیا میں) بیماریوں، دُکھوں، دردوں اور آزمائشوں میں مبتلا رہے۔"

اللہ تعالیٰ کے لیے پیار محبت کرنے والوں کے قابلِ رشک مقام ومرتبہ اور فضیلت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن کچھ لوگوں کو لایا جائے گا جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ شہداء ہیں اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انہیں جو قدر و منزلت حاصل ہوگی اس پر انبیاء کرام اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے" صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف بلاتے تھے، صحابہ نے عرض کی: وہ کس طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف بلاتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے انہیں منع کرتے تھے پس جب لوگ ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں خلعت محبوبیّت سے نواز دے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۴۵، الحاکم ج ۴ ص ۱۷۰)

جنت کے حور و قصور اور دوسرے ساز و سامان کا بیان

امام آجری کتاب "النصیحۃ" میں روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسن کہتے ہیں: میں نے حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً ۔ (التوبہ:۷۲) اور پاکیزہ رہائش گاہیں۔

انہوں نے فرمایا: تو نے جاننے والوں سے دریافت کیا، ہم نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں موتیوں کے بنے ہوئے محلّات ہیں، ہر محل میں سرخ یاقوت کے ستّر گھر ہیں، ہر گھر میں سبز زمرد سے بنے ہوئے ستر کمرے ہیں، ہر کمرے میں ایک تخت ہے، ہر تخت پر ستر بچھونے ہیں جو مختلف رنگوں کے ہیں اور ہر بستر پر اس کی بیوی ہے جو حوروں میں سے ہے، ہر مکان میں ستّر دسترخوان ہیں، ہر دسترخوان پر ستّر قسم کے کھانے ہیں اور ہر مکان میں ستّر خدمت گار لڑکے اور لڑکیاں ہیں اور ہر مومن کو روزانہ ان سب عورتوں سے صحبت کی طاقت دی جائے گی۔ (ابن جوزی الموضوعات ج ۳ ص ۲۵۲، ابن عراق تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۳۸۲، العراقی تخریج الاحیاء ج ۴ ص ۵۳۷)

جنت کا موتی محل

ابن وہب روایت کرتے ہیں: حضرت ابن زید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو ایک ایسے محل میں لایا جائے گا جو ایک ہی بڑے موتی سے بنا ہوا ہے، اس "موتی محل" میں ستّر کمرے ہیں، ہر کمرے میں اس شخص کی ایک ایک بیوی ہوگی جو حوروں میں سے ہوگی، ہر کمرے میں ستّر دروازے ہوں گے، ہر دروازے سے جنت کی الگ الگ قسم کی خوشبو اس کمرے میں داخل ہوگی، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ (السجدۃ:١٧) تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے۔

باوضو رہنے اور نوافل کی فضیلت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں' حضرت بریدہ بن خصیب بیان کرتے ہیں:

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کے وقت حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا کہ اے بلال! تو کس عمل کے ذریعے میرے آگے آگے جنت میں پہنچ گیا؟ کیونکہ میں جب بھی جنت میں گیا ہوں میں نے اپنے آگے تیرے جوتوں کی آہٹ کو سنا ہے' پھر حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ اس کے بعد میں جنت میں ایک ایسے اونچے مربع شکل محل کے پاس آیا جو سونے کا بنا ہوا تھا' میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کے لیے ہے؟ فرشتوں نے بتایا کہ یہ محل ایک عربی کا ہے' میں نے کہا کہ میں بھی عربی ہوں یہ کس کے لیے ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ایک قریشی کے لیے ہے۔ حضور فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ میں بھی قریشی ہوں بتاؤ یہ کس قریشی کے لیے ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ امت محمد میں سے ایک شخص کے لیے ہے' آپ نے فرمایا کہ میں بھی امت محمد میں سے ہوں اور میں نے کہا کہ میں محمد ہوں بتاؤ کہ یہ محل کس کے لیے ہے؟ فرشتوں نے کہا: یہ محل عمر بن خطاب کے لیے ہے۔ حضرت بلال نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں جب بھی اذان کہتا ہوں اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھتا ہوں اور جب بھی بے وضو ہو جاتا ہوں تو فوراً وضو کرتا ہوں اور وضو کے بعد میں یہ سمجھنے لگتا ہوں کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے لیے دو رکعتیں پڑھنا لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (فضیلت) انہی دو رکعتوں کے سبب سے ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ٣٦٨٨-٣٦٨٩' مسند احمد ج ٣ ص ١٩١' ج ۵ ص ٣٥٤-٣٦٠' ابن حبان ج ١ ص ١٣٦)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا بیان

''قصر عمر فاروق''

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں گیا' وہاں میں نے ایک سونے کا محل دیکھا' میں نے پوچھا: یہ محل کس کے لیے ہے؟ فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا محل ہے۔

جنت میں محلات کے حصول کے لیے وسائل اور ذرائع کا بیان

امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں' حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جس شخص نے دس (١٠) مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھی اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کر دیا جاتا ہے اور جس شخص نے بیس (٢٠) مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھی اس کے لیے جنت میں دو محل بنائے جاتے ہیں اور جو شخص تیس (٣٠) مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھتا ہے اس کے لیے جنت میں تین محل تعمیر کیے جائیں گے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! تب تو ہمارے محلات بہت ہوں گے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی بہت زیادہ وسعت والا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۷' سنن الدارمی ج ۲ ص ۴۵۹' ابن السنی رقم الحدیث: ۶۸۷' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۵۸۹)

بیت الحمد

ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں' ابوسنان نے بیان کیا کہ میں اپنے بیٹے سنان کو دفن کرنے کے لیے قبرستان میں گیا' حضرت ابوطلحہ خولانی قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یعنی جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی وہ کیا کہتا تھا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ یارب! اس نے تیری حمد کی اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا' اللہ فرماتا ہے: اس کے لیے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو۔ (الطیالسی رقم الحدیث: ۵۰۹' البیہقی ج ۴ ص ۶۹)

ضروری نوٹ : اس باب کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! میں نے جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی' یہ حدیث صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۴ میں بھی ہے' اسی طرح صحیح مسلم میں بھی ہے تھوڑے سے الفاظ کے فرق کے ساتھ۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: اے بلال! مجھے وہ عمل بتلاؤ جس کی تمہیں اسلام میں سب سے زیادہ منفعت کی امید ہو' کیونکہ میں نے آج رات کو جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی ہے' حضرت بلال نے عرض کیا: میں نے اسلام میں ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کی منفعت کی مجھے زیادہ امید ہو' البتہ رات ہو یا دن جب میں مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو کے ساتھ اتنی رکعات نماز پڑھ لیتا ہوں جتنی نماز اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھ دی ہے۔

اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور دیگر معمولات اہل سنت پر ایک دلیل

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے فوائد بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے کسی عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے' کیونکہ حضرت بلال نے دخولِ جنت کا یہ مرتبہ اپنے اجتہاد اور استنباط سے حاصل کیا اور نبی کریم ﷺ نے اس کی تصویب فرمائی (اور یہ نہیں فرمایا کہ تم نے از خود ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کو کیوں مقرر کر لیا؟)۔

(حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۳ ص ۳۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

اس قیاس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر اذان سے کچھ وقفہ پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا' جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا' بارہ ربیع الاول کو حضور ﷺ کے میلاد پاک کی خوشی میں جلوس نکالنا اور محفل میلاد منعقد کرنا' موت کے تیسرے دن' چالیسویں دن اور ایک سال کے بعد صدقات وخیرات کا ایصال ثواب کرنا' ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال ثواب کرنا' ان تمام معمولات کے لیے جو اوقات علماء اور صالحین نے

اپنے اجتہاد سے مقرر کیے ہیں وہ اس حدیث کی روشنی میں جائز اور صحیح ہیں۔ امام بخاری کی حسب ذیل روایت سے بھی ان معمولات کی تائید حاصل ہوتی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: (دیکھیے صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد قباء میں انصار کا ایک شخص ان کی امامت کرتا تھا' وہ نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں میں سے جب بھی کسی سورت کو شروع کرتا تو قل هو الله احد سے شروع کرتا اور اس سے فارغ ہونے کے بعد کوئی اور سورۃ پڑھتا' وہ اس طرح ہر رکعت میں کرتا تھا' اس کے اصحاب نے اس سے کہا: تم اس سورۃ سے شروع کرتے ہو پھر اس کو کافی نہیں سمجھتے اور دوسری سورۃ پڑھتے ہو یا تم صرف اسی سورۃ کو پڑھو اور یا اس سورۃ کو چھوڑ دو اور کوئی اور سورۃ پڑھو' اس نے کہا: میں اس سورۃ کو ترک نہیں کروں گا' اگر تم کو میری امامت پسند ہو تو میں نماز پڑھاؤں گا اور اگر تم کو میری امامت پسند نہیں ہے تو مجھ کو چھوڑ دو' وہ لوگ اس شخص کے علاوہ کسی اور کو امام بنانا ناپسند کرتے تھے' کیونکہ ان کے خیال میں وہ ان سب سے افضل تھا' جب ان کے پاس نبی ﷺ آئے تو انہوں نے اس واقعہ کی خبر دی' آپ نے فرمایا: اے فلاں! تم کو اپنے ساتھیوں کی بات ماننے سے کیا چیز مانع ہے؟ اور اس سورۃ کو ہر رکعت میں لازماً پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اس سورۃ کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا۔

حضرت کلثوم بن ہدم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کی ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھنے کو لازم کر لیا اور یہ لزوم صرف قرآن مجید کی اس سورۃ سے محبت کی بناء پر تھا' رسول اللہ ﷺ نے اس عمل پر ان کو جنت کی بشارت دی' سو اسی نہج پر رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے اگر اہل سنت اذان سے کچھ وقفہ پہلے یا نماز کے بعد اعتقاد لزوم کے بغیر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو معمول بنا لیں تو وہ کب اس بشارت سے محروم ہوں گے! لیکن یہ تمام امور ادب اور محبت کے مظاہر ہیں' ان امور کو اسی درجہ میں رکھنا چاہیے اور کبھی کبھی ان امور کو قصداً ترک بھی کرنا چاہیے' تاکہ فرض اور واجب سے ان کا عملاً امتیاز قائم رہے' ہاں ان امور کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کرنا اور نہ کرنے والوں کو برا جاننا اور ان کو ملامت کرنا بدعت سیئہ اور بدعت ضلالہ ہے' جو مسلمان اتباع سنت کے جذبہ سے اذان سے پہلے یا بعد جہراً صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھتے کہ عہد رسالت اور عہدِ صحابہ میں یہ معمول نہیں تھا ان کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے ہاں جو لوگ بغض رسالت کی وجہ سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کو برا جانیں' برا کہیں' انہیں اہل بدعت سے تعبیر کریں اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے منع کریں اور آمادہ پیکار ہوں (جیسے وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ) ان کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے بایں ہمہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اذان سے کچھ وقفہ پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا جواز اور اجر و ثواب مسلّم ہے لیکن اذان دینے کا اصل اور افضل طریقہ وہی ہے جس طریقہ سے عہدِ رسالت میں اذان دی جاتی تھی۔

(ماخوذ از شرح اردو صحیح مسلم (علامہ غلام رسول سعیدی) ج ۲' ص ۱۱۷۳' فرید بک سٹال لاہور)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ‎ ‎ؕ'' (سورۃ واقعہ:٣٤) کی تفسیر

اور بلند بچھونوں میں تفسیر القرآن بالحدیث کا بیان

حدیث مبارک سے آیت کی تفسیر

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وفرش مرفوعة'' کے بارے میں روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ جتنے بلند ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٤٠' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ٥٦٣٤)

بعض علماء نے اس حدیث کا معنی یوں بیان کیا کہ اس سے درجات میں بچھے ہوئے بچھونوں کی بلندی مراد ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔

دوسری تفسیر

مؤلف تذکرہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مفسرین کا ایک قول اس کے بارے میں یہ بھی ہے کہ ''فُرُش'' جنتی عورتوں سے استعارہ ہے' اب اس صورت میں اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ جنتی عورتیں حسن و کمال میں بلند قدر ہیں اور محاورۂ عرب میں عورت کا استعارہ لفظِ لباس' ازار (تہبند)'' ''نعجه'' (دنبی) اور فرش (بستر) سے کیا جاتا ہے کیونکہ فرش (بستر) عورت کا مقام اور محل ہے' حدیث پاک میں ہے ''الولد للفراش و للعاهر الحجر''. (ترمذی ج٢)

اور لباس کے لفظ سے عورت کا استعارہ کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ . (البقرۃ:١٨٧) وہ عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں۔

اور ''نعجه'' کا لفظ بطور استعارہ عورت کے لیے استعمال کرنے کی مثال یہ آیت ہے:

اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ . (ص:٢٣) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی۔

٦٤-جنت کے خیموں اور بازاروں کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: مومن کے لیے جنت میں ایک کھوکھلے موتیوں کا خیمہ ہوگا' اس کا طول ساٹھ میل لمبا ہوگا' مومن کے اہل بھی اس میں رہیں گے' مومن ان کا چکر لگائے گا اور اس کے ہر کونے میں اہل ہوں گے جو دوسروں کو نہیں دیکھ سکیں گے' مومن ان سب کے پاس گھوم آئے گا۔ (صحیح مسلم ج٧' ص١٧٥)

جنت کا جمعہ بازار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو آیا کریں گے' پھر شمال کی ہوا چلے گی جس سے ان کے چہرے اور کپڑے بھر جائیں گے اور ان کا حسن اور جمال اور بڑھ جائے گا' پھر وہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تمہارا حسن اور جمال بہت زیادہ ہو گیا ہے' وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے بعد تمہارا حسن اور جمال بھی بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۷ص ۱۷۰' سنن الدارمی ج ۲ص ۳۳۹' البغوی ج ۱۵ص ۲۲۷)

جنت کے بازار

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم دونوں کو جنت کے بازار (مارکیٹ) میں اکٹھا کرے۔ حضرت سعید بن مسیّب نے پوچھا: کیا اس میں بازار ہوں گے؟ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: ''ہاں'' (ہوں گے) مجھے رسول کریم ﷺ نے بتایا کہ (جنت میں بازار ہوں گے) جنتی جب بازاروں میں داخل ہوں گے تو اپنے اعمال کی فضیلت کے مطابق اس میں اتریں گے (پھر دنیاوی جمعہ کے دن کے برابر وقت میں اجازت دی جائے گی تو یہ لوگ اپنے رب کی زیارت سے مشرّف ہوں گے' ان کے لیے عرش الٰہی ظاہر ہو گا اور اللہ تعالیٰ جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا' جنتیوں کے لیے منبر بچھائیں جائیں گے جو نور' موتی' یاقوت' زبرجد' سونے اور چاندی کے ہوں گے' ان میں سے ادنیٰ مشک اور کافور کے ٹیلے پر بیٹھیں گے اور وہاں کوئی شخص ادنیٰ نہیں ہو گا۔ (وہ کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو اپنے سے افضل نہیں سمجھیں گے) پھر انہوں نے طویل حدیث ذکر کی' آگے چل کر اس حدیث میں ہے: پھر ہم بازار میں آئیں گے جہاں فرشتے ہی فرشتے ہوں گے' ایسا بازار نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا ہو گا' جو چیز ہم چاہیں گے ہماری طرف اٹھائی جائے گی اور خرید و فروخت نہ ہو گی' اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلند مرتبے والا آگے بڑھ کر ادنیٰ مرتبے والے سے ملے گا اور وہاں کوئی ادنیٰ درجہ کا نہ ہو گا' وہ اس کا لباس دیکھ کر پریشان ہو جائے گا' ابھی ان کی گفتگو ختم ہو گی کہ اپنے جسم پر اس سے بھی خوبصورت لباس دیکھے گا یہ اس لیے کہ وہاں کسی کو رنج و غم نہ ہو گا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۶' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۴۷)

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں: میں ایک دن ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گیا' انہوں نے فرمایا: میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے' میں نے عرض کیا: کیا جنت میں بازار

ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو کر اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے مقیم ہو جائیں گے تو ایک جمعہ کے برابر دنیوی ایام میں سے انہیں (آرام کی) اجازت دی جائے گی پھر اللہ تعالیٰ کا انہیں دیدار کرایا جائے گا' ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا عرش ظاہر کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا۔

اہل جنت کے لیے نور' موتی' یاقوت' زبرجد' سونا اور چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے اور جو لوگ اہل جنت میں کم درجہ پر ہوں گے وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے لیکن یہ لوگ کرسی والوں کو اپنے سے افضل نہ سمجھیں گے بلکہ ہر ایک اپنے رتبہ کے لحاظ سے اپنے آپ کو افضل سمجھے گا۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کیا تم سورج کو یا چودھویں شب میں چاند کو دیکھتے ہوئے لڑائی کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو نہیں ہوتا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھنے میں جھگڑا نہ کرو گے' اس مجلس میں کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام نہ ہوگا بلکہ تم میں سے ہر شخص کو ارشاد ہوگا: اے فلانے! کیا تو فلاں فلاں عمل کو یاد رکھتا ہے جو تو نے دنیا میں کئے تھے؟ اس کو بعض لغزشیں بھی یاد دلائیں گے' وہ عرض کرے گا: اے خدا! کیا تو نے میرے گناہ معاف نہیں کیے؟ جواباً ارشاد ہوگا: کیوں نہیں' میری مغفرت کی وجہ سے تو تُو اس درجہ کو پہنچا ہے' یہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ ایک ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوگا اور اس سے ان پر ایسی خوشبو برسے گی جو انہوں نے کبھی سونگھی نہ تھی۔ پھر حکم ہوگا: اٹھو اور جو چیزیں میں نے تمہارے لیے تیار کی ہیں ان کو دیکھو اور جو جی چاہے لو۔

ابوہریرہ فرماتے ہیں: اس وقت ہم جنت کے باغوں میں جائیں گے جسے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا' اس میں وہ چیزیں نظر آئیں گی جو آنکھوں نے کبھی دیکھی نہ تھیں اور کانوں نے کبھی سنی نہ تھیں اور نہ دل پر ان کا کبھی خیال گزرا تھا۔ اس بازار میں سے ہمیں جس چیز کی خواہش ہوگی وہ ہمیں ملے گی' اس بازار میں خرید و فروخت نہ ہوگی اور اہل جنت آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے' ہم سے اگر کوئی ایسا شخص ملے گا جو ہم سے درجہ میں بڑا ہوگا اور اس کا لباس وغیرہ اس کم درجے والے سے اچھا ہوگا تو وہ اسے تعجب کی نظر سے دیکھے گا لیکن اس کے دیکھتے دیکھتے اس کا لباس اس بڑے درجہ والے سے عمدہ ہو جائے گا اور یہ صرف اس لیے ہوگا تاکہ جنت میں کوئی غمزدہ نہ ہو۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں: پھر ہم اپنے مقامات کو واپس آئیں گے' ہم سے ہماری بیویاں ملیں گی' وہ ہمیں مبارک باد دیں گی اور کہیں گی: آج تم اتنے خوبصورت ہو اور آج تم سے اتنی خوشبو آ رہی ہے کہ ہمارے پاس سے جاتے وقت نہ تو اتنے خوبصورت تھے نہ اتنی خوشبو آتی تھی' وہ جواب دیں گے: آج اللہ تعالیٰ نے ہم پر تجلی فرمائی ہے اور ہم میں اس کی تجلی سے ایسی ہی تبدیلی رونما ہونی چاہیے جو ہم میں ہوئی ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٤٩' ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٣٦' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ٥٦٤٧)

جنت میں آدمی جو چاہے اسی رُوپ میں ہو جائے گا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جہاں خرید فروخت نہ ہوگی وہاں مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی؛ جب کوئی آدمی کسی صورت کی خواہش کرے گا تو اس میں داخل ہو جائے گا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۰' ابن ابی شیبۃ ج ۱۳ ص ۱۰۰' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۵۲۳' ابن جوزی العلل الواھیۃ ج ۲ ص ۹۳۲' الموضوعات ج ۳ ص ۲۵۶' ابن عراق تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۳۸۳' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۱۸۹۴)

٦٥-جنت میں جنتیوں کا ایک دوسرے سے تعارف اور دنیا کے معاملات پر تبادلہ خیال کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جنت میں بازار ہیں جہاں خرید و فروخت نہیں ہوگی؛ جنتی جب جنت کے روح پرور مقامات پر پہنچ جائیں گے تو چمکدار موتیوں پر وہاں کی مٹی مشک ہوگی؛ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان باغات میں باہم متعارف ہوں گے اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کریں گے؛ دنیا کیسی تھی؟ رب کی عبادت کیسی تھی؟ اور دن کے روزے اور راتوں کے رتجگے کیسے تھے؟ دنیا کی امیری غریبی کیسی تھی؟ موت کیسے آئی اور ایک لمبی اور دراز آزمائشوں اور مشکلات سے گزر کر ہم کس طرح اہل جنت میں سے ہوئے ہیں (اس طرح کے امور پر وہ آپس میں بات چیت کریں گے)۔

جنت میں داخلہ پاسپورٹ کے بغیر نہ ہوگا

خطیب ابوبکر احمد بن علی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی شخص پاسپورٹ کے بغیر داخل نہ ہوگا اور وہ پاسپورٹ یہ ہوگا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھت ہے فلاں بن فلاں کے لیے" داخل ہو جاؤ بلند جنت میں؛ اس کے پھل قریب ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

(الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۹۱' الخطیب التاریخ ج ۷ ص ۹۵۔ ج ۵ ص ۵' ابن جوزی العلل الواھیۃ ج ۲ ص ۹۲۸)

نوٹ: جو لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے وہ پاسپورٹ سے مستثنیٰ ہیں۔

فقراء دوسرے لوگوں سے پہلے جنت میں جائیں گے

ابن مبارک کی روایت ہے؛ حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مجھے بتلائیے کہ قیامت کے دن کون لوگ اللہ تعالیٰ کے قرب میں بیٹھنے والے ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو خوفِ خدا رکھنے والے' عاجزی اور تواضع کرنے والے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں۔ پھر اس شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ لوگ سب

سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ہوں گے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "نہیں" اس شخص نے پوچھا کہ پھر سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: جنت میں تمام لوگوں سے پہلے فقراء سبقت کر کے پہنچیں گے، جب وہ جنت کے دروازے پر ہوں گے تو جنت سے فرشتے نکل کر آئیں گے اور فقراء سے کہیں گے کہ چلیے واپس پہلے حساب سے فارغ ہو کر آیئے۔ فقراء کہیں گے: ہمارا کس بات پر محاسبہ ہو گا؟ بخدا! ہمارے پاس تو دنیا میں مال نہیں تھا کہ جس میں کوئی سخاوت و بخل کرتے اور نہ ہم حکمران تھے کہ ہم انصاف اور ظلم کرنے والے ہوتے اور لیکن ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو سو ہم نے مرتے دم تک اسی کی عبادت کی ہے پس حکم ہو گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، عمل کرنے والوں کے لیے اچھا اجر و ثواب ہے۔

(ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ٢٨٣)

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: فقراء کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری مخلوق میں سے منتخب اور چنے ہوئے لوگ کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے: اے پروردگار! وہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: فقراء، صبر کرنے والے، میری تقدیر پر راضی رہنے والے، ان کو جنت میں لے چلو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پس فقراء اور نادار لوگ جنت میں داخل ہو کر کھائیں پئیں گے اور اغنیاء اور مالدار لوگ ہنوز حساب کتاب دینے میں سرگرداں ہوں گے۔

فقر کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص نے بارگاہِ رسالت ماب میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: سوچو! کیا کہہ رہے ہو، کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں آپ کا محب ہوں، اس نے تین مرتبہ اپنے محب رسول ہونے کو دھرایا، آپ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر کے لیے تیار ہو جا کیونکہ میرے چاہنے والوں کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری اور سرعت کے ساتھ آتا ہے جیسے پانی کا ریلہ اپنی منزل کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے۔

فقراء مہاجرین کے مالداروں، امیروں سے پہلے جنت میں داخل ہونے کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فقراء مہاجرین امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ٢٣٥١، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ٤١٠٤)

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال یعنی نصف دن پہلے داخل ہوں گے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٣٥٣، مسند احمد ج ٥ ص ٣٦٦، الخطیب ج ٥ ص ٣٤)

ایک دوسری سند سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان فقراء جنت میں اغنیاء سے نصف دن پہلے داخل ہوں گے اور وہ (نصف دن) پانچ سو سال کا ہوگا۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے) (ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۴ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۲۲ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶-۳۴۳-۴۵۱ ابن حبان ج ۲ ص ۴۴ ابن عبدالبر جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۲ الخطیب ج ۷ ص ۲۲۵ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۵۹ ج ۷ ص ۹۱ الزھد لھناد رقم الحدیث: ۵۸۹ الزھد لوکیع رقم الحدیث: ۱۴۳ الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۷۹۳۲)

امام عتبی اپنی کتاب ''عیون الاخبار'' میں حضرت ابودرداء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک فقراء مسلمین اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! نصف دن کی مقدار کتنی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پانچ سو سال۔ عرض کیا گیا کہ سال کتنے ماہ کا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پانچ سو ماہ کا۔ عرض کیا گیا: ایک ماہ کتنے دنوں کا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پانچ سو ایام کا' عرض کیا گیا کہ ایک دن کتنی مدت کا ہوگا؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: وہاں کا ایک دن تمہارے دنیا کے پانچ سو دنوں کے برابر ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فقراء مسلمین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۴ الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۴۴۰)

صحیح مسلم کی روایت ہے' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک فقراء مہاجرین اغنیاء سے قیامت کے دن چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۱۰ ابن حبان ج ۲ ص ۴۵-۴۶ سنن دارمی ج ۲ ص ۳۳۹)

مؤلف تذکرہ کی طرف سے اس باب کی احادیث پر تبصرہ

اس باب کی حدیث میں ہے: فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقراء اور اغنیاء مختلف الحال ہیں اور اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں۔ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور ترمذی میں ہے کہ فقراء مہاجرین پانچ سو سال پہلے جائیں گے اور یہ نصف دن ہے۔ نیز ترمذی میں یہ حدیث بھی ہے کہ فقراء مسلمین اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں جائیں گے اور وہ پانچ سو سال ہیں' اب احادیث میں دو اختلاف ہیں:

پہلا اختلاف

یہ ہے کہ ایک جگہ فقراء مہاجرین کا ذکر ہے اور دوسری جگہ فقراء یا فقراء مسلمین کا ذکر ہے۔

دوسرا اختلاف

یہ ہے کہ ایک جگہ چالیس سال کا ذکر ہے اور دوسری جگہ پانچ سو سال کا ذکر ہے۔

☆ علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ ان میں تطبیق کی صورت یہ بیان کرتے ہیں کہ جس حدیث میں فقراء کا ذکر ہے اس کو فقراء مسلمین پر محمول کر دیا جائے گا کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے۔

☆ اب فقراء مہاجرین اور فقراء مسلمین ان دو میں تعارض رہے گا' اس میں یہ تطبیق ہو گی کہ ہر دور کے فقراء اپنے دور کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے' عہد رسالت کے فقراء' فقراء مہاجرین تھے' ان کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا اور عمومی طور پر فقراء مسلمین کا ذکر کیا گیا۔

دوسرے اختلاف کی توجیہ

دوسرا اختلاف مدت کے بارے میں ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ اغنیاء دو قسم کے ہیں: نیکی میں سبقت کرنے والے اور اس کے غیر' پہلی قسم سے فقراء چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور دوسری قسم سے (غیر سبقت کرنے والے) پانچ سو سال پہلے' یعنی مہاجرین میں سے وہ جو نیکی میں سبقت کرنے والے ہیں ان اغنیاء سے جو نیکی میں سبقت کرنے والے ہیں چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور یہی فقراء مہاجرین جو نیکی میں سبقت کرنے والے ہیں ان اغنیاء سے جو نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے نہیں ہیں ان سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ ملاحظہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ووجه الجمع بينهما: ان يقال ان سباق الفقراء من المهاجرين يسبقون سباق الاغنياء منهم بأربعين خريفاً و غير سباق الأغنياء بخمسمائة عام.

فصل

بعض علماء نے اس باب کی احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فقیر' غنی سے افضل ہے (کیونکہ فقراء اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے) اس میں علماء کا اختلاف ہے اور انہوں نے اس بارے میں بہت طویل کلام کیا ہے اور علماء نے اس پر کتب اور رسائل تصنیف کیے ہیں اور ہر ایک نے اپنے مذہب پر دلیل دی ہے بہرحال یہ امر قریب الفہم ہے مشکل نہیں ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

امام ابوعلی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ غناء (مالدار ہونا) افضل ہے یا فقر (نادار ہونا)؟ انہوں نے فرمایا: غناء افضل ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ عز شانہ کا وصف ہے اور فقر مخلوق کا وصف ہے اور اللہ کی صفت مخلوق کی صفت سے افضل ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (الفاطر: ١٥)

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا ○

فقیر دراصل غلام ہی ہے اگرچہ اس کے پاس مال بھی ہو۔ آدمی حقیقت میں مالدار اور غنی تب ہوتا ہے جب اس کا تکیہ اور اعتماد اپنے مولیٰ کریم پر ہو اور اس کے سوا کسی پر بندے کی نظر نہ ہو لیکن اگر اس کا دل دنیا کی کسی چیز سے دل چسپی اور رغبت رکھتا ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ میں اس چیز کا محتاج ہوں تو وہ اس چیز کا غلام ہے۔ جیسا کہ امام بخاری اور دوسرے محدثین روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندۂ زر تہس نہس ہو گیا۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۲۵۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۵' البغوی ج ۱۴ ص ۲۶۱)

ایک بندے کا شرف اور عزت و افتخار اسی چیز میں ہے کہ وہ اپنے مولیٰ عزّ وجل کے آگے جھکے اور اسی کے در پر سیس نبھائے اور اپنی حاجت پیش کرے۔

کسی شاعر نے خوبصورت بات کہی ہے۔

واذا تذللت الرقاب تواضعاً منا إليک فعزها في ذلها

''ہماری گردنیں جب تواضع سے تیری طرف جھکتی ہیں تو ان کے جھکنے میں ہی ان کی عزت ہے''۔

وہ غنی اور مالدار جس کا دروازہ حاجت مندوں پر بند رہے' وہ حریص ہو اور دنیا کے مال و اسباب میں رغبت رکھتا ہو وہ درحقیقت غنی نہیں فقیر ہے اور اس کا خادم جو مال میں رغبت نہیں رکھتا اور مال دنیا سے بے نیاز رہتا ہے وہ حقیقت میں غنی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اصل مالداری اور امیری زیادہ سامان پاس ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ غناء اور مالداری تو صرف دل کی بے نیازی کا نام ہے۔ (صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۴۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲-۲۶۱' الحمیدی ج ۲ ص ۴۵۸' الزھد لھناد رقم الحدیث: ۶۲۳' الزھد لوکیع رقم الحدیث: ۱۸۱' البغوی ج ۱۴ ص ۲۴۴)

بلکہ غناء اور فقر کے درمیان کفاف کا درجہ ہے جو ان دونوں سے اعلیٰ درجہ ہے۔ حضور ﷺ نے کفاف کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ:

اللهم اجعل رزق آل محمد قوتاً. یا اللہ! آلِ محمد (ﷺ) کا رزق بہ قدر کفایت کر دے۔

اور ایک روایت میں ہے ''کفافاً''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! آلِ محمد کا رزق بہ قدر کفایت کر دے۔

(صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۴۵-۱۴۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۶۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۶' صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۲۸۳' ابن عبدالبر جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۳' البیھقی دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۹۳' سنن الکبری ج ۷ ص ۴۶' الزھد لوکیع رقم الحدیث: ۱۱۹)

اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ حضور ﷺ سب سے افضل اعلیٰ اور ارجح حال کا ہی سوال کرتے ہیں۔

ابن ماجہ کی روایت ہے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر غنی اور فقیر قیامت کے دن یہ آرزو کرے گا کہ اسے روزی بقدر کفایت ملتی یعنی اتنی روزی ملتی جس سے وہ اپنی زندگی قائم رکھ سکتا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷' ھناد الزھد رقم الحدیث: ۵۹۶)

حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۶۹' ابن جوزی الموضوعات ج ۳ ص ۱۳۱' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۱۴۹)

کفاف غناء اور فقر کے درمیان کی حالت ہے اور اس حالت کا درجہ دونوں سے بلند ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "خیر الامور أوسطھا" درمیانی حالت سب سے بہتر ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۵۷)

اور کفاف کی حالت میں انسان فقر اور غناء دونوں کی آفات و بلیّات سے سلامت رہتا ہے کیونکہ مال بعض اوقات انسان کو باغی اور سرکش بنا دیتا ہے اور اسی طرح فقر بھی بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے' ایسے اضطراری فقر سے حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔

اللھم اعوذبک من الفقر و الکفر. یا اللہ! میں فقر اور کفر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اس بناء پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اہل کفاف ہی ان شاء اللہ تعالیٰ ہوں گے جو اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے کیونکہ اہل کفاف فقراء اور اغنیاء دونوں کے درمیان کی حالت کے حامل ہیں لہٰذا فقراء میں سے اہل کفاف اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں اور یہی لوگ اغنیاء سے پانچ صد برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ یہ وسط ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. (البقرۃ:۱۴۳) اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

جماعت سے وابستگی کا حکم اور مومن کی شناخت کا معیار

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام جابیہ میں کھڑے ہو کر ہمیں خطبہ دیا' آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے درمیان اسی طرح کھڑا ہوں جس طرح ہمارے درمیان حضور ﷺ ہوئے اور آپ نے فرمایا: میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں' پھر ان لوگوں کے بارے میں جو ان سے متصل ہیں' پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین) پھر جھوٹ عام ہو جائے گا یہاں تک کہ قسم لیے بغیر لوگ قسمیں کھائیں گے اور بلا طلب شہادت' شہادت دیں گے۔ آگاہ رہو! کوئی شخص جب کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے' جماعت کو لازم پکڑو اور علیحدگی سے بچو کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے دور رہتا ہے۔ جو شخص جنت کے وسط کا خواہاں ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ جماعت سے وابستگی رکھے' جس کو نیکی سے مسرت ہو اور برائی سے نفرت ہو وہی ایمان دار ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶' الحاکم ج ۱ ص ۱۱۴' الخطیب ج ۴ ص ۳۱۹ - ج ۶ ص ۵۷)

۰۰۰-باب

جنتیوں کی صفات' ان کے مراتب' عمریں' قد وقامت' جوانی' پسینہ' لباس' کنگھیاں' انگیٹھیاں بیویاں اوران کی زبان کا بیان نیز اس چیز کا بیان کہ کوئی شخص جنت میں مجرد اور بغیر بیوی کے نہیں رہے گا

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہو گا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند ایسی ہوگی' پھر ان کے بعد جو گروہ داخل ہوگا ان کی صورت آسمان کے بہت چمکدار ستارے ایسی ہوگی' وہ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت کریں گے' ناک صاف کریں گے نہ تھوکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہوگا' ان کی انگیٹھیوں میں عُود سلگتا ہوگا' ان کی بیویوں کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی' ان سب کے اخلاق میں یکسانیت اور موافقت ہوگی' وہ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ ہاتھ ہوگا (تمیں ۳۰ گز)۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ان کی کنگھیاں چاندی کی ہوں گی اور ان کی دو دو بیویاں ہوں گی جو بڑی بڑی آنکھوں والی گورے رنگ کی حوریں ہوں گی' ان کی پنڈلیوں کا مغز ان کے گوشت کے اندر سے نمایاں ہوگا' وہ آپس میں کسی قسم کا بغض وعداوت نہیں رکھیں گے نہ ان کے درمیان کبھی کوئی لڑائی جھگڑا ہوگا' سب یک دل ہو کر رہیں گے اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم۔ (صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۶۲' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۷۱-۱۷۲' ترمذی ارقم الحدیث: ۲۵۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۰- ج ۳ ص ۱۶' سنن دارمی ج ۲ ص ۳۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جب یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ جنت میں مردوں کی تعداد زیادہ ہوگی یا عورتوں کی؟ تو یہ) فرمایا تھا کہ اہل جنت میں سے ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی اور جنت میں کوئی شخص مجرد (یعنی بغیر بیوی کے) نہیں ہوگا اور وہ بیویاں ایسی خوبصورت ہوں گی کہ گوشت کے اندر سے ان کی پنڈلیوں کی ہڈیوں کا مغز تک دکھائی دیتا ہوگا۔

جنتی عورتوں کے حسن کا تذکرہ

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنتی عورتوں کی پنڈلیوں کی سفیدی ستر جوڑوں کے نیچے سے نظر آئے گی یہاں تک کہ پنڈلیوں کا مغز اور گودا بھی دکھائی دے گا اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ○ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں ○

(الرحمٰن:۵۸)

یاقوت ایک ایسا پتھر ہے کہ اگر اس میں دھاگہ ڈال کر باہر سے دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتے ہو۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۳)

جنتی عورت کے دوپٹے اور خوشبو کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر جنتی عورت زمین کی طرف جھانکے تو تمام دنیا جگمگا اٹھے اور ساری زمین خوشبو سے بھر جائے اور جنتی عورت کے سر کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۴)

اہل جنت کی شکل وصورت کیسی ہوگی؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کے بدن اور چہرے پر بال نہیں ہوں گے، ان کی آنکھیں سرگین ہوں گی، ان کے شباب اور جوانی پر کبھی زوال نہیں آئے گا، ان کے کپڑے کبھی پرانے اور بوسیدہ نہیں ہوں گے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۹، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۳۵، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۳۸)

جنتیوں کی عمریں

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جنتی اس حال میں جنت میں داخل ہوں گے کہ ان کے جسم اور چہروں پر بال نہیں ہوں گے سرمہ لگا ہوا تیں (۳۰) یا تینتیس (۳۳) سال کی عمر کے ہوں گے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۳-۴۱۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۷۲، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۸۵۳، الطبرانی المعجم الصغیر ج ۲ ص ۱۷، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۳۹)

جنت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ڈاڑھی ہوگی اور باقی اَن ڈاڑ جیسے ہوں گے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنتی مردوں کے بال نہیں ہوں گے سوائے موسیٰ بن عمران کے کہ انہوں نے ناف تک لمبی ڈاڑھی رکھی ہوگی۔

(ابن جوزی الموضوعات ج ۳ ص ۲۵۸، تذکرۃ الموضوعات ص ۹)

جنتیوں کے کنگن کیسے ہیں؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: اگر جنت کی ناخن بھر چیز بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو پوری زمین روشن ہو جائے اور اگر کوئی جنتی (زمین کی طرف) جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو ان

کے لشکارے سے سورج کی روشنی اس طرح ماند اور پھیکی پڑ جائے جس طرح سورج کے سامنے ستاروں کی روشنی ماند اور پھیکی پڑ جاتی ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۸ الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۳۷)

جنتی اور دوزخی دونوں کی عمریں برابر ہوں گی اور سدا وہی عمریں برقرار رہیں گی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر جنتی شخص چاہے چھوٹی عمر میں فوت ہوا ہو چاہے بڑی عمر میں جنت میں سب کی عمریں تیس (۳۰) سال کی ہوں گی اس سے کم و بیش نہ ہوں گی اسی طرح دوزخیوں کی عمر بھی تیس برس ہی ہو گی۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۲ ابن ابی داؤد البعث رقم الحدیث: ۸۷ ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ۴۲۲ الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۴۸)

ایک سوال اور اس کا جواب

اس مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان ہوئی انہوں نے فرمایا کہ جنت میں ہر جنتی مرد کی دو بیویاں ہوں گی اور حضرت عمران بن حصین کی روایت اسی باب میں اس سے قبل گزری ہے انہوں نے فرمایا کہ جنت کے رہنے والوں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے قلیل ہو گی اب ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے اس کا کیا حل ہے؟

جواب: ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مطلق عورتیں چاہے دنیا کی عورتیں ہوں چاہے حوریں یعنی جنت کی عورتیں دونوں نوع کی جنس جنتی مردوں سے تعداد میں زیادہ ہوں گی اور عمران بن حصین کی روایت کا معنیٰ یہ ہو گا کہ دنیا کی عورتیں مردوں کی نسبت جنت میں کم ہوں گی لہٰذا دونوں روایتوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا جواب

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ عمران بن حصین کی روایت کا معنیٰ یہ ہو کہ جس وقت گناہ گار عورتیں دوزخ میں ہوں گی اس وقت کے لحاظ سے عورتوں کی تعداد مردوں سے کم ہو گی اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے مراد یہ لیا جائے کہ گناہ گار عورتوں کے دوزخ سے نکلنے کے بعد ان کی تعداد جنتی مردوں سے بڑھ کر زیادہ ہو جائے گی کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور شفاعت سے ہر کلمہ گو شخص دوزخ سے نکال لیا جائے گا یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" پڑھنے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں باقی نہیں چھوڑا جائے گا سب کو نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا پس اس وقت جنت میں عورتیں اکثریت میں ہوں گی اور ہر جنتی مرد کے پاس دو دو بیویاں دنیا کی عورتوں میں سے ہوں گی لیکن حوریں تو وہ ہر جنتی کو بکثرت ملیں گی۔

ادنیٰ جنتی کا مرتبہ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے کم درجے

جنتی وہ ہوگا جس کے لیے اسّی ہزار خادم ہوں گے اور بہتّر (۷۲) بیویاں ہوں گی۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۷۶' ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۰۱' ابن ابی داؤد البعث رقم الحدیث: ۷۷' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۴۸)

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس باب کی حدیث میں ہے کہ جنتیوں کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی اگر بتیاں عُود کی ہوں گی' اب اشکال یہ ہے کہ جنتیوں کے تو نہ بال بکھریں' الجھیں گے نہ میلے کچیلے ہوں گے کہ ان کو سنوارنے اور کنگھی کرنے کی حاجت پڑے' اسی طرح ان کا تو پسینہ خالص مشک ہوگا پھر ان کو اگر بتیوں اور دھونیوں کی کیا حاجت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کی یہ ساری نعمتیں اور قسم قسم کے لباس اس لیے نہیں کہ کسی تکلیف اور الم کو دور کرنے کے لیے ہوں گے بلکہ لذت کے لیے ہوں گے تا کہ وہ نئی نئی لذت اور مزے سے لطف اندوز ہوتے رہیں اور مسلسل اور پے در پے نعمتوں سے حظ اٹھائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم!

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ○ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ○ (طٰہٰ: ۱۱۸-۱۱۹)

بے شک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہو ○ اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ ○

اب اس کے باوجود کھانا' پینا' لباس سب کچھ اس لیے ہوگا تا کہ اہل جنت دنیوی نعمتوں کے علاوہ بھانت بھانت کی ایسی زائد نعمتوں سے بھی لطف اندوز ہوں جو انہوں نے دنیا میں دیکھی سنی تک نہ تھیں۔ اسی طرح دوزخیوں کے بارے میں بھی وارد ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ○ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ○ (المومن: ۷۱)

جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے ○ کھولتے پانی میں' پھر آگ میں دہکائے جائیں گے ○

اور فرمایا:

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ○ (المزمل: ۱۲)

بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ○

یعنی ان کو اسی نوعیت کا دوزخ میں عذاب دیا جائے گا جس طرح کا عذاب دنیا میں انہیں دیا جاتا۔ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم یہ تصور اور خیال کر سکتے ہو کہ یہ بھاری بیڑیاں ان اہل دوزخ کو اس لیے پہنائی جائیں گی کہ ان کے بھاگ جانے اور فرار ہونے کا اندیشہ ہے بخدا! ہرگز وہ کہیں بھاگ نہ سکیں گے اور لیکن اس کو بیڑیاں پہنانے میں حکمت یہ ہے کہ جب وہ اٹھائیں گے تو ان کو یہ گراں اور بوجھل ہوگا جس سے ان کو تکلیف ہوگی اور ان کے عذاب میں اضافہ ہوگا ورنہ وہاں ان کو بیڑیاں ڈالنے کی قطعاً کوئی حاجت نہ تھی۔

اہل جنت کی زبان کون سی ہوگی؟

ابن مبارک کی روایت ہے' ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی اور جس وقت قبروں سے نکلیں گے اور زندہ ہو کر اٹھیں گے تو سریانی بولیں گے۔

اور حضرت سفیان کا بیان ہے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ بے شک قیامت کے دن لوگ جنت میں داخل ہونے سے پہلے سریانی زبان میں گفتگو کریں گے اور جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو جنت میں داخلہ کے بعد ان کی زبان عربی ہوگی اور عربی میں بات چیت کریں گے۔

٦٦-جنت میں حوروں اور حوا کی بیٹیوں کے مابین مقابلہ حسن اور مکالمہ کا بیان

جنت میں آدم زادیاں اور حوا کی بیٹیاں سب ایک عمر کی ہوں گی لیکن حوروں کی عمریں مختلف ہوں گی بعض بڑی ہوں گی اور بعض چھوٹی عمر کی جس طرح اہل جنت پسند کریں اور خواہش کریں گے۔

دنیا کی لڑکیاں حوروں سے مقابلہ حسن میں برتری حاصل کر لیں گی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کا ایک کلب ہے جس کے ہال میں جمع ہو کر یہ ایسی خوبصورت آواز کے ساتھ غزل سرا ہوتی ہیں کہ ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہیں سنی (ان کے بول یہ ہوں گے)

نحن الخالدات فلا نبید و نحن الناعمات فلا نباس

''ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی نہ مریں گی' ہم ناز پروردہ اور ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گی کبھی محتاج نہ ہوں گی''۔

و نحن الراضیات فلا نسخط طوبی لمن کان لنا و کنا لہ

''ہم راضی رہنے والی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی' خوش بخت ہے جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں''۔

(ترمذی رقم الحدیث:٢٥٦٤' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:١٥٨١٨' ضعیف الجامع رقم الحدیث:١٨٩٦)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: وہ آہو چشم حوریں جب اس گفتگو سے فارغ ہو چکیں گی تو اس کے بعد دنیا کی مؤمن عورتیں (جواب آں غزل کے طور پر) ان کو (ترکی بہ ترکی) جواب دیں گی اور کہیں گی:

نحن المصلیات وما صلیتن و نحن الصائمات وما صمتن

''ہم نماز پڑھنے والی ہیں اور تم نے نمازیں نہیں پڑھیں' ہم روزے رکھنے والی ہیں اور تم میں کوئی صائمہ نہیں ہے''۔

و نحن المتوضئات وما توضئتن و نحن المتصدقات وما تصدقتن

''ہم وضوء اور طہارت کرنے والی ہیں اور تم میں کوئی طاہرہ (وضوء کرنے والی) نہیں ہے' ہم

صدقہ دینے والی ہیں اور تم میں کوئی صدقہ دینے والی نہیں''۔

حضرت ام المؤمنین نے فرمایا کہ پس دنیا کی عورتیں' حوروں پر غالب آنے والی ہوں گی۔ (واللہ اعلم)

ابن وہب روایت کرتے ہیں:

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے' بے شک اگر بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے کوئی حور عرش سے اپنا کنگن ظاہر کر دے تو اس کی چمک سے آفتاب و ماہتاب کا نور ماند پڑ جائے' جب کنگن کا یہ عالم ہے تو کنگن پہننے والی کے حسن کا کیا عالم ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ نے زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کے جتنے بھی سامان پیدا فرمائے ہیں ان میں سے ہر لباس اور ہر زیور ان کے تن پر سجا ہوگا۔

غزالہ چشم کس کو ملے گی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک جنت میں ایک حور ہے جس کو ''العیناء'' ''سوہنے نیناں والی'' (خوبصورت آنکھوں والی) کہتے ہیں۔ جب وہ واک کرنے کے لیے نکلتی ہے تو وہ اپنے خدمتگاروں کے جلو میں چلتی ہے' ستر ہزار خدام اس کے دائیں طرف ہوتے ہیں اور اتنے ہی بائیں جانب ہوتے ہیں اور وہ (اپنے ماہی کی تلاش میں سرگرداں پھرتی ہے) کہتی ہے: نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے کہاں ہیں؟

ناز و انداز والی حسینہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: بے شک جنت میں ایک حور ہے جس کا نام ''لعبہ'' (ناز و انداز والی حسینہ' نخرے والی' گرل پلیئر' گڈی' مس کامیڈین' شیریں دہن) ہے' اگر وہ سمندر میں اپنا لعاب دہن ڈال دے تو سمندر کا تمام پانی میٹھا ہو جائے' اس حور کے سینہ پر لکھا ہوا ہے:

من احب ان یکون لہ مثلی — جو شخص میرے ایسی عورت کا طلب گار ہے اس کو چاہیے

فلیعمل بطاعۃ ربی عزوجل. — کہ رب عزوجل کی فرمانبرداری کرے۔

ایک انوکھی اور البیلی حور کا تعارف

حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات میں' میں نے ایک ایسی حور کو دیکھا جس کی پیشانی ماہِ نو کی طرح ہے اور اس کی کشادگی ماہ کامل کی طرح۔ لمبائی میں ایک ہزار تیس ہاتھ ہے' اس کے سر پر ایک سو مینڈھیاں ہیں اور ہر دو گیسوؤں کے درمیان ستر ہزار (چھوٹی) مینڈھیاں ہیں' ہر مینڈھی چودھویں کے چاند سے زیادہ چمکنے والی ہے' موتیوں اور جواہر کی لڑیوں اور مالاؤں سے مرصع ہے' اس کی جبین پر جواہر و جیولرز سے دو سطریں اس طرح لکھی ہوئی ہیں کہ پہلی سطر میں لکھا ہوا ہے:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' اللہ رحمان اور رحیم کے نام سے۔

اور دوسری سطر میں لکھا ہوا ہے

من اراد مثلی فلیعمل بطاعة ربی.

جو شخص مجھ ایسی کا متمنّی ہے اس کو چاہیے کہ میرے پروردگار کی طاعت کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے کہا: یا محمد (ﷺ)! یہ عورت اور اس ایسی اور عورتیں آپ کی امت کے لیے ہیں سو آپ کو خوشخبری ہو اور آپ اپنی امت کو بھی خوش خبری سنا دیجیے اور ان کو حکم فرمایئے کہ (اللہ تعالیٰ فرماں برداری کرنے اور عبادت کے اندر) خوب ریاضت اور محنت کریں۔

امام ابوالقاسم ختلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ حضرت عطاء سلمی نے حضرت مالک بن دینار سے کہا کہ اے ابو یحییٰ! ہمیں ایسا وعظ سنائیں کہ جس سے آخرت کی تیاری کرنے میں ہمارے شوق کو مہمیز لگے۔ مالک بن دینار نے کہا: اے عطاء! بے شک جنت میں ایک ایسی بے نظیر حور ہے کہ جس پر اہل جنت کو ناز ہے، وہ اتنی خوبصورت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت پر یہ نہ لکھ دیا ہوتا کہ وہ مریں گے نہیں تو ہر شخص اس کے حسن پر مر مٹ چکا ہوتا۔ راوی کہتے ہیں کہ عطاء سلمی مالک بن دینار کے اس قول پر چالیس دن تک اداس، غمگین اور افسردہ سے رہے (گویا ان کی حالت یہ کہہ رہی تھی کہ)

ممکن نہیں کہ عشق ہو اور دل حزیں نہ ہو ‏ ‏ ‏ ‏ میرا ہی حال دیکھ لے جس کو یقین نہ ہو

(منہ۱۲)

دنیا کی عورتوں کا حُورانِ بہشتی سے افضل ہونے کا بیان

ابن مبارک کی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہشت کی حوروں میں سے ایک عورت کے حسن اور خوبصورتی کا یہ عالم ہوگا کہ گوشت کے اندر سے اس کی ساقہائے بلوریں کا مغز صاف نظر آتا ہوگا اور ستر جوڑوں کے نیچے سے اس کی ہڈیاں اس طرح نظر آئیں گی جس طرح سفید بوتل میں پڑی سرخ شراب نظر آتی ہے۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ حضرت حبان کا بیان ہے کہ دنیا کی وہ عورتیں جو جنت میں جائیں گی وہ اپنے نیک کاموں کی وجہ سے جنت کی حُوروں سے افضل اور برتر ہوں گی۔ اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ آدم زادیاں حُورانِ بہشت سے ستر ہزار درجہ بہتر ہیں۔

اعمالِ صالحہ حُورانِ جنت کا حق مہر ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرۃ: ۲۵)

اور خوش خبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں، جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا (صورت دیکھ کر) کہیں گے: یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ (صورت میں) ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لیے ان

باغوں میں صاف ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

حدیث پاک میں آیا کہ جنتیوں کو اور نیکیوں کے سوا صرف ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے سبب جو نعمتیں ملیں گی ان میں سے ایک نعمت یہ ہوگی جیسا کہ حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جنتی حضرات کے لیے بڑی بڑی آنکھوں والی گورے رنگ کی حوریں ہوں گی جو ایک کھوکھلے موتی کے خیمے میں مقیم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ○ (الرحمٰن:٧٢) حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین ○

ان میں سے ہر عورت نے ستر جنتی جوڑے زیب تن کر رکھے ہوں گے اور ہر جوڑا دوسرے سے مختلف ہوگا اور ان کو ستر قسم کی خوشبوئیں عطا کی جائیں گی' ہر ایک کی خوشبو دوسری قسم سے الگ ہوگی' ہر عورت کے لیے سرخ یاقوت کے ہیروں اور موتیوں سے مزّین کیے ہوئے ستّر ستّر تخت ہوں گے' ہر تخت پر ستّر قسم کے بستر بچھے ہوں گے' ہر بستر پر آراستہ اور مزّین نرم و گداز گدّا اور گاؤ تکیہ لگا ہوگا' ہر عورت کی خدمت کے لیے ستّر ہزار خادمات ہوں گی جو اس کی حاجات کو پورا کریں گی اور ستّر ہزار خدّام ہوں گے' ہر خادم کے پاس ایک ایک سونے کی پرات ہوگی جس میں کھانا ہوگا جس کے ہر لقمہ کی لذت پہلے لقمہ سے الگ ہوگی' اسی طرح ان جنتی عورتوں کے شوہروں کو بھی سرخ یاقوت کے آراستہ و پیراستہ تخت عطا کیے جائیں گے اور ان کو یاقوتِ احمر سے مزّین زرّین کنگن دیے جائیں گے اور یہ تخت و سریر خدّام و خادمات سمیت بنی ٹھنی سجی سجیلی آراستہ پیراستہ بڑی بڑی آنکھوں والی گوری چٹی حوریں انسان کو اس کے صرف رمضان مبارک کے روزوں کے عوض میں ملیں گی' اس کے دوسرے نیک اعمال کا صلہ اس کے علاوہ ہوگا۔

بڑی آنکھوں والی حُوروں کا حق مہر جہاد کا عمل بھی ہے

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں' حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید کے اعزاز کا ذکر کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے چھ قسم کے اعزاز ہیں (١) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے (٢) جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے (٣) قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے (٤) بڑی گھبراہٹ سے مامون ہوگا (٥) اس کے سر پر عزّت و وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک سرخ ہیرا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا (٦) بڑی آنکھوں والی بہتر (٧٢) حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی (٧) اور اس کے ستر رشتہ داروں کے معاملہ میں اس کی شفاعت (سفارش) قبول ہوگی۔

(ترمذی رقم الحدیث:١٦٦٣' ابن ماجہ رقم الحدیث:٢٧٩٩' مسند احمد ج ٤ ص ١٣١' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث:٢٢٥٧)

نوٹ: اس سے ہمارے اس موقف کی بھی تائید ہوتی ہے جو ہم نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے ضمن میں بیان کیا تھا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوگی کیونکہ حدیث ابو ہریرہ میں یہ بیان ہوا تھا کہ ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی تو ظاہر ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے دوگنی ہوئی۔ اب ظاہر ہے کہ ان دو بیویوں سے مراد

دنیا کی عورتیں ہیں ورنہ حوریں تو دو نہیں بلکہ بہت زیادہ ہوں گی جیسا کہ اس مذکورہ بالا حدیث میں ذکر ہوا کہ ایک شہید ہونے والے شخص کو بہتر حوران بہشتی دی جائیں گی۔

اعمال صالحہ میں سے ترک دنیا اور زہد کے مہر ہونے کا بیان

حضرت یحییٰ بن معاذ بیان کرتے ہیں: ترک دنیا سخت مشکل کام ہے اور جنت سے محرومی اس سے بھی زیادہ سخت مشکل بنتی ہے اور ترک دنیا آخرت کا مہر ہے۔

مسجد کی صفائی کرنا مہر ہے

امام ثعلبی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مساجد کی صفائی کرنے کا کام بڑی بڑی آنکھوں والی حُوروں کے حق مہر ہوں گے۔

(الدین الفردوس رقم الحدیث: ۴۸۹۶، ابن جوزی ج ۳ ص ۲۵۴، ابن عراق تنزیہ الشریعہ ج ۲ ص ۳۸۳)

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا (جھاڑو لگانا) بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کا مہر ہے۔(الھیثمی مجمع الزوائد ج ۲ ص ۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خوبصورت حوروں کے مہر مٹھی بھر کھجوریں اور روٹی کا ٹکڑا ہیں (جو انسان صدقہ کرتا ہے)۔(ابن جوزی الموضوعات ج ۳ ص ۲۵۳، ابوالفضل المقدسی تذکرۃ الموضوعات رقم الحدیث: ۷۱۶)

امام ثعلبی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ تم میں سے ایک شخص فلانے کی بیٹی فلانی سے تو بڑی بھاری رقم خرچ کر کے بھی شادی کر لیتا ہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت حور کو جو صرف ایک لقمہ کھانے، ایک کھجور اور ایک جوڑا کپڑوں کے (صدقہ کرنے کے) عوض مل رہی ہے چھوڑ دیتا ہے۔

(''وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا'' لیکن افسوس! کہ میں بیکار نکما بندہ عمل سے کتنا عاری ہوں! اللھم بارک فی علمنا و عملنا آمین۔ مترجم عفی عنہ)

قصہ ایک حور کے خریدار کا

محمد بن نعمان مقری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایک دن میں مکّہ شریف میں مسجد حرام کے اندر امام الجلاء مقری کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے سامنے سے ایک طویل القامت نحیف الجسم بوڑھا شخص گزرا، اس نے پرانی اور بوسیدہ سی چادر اوڑھ رکھی تھی اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے، امام جلاء نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور پھر کچھ دیر ان کے ساتھ اسی طرح ادب سے کھڑے باتیں کرتے رہے، پھر ان کو رخصت کر کے واپس ہمارے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے: ان بڑے میاں کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں (ہمارا تو ان سے تعارف نہیں ہے) حضرت جلاء مقری نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے چار ہزار انگوٹھیوں کے عوض ایک بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت حور کو خریدا ہے، جب یہ شخص چار ہزار انگوٹھیاں مکمل ادا کر چکا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت

ہے جو بیش قیمت جنتی جوڑے پہنے ہوئے' زیورات سے آراستہ پیراستہ ہے۔شیخ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اے خاتون! تم کون ہو؟ وہ بولی! میں وہی حور ہوں جسے تو نے اللہ تعالیٰ سے چار ہزار انگشتری کے عوض میں خریدا ہے' پھر وہ عورت کہنے لگی: اے بزرگو! یہ تو رہی قیمت اور آپ مجھے مہر کیا دے رہے ہیں؟ بزرگ کہتے ہیں: میں نے کہا: ایک ہزار انگشتری میں تجھے حق مہر دوں گا' جلاء مقری کہتے ہیں: اب یہ شیخ اس مہر کی ادائیگی کے لیے نفلی عبادات و صدقات کے ادا کرنے میں مصروف ہے (اور اپنا خواب والا وعدہ پورا کرنے میں عمل پیرا ہے جس کی وجہ سے تم اس کی یہ حالت دیکھ رہے ہو)۔

حضرت سحنون رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا کہ مصر میں سعید نام کا ایک شخص ہوا ہے' اس کی والدہ ایک نہایت پرہیز گار اور عبادت گزار خاتون تھی' سعید رات کو جب نوافل پڑھنے کے لیے اٹھتے تو ان کی والدہ بھی اپنے سعید بیٹے کے ساتھ اٹھ جاتی تھیں اور ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتیں' جب سعید پر نیند کا غلبہ ہوتا اور ان کو اونگھ آنے لگتی تو ان کی والدہ اس کو اونچی آواز سے کہتیں: ارے سعید! جس شخص کے دل میں آتش جہنم کا خوف اور ڈر ہو بھلا اس کو بھی نیند آئے گی؟! اور جو شخص جنت کی حسین و جمیل عورتوں سے نکاح کا خواستگار ہے اس کی بھلا کب آنکھ لگ سکتی ہے چنانچہ سعید خوف زدہ ہو کر دوبارہ نئے عزم اور تازہ دم خم سے ذوق و شوق اور خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف عبادت ہو جاتا۔

ایک شب زندہ دار کا خواب اور اس کا عبادت میں انہماک

حضرت ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ کے لیے قیام کرنے والے تھے' وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں ایک ایسی خوبصورت عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں جیسی نہیں تھی' میں نے اس سے کہا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں حور ہوں' اللہ تعالیٰ کی بندی ہوں' میرے والد فرماتے ہیں کہ میں نے اس حور سے کہا کہ تو مجھ سے شادی کر لے' وہ بولی کہ پہلے میرے رب سے نکاح کی اجازت اور پیغام لے کر آؤ نیز میرا مہر بھی ادا کرو پھر شادی ہو گی' میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میرا مہر نماز تہجد ہے۔اس واقعہ کو کسی شاعر نے اشعار کی صورت میں یوں بیان کیا ہے:

(۱) یا خاطب الحور فی خدرھا ۔ وطالباً ذاک علی قدرھا

''اے سوہنیاں نیناں والی'' پردہ نشین حور کو منگنی کا پیغام دینے والے اور بڑی بڑی آنکھوں والی نرگس چشم سے معاملہ کے طالب!

(۲) انھض بجد لا تکن وانیا ۔ وجاھد النفس علی صبرھا

''اُٹھ سستی چھوڑ اور جدوجہد کر اور صبر سے نفس کے ساتھ مجاہدہ کر''

(۳) وجانب الناس وارفضھم ۔ و حالف الوحدۃ فی ذکرھا

''اس آہو چشم محبوبہ کی یاد میں لوگوں سے کنارہ کش ہو جا' ان کو چھوڑ دے اور خلوت و تنہائی کی قسم کھا کر عزلت گزینی اختیار کر لے''

(۴) وقم إذا الليل بدا و جهه وصم نهارًا فهو من مهرها

''اور جب رات ہو جائے تو قیام کیا کر اور جب دن ہو تو صیام کیا کر کیونکہ نماز اور روزے اس کا مہر ہیں''

(۵) فلو رأت عيناک إقبالها وقد بدت رمانتا صدرها

''اگر تم اس کو قیامت سی چال کے ساتھ چلتی ہوئی دیکھ لو (تو دنیا میں کسی سے اپنے اس مطالبہ کہ: دو قدم چل کر دکھا دو لوگ قائل نہیں ہیں قیامت کے سے دست بردار ہو جاؤ) اور اگر تم اس کے سینہ پر لگے ہوئے دو اناروں کو دیکھ لو جن کا اک اک انار سو سو کو بیمار کرنے والا ہے)

(٦) وهي تماشي بين أترابها وعقدها يشرق في نحرها

''اور اس غزالہ چشم کو جب وہ جنت کے باغوں میں اپنی ہم جولیوں کے ساتھ محوِ خرام ہو اور اس کے سینہ پر آویزاں ہار لشکارے مار رہا ہو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو''

(۷) لهان في نفسک هذا الذي تراه في دنياک من زهرها

''تیرے دل میں دنیا کے گلشن کی یہ تر و تازگی اور اس کے رنگا رنگ کے شگفتہ گل و یاسمن کو تو دیکھتا ہے سب بے وقعت اور بے قدر و قیمت ہو کر رہ جائیں''

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ

مضر القاری کا بیان ہے کہ ایک رات مجھ پر خلافِ معمول نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں اپنے اوراد و وظائف پڑھے بغیر سو گیا' خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک حسن و جمال کی پیکر مہ جبین لڑکی کھڑی ہے اور اس چاند سے مکھڑے والی کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے' مجھ سے کہتی ہے: شیخ جی! یہ رقعہ ہے پڑھ لو گے؟ میں نے جواباً کہا: ''ہاں'' پڑھ لیتا ہوں' کہنے لگی: لیجیے یہ ہے رقعہ اس کو پڑھیے' میں نے اس کو کھولا اور پڑھا' بخدا! اس میں جو کچھ تحریر تھا اس کو آج بھی جب میں یاد کرتا ہوں تو میری راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے' وہ قیامت کا نامہ جو میرے نام آیا تھا آپ بھی پڑھ لیں' لکھا اس میں یہ تھا کہ

(۱) ألهتک اللذائذ والأماني عن الفردوس والظل الدواني

''لذتوں اور جھوٹی امیدوں نے تجھے (جنت) الفردوس اور اس کے گھنے سایوں سے غافل کر دیا''

(۲) ولذة نومة عن خير عيش مع الخيرات في غرف الجنان

''اور نیند کی لذّت نے تجھے جنت کے بالا خانوں میں نیک سیرت' خوبصورت بیویوں کے ساتھ عمدہ اور اعلیٰ زندگی سے غافل کر دیا''

(۳) تيقظ من منامک إن خيرًا من النوم التهجد بالقرآن

''اٹھ جاگ! تہجد پڑھ قرآن شریف کی تلاوت کے ساتھ' یہ تیرے لیے سونے سے بہتر ہے''

مالک بن دینار کی آپ بیتی

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے لیے کچھ خاص اوراد اور وظائف تھے جو ہر رات سونے سے پہلے میں پڑھا کرتا تھا' ایک رات جب میں سویا تو خواب میں میں نے ایک حسینہ جمیلہ لڑکی کو دیکھا اور اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے' اس لڑکی نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم اچھی طرح پڑھ لیتے ہو؟! مالک بن دینار کہتے ہیں: میں نے جواباً کہا کہ ''ہاں'' (پڑھ لیتا ہوں) تو اس نے وہ رقعہ مجھے دے دیا' اس رقعے میں یہ اشعار درج تھے۔

(۱) لهاك النوم عن طلب الأماني وعن تلك الأوانس في الجنان

''نیند نے تجھے مطلوب کی جستجو اور جنتوں میں انس پیار کرنے والیوں کو پانے سے غافل کر رکھا ہے''۔

(۲) تعيش مخلدًا لا موت فيها و تلهو في الخيام مع الحسان

''جنتوں میں ہمیشہ کی زندگی ہے وہاں مرنا نہیں ہوگا اور خیموں میں رہنے والی حسیناؤں کے ساتھ خوب ہنستے کھیلتے گزرے گی''۔

(۳) تنبه من منامك إن خيراً من النوم التهجد بالقرآن

''خوابِ گراں کو چھوڑ' تہجد کی نماز میں قرآن مجید پڑھا کر' یقین کر کہ یہ تیرے لیے سونے سے بہتر ہے''۔

یحییٰ بن عیسیٰ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

حضرت یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے ساٹھ سال اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق اور محبت میں روتے ہوئے گزار دیئے' وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات کو میں نے خواب کے اندر دیکھا کہ ایک نہر کا کنارہ ہے اور نہر میں خالص مشک کی طرح کا پانی رواں ہے' اس نہر کے دو کناروں پر درخت لگے ہوئے ہیں جن کے تنے سونے کے ہیں اور پتے موتیوں کی طرح چمک دار ہیں' پھر میں نے دیکھا کہ ایک مقام پر چند لڑکیاں بیٹھی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خوب زرق برق لباس اور زیورات سے مزین اور آراستہ کر رکھا ہے اور وہ پیاری پیاری لڑکیاں ایک آواز کے ساتھ مل کر پڑھ رہی ہیں:

سبحان المسبح بكل لسان سبحان الموجود بكل مكان
سبحان الدائم في كل زمان سبحانه' سبحانه

''ہم پاکی بیان کرتی ہیں اس ذات کی جس کی پاکی ہر زبان میں بیان کی جاتی ہے اور ہم پاکی بیان کرتی ہیں اس ذاتِ پاک کی جس کی تجلی ہر مکان میں موجود ہے' ہم پاکی بیان کرتی ہیں اس ذاتِ پاک کی جو ہر زمانے میں اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہے وہ پاک ہے' وہ پاک ہے''۔

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ''نغمۂ توحید'' پڑھنے والی ان لڑکیوں سے پوچھا: تم کون ہو؟ ان لڑکیوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ پاک کی مخلوق ہیں، میں نے پوچھا کہ تم یہاں نہر پر کیا کر رہی ہو؟ وہ بولیں:

یناجون رب العالمین لحقھم — و تسری ھموم القوم والناس نوم

ذرانا إلٰہ الناس رب محمد — لقوم علی الأقدام باللیل قوم

''ربّ محمد ﷺ اور خالق کائنات جل شانہ نے ہمیں ایک ایسی جماعت کے لیے پیدا فرمایا ہے جوحق کے لیے اپنے پروردگار سے اس وقت سرگوشیاں کرنے میں مصروف ہوتے ہیں جب دنیا والے اپنی دنیا کی فکروں میں گم اور خوابِ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں اور یہ خوش نصیب اپنے مولیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لیے اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے ہیں''۔

یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے ان لڑکیوں سے کہا: خوب، خوب وہ بھی اس جماعت میں شریک ہونا پسند کرتا ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمہیں تخلیق فرما کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور قرار پہنچایا ہے، وہ لڑکیاں کہنے لگیں: تم واقف بھی ہو کہ وہ کون لوگ ہیں؟ یحییٰ کہتے ہیں: میں نے جواب دیا کہ بخدا! میں تو ان کو بالکل نہیں جانتا ہوں، وہ بولیں کہ: ''ھؤلاء المتھجدون باللیل أصحاب السھر'' یعنی وہ جماعت جس کے لیے اللہ پاک نے ہم جیسی حوروں کو تخلیق فرمایا ہے وہ ''تہجد گزاروں اور شب بیداری کرنے والے لوگوں کی جماعت ہے''۔

حوروں کی پیدائش کس شے سے ہوئی ہے؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

بے شک رسول اللہ ﷺ سے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کس چیز سے پیدا کی گئی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تین چیزوں سے ان کا نچلا حصہ مشک سے اور درمیان والا حصہ عنبر سے اور اوپر کا حصہ کافور سے پیدا کیا گیا ہے اور ان کے بال اور ابرو نور کے سیاہ خط سے تخلیق کیے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھے یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ ''حورعین'' بڑی بڑی آنکھوں والی حور کو کس طرح تخلیق فرماتا ہے؟ جبریل نے کہا: یا محمد! حوروں کو اللہ تعالیٰ عنبر اور زعفران کے تنے سے پیدا فرماتا ہے اور پھر ان کے اوپر خیمے نصب کر دیے جاتے ہیں اور سب سے پہلی حور کو اللہ تعالیٰ نے خالص سفید مشک سے اٹھنے والی خوشبو سے تخلیق فرمایا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاؤں کی انگلیوں سے لے کر ان کے گھٹنوں تک کے حصہ کو زعفران سے اور ان کے گھٹنوں سے لے کر ان کے پستانوں تک کے حصہ کو خالص مشک سے اور پستانوں سے لے کر گردن تک کے حصے کو سرخ عنبر سے اور گردن سے لے کر سر تک کے حصے کو سفید کافور سے پیدا کیا ہے، ان حوروں نے گل لالہ کی طرح سرخ رنگ کے ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوں گے، ان حوروں میں سے کوئی حور جب ظاہر ہوتی ہے تو اس کے چہرے سے اس طرح نور پھوٹتا ہے

جس طرح اہل دنیا کے لیے آفتاب طلوع ہو جائے تو روشنی ہو جاتی ہے اور اگر سامنے سے آ رہی ہو تو اس کے کپڑوں کے اور جسم کی کھال کے اندر سے اس کا جگر دکھائی دیتا ہے اور اس کے سر میں ستر ہزار مشکبار گیسو ہیں اور اس کی ایک ایک مینڈھی کو ایک خادمہ نے اوپر اٹھا رکھا ہے اور وہ حور منادی کرتی ہے: یہ اجر و ثواب ہے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا' ان کے اعمال کا صلہ ہے۔

جو شخص دنیا میں کنواری لڑکی سے شادی کرتا ہے وہ آخرت میں بھی اس کی بیوی ہوگی

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو حضرت زبیر بن عوام کے نکاح میں تھیں: حضرت اسماء کا حضرت زبیر سے لڑائی جھگڑا ہو جاتا تھا تو زیرِ عتاب آتیں اور حضرت زبیر ان کی تیز زبانی کی وجہ سے ان پر بڑے غصے ہوتے تھے اور اسی طرح ان کی سوکن پر بھی خفا ہوتے۔ جب وہ دونوں آپس میں الجھ پڑتیں حضرت اسماء اور ان کی سوکن دونوں کے سر کے بالوں کو ایک دوسری کے بالوں سے باندھ کر ان دونوں کو سخت مارتے تھے' اسماء کی سوکن بہت ڈرتی تھیں لیکن یہ نہیں ڈرتی تھیں' شوہر کے آگے بولتی تھیں جس سے ان کو بہت غصہ آتا تھا اس وجہ سے ان کو مار بھی بہت پڑتی تھی چنانچہ حضرت اسماء نے اپنے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنے شوہر زبیر کی شکایت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماء سے فرمایا: اے پیاری بیٹی! صبر کرو کیونکہ زبیر ایک صالح مرد ہے امید ہے کہ وہ جنت میں تمہارے شوہر ہوں گے۔

امام مالک فرماتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ بے شک جو شخص کسی عورت سے سب سے پہلے شادی کرتا ہے وہی جنت میں بھی اس کا شوہر ہوگا (اگر دونوں جنت میں اکٹھے ہوئے تو) ابوبکر ابن عربی نے ''احکام القرآن'' میں اس حدیث کو نقل کیا اور کہا: یہ حدیث غریب ہے۔

اور اگر کوئی عورت یکے بعد دیگرے ایک سے زیادہ مردوں کے نکاح میں آئی ہو تو پھر ایک قول یہ بھی ہے کہ جس کے نکاح میں سب سے آخر میں تھی اس کی وہ جنت میں بیوی ہوگی۔

ایک عورت کی دنیا میں یکے بعد دیگرے کئی بار شادی ہوئی ہے تو وہ جنت میں کس ۔۔۔۔۔ شوہر کے پاس ہوگی؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ سے فرمایا تھا کہ اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ جس طرح تم دنیا میں میری بیوی ہو آخرت میں جنت کے اندر بھی میری بیوی رہو (بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہاں اکٹھا کیا تو) تو میرے مرنے کے بعد تم کسی سے شادی نہ کرنا کیونکہ جنت میں عورت اس شوہر کو ملے گی جو دنیا میں اس کا سب سے آخری شوہر تھا۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو (حضرت ابودرداء کے مرنے کے بعد) پیغام نکاح بھیجا جس پر ام درداء نے کہا کہ میں تم سے نکاح نہیں کروں گی کیونکہ میں نے ابودرداء کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابودرداء بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: عورت جنت میں اپنے اس شوہر کے نکاح میں دی جائے گی جو دنیا میں اس کا سب سے آخری شوہر تھا۔ پھر کہتی ہیں کہ ابودرداء نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے ام درداء! اگر تم یہ چاہتی ہو کہ جنت میں بھی میری بیوی بنو تو پھر میرے مرنے کے بعد تم کسی سے شادی نہ کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ایک عورت کے دنیا میں دو شوہر ہوں (یکے بعد دیگرے) پھر مرنے کے بعد وہ جنت میں اکٹھے ہوں تو وہ عورت دونوں شوہروں میں سے کس کے لیے ہوگی؟ پہلے شوہر کے لیے یا دوسرے شوہر کے لیے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا امّ حبیبہ! ان دونوں شوہروں میں سے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے وہ عورت جنت میں اس کے ساتھ ہوگی' اخلاق حسنہ نے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی میں سبقت اور برتری حاصل کر لی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے: اگر کسی عورت کے دنیا میں یکے بعد دیگرے کئی شوہر ہوئے ہوں تو آخرت میں اگر وہ اکٹھے ہوئے تو عورت کو اختیار دیا جائے گا اس بات کا کہ وہ ان میں سے جس بھی ایک کو پسند کرے اس کے ساتھ رہے۔

جنت میں کھانوں' مشروبات' نکاح شادی' سونا جاگنا اور دوسرے امور زندگی اور انسانی حوائج وضروریات کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جنتی لوگ' جنت میں کھائیں اور پیئں گے' وہ اس میں تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے' رفع حاجت کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے' صحابہ نے عرض کیا: پھر ان کا کھانا کہاں جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ایک ڈکار (آئے گی) اور پسینہ مشک کی طرح ہوگا' ان کو تسبیح اور حمد کا اس طرح الہام ہوگا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ج ١٧' مسند احمد ج ٣ ص ٣٦٤)

اہل جنت میں عمل زوجیت کی قوت دنیا سے زیادہ ہوگی

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کو جنت میں جماع کی اتنی اتنی طاقت دی جائے گی''۔ عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا وہ اس کو برداشت بھی کر سکے گا؟ آپ نے فرمایا: اسے سو مردوں کی طاقت دی جائے گی (برداشت کے اعتبار سے) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٣٦' ابن حبان ج ٩ ص ٢٤٦' الطیالسی رقم الحدیث: ٢٠١٢' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ٥٦٣٦' سنن دارمی ج ٢ ص ٣٣٤)

جنت میں آدمی بسیار خوری اور کثرت جماع کے باوجود سمارٹ اور سڈول جسم رہے گا

امام دارمی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک جنتی مرد کو کھانے' پینے' شہوت اور جماع کرنے میں (دنیا کے) سو مردوں جتنی قوت دی جائے گی' ایک یہودی نے کہا: بے شک وہ شخص جو کھائے پیئے گا تو اس کو پھر کھانے پینے کے بعد رفع حاجت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: کھانے پینے کے بعد اہل جنت کے بدن سے پسینہ بہے گا اور (اس کے ساتھ ہی) ان کا پیٹ فارغ اور خالی ہو جائے گا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۱' سنن داری ج ۲ ص ۳۳۴' ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۰۸' الزھد لھناد رقم الحدیث: ۶۳' الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۰۰۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۱۶' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۱۶۲۳)

جنت میں آدمی ایک دن میں سو کنواری عورتوں سے جماع کی طاقت رکھتا ہوگا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا جنت میں ہم اپنی عورتوں سے اسی طرح صحبت کریں گے جس طرح دنیا میں ہم ان سے صحبت کرتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' بے شک مرد ایک دن میں ایک سو کنواری دوشیزہ لڑکیوں سے صحبت کرے گا۔

(ھناد الزھد رقم الحدیث: ۸۸' البزار رقم الحدیث: ۳۵۲۵' الالبانی الصحیحۃ رقم الحدیث: ۳۶۷)

مسند بزار میں روایت ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا جنت میں ہم اپنی عورتوں سے جماع کریں گے؟ آپ نے فرمایا: بخدا! بے شک ایک (جنتی) مرد ایک دن میں سو سو کنواری لڑکیوں سے جماع کرے گا۔

جنت کی بیویاں ہمیشہ کنواری رہیں گی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اہل جنت جب اپنی عورتوں کے ساتھ صحبت کرلیں گے تو صحبت اور جماع کرنے کے بعد وہ عورتیں پھر کنواری حالت پر ہو جائیں گی (یعنی ان کا کنوارپن کبھی بھی جماع کی وجہ سے زائل اور ختم نہ ہوگا)۔

(الطبرانی المعجم الصغیر ج ۱ ص ۹۱' الخطیب ج ۶ ص ۵۳' ابن جوزی العلل ج ۲ ص ۳۳۱' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۱۸۳۰)

کھانے کے بعد شراب طہور کا دور ہوگا

ابن مبارک کی روایت ہے' حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جنتیوں کو پہلے کھانا دیا جائے گا' جب وہ کھانے پینے سے فارغ ہونے لگیں گے تو آخر میں ان کو ''شراب طہور'' دی جائے گی جس کے پینے سے ان کا پیٹ ہلکا ہو جائے گا (اور سب کھایا پیا ٹھکانے لگ جائے گا) اس کے بعد ان کے بدن سے پسینہ چھوٹے گا جو خوشبو میں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہوگا' پھر آپ نے ''اس کی تائید میں یہ'' آیت کریمہ پڑھی: ''شَرَابًا طَهُوْرًا O'' ''پاک شراب'' (الدھر: ۲۱)

امام ابومحمد دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھی جنت

میں داخل کرے گا اس کو بہتر (۷۲) بیویاں عطا فرمائے گا' ان میں سے دو حوریں ہوں گی اور باقی ستر عورتیں وہ ہوں گی جن کا وہ اہل دوزخ کی چھوڑی ہوئی عورتوں میں سے وارث قرار پائے گا' ان میں سے ہر عورت میں انتہائی کشش اور جاذبیت ہوگی اور مرد بھی اس کے ساتھ جماع اور صحبت کرنے میں ہمیشہ تازہ دم رہے گا کبھی مضمحل نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۷' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۱۴۵)

ہشام بن خالد کا بیان ہے: مطلب یہ ہے کہ جو مرد دوزخ میں چلے جائیں گے ان کی عورتوں کے وارث اہل جنت کو قرار دیا جائے گا جیسا کہ مثلاً فرعون کی عورت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا اہل جنت اپنی ازواج سے جماع بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' اور ان میں ایسی کشش ہوگی کہ ان میں کبھی بھی جماع کی خواہش ختم ہوگی اور نہ مرد اور عورت دونوں میں سے کوئی تھکے اور اکتائے گا (یعنی چاہے جتنی بار بھی جماع کر لیں پھر اسی طرح خواہش رہے گی اور اضمحلال اور پژمردگی طاری نہ ہوگی۔ (ھناد الزھد رقم الحدیث: ۸۷)

صورت حال یوں ہوگی جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ:

حسن والو تمہاری بھی کیا بات ہے
ہر ملاقات پہلی ملاقات ہے

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اہل جنت اپنی ازواج سے ہم بستری کر سکیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: ''ہاں'' اور ان مردوں اور عورتوں کے مقام شہوت اور پردہ کی جگہوں کی صفت بیان نہیں کی جا سکتی۔

جنت میں لوگ سوئیں گے بھی یا جاگتے ہی رہیں گے؟

امام دار قطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ''کیا اہل جنت سوئیں گے''؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' (ان کو نیند نہیں آئے گی) نیند تو موت کی بہن ہے (یعنی سونا تو مرنے کی طرح ہے) اور جنت میں موت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

(البزار رقم الحدیث: ۳۵۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۰' ابو حاتم العلل ج ۲ ص ۲۱۹' ابن جوزی العلل الواھیۃ ج ۲ ص ۹۳۱' الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۱۰۸۷' تمام الرازی الفوائد ج ۴ ص ۹۷' العقیلی الضعفاء ص ۲۲۱' ابن عدی الکامل ج ۲ ص ۲۲۱' الضیاء صفۃ الجنۃ ج ۳ ص ۸۴' البیہقی شعب الایمان ج ۲ ص ۳۶' ابو الشیخ تاریخ اصبہان ص ۱۵۷-۱۹۲' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۷۹)

جنت میں اولاد کی خواہش

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جنت میں اگر کوئی اہل جنت اولاد کی تمنا کرے گا تو اسی وقت اس کی بیوی کو حمل ہوگا' بچہ کی پیدائش اور افزائش ہو جائے گی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن جب جنت میں

اولاد کا خواہش مند ہوگا تو حمل' پیدائش اور بچے کا پروان چڑھنا سب کچھ ایک ساعت میں ہو جائے گا جس طرح اس کی چاہت ہوگی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا: علماء کا اس میں اختلاف ہے' بعض علماء فرماتے ہیں: جنت میں جماع ہوگا لیکن اولاد نہ ہوگی۔

حضرت طاؤس' مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسی طرح مروی ہے' امام بخاری فرماتے ہیں: اسحاق بن ابراہیم نے حدیث یوں بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن جب جنت میں اولاد کی تمنا کرے گا تو اس کی خواہشات کے مطابق سب کچھ ایک ساعت میں ہو جائے گا لیکن (وہ) ایسی خواہش کبھی نہیں کرے گا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: ابورزین عقیلی سے مروی ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں جنتیوں کی اولاد نہیں ہوگی۔

(ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٦٣' ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٣٨' مسند احمد ج ٣ ص ٩' ابن حبان رقم الحدیث: ٧٤٠٤' سنن دارمی ج ٢ ص ٣٣٧' الزھد لھناد رقم الحدیث: ٩٣' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٥٠٠)

٦٧-آخرت میں دنیا کے برخلاف ''سدا ماپے حسن جوانی اور سدا صحبت یاراں'' کا سماں ہوگا

جنت کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں ''بفضلہ تعالیٰ جل شانہ''

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے فرمایا: ایک منادی نداء کرے گا: (اے اہل جنت!) تمہارے لیے یہ مقرر ہو گیا ہے کہ تم تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے' اور تم زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے' اور تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے' اور تم ہمیشہ نعمت میں رہو گے اور تم پر کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔

اور اس کی تائید اللہ عزوجل کے اس قول میں ہے:

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف: ٤٣)
اور ان کو یہ نداء کی گئی: یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو ○

(صحیح مسلم ج ١٧ ص ١٧٥' ترمذی رقم الحدیث: ٣٢٤٦' مسند احمد ج ٣ ص ٩٥' البغوی ج ١٥ ص ٢٢٠)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو نعمتیں دی جائیں گی' پھر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی' اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔

(صحیح مسلم ج ١٧ ص ١٧٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٦٩-٤٠٧' سنن دارمی ج ٢ ص ٣٣٢' البغوی ج ١٥ ص ٢٢٠)

اسی طرح اس سے پہلے حورعین کا قول گزرا کہ وہ کہیں گی: ''نحن الخالدات فلا نبید'' ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں' ہم کبھی فنا کے گھاٹ نہیں اتریں گی۔

جنتی بیوی کا اپنے شوہر کو دنیا میں دیکھنے کا بیان

ابن وہب کی روایت ہے' ابن زید بیان کرتے ہیں: آسمان میں اہل جنت میں سے ایک عورت سے کہا جاتا ہے کہ کیا تو اہل دنیا میں سے اپنے جنت میں ہونے والے شوہر کو دیکھنا پسند کرے گی؟ تو جواباً وہ کہتی ہے: ''ہاں'' پس اس کے لیے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں اور دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ آسمانوں سے دنیا میں اپنے شوہر کو دیکھ کر پہچان لیتی ہے اور ٹکٹکی باندھ کر برابر اس کو اشتیاق سے دیکھتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کا اپنے شوہر سے ملنے کا اشتیاق اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ محسوس کرتی ہے کہ اس کے آنے میں بہت تاخیر ہو رہی ہے اور وہ اپنے شوہر کے لیے اسی طرح مشتاق ہوتی ہے جس طرح دنیا میں کسی عورت کو اپنے سفر پر گئے ہوئے شوہر کا بڑی بے تابی سے انتظار ہوتا ہے' پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ جب دنیا میں کسی عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے اور بیوی اپنے شوہر کو لڑتے ہوئے کوئی سخت لفظ کہہ دیتی ہے اور غصے ہو جاتی ہے تو یہ بات جنت کی حور کے دل پر بڑی شاق اور گراں گزرتی ہے اور وہ حور دنیا کی عورت سے کہتی ہے: ''مرن جوگیے'' تیرا ستیاناس! تو ان کو تنگ کرنا چھوڑ دے' یہ تو تیرے پاس چند راتوں کے مہمان ہیں۔

٦٨-خاوند کو تنگ اور پریشان کرنے پر حور کا دنیا کی بیوی کو کوسنا اور احتجاج کرنا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بیوی اپنے شوہر کو ستاتی ہے تو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے اس کی بیوی دنیا کی عورت سے کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے غارت کرے' اسے اذیت نہ پہنچا' وہ تیرے پاس مہمان ہے' عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آئے گا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ١١٧٤' ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٠١٤' مسند احمد ج ٥ ص ٢٤٢' الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ١٧٣' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٦٣٧)

٦٩-جنت کے پرندوں' گھوڑوں اور اونٹوں کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ''کوثر'' کے بارے میں پوچھا گیا' آپ نے فرمایا: جنت میں ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے (اس کا پانی) دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے' اس میں پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں ایسی ہیں' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ جانور بڑے خوش قسمت ہیں' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوش نصیب ہیں۔ (ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٤٢' مسند احمد ج ٣ ص ٢٢٠' البغوی رقم الحدیث: ٤٣٧٦)

امام ثعلبی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک پرندہ ہے جو اونٹ کی گردن کی مانند ہے' اس نوع کا ایک پرندہ ولی اللہ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جائے گا اور کہے گا: اے اللہ کے ولی! میں عرش کے نیچے جنت کے باغات میں چرتا رہا ہوں اور میں نے تسنیم کے چشموں سے پانی پیا ہوا ہے' آپ مجھ سے کچھ کھالیں اور وہ پرندے برابر اس ولی اللہ کے سامنے ناز و انداز سے پھڑ پھڑاتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ کے اس دوست کے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ ان میں سے ایک کو کھالوں' پس وہ مختلف رنگوں میں اس ولی اللہ کے سامنے گر جائے گا اور ولی اللہ اس میں سے کھائے گا' جب وہ سیر ہوگا تو اس پرندے کی ہڈیاں مجتمع ہو جائیں گی اور وہ اڑ کر جنت میں چلا جائے گا اور جہاں سے چاہے گا چرتا پھرے گا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! وہ پرندہ تو بڑا خوش نصیب ہے' آپ نے ارشاد فرمایا: اور اس کو کھانے والا اس سے بھی بڑھ کر خوش نصیب ہے۔

۷۰۔جنت کے گھوڑے

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کیا تو تم اس میں سرخ یاقوت کے جس گھوڑے پر سوار ہونا چاہو گے وہ تمہیں لے کر جنت میں (جہاں تم جانا چاہو گے) ہوا کی طرح اڑتا پھرے گا۔ راوی کہتے ہیں: ایک دوسرے شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ آپ نے اسے وہ جواب نہ دیا جو پہلے آدمی کو ارشاد فرمایا تھا بلکہ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں لے جائے تو وہاں تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کی تم خواہش کرو گے اور تمہاری آنکھیں جس سے راحت و لذت پائیں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲)

جنت کے اونٹوں کا بیان

امام مسلم نے ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت'' کے عنوان کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک شخص اونٹنی کی مہار پکڑ کر لایا اور کہنے لگا کہ یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں (دیتا) ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس کے بدلہ قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ملیں گی اور ان سب کی نکیل ڈلی ہوئی ہوگی۔

(صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۳۸' ابن حبان ج ۷ ص ۸۰' البغوی ج ۱۰ ص ۳۵۹)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت میں سے سب سے ادنیٰ درجہ والا شخص وہ ہوگا جو سوار ہو کر چلے گا تو اس کے ساتھ دس لاکھ ایسے نوجوان خدمت گار ہوں گے جو سرخ یاقوت

کے گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور ان گھوڑوں کے پر سونے کے ہوں گے' اگر چاہو تو پڑھو:

وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّمُلۡکًا کَبِیۡرًا ۝ (الدھر: ۲۰)

اور جب تو وہاں نظر اٹھا کر دیکھے گا تو عیش و آرام کے سامان اور بڑی بادشاہی دیکھے گا ۝

(الشوکانی فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۳)

ابن مبارک کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک جنت کے انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہوگا کہ اہل جنت اپنے عمدہ گھوڑوں اور اونٹنیوں پر سوار ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے جائیں گے' ہر جمعہ کے دن ان کو ایسے گھوڑے دیے جایا کریں گے جن پر زین اور لگام ڈلی ہوگی' وہ گھوڑے پیشاب اور لید نہیں کریں گے' جنتی ان گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاں تک اللہ تعالیٰ کو ان کا جانا منظور ہوگا جائیں گے۔ (ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۳۹)

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اہل جنت کی سواریوں کا ذکر فرمایا' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّمُلۡکًا کَبِیۡرًا ۝ (الدھر: ۲۰)

اور جب تو وہاں نظر اٹھا کر دیکھے گا تو عیش و آرام کے سامان اور بڑی بادشاہی دیکھے گا ۝

عبداللہ بن مبارک بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں گیا' وہاں میں نے ایک شخص کو پریشان حال دیکھا' پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کا جنگی گھوڑا مر گیا ہے جس کی وجہ سے وہ پریشان ہے' عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے کہا کہ تم اپنے اس گھوڑے کی قیمت مجھ سے لے لو گویا کہ میں نے تم سے چار سو درہم کا وہ خرید لیا تھا اور وہ گھوڑا میرا مرا ہے تمہارا نہیں' اس شخص نے ایسا ہی کیا یعنی اس کا سودا کیا اور عبداللہ بن مبارک سے چار صد درہم وصول کر لیے' جب رات ہوئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اس کا گھوڑا جنت میں ہے اور اس کے پیچھے سات سو اور گھوڑوں کی ایک قطار ہے' وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اپنے گھوڑے کو پکڑ وں' آواز آئی کہ چھوڑ دو اس کو نہ پکڑنا کیونکہ آج یہ گھوڑا عبداللہ بن مبارک کا ہے اور تم کل تک اس کے مالک تھے' پھر فروخت کرنے کے بعد اب تم اس کے مالک نہیں رہے ہو' جب صبح ہوئی تو وہ شخص عبداللہ بن مبارک کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ گھوڑے کا سودا منسوخ کر لو اور اپنے پیسے مجھ سے واپس لے لو آپ کی مہربانی ہوگی' عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہ وہ کیوں؟ اس نے رات والا خواب بیان کیا' عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: ارے بھائی! اپنا راستہ ناپیے تم نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے ہم نے وہ بیداری میں دیکھ لیا ہے اور

تم نے تو صرف خواب دیکھے ہیں
ہم نے اس کے ثواب دیکھے ہیں

(نوٹ: کے ''عذاب'' میں ''ثواب'' کے تصرف کے ساتھ)

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ حکایت درست ہے کیونکہ اس کا معنیٰ ومفہوم صحیح مسلم کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے جس کو حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے اور ابھی اس کا حوالہ گزرا ہے۔

۷۱-جنت کے پھول

حناء (مہندی) کا پودا جنت کے پھول دار پودوں کا سردار ہے' جنت کو چاروں طرف سے پھول دار پودوں نے گھیرا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:"الحناء سید ریحان الجنة" مہندی جنت کے خوشبودار پودوں کا سردار ہے اور جنت میں سواری کے لیے عمدہ نسل کے گھوڑے اور اونٹنیاں ہیں جن پر اہل جنت سوار ہو کر سیر کریں گے اور جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے' اس سے ملبوسات اور سواری کے جانور تیار کیے جاتے ہیں۔

مہندی کا خضاب لگانے کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا کیا تو اس کے چاروں طرف خوشبودار پھول لگائے' پھر پھولوں کا احاطہ مہندی کے پودوں سے فرمایا اور مہندی کے پودے سے زیادہ پسندیدہ کوئی پودا اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا ہے۔

بے شک جو شخص مہندی کا خضاب لگا کر اپنے بالوں کو رنگتا ہے تو زمین سبحان اللہ پڑھتی ہے اور آسمان کے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور دوسری روایت یوں ہے کہ فرشتے اس کی خوشبو پا کر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ یہ حدیث منکر ہے' صحیح نہیں ہے' اس کی اسناد میں متعدد مجہول راوی ہیں۔

خوشبو جنت سے آئی ہے

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ریحان (خوشبو) دی جائے تو انکار نہ کرے (قبول کر لے) کیونکہ وہ جنت سے آئی ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث:۲۷۹۲' شمائل ترمذی رقم الحدیث:۱۸۹' ابوداؤد المراسیل ص۱۸۹)

۷۲- بکری جنت کے چار پایوں میں سے ہے

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکری جنت کے چار پایوں میں سے ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۳۰۶' الخطیب ج۷ص۴۳۵)

اور امام بزار نے اپنی کتاب میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ

سے روایت کی ہے' آپ نے فرمایا: بکری پر احسان اور نرمی کرو اور اس سے ایذاء کو دور کرو کیونکہ یہ جنت کے چار پایوں میں سے ہے۔ (الھیثمی مجمع الزوائد ج۴ص ۶۶' الالبانی ضعیف رقم الحدیث: ۱۲۲۹)

اور قرآن مجید میں ہے:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۰۷) اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا ۝

(حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اور فدیہ میں جنت سے بکری بھیجی گئی تھی جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا۔ حاشیہ کنز الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس بکری کو عظیم اس لیے فرمایا کہ وہ چالیس سال جنت میں چرتی رہی ہے۔

۰۰۰- باب

(ا) جنت کے گرد و نواح کی بستیوں اور مضافاتی کالونیوں کی خبریں

(ب) جنت کی خوشبوؤں کا بیان

(ج) جنت کے گفتگو کرنے کا تذکرہ

اللہ کے حکم سے جنت کا گفتگو کرنا

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب ''جنت عدن'' کو تخلیق فرمایا اور اپنے دستِ قدرت سے اس میں درخت لگائے تو اس کو حکم فرمایا کہ بول (کیا کہتی ہے) جنت (نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کلام کیا اور) بولی کہ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۱) بے شک مسلمان بامراد ہوئے ۝

(مستدرک للحاکم ج۲ص ۳۹۲)

امام بزار نے اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے' امام بزار روایت کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس طرح بنایا ہے کہ اس میں ایک ایک اینٹ سونے کی اور ایک ایک چاندی کی لگائی ہے اور اس میں گارے اور سیمنٹ کی جگہ خالص مشک کا استعمال کیا گیا ہے' جنت کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو کلام کرنے کا اذن فرمایا جس پر وہ گویا ہوئی:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۱) تحقیق ایمان لانے والے کامیاب ہوئے ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے بادشاہوں کی منزل ہونا مبارک ہو۔

(البزار رقم الحدیث: ۳۵۰۷، الھیثمی مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۳۹۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا کر اس میں درخت لگا لیے تو پھر اس سے فرمایا: بول، وہ بولی کہ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (المؤمنون:۱) ایمان لانے والے کامیاب ہوئے ○

پھر اس میں فرشتے آئے اور انہوں نے کہا: اے جنت! تجھے بادشاہوں کی منزل ہونے کی مبارک ہو"۔ (طوبی لک منزل الملوک)

جنت باذنہ تعالیٰ گفتگو کرے گی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا فرمایا اور وہ بحکم خدا مزیّن ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بولنے کا حکم فرمایا، اس نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے کہا:

طوبی لمن رضیت عنه. خوش نصیب ہے وہ شخص جس سے میں راضی ہوں۔

۷۳۔جنت کے تین طبقات کا ذکر

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ میں اس شخص کا ضامن ہوں جو مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری اطاعت کی اور اس نے ہجرت کی اسے جنت کے اندر اور باہر ایک گھر ملے گا۔ اور میں اس شخص کا ضامن ہوں جو مجھ پر ایمان لائے، میری اطاعت کرے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے اسے ایک گھر جنت کے اندر ایک گھر جنت کے باہر اور ایک جنت کے بالائی طبقات میں ملے گا اور جس شخص نے ایمان، ہجرت اور جہاد وغیرہ کیے اور اس نے بھلائی کی جستجو کو ترک نہ کیا اور وہ جنگ سے گریزپا نہ ہوا وہ جہاں چاہے فوت ہو (اس کی بخشش کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی قدر عمل کافی ہے)۔

یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے بھلائی کو ہر جگہ سے تلاش کیا اور اسی طرح اس نے شر اور فتنوں سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کی خاطر ہر وہ جگہ تلاش کی کہ جہاں پناہ گزیں ہو کر وہ اپنے ایمان کو بچا سکے اور احکام خداوندی پر عمل کر سکے تو اس کے لیے اسی قدر کافی ہے خواہ وہ کہیں بھی مرتا ہے۔

(مستدرک للحاکم ج ۲ص ۹۰، ابن حبان ج ۷ص ۶۷، البیہقی ج ۹ص ۴۷، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۱۴۷۸)

جنت کی جنّات کالونی اور دیو بند مسلم ٹاؤن

عمر بن عبدالعزیز، زہدی، کلبی اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں: مسلمان جنوں اور دیوں کو جنت کے اندرون سائیڈ میں آباد نہیں کیا جائے گا بلکہ بیرون جنت مضافاتی بستیوں اور جنت کے گرد و نواح کے دیہاتوں اور اوپن کالونیز میں ان مسلمان دیو بندوں کو آباد کیا اور بسایا جائے گا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:"مومنو الجن فی ربض

ورحاب حول الجنة و ليسوا فيها". (واللہ اعلم)

عریانی اور بے حیائی پھیلانے والی عورتوں کا حشر

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود عریاں ہوں گی' وہ دوسروں کو مائل کریں گی اور خود مائل ہوں گی' ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے' وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی مسافت سے آتی ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا)

(اس حدیث کی تشریح ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں دیکھیے ص۔۔۔)

ذمیوں (اور جن سے معاہدہ ہے) کے حقوق کی پاسداری نہ کرنے پر عذاب' جہنم کی وعید (یعنی اسلام میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت)

ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خبردار! جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس کے ساتھ معاہدہ ہے (یعنی ذمی کو قتل کر دیا) اور وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کی امان میں تھا تو بے شک اس نے (ذمی کو قتل کر کے) اللہ تعالیٰ کے ذمہ (اور عہد) کو توڑا ہے اور خیانت کی ہے' پس وہ (ذمی اور معاہد کا) قاتل جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا حالانکہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت دور تک پائی جاتی ہے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

نظام مصطفیٰ اور غیر مسلمز ہیومن رائٹس ایکٹ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو مار ڈالا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آ جاتی ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۲ ص ۲۵۹' ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۶۰' نسائی ج ۸ ص ۲۴' ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۰۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۸۶' مسند احمد ج ۵ ص ۵۰' ابن حبان ج ۷ ص ۱۹۳' المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۴' البیھقی ج ۸ ص ۱۳۳' البغوی ج ۱۰ ص ۱۵۲)

۷۴-جنت کے زرعی فارم اور اس میں شجر کاری کے لیے بالکل نئی اقسام کے پودوں کی نرسری کی دریافت اور وہ "سبحان اللہ والحمد للہ" ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات میں مجھے سیر کرائی گئی وہاں ہماری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)! اپنی

امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو خبر دینا کہ بے شک جنت "پاک سرزمین" ہے "ان الجنة طيبة التربة" وہ خوشاب ہے "عذبة الماء" اور وہ نرم اور زرخیز ہموار میدانوں پر مشتمل ہے "انها قيعان" اور اس کے پودے "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر" ہیں۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۲، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۲۳۱۵)

(میرے بھائی! مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید اور کلمہ طیبہ کا ورد جاری رکھو گے تو تمہارے لیے جنت ہے اور اس میں پودے لگتے جائیں گے اور مرنے کے بعد جب تم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں پہنچو گے تو اس وقت تمہارے لگائے ہوئے یہ پودے اور درخت برگ و بار لا چکے ہوں گے اور تم اپنا بویا کاٹو گے اور اپنی کاشت اور شجرکاری کے پھل اور ثمرات کھاؤ گے، اس لیے "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر" ورد زبان رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔ مترجم)

جنت کی کھجوریں

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن وہ درخت لگا رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے فرمایا: اے ابوہریرہ! کیا "بیج" رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: درخت، آپ نے فرمایا: کیا میں اس سے بہتر درخت نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر" ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے تمہارے لیے جنت میں ایک درخت لگایا جائے گا۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۰۷، الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۶۹)

تسبیح کی فضیلت

امام ترمذی کی روایت ہے:

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایک مرتبہ "سبحان اللّٰه العظيم وبحمده" پڑھا اس کے بدلہ اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ (یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے) (ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۵، ابن حبان رقم الحدیث: ۲۳۳۵، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۰۱، ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۹۰، البزار رقم الحدیث: ۳۰۷۹، الالبانی تخریج المشکاۃ: ۲۳۰۴)

ذکرِ الٰہی جنت کے محلات کی تعمیر کا خرچ ہے

امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "آداب النفوس" میں لکھتے ہیں:

حضرت حکیم بن محمد بن الحمسی نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ بے شک جنت (کے محلات) کی تعمیر ذکر (الٰہی) سے کی جاتی ہے، جب بندے ذکر سے رک جاتے ہیں تو فرشتے تعمیر کا کام بھی روک دیتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ منصوبہ رک کیوں گیا ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ (یہ کام رکا رہے گا) حتیٰ کہ ہمارے پاس اس کا خرچ آ جائے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تبصرہ

ذکر کی حقیقت کیا ہے؟

ذکر سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمان برداری ہے' اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جن امور کے کرنے کا حکم فرمایا ہے ان کو کرنا اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سے پرہیز کرنا اور باز رہنا یہی اللہ کا ذکر ہے۔

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام ابوعبداللہ محمد نے ''احکام القرآن'' میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس نے اللہ کو یاد کیا اگرچہ اس کے نماز' روزے اور دوسرے بھلائی کے کام کم ہی ہوں (یعنی وہ زیادہ نفلی عبادات نہیں کر پاتا)۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۱۸۲۶' الالبانی ضعیف الجامع ۵۴۴۶)

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کی (جیسے وہابی خبیث تعظیم مصطفیٰ ﷺ نہیں کرتے جو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) تو اس نے اللہ کو بھلا دیا اور اس نے اللہ کو یاد نہیں رکھا ہے اگرچہ اس نے نمازیں بہ کثرت پڑھی ہوں' روزے بہت رکھے ہوں اور دیگر بھلائی اور خیر کے کام بھی کیے ہوں غرض کہ ذکر سے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت مراد ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری کرے اور منہیات وممنوعات سے اجتناب کرے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ ذکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نام ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا کہلانے کا مستحق ہرگز نہیں ہوسکتا اگرچہ تسبیح وتہلیل اور قرأتِ قرآن بہ کثرت کرتا رہے۔

حضور نبی پاک صاحب لولاک کا فرمان عالی ہے: آپ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی پس وہی اللہ کا ذکر کرنے والا ہے اگرچہ وہ خاموش رہنے والا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا نہیں اگرچہ قرآن پڑھنے اور تسبیح کرنے والا ہو۔ (مجمع الزوائد ج۲ ص ۲۵۸)

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حقیقت حال کو تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے' میرے ناقص خیال کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص زبانی کلامی تو بڑا ذکر اذکار کرے' تسبیح وتہلیل کرتا رہتا ہو مگر اللہ تعالیٰ کے امر ونہی کی پرواہ نہیں کرتا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کے فرامین کی توہین کرتا ہے اور استہزاء کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرتا ہے' علماء مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا'' (البقرہ:۲۳۱) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یعنی اللہ کے امر کو ترک نہ کرو ورنہ تم تقصیر اور کوتاہی کرنے والے اور اللہ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرنے والے بن جاؤ گے۔ علماء فرماتے ہیں: وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی آیات سے ٹھٹھا اور مذاق کرنے والوں میں داخل ہوگا جو قولاً تو گناہ سے توبہ کرنے والا ہو لیکن عملاً گناہ پر اصرار کرنے والا اور اس سے چمٹا رہنے والا اور اسی طرح ہر وہ شخص جو اس معنیٰ میں ہے۔

۷۵۔اہل جنت میں سب سے کم درجے والے اور سب سے اعلیٰ درجے والے کا بیان

جنت کے درجات

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ برسرِ منبر بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے کم درجہ کا شخص کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو تمام جنتیوں کے داخل ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوگا' اس سے کہا جائے گا: ''جنت میں چلے جاؤ'' وہ شخص عرض کرے گا: ''اے میرے رب! میں جنت میں کہاں جاؤں؟ جنت کے تمام محلات اور مراتب و مناصب پر تو لوگوں نے پہلے ہی قبضہ کرلیا ہے'' اس سے کہا جائے گا: ''کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہیں جنت میں اتنا علاقہ مل جائے جتنا دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کا علاقہ ہوتا ہے؟'' وہ شخص عرض کرے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ یہ علاقہ بھی لو اور اس کا پانچ گنا اور لے لو۔ وہ شخص کہے گا: میں راضی ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہ بھی لو اور اس جیسا دوگنا علاقہ اور لو اور اس کے علاوہ جو چیز تمہارے دل کو اچھی لگے اور جو تمہاری آنکھوں کو بھائے'' وہ شخص عرض کرے گا: ''اے میرے پروردگار! میں راضی ہوں'' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا درجہ ہوگا وہ کون لوگ ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کرلیا اور ان کی عزت وکرامت پر میں نے اپنے ہاتھ سے مہر لگا دی ہے اور ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے ذہن میں ان کا تصور آیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ان نعمتوں کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ۚ (السجدۃ:۱۷)　کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے کیا کیا نعمتیں چھپائی ہوئی ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۵-۴۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم سے کون نکلے گا اور سب سے بعد جنت میں کون جائے گا' وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو کولھوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا' اللہ اس سے فرمائے گا: ''جا جنت میں داخل ہو جا'' جب وہ جنت میں پہنچے گا تو اسے خیال یہ گزرے گا کہ جنت شاید بھر چکی ہے' وہ واپس لوٹ آئے گا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا: اے پروردگار! جنت تو فل ہو چکی ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا' وہ جائے گا اور پھر اس کا خیال یہ ہوگا کہ جنت تو بھر چکی ہے' وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض کرے گا: اے میرے رب! میں نے تو جنت کو بھرا ہوا پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جا جنت میں داخل ہو' تجھے جنت میں دنیا کی دس گنا جگہ مل جائے گی''۔ یہ حدیث مکمل ''باب الشفاعۃ''

میں بھی گزر چکی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۴۱۸، صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۹)

امام قتبی رحمہ اللہ تعالیٰ ''عیون الاخبار'' میں لکھتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک جنتیوں میں سب سے کم درجہ والا شخص وہ ہوگا جس کے لیے جنت میں سات محلّات ہوں گے، ایک زرّین محل، ایک سیمیں محل، ایک موتی محل، ایک زمرد محل، ایک یاقوت محل (لال کوٹھی)، ایک محل ایسا ہوگا جس پر نگاہ نہیں ٹھہرے گی اور ایک محل عرشی کلر کا ہوگا، ان میں سے ہر محل میں جیولری شاپز، پوشاک سنٹر ہوں گے اور بڑی بڑی آنکھوں والی گوری چٹی لڑکیاں ہوں گی، غرضکہ اتنی نعمتیں ہوں گی جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور ''مراسیل حسن بصری'' میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتیوں میں سب سے کم درجہ والا شخص وہ ہوگا جس کی سواری نکلے گی تو اس کے دائیں بائیں دس لاکھ خدمت گار ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتیوں میں سب سے کم درجہ والا شخص وہ ہوگا جو اپنے باغات، بیویوں، خادموں اور تختوں کو ہزار برس کی مسافت دور تک دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سب سے معزز وہ ہوگا جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ (القیامۃ: ۲۲۔۲۳)

کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ○ اپنے رب کا دیدار کرتے ہوئے ○

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۶۴، المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۵۰۹، البغوی ج ۱۵ ص ۲۳۲، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۵۷)

سب سے کم درجہ والے جنتی کا اعزاز

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے کم درجے کا جنتی وہ ہوگا جس کی خدمت کے لیے اسی ہزار نوکر اور بہتّر (۷۲) بیویاں ہوں گی۔ اس کے لیے موتیوں، زبرجد اور یاقوت کا خیمہ نصب کیا جائے گا، وہ مقام جابیہ سے صنعاء تک کی مسافت جتنا بڑا ہوگا۔

حضرت مجاہد کی روایت ہے کہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ والا شخص وہ ہوگا جو اپنے ملک میں ایک ہزار برس تک سیر کرتا رہے اور وہ اپنے ملک کے آخری کنارے کا اسی طرح مشاہدہ کر سکے گا جس طرح بالکل قریب کے علاقہ کو دیکھ رہا ہو اور جنتیوں میں سب سے ارفع اور اعلیٰ مقام اس شخص کا ہوگا جو صبح و شام اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوگا۔ اسی باب میں یہ روایت بھی ہے کہ سب سے ادنیٰ درجہ والا جو جنتی ہوگا اسے جنت میں بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں کثیر تعداد میں بیویاں دی جائیں گی۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۷۶، ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۳۸، ابن ابی داؤد البعث رقم الحدیث: ۷۷، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۶۴۸)

۷۶-اہل جنت کے نزدیک سب سے افضل اور محبوب چیز اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا

امام مسلم اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور ساری خیر و برکت تیرے قبضہ و قدرت میں ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے ہو؟ بندے عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم راضی کیوں نہ ہوں گے کہ یقیناً تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے تو نے کسی کو نہیں دی ہوں گی' رب تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے بھی افضل اور بہتر نعمت عطا نہ فرما دوں؟ بندے عرض کریں گے: اے ہمارے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: یہ کہ میں نے تم پر اپنی رضامندی کو ثابت فرما دیا ہے اور اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

صحیح مسلم میں ہے: اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ اور جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی۔ وہ لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہاں والوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میرے پاس تمہارے لیے اس سے افضل چیز ہے' وہ لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! وہ کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری رضا' اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ص ۴۱۵' صحیح مسلم ج ۷ص ۱۶۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵' مسند احمد ج ۳ص ۸۸)

۷۷-آخرت میں دیدار الٰہی

اہل ایمان کے نزدیک آنکھوں کی ٹھنڈک اور سب سے بڑی نعمت اور محبوب ترین چیز۔۔۔

خداوند تعالیٰ کی زیارت ہوگی

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمام جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا جنت کے بعد تمہاری کوئی اور خواہش ہے جس کو میں پورا کروں؟ جنتی عرض کریں گے: اے مولیٰ کریم! کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے (ہمیں سرخرو نہیں فرمایا ہے)' کیا تو نے ہم کو جنت عطا نہیں کی' کیا تو نے ہم کو آتش جہنم سے نجات نہیں دی؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنی ذات کے درمیان سے حجاب اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کر لیں گے تو ان کو اس کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوگی۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا

ہے: آپ نے حدیث بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے دیدار پر استدلال کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ نیک لوگوں کے لیے نیک انجام ہے اور مزید انعام ہے

(یونس:۲۶) (یعنی دیدار الٰہی)۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۷' ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۵' ابن حبان ج ۹ ص ۲۶۶)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ" (یونس:۲۶) "جن لوگوں نے اچھے کام کیے ان کی عاقبت تو اچھی ہے ہی اور انعام بھی ملے گا" کے بارے میں فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو لیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: اللہ کے پاس تمہارے لیے ایک وعدہ ہے جسے وہ پورا فرمانا چاہتا ہے' وہ عرض کریں گے: اے اللہ! کیا تو نے ہم کو سرخرو نہیں فرمایا اور ہمارے نیکیوں کے پلڑے بھاری نہیں کر دیے اور ہم کو دوزخ کی آگ سے پناہ نہیں دی' حضور ﷺ فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور بندوں کے درمیان سے حجاب اٹھا دے گا' بندے اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کریں گے' اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کو جتنی بھی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں کوئی نعمت بھی انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بڑھ کر محبوب اور ان کی آنکھوں کو قرار اور سکون دینے والی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۷' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۳' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۵۶' البیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۱' البغوی ج ۱۵ ص ۲۳۰' ھناد الزھد رقم الحدیث: ۱۷۱' الاجری الشریعۃ ص ۲۶۱' ابن مندہ الرد علی الجھمیۃ رقم الحدیث: ۹۵' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۲۸۲' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۵)

اسی کی مثل امام ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کی ہے۔

(ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۱۳۱۵' ابوحاتم ج ۲ ص ۲' ابن خزیمہ کتاب التوحید ص ۱۸۰)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی روایت میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی پوری سند لکھی ہے جس کو اختصار کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

نوح بن مریم نے حضرت ثابت بنانی کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ" (یونس:۲۶) کے بارے میں پوچھا گیا۔ نوح بن مریم نے کہا ہے کہ آپ نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اچھے کام کیے ان کے لیے "حسنیٰ" یعنی جنت ہے اور زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کریم کا دیدار ہے۔

(البیہقی الاعتقاد ص ۵۹' ھناد الزھد رقم الحدیث: ۱۶۹' تفسیر طبری ج ۴ ص ۴۷)

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: جس نے یہ تفسیر نقل کی ہے اس نے نقل میں واضح غلطی کی ہے اور برا خیال پیش کیا ہے۔

ابن مبارک کی روایت ہے: ابوبکر ہلالی جہمی بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ میں برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا' وہ فرما رہے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اہل جنت کی طرف ایک فرشتے کو بھیجے گا' وہ فرشتہ جنتیوں سے کہے گا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اپنا کیا ہوا وعدہ وفا کر دیا ہے؟ جنتی اپنے زیورات' ملبوسات' پھل دار باغات' ان میں بہتی ہوئی انہار اور خوبصورت پاک سیرت بیویوں کو دیکھ کر کہیں گے: ''ہاں! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ اپنے کیے ہوئے وعدہ کو پورا فرما دیا ہے'' پھر فرشتہ کہے گا: کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وفا کر دیا ہے؟ وہ تین بار یہ بات کہے گا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا تم اس میں سے کوئی شئے ایسی تو محسوس نہیں کر رہے ہو جو تمہیں ہنوز نہ ملی ہو' وہ تمہارے پاس سے مفقود ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں سب کچھ مل چکا ہے' کوئی شئے مفقود نہیں ہے تو فرشتہ ان سے کہے گا: تمہارے لیے ایک چیز ابھی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الا ان الحسنیٰ الجنة و الزیادة النظر الی الله تعالیٰ. — سنو! اچھی عاقبت جنت ہے اور ''زیادة'' اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

(ابن المبارک الزھد رقم الحدیث: ۴۱۹' تفسیر طبری ج ۱۱ ص ۶۷)

آخرت میں دیدار الٰہی

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن قیس اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور دیگر ساز و سامان سب چاندی کا ہوگا اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور ساز و سامان سونے کا ہوگا اور اہل جنت اور ان کے رب کریم کے درمیان جنت عدن میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر حائل ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۶' صحیح بخاری ج ۸ ص ۶۲۴' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۱)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کیے جاؤ گے تو اسے اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو' اس کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی' پس اگر سورج کے طلوع سے پہلے یعنی صبح کی نماز اور سورج کے غروب سے پہلے یعنی عصر کی نماز کے پڑھنے کو اپنے اوپر غالب رکھ سکو تو ایسا کرو (یعنی ان نمازوں سے تھک نہ جایا کرو) پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ (قٓ: ۳۹) — سورج کے چڑھنے سے پہلے اور سورج کے ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرو ○

(یہ حدیث صحیح ہے۔) (صحیح بخاری ج ۸ ص ۵۹۷' صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۳۴' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۳' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰' ابن حبان ج ۹ ص ۲۶۷' الآجری الشریعہ ص ۲۵۸' البغوی ج ۴ ص ۲۲۴)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابورزین عقیلی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم میں سے ہر شخص

اللہ تعالیٰ کا آسانی سے دیدار کر سکے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' ابورزین کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی کائنات میں اس کی کوئی مثال بیان فرمائیں (یعنی یہ کہ سب بغیر دشواری کے اللہ تعالیٰ کو کس طرح دیکھ سکیں گے) آپ نے فرمایا: اے ابورزین! کیا تم چودھویں کے چاند کو بغیر کسی لڑائی جھگڑے اور دشواری کے آسانی کے ساتھ نہیں دیکھ لیتے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہت عظیم ہے اور چاند تو اس کی مخلوق میں سے صرف ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق ہے وہ بہت جلال اور عظمت والا ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۰' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱-۱۲' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۶۰' الطبرانی المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۲۰۶)

فصل

اس باب کی ایک حدیث مبارک میں ہے ''الا رداء الکبریاء علی وجه جنة عدن'' جنت عدن اور رب عزوجل کے درمیان دیدار کرنے والوں کے لیے عظمت وجلال کی چادر کا حجاب اور پردہ ہوگا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رداء (چادر) سے یہاں بطور استعارہ کے اللہ رب العزت کی عظمت اور کبریائی مراد ہے اور یہ لفظ کنایہ کے طور پر استعمال ہوا ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث پاک میں اس کی تفسیر اور بیان آیا ہے' آپ نے فرمایا: ''الکبریاء ردائی'' ''بڑائی میری چادر ہے'' اور فرمایا ''والعظمة ازاری'' ''عظمت میرا اشعار ہے'' اس سے مراد صفت ہے اور آپ کے ارشاد ''رداء الکبریاء'' سے مراد بڑائی کی صفت ہے' مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور بڑائی کے سبب نہیں چاہتا کہ قیامت میں دیدار کے بعد اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کو دیکھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت عدن میں داخل ہونے کا اذن عطا فرما دے اور جب وہ جنت عدن میں داخل ہو جائیں تو پھر ارادہ فرمائے گا کہ لوگ دیدار الٰہی سے مشرف ہوں چنانچہ جب لوگ جنت عدن میں ہوں گے تو اپنے رب کریم کے دیدار کی سعادت سے بہرہ ور ہوں گے (اس روایت کو امام بیہقی اور دوسرے محدثین نے بھی نقل کیا ہے)۔

اور عظمت و کبریاء کی رداء اور ازار سے مراد حسّی کپڑے نہیں ہیں بلکہ یہ استعارے' کنائے اور مجازات ہیں' وجہ مناسبت یہ ہے کہ جب رداء اور ازار (چادر اور کرتا) آدمی کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور ان میں غیر شریک نہیں ہوتا تو ان دونوں کے ذکر کے ساتھ عظمت اور کبریائی کو تعبیر کر دیا کیونکہ ان اوصاف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کے لیے مشارکت جائز نہیں ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اس حدیث مبارک کے آخر میں ہے:

فمن نازعني واحدًا منهما قصمته ثم قذفته في النار.

جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں مجھ سے تنازعہ کرتا ہے میں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دوزخ میں پھینک دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۷۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۵' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶)۔

ج ۲ص ۲۲۷ المستدرک للحاکم ج اص ۶۱)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنتیوں کو سلام کا تحفہ

ارشاد خداوندی ہے:

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ○ ان پر سلام ہوگا جو رحمت والے رب کی طرف سے فرمایا ہوا○ (یٰسین:۵۸)

اس آیت کی جو تفسیر زبانِ رسالت مآب ﷺ نے فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے اچانک اوپر سے ایک نور چمکے گا' جب وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ ان کا رب کریم ان کی طرف نظر کرم فرما رہا ہے' ارشاد ہوگا: "السلام علیکم یا اھل الجنة" "سلام قولا من رب رحیم" سے یہی مراد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کی طرف دیکھتے رہیں گے۔ محویت کا یہ عالم ہوگا کہ جب وہ جمال حقیقی کا دیدار کر رہے ہوں گے جنت کی کسی دوسری نعمت کا انہیں خیال تک نہیں رہے گا یہاں تک کہ حسنِ حقیقی پردہ فرمائے گا' لیکن اس کا نور اور اس کی برکت ان پر اور ان کے مکانوں پر ضیاء بار رہے گی۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۴' الآجری الشریعۃ ص ۲۶۷' ابن جوزی موضوعات ج ۳ ص ۲۶۱' ابن عراق تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۳۸۴' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۳۶۲)

مطلب یہ ہے کہ جب اہل جنت اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے تو جنت کی ساری لذتیں اور راحتیں بھول جائیں گے اور وہ جمال حقیقی اور حسن حقیقی کے جلووں کی لذت وراحت میں ایسے کھو جائیں گے کہ اب انہیں کسی اور چیز کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا یاد ہی نہیں رہے گا اور وہ حسن مطلق کے جلووں کو ہی دیکھے جائیں گے کیونکہ حسنِ حقیقی کے مقابلے میں کوئی اور چیز نظروں میں نہیں بچ سکے گی اور نور جمال حقیقی کے پردہ فرمانے سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ جنت کی نعمتوں اور راحتوں کی طرف راغب اور مائل کر دے جس کو وہ دیدارِ حسنِ حقیقی کی وجہ سے بھلا چکے تھے اور اللہ تعالیٰ پھر ان کو ان نعمتوں کی طرف لوٹا دے اور ان کے دل میں پھر ان کی محبت وچاہت پیدا فرما دے تاکہ وہ ان سے نفع اٹھائیں اور لطف اندوز ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کی نعمتوں سے انتفاع اور لطف اٹھانے کا وعدہ دیا تھا اور یہ ساری لذتیں اور راحتیں حور وقصور اور شراب طہور ان کے لذت کام و دہن ہی کے لیے تو مولیٰ کریم نے تیار کر رکھے ہیں۔

فصل

بعض الفاظ حدیث کی تشریح

اس باب کی ایک حدیث مبارک میں ہے "اشرف علیھم" ۔مؤلف تذکرہ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ ہوتا ہے بلند مقام سے کسی کی طرف جھانکنا اور کسی کے احوال پر مطلع ہونا اور اللہ تعالیٰ اس

چیز سے پاک ہے کہ مکان میں حلول کرنے والا اور جگہ پکڑنے والا ہو۔ اس کی صفت علو (بلندی) اور رفعت ہے جس کو بلند مقام سے مطلع ہونے اور ان پر جھانکنے کے الفاظ سے تعبیر اور بیان کر دیا گیا ہے اور قائل اور متکلم ہونا چونکہ اللہ تعالیٰ کی ازلی ابدی صفت ہے اور کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور وہ اہل جنت کو اپنے سلام کلام سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ کا ان کو سلام فرمانا اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اس نے فرمایا: "سلام قولًا من رب رحیم" اور آپ کا ارشاد کہ جب اہل جنت اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو وہ جنت کی ساری نعمتوں کو بھول جائیں گے یعنی وہ ذات کریم کے دیدار کی لذتوں میں کھو جائیں گے اور ایسے محو ہوں گے کہ ان کو اور کچھ یاد ہی نہیں رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو اس کی تجلّی کا مقابلہ کر سکے اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو ثابت اور باقی نہ رکھتا تو ان کا حال وہی ہو جاتا جو کوہِ طور پر اس کی تجلّی کے وقت ہوا تھا' اور آپ کا ارشاد مبارک "حتی یحتجب" "یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حجاب اور پردہ فرمائے گا" ممکن ہے اس کا معنیٰ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ جنت کی نعمتوں کی طرف لوٹا دے گا جن کو وہ دیدار الٰہی کی وجہ سے فراموش کر چکے تھے اور پھر سے ان کو نفسوں کی شہوات اور لذات کی طرف مائل اور راغب کر دے جس سے وہ بے پرواہ ہو گئے تھے تاکہ وہ جنت کی نعمتوں سے متمتع ہوں اور انجوائے کریں اور لطف اندوز ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور من پسند نعمتوں کے مزے اڑائیں جو ان کی خاطر تیار کی گئی ہیں۔

اور حجاب کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے ان سے غائب اور پوشیدہ اور در پردہ ہو جائیں گے اور یہ کہ جنتی اللہ کی تجلیات کو بھول جانے والے ہو جائیں گے اور شہود سے محجوب ہو جائیں گے اور فقط جنت کی نعمتوں سے سکون حاصل کرنے والے ہوں گے' انشاء اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہوگا اور لیکن یہ ہوگا کہ دیدار الٰہی کی وجہ سے اور خدا کے جلوہ کے بعد ان پر جو محویت طاری ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ ان کو اس محویت کے عالم سے نکال کر دوبارہ جنت کی نعمتوں سے شادکام ہونے کا شائق کر دے گا اور وہ باوجود حجاب' ستر اور غیب ہونے کے آپ کے جلووں کا مشاہدہ بھی کرتے رہیں گے۔ اس پر آپ ﷺ کا یہ ارشاد دلیل ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "بقی نوره و بركته عليهم في ديارهم" کہ اللہ تعالیٰ کا نور اور آپ کے تجلّی فرمانے کی برکت برابر ان کے شہروں پر باقی رہے گی اور یہ ہو بھی کیوں سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ان سے چھپا لیا جائے جبکہ وہ ان پر مزید نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور ان کو زیادہ سے زیادہ انعام دینے کا وعدہ دیتا ہے اور جب دیدار الٰہی اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنا صحیح اور ثابت ہو چکا اور جب پردے اور حجاب اٹھا دیے گئے تو پھر سر کی آنکھوں سے دیکھنے اور سرّی شہود کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا اور پھر حال شہود اور حال غیبت برابر ہوتے ہیں بلکہ تمام اوقات ایک جیسے اور تمام احوال مساوی ہوں گے' محجوب ہو چکا ہے مشہود ہر حال میں بندہ شاہد ہوگا اور ہر جارح (تمام اعضاء) سے دیدار کرنے والا ہوگا' وہ کسی حال میں محجوب نہیں ہوگا اور نہ غیب کی صفت سے موصوف ہوگا۔

حکایت: حکایت ہے کہ مجنون (جس کا نام قیس ہے اور وہ لیلیٰ پر عاشق تھا) سے کہا گیا کہ اے مجنون! ہم آپ کے لیے لیلیٰ کو بلائیں؟ مجنوں کہنے لگا: کیا لیلیٰ مجھ سے غائب ہے کہ اس کو بلانا پڑ رہا ہے! پھر کہا گیا کہ مجنوں! تم لیلیٰ

سے محبت کرتے ہو؟ مجنوں نے کہا کہ محبت تو محبوب تک رسائی حاصل کرنے کا اور اس سے ملاقات کا ایک ذریعہ ہے اور ہمارا وصل تو ہو چکا ہے کیونکہ میں لیلیٰ اور لیلیٰ میں ہوں۔

(حضرت امیر خسرو رحمہ اللہ کے بقول) ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

در جواب آں بقول حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ

مقام حضوری

حضوری گر ہمی خواہی از و غائب مشو حافظ
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا و اھملھا

''اے حافظ! اگر حضوری دوام چاہتا ہے تو خود اس سے غائب نہ ہو اور کسب اور مشقت سے دل کو دوست کے ذکر میں مشغول رکھ اور دنیا کو چھوڑ دے گویا ترک دنیا لقائے محبوب کے لیے بہ منزلہ شرط ہے اور یہ ایسے ہی ضروری ہے جیسے نماز کے لیے وضو''۔

'' حکی عن قیس المجنون أنه قیل له: ندعولک لیلیٰ؟ فقال وهل غابت عنی فتدعی؟ فقیل له: أتحب لیلیٰ؟ فقال : المحبة ذریعة الوصلة و قد وقع الوصل فأنا لیلیٰ و لیلیٰ أنا. (واللہ اعلم)

یا الٰہی! (بخش دے اپنی محبت اور قطع کر دے ماسوا۔) آمین۔

جی بھر گیا دنیا سے اب دل کی یہ حسرت ہے ؎
تُو ہو، ترا جلوہ ہو اور گوشۂ تنہائی (مترجم غفرلہ)

قول باری تعالیٰ ''ولدینا مزید'' (ق:۳۵) کی تفسیر

ترجمہ آیت کریمہ: ''اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے'' (اور وہ دیدار الٰہی ہے)۔ یحییٰ بن سلام کی روایت ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنتی ہر جمعہ کو اپنے رب کریم کو دیکھیں گے اور وہ کافور کے ایک ایسے ٹیلے پر بیٹھیں گے جس کے کنارے دکھائی نہیں دیں گے اور ان ٹیلوں کے درمیان ایک نہر چلتی ہے جس کے دونوں کنارے مشک کے ہیں اور نہر کے کنارے لڑکیاں بیٹھی اتنی خوبصورت آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہیں کہ ایسا حسنِ قرأت کا مظاہرہ کبھی اگلوں نے سنا ہے اور نہ پچھلوں نے، پھر جب جنتی اپنے گھر کی طرف چلیں گے تو ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے، موتیوں کے ٹیلوں کو کراس کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان کی منزلوں کی طرف راہنمائی نہ کرے تو وہ ان جلوؤں کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے دن ان کے لیے ظاہر فرماتا ہے اپنی منزل اور گھر کی طرف کبھی راہ نہ پا سکتے۔

عبداللہ مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ اہل جنت ہر عید (جمعہ) کی مقدار مدت کے بعد (یعنی ہر سات

دن کے بعد) ایک مرتبہ بارگاہ ربّ العزت میں حاضر ہوا کریں گے سب نے سبز جوڑے زیب تن کیے ہوں گے چہرے دمک رہیں ہوں گے سونے کے کنگن جن پر زمرد اور موتی جڑے ہیں پہنے ہوں گے بہترین سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے اور باریابی کے لیے اذن طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دیدار کی دولت سے شرف یابی کا اذن عطا فرمائے گا اور اپنے دیدار جان فزاء سے نوازے گا۔

دیدارِ الٰہی اور جمعہ پڑھنے کی ترغیب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ (کی نماز) کی طرف جلدی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جمعہ پڑھنے والوں کے لیے جنت میں ہر جمعہ کے دن سفید کافور کے ایک ٹیلے پر اپنی تجلّی کا اظہار فرمائے گا اور جمعہ کی نماز پڑھنے والے اہل جنت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقام قرب میں ہوں گے اور ابن مبارک نے فرمایا کہ اہل جنت کو یہ قرب الٰہی کا مقام اسی حساب سے نصیب ہوگا جس حساب سے وہ دنیا میں جمعہ کی نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور یحییٰ بن سلام کا قول ہے کہ مقام قرب میں اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ایک ایسی نعمت و کرامت اور اعزاز و اکرام سے نوازے گا کہ جس کو پہلے انہوں نے کبھی نہ دیکھا ہوگا اور اس بات کی تائید اور تصدیق اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ○" (ق:۳۵) "اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے" سے ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے قول "للذين احسنوا الحسنى وزيادة" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت کریمہ میں "الزيادة" سے اللہ عزوجل کی ذات کا دیدار کرنا مراد ہے اور اہل جنت کے نزدیک جمعہ کے دن دیدارِ الٰہی کے انعام سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہ ہوگی اور اس کا نام "يوم المزيد" بھی ہے کیونکہ جنتی اس دن میں جبار جلّ جلالہ و تقدس اسماءہ کو دیکھیں گے۔

فصل

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ حدیث ابن مسعود میں "في كثيب من كافور" کے الفاظ ہیں اس میں "في" بمعنیٰ "على" ہے یعنی اہل جنت سفید کافور کے ٹیلے پر ہوں گے جیسا کہ اس باب کے اول میں حضرت حسن کی روایت مرسل میں گزرا ہے: "على كثيب من كافور"۔

المزید: ایک روایت میں ہے کہ "المزيد" سے مراد ہے حور عین (گورے رنگ کی موٹی آنکھوں والی) جس سے اہل جنت کی شادی ہوگی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔

جنت کی سب راحتیں سب نعمتیں اور خوشیاں بجا لیکن رب کریم کے ایسے خاص بندے بھی ہوں گے کہ جن کی حالت یہ ہوگی جیسا کہ حافظ ابو نعیم نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص بندے بھی ہیں کہ اگر انہیں دیدار خداوندی سے روک دیا جائے تو وہ جنت میں اس طرح آہ و فغاں اور فریاد کرنا شروع کر دیں جس طرح جہنمی آگ سے نکلنے کے لیے چیخ و پکار کریں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ "المزید" سے مراد بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں جو اہل جنت مردوں کے نکاح میں دی جائیں گی' اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ کثیرہ بن مرّہ بیان کرتے ہیں کہ "المزید" یعنی مزید انعام میں سے ایک چیز یہ بھی ہوگی کہ اہل جنت کے اوپر ایک بادل چھائے گا اور اس کے اندر سے آواز آئے گی کہ جنتیو! تم کس چیز کی بارش چاہتے ہو' بہرکیف تم جس چیز کی تمنا کرو گے اس چیز کا تمہارے اوپر مینہ برسا دیا جائے پس تم تمنا کرنے والے بنو۔ حضرت خالد کہتے ہیں: اکثر اہل جنت کہیں گے کہ ہمارے اوپر جنتی آراستہ حوروں کی بارش ہو۔

۷۸-جنت اور اس کے حق داروں کے بارے میں وارد کلمات اور آیات مبارکہ کی تفسیر میں علماء مفسرین کے اقوال کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ. اور ہم (دنیا کی) رنجشوں اور کینوں کو ان کے سینوں سے نکال دیں گے۔ (الاعراف:۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "سب سے پہلے جنت میں جنتیوں کا جو گروہ داخل ہوگا ان کے لیے پانی کے دو چشمے پیش کیے جائیں گے' جب اہل جنت ان میں سے ایک چشمہ کا پانی پئیں گے تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان کے دل سے وہ بغض و کینہ جو دنیا میں ان کے اندر ہوتا تھا سب دھل جائے گا اور ان کے دل صاف ہو جائیں گے' پھر وہ دوسرے چشمہ پر وارد ہوں گے اور اس میں غسل کریں گے جس سے ان کے رنگ نکھر جائیں گے' چہروں پر صفائی آ جائے گی اور ان پر جنت کی تازگی نمودار ہوگی۔

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۝ اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (الدھر:۲۱)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اہل جنت' جنت کی طرف روانہ ہوں گے تو ان کا گزر ایک ایسے درخت کے پاس سے ہوگا جس کے نیچے دو چشمے ہوں گے' وہ ایک چشمہ سے پانی پئیں گے تو ان کے چہروں پر تازگی اور شادابی کا پانی پھر جائے گا اور منہ پر رونق آ جائے گی اور اس کے بعد ان کی جلد کبھی متغیر ہوگی نہ ان کے بال پراگندہ ہوں گے' پھر جب وہ دوسرے چشمے سے پانی پئیں گے تو اس کا پانی ان کے پیٹ صاف کر دے گا' اس کے بعد جنت کے دربان ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ۝ (جنت کے داروغے کہیں گے:) سلام تم پر' تم خوب رہے تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے ۝ (الزمر:۷۳)

ابن المبارک کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا. (الزمر:۷۳)

اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے۔

تو وہ جنت کے دروازے پر ایک درخت پائیں گے جس کے تنے سے دو چشمے نکلتے ہیں' اہل جنت ان چشموں میں سے ایک چشمہ میں غسل کریں گے اور ایک سے پانی پئیں گے' نہانے کے بعد ان کی صورت پر نکھار آ جائے گا' جلد ایسی ملائم ہو جائے گی جیسے اس پر تیل اور کریم لگایا گیا ہو اور اس کے بعد ہمیشہ ایسے ہی رہے گی کبھی اس میں تغیر رونما نہ ہوگا اور بال ایسے خوبصورت اور ملائم ہو جائیں گے کہ ان میں پھر کبھی خشکی اور پراگندگی پیدا نہ ہوگی اور اس پانی کے پینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کے اندر بالکل صاف ہو جائیں گے اور ان کی ایسی برین واشنگ ہو جائے گی کہ ان کے باطن سے کینہ' حسد اور تمام رذائل اور قابل نفرت چیزیں ڈھل کر دور ہو جائیں گی اور ان کا باطن پاک اور صاف ہو جائے گا۔ پھر اس ظاہر و باطن اور صورت و سیرت کی خوبصورتی اور نکھار کے بعد جب وہ جنت میں جائیں گے تو جنت کے ہر دروازے پر فرشتے ان کا استقبال کرنے کے لیے کھڑے ہوں گے اور "سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین" کے الفاظ سے ان کا سواگت کریں گے۔ پھر ان اہل جنت کے چاروں طرف خدمتگار لڑکے اس طرح چکر لگائیں گے جس طرح بچے اور چھوٹے لڑکے اپنے کسی خاص عزیز رشتہ دار کے سفر سے واپس لوٹنے پر اس کے "چار چوفیرے" اور آس پاس گھومتے پھرتے ہیں' وہ لڑکے جنتی سے کہیں گے: آپ خوش ہو جایئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی اور ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں' پھر ان میں سے ایک لڑکا جنتی شخص کی ہونے والی بیویوں میں سے ایک بیوی کے پاس جائے گا اور اس سے کہے گا: فلاں صاحب آئے ہیں اور وہ اس شخص کا وہ نام بھی لے گا جس نام سے دنیا میں اس کو بلایا جاتا تھا' جنتی بیوی اس لڑکے سے کہے گی: اے لڑکے! تم نے خود اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھا ہے؟ اور وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے گی حتیٰ کہ جنت کے دروازے کی دہلیز پر کھڑی ہو جائے گی اور بڑی بے چینی کے ساتھ اپنے جنتی شوہر کا انتظار کرنا شروع کر دے گی' کبھی اندر جائے گی کبھی باہر آئے گی' پھر جنت کے مکانات کی طرف دیکھے گی جو سبز' زرد اور سرخ ہر قسم کے رنگ برنگے موتیوں سے بنائے گئے ہیں' پھر وہ بیٹھ جائے گا اور دیکھے گا کہ وہاں نرم و گداز بستر لگے ہوئے ہیں' جام و سبو رکھے ہوئے ہیں' زمین پر بچھے ہوئے گدیلوں پر چھوٹے چھوٹے تکیے سلیقے سے ایک لائن میں لگائے ہوئے ہیں' پھر جب وہ سر اٹھا کر اوپر چھت کی طرف دیکھے گا تو اس کی چمک اتنی تیز ہوگی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر نہ کر دیا ہوتا تو اس کی چکاچوند میں اس کی آنکھوں کی بینائی زائل ہو جاتی' اس میں بجلی کی سی چمک ہوگی' پھر وہ کہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں اس کی خبر دی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ. (الاعراف:۴۳)

اور کہیں گے: سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝

جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں

گے مہمان بنا کر ○ (مریم:۸۵)

اس آیت مذکورہ بالا کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام قمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''عیون الاخبار'' میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ عز وجل کے اس قول مبارک '' یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا○ '' (مریم:۸۵) کے بارے میں پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ وفد کونسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وفدان (مؤمنین متقین) لوگوں کا ہوگا جن کو سوار کر کے ان کی قبروں سے میدان حشر میں لایا جائے گا' پھر حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' وہ لوگ جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کو ایسی سواریوں پر بٹھایا جائے گا جن پر طلائی کجاوے اور زرّیں پالاں ہوں گے جو قسم قسم کے موتیوں سے مرصّع ہوں گے' یہ سواریاں ان کو جنت کے دروازے تک لے جائیں گی اور فرمایا کہ جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت ہے جس کی جڑ سے دو چشمے پھوٹتے ہیں' جنتی جب اس چشمے کا پانی پئیں گے تو اس پانی کے پینے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان کے پیٹ (اور ان کا باطن) دنیا کی ہر میل کچیل اور گندگی سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ اس بات کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَسَقٰىهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا○ اور ان کا رب ان کو پاک کر دینے والی شراب پلائے گا○ (الدھر:۲۱)

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد اہل جنت اس دوسرے چشمے سے غسل کریں گے جس کے اثر سے ان کے سر کے بال پراگندہ ہوں گے اور نہ کبھی ان کا رنگ متغیّر ہوگا اور آپ نے فرمایا کہ اس (یعنی شراب نوشی اور نہانے) کے بعد اہل جنت' جنت کے دروازوں کی زنجیروں کو ہلائیں گے اور دستک دیں گے (یا بیل بجائیں گے) تو اس دستک (یا بیل بجانے) سے ایسی دلکش آوازیں اور مسحور کن سریں پیدا ہوں گی کہ اگر دنیا والے ان آوازوں کو سن لیں تو فتنہ میں پڑ جائیں اور (دستک سن کر) رضوان (جنت کا داروغہ) فرشتہ جلدی سے آ کر ان کے لیے دروازہ کھول دے گا' جنتی جب رضوان کے چہرے کے حسن و جمال کو دیکھیں گے تو اس کے قدموں میں گر جائیں گے' رضوان ان سے کہے گا: اے اللہ کے ولیو! میں تو تمہارا ناظم ہوں اور تمہارے لیے بنگلوں کی الاٹمنٹ کرنے کی ڈیوٹی پر تعیّنات ہوں (**انا قیمکم الذی وکلت بکم و بمنازلکم**) چنانچہ رضوان ان کو چاندی کے ایسے محلات کہ جن کے کنگرے گولڈن ہوں گے' کی طرف لے کر چل دیں گے' محلات خوبصورتی اور روشنی کی وجہ سے ایسے صاف شفاف ہوں گے کہ ان کے اندر سے باہر کا حصہ اور باہر سے اندرونی حصہ عیاں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ یہ دیکھ کر کہیں گے: اے رضوان! یہ محل وقصور کس کے لیے ہیں؟ رضوان جواب دیں گے کہ تمہارے لیے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اگر اہل جنت سے موت کو اٹھا نہ لیا گیا ہوتا تو ان میں سے اکثر لوگ خوشی اور فرحت سے جان دے بیٹھے ہوتے' حضور ﷺ فرماتے ہیں: پھر جنتی جب قصر جنت میں داخل ہونے کا ارادہ کریں گے تو رضوان فرشتہ ان سے کہے گا: میرے پیچھے چلے آؤ میں تمہیں وہ نعمتیں دکھاؤں گا جو اللہ رب العزت نے تمہارے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: پھر رضوان اہل جنت کو جنت میں گھمائے گا (وزٹ کرائے گا) اور

ان کو محلات اور خیمے دکھائے گا جو اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نے ان کو عطا فرمائے ہیں' اس کے بعد رضوان ان کو یاقوت سے بنے ہوئے کمروں میں لے جائے گا جس کی بلندی سو ہاتھ کے برابر ہوگی جس میں تمام رنگوں کا پینٹ کیا گیا ہوگا اور اس میں کنکریٹ اور ماربل کی جگہ موتی اور یاقوت کو کام میں لایا گیا ہوگا' ہر کمرہ میں ایک تخت (بیڈ) ہوگا جس کی لمبائی اور چوڑائی ایک ایک فرسخ (تین میل) کے برابر ہوگی اور اس تخت پر جو بستر بچھا ہوا ہوگا وہ اوپر نیچے تہہ در تہہ اتنا بڑا ہوگا کہ پچاس کمروں کی مقدار کے مساوی ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کے اس قول کا کہ ''وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ۝'' (الواقعہ:۳۴) ''اور بلند بچھونوں میں'' (ایک قول یہ بھی ہے کہ بچھونوں سے مراد عورتیں ہیں' اس تقدیر پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ عورتیں فضل و جمال میں بلند درجہ رکھتی ہوں گی) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ تخت بھی نور کے ہوں گے اور بچھونے بھی نور کے ہوں گے۔ اور فرماتے ہیں کہ ہر ولی اللہ کے سر پر ایک تاج سجایا جائے گا جس کے ستر پہلو ہوں گے اور ہر پہلو اور کنارے پر ستر ستر چمکدار سرخ موتی لگے ہوں گے' اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے چہروں کو چودھویں کے چاند کی طرح روشن کر دے گا اور گلے میں نور کے چمکتے ہوئے لاکٹ اور ہار ڈالے ہوں گے اور ہر جنتی کے ہاتھ میں تین تین کنگن پہنائے جائیں گے' ایک سونے کا' ایک چاندی کا اور ایک موتیوں کا' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ۝ (الحج:۲۳)

اس میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے۝

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا (الرعد:۲۳' النحل:۳۱ فاطر:۳۳)

بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ جنتیں سات ہیں: (۱) دار الجلال (۲) دار السلام (۳) جنت عدن (۴) جنت الماویٰ (۵) جنت الخلد (۶) جنۃ الفردوس (۷) جنت النعیم۔

اور ایک قول یہ ہے کہ جنتیں چار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۝'' اور اس کے بعد فرمایا: '' وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۝'' (الرحمٰن:۴۶۔ الرحمٰن:۶۲) لٰہذا ۲+۲ چار ہوئیں اور ان چار جنتوں کے سوا پانچویں جنت کا ذکر نہیں کیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت الماویٰ کا ذکر تو فرمایا ہے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان چار جنتوں کے علاوہ کسی جنت کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنت الماویٰ کا نام تو تمام جنتوں کو شامل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (السجدۃ:۱۹)

تو ان کے لیے (جنہوں نے ایمان لانے کے بعد نیک کام کیے) مہمانداری میں بسنے کے لائق باغ ہیں' یہ ان کے نیک کاموں کا بدلہ ہے۝

لفظ ''جنت'' کی تحقیق

لفظ ''جنت'' اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے اس لیے کبھی جنت کہہ دیا جاتا ہے اور کبھی جنات۔ اسی طرح جنت عدن اور جنات عدن کیونکہ عدن کا معنیٰ ہے اقامت اور تمام جنتیں دار الاقامۃ ہیں جیسے کہ تمام جنتیں مؤمنین کے لیے ماویٰ ہیں۔ اسی طرح دار الخلد اور دار السلام کا مفہوم سمجھنا چاہیے کہ تمام جنتیں ہمیشہ رہنے کا گھر ہیں اور خوف وحزن سے سلامتی کی جگہ ہیں اور یوں ہی جنت النعیم اور جنات النعیم کو سمجھ لیجیے کہ تمام جنتیں بھانت بھانت کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔

امام حلیمی اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم جنت عدن' ماویٰ اور نعیم کو الگ الگ جنت کا نام قرار دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ اگر ایک جگہ ایک جنت کو موسوم کیا ہے تو دوسری جگہ تمام جنتوں کو بھی اسی نام سے موسوم کیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اسماء ایک جنت کو دوسری جنت سے ممتاز کرنے کی غرض سے نہیں لائے گئے بلکہ ان ناموں میں سے ہر ایک نام تمام جنتوں پر بولا جاتا ہے اور بالخصوص یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صراحتاً عدد کا ذکر فرمادیا ہے جس سے صرف چار جنتوں کا ثبوت ملتا ہے اور ان جنتوں کے لیے دروازوں کا ثبوت بھی موجود ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: ''وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا'' (الزمر:۷۱) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: ''ان ابواب الجنة ثمانية'' ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں''۔

(الھیثمی مجمع الزوائد ج۱۰ص ۱۹۸' مسند احمد ج۲ص ۲۶۸' المستدرک للحاکم ج۴ص ۲۶۱' سنن دارمی ج۲ص ۳۳۲)

اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ چاروں جنتوں کے دو (۲) دو (۲) دروازے ہوں اور اس لحاظ سے جنت کے دروازوں کی تعداد آٹھ ہو۔

اہل جنت کی صفت بیان فرمائی اور پھر ان کو دو گروہوں میں تقسیم فرماتے ہوئے ایک گروہ کو سابقون مقربون اور دوسرے گروہ کو اصحاب یمین فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سابقون کا گروہ دو بالائی جنتوں میں رہے گا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں فرمایا ہے: ''وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ○'' (الرحمٰن:۶۲) اور اہل یمین کے لیے ان سے زیریں حصہ کی دو جنتیں ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا کہ ''وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ○'' (الرحمٰن:۶۲) اور اس کے بارے میں احادیث اور آثار کا ذکر پچھلے باب میں گزر چکا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''ولمن خاف مقام ربه جنتان'' اور قول باری تعالیٰ جل شانہ ''ومن دونهما جنتان'' کے بارے بیان فرمایا کہ دو جنتیں مقرّبین کے لیے ہیں اور دو اصحاب یمین کے لیے۔

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ○ (الحج:۲۳)	انہیں وہاں سونے کے کنگن اور موتیوں (کے ہار) پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں:

ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے: ایک سونے کا' ایک چاندی کا' ایک موتی کا۔ اور اس آیت کریمہ میں

فرمایا: "من ذهب و لؤلؤا" (ایک سونے کا' ایک موتیوں کا) اور دوسری جگہ فرمایا: "وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ" (الدھر:۲۱) "اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے"۔

حدیث صحیح میں ہے کہ مؤمن کے زیور اس کے وضو کی جگہ تک ہوں گے۔ مفسّرین نے فرمایا کہ چونکہ دنیا میں بادشاہ کنگن اور تاج پہنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یہ زیور اور تاج اہل جنت کو پہنائے گا کیونکہ وہ جنت میں بادشاہ ہوں گے۔

ولباسهم فيها حرير. اور ان کا لباس جنت میں ریشمی ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جنت میں مومن کا گھر ایک کھوکھلے موتی کا ہوگا اور گھر کے وسط میں ایک ایسا درخت ہوگا جس سے کپڑے بنتے ہیں اور جنتی اپنی ایک انگلی یا فرمایا اپنی دو انگلیوں سے ستر جوڑے کپڑوں کے ایسے نکالے گا جن پر زبرجد' مرجان اور لؤلؤ بڑے سلیقے سے لگے ہوئے ہوں گے۔

ابن مبارک کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے تھے کہ بے شک جنت میں مؤمن کا گھر موتیوں کا بنا ہوگا' اس گھر میں چالیس کمرے ہیں اور گھر کے درمیان میں ایک درخت ہے جس سے کپڑے بنتے ہیں' مؤمن اس درخت سے جا کر اپنی ایک انگشت کے ذریعے ستر جوڑے نکال لائے گا جن پر مختلف قسم کے موتیوں کی لڑیاں لگی ہوں گی۔

جنتی لباس کا گفتگو کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بے شک جنت میں اللہ کے دوست ایسا لباس زیب تن کریں گے جس کے دو مختلف رخ ہوں گے اور اس لباس کا اوپر والا حصہ اور نیچے والا حصہ جو بدن کے ساتھ متصل ہوگا دونوں آپس میں ایک دوسرے سے نہایت دلکش اور چٹپٹی گفتگو کریں گے' پوشاک کے اندر کی سائیڈ والا حصہ اوپر والے حصہ سے کہے گا کہ میں اللہ کے دوست کو تیری نسبت زیادہ مرغوب اور پسند ہوں کہ میں اس کے بدن کو چھونے والا ہوں اور تو اس کے جسم کو مس کرنے اور چھونے والا نہیں ہے اور لباس کا دوسرا رخ جو اوپر سطح کی جانب ہوگا وہ کہے گا کہ میں تجھ سے اللہ کے دوست کے نزدیک زیادہ عزت و کرامت رکھتا ہوں کیونکہ میں اس اللہ تعالیٰ کے ولی کے چہرے کو دیکھتا ہوں جبکہ تو حجاب میں ہے اور اس کے چہرے کو نہیں دیکھتا۔ باقی یہ بات اس سے پہلے گزر گئی ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے وہ جنت میں اس لباس سے محروم رہے گا۔

امام ابو عمر ورحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث سے میں نے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ دنیا میں شراب پینے والا شخص جب جنت میں جائے گا تو وہاں وہ شراب پیے گا نہ اس کو دیکھے اور یاد کرے گا اور نہ ہی اس کے دل میں شراب کی وہاں خواہش پیدا ہوگی' اسی طرح وہ شخص ہے جو دنیا میں ریشم پہنتا تھا اور توبہ کیے بغیر مر گیا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: میں کہتا ہوں: اسی طرح وہ شخص جو دنیا میں سونا چاندی کے برتن استعمال کرنے والا ہے اور ان ظروف سیم و زر کے استعمال سے توبہ کرے بغیر دنیا سے کوچ کر گیا۔

گیت سننے والوں کا حکم

حکیم ابو عبداللہ ترمذی "نوادر الاصول" میں روایت کرتے ہیں' حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (دنیا میں) شوق سے گانے سنتا ہے جنت میں اس کو روحانیوں کو سننے کی اجازت نہیں دی جائے گی' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ روحانی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اہل جنت کے قرّاء''۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۰۶۶۰' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۴۱۷)

ایک قول یہ بھی ہے کہ دنیا میں شراب پینے والوں' ریشمی لباس پہننے والوں' سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے والوں اور گانے سننے والوں کا آخرت میں شراب' سونے چاندی اور روحانیوں کی قرأت اور غناء ان سب چیزوں سے محروم رکھا جانا صرف اس وقت تک ہوگا جب وہ دوزخ میں مبتلائے عذاب ہوں گے اور طینة الخبال (دوزخیوں کی پیپ) پیتے ہوں گے لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ اور شفاعت کی بدولت دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے تو وہاں وہ ان مذکورہ بالا اشیاء میں سے کسی بھی آئٹم سے محروم نہیں رکھے جائیں گے کیونکہ دنیا کی ان لذات سے محرومی کسی جنتی کے لیے ایک نوع کا مواخذہ اور سزا ہے جبکہ جنت عقوبت خانہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کے دارو گیر اور اخذ و احتساب کی جگہ۔

مؤلف تذکرہ کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: ابوسعید خدری اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتیں اس قائل کے قول کی تردید کرتی ہیں اور جس طرح نچلے طبقات کے جنتی اپنے سے اعلیٰ درجہ کے جنتیوں کے مرتبہ اور منزلت کی اشتہاء اور خواہش نہیں کریں گے اور ان کے لیے ادنیٰ درجے میں رہنا عقوبت نہیں ہے اسی طرح جنت کی شراب اور ریشم کے ملبوسات کی وہ خواہش نہیں کریں گے اور نہ ہی یہ چیز ان کے لیے عقوبت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ. (الکہف: ۳۱)
اور سبز لباس باریک (کریب وغیرہ) اور بہتر ریشم کے (یعنی مخمل وغیرہ) پہنیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ. (الدھر: ۲۱)
اور ان کے بدن پر سبز کریب (باریک ریشم) اور دبیز ریشمی قنادیز کے کپڑے ہوں گے۔

سبز رنگ کو مخصوص کرنے کی وجہ

مفسّرین فرماتے ہیں کہ سبز رنگ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بصارت کے لیے موزوں اور اس کے لیے موافق و سازگار ہے کیونکہ سفید رنگ نظر کو متفرق و منتشر کرنے والا اور تکلیف والم دینے والا ہوتا ہے اور سیاہ رنگ غصہ پیدا کرتا ہے اور سبز رنگ سیاہ اور سفید دونوں رنگوں کی درمیانی اور اعتدالی کیفیت کا حامل رنگ ہے جس پر نظر ٹھہرتی ہے اور انتشار بصر کا موجب نہیں بنتا' اس لیے اس معتدل رنگ کو جنتیوں کے لباس کے لیے خاص کیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ. (الدھر: ۱۳' الکہف: ۳۱)
وہ وہاں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے (شاہانہ شان و شکوہ کے ساتھ) بیٹھیں گے۔

نیز ارشاد فرمایا:

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ . قطار سے بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ (الطور:۲۰)

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○ اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیا ہے ○ (الدخان:۵۴' الطور:۲۰)

حضور نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل جنت میں کا ایک مرد ایک ماہ میں ایک ہزار حوروں سے شادی کرے اور ان میں سے ہر ایک حور سے اتنی دیر گلے ملے گا جس قدر اس نے دنیا میں زندگی گزاری ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: بے شک اہل جنت میں کا ایک مرد حور سے ستر سال تک معانقہ کرے گا اور دونوں میں سے کوئی بھی اکتائے گا نہیں' جنتی مرد جتنی بار بھی اپنی بیوی کے پاس آئے گا ہر دفعہ اس کو کنواری اور باکرہ پائے گا اور ہر بار پہلے کی طرح شہوت آئے گی اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرے گا تو اس میں ستر مردوں کی قوت ہوگی' ان دونوں میاں بیوی کو انزال نہیں ہوگا' وہ خروج منی کے بغیر جماع کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ○ (الواقعۃ:۳۵-۳۷) بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا ○ تو انہیں بنایا کنواریاں ○ اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں ○

حضرت مسیب بن شریک بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک عَلَیہِ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس سے مراد دنیا کی بوڑھی عورتیں ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی نشاۃ ثانیہ فرمائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو نئے سرے سے جوان بنا دے گا) ان کے شوہر جب بھی ان کے پاس (جماع کے لیے) آئیں گے ان کو کنواری اور دوشیزہ پائیں گے۔ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضور اکرم علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک سنا تو عرض کیا "وا او جعاہ" ہائے میں مرگئی بیچاریوں کو کتنا درد ہوگا!؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہاں کوئی درد نہیں ہوگا۔ (الشوکانی فتح القدیر ج۵ ص۱۵۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک اہل جنت میں سے ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ ستر سال تک ایک ہی پہلو پر لیٹے ہوئے لطف اندوز ہوتا رہے گا' پھر اس کے برابر والے کمرہ سے اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت عورت اسے آواز دے گی کہ کیا ابھی تک ہمارے ساتھ آپ کے ملاقات کرنے کا وقت نہیں ہوا؟ ہمیں آپ کب دولتِ وصال سے نواز رہے ہیں؟ وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہو کر کہے گا: آپ کون ہیں؟ وہ کہے گی: میں ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○ (قٓ:۳۵) اور ہمارے پاس اور زیادہ بھی ہے ○

چنانچہ وہ شخص اس کے پاس منتقل ہو جائے گا اور ستر سال تک اس کے ساتھ ایک ہی پہلو پر رہتے ہوئے انجوائے کرے گا' پھر ایک تیسرے کمرے سے اس سے بھی بڑھ کر حسن و جمال کی پیکر اسے آواز دے گی: کیا ہم

سے ملاقات کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے؟ ہم اس دولتِ وصال سے کب مشرّف ہوں گے؟ وہ جنتی اس کی طرف متوجہ ہوکر دریافت کرے گا کہ ارے اللہ کی بندی! آپ کا تعارف؟ وہ جواب میں کہے گی: ''قرۃ العین ہوں'' یعنی میں ان نعمتوں میں سے ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدۃ:۱۷)

تو کسی شخص کو نہیں معلوم جو ان کے کاموں کے صلہ میں ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے ○

چنانچہ اب وہ اس حسینہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ستر سال تک وصل کے مزے اڑائے گا اور پہلو تک نہیں بدلیں گے یونہی ان کی ملاقات اور ملاپ کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○ (الدخان:۵۴، الطور:۲۰)

اور ہم نے انہیں بیاہ دیا نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے ○

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: حضرت قتادہ اور عامۃ المفسرین کے نزدیک ''حور'' کا معنیٰ ہے گورے چٹے رنگ والیاں اور ''عین'' بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ○ (یٰسین:۵۵)

بے شک اصحاب جنت اس دن مزے سے دل بہلا رہے ہوں گے ○

حضرت قتادہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جنتی آخرت میں عیش میں مشغول ہوں گے اور لب جو کنواری حور عین سے دادِ عیش دیں گے اور کوئی فکر فاقہ نہ ہوگا اور حضرت حسن بصری کا قول یہ ہے کہ وہ مسرور اور شادمان رہیں گے (ان کو کوئی ڈر اندیشہ نہیں ہوگا)

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ○ (یٰسین:۵۶)

وہ اور ان کی بیویاں درختوں کے سائے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے (شان سے) بیٹھے ہوں گے ○

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ○ (الصّٰفّٰت:۴۱)

ان (مخلص مقبول بندوں) کے لیے وہ (بہترین) رزق ہیں جو ہمارے علم میں ہے ○

اس کی تفسیر میں مقاتل کا قول یہ ہے کہ جب جنتی خواہش کریں گے (اسی وقت ان کو قسم قسم کے میوہ جات مل جائیں گے) اور ابن مسیّب فرماتے ہیں: اتنی دیر بعد جتنی دیر بعد صبح و شام دنیا میں ملتا ہے اگرچہ وہاں یعنی آخرت میں نہ صبح ہے نہ شام۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○ (مریم:۶۲)

اور انہیں اس میں ان کا رزق ملے گا صبح و شام ○

ابن جوزی نے کہا کہ علماء مفسرین فرماتے ہیں: جنت میں لیل و نہار نہیں ہوں گے' وہاں صرف نور ہی نور ہوگا جنتی رات ہو جانے کا اندازہ پردوں کے گر جانے اور دروازوں کے بند ہو جانے سے کریں گے' اسی طرح دن کا اندازہ پردہ اٹھنے اور دروازے کھلنے سے کریں گے۔ (اور یہ سب آٹو میٹک سسٹم سے ہوگا)

حکیم ترمذی اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں روایت کرتے ہیں' ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا جنت میں رات ہوگی؟ آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرے یہ سوال کرنے کا محرک کیا چیز بنی ہے؟ اس سائل نے عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ اور ان کے لیے جنت میں صبح و شام رزق میسر ہے ۝

(مریم:۶۲)

تو میں نے کہا کہ صبح اور شام کے درمیان رات ہے (یعنی شام کے بعد اگلی صبح تک مدات ہے) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہاں کوئی رات نہیں ہے وہاں تو صرف ضیاء اور نور ہے' شام ہونے پر صبح اور پھر صبح ہونے پر شام پڑ گئی بس یہی سلسلہ رہے گا اور اوقات نماز کہ جن میں وہ دنیا میں نماز ادا کرتے تھے' ان کے پاس تحائف آئیں گے اور فرشتے ان اوقاتِ صلوٰۃ میں ان کو سلام پیش کریں گے۔

فرمان خداوندی ہے:

وَأَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ (الطور:۲۲) اور ہم ان کو پے در پے میوے اور جس چیز کا وہ گوشت چاہیں گے عطا فرمائیں گے ۝

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ ''فواکہ'' سے مراد ہر قسم کے پھل فروٹ ہیں چاہے تازہ پھل ہوں یا خشک میوہ جات اور ڈرائی فروٹ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا . (الدھر:۱۴) اور اس کے (مجاہد نے کہا: بہشتی درختوں کے) سائے ان پر جھکے ہوں گے۔

''وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝'' (الدھر:۱۴) اور ان کے پھلوں کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیے گئے ہوں گے تاکہ وہ کھڑے' بیٹھے' لیٹے ہر حال میں بآسانی پھل لے سکیں۔ حضرت مجاہدؒ کے علاوہ حضرت براء بن عازب سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی کی مثل منقول ہے کہ اہل جنت درخت سے جس طرح چاہیں گے بیٹھے ہوں چاہے لیٹے ہوئے پھل لے سکیں گے۔

ابن وہب کی روایت ہے' حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کی تجدید خلق ہوگی اور ایک تناور درختِ خرما کی طرح ان کا قد ساٹھ ہاتھ (یعنی تیس (۳۰) گز) لمبا ہوگا اور وہ حالتِ قیام میں جنت کے ثمرات سے برخوردار ہوں گے (یعنی درخت کے اوپر چڑھنے کی حاجت نہیں ہوگی' اپنی دراز قامتی کی وجہ سے درخت کے نیچے کھڑے ہی پھل توڑ لیں گے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' تحقیق اہل جنت اپنے بستروں پر لیٹے لیٹے جنت کے درختوں سے پھل لے سکیں گے اور جو پھل بھی ان کے کام ودہن میں پہنچے گا اس کی جگہ اسی وقت نیا اور پھل لگ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ (الزخرف:۷۱) ان پر زرّین پیالوں اور جاموں کا دور چلے گا (جن میں شراب طہور بھری ہوگی)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قتبی رحمہ اللہ تعالیٰ ''عیون الأخبار'' میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے' آپ نے فرمایا کہ جنت میں سب سے ادنیٰ درجے والا شخص وہ ہوگا جس کے سرہانے دس خدمتگار کھڑے ہوں گے اور ہر خادم کے ہاتھ میں دو جام ہوں گے' ایک سونے کا ہوگا اور دوسرا چاندی کا اور ہر ایک جام کا اپنا ایک رنگ (نظام) ہوگا۔ مفسّرین فرماتے ہیں: سب سے کم درجے والا جنتی وہ ہوگا جس کے ساتھ ستر ہزار غلام ہوں گے جن کے ہاتھوں میں سونے کے پیالے ہوں گے' ہر پیالے کا کھانا دوسرے سے مختلف الذائقہ ہوگا' انسان ہر پیالے سے اسی اشتہاء کے ساتھ کھائے گا جس طرح پہلے سے کھایا تھا اور اس کا مزہ پہلے سے جدا پائے گا اور جنتیوں میں سب سے اعلیٰ وارفع درجے والا شخص وہ ہوگا جس کے ساتھ سات لاکھ غلام اور خدمت گار ہوں گے' ہر غلام کے ساتھ ایک زرّیں صحنک ہوگی جن میں قسم قسم کے کھانے ہوں گے' ہر صحنک اور پیالے کا کھانا دوسرے سے جدا گانہ ہوگا' آدمی ہر برتن سے پوری اشتہاء اور چاہت سے تناول کرے گا اور ہر ایک کا مزہ دوسرے سے الگ محسوس کرے گا اور کھانے کے بعد جام چلے گا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ۔ (الدھر:۱۵) اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا (جو شیشے اور آبگینہ کی مثل صاف شفاف ہوں گے)۔

کوب اور ابریق کے معنوں کی لغوی تحقیق

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوب چھوٹی گردن اور چھوٹے دستے والے گول شکل کے گلاس (جام) کو کہتے ہیں اور ابریق مستطیل شکل کے لمبی گردن اور لمبے دستے والے جام کو کہتے ہیں۔

ابن عزیزہ اخفش اور قطرب کا قول یہ ہے کہ اکواب ایسے لوٹے اور چھاگل کو کہا جاتا ہے جس کا دستہ اور قبضہ ہو اور نہ خرطوم۔

امام جوہری نے صحاح میں کہا کہ کوب ایسے کوزہ کو کہتے ہیں جس کا دستہ اور قبضہ نہ ہو۔ مجاہد' سدی اور اہل لغت کا بھی یہی مذہب ہے کہ کوب مُٹھ کے بغیر جگ یا لوٹے کو کہتے ہیں۔

كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ۔ (الدھر:۱۵-۱۶) جو شیشے کی مثل ہو رہے ہوں گے ۝ کیسے شیشے چاندی کے۔

یعنی وہ جام چاندی کے بنے ہوں گے' ان میں سفیدی چاندی کی اور شفافیت شیشہ کی ہوگی' یہ اس لیے کہ ہر قوم کے کوزے اور آب خورے ان کے دیس کی مٹی سے بنے ہوتے ہیں اور جنت کی مٹی چاندی کی ہے تو وہاں کے

کوزے اور آب خورے اور جام بھی چاندی کے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ صفائی میں چاندی جیسے ہوں گے' ان کے باہر سے اندر کی چیز صاف نظر آئے گی جیسے شیشے کے گلاس ہوتے ہیں کہ ان کے اندر جو چیز ہو وہ باہر سے دکھائی دیتی ہے اور یہ جنت کی چاندی کی خصوصیت ہے' دنیا کی چاندی میں یہ بات نہیں ہے اور اس میں اس بات پر دلیل بھی ہے کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے۔

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ○ (الدھر:۱۶) اور بنانے والوں اور ساقیوں نے ان کو ایک خاص اندازہ پر رکھا ہوگا ○

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ (ساقی) اپنے ذہن میں اس کا اندازہ کریں گے اور چھوٹوں' بڑوں اور درمیانوں کی ضرورت اور چاہت کے مطابق پیمانہ بھر کر ان کی خدمت میں لائیں گے یعنی اس طرح اندازے سے بھریں گے کہ نہ بچے اور نہ مزید ضرورت پڑے۔

اور حضرت ابن عباس اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ جام پلانے والے ان جنتیوں کے مراتب کے لحاظ سے ان کے پاس جام شراب لائیں گے یعنی ان کے مرتبہ و مقام کے اعتبار سے کوئی کمی بیشی نہیں رہنے دیں گے' ہر شخص کو اس کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے جام ملے گا۔

مطلب یہ ہے کہ فرشتے جو جام لے کر اہل جنت پر گردش کریں گے وہ اندازے اور حساب سے ان کو شراب پلائیں گے جیسا کی دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ:

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ: بے شک نیک لوگ جام شراب پئیں گے۔
(الدھر:۵)

اور ارشاد ہوتا ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ ان پر دور ہوگا نگاہ کے سامنے بہشتی شراب کے جام کا (جس کی پاکیزہ نہریں نگاہوں کے سامنے جاری ہوں گی) ○ (الصّٰفّٰت:۴۵)

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ○ نہ اس میں خمار ہے (جس سے عقل میں خلل آئے) اور نہ اس سے ان کا سر چکرائے۔ (الصّٰفّٰت:۴۷)

محاورہ ہے کہ شراب (خمر) اسی طرح حلیم آدمی کو لے ڈوبتی ہے جس طرح جنگ جانوں کی تباہی کا باعث ہے۔ حمزہ اور کسائی نے ''ینزفون'' کو ''زا'' کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے' اب اس قرأت کے مطابق معنیٰ ہوگا کہ نشہ ان کے قریب تک نہیں پھٹکے گا۔ ''انزف القوم'' کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کو نشہ آنے لگے جیسے ''احصد الزرع'' اس وقت بولا جاتا ہے جب کھیتی کو کاٹنے کا وقت ہو جائے اور ''اقطف الکرم'' اس وقت بولا جاتا ہے جب انگور پک جائیں اور ان کو توڑنے کا وقت آ پہنچے اور ''ارکب المهر'' بولتے ہیں جب گھوڑی کا بچہ سواری کے قابل ہونے کی عمر کو پہنچ جائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے ''لا ینفدون'' یعنی ان کے پاس شراب کبھی ختم نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کے عادی ہوں گے اور لفظ ''کاس'' شراب سے بھرے ہوئے جام کو ہی کہتے ہیں' اگر خالی ہو تو اسے ''کاس'' نہیں کہا جائے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ ''کاس'' (جام) ہر اس برتن کو کہا جاتا ہے جس میں شراب پی

جاتی ہے یعنی ہر شراب سے بھرا ہوا برتن جام کہلاتا ہے۔

كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ (الدھر:۵) اس (جامِ شراب) میں کافور کی آمیزش ہوگی ۝

امام کلبی نے کہا کہ کافور جنت میں ایک چشمہ ہے۔

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ (الدھر:۱۷) جس میں زنجبیل (ادرک کے چشمہ) کی آمیزش ہوگی ۝

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ (الدھر:۱۸) یہ زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے ۝

اہل عرب ادرک (سونٹھ یعنی خشک ادرک) کو بہت پسند کرتے اور شراب میں ذائقے کے لیے ڈالتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس چیز کے ساتھ خطاب فرمایا جس سے کہ وہ آشنا تھے اور پسند کرتے تھے۔ گویا انہیں کہا جا رہا ہے کہ تمہیں آخرت میں تمہاری من پسند اور مرغوب چیزیں ملیں گی جو دنیا میں تمہیں بھلی لگتی ہیں بس ایک شرط ہے کہ تم ایمان لے آؤ۔

''سلسبیل'' ایسے چشمہ کو کہا جاتا ہے جو نہایت سبکساری کے ساتھ بہنے والا ہو۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ (المطففین:۲۵-۲۶) انہیں پلائی جائے گی ایسی خالص شراب جو سیل ہے اور سر بمہر کر کے رکھی ہوئی ہے۔

اور اس کی مہر کستوری کی ہوگی' مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا کہ شراب کے دور کے اختتام پر ان کو یہ دی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اس شراب کا آخری گھونٹ پئیں گے تو انہیں یوں محسوس ہوگا کہ اس میں مشک گھول دی گئی ہے اور تادیر یہی مہک انہیں محسوس ہوتی رہے گی اور ان کا دماغ معطر کر دے گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ ''خِتٰمُهٗ مِسْكٌ'' (المطففین:۲۶) کی تفسیر میں فرمایا کہ مشک اور کستوری کی شراب میں آمیزش ہوگی۔ خِتَام کا معنیٰ مہر لگانا ہے اور اس سے شراب کی بوتل یا مٹکے کو سر بمہر کرنا مراد نہیں ہے جس طرح خواتین خوشبو تیار کرتی ہیں اور آخر میں اس کے اندر مشک اور کستوری ملا دیتی ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں لیا جاتا کہ انہوں نے اس مخلوط اور مکس قسم کی خوشبو کو کستوری سے سربمہر کیا بلکہ ملاوٹ مراد ہے۔ ابن مبارک کی روایت ہے' حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ ''خِتٰمُهٗ مِسْكٌ'' (المطففین:۲۶) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ چاندی کی مثل سفید شراب ہے اور پینے والے اس خاص شراب کو سب سے آخر میں پئیں گے اور اس کی خوشبو کا عالم یہ ہے کہ اگر دنیا کا کوئی ایک آدمی اس شراب کے مٹکے میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لے تو دنیا بھر کے ذی روح اس کی خوشبو کو محسوس کریں یعنی پوری دنیا کو اس کی خوشبو اپنی لپیٹ میں لے لے اور پورے عالم کی فضا معطر معطر ہو کے رہ جائے۔ اس نتھری ہوئی اور خوشبودار شراب کا ذکر فرمانے کے بعد اس کے حصول کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ (المطففین:۲۶) اور للچانے والوں کو اسی پر للچانا چاہیے (دنیا میں نیک کام کرنے میں سبقت کر کے) ۝

ارشادِ ربانی ہے:

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ○ (المطففین: ۲۷) اس کی ملاوٹ شراب تسنیم سے ہوگی (جو جنت کی سب سے اعلیٰ شراب ہے)○

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ○ (المطففین: ۲۸) (تسنیم) وہ چشمہ ہے جس سے دربارِ الٰہی کے خاص مقرب پیتے ہیں○

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مقربین خالص اسی تسنیم کے چشمہ سے پئیں گے ان کو خالص وہی شراب پلائی جائے گی جبکہ باقی اہل جنت کو اس چشمہ کی ملونی اور ملاوٹ دوسری شراب میں ملا کر دی جائے گی اور تسنیم جنت میں سب سے عمدہ شراب ہوگی۔

لفظ "تسنیم" کی لغوی تحقیق

تسنیم کا لغت میں معنیٰ بلندی ہے اور چونکہ یہ چشمہ جنت کی بلندیوں سے بہہ کر نیچے آنے والا ہے اس لیے اس کا نام تسنیم ہے۔ اسی سے ہے "سنام البعیر" یعنی اونٹ کی کوہان کیونکہ وہ بھی باقی بدن سے بلند اور اونچی ہوتی ہے اسی طرح تسنیم القبور کا معنیٰ ہے قبر کو اونٹ کی کوہان کی طرح اونچا کرنا چنانچہ چشمے اور پانی جنت اور عرش کی بلندیوں پر ہوں گے اور ان سے پانی اور شرابیں بہہ کر نیچے آئیں گے۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو ابو مقاتل نے روایت کیا ہے:

عن حسن بن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "اربع عیون فی الجنة عینان تجریان من تحت العرش احداهما التی ذکرها الله تعالی بقوله (يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا) (الدھر: ۶) والاخری (نَضَّاخَتٰنِ) (الرحمٰن: ۶۶) من فوق العرش احداهما التی ذکرها الله سلسبیلا والاخری التسنیم"

ابو عبداللہ حکیم ترمذی "نوادر الاصول" کی اصل نمبر ۸۹ میں روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں چار چشمے ہیں دو عرش کے نیچے بہتے ہیں ایک چشمہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورت الدھر کی آیت نمبر ۶ میں فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے "يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا" (چشمہ کافور کو اللہ کے مقرب بندے) جہاں چاہیں گے وہیں وہ جاری ہو جائے گا" (یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ اہل جنت کو پانی کی ضرورت ہو تو اپنے بالا خانوں سے نیچے اتر کر ان کو مشکیزہ یا گھڑا بھر کر لانا پڑے بلکہ جدھر اشارہ کریں گے اس چشمہ کا پانی وہیں چلا آئے گا کوئی بلندی و پستی کوئی گڑھا اور وادی اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی)۔

اور دوسرا چشمہ وہ ہے جس کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورت الرحمٰن کی آیت نمبر ۶۶ میں فرمایا ہے: "نَضَّاخَتٰنِ" "دو چشمے چھلکتے ہوئے"۔ یہ دو چشمے عرش کے بالائی حصوں سے نکلتے ہیں ان میں سے ایک کا نام اللہ تعالیٰ نے "سلسبیل" اور دوسرے کا نام تسنیم ذکر فرمایا ہے۔ حکیم ترمذی نے فرمایا کہ تسنیم کے چشمہ سے خاص طور پر ان لوگوں کو پلایا جائے گا جو اپنے گناہوں کی وجہ سے پہلے دوزخ میں عذاب کاٹ کر آئے ہوں گے اور "کافور" کا

چشمہ ابرار یعنی نیکوکاروں کے لیے ہوگا' وہ اس سے پئیں گے اور ابرار کو کافور اور تسنیم دونوں چشموں سے مکس اور مخلوط کر کے شراب پینے کو دی جائے گی اور رہے دو چشمے زنجبیل اور سلسبیل تو نیکوکاروں کو ان دونوں کی شراب بھی دوسری شراب میں ملاوٹ کر کے دی جائے گی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ان چشموں اور شرابوں کا ذکر تو ہے مگر اس بات سے قرآن خاموش ہے کہ اس کو کون لوگ پئیں گے لیکن اتنی بات واضح ہے کہ جو شراب ابرار (نیکوکاروں) کو بطور ملونی اور آمیزش کے میسر ہوگی وہ مقربین کے لیے خالص طور پر میسر ہوگی اور جو خالص طور پر ابرار کو مہیا اور میسر ہوگی اس کی آمیزش باقی تمام اہل جنت کی شراب میں بھی کر دی جائے گی۔

ابرار سچے لوگ ہیں اور مقربین صدیقوں کو کہا گیا ہے۔

شراب جنت کی صفت

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جنت کی شراب دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہوگی'' قرآن مجید میں ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۢ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۴۵-۴۶)

ان میں سفید صاف ستھری شراب کے جام چلیں گے ۝ وہ پینے والوں کو مزہ دے گی ۝

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اہل عرب کے محاورہ میں شراب لذیذ وہ کہلاتی ہے جو صاف ستھری ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ (الصّٰفّٰت: ۴۸)

اور ان کے پاس شرم سے نیچی نگاہ رکھنے والی' شوہروں کے سوا کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھنے والی' بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی ۝

یعنی ایسی عورتیں جو اپنے شوہروں کے سوا کسی کی طرف نظر نہیں اٹھائیں گی۔

ابن زید فرماتے ہیں: ان عورتوں میں سے ایک عورت اپنے شوہر سے کہے گی: مجھے قسم ہے اپنے رب کی عزت و جلال کی کہ میں نے جنت میں تجھ سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی ہے اور ''عین'' عیناء کی جمع ہے' اس کا معنیٰ ''بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں'' ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ (الصّٰفّٰت: ۴۹)

گویا کہ وہ چھپے ہوئے (محفوظ) انڈے یا موتی ہیں ۝

تفسیر: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جنتی عورتوں کو مادہ شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی گئی ہے' شتر مرغ اپنے انڈوں کو ہوا اور گرد و غبار سے بچانے کے لیے اپنے پروں سے چھپائے رکھتے ہیں۔ تو گویا ان عورتوں کی رنگت سفیدی اور صفائی میں ان پروں کے نیچے چھپے ہوئے اور گرد و غبار سے محفوظ انڈوں ایسی ہوگی اور ہلکی سی زردی لیے ہوئے سفید رنگ عورتوں میں نہایت خوبصورت رنگ شمار ہوتا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ''بیض'' سے مراد انڈے کی بجائے موتی ہوں کہ وہ عورتیں موتیوں جیسی ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ۝ جیسے چھپا کر
(الواقعہ: ۲۲-۲۳) رکھے ہوئے موتی (جو صدف (سیپ) کے اندر محفوظ ہوں) ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ (الرحمٰن: ۷۰) ان (باغات) میں بڑی نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں ۝

ابن مبارک کی روایت ہے، حضرت سعید ابن ابی عامر بیان کرتے ہیں کہ جنت کی ان خوبصورت نیک سیرت عورتوں میں سے اگر کوئی ایک عورت اوپر سے نیچے دنیا کی طرف جھانک کر دیکھے تو اس کے چہرے کے حسن کی وجہ سے پوری زمین جگمگا اٹھے اور اس کے چہرے کی تابانی سے مہر و ماہ کی روشنی ماند پڑ جائے اور اس کے دوپٹے کا ایک پلّو دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے تمام سے بہتر ہے۔ راوی کا قول ہے کہ دوپٹے کا نقاب دنیا اور مافیہا سے زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے اور پھر یہ غور طلب بات ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ جو خالق حسن و جمال ہے وہ خود "حسان" یعنی خوبصورت خوب سیرت فرما رہا ہے تو کوئی ان کے حسن و جمال کو کیوں کر بیان کر سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں "حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ " (الرحمٰن: ۷۲) میں حور کا معنیٰ گوری رنگت والیاں اور مقصورات کا معنیٰ خیموں میں پردہ نشین اور فرماتے ہیں کہ خیمہ ایک ایسے موتی کا ہوگا جو اندر سے کھوکھلا ہے جس کا رقبہ تین مربع میل ہے، اس کو چار ہزار سونے کے بنے ہوئے کواڑ لگائے گئے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ خیمہ موتی کا بنا ہوگا، اس کے ستر دروازے ہیں اور سبھی موتی کے بنے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوالاحوص نے بھی آیت کریمہ "حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ " (الرحمٰن: ۷۲) کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ خیمے کھوکھلے موتیوں کے بنے ہوئے ہیں۔

حکیم ترمذی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ بے شک عرش سے ایک بادل نے مینہ برسایا اور بارانِ رحمت کے قطرات سے حوریں پیدا ہوئیں، پھر ان کی پیدائش کے بعد ان پر نہروں کے کناروں پر خیمے نصب کر دیے گئے، ہر حور پر الگ الگ ایک خیمہ نصب کر دیا گیا، ہر خیمے کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ وہ چالیس چالیس مربع میل رقبہ گھیرے ہوئے ہے، ان خیموں میں کوئی دروازہ نہیں رکھا گیا یہاں تک کہ جب اللہ کے دوست، مقبول بندے جنت میں فروکش ہوں گے تو خود ہی خیمے میں پھٹ کر دروازہ بن جائے گا اور ایسا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کی عورتوں پر مخلوق میں سے فرشتوں اور دوسرے خدمتگاروں کی نگاہ نہیں پڑی اور وہ باپردہ خواتین ہیں اور ہمیشہ ان خیموں میں بند رہی ہیں، ان پر کبھی کسی کی نظر نہیں پڑی ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ "کتاب المدبج" میں معتمر بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا ہے کہ "ان في الجنة نهرًا ينبت الجواري الابكار" جنت میں ایک نہر ہے جس سے کنواری لڑکیاں جنم لیتی اور نشو و نما پاتی ہیں۔

حضرت قتادہ کا قول ہے کہ "رفرف" کا معنیٰ مجالس ہے۔ بعض نے کہا: قالتو نشستیں ہے اور ابو عبید کا قول ہے

کہ رفرف عرش کو کہتے ہیں (یعنی تخت کو)۔

لفظ "رفرف" کی تفسیر میں حکیم ترمذی کی روایت

حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ "رفرف" ایک ایسی چیز ہے (جیسے جھولا ہوتا ہے یا لفٹ چیئر ہوتی ہے) کہ جب کوئی شخص اس پر ٹھیک طریقے سے بیٹھ جاتا ہے تو وہ اس کو لے کر رفو چکر ہو جاتی ہے' جھولے کی طرح کبھی اوپر کبھی نیچے' کبھی دائیں کبھی بائیں اور کبھی اونچی اڑان اڑتی ہے اور کبھی نیچی نیچی پرواز کے ساتھ اڑتی پھرتی ہے' اس میں بیٹھ کر ایک شخص اپنی ہم سفر پیاری بیوی کے ساتھ خوب انجوائے کرتا اور لطف اندوز ہوتا ہے' جب اہل جنت ان جھولا نما اور لفٹ چیئر جیسی چیز پر سوار ہوں گے تو اس کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام پاکیزہ گیت (میوزک) شروع کر دیں گے اور جب حضرت اسرافیل علیہ السلام سماع اور گیت شروع کریں گے تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے اپنے درود اور تسبیح پڑھنے کا سلسلہ منقطع کر کے اس کی طرف کان لگا دیں گے کیونکہ ایک حدیث میں آیا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز اتنی سریلی اور خوبصورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی ان سا خوش آواز نہیں ہے۔ اہل جنت کے ان جھولوں میں سوار ہونے کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کو پڑھنا شروع کریں گے تو جنت کے ہر درخت پر عجب گل کھل جائیں گے اور ہر دروازہ اور ہر پردہ کبھی بند ہوگا اور کبھی کھلنے لگے گا اور ہر دروازے کی زنجیر کنڈی اور چٹخنی مختلف آوازوں کے ساتھ بجنا شروع ہو جائے گی' سونے کے جاموں اور پیانوں کی نلیوں میں ان کے پاکیزہ گیت کی آواز داخل ہو کر ایک عجیب آواز پیدا کر دے گی اور ان سے فنِ موسیقی کی ہر سُر اور صوت پیدا ہو کر برآمد ہوگی اور جنت کی ساری حوریں اور سارے پرندے بھی اسرافیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر جھوم جھوم کر حمد و تسبیح کے پاکیزہ گیت گانے اور پرندے اپنی اپنی آوازوں میں چہچہانا شروع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے ملائکہ کو وحی فرمائے گا کہ اے فرشتو! تم بھی جواب میں بولو اور گاؤ اور میرے ان بندوں کو گیت سناؤ جنہوں نے دنیا میں مزامیرِ شیطان سے اپنے کانوں کو پاک رکھا تھا چنانچہ فرشتے اپنی روحانی آواز اور خوش الحانی کے ساتھ جواب دیں گے اور جب یہ ساری آوازیں باہم ملیں گی تو ایک گونج برپا ہو جائے گی' پھر اللہ عزوجل حکم فرمائے گا کہ اے داؤد! اٹھ تو مجھے عرش کی پنڈلی کے پاس پائے گا چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک گونہ واہے رنگی اور کیف کے عالم میں ایسی آواز کے ساتھ اپنے رب کی بزرگی بیان کریں گے کہ سب کی آواز پر ان کی آواز غالب آ جائے گی جس سے سامعین کے لیے سماع کی لذت دوبالا ہو جائے گی اور خیموں والے اپنے جھولوں سے نیچے اتر آئیں گے اور حمد باری تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے روح پرور لذت آفرین مختلف النوع نغمات ان کو اپنی لپیٹ میں لے کر مست و بے خود کر دیں گے' اسی بات کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے:

فَهُمْ فِىْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ○ باغ والے کیارے میں ان کی آؤ بھگت ہوگی ○

(الروم:۱۵)

(یعنی جنتیوں کا گلشن جنت میں اکرام کیا جائے گا' یہ خاطر داری جنتی نعمتوں اور سماع سے ہوگی اور ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح پر مشتمل طرب انگیز نغمات سنائے جائیں گے جس سے وہ باغِ جنت میں باغ باغ ہو جائیں گے۔)

آیت کریمہ "فهم في روضة يحبرون" (الروم:۱۵) "باغ والی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی" کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "الروضة اللذات والسماع" یعنی اس سے مراد سماع اور لذات ہیں یعنی جنتی لوگ سماع اور لذات کی باغ و بہار میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ (الرحمٰن:۷۶) اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر ۝

تفسیر: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "عبقری" کا واحد "عبقرة" ہے "وهي نمارق" یعنی چھوٹے تکیے یا نیچے بچھانے کے گدیلے کو بھی عبقری کہتے ہیں جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝" (الغاشیہ:۱۵)۔

وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ (الغاشیہ:۱۵) اور برابر بچھے ہوئے قالین ۝

وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝ (الغاشیہ:۱۶) اور پھیلی ہوئی چاندنیاں ۝

"مبثوثه" کا معنیٰ پھیلی ہوئی اور بچھائی ہوئی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ "مبثوثه" کا معنیٰ وہ چادریں ہیں جن پر موتیوں اور سرخ یاقوت کا کام ہوا ہو یعنی کامدار چاندنیاں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ (الواقعہ:۲۷) اور دائیں بازو کے لوگ اور دائیں بازو کے لوگوں کی کیا شان ہے؟ (کہ اللہ کے حضور معزز و مکرم ہیں) ۝

اس سے مراد وہ اہل جنت ہیں جو سابقون کے علاوہ ہیں اور اہل جنت سارے کے سارے ہی اصحاب یمین ہیں۔

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ (الواقعہ:۲۸) بے کانٹوں کی بیریوں میں ۝

جنت کی بیری کے درخت خاردار نہ ہوں گے۔

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ (الواقعہ:۲۹) اور کیلے کے گچھوں میں (جو تہہ در تہہ لگے ہوں گے) ۝

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں "طلح" کیلے کے پودے کو کہا گیا ہے' اہل عرب کے نزدیک یہ درخت اپنی سرسبزی اور شادابی کی وجہ سے بہت خوش رنگ سمجھا جاتا ہے' قرآن مجید میں خاص طور پر بیری اور کیلے کا ہی ذکر اس لیے کیا گیا کیونکہ قریش ان کی گھنی چھاؤں اور ان کے سرسبز رنگ پر بڑا تعجب کرتے اور ان کو بہت پسند کرتے تھے۔ حضرت مجاہد اور دوسرے اہل نے فرمایا: اہل عرب کو ان کی محبوب و مرغوب چیز کے دیے جانے کا وعدہ کیا گیا اور ان سے خطاب کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۵) اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیویاں ہیں اور وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ رہیں گے ۝

تفسیر آیت: ابن مبارک کی روایت ہے' حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جنتی عورتیں بول و براز' حیض سے

خون، رینٹھ اور تھوک اور اسی طرح منی اور بچوں کی پیدائش کی آلائش و آلودگی وغیرہ تمام عوارض اور ناپاکیوں سے مبرّا ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ○ تختوں پر روبرو اور آمنے سامنے بیٹھے ہوئے○

(الصّٰفّٰت: ۴۴، الحجر: ۴۷)

آپس میں مانوس اور مسرور حال ہوں گے، ایک دوسرے کی طرف پشت نہیں کریں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اہل جنت جس طرح چاہیں گے ان کے تخت اسی طرح گھوم جائیں گے اور کوئی شخص کسی کی پشت کی جانب کو نہیں دیکھے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: اہل جنت کو ایسے تختوں پر بٹھایا جائے گا جن پر موتی اور سرخ یاقوت اور سبز زبرجد جڑے ہوں گے، ان میں ایک تخت اتنا بڑا ہوگا جیسے صنعاء سے لے کر جابیہ تک اور عدن سے ایلہ تک کی مسافت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ تخت ایک پوری منزل کے افراد کو اپنے اوپر اٹھائے دورہ اور گشت کرے گا۔ (واللہ اعلم)

۷۹۔ مسلمانوں اور مشرکوں کے نابالغ بچوں کے جنتی یا دوزخی ہونے کے حکم کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ○ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ○ (المدثر: ۳۸۔۳۹) ہر جان اپنے کیے ہوئے اعمال کے سبب گروی ہے ماسوائے اصحاب یمین کے○

اس آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابوعمرو رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''التمہید والاستذکار'' میں اور حکیم ترمذی ''نوادر الاصول'' میں اور دوسرے مفسّرین اپنی اپنی کتب تفاسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: ''ان سے مراد مسلمانوں کے بچے ہیں'' ''هم اطفال المسلمين'' اور ترمذی نے یہ اضافہ کیا: ''لم يكتسبوا فير تهنوا بكسبهم'' (انہوں نے کوئی عمل کیا ہی نہیں لہٰذا وہ اپنے اعمال کے سبب گروی بھی نہیں ہوں گے)۔

ابوعمرو نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے۔

علماء کے ایک گروہ نے اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے یا دوزخ میں، اس میں توقف کیا ہے۔ توقف کرنے والے علماء میں سے بعض یہ ہیں: حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ابن مبارک اور اسحاق بن راہویہ۔ ان حضرات نے اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کیا جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ سے بچوں کے متعلق سوال کیا گیا (کہ وہ جنت میں ہوں گے یا دوزخ میں؟) تو آپ نے

فرمایا: "الله اعلم بما كانوا عاملين" "اللہ ہی زیادہ جانتا ہے وہ کیا کرنے والے تھے"۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۴۵، صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۲۰۵-۲۱۰، نسائی ج ۷ ص ۵۷، ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵، ج ص ۲۴۴، ابن حبان ج ۱ ص ۱۷۱، الآجری الشریعۃ ص ۱۹۵، البغوی ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت ابوہریرہ کی اس روایت میں اطفال "بچوں" کا ذکر ہے اس میں یہ تخصیص نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کے بارے میں فرمایا یا غیر مسلموں کے بچوں کے متعلق، بلکہ مطلقاً بچوں کے بارے سوال و جواب کا بیان ہے۔

امام حلیمی اپنی کتاب "منہاج الدین" میں لکھتے ہیں:

جو حضرات مشرکین کے بچوں کے بارے میں توقف کے قائل ہیں انہوں نے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق بھی توقف کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ جب ان کے ساتھ اس (لکھت) کے مطابق معاملہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے کہ ان نابالغ بچوں نے بالغ ہو کر کیا عمل کرنا تھا تو یہ حکم جس طرح مشرکین کے بچوں کے متعلق ہے اسی طرح مسلمانوں کے بچوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے اور توقف کے قائلین دلیل یہ دیتے ہیں کہ:

مسلمانوں میں سے ایک شخص کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا اور نبی اکرم ﷺ کی ازواج پاک میں سے ایک زوجہ مطہرہ نے کہا:

طوبى له عصفوز من عصافير الجنة. خوشی کی بات ہے کہ یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم نہیں جانتیں اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور دوزخ کو پیدا کیا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو بنایا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو تخلیق کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۲۱۲، البغوی ج ۱ ص ۱۴۱)

امام حلیمی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات کا بھی احتمال رکھتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے انکار کا مطلب قطعیت کا انکار ہو یعنی قطعی طور پر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ نابالغ بچے جنتی ہی ہیں، کیونکہ نابالغ بچوں کے قطعی طور پر جنتی ہونے کا علم تو تب ہو سکتا ہے کہ ان کے والدین کے ایمان پر خاتمہ کا قطعی علم ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ منافق ہوں لہٰذا وہ بچہ بھی کافر والدین کا بچہ ہوا لیکن ذہن میں رہے کہ یہ حکم اس شخص کے مذہب پر ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ مشرکین کی نابالغ اولاد دوزخی ہے۔

اور دوسرا احتمال اس حدیث مذکورہ بالا میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے نابالغ بچوں کو جنتی کہنے پر اس لیے انکار فرمایا ہو کہ اس وقت تک آپ پر مسلمانوں کے چھوٹے نابالغ بچوں کے متعلق ابھی کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور پھر بعد میں آپ پر اس آیت کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ. (الطور: ۲۱) اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہم نے ایمان میں ان کی اولاد کو ان کے تابع بنا دیا ہے اور اسی طرح آخرت میں بھی ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اس سے یہ

ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے بچے یقیناً جنت میں ہوں گے' اس کی تائید حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے' نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے رب سے سوال کیا: اے میرے پروردگار! تو مجھے اہل جنت اور اہل نار کا مشاہدہ کرا دے چنانچہ میرے پاس خواب میں جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام آئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! چلیے' اس کے بعد طویل حدیث ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: یہاں تک کہ میں نے بچوں کا شور سنا اور میں نے دریافت کیا کہ اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) یہ اہل اسلام کے وہ بچے ہیں جو اپنے آباء سے پہلے فوت ہو گئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں دے دیے گئے ہیں یہاں تک کہ ان کو ان کے والدین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابوداؤد طیالسی نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسی طرح صحیح مسلم کتاب القدر میں حدیث ہے:

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو انصار کے ایک بچہ کا جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے لیے مژدہ ہو' یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے' اس نے کوئی گناہ کیا نہ اس کا زمانہ پایا' آپ نے فرمایا: یا اس کے علاوہ کچھ ہے' اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جنت کا اہل بنایا درانحالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے اور بعض لوگوں کو دوزخ کا اہل بنایا درانحالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔ (صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۲۱۲' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۵۷۴' الآجری الشریعۃ ص ۱۹۶)

نوٹ: اس حدیث کا جواب اوپر بھی دیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بغیر دلیل قطعی کے کسی شخص کے لیے جنتی ہونے کا فیصلہ صادر کر دینے سے منع فرمایا' نیز یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی آپ پر مسلمانوں کے بچوں کے جنتی ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب آپ کو بذریعہ وحی یہ حکم معلوم ہو گیا تو پھر آپ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں' اللہ تعالیٰ ان بچوں پر رحمت اور فضل کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل فرما دے گا۔

تیسرا مذہب

ایک گروہ نے کہا کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں اور مشرکوں کے بچے دوزخی ہیں' ان کی دلیل ایک تو محولہ بالا آیت کریمہ ہے اور دوسری دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا' حضرت سلمہ بن یزید جعفی بیان کرتے ہیں کہ:

میں اپنے بھائی کے ساتھ حضور نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہماری والدہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئی ہیں اور وہ مہمان نواز' صلہ رحمی کرنے والی' روزے رکھنے والی اور فلاں' فلاں نیکی کرنے والی تھی' کیا یہ نیک کام اس کو کوئی فائدہ دیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں'' سلمہ بن یزید جعفی کہتے ہیں: ہم

بھائیوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہماری والدہ نے دور جاہلیت میں ہماری ایک بہن کو زندہ درگور کر دیا تھا اور ہماری وہ بہن سن بلوغت کو نہیں پہنچی تھی' کیا ہماری اس بہن کو آخرت میں یہ (مظلومیت سے مرنا) کوئی سودمند ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے نہیں ہو کہ زندہ درگور کرنے والی اور جس کو زندہ گاڑ دیا گیا ہو دونوں دوزخ کی آگ میں جائیں گی الّا یہ کہ بچہ کو زندہ درگور کرنے والی عورت اسلام کو پالے اور اسلام کی وجہ سے اس کی بخشش ہو جائے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۵ ص۵۷)

ابوعمرو نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر یہ احتمال ہے کہ یہ حدیث کسی مخصوص شخص کے بارے سوال کے جواب میں وارد ہو اور صرف اسی خاص شخص کی طرف اشارہ ہو۔

یہی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے' اس میں حضرت سلمہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''اور جب رسول اللہ ﷺ نے ہمارے چہروں پر ناگواری کے آثار کو دیکھا تو فرمایا: ''وامی مع امکما'' اور میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے''۔

ابوداؤد طیالسی اپنی کتاب ''مسند ابی داؤد'' میں روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ فوت ہو چکی ہیں اور وہ مہمان نواز تھیں' ہمسایوں کو کھانا کھلاتی تھیں اور (دورِ جاہلیت میں ان سے یہ گناہ بھی سرزد ہوا تھا کہ) اس نے اپنی ایک بیٹی کو زندہ درگور کر دیا تھا اور وہ بہت مالدار عورت تھیں' اگر میں اس کی طرف سے مال صدقہ میں دیتا ہوں تو کیا اس صدقہ کا اسے کوئی فائدہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام صرف اسی شخص کے لئے نافع ہے جس نے اسلام کو پالیا ہو' تیری والدہ اور وہ (بچی) جس کو تیری والدہ نے زندہ درگور کیا تھا دونوں آگ میں ہیں۔ سلمہ بن یزید کہتے ہیں: ''اور جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے پریشان دیکھا تو فرمایا: ''وام محمد معها وما فیهما خیر''۔ (الطیالسی رقم الحدیث: ۱۳۰۶)

حافظ ابونعیم اور دوسرے محدثین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ:

ملیکہ کے دو بیٹے نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! بے شک ہماری والدہ اپنے شوہر کا احترام کرنے والی اور بچوں پر شفقت کرنے والی تھی اور اس کے مہمان نواز ہونے کا بھی ذکر کیا مگر اس نے جاہلیت میں اپنی ایک بچی کو زندہ درگور کیا تھا' آپ نے فرمایا: تمہاری ماں آگ میں ہے' جب وہ دونوں چلے تو ان کے چہروں پر ناخوشی کے آثار نمایاں تھے' آپ نے ان دونوں کو واپس بلایا' اب ان کے چہروں پر خوشی کے آثار بایں امید کہ کوئی نیا حکم آیا ہے (لیکن جب وہ آئے تو) آپ نے فرمایا: ''امی مع امکما'' میری والدہ (بھی) تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔ (مسند احمد ج۱ ص۳۹۸' حلیۃ الاولیاء ج۴ ص۲۳۸' الھیثمی مجمع الزوائد ج۱۰ ص۳۶۲)

مسلمانوں اور مشرکوں کے بچوں کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کرنے اور آپ کے جواب دینے کا بیان

بقیہ بن ولید نے محمد بن یزید المعانی سے روایت کی ہے' ان کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن قیس سے سنا ہے وہ

بیان کرتے تھے کہ:

میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے میں نے عرض کی: بغیر عمل کے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے اور میں نے مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے عرض کیا کہ بغیر عمل کے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ علم والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۸۴)

سند حدیث پر کلام

ابوعمر فرماتے ہیں: اس حدیث کا ایک راوی عبداللہ بن قیس شامی یہ تابعی ہے اور ثقہ ہے لیکن بقیہ بن ولید وہ ضعیف راوی ہے اور اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ حدیث ایک اور سند سے حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن مسلمانوں کے بچے کہاں ہوں گے؟ فرمایا: جنت میں اور میں نے پوچھا: قیامت کے دن مشرکین کے بچے کہاں ہوں گے؟ فرمایا: آگ میں تو میں نے اس کے جواب میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ان بچوں نے عمل کا زمانہ پایا نہ ان کے عمل لکھے گئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) تیرا رب زیادہ علم والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے'' بخدا! اگر تم چاہو تو میں تمہیں دوزخ میں ان کا چیخنا چلانا سنا سکتا ہوں''۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸)

ابوعمر نے کہا: اس حدیث کی سند میں ابوعقیل صاحب بھیہ ہے اہل علم محدثین کے نزدیک اس کی مثل قابل حجت نہیں۔ مؤلف کہتے ہیں: ابومحمد عبدالحق نے اپنی مرویات میں ذکر کیا ہے کہ ابواحمد بن علی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

ابوعقیل نے بواسطہ بھیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! وہ آگ میں ہوں گے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! مسلمانوں کے بچوں کے متعلق آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ عائشہ! وہ جنت میں ہوں گے ام المؤمنین فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: اور یہ کیسے ہوگا حالانکہ ان بچوں نے تو عمل کرنے کا زمانہ پایا نہ ان کے خلاف قلم چلے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب ان کے اعمال کو زیادہ جانتا ہے جو انہوں نے (بڑے ہو کر) کرنے تھے۔ (الطیالسی رقم الحدیث: ۱۵۷۶)

امام المحدثین ابومحمد عبدالحق فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن متوکل ضعیف راوی ہے اور ایک دوسرا راوی بھیہ ہے اس سے ابوعقیل کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی ہے۔

چوتھے مذہب کا بیان

ایک گروہ اس امر کا قائل ہے کہ بچوں کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی (ان کے لیے آگ جلائی جائے گی جو اس میں داخل ہو جائے گا اس پر وہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی اور جو انکار کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا) اس گروہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ فترت میں فوت ہونے والے کم عقل اور (نابالغ) بچوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا' حضور ﷺ فرماتے ہیں: فترت میں فوت ہونے والے کہیں گے: ہمارے پاس کوئی کتاب آئی نہ رسول آیا' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا . (طٰہٰ: ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔

اور---کم عقل کہے گا: یا اللہ تو نے مجھے عقل کیوں نہ دی کہ میں اس سے خیر اور شر کو پہچانتا اور---بچہ کہے گا: میں نے عمل کا زمانہ نہ پایا' آپ نے فرمایا: ان کے لیے آگ بلند کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ' پس جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید ہوگا یا جو عمل پانے والا ہوگا وہ اس آگ میں داخل ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں شقی ہوگا اگر وہ عمل کا زمانہ پاتا' وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم نے تو میری نافرمانی کی ہے' تم میرے رسولوں کی اگر وہ تمہارے پاس آتے تو کیسے اطاعت کرنے والے ہوتے!؟

حدیث پر کلام

امام ابوعمر نے کہا: بعض ائمہ حدیث' ان میں سے ایک ابونعیم ملائی ہے' نے اس حدیث کو مرفوع نہیں مانا بلکہ کہا کہ یہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے۔

مؤلف تذکرہ کا تبصرہ

میں (قرطبی) کہتا ہوں: جس طرح اس حدیث کے رفع میں کلام ہے اسی طرح یہ معنیٰ کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے' اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے وہ تو دارِ جزاء ہے یا ثواب یا عذاب (وہاں کوئی عمل ہوگا نہ آزمائش ہوگی)۔

امام حلیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ حدیث ثابت ہی نہیں کہ یہ اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ آخرت دار الامتحان نہیں ہے' آخرت میں تو خدا کی معرفت اضطراری طور پر ہوگی اور ضرورت و اضطراب کے ساتھ آزمائش اور محنت ثابت نہیں ہوتی اور نیز یہ کہ آخرت میں بچے دو حال سے خالی نہ ہوں گے' عاقل ہوں گے یا غیر عاقل؟ بصورت اوّل جب وہ اضطراری طور پر اللہ تعالیٰ کی معرفت کرنے والے ہوں گے تو پھر آزمائش کی تکلیف ان کے لائق نہیں اور اگر وہ غیر عاقل ہوں تو

بدرجۂ اولیٰ ان پر آزمائشوں کی محنت و تکلیف ڈالنا لائق نہیں ہوگا۔

امام ابوعمر نے کہا: یہ احادیث جن شیوخ سے منقول ہیں ان پر جرح کی گئی ہے اور ان میں علل قادحہ پائی گئی ہیں' یہ احادیث ائمہ فقہاء کی روایت کردہ احادیث میں سے نہیں ہیں اور کسی پر جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم لگانا ایک اصل عظیم ہے' کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے' اس کے لیے دلیل قطعی درکار ہے اور اس طرح کی روایات جو علم و نظر کے اعتبار سے ضعیف ہوں ان سے علم قطعی ثابت نہیں ہوتا اور مزید برآں یہ کہ ان سے اقویٰ درجہ کی احادیث ان کے معارض اور مقابل میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

امام بخاری نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان فرمایا: حضرت جبرائیل اور میکائیل نے آپ کو رات بھر سیر کرائی' ایک جگہ آپ نے دیکھا: ''حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ میں آئے' اس میں ایک عظیم درخت تھا' اس کے نیچے ایک بزرگ اور بچے بیٹھے ہوئے تھے'' اس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: ''باغ میں جو دراز قد بزرگ تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے پاس جو بچے تھے وہ لوگوں کے وہ بچے تھے جو فطرت پر پیدا کیے گئے'' آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اور مشرکوں کے بچے؟ آپ نے فرمایا: اور مشرکوں کے بچے (بھی)۔

(صحیح بخاری ج ۱۲ ص ۴۳۸-۴۳۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴' ج ۳ ص ۱۳۵)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری حدیث میں ابورجاء عطاردی سے روایت کیا ہے:

درخت کی جڑ کے پاس جو بزرگ تشریف فرما تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے بچے لوگوں کی اولاد ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۵۱-۲۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴' ج ۳ ص ۱۳۵)

اس حدیث میں آپ نے لوگوں کی اولاد فرمایا' مسلمانوں کی اولاد نہیں فرمایا' اس عموم کا تقاضا ہے کہ مسلمان ہوں یا کافر سب کی اولاد (جو بلوغت سے پہلے فوت ہوگئی) جنت میں ہوگی۔

اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب التعبیر'' میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

وہ دراز شخص جو باغ میں تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے پاس جو بچے تھے' سو یہ وہ تمام بچے تھے جو فطرت (کسی دین کو اختیار کرنے سے پہلے) پر فوت ہوئے تھے۔ راوی نے کہا: بعض مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مشرکین کی اولاد بھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکین کی اولاد بھی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۴)

نوٹ از مترجم: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: (دیکھئے فتح الباری: ج ۱۲' ص ۴۴۵) ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی اولاد کو آخرت کے حکم میں مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ لاحق کر دیا اور یہ ارشاد آپ کے اس ارشاد کے معارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے آباء کے ساتھ ہیں کیونکہ یہ دنیا کا حکم ہے۔

پانچویں مذہب کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مشرکین کی نابالغ اولاد جب کہ وہ

بچپن کی عمر میں فوت ہو جائے جنتی ہے اور اس باب میں یہی صحیح مذہب ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو عمر ''التمہید'' میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی (نابالغ) اولاد کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**ھم مع آبائھم**'' یعنی وہ (بچے) اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: پھر دوبارہ میں نے سوال کیا تو آپ نے اس بار یہ ارشاد فرمایا: ''**اللہ اعلم بما کانوا عاملین**'' اللہ تعالیٰ زیادہ علم والا ہے کہ وہ (بالغ ہو کر) کیا عمل کرنے والے تھے۔

(اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دوزخی ہیں) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر سہ بارہ میں نے (مشرکین کے بچوں کے اخروی حکم کے متعلق) اس وقت سوال کیا جب اسلام کو استحکام نصیب ہو چکا تھا تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ اتری جس میں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ارشاد فرماتے ہیں: ''**وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی**''۔ (الانعام:۱۶۴' الاسراء:۱۵' فاطر:۱۸) آپ نے فرمایا: ''**ھم علی القنطرہ او قال ھم فی الجنۃ**'' یعنی وہ فطرت پر تھے یا فرمایا کہ وہ جنت میں ہوں گے۔ (الشوکانی فتح القدیر ج۳ ص ۲۱۵)

مصنف کا موقف

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث نہایت واضح ہے اور اس میں ترتیب وار اور مرحلہ وار حکم کا بیان اور اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ سے بچوں کے بارے میں جنتی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں ان کا واضح اور روشن بیان ہے اور بچوں کے متعلق بالتصریح حکم اخروی کا ذکر ہے کہ وہ بہرحال دوزخی نہیں ہیں اور آپ کے اس فرمان عالی کہ ''**اللہ اعلم بما کانوا عاملین**'' کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے اور آپ کا یہ ارشاد آیت کریمہ ''**وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی**''۔ (الانعام:۱۶۴' الاسراء:۱۵' فاطر:۱۸) کے نزول سے بھی پہلے کا ہے اور آپ کو وحی کے ذریعے مشرکین کے بچوں کے جنتی ہونے کا علم ہونے سے بھی پہلے کا ہے جس طرح مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مکہ مکرمہ (**زادھا اللہ تعالی عزاً و شرفاً**) میں یہ آیت کریمہ نازل ہوتی ہے کہ:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ (الاحقاف:۹)

تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا' میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔

اور حضور ﷺ کے لیے مسلمانوں اور مشرکوں کا معاملہ ابھی تک منکشف اور ظاہر نہ ہوا تھا (**ولم یکشف لہ عن عاقبۃ امرھم وامر المشرکین** ''**ثم انزل علیہ**'') اور پھر آپ پر یہ حکم اترا کہ:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (التوبہ:۳۳)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب ادیان پر غالب کرے' پڑے برا مانیں مشرک ○

اور اسی طرح یہ آیت اتری کہ:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۷۱-۱۷۳)

اور بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ۝ کہ بے شک انہیں کی مدد ہوگی ۝ اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا ۝

نیز یہ فرمانِ خداوندی نازل ہوا کہ:

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ. (الصف: ۱۳)

اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں محبوب ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور جلد آنے والی فتح۔

''فاعلمه بان الذی یفعل به ان یظهر علیهم'' یعنی حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوگا اور وہ یہ کہ آپ کو مشرکوں پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا جو کہ ہو چکا۔ والحمد للہ

احادیث کی روشنی میں کافروں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا بیان

حسناء بنت معاویہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! جنت میں کون لوگ جائیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ایک تو نبی جنت میں ہوں گے' دوسرے بچے جنت میں ہوں گے (اس میں مسلمانوں کے بچوں کی تخصیص نہیں ہے) تیسرے وہ بچے جن کو زندہ درگور کر دیا گیا وہ جنت میں ہوں گے اور چوتھے شرید (دھتکارے ہوئے لوگ) جنت میں ہوں گے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۹' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۹۹۷)

امام ابوعمر ''التمہید'' میں روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آدمی کے ایسے بچوں کے متعلق جو کھیل کود کی عمر میں ہوتے ہیں اپنے رب سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے تو اللہ تعالیٰ نے (میری سفارش کو شرفِ قبول) عطا فرمایا۔

ابوعمر کہتے ہیں: بچوں کو ''الاطفال الاھین'' فرمایا کیونکہ ان کے کام عزم اور اعتقاد کے بغیر ہوتے ہیں پس وہ لھو و لعب اور کھیل کود کرنے والے ہوتے ہیں' جیسے ارشاد ربانی ہے: ''لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ'' (الانبیاء: ۳) ''ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں'' یعنی ان کی یہ عمر غفلت کا زمانہ ہوتا ہے۔

ایک گروہ نے کہا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خدّام ہوں گے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اولاد المشرکین خدم اهل الجنة'' ابوعمر نے ''التمہید'' میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس قول (یعنی یہ کہ وہ جنت میں ہوں گے یا وہ اہل جنت کے خدّام ہوں گے) کی صحت پر دلیل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ

اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد

ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ. آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود اُن پر گواہ کیا' کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے۔

(الاعراف:۱۷۲)

مفسّرین علماء کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذرّیت کو چیونٹیوں کی مثل مقدار میں نکالا تو سب اولاد آدم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت کا اقرار کیا تھا کہ "بانہ لا الٰہ الا ھو" ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے' اس اقرار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ذریّت آدم کو پشت آدم میں دوبارہ لوٹا دیا' پھر اس کے بعد بندے کا شقی ہونا یا سعید ہونا اس کی ماں کے شکم میں پہلی لکھت کے مطابق لکھ دیا جاتا ہے سو جو بندہ پہلی لکھت میں شقی تھا تو اس کو اتنی عمر دی جاتی ہے کہ اس پر قلم چلتا ہے اور وہ اس عہد کو جو آدم علیہ السلام کی پشت میں اس سے لیا گیا شرک سے توڑ دیتا ہے اور جو شخص پہلی لکھت میں سعید لکھا ہوتا ہے اس کو اتنی عمر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس پر قلم چلتا ہے اور وہ ایمان لاکر اپنا سعید ہونا ظاہر کر دیتا ہے اور لیکن مسلمانوں کے وہ بچے جو بچپن میں فوت ہو گئے ہوں اور ان پر قلم نہیں چلا تو وہ اپنے (مؤمن) آباء کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور مشرکوں کے وہ بچے جو قلم چلنے کی عمر سے قبل ہی (یعنی مکلّف ہونے اور بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی) فوت ہو گئے تو وہ اپنے مشرک باپ کے ساتھ دوزخ میں' کیونکہ ان کی موت اس میثاق پر واقع ہوئی ہے جو آدم علیہ السلام کی پشت میں ان سے لیا گیا تھا اور انہوں نے اس میثاق کو توڑا نہیں ہے۔ مصنف نے کہا: یہ بھی احسن قول ہے کیونکہ اس سے احادیث میں جمع اور تطبیق پیدا ہو جاتی ہے' اب اس صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول مبارک کا مطلب جو آپ نے مشرکوں کی اولاد کے متعلق سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ: "اللہ اعلم بما کانوا عاملین" "اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے" یہ ہوگا: "لو بلغوا" یعنی اگر وہ بلوغت کی عمر پاتے تو جو عمل وہ کرتے اللہ اس کو خوب جانتا تھا' اس کی تائید صحیح بخاری اور دوسری کتب کی روایات سے ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان کی نہ تو کوئی نیکیاں تھیں جن کی انہیں جزاء ملتی اور وہ جنت کے بادشاہ ہو جاتے اور نہ ہی ان کی کوئی برائیاں تھیں جن کی ان کو سزا ملتی اور وہ اہل نار میں سے ہو جاتے پس (دریں صورت) وہ اہل جنت کے خدّام ہوں گے۔ (الطیالسی رقم الحدیث:۲۱۱۱)

یحییٰ بن سلام اپنی تفسیر میں' ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں اور حافظ ابونعیم تینوں حضرات حضرت یزید رقاشی کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے ان بچوں کے متعلق سوال کیا جن کا کوئی گناہ نہیں کہ جس پر ان کو عذاب ہو اور وہ دوزخ میں داخل ہوں اور نہ ہی ان کی نیکیاں ہیں کہ جن کے سبب ان کو جزاء ملتی اور وہ جنت کے بادشاہ بن جاتے' نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "من خدم اھل الجنۃ" وہ اہل جنت کے خدّام میں سے ہوں گے۔

امام ابوعبداللہ حکیم ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ چاہے کافر کا ہو چاہے مسلمان کا جب پیدا ہوتا ہے تو سب کو فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے' سب کے سب اسلام پر پیدا ہوتے ہیں لیکن پھر شیطان آتے ہیں اور ان کو ان کے دین (فطرت اسلام) سے برگشتہ کر کے ان کو یہودی' نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیتے ہیں جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۱۳۳۶)

حضرت عیاض بن حماد مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تمہیں بتلاؤں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے تمام بندوں کو دین حق پر پیدا فرماتا ہوں' پھر ان کے پاس شیطان آتے ہیں اور انہیں ان کے دین حنیف سے گمراہ اور برگشتہ کر دیتے ہیں اور شیاطین ان بندوں کو کہتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ شریک بنائیں اور ان (شرک کرنے والوں) پر میں نے وہ چیزیں حرام فرمادی ہیں جو میں نے ان کے لیے حلال فرمائی تھیں۔ (صحیح مسلم ج ۱۷ص ۱۹۷-۱۹۹' ابن حبان ج ۲ص ۲۳)

امام ابوعبداللہ حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ حکم اس وقت ہے جب بندوں کو دنیا کے معاملات کی عقل آ جاتی ہے اور ان کو علم و ادراک حاصل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اختلاف لیل و نہار' شمس وقمر' بحر و بر اور زمین اور آسمانوں کی تخلیق سے جو اپنی وحدانیت پر ظاہر و باہر دلائل قائم فرمائے ہیں ان کے ذریعے اتمام حجت فرما دیا ہے' اس کے بعد بندوں پر ان کی خواہشات نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے اور شیاطین ان کے پاس آتے ہیں اور انہیں یہودیت اور نصرانیت کی دعوت دیتے ہیں اور (راہِ راست سے) ادھر ادھر بہکا کر لے جاتے ہیں۔

مؤلف کا تبصرہ

میں (قرطبی) کہتا ہوں: اس بیان سے بھی ہمارے اس موقف کو تقویت پہنچتی ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور نیز یہ کہ حضرت عیاض بن حماد کی حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور میں کہوں گا کہ آپ کے لیے یہی کافی ہے' یہی کافی ہے۔

فطرت کا مفہوم

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فطرت کا کیا مفہوم ہے؟ تو اس بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اور ہم نے الحمد للہ علماء اسلام کے وہ تمام اقوال اپنی تفسیر "جامع احکام القرآن" میں سورۃ الروم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھ دیے ہیں (جسے دیکھنا ہو وہاں دیکھ لے)۔

۰۰۰۔ ذیلی باب

اس شخص کے ثواب کا بیان جس نے کوئی بچہ پیش رو بنایا اور بچوں کی وفات پر صبر کرنے کے ثواب کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ابوحسان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: میرے دو بچے فوت ہو گئے' کیا آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی حدیث سنا سکتے ہیں جس سے اپنے فوت شدہ لوگوں کے متعلق ہمارے دلوں کو تسلی ہو' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! چھوٹے بچے جنت کے ''پَونگ'' (نرسری) ہیں' ان میں سے جس کی ملاقات اپنے باپ' یا ماں باپ سے ہوگی' وہ اس کے ہاتھ یا اس کے دامن کو پکڑ لے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑ رہا ہوں' پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے والدین کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱۶ص ۱۸۲' مسند احمد ج ۲ص ۴۸۸-۵۱۰' البغوی ج ۵ص ۴۵۲' البیھقی ج ۴ص ۶۸)

لفظ ''دعامیص'' کی لغوی تحقیق

''دعامیص'' ''دعموص'' کی جمع ہے' ''دعامیص'' یا ''دعامص'' پانی میں رہنے والے سیاہ رنگ کے کیڑوں کو کہتے ہیں جو پانی کے ٹھہرے رہنے اور کم ہونے کی صورت میں اس پر تیرنے لگتے ہیں۔ لفظ ''دعامص'' کا استعمال اعشیٰ کے ایک شعر میں ملتا ہے' اعشیٰ کہتا ہے:

فماذ نبنا أن حاش لی بحر علمکم و بحرک ساج لایواری الدعامصا

(شاعر طنز کرتے ہوئے کہتا ہے:) ''اے مخاطب! تمہارے بحرِ علم نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے اور آپ کا بحرِ علم ایسا ''بحرِ اکاہل'' ہے کہ جو چھوٹے چھوٹے سیاہ کیڑوں کو بھی چھپانے سے قاصر ہے اور اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے''۔

ایک قول یہ ہے کہ ''دعموص'' بادشاہوں کے پاس رہنے اور امورِ بادشاہی میں تصرّف و کارروائی کرنے والے اور بادشاہ کے ساتھ ملاقات کی اجازت لے کر دینے والے اشخاص کو کہا جاتا ہے جن کو بادشاہ تک رسائی حاصل ہوتی ہے' امیہ بن صلت کا شعر ہے۔

دعموص ابواب الملوک و جانب للخرق فاتح

''وہ بادشاہوں کے دروازے کھولنے والے اور ان کے غلام گردش اور حاشیہ نشین ہیں''۔

ابوداؤد طیالسی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک انصاری کا آنا جانا رہتا' اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا' ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اے فلاں شخص! کیا تو اپنے اس بیٹے سے پیار کرتا ہے؟ اس نے عرض کی: ''ہاں'' آپ نے فرمایا: ''احبک اللہ کما احبہ'' پھر نبی اکرم ﷺ نے اس

انصاری شخص کو حاضر بارگاہ نہ پانے پر اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے بتلایا کہ یارسول اللہ! اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کے جس دروازے پر بھی آ ؤ اسی دروازہ پر تمہارا بیٹا دوڑتا ہوا آئے اور تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھول دے؟! صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ حکم صرف اسی شخص کے لیے ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لیے ہے۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۹۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۶، ج ۳ ص ۴۳۶، الطیالسی رقم الحدیث: ۱۰۷۵، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۸۴، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۲۸۴۰)

ابوعمرو نے بھی "التمہید" میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا: یہ حدیث ثابت صحیح ہے۔

ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جو عورت پیدائش کے کیس میں فوت ہو جائے قیامت کے دن اس کا بچہ اسے اپنے ناڑوے کے ساتھ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۹، الطیالسی رقم الحدیث: ۵۸۷)

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ محولہ بالا حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور یہی جمہور اہل علم کا مذہب ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں اور اللہ عزوجل کے اس قول "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" (الطور: ۲۱) کا تقاضا بھی ظاہر یہی ہے۔

ابوعبداللہ مازری نے بیان کیا ہے کہ بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف عامۃ المسلمین کے بچوں کے بارے میں ہے لیکن جہاں تک تعلق ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد کا تو اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نابالغ بچے بے شک جنت میں جائیں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کے تین ایسے بچے فوت ہوئے ہوں جو ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچے تھے تو وہ اس کے لیے دوزخ سے نجات اور جنت میں دخول کا ذریعہ بنیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۶، ج ۲ ص ۲۷۶، ابن حبان ج ۴ ص ۲۶۳، البیہقی ج ۷ ص ۷۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اپنے تین نابالغ بچوں کو آگے بھیجا (یعنی جس کے تین بچے سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئے) وہ اس کے لیے دوزخ سے مضبوط آڑ ہوں گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں دو بھیج چکا ہوں، نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: دو بھی، سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں نے ایک بچہ آگے بھیجا ہے،

آپ نے فرمایا: اور ایک بھی لیکن یہ (اجر و ثواب) پہلے صدمہ کے وقت (صبر کرنے پر) ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۶' مسند احمد ج ۱ص ۴۲۹' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۱۷۲۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے' ابوعبیدہ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔ ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (ترمذی: ابواب الجنائز ج اوّل)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ان مذکورہ بالا تمام روایات میں اس بات پر دلیل ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ جن کے سبب سے آباء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی ہے وہ خود رحمت خداوندی سے بے بہرہ رہیں (اور جنت میں نہ جائیں)۔

ابوعمر بن عبدالبر کا مذہب

ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اس بات پر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے' اس مسئلہ میں علماء کے اجماع کی کسی نے مخالفت نہیں کی سوائے ایک گروہ کے کہ جس نے جمہور سے کٹ اور ہٹ کر یہ مذہب اختیار کیا کہ بچوں کا معاملہ اللہ کی مشیّت پر موقوف ہے مگر یہ توقف کا قول جمہور علماء کے اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مجہور اور مردود ہے کیونکہ جمہور کا اجماع حجت ہے اور ان کی مخالفت جائز نہیں ہے اور نہ ہی ایک چھوٹے سے گروہ کے مقابلہ میں جمہور کو غلطی پر اجماع کرنے والے قرار دینا درست ہے۔

بعض روایات کے معنیٰ کی صحیح توجیہ

بعض اخبار آحاد جن کو عادل اور ثقہ رواۃ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کہ شقی (بدبخت) وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہوتا ہے اور فرشتہ نازل ہوتا ہے اور وہ اس بچے کی عمر اور اس کا رزق لکھ دیتا ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۶' مسند احمد ج ۴ص ۶۷' القضائی رقم الحدیث: ۷۶-۳۲۵' البیہقی الاعتقاد ص ۷۰' الآجری الشریعۃ ص ۱۸۵' ابن ابی عاصم السنۃ ج ۱ص ۷۸-۷۹' البزار ج ۲ ص ۱۹۷' الطبرانی المعجم الصغیر ج ۲ص ۵' سنن دارقطنی ج ۴ص ۲۴۷' حلیۃ الاولیاء ج ۱ص ۱۳۸-۱۳۹)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اس حدیث (محولہ بالا) میں یہ تخصیص ہے کہ مسلمانوں کے وہ بچے جو عمل اور اکتساب کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے ہوں وہ ان بچوں میں شمار ہوں گے جو اپنی ماؤں کے شکم میں ہی نیک بخت اور سعید ہوتے ہیں اور وہ احادیث اور اجماع کی دلیل سے شقی اور بدبخت نہیں ہیں۔

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اور اسی طرح آپ ﷺ کا حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ فرمانا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اس کے لیے اس کے اہل کو پیدا کیا اس حال میں کہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے

دوزخ کو پیدا کیا اور اس کے اہل کو پیدا کیا درانحالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے"۔

یہ حدیث' ساقط اور ضعیف ہے اور دوسری احادیث اور اسی طرح اجماع کی وجہ سے مقبول نہیں ہے اور اس حدیث کو روایت کرنے والا ایک راوی طلحہ بن یحییٰ ہے جو ضعیف ہے' اس کی روایت حجت نہیں اور وہ اس حدیث کے روایت کرنے میں اکیلا ہے لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

۸۰۔ جنتی جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کو کیا تحائف ملیں گے اور ان کی مہمانی کس کھانے سے ہوگی

اس بات کا بیان

امام بخاری اور امام مسلم دونوں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن یہ زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی' خدائے جبار جل شانہ اہل جنت کی مہمانی کے لیے اپنے دستِ قدرت سے زمین کو اس طرح الٹ پلٹ دے گا جس طرح تم میں سے کوئی شخص سفر میں روٹی (کے پیڑے کو جلدی سے) الٹ پلٹ کرتا ہے (یا دسترخوان پر روٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ایک یہودی آیا اور کہنے لگا: اے ابوالقاسم! رحمٰن (عزوجل) آپ پر برکتیں نازل فرماوے کیا میں آپ کو نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی کس چیز سے مہمانی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اس نے کہا: زمین تو ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا پھر آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں' اس نے کہا: کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اس نے کہا "بالام و نون" (فاعال کے وزن پر عبرانی زبان میں بیل کو کہتے ہیں) اور "نون" صحابہ کرام نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا: بیل اور مچھلی جن کی کلیجی کے ایک ٹکڑے سے ستر ہزار آدمی کھا سکیں گے۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۳۷۲' صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۳۵' البغوی ج ۱۵ ص ۱۱۳)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رسول اللہ ﷺ کے غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو یہود کے علماء میں سے ایک عالم آیا اور اس نے کہا: **السلام علیک یا محمد!** میں نے اس کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گرنے لگا تھا' اس نے مجھ سے کہا: تم نے مجھے دھکا کس لیے دیا ہے؟ میں نے اس سے کہا: **الا تقول یا رسول اللہ؟** تم یا رسول اللہ! کیوں نہیں کہتے! یہودی نے کہا: ہم انہیں صرف اس نام کے ساتھ بلائیں گے جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میرا نام جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے

وہ محمد ہے۔

پھر یہودی کہنے لگا: میں آپ کے پاس ایک سوال پوچھنے آیا ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اینفعک شئی ان حدثتک؟'' اگر میں بیان کردوں تو تجھے کسی قسم کا کوئی فائدہ؟ یہودی بولا: ''اسمع باذنی'' میں آپ کی بات کو گوش گزار کروں گا' آپ کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے آپ نے زمین کو کریدتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''سل'' پوچھ' یہودی نے سوال کیا: جس دن زمین اور آسمانوں کو دوسری زمین اور آسمانوں سے تبدیل کردیا جائے گا تو اس وقت لوگ کہاں ٹھہریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ پل (صراط) کے نیچے تاریکی میں ہوں گے پھر اس نے سوال کیا: سب سے پہلے کون لوگ اجازت پائیں گے؟ آپ نے فرمایا: فقراء مہاجرین' یہودی نے تیسرا سوال پوچھا کہ جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کو (پہلا) تحفہ کونسا عطا فرمایا جائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا'' یہودی نے چوتھا سوال پوچھا کہ اہل جنت کی غذا کونسی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''ان کے لیے ایک بیل کو ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چر کر پلا ہوگا'' یہودی نے پانچواں سوال پوچھا کہ اس کے بعد وہ کیا چیز پئیں گے؟ آپ نے فرمایا: جنت میں ایک چشمہ جس کا نام سلسبیل ہے اس سے پئیں گے' یہودی کہنے لگا: آپ نے سچ فرمایا: (آگے طویل حدیث ہے)۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۲۶-۲۲۷)

فصل

حدیث مبارک کے بعض الفاظ کی لغوی تشریح

(الف) میں (قرطبی) کہتا ہوں: اس حدیث کے روایت کرنے میں امام مسلم متفرد ہیں اور یہ حدیث اس باب کی پہلی حدیث سے زیادہ مفصل ہے کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ نے یہودی کو اس کے سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں جبکہ سابق حدیث میں آخر کا قول یہودی کا قول ہے اب وہ نبی کریم ﷺ کے اس روایت ثانی میں تقریر کی وجہ سے مسند میں داخل ہوگئی ہے تو وہ بھی حدیث تقریری از قسم مسند ٹھہری۔

(ب) الجبار --- ''الجبار'' اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے' اس کی تشریح ہماری کتاب ''الکتاب الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ'' میں ملاحظہ کیجئے۔

(ج) یکفئها --- اس کا معنی الٹ پلٹ کرنا اور ایک طرف کو جھکانا ہے۔ ''کفات الاناء'' اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ برتن کو ایک طرف کو جھکادیں یا ٹیڑھا کردیں اور اس سے پہلے گزرا کہ قیامت کے دن زمین محشر سفید میدے کی ٹکیہ اور روٹی کی طرح ہوگی' اس میں کوئی نشان اور نشیب و فراز نہیں ہوں گے۔

(د) النزل --- وہ طعام اور مشروب جو مہمان کی خاطر تیار کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط . (آل عمران: ۱۹۸) اللہ کی طرف سے مہمانی۔

اہل لغت کہتے ہیں: ''النزل ما یهیأ للنزیل والنزیل الضیف'' نزل اس چیز کو کہتے ہیں جو ''نزیل'' یعنی مہمان کے لیے تیار اور مہیا کی جائے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:

نــزیــل الــقــوم اعــظــمــهــم حقوقًــا   و حــق الــلـــه فـــی حق الــنــزیــل

''کسی بھی قوم کے پاس آنے والے مہمان کا بہت بڑا حق ہوتا ہے اور یوں سمجھئے کہ مہمان کے حق میں حق تعالیٰ کا حکم برحق ہے''۔

(ھ) تحفه--- ''التحفه ما يتحف به الانسان من الفواكه'' ہر وہ شئے جس سے انسان لطف اندوز ہو۔

(و) الطرف--- محاسنة و ملاطفة: عمدہ اور نرم وملائم (یعنی وہ بیل کناروں اور مینڈھوں پر اُ گا ہوا عمدہ اور ملائم گھاس کھا کے پلا ہوا ہوگا)

(ز) زيادة كبد النون ---''نون'' کا معنیٰ حوت اور سمک (یعنی مچھلی) ہے۔''کبد'' کا معنیٰ کلیجی ہے اور ''زیادۃ'' کا معنیٰ ٹکڑا۔ معنیٰ یہ ہوا کہ مچھلی کی کلیجی کا پیس۔

(ح) بـــالام --- حدیث شریف کے متن میں اس کی تفسیر آئی کہ اس کا معنیٰ ثور یعنی بیل ہے اور شاید یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے (تبھی تو صحابہ کرام نے اس کا معنیٰ پوچھا تھا) اور النون الحوت. نون کا معنیٰ مچھلی ہے اور یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔

سوال--- دونوں جہانوں میں سالنوں کا سردار کون سا سالن ہے؟

ج--- گوشت دنیا میں بھی اور آخرت میں تمام سالنوں کا سردار ہے۔

امام ابوعمرو نے اپنی کتاب ''التمہید'' میں حدیث روایت کی ہے:

وفی الخبر عن النبی ﷺ سید ادام الدنيا والاخرة اللحم.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گوشت دنیا اور آخرت دونوں میں سالنوں کا سردار ہے۔

(الھیثمی مجمع الزوائد ج۵ ص۳۵' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۳۳۱۵)

اہل جنت کا استقبالیہ کھانا؟

ابن مبارک کی روایت ہے' ابن العوام (اور ابن العوام وہ شخصیت ہیں جن کو ایلیاء میں سب سے پہلا مؤذن ہونے کا شرف اور اعزاز حاصل ہے) کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کعب احبار کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا:

ان لــكــل ضيف جــزورًا وابــی اجــزركــم الــيــوم حــوتًــا و ثورًا فيجزر لاهل الجنة.

ہر مہمان کے لیے ذبح شدہ جانور کا گوشت ہے اور آج میں تمہارے لیے مچھلی اور بیل کو ذبح کراؤں گا چنانچہ اہل جنت کے لیے ان جانور کو ذبح کیا جائے گا۔

۸۱-لا الہ الا اللہ اور نماز کا کلیدی کردار

کلمہ طیّبہ اور نماز جنت کی چابی ہیں

امام ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضو نماز کی کنجی ہے اور جنت کی کنجی نماز ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۶۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۰' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۷۹۰)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اے معاذ! عنقریب تمہاری ملاقات اہل کتاب سے ہوگی' وہ تم سے یہ سوال کریں گے کہ جنت کی چابی کون سی ہے؟ تم کہنا کہ "شهادة ان لا اله الا الله" (جنت کی کنجی) ایک اللہ کی گواہی دینا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے' حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ "اليس مفتاح الجنة لا اله الا الله؟ کیا لا اله الا الله (یعنی ایک اللہ کی تصدیق کرنا اور توحید کی گواہی دینا) جنت کشائی کا ذریعہ نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں!" ولكن ليس مفتاح الا وله اسنان" لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں چنانچہ اگر تو تم ایسی چابی لے کر آئے جس کے دندانے ہوں گے تو تمہارے لیے جنت کھل جائے گی ورنہ وہ نہیں کھلے گی۔

فصل

میں (قرطبی) کہتا ہوں: چابی کے دندانوں سے کیا مراد ہے؟

تو اس سلسلہ میں دو قول ہیں: ایک قول کے مطابق اسنان المفتاح فقط توحید سے عبارت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسنان (دندانِ مفتاح) اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت دونوں سے عبارت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ (البقرۃ: ۲۵)

اور خوش خبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لیے باغ ہیں' جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ (الکھف: ۱۰۷)

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے ۝

قرآن مجید میں بکثرت آیات ایسے ہی ہیں کہ جہاں ایمان کا ذکر ہوا وہاں ساتھ اعمال کا ذکر بھی فرما دیا تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے ساتھ اعمال بھی مطلوب ہیں اور اس کے پیش نظر اب حدیث اوّل یعنی حدیث جابر جس میں نماز کو جنت کی چابی قرار دیا گیا اور دوسری حدیث جس میں صرف کلمہ طیبہ پڑھنے والے کو جنتی فرمایا گیا دونوں کا مقتضیٰ اور منشاء یہ نکلا کہ ایمان کے ساتھ اعمال بھی تقاضائے شرعی ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنایا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں: میں نے عرض

کی: اگر چہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: اور اگر چہ وہ زنا کرتا ہو اور چوری کرتا ہو۔ (صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۲۸۳ صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳-۹۴ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲- ج ۳ ص ۹۷ ج ۵ ص ۱۶۶- ج ۶ ص ۴۵۰ البیھقی ج ۷ ص ۴۴ البغوی ج ۱ ص ۹۷)

نوٹ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو بہر حال جنت میں چلا جائے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بداعمالیوں پر اس نے توبہ کر لی ہو اور وہ قبول ہو جائے۔ یا حضور ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے اور وہ جنت میں چلا جائے۔ یا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بغیر کسی کی شفاعت کے اس کو جنت میں داخل کر دے اور اگر خدا نہ کرے یہ سب نہ ہو تو پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر بالآخر جنت میں چلا جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب شرح مسلم)

کلمہ طیبہ نجات دہندہ اور جنت کی چابی ہے

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملک الموت علیہ السلام (فرشتہ موت) ایک مرنے والے شخص کے پاس آئے تو اس کے اعضائے بدن میں سے ہر حصہ کو دیکھا مگر کسی میں کوئی نیکی نہ پائی، پھر اس کے قلب کا آپریشن کیا تو اس میں بھی کچھ نہ ملا، پھر اس کے جبڑوں کو کھولا تو اس کی نوکِ زبان تالو سے لگی ہوئی تھی اور وہ لا الہ الا اللہ پڑھ رہا تھا تو فرشتے نے کہا: تیرے لیے جنت ثابت ہو گئی کلمہ توحید پڑھنے سے۔

(الخطیب التاریخ ج ۹ ص ۱۲۵ الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۷۲۴)

۸۲۔ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے والوں سے لڑائی کرنے سے باز رہنے کا بیان

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ کلمہ شہادت نہ پڑھ لیں اور مجھ پر ایمان نہ لے آئیں اور میری لائی ہوئی شریعت کی تصدیق نہ کر لیں اور جب وہ ایسا کر لیں تو انہوں نے میری طرف سے اپنی جانوں کو اور اپنے اموال کو محفوظ کر لیا مگر حق اسلام اور ان کا حساب اللہ کے سپرد۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۶۲ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۶ نسائی ج ۷ ص ۷۷ ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۰۸-۲۶۰۶ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۱- ۳۹۲۸ مسند احمد ج ۱ ص ۱۱- ج ۲ ص ۳۷۷ ابن حبان ج ۷ ص ۵۵۷ البیھقی ج ۳ ص ۹۲ البغوی ج ۱ ص ۶۶)

۰۰۰-باب

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کی تعظیم اور حرمت کا بیان اور اس چیز کا بیان کہ مؤمن کو قتل کرنا، اس کا مال لوٹنا اور اس کی عزت و آبرو کو پائمال کرنا حرام ہے

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: سنو! تمہارے دنوں میں سے سب سے زیادہ قابل احترام دن یہ (حج کا) دن ہے اور بے شک بزرگ ترین مہینہ تمہارا یہ (حج کا) مہینہ ہے اور بے شک تمہارے شہروں میں سب سے عزت والا شہر یہ شہر ہے۔ سنو! تمہارے خون' تمہارے اموال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی اس مہینے میں اس شہر (مکہ) میں حرمت ہے۔ خبردار! کیا میں نے تمہیں احکام کی تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے کہا: یا اللہ! تو گواہ ہو جا' امام مسلم نے بھی اس حدیث کو بالمعنیٰ روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۱ ص ۱۶۹۔۱۷۰' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۳۱' مسند احمد ج ۳ ص ۸۰' ابن حبان ج ۷ ص ۵۸۵' المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۷۰' البیہقی ج ۵ ص ۱۳۹' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۱۲)

مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کی حرمت کا بیان

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا: خبردار! تمام دنوں میں سب سے زیادہ حرمت والا دن یہ ہے' تمام مہینوں میں سب سے زیادہ شرف والا مہینہ یہ ہے اور تمام شہروں میں افضل اور قابل احترام شہر یہ ہے۔ خبردار! تمہارے خون' تمہارے اموال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسا کہ اس شہر' اس ماہ اور اس روز' کیا میں نے تمہیں یہ پیغام نہیں پہنچا دیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو (بھی) گواہ ہو جا۔ (صحیح مسلم ج ۱۱ ص ۱۶۹۔۱۷۰' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۹' ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۳۱' مسند احمد ج ۳ ص ۸۰' ابن حبان ج ۷ ص ۵۸۵' المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۷۰' البیہقی ج ۵ ص ۱۳۹' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۱۲)

نیز امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور آپ یہ فرما رہے تھے: تو کتنا پاکیزہ ہے' تیری خوشبو کتنی اچھی ہے' تیری عظمت کس قدر ہے اور تیری حرمت بہت بڑی ہے اور مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے' البتہ مؤمن کی جان و مال کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے اور ہمیں مسلمان کا خیر سگال اور خیر خواہ ہی ہونا چاہیے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۹۲' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۰۰۸)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان کی جان' مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۱۲۰-۱۲۱' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۶۱' ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۲۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰-۲۷۷' الطبرانی المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۱۸۳' القضاعی رقم الحدیث: ۱۷۶)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا کے زوال سے بڑھ کر ہے۔ (نسائی ج ۷ ص ۸۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۹۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۹' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۱' البیہقی ج ۸ ص ۲۲' الخطیب التاریخ ج ۵ ص ۲۹۶)

دہشت گردی کی مذمت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہتھیار سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرے اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۶۹ ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۲ مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۶ المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۵۸)

۸۳۔ مسلمان کے قتل یا اعانت علی القتل پر اخروی سزا کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ (النساء: ۹۳)

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے مدتوں اس میں رہے گا اور اللہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اسے اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے ○

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ (الفرقان: ۶۸)

اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی پوجا نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے لیکن حق کے ساتھ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسا کرے وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا ○ قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں مدتوں ذلیل و خوار ہوتا رہے گا ○

احادیث مبارکہ میں قتل مؤمن کی سزا کا بیان

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی مسلمان کو قتل کرنا ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ فرماتے حدیث بیان کرتے اور ارشاد فرماتے تھے: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کے بعد حرام خون بہانے سے بڑا گناہ روئے زمین پر اور کوئی کبھی نہیں ہوا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بے شک زمین اللہ تعالیٰ کے پاس اس قتل ہونے پر سخت احتجاج اور نالش کرتی ہے اور زمین اللہ تعالیٰ سے کہتی ہے کہ اگر اجازت ہو تو جس شخص نے اس کی پشت پر قتل ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے اسے وہ نیچے دھنسا دے۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۴۰۸)

ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ہر گناہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بخش دے گا مگر جس شخص کی موت شرک پر ہوئی یا جس مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قصداً قتل کر دیا ہو (ان دونوں کی مغفرت نہیں ہوگی)۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۰، مسند احمد ج ۴ ص ۹۸، نسائی رقم الحدیث: ۳۹۸۴، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۵۱، ابن حبان ج ۷ ص ۵۸۸، البیہقی ج ۸ ص ۲۱، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۵۳، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۴۴۰۰)

انہی سے دوسری روایت یوں ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برابر مؤمن آزاد اور نیک ہوتا ہے تاوقتیکہ وہ کسی حرام خون ریزی کا مرتکب نہیں ہوتا اور جب وہ ناحق خون کرنے والا ہوتا ہے تو پھر بے بس ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۲ ص ۱۸۷، نسائی ج ۲ ص ۱۶۳، ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۰، مسند احمد ج ۴ ص ۹۹، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۵۱، ابن حبان رقم الحدیث: ۵۱، البغوی ج ۱۰ ص ۱۴۹)

امام ہروی نے "بـلـح" کا معنیٰ تھک جانا اور امید منقطع ہو جانا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محاورہ میں کہتے ہیں: "بـلـح الـفـرس" جب گھوڑا چلنے سے عاجز آ جائے، اور کنویں کا پانی ختم ہو جائے تو محاورہ میں کہتے ہیں: "بـلـح الر کیہ" "کنویں کے سوتے سوکھ گئے اور خشک ہو گئے"۔

اعانت علی القتل کی سزا رحمتِ خداوندی سے دوری ہے

ابوبکر نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمان کے قتل میں کسی کی ایک آدھے کلمہ کے ذریعہ بھی اعانت کرتا ہے تو وہ قتل میں اعانت کرنے والا شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی پیشانی پر یہ کلمات لکھے ہوں گے: "ایس من رحمة الله" "اللہ کی رحمت سے نا امید"۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۲۰، البیہقی ج ۸ ص ۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۷۴، ابن جوزی الموضوعات ج ۲ ص ۱۰۴، الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۵۴۵۵)

امام ہروی لکھتے ہیں کہ حدیث مبارک میں ہے: "من اعان علی قتل مؤمن بشطر کلمة" اس کا معنیٰ بیان کرتے حضرت شقیق فرماتے ہیں: مثلاً وہ اقتـل (میں نصف کلمہ) کہتا ہے یا جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "کفی بالسیف شا" معناه شافیاً.

۸۴۔ فتنۂ عام

اس باب میں حسبِ ذیل باتوں کا بیان ہے:

(۱) فتنوں کا ظہور (۲) اندھیری رات کے ایک ٹکڑے کی طرح کا فتنہ رونما ہوگا (۳) بارش کے قطروں کی طرح فتنوں کا اترنا (۴) فتنے کہاں سے آئیں گے؟ کا بیان (۵) ان فتنوں سے ڈرانے اور بچنے کا بیان (۶) فتنہ کے وقت عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (الانفال: ۲۵)

اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی خاص لوگوں کو نہ پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا (بلکہ ظلم سے نہ روکنے والوں کو بھی ضرور پہنچے گا) اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○

نوٹ: اس آیت مبارکہ میں تحذیر ہے کہ یہ مت خیال کرو کہ سزا صرف ظالم طبقہ کو ملے گی اور ظالم کو ظلم سے روکنے کی طاقت رکھنے والوں کو نہ روکنے پر سزا نہ ملے گی بلکہ وہ بھی اس کی لپیٹ میں آئیں گے یعنی اگر تم فتنہ سے نہ ڈرے اور اس کے اسباب یعنی ممنوعات کو ترک نہ کیا اور وہ فتنہ نازل ہوا تو یہ نہ ہوگا کہ اس میں خاص ظالم اور بدکار ہی مبتلا ہوں بلکہ وہ نیک اور بد سب کو پہنچ جائے گا۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی قوم میں سرگرم معاصی ہو اور وہ لوگ باوجود قدرت کے اس کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم نھی عن المنکر ترک کرتی ہے اور لوگوں کو گناہوں سے نہیں روکتی وہ اپنے اس ترکِ فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۔ (الانبیاء: ۳۵)

اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں خیر اور شر کے ذریعے (یعنی راحت و تکلیف، تندرستی و بیماری، دولت مندی و ناداری، نفع اور نقصان سے)۔

اس میں فتنوں سے بچتے رہنے کی انتہائی بلیغ انداز میں تنبیہ کر دی گئی ہے۔

احادیث میں امّت کو فتنوں سے بچنے کی تنبیہ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اندھیری رات کے ایک ٹکڑے کی مثل فتنہ برپا ہونے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو۔ (اس فتنہ میں) ایک شخص صبح کو مسلمان ہوگا شام کو کافر، شام کو کافر ہوگا اور صبح کو مؤمن۔ لوگ دنیا کے سامان کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۳، ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۴-۵۲۳، ابن حبان ج ۸ ص ۲۴۸، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۹۶۸، البغوی ج ۱۵ ص ۱۵)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ یہ فرما رہے تھے: "لا الٰہ الا اللّٰہ" عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جو قریب آ پہنچا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عدد باندھا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبیثوں کی کثرت ہوگی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: (دیکھئے: کتاب الفتن واشراط الساعۃ صحیح مسلم ج دوم)

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے نکلے اس وقت آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا' آپ فرما رہے تھے: لا الٰہ الا اللّٰہ' عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جو اب قریب آ پہنچا ہے' آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے' آپ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبیثوں کی کثرت ہو جائے گی۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۱۰۶' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۳' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۸' الحمیدی رقم الحدیث: ۳۰۸' ابن حبان ج ۱ ص ۲۷۲' البیہقی ج ۱۰ ص ۹۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۹' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۱)

فتنوں کی بارش

امام مسلم اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (مدینہ منورہ زادھا اللہ عزا و شرفا) کے قلعوں میں سے بعض قلعوں پر چڑھے' پھر فرمایا: میں فتنوں کے واقع ہونے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۱۱' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰' ۲۰۸' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۹۷۴)

مسلمانوں کا عروج و زوال

امام بیہقی اور اسی طرح امام ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

حضرت کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا:

هل للإسلام من منتهى؟ — کیا اسلام کی کوئی انتہاء ہے؟

فقال رسول الله ﷺ: أيما أهل بيت من العرب أو العجم أراد الله بهم خيراً أدخل عليهم الإسلام. — تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرب و عجم میں سے جس گھر والے سے بھی اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے ان پر اسلام کو داخل فرما دے گا۔

اس شخص نے کہا:

ثم ما ذا؟ — پھر کیا ہوگا؟

آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

ثم تقع الفتن كالظلل. — پھر فتنے واقع ہوں گے اور وہ بادلوں کی طرح اُمڈ کر آئیں گے۔

اس شخص نے کہا:

كلا والله إن شاء الله. — ہرگز نہیں اللہ کی قسم ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ نے فرمایا:

بلی والذی نفسی بیدہ لتعودن فیھا اساود صبا یضرب بعضکم رقاب بعض.

کیوں نہیں بخدا! تم ان فتنوں میں خطرناک زہریلے سانپ کی طرح ہو جاؤ گے جو اٹھ اٹھ کر زہریلے وار کرتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارو گے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۷ الحمیدی رقم الحدیث: ۵۷۴ الطیالسی رقم الحدیث: ۱۲۹۰ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۷ ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۹۷۳ المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۵۵ البزار رقم الحدیث: ۳۳۵۳ الطبرانی المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۱۹۷ الھیثمی مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۰۵)

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ "اساود صبا" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس کا معنیٰ کالا ناگ ہے جو ڈسنے کے وقت اس طرح اپنا سر اٹھاتا ہے (امام زہری نے اشارہ کر کے دکھایا) اور پھر زہر انڈیلتا ہے۔

حدیث محولہ بالا کی فنی حیثیت پر گفتگو اور مؤلف کی سند حدیث کی نقل کا ترجمہ

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

اس حدیث کی اسناد کی صحت میں کوئی طعن نہیں ہے اور یہ حدیث سفیان بن عیینہ عن الزھری عن عروۃ بن الزبیر عن کرز کے طریق سے مروی ہے۔

میں نے یہ حدیث مبارک "جامع قرطبہ، مسجد الغدیر اور مسجد ابی علاقہ (تین درسگاہوں) میں محدث، ماہر تاریخ شیخ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس ساری کتاب (یعنی امام المحدثین حضرت سفیان بن عیینہ کی) "جامع الخیر" کا دو ثقہ اور اجل شیوخ سے سماع کیا ہے، ایک مفتی ابومحمد عبدالرحمٰن بن محمد بن عتاب سے اور دوسرے ثقہ اہل قلم وزیر ابوالولید احمد بن عبداللہ بن طریف سے۔ یہ دونوں بزرگ فرماتے ہیں: کہ ہم نے اس کتاب کو پڑھا ہے ثقہ عالم ابوالقاسم حاتم بن محمد تمیمی سے جس طرح پڑھنے کا حق ہے اور انہوں نے اسے کما حقہ پڑھا معتبر عالم ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن احمد بن فراس رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس مکہ مکرمہ (حرسھا اللہ تعالیٰ) میں مسجد حرام میں اور انہوں نے پڑھا جس طرح کہ پڑھنے کا حق ہوتا ہے ثقہ عالم حضرت ابوجعفر احمد بن ابراہیم الدیلی کے پاس اور انہوں نے اس کو پوری شرائط و حقوق کے ساتھ پڑھا نیک اور ثقہ عالم شیخ ابوعبیداللہ سعید بن عبدالرحمٰن المخزومی سے اور انہوں نے اس کتاب کی کما حقہ قرأت کی امام فقیہ ابومحمد سفیان بن عیینہ پر۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ حدیث سند مذکور کے ساتھ مجھ سے بیان کی فقیہ قاضی ابوعامر یحییٰ بن عبدالرحمٰن نے اور وہ مجاز ہیں از جانب خلف بن عبدالملک بن بشکوال، اور کرز سے مراد اس جگہ جو شخصیت ہیں وہ کرز بن علقمہ بن ہلال الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے تھے اور انہوں نے طویل عمر پائی ہے اور حضرت معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں اور مروان بن حکم کی امارت میں انہی کو حرم میں جھنڈے گاڑنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

اس باب کی حدیث میں ایک سند سے مروی متن میں یوں ہے: ''قال: ثم ما ذا؟ قال ثم تقع الفتن'' اور دوسری سند سے اس کی بجائے یوں ہے: ''ثم مه'' حضور علیہ السلام کا جواب مبارک سن کر سوال کرنے والے شخص کے قول ''مه'' کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ لکھتے ہیں: ''قول الرجل ثم مه هنا علی الاستفهام'' یعنی لفظ ''مه'' اس مقام پر استفہام کے معنیٰ پر محمول کیا جائے گا اور مطلب یہ ہوگا: ''ای ثم ما یکون'' یعنی جب اسلام عرب وعجم میں گھر گھر پہنچ جائے گا تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ اور لفظ ''مــــه'' اس کے علاوہ باقی جگہوں پر زجر و اسکات کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک میں ہے' آپ نے فرمایا تھا: ''مــه انــکـن صــواحب یوسف'' خاموش! تم بھی ان عورتوں کی طرح جن کا ذکر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ آتا ہے۔

آپ کا ارشاد مبارک ''کـانها الظلل'' ظـلـل السحاب یعنی ظلل کا معنی بادل ہے اور الظلة ''السحاب'' یعنی بدلی کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ'' (الشعراء:١٨٩) انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا (وہ یوں کہ ان پر ایک بادل آیا' وہ اس کے نیچے جمع ہو گئے' ان پر آگ برسی اور سب جل گئے۔ اور اس شخص کا بارگاہ نبوی میں یہ کہنا ''کـلا و اللـه'' یہ قول ان صاحب کی بے خبری پر محمول کیا جاتا ہے' اس کا معنیٰ انکار ہے یعنی بمعنیٰ ''لا و الـلـه'' ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''کلا'' کا لفظ بمعنیٰ زجر وارد ہے چنانچہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بـلـی و الذی نفسی بیده'' اور کلمہ ''بــلـی'' سابق کلام کی نفی کے لیے آتا ہے چاہے وہ استفہام ہو چاہے خبر ہو یا نہی ہو۔ استفہام کی مثال جیسے ارشاد ربانی ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ (الاعراف:١٧٢) کیا میں تمہارا رب نہیں؟

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ . (القیامۃ:٤٠) کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ''ان یحی الموتی'' ''مردے زندہ فرما دے؟!'' اس کا جواب یہ ہے کہ ''بلی هو قادر'' کیوں نہیں' وہ قادر ہے۔

خبر کی مثال ---- قرآن مجید میں ہے:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ . (اور بولے:) ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی۔

(البقرۃ:٨٠' آل عمران:٢٤)

اس کا جواب ہے کہ ''بلی تمسکم'' کیوں نہیں آگ ضرور تمہیں چھوئے گی۔

نہی کی مثال ---- اگر کہا جائے ''لا تـلـق زیـدًا'' تو زید سے ملاقات مت کر تو جواباً کہا جائے گا: ''بـلـی'' کیوں؟ ''لالقینه'' میں تو اس سے ضرور ملوں گا۔

لفظ ''صبًا'' بروزن ''غزًا'' ''صاب'' کی جمع ہے جیسے ''غاز'' اور ''غز'' بمعنیٰ مائل ہونا' جھکنا اور بل پیچ کھانا۔

مطلب یہ ہے کہ ڈسنے کے وقت وہ خوب پلٹے کھا کھا کر اپنے زہر کو انڈیلتا ہے اور اصــب کی جمع بھی ہو سکتی ہے کہ ڈنگ مارتا ہے تو اپنا زہر انڈیلتا ہے۔

''اسـاود''اسـود کی جمع ہے سانپ کو کہا جاتا ہے۔اسـود یعنی کالا ناگ سانپ کی ایک نہایت خطرناک اور خبیث نوع ہے جو کسی چیز کو اٹھ اٹھ کر ڈستا ہے اور اس میں اپنا زہر انڈیلتا ہے تو گویا فتنہ پردازوں کو تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ قتل و غارت گری اور لوگوں کو اذیت رسانی میں ان زہریلے اژدھوں کی طرح خوب سرکش ہوں گے اور مختلف قسم کے حربے استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے سموم اور زہریلے پروپیگنڈے اور اپنی تخریب کاریوں فتنہ پردازیوں اور سازشوں ریشہ دوانیوں کے ذریعے مسلسل ایک مصیبت اور اذیت میں مبتلا رکھیں گے۔

جنت کی تیاری کرو — از خواب گراں خیز

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ بیان کرتی ہیں: ایک رات نبی کریم ﷺ گھبرائے ہوئے اٹھے فرماتے تھے: سبحان اللہ! اس رات کتنے خزانے اتر رہے ہیں اور کتنے فتنے نازل ہو رہے ان حجرے والیوں کو (مراد ازواج مطہرات سے تھی) کون جگائے کہ نماز پڑھ لیں۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۲۰ ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۶ مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۷ الحمیدی رقم الحدیث: ۲۹۲ ابن حبان ج ۲ ص ۲۹ البیھقی ج ۵ ص ۳۵۵ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۸)

نوٹ: (الف) آپ ﷺ کو قیامت تک برپا ہونے والے ہر فتنہ کا پیشگی علم ہے (ب) آپ زمین کے تمام پوشیدہ خزانوں کو جاننے والے ہیں (ج) آپ کا ازواج مطہرات کو جگانے کا انداز مبارک کتنا حسین ہے کہ آپ نے یہ کلمات اس طریق سے ارشاد فرمائے کہ ازواج مطہرات سن کر تہجد کے لیے بیدار ہو جاتی ہیں۔

عورتوں کے دنیا میں ملبوس ہونے اور آخرت میں عریاں ہونے کی تشریح

(۱) حضرت مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''جسم کا لباس کپڑا ہے (اور) روح کا لباس اعمال بہت سی عیاش اور مالدار عورتیں جو یہاں لباس فاخرہ پہنتی تھیں وہ آخرت میں اعمال (کی شال) سے خالی ہوں گی لہٰذا اے بیبیو! وہاں کے لباس کی تیاری کرو''۔

حضرت بابا بلھے شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مفہوم کو اشعار کے لباس میں یوں نظم کیا:

اٹھ جاگ گھراڑے مار نہیں — ایہہ سون تیرے درکار نہیں
تو ستیاں عمر ونجائی اے — تو چرخے تند نہ پائی اے
کیہ کرسیں داج تیار نہیں؟! — اٹھ جاگ گھراڑے مار نہیں
اج کل تیرا مکلاوہ اے — کیوں ستی کر کر دعویٰ اے

ان ڈٹھیاں نال ملاوہ اے ایہہ بھلکے گرم بازار نہیں
اٹھ جاگ جاگ گھراڑے مار نہیں ایہہ سون تیرے درکار نہیں

(مترجم عفی عنہ)

بہت سی عورتیں جو دنیا میں لباس زیب تن کرنے والی ہیں آخرت میں عریاں ہوں گی

میرے استاذ محترم علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک قول یہ ہے کہ (دنیا کی بعض) عورتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ملبوس (سراپا ڈھکی ہوئی اور مال مالا) ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے شکر (کے شعار) سے عاری ہوں گی اور ایک قول یہ ہے کہ وہ عورتیں بدن کے بعض حصوں لباس پہنیں گی اور بعض حصوں کو اظہار جمال کے لئے عریاں رکھیں گی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وہ باریک اور عریاں (نیم برہنہ) لباس پہنیں گی جس سے کپڑے پہننے کے باوجود ان کا جسم برہنہ نظر آئے گا۔

نیز حضرت استاذ صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

میں نے ۲۷ ستمبر ۱۹۹۰ء سے دسمبر تک برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا' وہاں پر یورپین خواتین برائے نام انڈرویئر اور بنیان پہن کر شاہراہوں اور بازاروں میں کھلے عام (یا کھلی برائے عوام) پھرتی ہیں' یہ ''عاریاتٌ لا بسات'' کی واضح تفسیر اور علم نبوت کا زندہ ثبوت ہیں''۔

حضرت عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے گھر والو! آتش دوزخ شعلہ زن ہے اور گھٹا ٹوپ سیاہ رات کے حصوں کی طرح فتنوں کی آمد قریب ہے' اگر تمہیں ان امور کا علم ہو جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تمہارا ہنسنا کم ہو جاتا اور گریہ زاری بسیار۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۴۱' ابن حبان ج ۳ ص ۲' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲

ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر مراسیل میں اس کا مرتبہ جید اور عمدہ ہے اور (اس کے راوی) عبید بن عمیر ائمہ مسلمین میں سے (ایک جلیل القدر امام) ہیں۔

مشرق خانہ جنگی اور فتنہ کا گڑھ ہوگا

امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے کہا: اے اہلِ عراق! میں تم سے صغیرہ گناہ کے متعلق پوچھتا ہوں اور (نہ) تمہیں کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے گردانتا ہوں' میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ فتنہ یہاں سے ظاہر ہوگا' آپ نے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ کیا جس جگہ سے شیطان کے دوسینگ طلوع ہوں گے اور تم آپس میں ایک دوسرے کو تہہ تیغ کرو گے۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے آل عمران کے جس شخص کو قتل کیا تھا وہ قتل عمد نہیں تھا' اس پر اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا:

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا. (طٰہٰ:۴۰)

اور اے موسیٰ! آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو غم سے نجات دی اور ہم نے آپ کو (مختلف حالات سے گزار کر) خوب اچھی طرح جانچا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۲، صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۴۵، ابن حبان ج ۸ ص ۲۲۴)

فتنہ کے زمانہ میں عبادت کی اہمیت وفضیلت

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہرج کے زمانہ میں عبادت کرنا ایسے ہے جس طرح میری طرف ہجرت کر کے آنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۸۸، ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۱، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۲۵، ابن حبان ج ۷ ص ۵۷۷، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۱۴۶، البغوی ج ۱۵ ص ۲۴)

فصل

اس باب کی ایک حدیث میں حضور ﷺ کے ارشاد "ویل للعرب من شر قد اقترب" کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "ویل" کے معانی کا ذکر ماقبل ہو چکا ہے اور اس جگہ لفظ "ویل" سے مراد حزن (غم) ہے، اس معنیٰ کو ابن عرفہ نے بیان کیا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال کے بعد عرب کے حالات کی خبر دی ہے اور مستقبل میں پیش آنے والی جنگوں اور تباہیوں کے بارے میں پیشگی اطلاع دی ہے اور یہ کچھ واقع بھی ہو چکا وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے تصدق سے انہیں ملک، دولت، ہر نوعیت کے اموال اور بادشاہت و ریاست کے لیے چنا مگر جب اہل عرب نے ان دنیوی نعمتوں اور عزت و مرتبہ اور ملک وحکومت کا جوان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے اور آپ ﷺ کے لائے دین، دین اسلام کی بدولت سب کچھ نصیب ہوا اور ملا تھا اس کی ناشکری کی، باہمی جنگ وقتال اور ایک دوسرے کے اموال چھیننے اور غصب کرنے کی وجہ سے خدا قہار کے غضب کو دعوت دی تو پھر ان کے کفرانِ نعمت کرنے کی وجہ سے ان سے یہ سب عزتیں اور حکومتیں چھن گئیں اور ترک اور دیگر عجم نے ان کو پالیا اور اہل عرب صحراؤں میں تتر بتر ہو گئے کیونکہ قانونِ قدرت یہی ہے کہ جب کوئی قوم باہم دست و گریبان ہوتی ہے اور خدا کی دی ہوئی عزوجاہ اس کو راس نہیں آتی اور وہ باہمی افتراق وانتشار کا شکار ہو کر خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ وہ نعمت اور عزت ایسی قوم سے سلب فرما کر دوسری کسی قوم کو بخش دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لا ۔

اگر تم منہ پھیرو تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل لے گا۔

(محمد:۳۸)

اسی لیے جیسا کہ پیچھے حدیث میں گزر چکا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ عرض کیا کہ "انهلک و فينا الصالحون؟" یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں صلحاء بھی موجود ہوں

گے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا: "نعم اذا كثر الخبث" ہاں جب خبیثوں کی کثرت اور بہتات ہو جائے گی۔

فصل

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول "انهلك و فينا الصالحون؟" اور آپ کے جواب "نعم اذا كثر الخبث" میں اس امر پر دلیل ہے کہ جب صالحین کثرت میں ہوں تو ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ غیر صالحین سے بھی مصیبت کو دور فرما دیتا ہے لیکن جب بگاڑ بڑھ جاتا ہے، مفسدہ پردازوں کی بہتات ہو جاتی ہے اور صالحین خال خال رہ جاتے ہیں تو پھر نیک اور بد، اچھے اور برے سب کو رگڑا لگتا ہے (اور گندم کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں) اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب صالحین کی جماعت بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کرنے کا فریضہ انجام دینے سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ امر بالمعروف اور نهي عن المنكر کا کام ترک کر دیتی ہے اور مفسدوں کے کرتوتوں پر ناپسندیدگی کا اظہار تک نہیں کرتی اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کا کہ:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ (الانفال:٢٥)

اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں سے خاص خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا۔

(بلکہ اگر تم اس سے نہ ڈرے اور ممنوعات کو ترک نہ کیا اور وہ فتنہ نازل ہوا تو یہ نہ ہوگا کہ اس میں خاص ظالم اور بدکار ہی مبتلا ہوں بلکہ وہ نیک اور بد سب کو پہنچ جائے گا)۔

بلکہ اس کی نحوست عام ہوگی، مفسدہ پرداز کو تو اس لیے کہ وہ اس کا براہ راست مرتکب ہوا ہے جبکہ دوسروں کو اس لیے کہ وہ بھی اس فساد پر راضی تھے اور فسادیوں اور ظالموں کا ہاتھ پکڑنے اور ان کو روکنے والے نہ تھے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ (الانعام:١٦٤)

اور کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوگا۔

اور ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۙ (المدثر:٣٨)

ہر شخص اپنے عمل کی وجہ سے گروی ہے ○

اور ارشاد ربانی ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ (البقرۃ:٢٨٦)

اسی کے فائدے کے لیے ہے جو اس نے (نیک کام) کیا اور اسی پر ضرر ہے اس کا جو اس نے (برا کام) کیا۔

ان آیات محولہ بالا کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص کے گناہ کی وجہ سے ماخوذ نہ ہوگا' سزا اور عقوبت کا تعلق صرف صاحب قصور سے ہوگا۔

اور آیت بالا میں دوسری قرأت اس طرح ہے: "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً" (الانفال: ۲۵) اور اس قرأت کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ فتنہ خاص کر ظالم کو ہی پہنچے گا اور یہ قرأت حضرت زید بن ثابت' حضرت علی' حضرت ابی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہے۔

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نیک اور بد یعنی قصوروار اور غیر قصوروار دونوں کو فتنہ اس صورت میں پہنچے گا جب لوگ اعلانیہ اور سرِعام گناہوں کا ارتکاب کرنے لگیں تو چونکہ اس صورت میں یہ فرض تھا کہ جو شخص برائی کو ہوتے ہوئے دیکھے وہ اولاً تو اپنے ہاتھ سے اس برائی کا سدّ باب کرے اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو پھر اپنی زبان سے برائی کو روکے اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں ہے تو پھر دل میں برائی کو برا جانے اور اس سے نفرت کرے اور اس سے زیادہ کا بندہ مکلف نہیں' اپنے ہاتھ اور زبان سے روکنے کی جب بندہ استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل سے گناہ اور برائی کو برا جاننے سے وہ اپنی ذمہ داری سے بَری اور اپنے فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے خود رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص خلاف شرع کوئی کام ہوتا دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کرے اور اگر استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کے خلاف آواز اٹھائے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۸' نسائی ج ۸ ص ۱۱۱' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰-۲۰' ابن حبان ج ۱ ص ۲۶۲' البیہقی ج ۶ ص ۹۵' البغوی ج ۱۴ ص ۳۴۹' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۱۹۶)

اگر برائی کو روکنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص برائی کو دیکھے اور اس شخص میں اس برائی کو روکنے کی استطاعت نہیں ہے تو وہ تین دفعہ کہہ دے: "اللھم ان ھذا منکر لا ارضاہ فاذا قال ذلک فقد ادی ما علیہ فاما اذا سکت علیہ فکلھم عاص" "اے اللہ! بے شک یہ گناہ ہے' میں اس پر راضی نہیں ہوں' جب بندے نے یہ کہہ دیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش اور بَری ہو گیا لیکن اگر وہ برائی کو دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کیے رکھتا ہے تو سب گناہ گار ہیں' برائی کا ارتکاب کرنے والے بھی اور اس پر راضی ہونے اور چپ سادھنے والے بھی' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم اور حکمت میں گناہ پر راضی ہونے والے شخص کو خود گناہ کرنے والے شخص کے درجہ میں قرار دیا ہے جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۔ (النساء: ۱۴۰) ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔

لیکن اگر نیک اور صالح لوگ برے اور فسادی لوگوں کے کاموں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اور ان کا یہ ناپسندیدگی کا عمل محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے ہو اور اس برائی کو وہ حتی المقدور برا جانیں اور برا

سمجھتے ہوئے اس سے بچیں کہ ان کے خدا کی جانب سے ان پر یہ چیز لازم اور واجب ہے اور وہ اس میں کسی انتہاء پسندی کا مظاہرہ بھی نہ کریں تو سلامتی اور نجات پا جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ. (ھود:۱۱۶)

تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ تم سے پہلی جماعتوں میں بھلائی کا کچھ اثر رکھنے والے زمین میں فساد کرنے سے روکتے۔ لیکن ان میں سے تھوڑے (لوگوں نے فساد سے روکا) جنہیں ہم نے (عذاب سے) بچالیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○

(الاعراف:۱۶۵)

پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچا لیے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا ○

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ان دو گروہوں (ایک بدکار اور ایک ان کو بدی سے منع کرنے والا) کے متعلق تو ہمیں خبر دی ہے اور ان لوگوں کے بارے میں نہیں بتلایا جو یہ کہتے تھے:

لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ . (الاعراف:۱۶۴)

کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے۔

اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ . (الاعراف:۱۶۴)

یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ روایت کرتے ہیں کہ سفیان بن سعید نے حضرت سعید سے حدیث روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو حکم فرمایا کہ فلاں بستی کو زمین میں دھنسا کر تباہ کر دو' فرشتے نے عرض کی: یا ربّ! اس بستی میں فلاں عبادت گزار شخص بھی رہتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے فرشتے! تو عذاب اور تباہی کی ابتداء اسی عابد سے کر کیوں کہ اس کے چہرے پر کبھی ایک ساعت کے لیے بھی برائی کو دیکھ کر کوئی تبدیلی نہیں آئی (اور اس نے کبھی برائی کو دیکھ کر اپنے ردِّ عمل کا اظہار نہیں کیا اور اس سے بیزاری کی وجہ سے چیں بہ جبیں نہیں ہوا)۔

حضرت وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک خطاء لاحق ہوئی تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حضور عرض کی: یا رب! مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا اور بخش دیا اور اس خطاء کی عار کو بنی اسرائیل پر لازم کرتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر عرض کی: یا رب! ایسا کیونکر ہوگا حالانکہ تو وہ انصاف فرمانے والا حاکم ہے جو کسی پر زیادتی نہیں فرماتا' خطاء کرنے والا تو میں ہوں اور اس کی عار کو

کے سوا دوسرے پر لازم کرنا تیری شان کے کس طرح لائق ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی اتاری کہ اے داؤد! بے شک جب تو نے مجھ پر اس معصیّت کے ساتھ جسارت کی تو انہوں (بنی اسرائیل) نے فوراً اس پر انکار کر کے اپنے ردِّ عمل کا اظہار نہیں کیا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عرس بن عمیرہ کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کسی منطقہ میں گناہ ہوتے ہوں اور وہاں کے رہنے والے لوگ اس گناہ کو ناپسند جانیں اور ایک روایت میں ہے اس کا انکار کریں تو وہ ایسے ہیں جیسا کہ وہاں موجود نہیں اور جو وہاں نہیں مگر وہ اس گناہ اور برائی پر راضی ہوتا ہے تو یہ اس شخص کی مثل ہے جو وہاں حاضر ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۴۳' البیہقی ج ۷ ص ۲۶۶' الطبرانی المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۱۳۹' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۱۴۱)

مؤلف نے فرمایا: "و هـذا نـص فـي الـفـرض" یعنی برائی کی روک تھام کے لیے تبلیغ کرنا فرض ہے۔

"وحسن رجل عند الشعبي قتل عثمان بن عفّان رضی الله تعالٰی عنه فقال الشعبي: قد شركت في دمه" حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قتل ہو گئے تھے تو اچھا ہوا تھا' امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تو بھی ان کے قتل (پر راضی ہونے کی وجہ سے اس) میں برابر کا شریک ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

بے شک لوگ جب ظالم کو (ظلم کرتا ہوا) دیکھیں اور اس کو (ظلم سے) نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا عذاب نازل ہو جو سب کو اپنی لپیٹ میں کر لے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۳۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۷' ابن حبان ج ۱ ص ۲۶۲' البیہقی ج ۱۰ ص ۹۱' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۱۴۲)

کیونکہ فتنہ جب عام ہو جائے تو سبھی ہلاک ہو جاتے ہیں اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب گناہوں کا غلبہ ہو اور برائی پھیل جائے اور اس کو روکنے والا کوئی نہ ہو۔

ایسی حالت میں ان مسلمانوں پر جو (ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر) دل سے گناہوں کو برا جانتے اور اس کا انکار کرتے ہیں لازم ہے کہ اس شہر اور بستی سے نکل جائیں اور وہاں سے ترک سکونت کر کے کہیں اور جگہ جا بسیں' ہم سے پہلی امتوں کے لیے بھی یہی حکم تھا جیسا کہ سبت (ہفتہ) والوں کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کو چھوڑ دیا اور ان سے الگ ہو گئے تھے اور کہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ سلف صالحین یہی فرماتے ہیں کہ برائی کو دل سے برا جاننے والے برے لوگوں سے سوشل بائیکاٹ کر کے خود کو ان سے الگ تھلگ کر لیں۔

ابن وہب کی روایت ہے' امام مالک بیان کرتے ہیں: جس زمین پر اعلانیہ گناہ ہوتے ہوں وہاں سے ہجرت کر جانا چاہیے اور وہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے' انہوں نے اپنی اس بات پر حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے

استدلال کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سود کا اعلان کیا اور انہوں نے سونے کے پیالہ کی اس سے زائد وزن کے عوض بیع کو جائز رکھا تو حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سرزمین سے ہجرت کر گئے تھے جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلمرو میں تھی۔ ائمہ صحاح ستہ نے اس روایت کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں: جب باطل حق پر غالب ہو اور فساد عام پھیل جائے تو انہوں نے فرمایا کہ ایسی حالت میں جماعت سے لزوم (اتحاد بین المسلمین) ہی نجات بخش ہو سکتا ہے اور باطل (سے نہیں ملنا چاہیے) وہ تو قلیل ہو یا کثیر بہرصورت ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ نیز امام مالک فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کے احکام یعنی اوامر ونواہی کی بے حرمتی ہو رہی ہو۔ آسمانی کتابوں کے احکام اور انبیاء کرام کی شریعتوں کی توہین کا سلسلہ جاری ہو یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن پاک) کی مخالفت کی جا رہی ہو تو (پوری امت مسلمہ اور تمام مسلمان) لوگوں کا فرض بنتا ہے کہ دینی غیرت وحمیت کا برملا مظاہرہ کریں (اور اللہ تعالیٰ کے دین برحق کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کریں' بے حسی اور بے غیرتی کا مظاہرہ کرنا مسلمان کے شان کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتا)۔

اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے غیرت وحمیت کا اظہار کرنا نجات کی روشن دلیل ہے

امام ابوالحسن القابسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جو شخص حق کو لازم پکڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے وہ نجات کے واضح طریق پر ہے' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک میری امت کا ایک گروہ غالب رہے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۲' ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۶۷' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۴' الحاکم ج ۴ ص ۴۴۹' الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۶۴۳' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۸۵۱' الطیالسی رقم الحدیث: ۶۸۹' البیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۸)

بے ادب گستاخ اور ظالم لوگوں کی سرزمین میں رہنے کا حکم

اشہب بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**لا ینبغی الاقامة فی ارض یکون العمل فیھا بغیر حق والسب للسلف**"، یعنی جس شہر میں حق پر عمل نہیں ہوتا ہے اور وہاں سلف صالحین کو گالیاں دی جاتی ہوں اس میں اقامت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ ابوعمر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: امام مالک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جب (دوسرا) کوئی ایسا ملک موجود ہو جس میں حق اغلب ہو (پھر یہ حکم ہے ورنہ کوچ کا کیا فائدہ؟) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مدینہ شریف میں فلاں (حاکم) ہے اور مکہ مکرمہ میں فلاں اور یمن میں فلاں اور عراق میں فلاں اور شام میں فلاں۔ بخدا! ساری زمین تو ظلم اور جور سے بھری پڑی ہے (کوئی جائے تو کہاں جائے؟) ابوعمر رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے: ایسی صورت میں واقعی کوئی کہاں بھاگ کر جائے سوائے اس کے کہ پاؤں میں قناعت کی مہندی لگا کر چپ کر کے اپنے گھر میں بیٹھ رہے "**این الھرب الا الی السکوت ولزوم البیوت والرضی بأقل قوت**"۔

امام منصور ابن فقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مفہوم کو اپنے اشعار میں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے انہوں نے کہا:۔

الخیر أجمع فی السکوت وفـــی مـــلازمة البیـــوت
فاذا استوی لک ذا و ذا فـــاقــنـــع لــه بـأقـل قـوت

''جب داخلی اور خارجی امن برباد ہو جائے اور چاروں طرف فتنے پھیلے ہوئے ہوں تو ایسے عالم میں تھوڑی روزی پر قناعت کرتے ہوئے اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ رہنا اور ''ایک چپ سو سکھ'' کے نسخہ پر عمل کرنے میں ہی سراسر بہتری ہے''۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ وقت (جس میں ہم جی رہے ہیں) ایسا برائی کا زمانہ ہے کہ جس میں گوشہ نشین لوگ بھی محفوظ نہیں ہیں شہرت یافتہ لوگوں کا مذکور ہی کیا؟! یہ وہ وقت ہے، جب آدمی اپنا دین اور ایمان بچانے کی خاطر بستی بستی گاؤں گاؤں بھاگا پھرتا ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کس شہر میں جا کر سکونت اختیار کروں؟ ان سے کہا گیا: خراسان؟ انہوں نے فرمایا: خراسان میں اختلاف مذاہب اور فساد آراء ہے (یعنی وہاں تو فرقہ واریت نے فضا کو انتہائی مکدر کر دیا ہے) پھر ان سے کہا گیا: شام ہے؟ فرمایا کہ وہاں بھی انگشت نمائی ہوگی' کہا گیا کہ عراق؟ فرمایا کہ عراق تو جابروں کی سرزمین بن چکا ہے' ان سے کہا گیا کہ مکہ مکرمہ ہے' فرمایا کہ مکہ شریف میں تو بدن اور عقل دونوں پگھل جاتے ہیں۔

قاضی ابوبکر ابن عربی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے شیخ طریقت نے فرمایا: دوستوں کی دوستی اور مسلسل پریشانیوں میں ہی تیرا سارا وقت نہیں گزرنا چاہیے اور زمانے کے ان جھمیلوں سے چھٹکارے کے لیے میرے نزدیک دو راستوں میں سے زیادہ قریب الفہم طریق یہ ہے یا تو انسان دروازہ بند کر کے گھر میں ہی گوشہ نشین ہو جائے اور یا کسی ایسے مقام پر چلا جائے جہاں کوئی اس کو جانتا نہ ہو اور اگر ایسی مجبوری ہو کہ لوگوں سے میل جول رکھے بغیر نہیں بنتی تو پھر بدنی لحاظ سے تو لوگوں کے ساتھ ہوا کرے مگر اپنے دل اور زبان کو ان سے جدا رکھے اور اگر اس پر بھی طاقت نہیں تو پھر دل بہرحال نہ دے اور خاموشی کو حتی المقدور شیوا بنا لے۔

صوفی محمد بن ملک نے کہا: مجھے ابوالفضل جوہری نے ''الخیر اجمع فی السکوت'' والا قطعہ پڑھ کر سنایا جو منصور بن فقیہ کا ہے اور اوپر اس کا ذکر ہوا ہے۔ قاضی ابوبکر نے کہا: اس معنیٰ میں میں نے بھی مندرجہ ذیل شعر کہے ہیں: ؎

حـــارا الســـلام مســلـــم یـــأوی إلـــی ســکــن و قــوت
مـــا ذا یــؤمــل بــعــد مـــا یـــأوی إلـــی بیـــت و قیـــت

''ایک مسلمان جس کو روٹی اور پناہ کے لیے گھر میسّر ہے اس نے سلامتی کو جمع کر لیا اور اب گھر اور خوراک کے بعد وہ اور کیا چاہتا ہے؟

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اسی معنیٰ میں ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی طبع آزمائی فرمائی ہے' وہ لکھتے ہیں کہ:

أنست بوحدتي و لزمت بيتي فدام الأنس لي ونما السرور
و ادّبني الزمان فلا أبالي هجرت فلا أزار ولا أزور
ولست بسائل ما دمت حيًا أسار الخيل أم ركب الأمير

''میں تنہائی پسند اور خانہ بند ہو کر رہ گیا ہوں بہر کیف اسی حال میں مسرور اور مانوس رہتا ہوں۔ زمانہ نے مجھے کچھ ایسے آداب زندگی سکھا دیے ہیں کہ میں نے سب سے ملنا ملانا چھوڑ دیا ہے اور اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اور میں تا حیات صدر کے دوروں اور سفر کی تفصیل پوچھوں گا نہ فوجی نقل وحرکت بارے سوال کروں گا (مجھے امور مملکت میں کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے)''۔

اور اسی معنیٰ ومفہوم میں اشعار بکثرت ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کی مزید تفصیل احادیث کی روشنی میں عزلت گزینی اور گوشہ وخلوت نشینی کے باب میں آئے گی' انتظار کیجیے----

کثرۃ الخبث کا بیان

کثرت خبث سے مراد زنا کاری کا عام ہونا اور حرامی بچوں کی کثرت ہے۔ ابن وہب حضرت زبیر کے غلام یحییٰ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مشرق کی جانب زمین دھنس جانے کا ذکر ہوا تو بعض لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! زمین دھنس جائے گی اور اس پر مسلمان بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اذا کان اکثرا ھلھا الخبث'' ''جب زمین پر رہنے والوں میں خبیث لوگوں کی کثرت ہو جائے گی''۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے) بیان کرتے ہیں کہ (اچھے برے) تمام لوگوں کی ہلاکت اس وقت ہوگی جب برائی کا غلبہ ہو جائے گا اور علی الاعلان معاصی کا ارتکاب کیا جائے گا اور یہ ہلاکت وتباہی ایمان والوں کے لیے تطہیر کا سبب ہوگی اور فاسقوں کے لیے سزا ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: ''ثم بعثوا علی نیاتھم'' و فی روایۃ ''اعمالھم'' پھر وہ اپنی اپنی نیتوں اور عملوں کے مطابق زندہ ہو کر اٹھیں گے' جس کی نیت نیک ہوگی ثواب پائے گا اور جو بدنیت ہوگا سزا پائے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ۝ (الطارق:۹) جس دن چھپی باتوں (عقائد و اعمال اور نیات) کی جانچ ہوگی۔

۸۵۔اسلام کی چکّی کب گھومے گی؟ (عالمی جنگ کب ہوگی؟)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام کی چکّی پینتیس

(۳۵) یا چھتیس (۳۶) یا سینتیس (۳۷) سال تک چلتی رہے گی۔ اگر یہ ہلاک ہوئے تو ہلاکت کے راستے سے ہوں گے اور اگر ان کا دین ان کے لیے قائم و باقی رہا تو ستر سال تک قائم رہے گا۔ میں عرض گزار ہوا کہ باقی سے یا گزرے ہوئے سے؟ فرمایا کہ گزرے ہوئے وقت سے۔ (مسند احمد ج۱ص۳۹۰' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۴' المستدرک للحاکم ج۴ص۱۲۵' ابن حبان ج۸ص۲۳۱' البغوی ج۱۵ص۱۸' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۴۰۷)

فصل

امام ہروی اس حدیث کی تفسیر میں کہتے ہیں: امام حربی نے کہا: ایک روایت میں ''تدور'' کی بجائے ''تزول'' کے الفاظ آئے ہیں اور گویا کہ ''تزول'' اقرب الی الفہم اور زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ اسلام کی چکّی اپنے مرکز سے ہٹ جائے گی اور اس کا استقرار زوال پذیر ہو جائے گا اور وہ چکّی محبوب اور مکروہ (یعنی پسندیدہ اور ناپسندیدہ) امور کے ساتھ گھومے گی (ملے جلے حالات ہوں گے) اب اگر ۳۵ سال والی روایت صحیح ہے تو اس میں اہل مصر کے اٹھ کھڑا ہونے اور محاصرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر ۳۶ سال والی روایت صحیح ہے تو اس سال میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ جمل کی طرف نکلے تھے اور اگر ۳۷ سال والی روایت صحیح ہے تو اس سال میں جنگ صفین کا واقعہ ہوا تھا' اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے۔ امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا مطلب یہ ہے کہ جب اتنی مدت گزر جائے گی تو اس کے بعد اسلام میں ایک امرِ عظیم رونما ہوگا جس سے ایک بہت بڑی ہلاکت اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا اندیشہ اور خوف کیا جاتا ہے' جب حالات بدل جائیں اور معاملات دگرگوں ہو جائیں تو اس وقت یہ محاورہ بولا جاتا ہے: ''دارت رحاہ'' وقت کی چکّی گھومی ہے یا لوگوں کا میٹر گھوم گیا ہے اور دین کے قائم رہنے سے مراد ان کا ملک اور سلطنت ہے اور یہ حضرت امامِ حسن علیہ السلام کے حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کرنے کے وقت سے لے کر مشرق سے بنو امیہ کے انقضائے سلطنت تک تقریباً ستر سال کی مدّت کے بعد بنو عباس میں اقتدار کے منتقل ہونے تک ہے اور دین سے مراد قانونِ ملّت اور دستورِ سلطنت ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں دین بمعنیٰ دستورِ سلطنت مستعمل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ . بادشاہی قانون میں اسے یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے۔ (یوسف: ۷۶)

''تدور رحی الاسلام'' کی تشریح

امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''چکّی کا گھومنا'' جنگ و قتال سے کنایہ ہے' حرب اور قتال کو گھومنے والی چکّی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح چکّی چلتی ہے تو اس کے دو پاٹوں میں آ کر سب کچھ دلیا ہو جاتا ہے اور وہ پیس کر رکھ دیتی ہے اسی طرح جنگ میں بھی جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔

٨٦- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور فتنوں کا آغاز جو کبھی رکنے کا نام نہیں لیں گے

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادرزادہ سے روایت ہے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ارادہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن سلام آئے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: باہر جا کر لوگوں کو مجھ سے دور کرو کیونکہ آپ کا باہر رہنا میرے لیے تمہارے اندر خانہ رہنے سے بہتر ہے۔

راوی کہتے ہیں: پھر حضرت عبداللہ بن سلام باہر لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: اے لوگو! جاہلیت میں میرا فلاں نام تھا' رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبداللہ رکھا' میرے حق میں قرآن پاک کی کئی آیات اتری ہیں اور یہ آیت بھی میرے متعلق ہی نازل ہوئی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثۡلِهِۦ فَـَٔامَنَ وَٱسۡتَكۡبَرۡتُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ (الاحقاف: ١٠)

اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہے تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا' بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا ظالموں کو ۝

اور (حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ) یہ آیت کریمہ بھی میرے متعلق نازل ہوئی:

وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَسۡتَ مُرۡسَلٗاۚ قُلۡ كَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدَۢا بَيۡنِي وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلۡكِتَٰبِ ۝ (الرعد: ٤٣)

اور کافر کہتے ہیں: تم رسول نہیں' تم فرماؤ: اللہ گواہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان (جس نے میرے ہاتھوں میں معجزات باہرہ وآیات قاہرہ ظاہر فرما کر میرے مرسل ہونے کی شہادت دی) اور وہ جسے کتاب کا علم ہے ۝

(خواہ وہ علمائے یہود میں سے توراۃ کا عالم ہو یا نصاریٰ میں سے انجیل کا عالم' سید عالم ﷺ کی رسالت کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر جانتا ہے' ان علماء میں سے اکثر آپ کی رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔)

(عبداللہ بن سلام نے کہا:) اللہ تعالیٰ کی شمشیر پوشیدہ میان میں ہے اور فرشتے اس شہر میں تمہارے ساتھی ہیں جس میں تمہارے نبی ﷺ تشریف لائے پس اس شخص کو قتل کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو' اللہ کی قسم! اگر تم نے اسے شہید کر دیا تو تم اپنے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو دور کر دو گے اور اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ تلوار پردے سے باہر آ جائے گی اور پھر تا قیامت وہ میان میں نہیں لوٹائی جائے گی۔ راوی کہتے ہیں: ان لوگوں نے کہا: اس یہودی کو بھی قتل کرو اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو بھی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ترمذی ج ٩ ص ١٣٧-١٣٩)

حدیث پر مؤلف کا تبصرہ

علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اس طرح کی بات حضرت عبداللہ ابن سلام کتاب یعنی تورات کے علم کے بغیر نہیں کہہ سکتے اور یا پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سن کر کہی ہوگی کیونکہ اس میں قیاس آرائی سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے جہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہ آپ کے اور فتنوں کے درمیان ایک بند دروازہ ہے قریب ہے جب اس دروازے کو توڑ دیا جائے گا۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بیان

علماء سیر اور تاریخ دان لکھتے ہیں:

فجار اور باغیوں کی ایک جماعت امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو گئے کنانہ بن بشر تجیبی نے آپ کو لوہے کی سلاخ ماری جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا (جس وقت آپ شہید ہوئے اس وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے) اور آیت کریمہ ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○'' (البقرۃ: ۱۳۷) (اللہ آپ کو کافی ہوگا اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے) پر آپ کا خون گرا۔

آپ کا قاتل کون تھا؟

اس میں مختلف اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ آپ کو عمار نامی ایک مصری نے قتل کیا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ رومان آپ کا قاتل ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کو الموت الاسود جس کو الدم الاسود بھی کہتے تھے اور یہ شخص مصر کے باغیوں میں سے ایک باغی تھا اس نے قتل کیا تھا' اس باغی نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: بخدا! یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے مصحف میں (وحی الٰہی کو) لکھا تھا۔

مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں: یہ وہی بلویٰ ہے جس کا ذکر حدیث صحیح میں آیا کہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور مجھے دروازے پر نگہبانی کرنے کا امر فرمایا' پھر ایک شخص آیا اور اس نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دو اور وہ شخص ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے' پھر ایک دوسرے شخص نے دستک دی' آپ نے فرمایا: اس کو بھی اجازت دے دو اور ساتھ جنت کی بشارت بھی' پس وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے ہیں' پھر اس کے بعد ایک تیسرے شخص آ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں' آپ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرماتے ہیں: ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دو اس بلویٰ (مصیبت) پر جو ان کو پہنچے گی۔

(صحیح بخاری ج ۷ ص ۵۳' صحیح مسلم ج ۱۵ ص ۱۷۱-۱۷۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸' ج ۴ ص ۴۰۷)

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب حضرت عثمان بن عفان میں ذکر کیا ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ آپ کے قتل میں صحیح قول یہ ہے کہ آپ کا قاتل کوئی معین شخص ثابت نہیں بلکہ مصر اور دوسری مختلف اطراف کے ملے جلے سرکش لوگ تھے (جب باغیوں نے آپ کا محاصرہ کر لیا تو) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوگ آئے' ان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار کے ساتھ مسلح ہو کر آئے تھے اور حضرت زید بن ثابت بھی تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

انصار دروازے پر حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو ہم پھر اللہ تعالیٰ کے انصار بننے کو حاضر ہیں' آپ نے جواب دیا کہ اس کی حاجت نہیں ہے اور مکان کے اندر آپ کے پاس حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان ابن الحکم یہ تمام حضرات مسلح اور ہتھیار بند ہو کر آپ کے مکان میں موجود تھے' آپ نے ان حضرات کو سختی کے ساتھ حکم دیا کہ اپنے ہتھیار اور اسلحہ کو اتار کر رکھ دیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں اور وہیں رہیں۔ حضرت زبیر اور مروان کہنے لگے: ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے (لہٰذا ہمیں یہاں مکان میں رہنے کی اجازت دیں) باغیوں نے گھیرا تنگ کر دیا اور آپ کا پانی بھی بند کر دیا حتیٰ کہ آپ سمندر کے کھاری پانی سے روزہ افطار فرمانے لگے۔

مدّت محاصرہ کا بیان

باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کتنی مدّت کیے رکھا تھا اس بارے مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں کہ زبیر بن بکار نے کہا کہ یہ محاصرہ دو مہینے اور بیس ۲۰ دن تک جاری رہا تھا اور واقدی نے کہا کہ انچاس (۴۹) دن یہ محاصرہ رہا تھا' پھر دروازہ کھول دیا گیا اور لوگوں کو باہر نکال دیا گیا۔

وسلموا له راية في اسلام نفسه .

سلیط بن ابی سلیط نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں ان باغیوں سے قتال سے منع کر دیا تھا اور اگر آپ ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت دے دیتے تو ہم ان کو مار مار کر بھاگنے پر مجبور کر دیتے۔ صحیح ترین قول کے مطابق وہ باغی لوگ آپ کے مکان میں داخل ہو گئے اور ان کمینوں نے آپ کو شہید کر ڈالا۔

ابو عمر ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس میرے بعض اصحاب کو بلاؤ' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلائیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' میں نے عرض کیا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' میں نے عرض کیا: آپ کے عم زاد (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' پھر میں نے عرض کیا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' پس جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہو گئے تو آپ نے مجھ سے ہاتھ کے اشارہ سے دور چلے جانے کا فرمایا پس میں پرے چلی گئی اور رسول اللہ ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرگوشی کے انداز میں کچھ فرمانے لگے اور حضرت عثمان کا رنگ متغیر ہو رہا تھا اور پھر جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہوا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا ہم آپ کی طرف سے ان باغیوں سے لڑائی نہ کریں اور ان کو آپ سے دور کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں کیونکہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پختہ عہد لیا ہوا ہے اور میں اس مصیبت پر صبر کروں گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۵۲' المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۹۹)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! عنقریب تجھے اللہ تعالیٰ ایک قمیص پہنائے گا' اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم مت اتارنا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۲' مسند احمد ج۶ ص۷۵' المستدرک للحاکم ج۳ ص۹۹۔۱۰۰' ابن حبان رقم الحدیث: ۲۱۹۶' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۶۰۶۸)

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہو کر ان سے عرض کیا: دیکھ لیجیے یہ باغی آپ سے کیا مطالبہ کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: وہ کہتے ہیں کہ خلافت سے دست بردار ہو جاؤ ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: کیا آپ ہمیشہ دنیا میں رہنے والے ہیں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''نہیں'' حضرت ابن عمر نے کہا: کیا وہ آپ کو قتل کرنے سے زائد بھی کچھ کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں' ابن عمر نے کہا: کیا وہ آپ کے لیے جنت کے یا دوزخ کے مالک ہیں؟ فرمایا: نہیں' عرض کی: پھر آپ وہ قمیص (خلعتِ خلافت) ہرگز نہ اتاریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنائی ہے' اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر یہ ایک رسم بن جائے گی' جب بھی کوئی قوم کسی خلیفۃ المسلمین کو پسند نہیں کرے گی تو اس سے خلعت خلافت کو اتار کر اس کو قتل کر دے گی۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۸' مسند احمد ج۲ ص۱۱۵' العقیلی الضعفاء الکبیر ج۲ ص۱۷۱)

شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فجار میں سے بعض فاجروں نے (اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے وسط میں داخل کرے) جب آپ کو شہید کیا اس وقت آپ کی عمر شریف کتنی تھی؟ تو اس بارے اقوال مختلف ہیں' ایک قول کے مطابق اس وقت آپ کی عمر اٹھاسی (۸۸) سال تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ اس وقت آپ کی عمر پورے نوے (۹۰) سال تھی' حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر چھیاسی (۸۶) برس تھی' ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

شہادت کے بعد کے حالات

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک میں آپ کے ظلماً شہید ہونے کی شہادت موجود ہے اور جماعت اہل سنت اس کی شاہد ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ''وقتل مظلومًا کما شهد له بذلک رسول الله ﷺ و جماعة اهل السنة'' اور شہید کرنے کے بعد ظالموں نے آپ کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا اور تین دن (اسی طرح بے گور و کفن) آپ وہاں پڑے رہے' کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ کو دفن کرتا یہاں تک کہ ایک جماعت رات کے اندھیرے میں چھپ کر آئی اور وہ ایک تختے پر آپ کے جسد مبارک کو اٹھا کر لے گئی' نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں ''حش کوکب'' کے مقام پر آپ کو دفن کیا گیا اور یہ جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے کر جنت البقیع میں ملائی تھی اور آپ جب بھی وہاں سے گزرتے تو

فرمایا کرتے تھے: تجھ میں ایک مرد صالح کو دفن کیا جائے گا اور وہی جگہ حسن اتفاق سے جو آپ نے قبرستان کے لئے روک رکھی تھی آپ کا مدفن اور دنیا میں عارضی آرامگاہ بنی اور آپ کی قبر کو (شروع میں) اندھا اور بے نشان و گمنا رکھا گیا تا کہ باغیوں کو معلوم نہ ہو سکے۔

تاریخ شہادت کا بیان

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ترویہ کے دن جمعتہ المبارک کو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ سن پینتیس (۳۵) ھجری میں ہوئی (یہ واقدی کا بیان ہے) اور ایک قول یہ ہے کہ ذوالحجہ کی اٹھائیس تاریخ کو آپ کو شہید کیا گیا تھا' آپ کی خلافت کا دور چند ایام کم گیارہ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے ساتھ تعصب رکھنے والے اہل مصر اور دوسرے شہروں کے لوگوں کی کل تعداد اس وقت چار ہزار تھی جبکہ صرف مدینہ منورہ میں اس وقت چالیس ہزار افراد موجود تھے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آج اگر کسی کے ساتھ وہی صورت پیش آئے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درپیش تھی تو اس قسم کے حالات سے دوچار ہونے والے کسی مسلم زعیم اور اہل ایمان کے لیڈر اور قائد کو کون سا راستہ اختیار کرنا ہوگا؟ آیا وہ گرفتاری دے دے اور خودسپردگی اور حوالگی کا راستہ اپنائے یا ڈٹا رہے اور اللہ تعالیٰ کی امداد و نصرت کی امید پر بڑی سے بڑی قوت و پاور کے ساتھ لڑتا رہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اب کسی کے ساتھ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی صورت حال پیش آ جائے تو وہ کیا کرے؟ خود سپردگی کی راہ اختیار کرے یا ڈٹ کر مخالفین سے لڑتا رہے؟ تو اس میں علماء امت کا اختلاف ہے۔ صحابہ کرام' تابعین اور فقہاء مسلمین میں سے ایک جماعت نے ایسی صورت میں خودسپردگی اور گرفتاری دے کر فتنہ کو فرو کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک قول یہی ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص خود کو سپرد نہ کرے اور اپنے آپ کو دشمن اور مخالف کی عدالت میں پیش نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے اس کی طرف سے نصرت کی امید پر اپنے مخالفوں سے آخری دم تک لڑتا رہے بہرحال دونوں اقوال اور آراء کی تاویل اور توجیہ ممکن ہے اور دونوں طرف دلائل دیئے جا سکتے ہیں' اس کا مزید بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آ رہا ہے۔

ایک اور سوال اور اس کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ باغیوں کے مقابلہ میں اور وہ بھی سب کے سب باہر سے آنے والے تھے اندرون مدینہ سے تعلق رکھنے والے نہیں تھے اور تھے بھی مٹھی بھر' جبکہ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں کی تعداد صرف مدینہ منورہ میں ان باغیوں کی نسبت کئی گنا زائد تھی تو پھر انہوں نے مقابلہ کر کے آپ کی جان کیوں نہ بچائی؟ اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے علامہ قرطبی کی یہ عبارت ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں:

''وقال بعض العلماء: ولو اجتمع اهل المشرق والمغرب علی نصرة عثمان لم يقدروا علی نصرته' لأن رسول الله أنذره في حياته فأعلمه بالبلوى التي تصيبه' فكان ذلك من المعجزات التي أخبر بوقوعها بعد موته ﷺ وما قال رسول الله (ﷺ) قط إلا كان''۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر تمام اہل مشرق اور اہل مغرب اکٹھے ہو کر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت اور مدد کرنا چاہتے تو وہ اس پر قادر نہ ہوتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات ظاہری میں ان کو اس خطرہ سے آگاہ کر دیا تھا اور آپ نے بتا دیا تھا کہ ان کو یہ مصیبت پہنچ کر رہے گی اور یہ اطلاع آپ کے منجملہ ان معجزات میں سے ایک ہے جو آپ کے وصال مبارک کے بعد واقع اور ظہور پذیر ہونے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جب بھی کبھی اور جو بھی کوئی خبر دی ہے وہ ہو کر رہی ہے اور آپ کی دی ہوئی ہر خبر سچی اور صادق ہی ہوتی ہے۔

نوٹ: عظمتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام دنیا کی تاریخ پڑھ ڈالیں' تاریخ عالم میں آپ کو کہیں ایسی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملے گی کہ کسی حکمران کے خلاف کچھ لوگ باغی ہو جائیں اور اس حکمران کو اپنی ذات اور اپنی حکومت کے تحفظ کے متعدد وسائل حاصل اور میّسر ہوں نہ صرف یہ بلکہ جان نثار' رفقاء' ارکان دولت اور تمام افواج سب اس کے حامی ہوں' باغیوں کے قلع قمع کرنے کے لیے بے تاب ہوں اور بار بار اس حکمران سے باغیوں کی سرکوبی کا مطالبہ کر رہے ہوں لیکن وہ حکمران محض اس سبب سے ان لوگوں کو باغیوں سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ کہیں ایک جان کی بقاء کے لیے سینکڑوں جانیں تلف نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کرنے والے دو ہزار سے بھی کم افراد تھے اور مکان کے اندر اور باہر ان کے جان نثار اس سے کہیں زیادہ تھے۔ آخری وقت تک آپ کے جان نثار اور رفقاء آپ سے باغیوں کے مقابلہ اور ان کے محاصرہ توڑنے کی اجازت طلب کرتے رہے لیکن آپ کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ: ''میں اپنی ذات یا اپنی خلافت کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں باہم ٹکراتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا''۔

(شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٩٤٨)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی شہادت پر یہ اشعار کہے:

(۱) قتلتم ولي الله في جوف داره — و جئتم بأمر جائر غير مهتد

(۲) فلا ظفرت إيمان قوم تعاونوا — على قتل عثمان الرشيد المسدد

''اے باغیو! تم نے اللہ تعالیٰ کے ولی کو اس کے گھر میں شہید کر دیا ہے اور تم نے ایک ظالمانہ اور گمراہی کا کام کیا ہے''۔

''اس قوم کا ایمان ناکام ہے جس نے حضرت عثمان ایسے رشید اور سدید شخص کے قتل پر تعاون کیا''۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں واقعہ جرعہ کے دن آیا' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا' میں

نے کہا: آج تو یہاں بہت خون ریزی ہوگی' اس شخص نے کہا: بہ خدا! ہرگز نہیں! میں نے کہا: خدا کی قسم! کیوں نہیں ہوگی؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں ہوگی' میں نے کہا: اللہ کی قسم! کیوں نہیں ہوگی؟ اس نے کہا: قسم بخدا! نہیں ہوگی' یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے جو آپ نے مجھ سے فرمائی' میں نے کہا: آج سے تم میرے برے ہمنشیں ہو' میں تمہاری مخالفت کر رہا تھا حالانکہ تم نے اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث سن رکھی تھی تم نے (ایک اچھے ساتھی کا ثبوت دیتے ہوئے) مجھے منع کیوں نہیں کیا بہرحال پھر میں نے سوچا اس غصہ سے کیا فائدہ؟ میں نے ان کی طرف مڑ کر ان کے متعلق سوال کیا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: کتاب الفتن جلد دوم)

واقعہ جرعہ

جرعہ ایک جگہ کا نام ہے جو حیرہ کے راستہ سے جاتے ہوئے کوفہ کی طرف واقع ہے۔ جرعہ کا واقعہ وہ ہے جس دن میں اہل کوفہ کے متعصبین اور فسادی ٹولے نے اس مقصد کے لیے خروج اور بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ گورنر سعید بن العاص کو نامنظور اور مسترد کرنے کا اعلان کریں چنانچہ اس اجلاس میں انہوں نے اکٹھے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ "لا حاجة لنا فی سعیدک ولا ولیدک" ہمیں تمہارے سعید کی ضرورت ہے نہ ولید کی' اور یہ ۳۴ھ کا واقعہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سعید کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کو ان کا گورنر مقرر کیا جائے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے تک برابر والی رہے۔ ابوصفوان یعلی بن امیہ تمیمی حنظلی ان کو خالد بھی کہتے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین' طائف اور تبوک میں حاضر رہے' انہوں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے چلے' راستہ میں اپنے اونٹ سے گر گئے جس سے ان کے کولہے کی ہڈی کرش ہوگئی اور حج کے بعد یہ مکہ میں پہنچے اور مسجد حرام کی طرف نکلے اور چوٹ کی وجہ سے چارپائی پر ہی لیٹے تھے' لوگ ان کے پاس اکٹھے ہوتے گئے' انہوں نے اعلان کیا کہ جو بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون بہا کا مطالبہ کرنے کے لیے نکلے گا اس کا سارا ساز و سامان میرے ذمہ رہا چنانچہ انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار لاکھ سے اعانت کی اور قریش کے ستر آدمیوں کو سواریاں دے کر روانہ کیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جمل اذب پر سوار کیا' اس اونٹ کو اذب اس کے اون اور بالوں کی کثرت کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں لکھا ہے کہ یعلی بن امیہ حنظلی نے یہ اونٹ دوسو دینار کا خریدا تھا اور ابن شیبہ نے اپنی کتاب "کتاب الجمل" میں کہا کہ اسّی (۸۰) دینار کا خریدا تھا لیکن پہلا قول درست ہے اور جنگ جمل میں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس "جمل" (اونٹ) پر سوار تھیں اس کا نام "عسکر" (جیش لشکر) تھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے صنعاء میں گورنر مقرر تھے' جب ان کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر پہنچی تو وہ جلدی سے آپ کی نصرت کے لیے چل پڑے۔ (راستہ میں) صفوان

بن ابی ربیعہ کی ان سے ملاقات ہوئی جو گھوڑے پر سوار تھے اور عبداللہ بن ابی ربیعہ خچر پر سوار تھے' گھوڑا جب خچر کے قریب ہوا تو وہ بدک گئی اور اس نے ابن ابی ربیعہ کو نیچے گرا دیا جس سے ان کی کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور چوٹ لگنے کے بعد وہ مکہ مکرّمہ آئے تھے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت مکہ مکرّمہ میں موجود تھیں اور وہ لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا قصاص طلب کرنے کے لیے نکلنے کی دعوت دے رہی تھیں۔حضرت عبداللہ ابی بن ربیعہ نے چارپائی بچھانے کا حکم دیا اور ان کے لیے مسجد حرام میں چارپائی بچھا دی گئی اور پھر ان کو اٹھا کر اس پر لٹا دیا گیا اور اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اے لوگو! جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا قصاص طلب کرنے کے لیے نکلے گا اس کے سفر کے جملہ لوازمات کا بندوبست میری طرف سے ہوگا چنانچہ انہوں نے کثیر تعداد میں لوگوں کو سواریاں دے کر اور دیگر سامان کے ساتھ بھیجا لیکن خود وہ چوٹ لگنے کی وجہ سے جنگ جمل میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ابی سائب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ کو دیکھا کہ وہ مسجد حرام میں چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور لوگوں کو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص طلب کرنے کے لیے برانگیختہ کر رہے ہیں اور جو بھی آتا ہے اس کو سواری دے کر روانہ کرتے ہیں۔یہاں تک طبقات ابن سعد کی عبارت ختم ہوگئی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال یہ ہے کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صنعاء سے یعلی بن امیہ ابوصفوان آئے تھے اور ران کی ہڈی کرش ہوئی تھی اور وہ مسجد حرام میں لوگوں کو قصاص عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطالبہ کے لیے برانگیختہ کر رہے تھے جبکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنر صنعاء عبداللہ بن ابی ربیعہ تھے اور ان کی ہڈی خچر سے گرنے کی وجہ سے ٹوٹی تھی اور وہ مسجد حرام میں چارپائی پر لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کے لیے برانگیختہ کر رہے تھے اور لوگوں کو سواری اور سامان دے کر تیار کر رہے تھے' اب ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے اس کا کیا جواب ہے؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں حضرات حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کو طلب کرنے کی غرض سے نکلے ہوں اور دونوں کو راستہ میں چوٹ آئی ہو اور مکہ مکرمہ میں یہ دونوں مل کر لوگوں کو ساز و سامان سے تیار کر کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے آمادہ کر رہے ہوں لہٰذا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے **والحمد للہ علی ذلک واللہ اعلم۔**

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس سال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئی ہوئی تھیں۔مکہ مکرمہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المؤمنین سے عرض کیا کہ آپ تشریف لے چلیں تو امید ہے کہ شاید لوگ اپنی ماں کی طرف رجوع کریں اور اپنے نبی اکرم ﷺ (کی نسبت) کا لحاظ کریں اور آپ برابر انکار کرتی

رہیں اور ان کو منع فرماتی رہیں مگر ان حضرات نے اصرار کیا اور انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت اپنے مؤقف پر بطو
دلیل پیش کی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَاخَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ (النسا:۱۱۴)

ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔

اور ان حضرات صحابہ کرام نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی عرض کیا کہ بے شک بصرہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین شر اور فساد پھیلانے والے کثیر تعداد میں اکٹھے ہو چکے ہیں اور آخر کا تقدیر کا لکھا اپنے وقت کو پہنچا اور لوگوں نے لڑائی کے لیے صف بندی کر لی' بعض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر تیر اندازی شروع کر دی' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لا ترموا بسهم و لا تضربوا بسيف و لا تطعنوا برمح.

نہ تیر اندازی کرو نہ شمشیر زنی کرو اور نہ نیزہ مارو۔

(یعنی لڑائی کے بجائے صلح اور مذاکرات سے فیصلہ کرنا چاہیے مگر شر پسندوں نے ایک نہ سنی اور) لشکر میں سے ایک نے تیر چلا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو ہلاک کر دیا' جب اس کی نعش کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے کہا: "اللھم اشھد" "اے اللہ! تو گواہ ہو جا" پھر ایک اور شخص نے تیر چلا کر آپ کے ساتھیوں میں سے ایک دوسرے شخص کو ہلاک کر دیا' آپ نے پھر کہا: "اللھم اشھد" "اے اللہ! تو گواہ رہنا" پھر ایک اور شخص کو تیر مار کر ہلاک کر دیا گیا' آپ نے پھر بھی یہ کلمہ دہرایا کہ: "اللھم اشھد" اے اللہ! تو گواہ رہنا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر کو آواز دے کر بلایا:

يا ابا عبد الله ادن الى اذكرك كلاماً سمعته انا و انت من رسول الله ﷺ فقال: على الامان فقال على الامان فبرز فأذكره أن رسول الله ﷺ قال له وقد وجدهما يضحكان بعضهما الى بعض "اما انك ستقاتل عليا و انت له ظالم.

اے ابوعبداللہ! میرے قریب آؤ میں تمہیں ایک بات یاد دلاتا ہوں جو میں نے اور آپ نے اکٹھے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ حضرت زبیر نے کہا: جان کی امان! آپ نے فرمایا: امان ہے۔ جب حضرت زبیر حضرت علی کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا: یاد کیجیے کہ ایک دن ہم دونوں کسی بات پر ہنس رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: اے زبیر! عنقریب تم علی سے ناحق لڑو گے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے خدایا! مجھے یہ بات یاد نہ تھی ابھی یاد آئی ہے اور انہوں نے واپس جانے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام موڑی تھی کہ ان کے بیٹے عبداللہ نے ان سے کہا: کہاں چلے ہو؟ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد مبارک جو آپ نے فرمایا تھا یاد دلایا ہے (اس لیے میں تو لڑائی سے باز آیا) عبداللہ بن زبیر نے کہا: ہرگز نہیں' بلکہ آپ...

بنو ہاشم کی تیز دھار تلواریں دیکھ کر پسپائی اختیار کی ہے جو سخت جنگجو مردوں نے اٹھائی ہوئی ہیں۔ حضرت زبیر نے فرمایا: تیرا ستیاناس! میرے ایسے آدمی کو بزدلی کی عار دلائی جاتی ہے؟ نیزہ لاؤ' حضرت زبیر نے نیزہ پکڑا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

افر جوا للشیخ فانه محرج. اس شیخ (بزرگ) کے لیے راستہ چھوڑ دو کیونکہ اس کو مجبور کیا گیا ہے۔

(یعنی مزاحمت کے بغیر ان کا راستہ کشادہ کر دو) چنانچہ حضرت زبیر لشکر کے چپ راست اور قلب (درمیان) کو چیرتے اور صف دری کرتے ہوئے واپس چلے گئے اور اپنے بیٹے (عبداللہ) سے کہا: تیری ماں مرے کیا کوئی بزدل ایسے کر سکتا ہے اور پھر وہ وہاں سے چلے گئے اور لڑائی برپا ہوگئی اور کشتوں کے پشتے لگ گئے اور جب جنگ کے بادل چھٹے تو تینتیس (۳۳) ہزار (ایک قول میں سترہ ہزار) مقتولین کی لاشیں میدان میں بکھری پڑی تھیں جن میں سے چار ہزار نفوس قبیلہ ازد کے تھے اور گیارہ سو بنو ضبہ قبیلہ کے اور باقی دوسرے قبائل کے لوگ تھے اور یہ سب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپاہی تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھیوں میں سے تقریباً ایک ہزار افراد مارے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کی مہار پر ستر ہاتھ کٹے جو سب کے سب بنو ضبہ کے خاندان کے افراد تھے' جب ایک ہاتھ کٹتا تو دوسرا آگے بڑھ کر اونٹ کی مہار تھام لیتا تھا' اس طرح ستر مردوں نے اپنے ہاتھ کٹوا دیے اور وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

نحن بنو ضبه اصحاب الجمل   ننازل الموت اذا الموت نزل

والموت اشهى عندنا من العسل

''ہم بنو ضبہ ہیں جنہوں نے جنگ جمل لڑی ہے' ہم وہ ہیں کہ جو موت سے ڈرنے والے اور دبنے والے نہیں اور موت تو ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ لذیذ ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جمل (اونٹ) لشکر کے لیے بمنزل علم اور علامت کے تھا یہاں تک کہ اس کی کوچیں کاٹ دی گئیں اور اس اونٹ کو تہہ در تہہ کئی زرہیں پہنائی ہوئی تھیں۔

جنگِ جمل کے اسباب کیا تھے؟

اس بات پر جملہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ بصرہ میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو جنگ واقع ہوئی یہ اچانک ہوئی اور فریقین میں سے کوئی بھی لڑائی نہیں چاہتا تھا' ہر ایک فریق یہ گمان کرتے ہوئے کہ دوسرے فریق نے اس کے ساتھ غداری کی اور اس کو دھوکا دیا ہے اپنے دفاع کے لیے لڑنے والا تھا کیونکہ دونوں فریق صلح پر متفق ہو گئے تھے اور یہ طے پا چکا تھا کہ دونوں گروپ باہمی رضامندی کے بعد پرامن طور پر اپنی اپنی راہ لیں گے اور کوئی لڑائی نہیں ہوگی مگر شر پسندوں کا ٹولہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر لڑائی نہیں ہوتی تو چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے تو وہ ہیں اب ان کی شامت آئے گی اور وہ پکڑے جائیں گے اور ان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور اسی خوف کی وجہ سے قاتلین عثمان ٹولہ نے سازش تیار کی اور اجتماع کر کے آپس میں مشاورت کی اور مسلمانوں

کے دونوں گروہوں میں آدھے آدھے ہو کر مل گئے اور انہوں نے آپس میں یہ منصوبہ بنایا تھا کہ دونوں لشکروں کو آپس میں کسی طرح بھڑادو اور جب تیر اندازی شروع ہو جائے تو جو فریق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں ہے وہ چلا چلا کر یہ شور مچائے اور پروپیگنڈا کرے کہ دیکھو جناب صلح کا معاہدہ کرنے کے باوجود ہم پر حملہ کر دیا گیا ہے لہٰذا طلحہ اور زبیر غدار ہیں۔ ان پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور ادھر حضرت طلحہ اور زبیر کے لشکر میں یہ مشہور کر دیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمارے ساتھ غداری کی ہے۔ اس مکروفریب کا جال بچھانے اور اپنی مکروہ تدبیر پر عمل کرنے کے لیے قاتلین عثمان کے سازشی ٹولے نے تیر اندازی شروع کر دی اور جنگ نے اپنے پنجے گاڑ لیے اور دونوں فریقین میں سے ہر ایک فریق اپنی طرف سے دوسرے کے مکر مزعوم کی وجہ سے اپنا اپنا دفاع کر رہا تھا اور اپنی جان پر دوسرے کے ظلم اور زیادتی کو روکنے والا تھا اور اسی وجہ سے دونوں فریق حق وصواب پر کہلائیں گے اور کسی کو بھی اللہ کی اطاعت سے نکلنے والا نہیں کہا جا سکتا جبکہ قتال اور دوسرے کی زیادتی سے خود کو دور رکھنے کی یہ صورت حال ہو اور یہی درست اور مشہور ہے اور یہ جنگ وقتال جمعرات کے دن سورج بلند ہونے سے لے کر عصر کے وقت تک ہوتی رہی اور یہ واقعہ ۲۰ جمادی الاخری ۳۶ھ کو پیش آیا تھا۔

مرکز فتنہ کا محل وقوع

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے باہر آ کر فرمایا: کفر ادھر سے سر نکالے گا جہاں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوتا ہے یعنی مشرق سے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳)

ایک دوسری سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تھے، پھر عبداللہ بن سعید کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اٹھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع کرتے ہیں، یہ آپ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم کتاب الفتن)

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں، حضرت قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب مقام حوبہ پر پہنچیں تو انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سن کر فرمایا: میں تو خیال کرتی ہوں کہ مجھے یہیں سے واپس لوٹ جانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا: ''تم میں سے کوئی تو ہوگی جو ''حوأب'' کے کتوں کو بھونکائے گی'' اس پر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے کہا: آپ واپس جانے کا ارادہ رکھتی ہیں (ایسا نہ کریں) شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب لوگوں میں صلح پیدا فرمادے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۹۷، ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۸، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۰، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۵۳)

اور ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عورتوں میں کوئی تو ہے گھنے بالوں والے اونٹ کی سوار جس کے اردگرد کثیر تعداد میں لوگ قتل ہوں گے اور وہ ہلاک

ہوتے ہوتے بچے گی۔ (ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۶۳۱ البزار رقم الحدیث: ۳۲۷۳)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

یہ حدیث ثابت صحیح ہے کیونکہ اس کو امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور ان کی عدالت پر اجماع ہے اور ان کی روایت بالاتفاق مقبول ہے' اسی طرح حضرت وکیع کی عدالت بھی اتفاقی ہے اور ان کے حفظ اور فقاہت پر بھی اجماع ہے۔ ابوعمر بن عبدالبر نے کتاب ''الاستیعاب'' میں ان کو ثقہ عادل لکھا ہے۔ اس طرح حضرت عکرمہ وہ بھی جمہور علماء اہل حدیث کے نزدیک ثقہ عالم ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ کی شان نبوت کی بہت عظیم نشانی کا بیان ہے کیونکہ اس میں آپ نے ایک چیز کے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کی قبل از وقت خبر دی ہے اور اس میں آپ کے عالم غیب ہونے کی دلیل ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر ابن العربی پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنی کتب میں مثلاً ان میں سے ایک ''الواصم من القواصم'' ہے میں اس حدیث کا کیسے انکار کر دیا اور یہ بات انہوں نے کس بنیاد پر کہہ دی کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس نے اپنے انکار حدیث سے علماء محدثین کے لیے اپنی غباوت اور جہالت کو آشکارا کر دیا ہے اور اس حدیث کی شہرت تو صبح روشن سے زیادہ واضح اور نکھری ہوئی ہے۔

عظیم محدّث امام ابوعمر ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الاستیعاب'' میں اس کو روایت فرمایا ہے اور اس کی پوری سند انہوں نے ذکر فرمائی ہے۔

۸۷۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بصرہ سے مدینہ منورہ روانگی کا بیان

ابوجعفر طبری روایت کرتے ہیں:

جنگ جمل کے ختم ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب بصرہ سے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے سفر کی تمام ضروریات مہیا کیں اور بہت اچھے طریقے سے ان کے سفر کا بندوبست اور اہتمام فرمایا' جتنے لوگ بصرہ سے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے ان کو اور علاوہ ازیں بصرہ کی چالیس برگزیدہ خواتین اور ام المؤمنین کے بھائی حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ کے ساتھ سفر کے جملہ لوازمات اور سامان کے ساتھ تیار فرمایا۔ یکم رجب بروز ہفتہ ۳۶ھ کو جب ام المؤمنین اس کاروان مدینہ کے ساتھ بصرہ سے روانہ ہوئیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود بنفس نفیس کئی میل تک قافلہ کے ساتھ گئے اور پھر رخصت کر کے واپس تشریف لائے اور آپ کے صاحب زادے شہزادگان حسنین کریمین علیہما السلام تو ایک یوم کی مسافت تک ام المؤمنین کے اس قافلہ کو رخصت کرنے کے

لیے ساتھ ہم سفر رہے اور ایک دن کی مسافت تک جا کر الوداع کہہ کر واپس لوٹے۔

فصل

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصاص لینے کو کیوں ترک کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے) قصاص کے ولی نہیں تھے کیونکہ خون عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی تو صرف ان کے بیٹے تھے اور وہ ایک جماعت ہے جن میں سے حضرت عمرو بن عثمان آپ کے سب میں بڑے صاحبزادہ تھے اور حضرت ابان بن عثمان جو محدث اور فقیہ تھے اور جنگ جمل کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حاضر تھے اور تیسرے بیٹے حضرت ولید بن عثمان ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں شہادت کے وقت جو قرآن مجید تھا وہ انہی صاحبزادہ کی تحویل اور حفاظت میں آیا' اس طرح ایک دوسرے بیٹے کا نام بھی ولید ہے جو ابھی نوخیز تھے' ان کی ابھی ڈاڑھی مونچھ نہیں آئی تھی اور پانچویں بیٹے کا نام سعید بن عثمان ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اس وقت خراسان کے والی تھے' حضرت عثمان کے یہ پانچویں بیٹے اس وقت موجود تھے اور یہی اولیاء دم تھے اور انہی کو حق پہنچتا تھا کہ اپنے والد کے خون اور قصاص کا مطالبہ کرتے' کسی دوسرے کو نہیں اور ان بیٹوں میں سے کسی ایک نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس قصاص کے لیے نہ مقدمہ کیا اور نہ ان کے بارے میں کوئی ایسی بات منقول ہے اور یہ اولیاء دم مقدمہ کرتے اور قصاص کا مطالبہ بذریعہ عدالت کرتے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور فیصلہ فرماتے کیونکہ آپ تمام صحابہ کرام میں سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ کے متعلق حدیث مروی ہے۔

جواب ثانی

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل معین نہیں اور قتل کے وقت کسی معین قاتل کے خلاف شرعی شہادت کے لیے دو عادل گواہ اس وقت آپ کی حویلی میں موجود نہیں تھے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجرد دعویٰ کی بناء پر کسی خاص اور معین شخص کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم کیسے دے سکتے تھے؟! اور یہ کہ جب اولیاء دم اپنے حق کے مطالبہ سے خاموشی اختیار کرنے والے تھے تو اس صورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے از خود فیصلہ کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی اور اولیاء دم اور ارباب قصاص کا ترک مطالبہ آپ کے لیے واضح ترین دلیل ہے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل کہ جب وہ مصر اور دوسرے بلاد اسلامیہ کے مالک بن گئے اور ان کی خلافت کا عمل مکمل ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے اپنے دور حکومت میں ان لوگوں کے خلاف جن پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا الزام تھا کوئی کاروائی نہیں کی جبکہ ان ملزموں کی اکثریت کا تعلق مصر اور کوفہ و بصرہ سے تھا اور وہ تمام کے تمام حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے تحت آتے تھے جہاں ان کا غلبہ و قہر اور حکمرانی تھی اور اس سے قبل وہ قصاص کے مدعی بھی رہے تھے اور وہ

ان بلاد کے مالک بننے سے قبل یہ کہتے تھے کہ ہم اس شخص کی بیعت نہیں کریں گے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو پناہ دینے والا ہے اور ان سے قصاص لینے والا نہ ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شرعاً واجب تھا کہ جب مسجد رسول اللہ ﷺ مھبط وحی مقر نبوت موضع خلافت میں سب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت علی الخلافت کر لی تھی تو وہ بھی بیعت کرتے کیونکہ تمام مہاجرین اور انصار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی تھی اور یہ بیعت اپنے اختیار' رضامندی اور خوشی سے ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے والے لوگ مختلف قوموں اور قبائل سے تعلق رکھنے والے اتنے کثیر تھے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور اس میں ارباب حل وعقد بھی تھے حالانکہ بیعت تو ارباب حل وعقد کے ایک طائفہ اور گروہ سے بھی منعقد ہو جاتی ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لوگوں نے کر لی اور ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا تو اہل شام نے بیعت کی شرط میں یہ مطالبہ رکھا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کریں گے کہ قاتلین عثمان ہمارے سپرد کیے جائیں اور ان پر ہمیں قدرت وتمکن دیا جائے اور یہ کہ ہم خود ان سے قصاص لیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بیعت کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ اور اپنے حق (قصاص) کی درخواست (داخل عدالت) کرو تمہیں تمہارا حق مل جائے گا' انہوں نے کہا: آپ بیعت کے حق دار نہیں دراں حالیکہ عثمان کے قاتل صبح وشام ہم آپ کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قضیہ میں صائب الرائے تھے کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ان سے قصاص لے لیتے تو بہت سے قبائل تعصب کا شکار ہو جاتے اور قبائلی لڑائی شروع ہو جاتی اور آپ نے اس تیسری جنگ کو روکنے کے لیے انتظار فرمایا کہ تا آنکہ حکومت مستحکم ہو جائے اور خلافت پر بیعت کا معاملہ پوری طرح مکمل ہو جائے اور مجلس حکم میں اولیاء قصاص کی طرف سے مطالبہ ہو اور پھر عدالت قانونِ شریعت کے مطابق حق کا فیصلہ کرے۔

انسدادِ فتنہ اور قومی انتشار وانارکی کی روک تھام کے لیے مقدمہ قتل کا فیصلہ مؤخر کرنا جائز ہے

امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ اگر فتنہ پھیلنے اور قومی اختلاف پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو حاکم وقت قصاص لینے کا فیصلہ مؤخر کرنے کا مجاز ہے' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اس طریق پر چلے' ان دونوں حضرات نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت سے انکار کیا اور نہ آپ کی دیانت پر معترض ہوئے البتہ ان کی رائے یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو قصاص میں قتل کرنے کا کام بیعت خلافت سے پہلے ہونا بہتر ہے۔

ابن وہب روایت کرتے ہیں' یزید بن ابی زیاد ثقفی بیان کرتے ہیں: قیس بن خرشہ اور کعب کنانی دونوں ایک ساتھ جنگ صفین کے لیے روانہ ہوئے' جب صفین پہنچے تو کعب وہاں رک گئے' کچھ دیر جائزہ لینے کے بعد کہنے لگے:

> ''بخدا اس زمین میں مسلمانوں کا اس قدر خون بہے گا کہ روئے زمین میں اتنا خون کہیں نہ بہایا گیا ہوگا''۔

حضرت قیس نے غصے ہو کر کہا: اے ابواسحاق! تم یہ کیا کہہ رہے ہو، تمہیں اس کا کہاں سے علم ہوا ہے؟! کیونکہ غیب کا علم جاننے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، حضرت کعب نے کہا: پوری زمین کی پہنائیوں میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ اس تورات میں لکھا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران پر اتاری ہے۔

علامہ قرطبی مؤلف تذکرہ کی ایک سند کی نقل مع اردو ترجمہ

حضرت علامہ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنی اس تالیف میں جب اپنے اساتذہ کرام اور شیوخ سے تفسیر قرآن، حدیث پاک، فقہ، تاریخ اور دیگر علوم وفنون میں سے کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو ایک مقام پر اپنی پوری سند نقل کر دیتے ہیں جیسا کہ پہلے تفسیر اور حدیث میں علامہ کی اسناد ہم نقل کر چکے ہیں، اب ایک تاریخی جنگ صفین کا واقعہ ذکر کرنے سے پہلے علامہ حسب عادت اپنی علم التاریخ میں حاصل کردہ اپنی سند کا ذکر کرتے ہیں، ہم وہ سند عربی مع اردو ترجمہ نقل کریں گے۔

عربی میں سند کی عبارت

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری القرطبی ۶۷۱ھ کہتے ہیں:

"اخبرنا شيخنا القاضى لسان المتكلمين ابو عامر بن الشيخ الفقيه الامام ابى الحسين ابن عبد الرحمن بن ربيع الاشعرى اجازة عن شيخه المحدث الثقة المؤرخ ابى القاسم خلف ابن عبد الملك بن بشكوال "قال" حدثنا جماعة من شيوخنا رحمهم الله. منهم الفقيه المفتى ابومحمد بن عنان قال: انبانا الامام ابوعمر بن عبدالبر فيما اجازه لنابخطه قال: حدثنا خلف بن القاسم قال: حدثنا عبدالله بن عمر قال: حدثنآ احمد بن يحيىٰ قال: حدثنا احمد بن الحجاج قال: حدثنى خالد ابوالربيع و احمد بن صالح و احمد بن عمرو ابن السرح و يحيىٰ بن سليمان قال: حدثنى ابن وهب فذكره واحمد بن محمد ابن الحجاج هو ابن رشيد بن سعد ابو جعفر مصرى قال ابو احمد بن عدى: كذبوه وانكرت عليه اشياء و محمد بن يزيد بن ابى زياد مجهول قاله الدارقطنى و باقى السند ثقات معروفون.

سند کا اردو ترجمہ

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ہمیں خبر دی (جنگ صفین کے واقعہ تاریخی کی) ہمارے شیخ، استاذ لسان المتکلمین قاضی ابوعامر نے جو بیٹے ہیں شیخ، فقیہ امام ابوالحسین کے اور وہ بیٹے ہیں عبدالرحمٰن بن ربیع اشعری کے ہمارے شیخ کو روایت کی اجازت حاصل تھی اپنے شیخ، محدث، ثقہ، مؤرخ ابوالقاسم خلف ابن عبدالملک بن بشکوال سے، وہ فرماتے ہیں: ہم سے روایت بیان کی ایک جماعت نے اپنے شیوخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے جن میں سے ایک شیخ فقیہ مفتی ابومحمد بن عنان ہیں، وہ فرماتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوعمر بن عبدالبر نے اور یہ اجازت نامہ انہوں نے ہمیں اپنے دست مبارک سے بقلم خود لکھ کر دیا اور فرمایا کہ ہم سے روایت بیان کی عبداللہ بن عمر نے، انہوں نے فرمایا: ہم سے روایت بیان کی احمد بن یحییٰ نے، انہوں نے فرمایا: ہم سے روایت بیان کی احمد بن حجاج نے، انہوں

نے فرمایا: مجھے روایت پہنچی ہے ابوالربیع خالد' احمد بن صالح' احمد بن عمر ابن السرح اور یحییٰ بن سلیمان حضرات سے اور احمد بن محمد ابن حجاج سے مراد ابن رشید بن سعد ابوجعفر مصری ہیں' اس کے بارے میں ابواحمد بن عدی نے کہا کہ علماء نے اس کی تکذیب کی ہے اور اس کی بہت سی روایات کا علماء نے انکار کیا ہے اور اس میں محمد بن یزید بن ابی زیاد مجہول راوی ہے اور اس کے علاوہ باقی سند اور تمام راوی معروف اور ثقہ ہیں جیسا کہ امام دارقطنی نے بیان کیا ہے۔

واقعہ صفین

محرم الحرام کے وسط میں جب معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے عراق سے چلنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے دمشق سے خروج کیا یہاں تک کہ ۱۵ محرم کو صفین پہنچے' وہاں پہنچ کر انہوں نے میدانی علاقے میں دریائے فرات کے پانی کے قریب ایک وسیع میدان میں پڑاؤ ڈالا اور بیت المال کے لیے ایک محل تعمیر کروایا' صفین کا صحرا سرخ اور سخت ٹھوس زمین پر مشتمل منطقہ ہے' اہل شام نے تمام جہات سے گھاٹ پر سبقت کر کے قبضہ کر لیا اور وہاں اس کے علاوہ دوسرا کوئی گھاٹ موجود نہ تھا' اہل شام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی کا یہ واحد راستہ بند کر دیا اور مورچہ بند ہو کر اس کی حفاظت پر پہرہ بٹھا دیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف نے اہل شام کو قرآن مجید کی آیات کے ذریعہ اور اپنے مواعظ حسنہ سے ان کو خوفِ خدا اور آخرت یاد دلائی اور ان کو حضور نبی اکرم ﷺ کی جنگل کا فالتو پانی روکنے کی نہی و ممانعت والی احادیث سنا کر جھنجھوڑا مگر انہوں نے آپ کی بات کو مسترد کرتے ہوئے سرکشوں کی زبان میں اس کا جواب دیا یہاں تک کہ جب وہ سرکش لوگ باتوں سے نہ مانے تو پھر آپ نے ان سے گندم گوں نیزوں اور کاٹ دار تلواروں کے ساتھ لڑ کر بزور شمشیر حیدری ان پر غلبہ پالیا اور انسانوں اور جانوروں کے لیے پانی کو واگزار کر کے سب کے لیے اجازت دے دی حتیٰ کہ ان کے لیے بھی مباح کر دیا کہ وہ بھی پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں۔

پھر آپ نے دریائے فرات کے پاس ایک اونچے ٹبہ پر مسجد بنائی تاکہ وہاں تا مدت قیام با جماعت نمازیں قائم کر سکیں اور نمازی جماعت کی فضیلت سے محروم نہ رہیں کیونکہ حدیث صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر اور دوسرے عادل اور ثقہ صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت جماعت سے نماز پڑھنے کو ستائیس (۲۷) درجے فضیلت حاصل ہے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بدری صحابہ کرام میں ایک جماعت حاضر تھی اور اسی طرح بیعت رضوان کرنے والے صحابہ جنہوں نے حضور ﷺ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی وہ بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ حاضر تھے اور مشرکین کے ساتھ جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو جھنڈے ہوتے تھے وہ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے' صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاویہ کا قیام سات مہینے' بعض نے کہا نو ماہ اور ایک قول کے مطابق تین مہینے رہا۔ ابتدائی دو اڑھائی مہینوں میں دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف دھیرے دھیرے پیش قدمی کرتے رہے اور معمولی قسم کی اکا دکا کوئی جھڑپ ہو جاتی تھی۔ آخر میں تین دن ایام بیض تیرہ' چودہ' پندرہ تاریخ کو پھر گھمسان کا رن پڑا جس میں مجموعی طور پر دونوں

فریق کے تہتر (۷۳) ہزار مرد جنگ میں کام آئے۔

اس کو ثقہ عادل راوی ابو اسحاق نے ذکر کیا ہے اور ابراہیم بن حسین کسائی ہمدانی عرف ابن دیزیل لقب سفینہ (سفینہ ایک پرندہ ہے' مشہور ہے کہ جب وہ کسی پیڑ پر بیٹھتا ہے تو اس وقت تک نہیں اٹھتا جب تک اس کا صفایا نہیں کر دیتا)۔ یہ سفینہ نامی شخص ان راتوں میں ہریر کا کردار ادا کر رہا تھا (ہریر کتے کی طرح آواز نکالنے کو کہا جاتا ہے) محاورہ میں اس سے مراد ہے کہ وہ شرارت کر کے دونوں فریق میں غلط فہمی پیدا کرتا اور رات کے اندھیرے میں لڑائی چھیڑنے کی کوئی نہ کوئی شرارت ان راتوں میں مسلسل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لڑائی چھڑ گئی اور دونوں طرف سے اتنی تیر اندازی ہوئی کہ تیر ختم ہو گئے اور نیزہ زنی ہوتی رہی حتیٰ کے نیزے باریک ہو گئے' تلواریں چلیں حتیٰ کہ ٹوٹ گئیں۔ پھر لوگ اپنی سواریوں سے اتر کر پیدل ایک دوسرے کی طرف چل دیئے اور انہوں نے اپنی تلواروں کے میان توڑ ڈالے اور باقی ماندہ تلواریں اور لوہے کے دستے باہم ٹکرانے لگے اور اب تو کان پڑی سنائی نہ دیتی تھی۔ ہر طرف شور و غوغا تھا اور کھوپڑیوں میں لوہے کے لگنے کی آوازیں آتی تھیں اور جب تلواریں گھس کر درانتی کی طرح باریک اور پتلی ہو گئیں تو اب پتھروں اور روڑوں سے سنگ زنی اور روڑہ زنی کی جنگ شروع ہو گئی' پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ایک دوسرے پر مٹی اڑانے لگے' پھر دانتوں سے ایک دوسرے کو کاٹنے لگے' لڑائی کا سخت سیاہ غبار چھا گیا اور سورج گہنا گیا' ہر طرف غبار ہی غبار چھایا ہوا تھا جس میں چھوٹے اور بڑے جھنڈے اور نشانات گم ہو کر رہ گئے تھے اور اسی دوران میں چار نمازوں کے اوقات گزر گئے کیونکہ صبح کی نماز کے بعد یہ لڑائی شروع ہوئی اور نصف شب تک ہوتی رہی تھی اور امام احمد بن حنبل نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جنگ ماہ ربیع الاول ۳۹ھ میں ہوئی۔

جنگ صفین میں اہل شام کی تعداد ایک لاکھ پینتیس اور اہل عراق ایک لاکھ بیس یا تیس ہزار تھے۔ یہ تعداد قاضی زبیر بن بکار ابو عبداللہ نے ذکر کی ہے اور وہ عادل ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے یہ روایت عمر بن ابی بکر مولیٰ نے زکریا بن عیسیٰ نے عن ابن شہاب' عن محمد بن عمرو بن العاص بیان کی ہے اور عمرو بن العاص صفین میں حاضر اور اس میں مبتلا اور حصہ لینے والوں میں سے تھے' اسی کے بارے میں انہوں نے یہ شعر کہے تھے:

فلو شهدت جمل مقامي و مشهدي ... بصفين يوما شاب منها الذوائب

غدا لا اتى اهل العراق كانهم ... من البحر لج موجه متراكب

وجئناهم نمشي كان صفوننا ... سحائب غيث رفيعتها الجنائب

ویروی:- شهاب حريق رفعته الجنائب

''(شاعر کہتا ہے کہ) اگر (اہل) جمل میری جگہ صفین میں ایک دن کے لیے بھی حاضر ہوتے تو ایک دن میں ان کے بال سفید ہو جاتے''۔

''اس صبح کو کہ جب اہل عراق اس طرح آ رہے تھے کہ گویا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے''۔

''اور ہم ان کے پاس اس حال میں چل کر آئے کہ گویا ہماری صفیں بارش سے بھرے

ہوئے بادل ہیں جن کو دائیں اور بائیں سے ہراول دستوں نے اٹھا رکھا ہے یا وہ جلا کر بھسم کر دینے والے شہاب ثاقب ہیں''۔

پھر ہمارا شامیوں کا اہل عراق سے یہ مکالمہ ہوتا ہے:

وقالوا لنا انا نری ان تبایعوا ۔۔۔ علیا فقلنا بل نری ان نضارب

وطارت الینا بالرماح کماتھم ۔۔۔ وطرنا الیھم بالاکف قواضب

اذا نحن قلنا استھزموا عرضت لنا ۔۔۔ کتائب منھم واشمازت کتائب

فلاھم یولون الظھور فیدبروا ۔۔۔ فراوا کفعل الخادرات الدرائب

''اور اہل عراق نے ہم سے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ تم (اہل شام) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کر لو ہم نے جواباً کہا: بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم لڑیں گے''۔

''اور ان کے مسلح لوگ نیزے لے کر ہماری طرف لپکے اور ادھر سے ہم بھی تلواریں لیے ان کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے''۔

''جب بھی ہم یہ سمجھتے کہ وہ شکست کھا گئے ہیں تو ان کے تازہ دم دستے ہمارے سامنے آموجود ہوتے جن کے پیچھے اسی طرح اور دستے قدم بقدم چڑھے آرہے ہوتے''۔

''تجربہ کار سدھائے ہوئے سیاہ گھوڑوں کی طرح وہ پیچھے کو سیدھے مڑ کر پھر بھرپور حملہ کرتے لیکن پشت دکھا کر پسپا ہونا تو انہوں نے گویا سیکھا ہی نہ تھا''۔

ابن شہاب کہتے ہیں: میں نے ان کے یہ اشعار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائے تو انہوں نے فرمایا: میں نے نہیں سنا کہ کوئی شاعر اتنی سچی شاعری کرتا ہو۔

تبصرہ

حضرت علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اس بات پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ امام علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا گروہ حق پر تھا اور دوسرا گروہ باغی ٹولہ تھا کیونکہ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم امام تھے (اور امام اور خلیفہ مسلمین کے خلاف جنگ اور لڑائی بغاوت ہے)۔

احادیث رسول سے تائید

امام مسلم صحیح مسلم میں روایت کرتے ہیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بہتر شخص نے مجھے بتایا: جب حضرت عمار خندق کھود رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے تھے: اے ابن سمیہ! تم پر کیسی سختی آئے گی جب ایک باغی گروہ تم کو قتل کرے گا۔

(صحیح مسلم: کتاب الفتن ج ۴ رقم الحدیث ۲۹۱۶)

امام مسلم نے دوسرے طریق سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ایک سند کے ساتھ مروی ہے: ''مجھ سے بہتر شخص ابو قتادہ ہیں اور دوسری سند میں ہے: میرا گمان ہے وہ ابو قتادہ ہیں اور اس روایت میں اویس یا ویس ابن

سمیہ مذکور ہے''۔

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور ایک روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے فرمایا: تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ (صحیح مسلم: کتاب الفتن ج ۲ رقم الحدیث: ۷۱۹۴)

ابو عمر ابن عبد البر اپنی کتاب ''الاستیعاب'' میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح حیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ صحیح ترین حدیث ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۴۱ مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۴ ج ۲ ص ۱۶۱ ج ۳ ص ۲۲ ج ۴ ص ۱۹۷ ابن حبان ج ۸ ص ۲۶۰ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۸۶ البیھقی ج ۸ ص ۱۸۹ ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۷۲۱)

امام عبد القاھر اپنی کتاب ''الامامۃ'' میں لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء اسلام اور بالخصوص فقہاء اہل حجاز اور عراق کے تمام فقہاء اور تمام محدثین جن میں امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ اور متکلمین کی بہت بڑی اکثریت سب اس بات سے متفق ہیں کہ جنگ صفین اور جنگ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے اور نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ''بان الذین قاتلوه بغاة ظالمون له ولكن لايجوز تكفيرهم ببغيهم''۔ ''جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ کی وہ ظالم اور باغی تھے تاہم انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کو بغاوت کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں ہے۔

امام ابو منصور تیمی بغدادی اپنی کتاب ''الفرق'' میں اہلسنّت کے عقیدہ کے متعلق لکھتے ہیں: اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے: اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صفین کے ساتھ قتال میں حق پر تھے جس طرح کہ انہوں نے کہا کہ آپ اصحاب جمل کے ساتھ قتال میں حق پر تھے۔ نیز اہلسنّت نے یہ بھی کہا کہ ''بان الذين قاتلوه بغاة ظالمون له ولكن لايجوز تكفيرهم ببغيهم'' جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے والے تھے وہ باغی اور ظالم تھے اور لیکن باغی ہونے کی وجہ سے ان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

امام ابو منصور بغدادی مزید لکھتے ہیں:

اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے: اہل جمل یعنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ بصرہ کی جنگ جمل میں اور اہل صفین یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کے ساتھ قتال میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصیب اور برحق تھے۔

امام ابو المعالی اپنی کتاب ''الارشاد'' کی آخری فصل میں لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام برحق تھے کیونکہ ان کی خلافت منعقد ہو چکی تھی اور جو ان کے خلاف لڑنے والے تھے وہ باغی تھے تاہم حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے متعلق اچھا گمان رکھا جائے اگرچہ انہوں نے خطاء کی تھی لیکن ان کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ہی قصد کیا جائے۔

مولف تذکرہ لکھتے ہیں: امام قرطبی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں کہ دونوں گروہوں میں سے کون حق پر تھا اس سلسلہ میں ہمارے لیے حضور سید المرسلین امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کافی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ "تقتلک الفئة الباغیة"۔ اے عمار! تجھے باغی ٹولہ قتل کرے گا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی فنی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "وھو من اثبت الاحادیث کما تقدم" کہ یہ صحیح ترین حدیث ہے (جس کے ثبوت اور صحت میں ذرا شک نہیں) اور (حضرت) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک بھی یہ حدیث ثابت تھی تبھی وہ اس کا انکار نہ کر سکے اور انہوں نے یہ کہا: "انما قتلہ من اخرجہ" کہ حضرت عمار کے قتل کے ذمہ دار وہ ہیں جو ان کو میدان جنگ میں دھکیلنے والے ہیں (یعنی حضرت علی اگر ان کو جنگ میں لے کر نہ آتے تو وہ قتل نہ ہوتے ہم اس کے ذمہ دار نہیں)۔

اگر حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک اس حدیث میں شک ہوتا تو وہ اس کو رد کر دیتے اور اس کا انکار کر دیتے اور اس کے روایت کرنے والے کو جھوٹا قرار دے کر اس کی تکذیب کرتے۔ (لیکن انہوں نے حدیث کی صحت اور اس کے ثبوت کا انکار نہیں کیا بلکہ تاویل کی کہ اگر حضرت علی، عثمان کے قاتلین سے قصاص لے لیتے تو جنگ کی نوبت آتی اور نہ حضرت عمار مارے جاتے لیکن حضرت علی نے چونکہ قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لیا اور جنگ واقع ہوگئی اور حضرت عمار کو حضرت علی میدان میں لائے لہٰذا وہی ان کے قتل کا سبب قرار پائے اور اسی بناء پر انہوں نے کہا کہ "انما قتلہ من اخرجہ" عمار کو حضرت علی نے ہی مروایا ہے۔

حضرت معاویہ کی تاویل پر حضرت علی کا تبصرہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پھر تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کیونکہ آپ ہی ان کو میدان جنگ میں لے کر گئے تھے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے الزامی جواب تھا لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہلسنّت کا موقف

اہلسنّت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق کف لسان کرنا اور ان کے متعلق حسن ظن رکھنا ضروری ہے۔ اہلسنّت کے نزدیک ان جنگوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق اور صواب پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطاء پر تھے۔ ان جنگوں کے مقدمات اور طرفین کے دلائل مشتبہ تھے، حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت اس پر حیران رہی اور وہ دونوں فریقوں سے الگ رہی اور انہوں نے کسی کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا، اور اگر انہیں کسی جانب صحت اور صواب کا یقین ہوتا تو وہ اس کی مدد کرنے سے کبھی گریز نہ کرتے۔

(علامہ نووی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ ملخصاً)

قاضی عیاض نے کہا کہ علامہ طبری اور دوسرے علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کیا کہ ان جنگوں میں حق پر کون تھا؟ اور جمہور کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور ان کے اصحاب حق پر تھے،

کیونکہ ان کی خلافت منعقد ہو چکی تھی اور وہ جنگ ان سے کر رہے تھے جو ان کی خلافت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے کیونکہ حضرت علی خلافت کے زیادہ حق دار تھے اور اس وقت روئے زمین پر وہ سب سے افضل شخص تھے اور جو ان کے مخالف تھے وہ یہ تاویل کر رہے تھے کہ برائی مٹانا واجب ہے کیونکہ حضرت علی کے لشکر میں قاتلین عثمان موجود تھے اور انہوں نے حضرت علی کی بیعت کی تھی نہ ان کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور قصاص عثمان کے سوا ان کا اور کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ حضرت علی نے ان قاتلین کو ان کے سپرد کرنا جائز نہیں سمجھا' کیونکہ یہ امام اور خلیفہ کا حق ہے اور اس وقت تک خلافت مستحکم نہیں ہوئی تھی اور حضرت عثمان کے قاتلین کا ایک بڑا جتھا تھا۔ ان کی بہت اکثریت اور طاقت تھی' اگر حضرت علی ان کو حضرت معاویہ کے سپرد کر دیتے یا ان سے قصاص لیتے تو بہت بڑا تفرقہ پیدا ہو جاتا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس نزاع سے بالکل الگ تھلگ رہی اور یہ بات گزر چکی ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حق و صواب پر حضرت علی تھے اور بعد میں حضرت ابن عمر اور دوسرے صحابہ کو اس بات پر دکھ اور ملال رہا کہ انہوں نے حضرت علی کی حمایت میں قتال کیوں نہیں کیا۔ (اکمال اکمال المعلم' ج ۷' ص ۲۴۱ بیروت)

اہلسنّت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرنا جائز نہیں' خواہ اس کو معلوم ہو جائے کہ صحابہ کرام میں فلاں حق پر تھا اور فلاں حق پر نہیں تھا کیونکہ صحابہ کرام کی یہ جنگیں محض اجتہاد سے ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطاء کو معاف کر دیا ہے بلکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس سے اجتہاد میں خطاء ہو اس کو ایک اجر بھی ملے گا اور جو اجتہاد میں صحت اور ثواب پر ہو اس کو دو اجر ملیں گے۔

علامہ طبری نے کہا کہ اگر مسلمانوں کے اختلاف میں یہ واجب ہوتا کہ کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور سب لوگ گھروں میں بیٹھ رہیں اور اپنی تلواریں توڑ دیں تو پھر کوئی حد قائم ہو سکتی اور نہ کسی باطل کو باطل کیا جا سکتا اور پھر فاسقوں کو کھلی چھٹی مل جاتی کہ وہ لوٹ مار کریں' ڈاکے ڈالیں' خون ریزی کریں اور مسلمانوں کی عورتوں کو قید کر کے باندیاں بنائیں اور مسلمان ان سے اس لیے تعرض نہ کریں کہ فتنہ کے ایام میں جنگ سے الگ رہنا چاہیے حالانکہ یہ بداہتہً باطل ہے اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب دو مسلمان کسی عصبیت یا جاہلیت کی بناء پر جنگ کریں مقصد دنیا ہو تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں (ایسے فتنہ سے واقعی الگ تھلگ ہی رہنا چاہیے مگر صحابہ کی جنگیں دنیا کے لیے تو نہ تھیں)۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے ''اذا قتلتم علی الدنیا فالقاتل والمقتول فی النار''۔

(مسند بزار)

۸۸۔ فتنوں کا بیان

قیامت کے قریب فتنوں کا ظہور ہو گا اور ہر آنے والا وقت پچھلے سے بدتر ہو گا

امام بخاری روایت کرتے ہیں' حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور حجاج بن یوسف سے پہنچنے والی سختیوں کی شکایت کی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم صبر کرو کیونکہ اس کے بعد آنے والا زمانہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنی ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ص ۲۰۱۹' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۶' مسند احمد ج ۳ص ۱۳۲' ۱۷۷' البغوی ج ۱۵ص ۹۲)

قیامت کی نشانیوں کا بیان اور وقت سے برکت کا اٹھ جانا

امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کی علامات میں سے بعض نشانیاں یہ ہیں کہ) لوگوں کی عمریں چھوٹی ہو جائیں گی' علم کی کمی ہوگی' بخل عام ہوگا' فتنوں کا ظہور ہوگا' ہرج زیادہ ہوگا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہرج کا مطلب؟ آپ نے فرمایا: قتل' قتل۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ص ۱۳' صحیح مسلم ج ۱۶ص ۲۲۲' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۲' مسند احمد ج ۲ص ۲۳۳' ابن حبان ج ۸ص ۲۵۱' ۲۵۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۵۱)

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ الفاظ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یتقارب الزمان'' کی تحقیق کرتے ہوئے علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد عمروں کا کوتاہ اور چھوٹا ہونا ہے اور یہ کہ وقت میں برکت نہیں رہے گی۔ دوسرا قول یہ بیان کیا گیا کہ اس سے زمانہ قیامت کا قریب ہونا مراد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مدت ایام کا مختصر ہو جانا مراد ہے جیسا کہ مروی ہے: زمانہ کوتاہ ہو جائے گا حتیٰ کہ سال مہینے کی طرح اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھنٹے کے برابر اور گھنٹہ کھجور کی ایک شاخ کے جلنے کی مقدار کے برابر ہوگا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۲' مسند احمد ج ۲ص ۵۳۸' صحیح مسلم ج ۴ص ۲۶۴)

اس کی اور بھی تاویلات بیان کی گئی ہیں' چند یہ ہیں:

حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوسنان سے ''یتقارب الزمان حتی تکون السنة کالشهر'' ''زمانہ باہم قریب ہو جائے گا حتیٰ کہ سال مہینے کے برابر ہوگا'' کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ''ذلک من استلذاذ العیش'' ''یہ زندگی کے خوشگوار اور پرلطف ہونے سے استعارہ ہے''۔

امام خطابی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ابوسنان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے دنیا میں خروج اور ظہور کے وقت زمین پر عدل وانصاف قائم ہو جائے گا اور امن کا دور ہوگا اور زندگی خوشگوار اور پرآسائش ہو جائے گی لہٰذا خوشحالی کا زمانہ اگرچہ وہ طویل ہوگا مگر نہایت مختصر محسوس ہوگا اور یہ لوگوں کی ریت رہی ہے کہ تنگی اور عسرت کا وقت اگرچہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ انسان کو طبعی چیز ہے بہت دراز محسوس ہوتا ہے جبکہ عیش و عشرت اور لذتوں اور آسائشوں سے بھرپور زندگی خواہ کتنی ہی طویل ہو ایسے لگتی ہے جیسے ابھی بہت تھوڑا سا وقت گزرا ہو لہٰذا ''یتقارب الزمان'' کا مفہوم اسی محاورہ کے مطابق سمجھنا چاہیے۔ اسی کے قریب المعنیٰ اہل عرب ایک اور محاورہ یہ استعمال کرتے ہیں: ''مربنا یوم کعرقوب القطا قصرا'' ''ہمارا دن اتنا چھوٹا ہو گیا جیسے کونج کا ٹخنہ چھوٹا ہوتا ہے''۔

(یلقی الشح) بمعنی یتلقی ویتعلم ویتواصی علیه ویدعی الیه ومنه قوله تعالی: فَتَلَقّٰی اٰدَمُ

مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۔(البقرہ:۳۷)’’یلقی الشح ‘‘ کا معنیٰ لینا‘سیکھنا‘اس کی دوسروں کو نصیحت کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:’’آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ کو قبول فرمایا‘‘۔

منجملہ علاماتِ قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ کنجوسی اور بخل لوگوں کے ہاں قابل قبول اور سیکھا سکھایا عمل ہوگا اور اس عمل کی باہم ایک دوسرے کو تاکید کی جائے گی اور اس کی طرف دعوت دی جائے گی (چاہے بچت کی اسکیموں کے ذریعے ہو یا دوسرے رنگین و دلچسپ طریقوں سے) اور’’یلقی ‘‘بمعنیٰ سیکھنے کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے جو سورت بقرہ کی آیت نمبر ۳۷ میں ارشاد ہوا ہے:

’’پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی‘‘۔

اس آیت کریمہ میں’تلقی ‘‘بمعنیٰ قبول کرنے‘سیکھنے اور لے لینے کے ہیں۔

اور یہ ہو سکتا ہے کہ’’یلقی ‘‘مشدد کی بجائے مخفف پڑھا جائے اور معنیٰ یہ ہوگا:اس زمانہ میں مال کی کثرت اور فراوانی کی وجہ سے بخل کرنا لوگوں کے ہاں متروک ہو جائے اور یہ عادت چھوٹ جائے حتیٰ کہ صاحب مال شخص ارادہ کرے گا کہ کوئی اس کا مال زکوٰۃ و صدقات قبول کرلے مگر کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہیں مل سکے گا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

بعض نے اس کا معنیٰ یہ بیان کیا تھا کہ’’یلقی ‘‘بمعنیٰ’’یوجد ‘‘یعنی پانا ہے۔علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ’’ولا یجوز ان یکون ’’’’یلقی ‘‘بمعنیٰ’’یوجد ‘‘ کیونکہ اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ’’بخل پایا جائے گا‘‘ حالانکہ بخل تو ہمیشہ موجود رہا ہے نہ کہ قربِ قیامت کے وقت ہی پایا جائے گا‘اس سے پہلے بھی وہ تو موجود ہے لان الشح ما زال موجودا قبل تقارب الزمان.

۸۹۔فتنوں سے بھاگنے‘اس سے ناپسندیدگی کے حکم اور اسلحہ اور ہتھیاروں کو توڑ پھینکنے کا بیان

امام ابن ماجہ اور امام مالک روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی کہ وہ انہیں لے کر پہاڑوں کی بلندی یا بارانی علاقوں میں چلا جائے گا اور وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگتا پھرے گا۔

(صحیح بخاری ج۶ ص۳۵۰‘ابوداؤد رقم الحدیث:۴۲۶۷‘نسائی رقم الحدیث:۵۰۳۶‘ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۸۰‘مسند احمد ج۳ ص۳۰۶‘مؤطا امام مالک ج۲ ص۹۷۰‘مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۱۸۹۶۳‘ابن حبان ج۷ ص۵۷۸‘الحمیدی رقم الحدیث:۷۳۳)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:عنقریب فتنے ہوں گے‘سنو پھر

فتنے ہوں گے سنو پھر فتنے ہوں گے ان میں بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔سنو! جب یہ فتنے واقع ہوں تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے ساتھ لاحق ہو جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے ساتھ لاحق ہو جائے اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین پر چلا جائے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ جس شخص کے پاس اونٹ' بکریاں اور زمین نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی تلوار لے کر اس کی دھار کو پتھر سے کند کر دے' پھر اگر وہ نجات حاصل کر سکتا ہو تو نجات حاصل کرے۔اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے' اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے پیغام رسانی کا حق ادا کر دیا ہے؟ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتلایئے اگر مجھے جبراً کسی ایک صف یا کسی ایک جماعت میں داخل کر دیا جائے' پھر مجھے ایک شخص تلوار سے مار دے' یا مجھے کوئی تیر آ کر لگے جس سے میں ہلاک ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص اپنے اور تیرے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور وہ جہنمی ہوگا۔(صحیح مسلم ج۱۸ ص۹' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۶' مسند احمد ج۱ ص۱۸۵' ابن حبان ج۷ ص۵۸۲' المستدرک للحاکم ج۴ ص۴۴۱' البیہقی ج۸ ص۱۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب فتنے برپا ہوں گے' ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا' جو ان فتنوں کو دیکھے گا وہ فتنے اس کو دیکھ لیں گے (یعنی اس کو ہلاک کر دیں گے) اور جس شخص کو ان سے پناہ کی جگہ مل جائے وہ پناہ حاصل کر لے۔'' (صحیح بخاری ج۶ ص۶۱۲' صحیح مسلم ج۱۸ ص۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۴' مسند احمد ج۲ ص۲۸۲' المستدرک للحاکم ج۴ ص۴۴۱' مصنف ابن ابی شیبۃ رقم الحدیث: ۱۸۹۵۹)

۰۰۰-ذیلی باب

فتنوں کے وقت اپنے گھروں میں رہنے کا حکم

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا' انہوں نے فرمایا: ''بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فتنہ برپا ہوگا' فرقہ بندی ہوگی اور اختلاف ہوگا' جب ایسا ہو تو اے محمد! تم اپنی تلوار احد پہاڑ پر دے مارنا تاکہ وہ ٹوٹ جائے اور پھر اپنے گھر بیٹھ جانا یہاں تک کہ کسی بدکار کا ہاتھ آ کر تمہیں قتل کرے یا تمہاری موت آ کر تمہاری زندگی کا فیصلہ کر دے تو جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی فتنہ پیدا ہو گیا اور میں نے وہی کام کیا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔'' (ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۶۲' مسند احمد ج۳ ص۴۹۳' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۴۵' الالبانی السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۳۸۰' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۰۱)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک تمہارے سامنے اندھیری رات کے حصوں جیسا فتنہ ہے' اس میں صبح کو آدمی مومن اور شام کو کافر ہو

جائے گا اور شام کو مومن تو صبح کو کافر ہو جائے گا' بیٹھنے والا اس میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''ہمارے لیے آپ کیا امر فرماتے ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''تم اپنے گھروں میں ہی رہو۔''

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۶۱' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۹۶۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۴۰' ابن حبان ج ۷ ص ۵۷۹۶' البیہقی ج ۸ ص ۱۹۱' الالبانی السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۵۳۵)

فصل

ایامِ فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا کہ صحابہ کرام کے مابین واقع ہونے والے اختلاف اور قتال میں بعض صحابہ نے حصہ نہیں لیا' وہ اس سے الگ تھلگ رہے اور انہوں نے قتال سے اجتناب کیا جیسا محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ جب مسلمانوں میں باہمی جنگ ہو تو تم لکڑی کی تلوار بنا لینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور ربذہ میں اقامت اختیار کر لی۔ مسلمانوں کی باہمی جنگوں میں فتنہ سے الگ رہنے والوں میں دیگر جن صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نام آتے ہیں ان میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت اُسامہ بن زید' حضرت ابوذر' حضرت حذیفہ' حضرت عمران بن حصین' حضرت ابوموسیٰ اشعری' حضرت اُہبان بن صیفی' حضرت سعد بن ابی وقاص اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین تھے اور تابعین میں سے قاضی شریح' امام نخعی اور دوسرے حضرات تھے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ یہ جنگ وقتال اور فتنہ جو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین پیدا ہو گیا تھا' یہ ان کے اجتہاد پر مبنی تھا اور ان میں سے جو شخص مصیب اور حق پر تھا اس کے لیے دو اجروں کا وعدہ ہے اور جو شخص اجتہاد میں حق وصواب پر نہیں اس کے لیے ایک اجر ثابت ہے۔ ان حضرات کا یہ قتال کرنا دنیا کی طلب میں ہرگز نہ تھا مگر آج کے دور میں کیسے کہا جائے کہ جس میں ملک کی طلب میں ہوائے نفس کی پیروی میں خون ریزی ہوتی ہے اور اپنی دنیا بڑھانے کی طمع میں باہم کشت وخون ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج کے مصائب ومحن سے گھرے ہوئے دور میں فتنوں کے ظہور کے وقت انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور زبان کو روک کر رکھے۔ (اس وقت یہی مردانگی ہے)

نوٹ: بعض علماء نے کہا کہ اس فتنہ میں کوئی شخص ازخود داخل نہ ہو البتہ اگر وہ فتنہ کی لپیٹ میں آ جائے تو اپنی مدافعت کرے اور جمہور صحابہ اور تابعین کا نظریہ یہ ہے کہ حق کی مدد کرنا اور باغیوں سے جنگ کرنا واجب ہے۔ جمہور نے اس قسم کی احادیث کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ جو شخص لڑنے میں کمزور ہو یا جس شخص کی نظر حق کی معرفت

حاصل کرنے سے قاصر ہو وہ تلوار اُٹھانے سے باز رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتی بخشے اور اپنے نبی مکرم اور اپنے حبیب پاک علیہ السلام کے آل و اصحاب اور اتباع کے وسیلہ جلیلہ سے جنت کی نعمتوں اور عزتوں سے نوازے۔ آمین۔

''کونوا أحلاس بیوتکم'' کے الفاظ کی تشریح

اس باب کی حدیث میں گزرا کہ فتنہ کے وقت حضور علیہ السلام نے صحابہ کے اس سوال پر کہ آپ ہمارے لیے کیا حکم فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ''کونوا أحلاس بیوتکم'' جس کا معنیٰ ہے: ''اپنے گھر میں ہی (عزت اور وقار کے ساتھ) رہو۔'' اس فرمانِ نبوی میں فتنوں کے دور میں انسان کو گھر میں ہی لازمی طور پر بیٹھ رہنے کی ترغیب دینا اور اُبھارنا مقصود ہے تا کہ وہ لوگوں کے فتنہ وفساد سے اور لوگ اس کے ضرر اور نقصان سے محفوظ رہ سکیں۔ حضرت حسن بصری کی مراسیل میں اور دوسرے ائمہ حدیث کی کتب میں یہ مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: ''نعم صوامع المؤمنین بیوتھم'' مسلمانوں کے لیے (فتنہ کے وقت) ان کے گھر ہی ان کی بہترین عبادت گاہیں قرار پاتی ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات گھر کے علاوہ جنگل اور غاروں میں بھی گوشہ نشینی اور عزلت گزینی اختیار کی جا سکتی ہے جیسے حالات ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ. جب ان جوانوں نے (اپنی کافر قوم سے اپنا ایمان بچانے کے لیے) غار میں پناہ لی۔ (الکھف:۱۰)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل ہونے کے واقعہ کے بعد ربذہ چلے گئے تھے' وہاں دیہات میں انہوں نے شادی کر لی تھی جس سے ان کی اولاد بھی ہوئی اور موت سے کچھ ایام پہلے تک وہیں ربذہ نامی گاؤں میں ہی زندگی بسر کی۔ موت سے کچھ دن پہلے مدینہ شریف واپس لوٹے' ان دنوں حجاج بن یوسف مدینہ کا گورنر تھا' اس کے پاس جب سلمہ گئے تو حجاج بن یوسف نے کہا: ''ارتددت علی عقبیک؟'' (اے سلمہ! کیا تو مرتد ہو گیا تھا؟) سلمہ بن اکوع نے جواب دیا: ''نہیں بلکہ رسول اللہ علیہ السلام نے ہمیں دیہات میں رہنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔''

اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب مسلمان کا سب سے بہتر مال اس کی بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش والے مقامات پر چلا جائے گا تا کہ وہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھ سکے اور ہمیشہ دونوں قسم کے طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود رہے' اگر بعض لوگوں نے گوشہ نشینی اور عزلت کی زندگی کو پسند کیا ہے اور انہوں نے خود کو لوگوں سے الگ تھلگ کر لیا ہے تو دوسری طرف ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں رہی کہ جنہوں نے مل جل کر لوگوں کے ساتھ رہنے کو ہی ترجیح دی ہے اور ان دونوں طبقات کے پاس اپنے اپنے موقف پر دلائل موجود ہیں جس کی جو سمجھ میں آیا وہ اس نے اپنا لیا' اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت عمری مدینہ میں رہتے تھے لیکن لوگوں سے خود کو انہوں نے الگ تھلگ کر لیا تھا اور امام مالک لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے کو پسند کرتے تھے' پھر بعد میں اپنی آخر عمر میں امام مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ بھی گوشہ نشین ہو گئے تھے اور ان کے متعلق یہ روایت ہے کہ وہ اٹھارہ (۱۸) سال تک گوشہ نشین رہے حتیٰ کہ مسجد کے لیے بھی گھر سے نہیں نکلتے تھے اس سلسلہ میں جب لوگوں نے ان سے کہا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ''ہر ایک کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنا عذر بتائے'' اور لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق امام مالک کے مسجد میں نہ آنے کے متعلق مختلف قیاس آرائیاں کی ہیں۔ بعض نے کہا: ''وہ اس لیے باہر نہیں نکلتے تھے تا کہ ناپسندیدہ امور پر نظر نہ پڑے'' اور بعض نے کہا کہ ''وہ اس وجہ سے گھر سے نہیں نکلتے تھے تا کہ وہ سلطانِ وقت کے پاس جانے سے بچے رہیں'' اور تیسرا قول یہ ہے کہ انہیں ''ابردہ'' کی بیماری تھی اور وہ اس خیال سے مسجد میں تشریف نہیں لاتے تھے تا کہ مسجد کہیں آلودہ نہ ہو جائے۔'' قاضی ابو بکر ابن عربی نے اپنی کتاب ''سراج المریدین'' میں یہ ساری تفصیل بیان کی ہے۔

۰۰۰۔ذیلی باب

اس چیز کے بیان میں کہ: ''جب نیک لوگ دنیا سے سفر کر جائیں اور فتنوں نے سر اُٹھا رکھا ہو تو ان فتنوں سے کس طرح الگ رہ کر حق پر قائم رہا جائے؟''

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدیسہ بنت اُھبان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جب علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں بصرہ آئے تو میرے والد کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے: ''اے ابو مسلم! ان شامیوں کے مقابلہ میں تم میری مدد نہیں کرتے؟'' انہوں نے کہا: ''ضرور کروں گا'' پھر اس کے بعد اپنی باندی سے تلوار لانے کو کہا' وہ تلوار لے کر آئی تو انہوں نے اسے ایک بالشت کے برابر میان سے نکالی تو وہ تلوار لکڑی کی تھی' اس کے بعد ابو مسلم نے فرمایا: ''میرے خلیل تمہارے چچا زاد بھائی علیہ السلام نے مجھے یہی نصیحت فرمائی تھی کہ جب مسلمانوں میں جنگ ہو تو ایک لکڑی کی تلوار بنا لینا تو اے علی! اگر تمہیں ضرورت ہے تو یہ تلوار لے کر تمہارے ہمراہ چلوں؟'' حضرت علی نے فرمایا: ''مجھے تمہاری ضرورت ہے نہ تمہاری تلوار کی۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۶۰' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۹۹)

ایام فتنہ میں مسلمان کیا موقف اختیار کریں؟

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

ہزیل نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے اندھیری رات کے حصوں جیسے (اندھا دھند) فتنے ہوں گے' آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور شام کو کافر' شام کے وقت مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا' اس دوران میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ پس تم اپنی کمانوں کو توڑ دینا اور اپنی تانتوں کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھروں پر مار کر کند کر لینا' اگر کوئی مفسد اور دہشت گرد تم میں سے کسی کے گھر میں آ گھسے تو حضرت آدم کے اچھے بیٹے کی طرح ہو جانا۔''

(ابوداؤد رقم الحدیث:۴۲۳۹' ترمذی رقم الحدیث:۲۲۰۴' ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۶۱' مسند احمد ج۲ص۲۷۷'۲۷' المستدرک للحاکم ج۴ص۴۴۰' ابن حبان ج۷ص۵۷۹' البیہقی ج۸ص۱۹۱' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث:۱۳۸۰)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! یہ بتلایئے کہ اگر وہ میرے گھر میں داخل ہو کر میری طرف قتل کے ارادہ سے دست درازی کرے تو اس عالم میں میرے لیے کیا حکم ہے؟'' تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝ (المائدہ:۲۸-۲۹)

بے شک اگر تو اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں تجھ پر دست درازی نہیں کروں گا کہ تجھے قتل کروں' میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہاں کا ۝ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے ۝

(ابوداؤد رقم الحدیث:۴۲۳۷' ترمذی رقم الحدیث:۲۲۰۴' مسند احمد ج۱ص۱۸۵)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ چھانٹے جائیں گے' برے اور ردی لوگ رہ جائیں گے' عہد اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی' لوگ بالکل بگڑ جائیں گے' اچھے اور برے لوگ اس طرح (گتھم گتھا) ہو جائیں گے'' پھر حضور ﷺ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈال کر دکھائیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہم اس وقت کیا کریں؟'' آپ نے فرمایا: ''جو بات تمہیں اچھی معلوم ہو اسے اپنا لینا اور جو بُری ہو اسے چھوڑ دینا اور تم اپنی فکر کرنا اور دوسروں کا خیال ترک کر دینا۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۵۷' مسند احمد ج۲ص۱۶۲' ابن حبان ج۷ص۵۷۵' المستدرک للحاکم ج۴ص۴۳۵' الالبانی الصحیحہ ج۲ص۳۳۷)

امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب تم دیکھو کہ لوگوں نے وعدوں کا پاس چھوڑ دیا اور امانتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور انگشت ہائے مبارک کو آپس میں پیوست کر کے فرمایا کہ لوگ یوں باہم اُلجھ جائیں گے اور باہم دست و گریباں ہونے لگیں۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں: میں آپ کی طرف کھڑا ہوا اور عرض کی: ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان فرمائے' اس وقت میں کیا کروں؟'' فرمایا کہ اپنے گھر میں ہی رہنا' اپنی زبان کو قابو میں رکھنا' اچھی چیز کو اختیار کرنا' بری بات کو چھوڑ دینا' صرف اپنی ہی جان کی فکر کرنا اور عام لوگوں کا خیال چھوڑ دینا۔'' (ابوداؤد ج۲ کتاب الملاحم رقم الحدیث:۹۳۸)

حافظ ابونعیم اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن بن ابی الحسن کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاضی قاضی شریح سے یہ حدیث سنی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''عنقریب تمہاری چھانٹی ہوگی حتیٰ کہ تم لوگوں میں سے بھوسا اور چھلکے باقی رہ جائیں گے وعدے خلط ملط ہو جائیں گے امانت کا خیال دلوں سے جاتا رہے گا'' ایک شخص نے عرض کی: ''یارسول اللہ! اس حال میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم معروف پر عمل کرتے رہنا اور منکر کو چھوڑے رکھنا اور اللہ وحدہ لا شریک لہ سے عرض کرتے رہنا کہ اے اللہ! تو ظالموں کے خلاف ہماری مدد کر اور سرکشوں سے ہماری حفاظت فرما۔'' یہ حدیث غریب ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲، ۲۲۰، مشکل الآ ثار ج ۲ ص ۶۷، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۸)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ بدعہدی اور بددیانتی کرنا لوگوں کا شعار بن گیا ہے پھر آپ نے اپنے ہاتھ مبارک کی انگلیاں ایک دوسرے کے اندر داخل کر کے اشارہ کیا کہ لوگ اس طرح باہم گتھم گتھا ہوں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں: میں نے کھڑے ہو کر آپ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس عالم میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے'' آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ''اپنے گھر میں ہی رہو اور اپنی زبان پر قابو رکھو اور معروف کو قبول کرو اور منکر کو ترک کرو اور تم اپنا فکر کرو عام لوگوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دو۔'' (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۸۲، عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۲۵۹، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۵۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۹۶۲)

عمل کا مشکل دور

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''تم ایسے زمانے میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی اس کام کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کے کرنے کا حکم ہے تو ہلاک ہو جاؤ پھر وہ زمانہ آئے گا کہ اگر کوئی شخص امر دیئے گئے حکم کا دسواں حصہ بھی ادا کر دے گا تو اس کی نجات ہو جائے گی۔ یہ حدیث غریب ہے اس باب میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۶۷، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۱۶، ابن ابی حاتم العلل ج ۲ ص ۴۲۹، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۱۷۹)

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یوشک'' کا معنیٰ ہے ''یقرب'' یعنی عنقریب اور عنقریب ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی چھانٹی ہوگی اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھے لوگ دنیا سے اُٹھ جائیں گے اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جس طرح چھلنی

سے کوئی چیز چھانیں تو اس میں چھلکے اور کچرا باقی رہ جاتا ہے۔

''الحثالة'' چاول جو اور دوسری چیزوں کا چھلکا اور ''حثالة الدهن'' تیل کا تلچھٹ ''حثالة الناس'' گھٹیا رذیل لوگ اسی کے مترادف ایک لفظ ''حفالة'' ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم ایسے چھانٹے جاؤ گے جیسے ردی کھجوروں میں سے عمدہ کھجوریں چھانٹی جاتی ہیں۔ تمہارے نیک لوگ گزر جائیں اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے تو اگر تم سے ہو سکے تو تم بھی مر جانا۔''

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۳۸' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۶۳' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۷۸۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نیک لوگ رفتہ رفتہ گزر جائیں گے اور کھجور اور جو کے چھلکوں کی طرح ہلکے اور گھٹیا لوگ باقی رہ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے قدر ہوں گے'' اور ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۱ص ۲۵۱' المستدرک للحاکم ج ۱ص ۲۳' البیہقی ج ۱۰ص ۱۲۲' البغوی ج ۱۴ص ۳۹۳)

صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں اور جس چیز کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور جس سے منع کیا گیا ہے اس سے رُکنے والے ہیں۔

۰۰۰۔ باب

اس باب میں مندرجہ ذیل امور کا بیان ہوگا:

(ا) قرآن پاک کی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا حکم

(ب) فتنوں کے برپا ہونے اور ان کے غلبہ کے وقت مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستگی کا حکم

(ج) آخری زمانہ میں امام اور مبلغ کیسے ہوں گے؟

(د) خلیفہ وقت اگرچہ ظالم ہی ہو (مال لے لیتا اور مارتا ہو) اس کی بات سننا اور اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔

احادیث مبارکہ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

نصر بن عاصم لیثی بیان کرتے ہیں کہ بنی لیث کی ایک جماعت کے ساتھ ہم یشکری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کس قوم سے تعلق ہے؟ ہم نے کہا کہ بنولیث سے ہیں اور حدیث حذیفہ کے بارے میں ہم آپ سے پوچھنے آئے ہیں تو یشکری نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ قافلہ کی شکل میں کوفہ آئے' ان دنوں کوفہ میں سواری کے جانور (گھوڑے' خچر اور اونٹ وغیرہ) بہت مہنگے ہو گئے تھے۔ یشکری کہتے ہیں: میں نے اور میرے ایک ساتھی نے موسیٰ اشعری سے درخواست کی تو انہوں نے ہمیں اجازت

دے دی۔ پس ہم کوفہ پہنچے اور میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ''میں مسجد میں جا رہا ہوں' جب منڈی مویشیاں لگے (بولی شروع ہوگی) تو میں آ جاؤں گا'' کہتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک حلقہ قائم ہے اور لوگ ایک مردِ خدا کی گفتگو کو بڑے انہماک کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے ہیں۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے ان کے سر کاٹ لیے گئے ہوں (کہ کوئی ذرا جنبش نہیں کرتا تھا) میں ان کے پاس آ کھڑا ہو گیا' پھر ایک شخص آیا اور میرے پہلو میں آ کھڑا ہو گیا۔ اس سے میں نے پوچھا: ''(کہ درس دینے والا) یہ شخص کون ہے؟'' اس نے کہا: ''کیا تم بصرہ سے آئے ہو؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں'' اس شخص نے کہا: ''یہ میں نے اس لیے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اگر آپ کوفی ہوتے تو ان شخصیت کے متعلق کبھی سوال نہ کرتے۔ (کیونکہ کوفہ میں تو یہ ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں محتاج تعارف نہیں ہیں)'' بہر حال یہ حضرت حذیفہ ہیں۔ یشکری کہتے ہیں کہ میں ان کے قریب چلا آیا اور میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ اور لوگ تو رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا اور میں جانتا تھا کہ میں خیر سے عاجز نہیں ہوں گا۔ فرمایا کہ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! اس خیر کے بعد شر ہے؟'' ارشاد ہوا کہ اے حذیفہ! اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کا علم حاصل کرو اور جو اس میں ہے' اس کے مطابق عمل کرو۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ مکرر ارشاد فرمائی۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس خیر کے بعد شر ہے؟ ارشاد فرمایا: فتنہ اور شر ہے' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس شر کے بعد خیر ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''اے حذیفہ! اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کا علم سیکھو اور اس میں جو احکام ہیں' ان کی پیروی کرو۔'' حضرت حذیفہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! اس شر کے بعد خیر ہے؟'' ارشاد فرمایا کہ ''ھدنة علی دخن وجماعة علی اقذاء فیھا أو فیھم ''۔ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! ''الھدنة علی الدخن '' کیا ہے؟ فرمایا کہ لوگوں کے دل جس بات پر جمے ہوں گے اس سے نہیں پھریں گے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! کیا اس خیر کے بعد شر ہے؟ فرمایا کہ اندھا بہرا فتنہ ہوگا' تبلیغ کرنے والے جہنم کے دروازے کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ اے حذیفہ! اگر تم جنگل کے کسی شجر کی جڑ کو چباتے ہوئے مر جاؤ تو یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہوگا کہ ان میں سے کسی کی پیروی کرو۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۷' ابن حبان ج ۱ ص ۱۶۵' ج ۷ ص ۵۸۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۶' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۹۶۱)

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: ''تم عطیہ جب تک عطیہ ہو' قبول کر سکتے ہو لیکن جب وہ دین پر رشوت بن جائے تو پھر مت لو اور تم اس کو چھوڑو گے نہیں کیونکہ فقیری اور محتاجی چھوڑنے میں رکاوٹ ہوگی۔ سنو! اسلام کی چکی گھومتی رہے گی۔ پس جو بھی حالات ہوں تم ہر حال میں قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق چلنا' سنو! (تمہارے) بادشاہوں کا تعلق قرآن مجید سے نہیں رہے گا مگر تم قرآن پاک سے اپنا تعلق نہ توڑنا۔ سنو! عنقریب تمہارے اوپر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو اپنے لیے اور قانون بنائیں گے اور تمہارے لیے اور قانون' اگر تم نے ان آمروں کی بات نہ مانی تو وہ

تمہیں ماریں گے اور قتل کر دیں گے اور اگر تم ان کی بات مانتے ہو تو وہ تمہیں حق کے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔" صحابہ کرام عرض گزار ہوئے: "یارسول اللہ! ان حالات میں پھر ہم کیا کریں؟" ارشاد فرمایا: "جس طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب نے کیا تھا کہ ان کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا تھا اور آروں سے ان کے جسموں کو چیر دیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں جان دے دینا اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کے اندر زندگی گزارنے سے بہتر ہے۔" (طبرانی المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۹۰، المعجم الصغیر ج ۱ ص ۲۶۴، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۶۵، ج ۵ ص ۱۶۶، الخطیب ج ۳ ص ۳۹۸، البیہقی ج ۶ ص ۳۵۹، العقیلی الضعفاء الکبیر ج ۴ ص ۳۲۹)

امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوادریس خولانی بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق پوچھتے تھے اور آپ شر کے بارے میں سوال کرتے تھے بایں خوف کہ مبادا وہ شر کہیں مجھے پہنچے، میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ہم جاہلیت اور برائی میں (مبتلا) تھے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس یہ خیر آئی ہے تو کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "ہاں" میں عرض گزار ہوا: "کیا اس (شر) کے بعد پھر خیر ہوگی؟" فرمایا کہ ہاں! اور اس میں "دخن" ہوگا۔ میں نے عرض کی: "وہ دخن کیا چیز ہے؟" فرمایا کہ دخن یہ ہے کہ لوگ میری سنت کے خلاف راستہ اختیار کرلیں گے اور میری ہدایت کو چھوڑ کر اوروں سے رہنمائی حاصل کریں گے، ان لوگوں میں اچھی اور بری ملی جلی باتیں ہوں گی۔ میں پھر عرض گزار ہوا کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! کچھ لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلائیں گے۔ پس جو بھی ان کی دعوت کو قبول کرے گا اس کو وہ جہنم میں پھینک دیں گے (یعنی جہنم میں جانے کا سبب ہوں گے) میں عرض گزار ہوا: "یارسول اللہ! ان لوگوں کی کیا پہچان ہے؟ ان کی کچھ نشانیاں بیان فرما دیں" آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ لوگ ہمارے ہی خاندان اور قبیلہ کے ہیں اور ہماری ہی زبان بولتے ہیں" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ میرے لیے کیا حکم فرماتے ہیں؟" ارشاد فرمایا: "مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ اپنا تعلق لازم رکھنا" میں عرض گزار ہوا: "اگر کوئی جماعت اور اس کا امام نہ ہو تو؟" فرمایا: "مسلمانوں کے علاوہ تمام فرقوں سے الگ رہنا اگرچہ اسی حالت پر تجھے موت کے آنے تک کسی درخت کی جڑ چبا کر اپنی زندگی کا سلسلہ جاری رکھنا پڑے۔"

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۵، صحیح مسلم ج ۱۲ ص ۲۳۶، مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۳، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۱۳، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۹۶۰)

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میرے بعد ایسے لیڈر اور قائدین بھی ہوں گے جو میری سیرت سے رہنمائی لیں گے اور نہ میری سنت اور طریقہ پر چلیں گے اور ان میں کچھ ایسے آدمی ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے ہوں گے اور شکل میں انسان لگیں گے۔" عرض کی: "یارسول اللہ (ﷺ)! اگر میں ان کو پاتا ہوں تو ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟" آپ نے فرمایا کہ تم ان کی بات سننا اور ان کی اطاعت کرنا اور اگرچہ وہ تمہاری پٹائی کریں اور تمہارا مال

لے لیں اور تم نے ان کی بات کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا ہوگی۔

اور ابوداؤد میں ارشادِ نبوی "هدنة على دخن" کے بعد یوں ہے کہ حذیفہ بن یمان کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! پھر کیا ہوگا؟" آپ نے ارشاد فرمایا: اگر زمین میں اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری کمر توڑ دے اور تمہارا مال ہتھیا لے تب بھی اس کی اطاعت کرنا ورنہ جنگل کے کسی درخت کی جڑ کو چبا چبا کر مر جانا۔ میں نے عرض کی کہ پھر کیا ہوگا؟ فرمایا کہ پھر دجال نکلے گا جس کے ہمراہ نہر اور آگ ہوگی' جو اس کی آگ میں ڈالا گیا اس کا اجر ثابت ہوگیا اور اس کے گناہ مٹا دیئے گئے اور جو اس کی نہر میں ڈالا گیا اس کے گناہ ثابت رہیں گے اور اجر ضائع ہوگیا' میں نے عرض کی کہ پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: "پھر قیامت برپا ہو جائے گی۔"

فصل

اقذاء' قذاء کی جمع ہے' آنکھ یا کھانے پینے کی چیز میں گرنے والا تنکا' مٹی یا کوڑا کرکٹ اور بدبودار چیز (جو اس کو آلودہ اور گدلا کر دے) حدیث مبارک میں اس سے مراد یہ ہے کہ ظاہر میں صلح ہو اور دل میں کوڑھ بھرا ہوا ہو یعنی منہ پر رام رام بغل میں چھری۔

الجذل...... جڑ کو کہتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے' اس کی تصریح ہے: "اصل شجرة" پودے کی جڑ (چقندر اور گاجر' مولی' شلجم بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مترجم)

۰۰۰-ذیلی باب
خانہ جنگی کا بیان

جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت احنف بن قیس کہتے ہیں: میں (اپنے گھر سے) نکلا اور میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدد کا ارادہ رکھتا تھا۔ میری حضرت ابوبکرہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: "اے احنف! تم کہاں جا رہے ہو؟" کہتے ہیں کہ میں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کی مدد کا ارادہ رکھتا ہوں" حضرت ابوبکرہ نے مجھے کہا: "اے احنف! واپس لوٹ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں" میں نے کہا: "یارسول اللہ! یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا کیا گناہ ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس نے بھی اپنے حریف کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔" (صحیح بخاری ج ۱ص ۸۵' صحیح مسلم ج ۱۸ص ۱۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۶۴' مسند احمد ج ۴ص ۴۰۱' ج ۵ص ۴۳' ابن حبان ج ۷ص ۵۷۳' البیہقی ج ۸ص ۱۹۰' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۲۸' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۷)

امام بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور صحیح بخاری کے بعض طرق میں یوں ہے: "بے شک دو

(مقتول) بھی اپنے ساتھی (حریف) کے قتل پر حریص تھا۔''

صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہلِ سنت کا موقف

اس باب کی حدیث میں ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں' اب بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام کے درمیان جو باہم جنگیں ہوئیں' کیا اس حدیث میں وارد وعید کا اطلاق ان جنگوں میں لڑنے والوں پر بھی ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر اس حدیث کا محمل کیا ہے۔ نیز حضرت ابوبکرہ کا احنف بن قیس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں لڑنے سے منع کرنا کیونکر تھا؟

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا ہے: یہ حدیث مبارک نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کے متعلق نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ .

مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ' پھر اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ (الحجرات:۹)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اگر مسلمان' باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے سے ہاتھ روک لیں اور ان سے تعرض نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ معطل ہو کر رہ جائے گا اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ''القاتل والمقتول فی النار'' اصحاب محمد ﷺ کے بارے میں نہیں کیونکہ ان کا باہم قتال تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا۔

علامہ طبری لکھتے ہیں:

''اگر مسلمانوں کے اختلاف میں یہ واجب ہوتا کہ کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور جنگ سے گریز کیا جائے' سب لوگ گھر میں بیٹھے رہیں اور اپنی تلواروں کو توڑ دیں تو پھر کوئی حد قائم ہو سکتی اور نہ کسی باطل کا ابطال کیا جا سکتا اور پھر اہلِ نفاق اور فاسقوں' فاجروں اور بدمعاشوں کو میدان کھلا مل جائے گا اور موقع ہاتھ آ جائے گا کہ وہ لوٹ مار کرتے اور ڈاکے ڈالتے پھریں' خون ریزی کریں اور مسلمانوں کی خواتین کو قید کر کے باندیاں بنائیں اور ان کی بے حرمتی کریں اور مسلمان ان سے اس لیے تعرض نہ کریں کہ فتنہ کے ایام میں جنگ سے الگ رہنا چاہیے اور فتنہ میں ہم جنگ وقتال سے منع کر دیئے گئے ہیں اور ہمیں حرب سے ھرب کرنے اور کفِ ایدی از ضرب کا امر ہے۔ یہ چیز عقلی طور پر بھی بداھۃً باطل ہے اور نقلاً بھی قابلِ قبول نہیں کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشادِ مبارک کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم اپنے زیادتی کرنے والوں کے ہاتھ پکڑو (اور ان کو ظلم کرنے سے روکو)''۔

اور میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ ابوبکرہ والی حدیث اس حالت پر محمول ہے جب دنیا کے حصول کے لیے جنگ ہو
اور ہم نے اپنے مشائخ سے سنا ہے کہ اس کی تصریح احادیث میں آئی ہے۔ امام بزار روایت کرتے ہیں: جب تم (حصول) دنیا کے لیے باہم جنگ کرو تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

صحیح مسلم کی اس حدیث سے مسند بزار کی اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ پتہ نہ ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو یہ پتہ ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا'' عرض کیا گیا: ''یہ کیسے ہوگا؟'' آپ نے فرمایا: ''بکثرت کشت وخون ہوگا' قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔''

(صحیح مسلم ج۱۸ص ۳۵)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ جب ہوائے نفسانی کی پیروی میں اور جہالت کی بناء پر حصولِ دنیا کے لیے جنگ ہو تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوں گے اور لیکن اگر یہ جنگ دینی تاویل کی بناء پر ہو تو پھر یہ حکم نہیں ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اور لیکن حضور ﷺ کے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) تو ان کی توقیر کرنا اور ان کی لغزشوں کے ذکر سے زبان کو روکنا اور محاسن کو نشر واشاعت کرنا مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل وتبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ثناء بیان فرمائی ہے۔ اللہ نے فرمایا اور اس کا فرمان برحق ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ . (الفتح:۱۸)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

نوٹ: حدیث شریف میں ہے' سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔''

اور ارشادِ خداوندی ہے:

'' مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ـــ ــــ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ ''۔(الفتح:۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم' تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے' سجدے میں گرتے' اللہ کا فضل ورضا چاہتے' ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے' سجدوں کے اثر سے یہ ان کی صفت تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی صفت ہے جیسے ایک کھیتی' اس نے اپنا پٹھا نکالا' پھر اسے طاقت دی' پھر دبیز ہوئی' پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی' کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں' بخشش اور بڑے ثواب کا''۔ آخر سورت تک صحابہ

کرام کے اوصاف مذکور ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ. (الحدید:۱۰) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ قبل خرچ کیا اور جہاد کیا۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: ''ان جنگوں میں لڑنے والوں میں سے جو لوگ بھی تھے وہ تاویل اور اجتہاد کی بناء پر لڑتے رہے۔ چنانچہ وہ معذور ہیں اگرچہ مقام ومرتبہ کے لحاظ سے بعض کو بعض پر سبقت اور فضیلت حاصل ہے۔ ان جنگوں میں بعض حضرات صحابہ کرام نے توقف اختیار کیا اور وہ دونوں فریقوں سے الگ رہے اور انہوں نے فتنہ کے ایام میں جنگ سے باز رہنے کے حکم والی احادیث کو ان کے عموم پر رکھا اور اسی وجہ سے ان تمام اختلافات اور جنگ وقتال سے جو صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے، خود کو دونوں فریقوں سے الگ تھلگ رکھا اور اس میں حصہ لینے سے اجتناب کیا کیونکہ ان جنگوں کے مقدمات اور دلائل ان پر مشتبہ رہے ورنہ وہ اہلِ حق کی مدد سے کبھی گریز نہ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں بعض صحابہ کرام کو اس پر افسوس اور ندامت رہی کہ انہوں نے اس میں اس فریق کا ساتھ کیوں نہ دیا جو حق پر تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے صحابہ کو اس بات پر ملال خاطر رہا کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حمایت اور نصرت میں قتال اور جنگ کیوں نہیں کیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی موت کے وقت کہا تھا:

''مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہے جتنا باغی فرقہ (یعنی حضرت معاویہ کے فرقہ) کے ساتھ مجھے جنگ نہ کرنے پر افسوس ہے''۔

اور یہ درست ہے کیونکہ جب معلوم ہو جائے کہ فلاں فرقہ باغی ہے تو پھر اس سے لڑنا ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابزی کہتے ہیں: ''ہم لوگ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور ہم ایک ایسی جماعت کے ساتھ تھے جس میں آٹھ سو صحابہ کرام وہ تھے جنہوں نے حضور پاک ﷺ سے بیعت رضوان کی تھی۔ ان میں سے ۶۳ حضرات شہید ہو گئے، انہی میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔''

ابوعبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں: ''ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صفین میں حاضر ہوئے، میں نے حضرت عمار بن یاسر کو دیکھا کہ وہ صفین کی جس وادی میں اور جس سمت کو بھی جاتے تھے اصحابِ محمد ﷺ ان کے پیچھے ہوتے تھے۔ گویا وہ ان کے لیے علَم (بڑا جھنڈا) تھے۔'' نیز سلمی کہتے ہیں: ''میں نے جنگِ صفین کے دن حضرت عمار بن یاسر کو ہاشم بن عتبہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے ہاشم! چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے جنت کی طرف بڑھو۔ آج محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ان کے غلاموں کی ملاقات کا دن ہے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ جو ہمارے حریف ہیں ہمیں پسپا کر کے پہاڑوں کی چوٹی تک بھی پہنچا دیں پھر بھی ہمیں یقین ہے کہ بے شک ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں'' پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے: ؎

نحن ضربنا كم على تنزيله　فاليوم نضربكم على تأويله
ضربًا يزيل الهام عن مقيله　ويذهل الخليل عن خليله
أو يرجع الحق الى سبيله

''ہم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق تمہارے خلاف تلوار اُٹھائی ہے اور اس کے حکم کے مطابق آج ہم تمہیں ایسی شمشیر زنی کے ساتھ مار ماریں گے اور ضرب لگائیں گے جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے' دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔ یہاں تک کہ حق برجادۂ حق لوٹ آئے''۔

فرماتے ہیں کہ جتنے صحابہ کرام جنگِ صفین میں قتل ہوئے' میں نے کسی جگہ اس قدر اصحابِ محمد ﷺ قتل ہوئے نہیں دیکھے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''بعض متقدمین علماء سے سوال کیا گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والی خون ریزی کے بارے آپ کا کیا تبصرہ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (البقرہ:۱۳۴-۱۴۱)

وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا' ان کے لیے ان کی کمائی اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پُرسش نہ ہوگی۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس مسئلہ پر ہم نے اپنی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں سورت الحجرات کی تفسیر میں سیر حاصل بحث کی ہے اور حق وصواب وہ بات ہے جو ہم اس سے قبل بیان کر چکے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے' آپ نے ارشاد فرمایا: ''مستقبل قریب میں میرے صحابہ کے درمیان ایک بڑا فتنہ سر اُٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب صحابہ کو میری خاص صحبت کی برکت سے بخش دے گا' پھر ان صحابہ کے بعد کے ادوار میں ایک قوم اسی طریق سے باہم لڑے بھڑے گی اور وہ سب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۲۱۰' الدیلمی الفردوس رقم الحدیث: ۸۷۳۴)

۹۰-جعل اللہ بأس هذه الأمة بينها

اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے مقدر میں باہم جنگ وجدال لکھ دیا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ (الانعام:۶۵)

یا تمہیں بھڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا ہے' میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا ہے اور جو زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تھی' مستقبل قریب میں میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی اور مجھے سرخ اور سفید دو (ابن ماجہ میں ہے کہ اس سے مراد سونا اور چاندی ہے) خزانے دیئے گئے اور میں نے اپنی اُمت کے لیے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ اس کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کرے اور ان کے علاوہ ان پر کوئی اور دشمن نہ مسلط کیا جائے جو ان سب کی جانوں کو مباح کرے اور بے شک میرے رب نے فرمایا: ''اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر دوں تو وہ رد نہیں ہوتا اور بے شک میں نے تمہاری اُمت کے لیے فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان کے علاوہ ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی جانوں کو مباح کرے خواہ ان کے خلاف تمام روئے زمین کے لوگ جمع ہو جائیں۔ ہاں اس اُمت کے بعض لوگ بعض دوسروں کو ہلاک کر دیں گے اور بعض' بعض کو قید کریں گے۔'' (صحیح مسلم ج ۱۸ص ۱۳' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸' ۲۸۴' ابن حبان ج ۸ص ۲۵۲' البیہقی ج ۹ص ۱۸۱' القضاعی ج ۳ص ۱۱' البغوی ج ۱۴ص ۲۱۵)

(نوٹ از مترجم:)

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ (الانعام: ۶۵)

فرمائیے: وہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے اور خلط ملط کر دے تمہیں مختلف گروہوں میں' چکھائے تم میں سے بعض کو شدت دوسروں کی۔

ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے سرتابی کر کے انسان امن و عافیت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا' کبھی اوپر سے بجلی کڑک رہی ہے' موسلا دھار بارش سیلاب کی صورت اختیار کر کے قیامت ڈھا رہی ہے' توپیں آگ اُگل رہی ہیں اور بلند پرواز طیارے راکٹ' بم اور ایٹم بم برسا رہے ہیں' کبھی نیچے سے بارودی سرنگیں پھٹ رہی ہیں' آبدوزیں' کشتیاں سمندر کی گہرائیوں سے اُبھر کر بھاری بھرکم جہازوں کو اُڑا رہی ہیں' کہیں زلزلے آباد شہروں کو کھنڈرات میں بدل رہے ہیں' اس کے علاوہ سخت تر عذاب یہ ہے کہ آپس میں انتشار اور بے اتفاقی کی وباء پھوٹ پڑتی ہے۔ ایک قوم کے فرزند' ایک ملت کے افراد مختلف ٹولیوں اور فرقوں میں بٹ جاتے ہیں' کہیں مذہب وجہ فساد بن جاتا ہے اور کہیں سیاست باعثِ انتشار۔ اپنوں کی عزت کو اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دینا بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ اوروں کو رہنے دیجیے اپنے گھر کا حال دیکھئے' جب سے ہم نے صراطِ مستقیم سے انحراف کیا ہے' ہم کن پستیوں میں دھکیل دیئے گئے ہیں۔ ایک خدا' ایک رسول' ایک کتاب اور ایک کعبہ پر ایمان رکھنے والے کس نفاق اور انتشار کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر رحم فرماوے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ فوق اور تحت کے جو

الفاظ آیتِ کریمہ میں ہیں' ان کی ایک اور تفسیر بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہے' آپ نے فرمایا کہ فوق سے مراد ظالم حکمران اور تحت سے مراد کمینے اور بدکار اہل کار ہیں۔ "من فوقكم يعني الامراء الظلمة ومن تحت يعني السفلة وعبيد السوء". (القرطبی بحوالہ ضیاء القرآن ج اوّل ص ۵۶۶)

نوٹ: آج دسمبر ۲۰۰۱ء میں افغانستان میں "عالم ما كان وما يكون نبي غيب دان" ان کا یہ فرمان برحق اور غیب جاننے والے آقا خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشین گوئی چودہ صدیوں کے بعد کیسے حرف بحرف ثابت وظاہر ہو رہی ہے' ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں' دنیا بھر کے لوگ کفار و منافقین اپنے پورے جدید اسلحہ کے ساتھ جمع ہیں لیکن افغانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے' آخران کو نقصان اُٹھانا پڑا اور ہزیمت ہوئی تو صرف اور صرف اپنوں کے ہاتھوں۔ کیا ہم دیکھ نہیں رہے کہ خود مسلمان بعض' بعض کو قتل کر رہے ہیں اور قید کر رہے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

گمراہ کن قائدین اور لیڈروں کا بیان

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی اُمت پر گمراہ کن رہنماؤں کا ڈر ہے' جب میری اُمت میں ایک دفعہ تلوار چل گئی تو قیامت تک نہیں رُکے گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری اُمت کے کچھ قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں اور یہاں تک ہوگا کہ میری اُمت کے کچھ قبیلے بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے اور عنقریب میری اُمت میں ۳۰ کذاب ہوں گے۔ ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں سب سے آخری ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ہمیشہ میری اُمت میں ایک گروہ حق پر رہے گا (اور غلبہ کے ساتھ) ان کے مخالفین انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ قیامت قائم فرما دے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۳' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸۔ ۲۸۴' ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۲' البیہقی ج ۹ ص ۱۸۱' القضاعی ج ۳ ص ۱۱' البغوی ج ۱۴ ص ۲۱۵)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے بہت لمبی نماز پڑھائی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا "یارسول اللہ! آج تو آپ نے نماز بہت لمبی پڑھائی؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! آج میں نے خوف اور رغبت کے ساتھ نماز ادا کی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اُمت کے لیے تین چیزیں طلب کیں جن میں سے اللہ نے دو عطا فرما دیں اور ایک قبول نہ فرمائی۔ میں نے عرض کیا تھا: میری اُمت پر کوئی غیر مسلط نہ ہو' اللہ تعالیٰ نے قبول فرما دی۔ دوسرے میری اُمت کو غرق کر کے ہلاک نہ کیا جائے' یہ بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔ تیسری یہ دعا کی تھی کہ ان میں باہم جنگ جدال اور خانہ جنگی نہ ہو' تو اللہ نے یہ قبول نہ فرمائی۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۶' ۱۵۶' المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۱۴' الالبانی السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۷۲۴' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۴)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مقام عالیہ سے تشریف لائے حتیٰ کہ جب آپ بنو معاویہ کی مسجد سے گزرے تو آپ نے وہاں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے اپنے رب سے بہت طویل دعا کی' پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا۔ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ میری اُمت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے' اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا کر دی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ وہ میری اُمت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھے عطا کر دی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان کی باہم ایک دوسرے سے لڑائی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔'' (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۴' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۶' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۰' ابن حبان ج ۹ ص ۱۸۰' البغوی ج ۱۴ ص ۲۱۴)

امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

رسولِ خدا ﷺ کے اپنی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ سے تین سوال

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ اپنے والد خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں (خباب بن ارت بدری صحابی ہیں' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر ہوئے اور انہوں نے رات بھر رسول اللہ ﷺ کے لیے پہرہ دیا یہاں تک کہ فجر ہوگئی) رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) نہایت طویل نماز پڑھی' خباب بن ارت نے آ کر عرض کی: ''یارسول اللہ! میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں' آج رات آپ نے اتنی طویل نماز پڑھی ہے کہ اس سے پہلے کبھی میں نے آپ کو اتنی طویل نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! بے شک یہ خوف اور شوق کی نماز ہے۔ اس میں' میں نے اپنے پروردگار سے اپنی اُمت کے لیے تین چیزیں مانگی ہیں۔ میرے رب نے ان میں سے دو چیزیں مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا۔ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ ہمیں اس چیز سے ہلاک نہ کرے جس سے دوسری اُمتوں کو اس نے ہلاک فرما دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ ہمارے اوپر ہمارے غیر کسی دشمن کو مسلط نہ فرمائے' میری یہ دعا بھی قبول ہوئی اور پھر میں نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی تھی کہ میری اُمت کے لوگ فرقوں میں بٹ کر باہمی لڑائی سے ایک دوسرے کو سختی اور عذاب کا مزہ نہ چکھائیں تو مجھے اس سے منع کر دیا گیا (یعنی فرقہ واریت اور تفرقہ بازی اور باہم جنگ جدال والی دعا قبول نہیں ہوئی)۔

(ترمذی ج ۲ باب ۲۹ ابواب الفتن رقم الحدیث: ۴۹)

یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں حضرت سعد اور حضرت ابن عمر سے بھی روایت ہیں۔

قیامت سے پہلے قتل عام اور سخت خون ریزی کا بیان

امام ابن ماجہ قزوینی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت سے پہلے ''ہرج'' ہوگا'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہرج کیا چیز ہے؟'' فرمایا: ''قتل، قتل'' صحابہ کرام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! قتل اور خون ریزی تو اب بھی ہوتی ہے، مشرکین سے ایک سال میں ہماری کئی لڑائیاں ہورہی ہیں'' آپ نے فرمایا: ''مشرکین کا قتل مراد نہیں ہے بلکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کروگے حتیٰ کہ آدمی اپنے ہمسائے کو قتل کرے گا، اپنے چچازاد بھائی اور رشتہ داروں کو بھی قتل کرے گا'' بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! کیا اس وقت ہم لوگوں میں عقل شعور نہ ہوگا؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس زمانے میں اکثریت کی مت ماری جائے گی اور (آفتاب کی شعاعوں میں اُڑنے والے) ذروں کی طرح ہلکے اور چھوٹے چھوٹے ذلیل اور عقل وشعور میں بونے قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں عقل نام کی کوئی شئی نہیں ہوگی'' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! اگر ایسا زمانہ مجھ پر اور تم پر آگیا تو اس سے نکلنا مشکل ہوگا جیسا کہ ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس کے بارے میں خبردار فرمایا تھا کہ جو اس فتنہ میں داخل ہوگا اس کے لیے واپس نکلنے کی راہ کوئی نہ ہوگی۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۲، ج ۴ ص ۳۹۱، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۲۳۱، الالبانی السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۶۸۲)

۹۱-مایکون من الفتن واخبار النبی ﷺ

قیامت تک ہر دور میں پیدا ہونے والے فتنوں کے متعلق

نبی غیب دان ﷺ کے اپنی اُمت کو ان فتنوں کے بارے پیشگی ہی ایک ایک جزئی اور فتنہ پردازوں کے نام اور قبیلوں تک کی تفصیل سے آگاہ فرمادینے کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات بیان فرمادیئے جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ اس واقعہ کو میرے یہ اصحاب جانتے ہیں، بعض چیزوں کو میں بھول گیا تھا لیکن جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آگئیں جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اس کے غائب ہونے کی وجہ سے مگر پھر جب وہ سامنے آتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۵، ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۲۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۰۲ھ......۲۷۵ھ/ ۸۱۷ء......۸۸۹ء بیان کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میرے یہ ساتھی بھول گئے یا

جان بوجھ کر ایسا کہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے کسی فتنہ کے سرغنہ کو نہیں چھوڑا جو دنیا کے ختم ہونے تک ہوگا اور اس کے چیلے تین سو تک پہنچیں گے یا اس سے زیادہ مگر وہ ہمیں نام لے کر بتا دیا اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام۔ (ابوداؤد رقم الحدیث:۴۲۴۳)

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ فتنوں کے متعلق بیان فرما رہے تھے' اس میں میں بھی حاضر تھا۔ آپ نے ہمیں فتنوں کو گنتے ہوئے فرمایا: ''تین فتنے ایسے ہیں جو کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے' ان میں سے بعض فتنے گرمیوں کی آندھیوں کی طرح ہیں' بعض فتنے چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں'' حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے علاوہ اس مجلس کے تمام شرکاء اب فوت ہو چکے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۵' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۷)

عالمگیر فتنوں کا بیان

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمیر بن ہانی عنسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنوں کا ذکر فرمایا پس کثرت سے ان کا ذکر کرتے ہوئے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا۔ ایک کہنے والے نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ فتنہ احلاس کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ بھاگ دوڑ اور جنگ و جدال ہے' پھر فتنہ سراء ہے جو ایک ایسے شخص کے اقدامات کے تحت سر اُٹھائے گا جو دعویٰ کرے گا کہ وہ میرا اہلِ بیت ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہیں ہے کیونکہ میرے اولیاء تو پرہیزگار اور متقی ہیں' پھر لوگ ایسے شخص سے مصالحت کر لیں گے اور اس کے اتحادی بن جائیں گے جس کے سرین پسلی کے اوپر ہوں گے۔ (یعنی ایک پیدائشی کج دماغ اور پہلودار مگر مضبوط اور مادی لحاظ سے پاورفل ہوگا اور ھم علی ورک واحد کے محاورہ کے مطابق دنیا بھر کے لوگوں کی کسی ایک شخص کے خلاف سرکولیشن قائم کرنے کا ماہر ہوگا) پھر فتنہ دھیماء ہے جو میری اُمت میں سے کسی کو کم از کم ایک طمانچہ مارے بغیر نہیں چھوڑے گا' جب کہا جائے گا: اب فتنہ ختم ہو گیا تو اور بھڑکے گا اور پھیلے گا۔ صبح کے وقت ایک آدمی صاحبِ ایمان ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر یہاں تک کہ لوگ دو کیمپوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک کیمپ میں خالص ایمان والے ہوں گے' ان میں منافقت نہ ہوگی اور دوسرے کیمپ میں نرے منافق ہوں گے' ان میں برائے نام بھی ایمان نہ ہوگا' جب یہ حال ہو جائے تو پھر دجال کا انتظار کرنا پس وہ آج آیا کہ کل''۔

(ابوداؤد رقم الحدیث:۴۲۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۳' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۶۷' بغوی ج ۱۵ ص ۱۹)

فصل

اس باب کی حدیث میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ میں ایک تھوڑا سا

اختلاف ہے۔ایک جگہ ہے: ''قام فینا رسول اللہ ﷺ مقامًا'' اور دوسری روایت میں ''مجلسا'' اور ابوزید کی روایت میں تو اس کی تصریح آ گئی۔امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر ہوگئی۔ آپ نے منبر سے اُتر کر ظہر پڑھائی' پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر ہوگئی' پھر آپ نے اُتر کر عصر پڑھائی' پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا' پھر آپ نے ہمیں وہ تمام چیزیں بتا دیں جو ہو چکی تھیں اور ہونے والی تھیں (یعنی ما کان اور ما یکون ماضی اور مستقبل کی خبریں دیں) سو ہم میں بڑا عالم وہ تھا جو ہم میں زیادہ یادداشت اور حافظہ کا مالک تھا۔

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب الفتن واشراط الساعۃ رقم الحدیث: ۷۱۳۹)

حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قیامت تک کے واقعات اور احوال کی خبر دی۔امام ترمذی (رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۳ رجب ۲۷۹ ہجری) روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ عصر پڑھائی' پھر خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کی ہمیں خبر دی' یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۱' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۰۵' البیہقی ج ا ص ۴۴۲)

آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں سے یہ بات بھی ہے: ''بے شک دنیا سرسبز اور میٹھی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہیں اپنا خلیفہ بنایا۔ پس وہ دیکھتا ہے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔خبردار! دنیا اور عورتوں سے بچو'' یہ بھی ارشاد فرمایا: ''خبردار! کسی شخص کو لوگوں کا ڈر حق بات کہنے سے نہ روکے جبکہ اس کو اس بات کا حق ہونا معلوم ہو'' یہ کہہ کر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم نے کئی ایسی باتیں دیکھیں لیکن (حق کہنے سے) ڈر گئے'' آپ نے یہ بھی فرمایا: ''خبردار! ہر غدار کے لیے قیامت کے دن اس کی بے وفائی اور غدر کرنے کی مقدار پر جھنڈا ہوگا اور امام (حاکم ولیڈر) کی غداری و بے وفائی سے بڑھ کر کوئی بے وفائی نہیں' اس کا جھنڈا اس کی سرین کے پاس گاڑا جائے گا'' اس دن جو کچھ ہم نے یاد رکھا اس میں سے یہ بھی تھا: ''سن لو! اولادِ آدم مختلف طبقات پر پیدا کی گئی' بعض مومن پیدا ہوئے اور حالتِ ایمان پر زندہ رہے اور مومن ہی مریں گے۔بعض کافر پیدا ہوئے' حالتِ کفر پر زندہ رہے اور کافر ہی مریں گے جبکہ بعض مومن پیدا ہوئے' مومنانہ زندگی گزاری اور حالتِ کفر پر رخصت ہوئے اور بعض کافر پیدا ہوئے' کافر زندہ رہے اور مومن ہو کر مریں گے۔بعض وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آتا ہے' جلدی ختم ہو جاتا ہے اور بعض کو جلدی غصہ آتا ہے' جلدی ختم ہو جاتا ہے تو یہ اس کا بدلہ ہے۔سن لو! ان میں سے بعض کو جلدی غصہ آتا ہے' دیر سے اُترتا ہے۔سن لو! ان میں سے بہتر وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آئے اور جلدی ختم ہو جائے اور برے وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آئے' دیر سے زائل ہو۔خبردار! بعض لوگوں کا لین دین اچھا ہے' بعض مانگتے تو اچھی طرح ہیں لیکن مانگنے میں اچھے نہیں۔ یہ اس کا بدلہ ہے۔سنو! بعض لوگ لینے اور دینے دونوں میں برے ہیں' سن لو! جن کا لین دین اچھا ہے وہ بہتر انسان ہیں اور جن کا لین دین اچھا نہیں وہ برے لوگ ہیں۔سن لو!

غصہ انسان کے دل کی ایک چنگاری ہے کیا تم نے اس کی آنکھوں کی سرخی اور گردن کی پھولی ہوئی رگوں کو نہیں دیکھا۔ پس جسے غصہ آئے اسے زمین پر لیٹ جانا چاہیے۔'' ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم سورج کی طرف دیکھنے لگے کہ آیا کچھ باقی ہے (یا غروب ہوگیا ہے) حضور ﷺ نے فرمایا: ''سن لو! دنیا کا باقی ماندہ گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں اتنا ہی ہے جتنا اس دن کا باقی حصہ گزرے ہوئے حصے کے مقابلے میں ہے۔'' یہ حدیث حسن ہے۔

اس باب میں مغیرہ بن شعبہ ابوزید بن اخطب حذیفہ اور ابومریم سے بھی روایات مذکور ہیں ان سب نے ذکر کیا کہ ان سے حضور ﷺ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات بیان فرمائے۔

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

فتنۃ الاحلاس کی تشریح کرتے ہوئے امام خطابی نے کہا: ''فتنہ کی اضافت احلاس کی طرف بایں مناسبت ہے کہ وہ بہت طویل اور لمبی مدت تک جاری رہے گا۔ عربی محاورہ میں جب کوئی شخص اپنے گھر میں ہی پڑا رہے اور بہت کم باہر کی سرگرمیوں میں حصہ لیتا ہو تو اس شخص کو کہتے ہیں: ''**ھو حلس بیتہ**'' وہ تو دری اور قالین یا چٹائی کی طرح کمرے میں بچھا اور پڑا رہتا ہے''۔ دوسرا احتمال اس میں یہ بھی ہے کہ اس فتنہ کو احلاس اس کی ظلمت و تاریکی کی وجہ سے کہا گیا ہو۔

لفظ حرب کی تشریح

حرب کا معنیٰ مال و اسباب اور اہل و عیال کا برباد ہو جانا ہے۔ عربی میں کسی شخص کے مال اور گھربار کے برباد ہونے کے وقت بولتے ہیں: ''**حرب الرجل فھو حریب اذا سلب أھلہ ومالہ**'' اس معنیٰ سے لفظ حرب لیا گیا ہے کیونکہ حرب (جنگ) میں بھی جانوں اور مالوں کا نقصان اور گھربار اُجڑ جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

الدخن

مراد یہ ہے کہ وہ فتنہ آدمی کے پاؤں تلے سے اور اس کی آنکھوں کے سامنے سے دھوئیں کی طرح اُٹھے گا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پھیلتا جائے گا۔

کودک علی ضلع

''سرین پسلی کے اوپر ہوں گے'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: ''یہ ایک ضرب المثل ہے۔ اس کا معنیٰ ایک ایسا امر ہوتا ہے جس کو قرار اور ثبات نہ ہو اور وہ امر کج مج اور نہایت پیچیدہ و **لاینحل** ہو اور جب یہ آدمی کی صفت ہو تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو بد اور کج مزاج ہونے کی وجہ سے ملک و حکومت کے قابل نہ ہو۔''

الدھیماء

دھماء کی تصغیر ہے اس سے فتنہ کی اس کے بہت بڑا ہونے کی بناء پر برائی اور مذمت بیان کرنا مقصود ہے جیسے کہ فرمایا: "دویھیة تصفر منها الأنامل" ایسی بڑی مصیبت جس سے آدمی کے ہاتھ پاؤں شل ہو کر رہ جائیں یعنی یہ فتنہ سیاہ بڑا ہی ستم ڈھانے والا ہوگا۔

مستقبل بینی

مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس قیامت تک ہونے والے واقعات کا کثیر علم تھا لیکن انہوں نے ان معلومات کو اور مستقبل کے بارے علم و آگاہی کو عام اور شائع و ذائع نہیں کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ ان باتوں کا تعلق احکام سے نہیں تھا ورنہ وہ احادیث جو احکام سے تعلق رکھتی تھیں انہوں نے بیان کر دی تھیں اور جن احادیث کا تعلق احکام عملیہ سے نہیں تھا ان کو انہوں نے عام نہیں کیا' اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے علم کے دو ظرف محفوظ کیے ہیں' ان میں سے ایک برتن کو میں نے پھیلا دیا ہے لیکن دوسرا ظرف (علم) وہ ہے کہ اگر اسے میں افشاء کرتا تو میری شہ رَگ کو کاٹ دیا جاتا۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۲۱۶)

امام بخاری نے کہا کہ بلعوم کا معنیٰ کھانے کی نالی ہے۔

الفسطاط

بڑا خیمہ' مصر کے ایک شہر کا نام فسطاط ہے۔ حدیث شریف میں فسطاط سے مراد ایک گروہ ہے جو دوسرے فرقے سے الگ اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہو جس طرح ہر خیمہ دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح شہر اور صوبہ جو دوسرے شہر اور صوبے سے الگ ہو اور خود مختار ہو۔

باب۔•••

(ا) ایک فتنہ کا بیان جو دریا کی موجوں کی طرح آئے گا۔

(ب) ایک حدیث پاک کا بیان جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: "هلاک أمتی علی ید أغلیمة من سفهاء قریش" "میری اُمت قریش کے نادان لونڈوں کے ہاتھوں تباہ ہوگی"۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت شقیق سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا: "تم میں سے کون شخص فتنوں کے بارے میں حضور پاک علیہ السلام کی

احادیث کو زیادہ جانتا ہے؟" حضرت حذیفہ کہتے ہیں: میں نے کہا: "میں" حضرت عمر فرمانے لگے کہ: "ہاں! تم واقعی اس سلسلہ میں بہادر تھے تو وہ فتنہ کیسے ہوگا؟" حضرت حذیفہ نے کہا کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آدمی کے گھر' اولاد اور پڑوس میں بھی فتنہ ہے لیکن اس فتنہ کو نماز' روزہ' صدقہ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مٹا دیتا ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس فتنے کے بارے میں نہیں دریافت کر رہا بلکہ میری مراد ہے کہ وہ فتنہ بتاؤ جو دریا کی موجوں کی طرح آئے گا"۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "آپ کو اے امیر المومنین! اس فتنہ سے کیا واسطہ؟ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "کیا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟" حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "توڑ دیا جائے گا" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "پھر وہ کبھی بند ہونے کے قابل نہ رہے گا؟" حضرت شقیق کہتے ہیں: "ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: "کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دروازے کو جانتے تھے؟" انہوں نے جواب دیا: "ہاں! وہ اتنا جانتے تھے جتنی یہ بات جانتے تھے کہ آج کے بعد کل ضرور ہے۔ میں نے ان سے یہ حدیث صاف لفظوں میں سچ سچ کہہ دی تھی' کوئی پہیلی اور معمہ کے طور پر نہیں (کہ وہ نہ جانتے ہوں) ہم ہیبت کی وجہ سے یہ پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے کہ وہ دروازہ کون سا ہے؟ ہم نے حضرت مسروق سے دریافت کرنے کے لیے کہا۔ مسروق نے حذیفہ سے سوال کیا' انہوں نے فرمایا: "وہ دروازہ عمر تھے۔" (صحیح مسلم ج۱۸ ص۱۷' صحیح بخاری ج۲ ص۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۵' ابن حبان ج۷ ص۵۸۲' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۵۲)

اس حدیث کو ابن ماجہ کے علاوہ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

(ابن ماجہ: کتاب الفتن رقم الحدیث: ۱۷۵۳)

خطیب ابوبکر احمد بن علی روایت کرتے ہیں' حضرت مالک بن انس بیان کرتے ہیں: "بے شک حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن اپنے گھر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی (کلثوم بنت علی) رو رہی تھیں' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: "یہ یہودی کعب احبار کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔" حضرت عمر نے فرمایا: "ماشاء اللہ! بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سعید اور نیک بخت پیدا فرمایا ہے" پھر آپ باہر تشریف لائے اور کعب احبار کو بلانے کے لیے کسی شخص کو بھیجا' جب کعب احبار آئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! ذوالحجہ کا مہینہ نہیں گزرے گا حتیٰ کہ آپ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حضرت عمر نے فرمایا: یہ کیا بات ہوئی' کبھی کہتے ہو جنت میں اور کبھی کہتے ہو دوزخ میں؟ کعب احبار کہنے لگے: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب (تورات) میں یہ بات پاتے ہیں کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روک رہے ہیں' پھر جب آپ کا وصال ہوگا تو قیامت تک لوگ اس میں دھڑا دھڑ گرتے رہیں گے۔

قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں اُمت کی تباہی کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے دادا نے بتایا کہ میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور مروان بھی ہمارے ساتھ تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں نے ایسے سچے جن کی سچائی مسلم ہے' سے سنا ہے' انہوں نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت کی بربادی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی'' مروان نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی ان لونڈوں پر لعنت ہو' کون ہیں وہ لونڈے؟'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں چاہوں کہ نام بنام ان کو بیان کروں تو کر سکتا ہوں'' عمرو بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میرا اپنے دادا کے ہمراہ بنی مروان کے پاس آنا جانا تھا یہاں تک کہ وہ شام کے مالک بن گئے۔ میرے دادا جب یہ چیز دیکھتے تھے کہ وہ سب نوخیز لڑکے ہیں تو فرماتے تھے: ''شاید یہ انہی میں سے ہوں (جن کے بارے فرمانِ نبویؐ ہے) ہم عرض کرتے کہ آپ بہتر جانتے ہیں۔''

(صحیح بخاری ج ۱۳ص ۹' احمد ج ۲ص ۳۲۴' ابن حبان ج ۸ص ۲۵۱' الحاکم ج ۴ص ۵۲۷)

امام مسلم نے کتاب الفتن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نبی پاک ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا' آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کو قریش کا یہ قبیلہ برباد کرے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''اگر لوگ ان سے الگ رہیں (تو ان کے لیے بہتر ہوگا)۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ص ۴۱' مسند احمد ج ۲ص ۳۰۱)

فصل

ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ اس حدیث مبارک میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فتنوں کے بارے میں بہت سی معلومات تھیں اور انہیں وہ لوگ علی التعیین معلوم تھے جو بڑے بڑے فتنوں کے سرغنہ ہوں گے۔ کیا آپ نے غور نہیں فرمایا' وہ فرماتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں کا بیٹا ہے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنہ فساد خلق کے اندیشے سے سکوت ہی میں مصلحت جانی۔ مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: وہ شاید یزید بن معاویہ' عبیداللہ بن زیاد اور دیگر بنی اُمیہ کے وہ نوعمر شہزادے جو اس کنگری کے ہیں' مراد ہوں۔ جن کے ہاتھوں اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ کا قتل صادر ہوا اور بعض کو انہوں نے قید کیا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بزرگ مہاجرین اور انصار کو تہہ تیغ کیا اور حجاج بن یوسف' سلیمان بن عبدالملک اور اس کا بیٹا ان ہستیوں کے ہاتھوں ہونے والی بربادی اور خون ریزی تو ایسی ہے جو کہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے۔ حجارہ اور عراق میں انسانوں کی ہلاکت اور اموال کا اتلاف جوان ظالموں کے ہاتھوں ہوا اسے کون نہیں جانتا؟ بالجملہ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے اہلِ بیت اطہار اور اپنی اُمت کے متعلق جو وصیت فرمائی تھی' بنو اُمیہ کے ان لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور نافرمانی کا ارتکاب کیا اور اہلِ بیت اطہار اور اُمتِ محمدیہ کے بے شمار انصار

مہاجرین صالحین کو قتل کیا' ان کی خواتین کو قیدی بنایا' چھوٹے بچوں کو اسیری میں رکھا' شہروں کو ویران کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین اور اہلِ بیت اطہار کی بزرگی اور شرافت کا انکار کیا' ان پر سب وشتم اور لعن طعن کو مباح رکھا اور اس طرح بنواُمیہ نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی انہوں نے مخالفت کی اور اس کے برخلاف اپنی خواہش اور مقصود کو رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مدمقابل پورا کیا۔

وائے خجالت! کل قیامت کے دن یہ لوگ جب حضور پاک ﷺ کے سامنے آئیں گے تو آپ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ (واللہ اعلم) اقول۔

اترجو امة قتلت حسينًا شفاعة جده يوم الحساب

''کیا جس قوم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا وہ قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتی ہے؟''

۹۲-ماجاء في بيان مقتل الحسين رضی الله تعالیٰ عنه ولا رضی عن قاتله

(امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان)

علامہ قرطبی اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میرا یہ بیٹا (حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عراق کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس زمانے کو پائے وہ اس کی مدد کرے چنانچہ انس ابن حارث امام حسین ابن علی علیہما السلام کے ساتھ گئے اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۳۱۴)

امام احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بارش پر متعین فرشتے نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے اجازت عطا فرمادی' اس وقت حضور ﷺ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے' فرشتے کی آمد پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے اُم سلمہ! دروازے کا دھیان رکھنا کوئی اندر نہ آئے'' جب آپ دروازے پر نگہبانی فرمارہی تھیں تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور بزور اندر چلے گئے اور حضور ﷺ کے مبارک کندھوں پر سوار ہو کر کھیلنے لگے۔ حضور پاک ﷺ سے فرشتے نے عرض کیا ''کیا آپ کو ان سے محبت ہے؟'' تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' یہ سن کر فرشتہ عرض کرنے لگا: ''بے شک عنقریب آپ کی اُمت کے (دعوے دار) لوگ ہی ان کو شہید کر دیں گے' اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھاؤں جہاں یہ قتل کیے جائیں گے؟'' پس اس نے اپنا ہاتھ مارا اور آپ کو سرخ مٹی دکھا دی' وہ مٹی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لے کر اپنے دوپٹے کے پلو سے باندھ کر رکھ لی۔ حضرت ثابت نے

کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ جگہ کربلاء ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲' الہیثمی المجمع ج ۹ ص ۱۸۷' الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۳۱۵' الضعفاء والمتروکون للدارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۲)

حضرت امام حسین کے فضائل ومناقب کا بیان

حضرت مصعب ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیدل چل کر پچیس (۲۵) حج ادا کیے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین اور ان کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ارشاد فرمایا: ''بے شک امام حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۶۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۶۲۳' المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۶' ۱۶۷' ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۹' ج ۵ ص ۵۸' الخطیب ج ۴ ص ۲۰۷' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۶' الصحیحۃ رقم الحدیث: ۷۹۷)

نیز ارشاد فرمایا:

یعنی حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے دنیا کے پھول ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۷ ص ۹۵' مسند احمد ج ۲ ص ۹۳۸۵' ابن حبان ج ۹ ص ۵۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۶۵)

اور نبی اکرم ﷺ جب حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھتے تو خوش ہو جاتے اور بعض اوقات دونوں کو اُٹھا لیتے جیسا کہ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ:

ایک مرتبہ حسن اور حضرت حسین دونوں مسجد میں آئے' حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے' آپ نے خطبہ کو منقطع کیا اور منبر سے اُتر کر دونوں کو اُٹھا لیا اور منبر پر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور فرمانے لگے کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا۔ آپ ان دونوں کے متعلق فرماتے ہیں:

''اے اللہ! میں حسن اور حسین دونوں سے محبت کرتا ہوں اور تو بھی انہیں محبوب رکھ اور اسے بھی جو ان سے محبت کرتا ہے۔''

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۶۹' موارد الظمآن' ص ۲۵۲' صحیح بخاری: فضائل صحابہ باب ۱۸)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کے دن ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھ میں کوفہ کے قریب مقامِ کربلا (جس کو ''طف'' بھی کہا جاتا ہے) میں شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کے قاتل قابلِ رحم نہیں۔

سانحۂ کربلا کا تاریخی پسِ منظر

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۶۰ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوت ہونے کے بعد خلافت کا معاملہ جب یزید تک پہنچا تو اس نے مدینہ منورہ میں ولید بن عتبہ کو اہلِ مدینہ کی بیعت کے لیے لکھا۔ چنانچہ جب یہ پیغام آیا تو اس نے حضرت حسین ابنِ علی اور حضرت عبداللہ ابنِ زبیر کو بلایا' جب ان دونوں حضرات کو ولید بن عتبہ کے پاس رات کے وقت لایا گیا تو ولید نے ان دونوں سے بیعت کے لیے کہا۔ اس پر ان دونوں کا جواب یہ تھا کہ:

"ہمارے جیسے شخص کو چھپ کر بیعت نہیں کرنی چاہیے' جب صبح ہوگی تو سب لوگوں کے سامنے ہم بیعت کریں گے۔"
پس یہ کہہ کر یہ دونوں حضرات واپس اپنے گھروں کو آ گئے اور پھر اسی رات مکہ مکرمہ کی طرف نکل گئے۔ یہ ۲۸ رجب کا واقعہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان' رمضان' شوال اور ذیقعد کے مہینوں میں مقیم رہے اور یوم الترویہ کو وہاں سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے' اس کے بعد عبیداللہ ابنِ زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کے لیے عمرو بن سعد ابن ابی وقاص کی قیادت میں ایک لشکر کوفہ کی طرف روانہ کر دیا جس نے کربلا کے مقام پر آپ کو جا پایا۔ ایک روایت کے مطابق ابنِ زیاد نے حر بن یزید ریاحی کو یہ پہلے ہی لکھ بھیجا تھا کہ حسین ابن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آ رہے ہیں' ان کو کسی تنگ علاقہ میں دھکیل کر گھیر لو اور ہمارے آدمیوں کے پہنچنے تک ان کا محاصرہ کیے رکھو' پھر ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد کی قیادت میں چار ہزار سپاہیوں کی کمک اس کی مدد کے لیے بھیج دی اور بعد ازاں عبیداللہ لشکر میں برابر اضافہ کرتا چلا گیا اور عوام الناس کو لڑائی کے لیے بھڑکاتا رہا یہاں تک کہ اس کے لشکر کی تعداد بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ عمرو بن سعد ان کی کمانڈ کر رہا تھا۔ ابنِ زیاد نے ابنِ سعد کے ساتھ یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ "رے" کا شہر اس کی ملکیت میں دے دیا جائے گا۔ چنانچہ شہر "رے" کے ملنے کی لالچ میں اس بدکردار نے ابنِ زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور رشد و ہدایت کو گمراہی کے عوض بیچ ڈالا' اسی کے متعلق اس نے یہ شعر بھی اس موقع پر پڑھا' کہتا ہے:۔

أأتــرک مــلـک الــری والــری مــنیتــی
وأرجــع مـــأثــومًـــا بــقــتــل حســـین

"کیا میں قتلِ حسین کا گناہ اپنے سر لے کر (مفت میں) لوٹ جاؤں اور ملک رے کو چھوڑ دوں گا حالانکہ یہ شہر میری آرزو ہے"۔

چنانچہ اس ملعون نے آپ پر بہت تنگی پیدا کی اور آپ کے سامنے ہر راستہ بند کر دیا یہاں تک کہ جمعۃ المبارک کے دن آپ کو شہید کر دیا گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ ۱۰ محرم الحرام بروز ہفتہ شہید ہوئے۔ ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں کہا کہ آپ کو اتوار کے دن محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ کو کوفہ کے ایک مقام جس کا نام "کربلا" ہے' وہاں پر شہید کیا گیا تھا۔ کربلا ہی کو "طف" بھی کہتے ہیں۔ قریش کے ماہر انساب زبیر ابن بکار کی تحقیق کے مطابق شہادت کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی عمر مبارک چھپن (۵۶) سال تھی' آپ نے اس وقت آستینوں والا جبہ زیب تن فرما رکھا تھا۔ آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴ ہجری کو ہوئی۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع واقع ہوا جس میں نمازِ قصر کے احکام نازل ہوئے تھے' اسی سال حضور ﷺ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے حبالۂ عقد میں داخل فرما کر شرف زوجیت سے مشرف فرمایا تھا۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو عاشورا کے دن شہید کیے گئے ہیں اور یہ سال عام الحزن یعنی غم و اندوہ کا سال کہلایا۔

آپ کے ساتھ جنگِ کربلا میں بیاسی (۸۲) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قتل کر دیئے گئے۔ منجملہ ان کے ایک حرب ابنِ یزید بھی تھا کیونکہ وہ تائب ہو کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں شریک ہو گئے تھے پھر حضرت علی ابنِ حسین جو بعد ازاں زین العابدین کے نام مبارک سے مشہور ہوئے کے علاوہ آپ کے تمام بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت زین العابدین بیمار تھے باپ کے شہید ہونے کے بعد ان کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا گیا جب امام حسین کے اکثر بھائیوں اور چچازاد بھائیوں کو قتل کر دیا گیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

یاعین ابکی بعبرة وعویل   واندبی ان ندبت ال الرسول
سبعة کلهم لصلب علی   قد اصیبوا وتسعة لعقیل

''اے آنکھ تو رو اور آنسو بہا اور اگر تو نے اظہارِ غم کرنا ہے تو آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل پر افسوس اور غم کر ان میں سے سات نفوس قدسیہ تو حضرت علی کی صلبی اولاد سے اور نو ۹ حضرات حضرت عقیل کی اولاد سے اس جنگ میں کام آئے ہیں''۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک پر تینتیس (۳۳) زخم تلوار کے اور چونتیس (۳۴) ضرب کے نشان تھے۔

امام عالی مقام کا قاتل کون تھا؟

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ یحییٰ بن معین نے کہا ہے: اہلِ کوفہ کہتے تھے: ''بے شک جس شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا وہ عمرو ابنِ سعد تھا۔''

ابنِ عبدالبر لکھتے ہیں:

''عبیداللہ ابنِ زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے جو لشکر بھیجا تھا اس کا امیر چونکہ ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد کو مقرر کیا تھا اور یہ لالچ دیا تھا کہ اگر وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ میں کامیاب ہو جائے اور ان کو قتل کر دے تو اسے وعدہ کے مطابق ''رے'' کا گورنر لگا دیا جائے گا اس لیے قتلِ حسین کی نسبت لشکر کے سرخیل ہونے کے ناطے عمرو بن سعد کی طرف کی جاتی ہے۔ اس لشکر میں مصر اور یمن کے لوگ بھی شامل اور شریک تھے۔ سلیمان بن فتنہ خزاعی اور ایک قول کے مطابق ابوریح خزاعی کے اشعار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امام حسین کے قتل کرنے میں بہت سے لوگ شریک تھے۔''

ایک قول یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل سنانِ بن ابی سنان نخعی ہے۔ ایک معتبر اور قابلِ اعتماد ماہر انساب مصعب کا قول ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے والا شخص سنان بن ابی سنان نخعی ہے۔ وہ قاضی شرمک کا دادا ہے اس قول کی صداقت پر شاعر کا یہ شعر بھی بطور تائید پیش کیا جاتا ہے جس میں شاعر کہتا ہے:

وأی رزیة عدلت حسینا
غداة تبیده کفا سنان

خلیفہ ابنِ خیاط لکھتا ہے:

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی ذمہ داری شمر بن ذی جوشن اور امیر جیش عمرو بن سعد پر عائد ہوتی ہے اور وہی قاتل حسین علیہ السلام ہیں۔ شمر کا جسم پھلبہری کے مرض کی وجہ سے سفید داغوں والا تھا۔ شمر کو سامانِ حرب دے کر قتلِ حسین کے لیے تیار کر کے بھیجنے والا خولی بن یزید اصحی تھا جو قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتا تھا۔ شہید ہونے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک جسم پاک سے جدا کر کے شمر، عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس لایا تھا اور اس نے یہ اشعار پڑھے تھے کہ:۔

أوقــر ركــابــي فـضـة وذهــبـاً أنـي قـتـلـت الـمـلـك الـمـحـجـبا

قـتـلـت خيـر الـنـاس أمـا و أبـا وخيـرهـم اذ ينـسـبـون نسـبـا

''میرے اونٹوں کو سونے اور چاندی سے لاد دو بے شک میں نے ایک محفوظ ترین شہزادے کو قتل کیا ہے''۔

''میں نے ایک ایسے نجیب الطرفین شہزادے کو قتل کیا ہے کہ اگر لوگوں کے نسب بیان کیے جائیں تو وہ ان میں سب سے اچھی ماں اور سب سے اچھے باپ کا نورِ نظر اور جگر پارہ ہے''۔

محولہ بالا روایت کے راوی ابنِ عبدالبر ہیں جیسا کہ انہوں نے ''الاستیعاب'' میں اسے بیان کیا ہے لیکن ایک دوسری روایت یہ ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو اُٹھا کر ابنِ زیاد کے دربار میں لانے والا شخص بشر بن مالک الکندی تھا اور اسی نے ابنِ زیاد کے سامنے مذکورہ بالا اشعار پڑھے تھے۔

اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: ''في أرض نـجـد و حـرا ويثربا '' کہ وہ شہزادۂ سرزمین نجد، حرا اور یثرب کے لوگوں میں تمام اعلیٰ سے اعلیٰ نسب والوں میں سب سے عالی نسب تھا۔

ابنِ زیاد اس کے یہ اشعار سن کر سخت آگ بگولا ہو کر کہنے لگا:

''جب تو جانتا تھا کہ وہ سب لوگوں سے افضل ہے تو تو نے اس کو قتل کیوں کیا؟ یعنی وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف سن کر جل بھن کر رہ گیا اور کہا: ''بخدا! تو کبھی مجھ سے بھلائی حاصل نہ کر سکے گا اور میں تجھے بھی تیرے ممدوح کے ساتھ ہی لاحق کر کے رہوں گا''

پھر ابنِ زیاد آگے بڑھا اور اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔ (بہر حال یہ روایت مختلف فیہ ہے)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو خود یزید بن معاویہ نے قتل کر دیا تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے (خواب میں) دیکھا، نصف النہار کا وقت ہے، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے ہیں، آپ کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس

میں خون ہے' آپ اس کو اُلٹا پلٹا کر غور سے دیکھ رہے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔''

حضرت عمار کہتے ہیں: ہم نے وہ دن یاد رکھا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم نے دیکھا کہ انہوں نے اس دن میں شہادت پائی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۲)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس میں کوئی راوی مطعون نہیں ہے۔''

پھر یزیدی فوج رسول اللہ ﷺ کے گھرانے والوں کو اس طرح بے ادبی کے ساتھ لے کر گئے جس طرح قیدیوں کو ہانک کر لے جایا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ کوفہ پہنچے تو لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور وہ نبی کے گھرانے والوں کو دیکھتے تھے' ان قیدیوں میں علی ابنِ حسین (حضرت زین العابدین) بھی تھے۔ آپ شدید بیمار تھے' اس کے باوجود ظالموں نے آپ کے دونوں ہاتھوں کو ان کی گردن کی طرف کر کے باندھا ہوا تھا۔ ان میں حضرت زینب بنتِ علی و بنتِ فاطمہ اور حضرت زینب کی بہن اُم کلثوم بھی تھیں۔ ان کے علاوہ حضرت امام حسین کی دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ بنتِ حسین اور سکینہ بنتِ حسین بھی اس میں موجود تھیں۔ ان یزیدی ظالموں اور فاسقوں نے قیدیوں کے ساتھ شہداء کربلا کے سروں کو بھی کاٹ کر اپنے ہمراہ اُٹھا رکھا تھا۔

امام ثوری کا بیان ہے' حضرت محمد بن حنفیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں سترہ (۱۷) مرد تو صرف وہی تھے جو تمام کے تمام حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ اطہار میں سے تھے۔

ابنِ عبدالبر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت میں سے سولہ (۱۶) ایسے مردوں نے مرتبۂ شہادت کو پایا کہ پوری روئے زمین پر ان ایسا کوئی شخص اس وقت موجود نہیں تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے بھائی' ان کی اولاد اور ان کے اہلِ خانہ میں سے تینتیس (۳۳) مرد شہید ہوئے۔

''صحیح بخاری' کتاب المناقب' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور ایک طشت میں رکھ دیا گیا اور وہ سر مبارک کو چھڑی سے کچوکے لگانے لگا اور آپ کے حسن کے متعلق بھی کچھ بکواس کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بہت مشابہ تھے اور آپ وسمہ کے ساتھ خضاب استعمال فرماتے تھے اور وہ فاسق (بدمعاش اوباش) چھڑی کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزت اور کرامت والے سر مبارک میں خراشیں لگا رہا تھا اور عبیداللہ ابنِ زیاد نے سر مبارک کا سوراخ لمبا کر دیا یہاں تک کہ اس کو نیزے میں نصب کر دیا' اس پر اکثر لوگ سخت ناراض ہوئے۔ پھر ایک شخص اُٹھا' اس کا نام

طارق ابن مبارک تھا بلکہ وہ ایک قابلِ مذمت بد بخت منحوس اور لعنتی کا بد بخت و بدطینت بیٹا تھا' اس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک میں سوراخ کر کے اس کو عبیداللہ ابنِ زیاد کے گھر کے دروازے پر نصب کر دیا اور لوگوں میں منادی کر دی اور لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کر کے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں وہ کچھ بکتا رہا کہ ان الفاظ کا ذکر کرنا حرام ہے' پھر زیاد بن حر بن قیس جعفی کو بلا کر سر مبارک اس کے سپرد کر دیا' اس کے علاوہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں' بیٹوں' اہلِ خانہ اور آپ کے ساتھیوں کے سر بھی تھے اور امام زین العابدین علی ابنِ حسین کو بلایا اور ان کی پھوپھیوں' بہنوں کو ان کے ہمراہ یزید کی طرف روانہ کر دیا۔ اس ظالم نے آلِ رسول کے ان نفوسِ قدسیہ کو بغیر محمل کے سواریوں پر سوار کر کے بھیجا۔ راستہ میں ہر شہر اور ہر منزل پر لوگ آلِ پاکِ رسول ﷺ کی زیارت اور ملاقات کا شرف اور سعادت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ قافلہ دمشق پہنچا اور ''بابِ توما'' سے شہر میں داخل ہوا۔ وہاں ان کو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر جہاں قیدیوں کو ٹھہرایا جاتا تھا' ٹھہرایا گیا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس یزید خبیث کے سامنے رکھ دیا گیا' اس نے حکم دیا کہ سر مبارک کو سونے کے طشت میں رکھا جائے۔ یزید آپ کے سر اقدس کی طرف دیکھتا اور یہ اشعار پڑھتا تھا:

صبرنا و کان الصبر منا عزیمة — وأسیافنا یقطعن کفا و معصما

نعلق ھاما من رجال اعزة — علینا وھم کانوا أعق و أظلما

''ہم صبر کرتے رہے اور ہمارا یہ صبر کرنا بطور عزیمت تھا اور (اب) ہماری تلواریں مخالفوں کے ہاتھ اور کلائیاں کاٹ رہی ہیں''۔

''ہم کھوپڑیاں پھاڑ رہے ہیں ایسے مردان کار کی جو پہلے ہم پر غالب تھے دراصل یہ لوگ باغی اور ظالم ہیں''۔

پھر یزید پلید نے بہت قبیح گفتگو کی اور حکم دیا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اقدس کو شام میں سولی پر لٹکا دیا جائے اور جب لٹکا دیا گیا تو خالد بن عفران نے خود کو اپنے ساتھیوں سے روپوش کر لیا اور وہ افاضل تابعین سے تھے۔ ایک مہینے بھر کی تلاش و جستجو کے بعد وہ ملے حتیٰ کہ جب ان سے روپوش ہونے اور عزلت گزینی کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا: ''کیا تم لوگ دیکھ نہیں رہے کہ ہم پر کیسی مصیبت نازل ہوئی ہے'' (یعنی ہم نے ایک ایسا کام کر ڈالا ہے جس کی وجہ سے ہم پر خداوند تعالیٰ کا قہر و غضب نازل ہو سکتا ہے) اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

جاء وا برأسک یا ابن بنت محمد — متزملا بدمائه تزملا

وکأنما بک یا ابن بنت محمد — قتلوا جهارا عامدین رسولا

قتلوک عطشانا ولم یترقبوا — فی قتلک التنزیل و التأویلا

ویکبرون بأن قتلت وانما — قتلوا بک التکبیر و التهلیلا

''اے نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ لوگ آپ کے سر انور کو خون کی سرخ رداء میں لپیٹ کر لائے ہیں''۔

''اور اے محمد عربی (ﷺ) کی بیٹی کے بیٹے! انہوں نے آپ کو قتل کر کے صرف آپ کے خون سے ہاتھ رنگین نہیں کیے ہیں بلکہ یہ تو ایسے ہے جس طرح انہوں نے عمداً اور جھراً یعنی برملا رسول اللہ ﷺ کا قتل کیا ہو''۔

''ان یزیدیوں ظالموں نے آپ کو پیاس کی حالت میں شہید کرتے وقت نہ قرآن مجید کو دیکھا اور نہ اس کی تفسیر (یعنی حدیث پاک) کا لحاظ رکھا''۔

''یہ پلید نعرہ زن ہیں کہ اللہ اکبر! انہوں نے آپ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے آپ کو قتل کر کے تکبیر کی عظمت پر بھی تکبیر پڑھ دی اور چھری پھیر دی ہے اور کلمہ شہادت کا بھی جنازہ نکال دیا اور اس پر کلمہ شہادت پڑھ دیا ہے''۔ (صحیح بخاری ج ۷ ص ۹۴)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر انور کہاں مدفون ہے؟

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو کہاں دفن کیا گیا؟ اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ حافظ ابو العلاء ہمدانی کا بیان یہ ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تھا تو اس نے سر مبارک مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ یزید نے بنی ہاشم اور ابوسفیان دونوں کے چند غلام بھی ساتھ بھیجے تھے۔ بعد ازاں امام حسین کا بقیہ سامان اور ان کے اہل و عیال میں سے جو بچ گئے تھے' انہیں بھی ان موالی کے ہمراہ روانہ کر دیا تھا اور ان کو تمام تر ضرورت کی اشیاء دے کر روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ مدینہ منورہ میں ان کو جس چیز کی بھی حاجت ہو وہ انہیں فراہم کی جائے اور امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک عمرو بن سعید بن العاص جو اس وقت مدینہ شریف کے گورنر تھے' ان کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس پر عمرو بن سعید نے کہا تھا کہ میری دلی خواہش تھی کہ آپ کا سر مبارک میری طرف نہ بھیجا جاتا' پھر عمرو بن سعید بن عاص کے حکم کے مطابق کفن میں لپیٹ کر سر مبارک کو جنت البقیع میں آپ کی والدہ مکرمہ حضرت سیدہ فاطمہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کے پاس دفنایا گیا اور یہ قول زیادہ درست ہے۔ اسی بناء پر زبیر ابنِ بکار نے کہا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک شام سے مدینہ منورہ لایا گیا تھا اور زبیر اہلِ نسب میں بہت بڑے عالم ہیں اور نسب دانی میں ان کا ایک علم و فضل میں نمایاں مقام و مرتبہ ہے' وہ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات محمد بن حسن مخزومی ماہر نسب نے بیان کی ہے''۔

امامیہ کا موقف

امامیہ حضرات کا موقف یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک چالیس (۴۰) دن کے بعد کربلا واپس لوٹا دیا گیا تھا اور اس کو جسم کے ساتھ ملا دیا گیا تھا اور اسی مناسبت سے امامیہ کے نزدیک یہ دن زیارت چہلم کے نام سے مشہور ہے اور باقی یہ قول کہ آپ کا سر مبارک قاہرہ یا مشہد کے اندر عسقلان میں ہے' یہ باطل ہے' درست اور ثابت نہیں ہے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کا انجام بد

اللہ تعالیٰ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو دردناک انجام سے دوچار کر کے ہلاک فرمایا۔ وہ بندر رکھا

گیا اور ایک طویل خوف اور غم وحزن کے اندر مبتلا رہنے کے بعد اس کی ہلاکت ہوئی اور اس کے سر کو جس میں عیب اور برائی جمع تھے' اس مقام پر رکھا گیا جہاں امام حسین کے سر مبارک کو رکھا گیا تھا۔ یہ واقعہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چھ (٦) سال بعد رونما ہوا۔ مختار نے بعدازاں اس سر کو مدینہ منورہ بھیج دیا تھا' وہاں اسے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادِ کرام کے سامنے رکھا گیا' اسی طرح عمرو بن سعد اور اس کے کمینے ساتھیوں کی گردنیں تلوار سے اُڑا دی گئیں اور وہ بھی موت کا پیالہ پی کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور ہاں! ان ظالموں نے ابھی ایک دن اس بہت علم رکھنے والے بادشاہ کے سامنے حساب کے لیے کھڑے ہونا ہے' وہ دن جس کے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ○ (الرحمٰن:۴۱)

مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو پیشانیوں اور پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمارہ بن عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ہمنواؤں کے سر لائے گئے تو ان کو مسجد کے صحن میں نصب کر دیا گیا' جب میں وہاں پہنچا تو لوگ بیان کر رہے تھے کہ ایک اژدھا آیا اور ان سروں کے درمیان گھس گیا' پھر وہ عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا' کچھ دیر تک اندر رہا اور اس کے بعد نکلا اور چل دیا یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ لوگوں نے بتایا کہ اسی طرح اس اژدھا نے دو تین بار چکر لگائے۔

علماء فرماتے ہیں: یہ ابنِ زیاد کے اس فعل کا بدلہ تھا جو اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ کیا تھا اور یہ مکافاتِ عمل کے طور پر سانپ کا ابنِ زیاد کے نتھنوں میں داخل ہونا قدرت کی طرف سے اس ظالم بدبخت پر عذاب کی بڑی واضح نشانیوں میں سے ہے۔ بعدازاں یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی کو ان قاتلانِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مسلط فرما دیا جس نے انہیں چن چن کر واصلِ جہنم کیا۔

امیر مذحج بن ابراہیم بن مالک اور عبیداللہ بن زیاد کی مقام ''موصل'' سے پندرہ (۱۵) میل کے فاصلہ پر مڈبھیڑ ہوگئی۔ عبیداللہ بن زیاد کے پاس تینتیس (۳۳) ہزار سپاہی تھے اور ابراہیم کے لشکر کی تعدادبیس ہزار (۲۰۰۰۰) سے کم تھی' دونوں لشکروں کی باہم نیزوں' تیروں سے لڑائی ہوتی رہی' پھر تلواریں چلیں یہاں تک کہ تاریکی چھا گئی۔ ابراہیم نے ایک شخص کی طرف دیکھا جس نے بڑا خوبصورت اور عمدہ لباس پہن رکھا ہے اور اس نے ایک لمبی پاؤں تک زرہ پہن رکھی ہے اور اس نے سر پر نسواری رنگ کی سچی ریشمی پگڑی باندھی ہوئی ہے اور زرہ کے اوپر سبز رنگ کی واسکٹ ہے۔ اس نے واسکٹ کی جیب سے ہاتھ باہر نکالا تو اس سے کستوری کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں' اس کے ہاتھ میں ایک زریں صحیفہ ہے جس پر ابراہیم نے صرف اس صحیفہ اور اس گھوڑے کو حاصل کرنے کی غرض سے اس کا قصد کیا جس پر وہ شخص سوار تھا حتیٰ کہ جب ابراہیم نے اس شخص کو جا لیا تو ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا اور وہ صحیفہ تو اس کے ہاتھ آ گیا مگر گھوڑا بھاگ گیا اور ابراہیم اس کو قابو نہ کر سکا۔ اس وقت تک

تاریکی اس قدر گہری ہو چکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ چنانچہ سخت اندھیرا ہو جانے کے بعد اہلِ عراق اپنے لشکرگاہ کی طرف پلٹ آئے۔ عالم یہ تھا کہ کشتوں کے پشتے اس طرح لگے تھے کہ گھوڑوں کو لاشوں کے اوپر سے گزرنا پڑ رہا تھا' اب صبح دم جب حساب لگایا جاتا ہے تو اہلِ عراق کے کل تہتر (۷۳) افراد جنگ میں کام آئے ہوئے ہیں جبکہ اہلِ شام کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مردانِ کار موت کی نیند سو چکے ہوتے ہیں' اس کی تائید اس موقع پر کہے گئے اس شعر سے ہوتی ہے:۔

فتعشوا منهم بسبعين ألفاً　أو يزيدون قبل وقت العشاء

''ابراہیم کے سپاہی عشاء کے وقت سے قبل ہی اہلِ شام کے ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ مردانِ کارزار کو موت کا جام پلا چکے تھے''۔

اور جب صبح ہوئی تو امیر لشکر ابراہیم کو رات میں بھاگ جانے والا گھوڑا بھی مل گیا جو اس کا ایک سپاہی پکڑ لایا تھا' جب ابراہیم کو یہ معلوم ہوا کہ وہ شخص جو رات کو اس کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس گھوڑے پر سوار تھا' وہ عبیداللہ بن زیاد تھا تو اس کی خوشی کی انتہاء نہ رہی' اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور شکر وسپاس کے جذبات سے سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا اور خدا کا شکر کرتے ہوئے کہا: ''الحمدلله الذی أجری قتله علی یدی'' ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ابنِ زیاد کو قتل کرنا میرے ہاتھ پر لکھ دیا تھا'' پھر ابراہیم امیر لشکر نے مختار ثقفی کے دربار میں جو کٹے ہوئے سر بھیجے تھے' ان کی تعداد ستر ہزار سے زائد بنتی تھی' ان سروں میں پہلی کھیپ ان سرکشوں کے بریدہ سروں کی تھی جو اس فسادی ٹولے کے سرخیل تھے' ان میں سرفہرست عبیداللہ کا سر تھا جو زیاد کی طرف منسوب ہے۔

مصنف کہتے ہیں: مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیلات کو میں نے حافظ ابوالخطاب ابنِ دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''مرج البحرین فی مزاید المشرقین والمغربین'' سے حاصل کیا ہے۔

فصل

عبیداللہ بن زیاد نے جن کرتوتوں کا ارتکاب کیا ایسی ہی کارستانیوں کا ارتکاب اسی قماش کا ایک اور شخص بشر بن ارطات عامری ابنِ زیاد سے پہلے کر چکا تھا جس نے اسلام کی ہتک کی تھی اور ناحق خون بہائے تھے اور لوگوں کو المناک موت کا مزہ چکھایا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حق اور عزت وحرمت تک کا بھی لحاظ نہ کیا۔ چنانچہ اس نے اہلِ بیت کرام کے قتل کو روا رکھا' ان کے سروں پر بزورِ شمشیر حکمرانی کی اور پھر بجلی کی سی تیزی سے ان کی موت کا فیصلہ کر دیا اور عبدالمطلب کے پوتے حضرت عبیداللہ بن عباس کے دو کمسن بیٹوں قثم اور عبدالرحمٰن کو ان کی والدہ کی آنکھوں کے سامنے جب وہ شاداں وفرحاں کھیل رہے تھے' موت کے گھاٹ اُتار دیا جس کا ماں کے دل پر اتنا شدید اثر ہوا کہ ایک طرح سے وہ بچوں کی جدائی پر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ اس روایت میں صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن انہوں نے نماز کو عام معمول سے ہٹ کر بہت زیادہ طول دیا' لمبا قیام کیا اور لمبے رکوع اور سجود کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر انہوں نے مصیبت کے دن سے اور بے پردہ

اور عریانی کے زمانہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ راوی کہتا ہے: ہم نے سوال کیا کہ اے ابوذر! آپ نے کس چیز سے پناہ مانگی ہے اور کس بارے میں دعا کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''مصیبت کے دن سے اور بے پردگی سے کیونکہ مسلمان عورتیں قید کرلی جائیں گی' پھر ان کی منڈی لگے گی اور ان خواتین کی پنڈلیوں کو ننگا کر کے دکھایا جائے گا' جس خاتون کی پنڈلیاں فربہ (اور خوبصورت) ہوں گی اس کا سودا ہو جائے گا تو میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی ہے کہ میں وہ زمانہ نہ پاؤں اور شاید تم وہ زمانہ دیکھو گے۔''

ابنِ عبدالبر نے ''تاریخ الکبیر'' کے حوالہ سے بیان کیا ہے: حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تحکیم کے بعد بشر بن ارطات کو لشکر کے ہمراہ مدینہ بھیجا' جب یہ لوگ شام سے چل کر مدینہ پہنچے تو ان دنوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے عامل (گورنر) تھے' حضرت ابو ایوب وہاں سے بھاگ کر حضرت علی کے پاس چلے گئے تھے۔ بشر بن اطارت مدینہ میں داخل ہوا اور اس نے منبر شریف پر چڑھ کر کہا: ''میرے وہ بزرگ کہاں ہیں جن کے ساتھ میں نے کل کلاں عہد کیا تھا'' اس کی مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے' پھر کہا: ''اے اہلِ مدینہ! بخدا! اگر میں نے معاویہ سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو مدینہ میں کسی بالغ شخص کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا'' پھر اس نے اہلِ مدینہ کو حکم دیا کہ معاویہ کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور بنی سلمہ کے قبیلہ کو اس نے پیغام بھیجا کہ تمہارے لیے کوئی امان نہیں ہے اور نہ ہی تم سے اس وقت تک میں بیعت لوں گا جب تک تم جابر بن عبداللہ کو میرے پاس نہیں لے کر آتے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کو جب خبر ہوئی تو وہ مدینہ سے نکل گئے یہاں تک کہ شام میں زوجۂ رسول ﷺ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کا کیا مشورہ ہے؟ کیونکہ یہ بیعت تو گمراہی کی بیعت ہے لیکن اگر میں بیعت نہیں کرتا تو اندیشہ ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''میرا مشورہ یہ ہے کہ تم بیعت کرلو کیونکہ میں نے اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہ کو بھی بیعت کر لینے کا حکم دیا ہے۔'' چنانچہ جابر بن عبداللہ نے بشر بن ارطات کے پاس آ کر معاویہ کے لیے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بشر نے مدینہ منورہ میں بیعت نہ کرنے والوں کے گھروں کو مسمار کرا دیا تھا' پھر وہ وہاں سے چلا گیا یہاں تک کہ مکہ معظّمہ پہنچا' وہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے' جب انہیں بشر کی آمد کی اطلاع ہوئی تو ان کو اپنی جان کا ڈر ہوا کہ بشر ان کو قتل کر دے گا۔ چنانچہ وہ مکہ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور بشر کو جب اس واقعہ کی رپورٹ پہنچی تو اس نے کہا: ابوموسیٰ اشعری کو میں قتل کرنے والا نہیں ہوں کیونکہ انہوں نے حضرت علی کی بیعت توڑ دی تھی۔ بشر نے ان کو طلب نہیں کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن خط لکھا کہ معاویہ کی طرف سے یمن پر گھوڑ سواروں کا ایک دستہ بھیجا جا رہا ہے جو اس مقصد کے لیے بھیجا جا رہا ہے کہ جو لوگ معاویہ کی حکومت کو تسلیم نہ کریں ان کو قتل کر دیا جائے' پھر بشر بن ارطات یمن چلا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے یمن کے عامل اس وقت عبیداللہ بن عباس تھے' انہیں جب بشر کی خبر ہوئی تو وہ وہاں سے کوفہ چل دیئے اور اپنی جگہ عبیداللہ بن عبدمدان حارثی کو شہر کا عامل مقرر کر گئے۔ بشر نے عبیداللہ اور ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ عبیداللہ بن عباس کے گھربار

سے بشر کو جو کچھ ملا اس میں عبید اللہ بن عباس کے دو کمسن بیٹے بھی تھے۔ بشر نے ان دونوں بچوں کو بھی قتل کر دیا اور پھر شام لوٹ گیا۔

ابوعمرو شیبانی کا بیان ہے کہ بشر بن ارطات کو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حامیوں سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا' جب وہ مدینہ آیا تو اس نے عبید اللہ بن عباس کے دو بیٹوں کو قتل کیا تھا اور اہلِ مدینہ بھاگ کر حرہ جسے حرہ بنی سلیم کہتے تھے' میں داخل ہو گئے تھے۔ ابوعمرو شیبانی نے اسی خروج کا ذکر کیا ہے۔ بشر نے ہمدان پر شب خون مارا اور بڑی لوٹ مار اور غارت گری کی' عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ اسلام میں مسلمان عورتوں کو قیدی بنایا گیا' اس نے بنی سعد کے مردوں کو قتل کر دیا تھا اور عورتوں کو قید کر لیا تھا۔ اہلِ بیت کے دو بچوں کے قتل کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کہاں قتل کیے گئے تھے۔ آیا وہ مدینہ منورہ میں قتل ہوئے' مکہ معظمہ میں یا یمن میں؟ کیونکہ بشر بن ارطات ان تینوں شہروں میں داخل ہوا اور ہر جگہ اس نے قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنے عناد کا مظاہرہ کیا اور فساد پھیلایا اور ان کے اہلِ بیت کے ساتھ بہت زیادہ بغض اور دشمنی کا ثبوت دیا۔ اہلِ بیت کرام پر اس نے لشکر مسلط کر رکھے تھے جنہوں نے قتل کرنے' قیدی بنانے اور گھروں کو مسمار کرنے غرضیکہ ہر ظلم اور زیادتی کی انتہا کر دی تھی اور سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ صرف کھائیاں اور زمین میں گاڑے ہوئے کھونٹے اور کیل باقی رہ گئے۔ یمن پر معاویہ کی طرف سے بشر نے ۴۰ھ میں چڑھائی کی تھی' جب وہاں حضرت عبداللہ بن عباس کے بھائی حضرت عبید اللہ بن عباس عامل تھے۔ عبید اللہ وہاں سے بھاگ نکلے تھے' بشر یمن میں ٹھہرا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ بشر بن ارطات نے اپنا دین و ایمان دنیا کی حقیر دولت کے عوض بیچ دیا اور بہت خسارے کا سودا کیا' اس نے یمن میں بہت اودھم مچایا' راستے خطرناک ہو گئے' چراگاہیں اُجڑ گئیں' خواتین کی بے حرمتی کی گئی یہاں تک کہ مسلمانوں کی عورتوں کو فروخت کرنے سے بھی اس نے گریز نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشر بن ارطات کی تلاش میں حارثہ بن قدامہ سعدی کو بھیجا تھا لیکن وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے دنیا میں بہت ننگ و عار اور ذلت و رسوائی کے کاموں کو اپنا شعار بنائے رکھا' نہایت قبیح کردار کا حامل رہا' دنیا میں تو اس نے اپنے برے افعال کی چادر اوڑھ لی لیکن آخرت میں جبار و قہار جو سب کچھ جاننے والا ہے' اس مالکِ حقیقی کی عدالت میں ابھی تک فیصلہ ہونا باقی ہے' یوم حساب ابھی آنا ہے۔ جس کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝ (الرحمٰن: ۴۱)

مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو پیشانیوں اور پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے ۝

شریف (سید) ابوعبداللہ محمد بلاد یمن کی طرف واپس لوٹ آئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل ہونے تک وہاں کے والی رہے۔

بشر بن ارطات کی صحابیت کی تحقیق

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ بشر بن

ارطات نے نبی اکرم ﷺ سے ایک حرف کا سماع بھی نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے وصال فرمانے کے وقت وہ بہت کمسن تھا۔لہٰذا اس کے لیے حضور ﷺ کی صحبت ثابت نہیں ہے۔بعض دوسرے ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ بشر بن ارطات کو آخر عمر میں انجانا ہو گیا تھا۔یحییٰ بن معین نے کہا: وہ ایک برا شخص تھا۔مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: حافظ ابوالخطاب ابنِ دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

دوسرا موقف

امام ابوداؤد نے حضرت جنادہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ:

ابن ابی امیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ بشر بن ارطات کے ساتھ سمندر میں سفر کر رہے تھے' بشر کے پاس ایک منصور نامی شخص کو لایا گیا' اس نے ایک اونٹنی چوری کی تھی۔ بشر بن ارطات نے کہا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنگ میں (چور کے) ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔اگر حضور ﷺ کی یہ حدیث نہ ہوتی تو میں اس شخص کے ہاتھ کاٹ دیتا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث:۴۴۰۸' ترمذی رقم الحدیث:۱۴۵۰' نسائی ج ۸ص ۹۱' الدارمی ج ۲ص ۲۳۱' المستدرک للحاکم ج ۴ص ۳۸۲)

امام المحدثین ابومحمد عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اس بشر بن ارطات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں پیدا ہوا' تاہم اس کے متعلق تاریخ یہ بھی بیان کرتی ہے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ اس کا رویہ بہت برا رہا ہے اور نیز یہی وہ بدبخت ہے جس نے حضرت عبیداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دو کمسن بیٹوں کو ذبح کر دیا تھا اور ان بچوں کی والدہ محترمہ اس صدمہ کی وجہ سے اپنی عقل کھو بیٹھی تھیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شقی القلب کے خلاف دعا کی تھی کہ اللہ اس کی عمر لمبی کرے اور اس کی عقل جاتی رہے اور خدا نے ایسا ہی کر دیا۔'' (اور وہ پاگل ہوا اور سٹھیا کر اور سٹپٹا کر ہلاک ہوا) ابنِ دحیہ بیان کرتے ہیں: ''جب اس سنگ دل نے ان دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذبح کیا تو ان کی ماں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی' موسم حج میں جب وہ اپنے کمسن بچوں کے اس بے دردی کے ساتھ ذبح کرنے کا ذکر کرتیں تو سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور ہر شخص اشکبار ہو جاتا اور لوگوں کی آہیں نکل جاتی تھیں۔ وہ ماں اپنے کمسن بچوں کو یاد کرتی اور یہ شعر پڑھتی تھیں:

ھا من أحس بابنی اللذین ھما
کالدرتین تسطا عنھما الصدف

''سنو! میرے ان دو بچوں کو کس نے دیکھا ہے؟ جو اس طرح چمک رہے تھے جیسے

ھا من أحس بابنی اللذین ھما — سمعی وعقلی فقلبی الیوم مختطف
حدثت بشرا وما صدقت مازعموا — من قولھم ومن الافک الذی اقترف
أحنی علی ودجی ابنی مرھفة — مشحوذة وکذالک الاثم یقترف

''سنو! میرے موتیوں ایسے دو لڑکوں کو کس نے دیکھا ہے؟ وہ دونوں میرے کان اور عقل تھے

اور آج میں ان کو کھو کر عقل و حواس کھو بیٹھی ہوں کیونکہ مجھ سے کوئی میرا دل چھین کر لے گیا ہے۔ مجھے بتایا جاتا ہے کہ بشر نامی شخص نے تیرے بیٹوں کو ذبح کیا ہے' مجھے لوگوں کی بات پر یقین نہیں آتا اور میں لوگوں کی اس بات کو ایک صاف جھوٹ قرار دیتی ہوں کیونکہ میرا دل نہیں مانتا کہ میرے ان بے گناہ اور معصوم بچوں کو کوئی سنگ دل اس بے دردی سے ذبح کرنے کے گناہ کا بھی ارتکاب کرسکتا ہے''۔

۹۳۔ فتنوں کا دور

فتنہ کے دور میں زبان کھولنا تلوار چلانے سے زیادہ سخت ہوگا

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا جو عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا' اس میں قتل ہونے والے لوگ دوزخ میں جائیں گے' اس میں زبان کھولنا تلوار چلانے سے بڑھ کر فتنہ انگیزی کا باعث ہوگا۔ (امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے)

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۵' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲)

زبان کو روکے رکھنے کا حکم

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب ایسا فتنہ برپا ہوگا جو بہرہ' گونگا اور اندھا ہوگا' جو اس کی طرف نظر بھی کر کے دیکھے گا وہ اس کی دست برد سے بچ نہیں سکے گا' اس دورِ پُر آشوب میں زبان کھولنا تلوار چلانے کی طرح ہوگا۔'' (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۴)

فتنہ سے بچنے کا حکم

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم فتنوں سے بچنا کیونکہ اس میں زبان ہلانا ایسے ہی ہوگا جیسے تلوار چلانا ہوتا ہے۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۶۸)

فصل

بعض الفاظ حدیث کی لغوی تحقیق

اس باب کی حدیث میں ایک لفظ ''تستنطف'' ذکر ہوا ہے' اس کا معنیٰ چھینکنا ہے۔ یہ ''نطف الماء'' کے محاورہ سے لیا گیا ہے اور اس کا معنیٰ ہوتا ہے: ''پانی کے قطروں کا ٹپکنا'' اور ''النطفة'' شفاف اور نتھرے ہوئے پانی

کو کہا جاتا ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور اس کی جمع ''نطاف'' آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا فتنہ ہوگا جس میں لوگ اس طرح کٹ کٹ کر دوزخ میں گریں گے جیسے مینہ برس رہا ہو یا ژالہ باری ہو رہی ہو۔ دوزخ میں اس لیے جائیں گے کہ ان کا مقصد شیطان کی اتباع اور ہوائے نفسانی کی پیروی تھی اور یہ فتنہ فساد محض دنیا کے حصول کے لیے تھا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ''میری سمجھ میں تو یہی معنیٰ آیا ہے' اس کے علاوہ میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے کوئی اور معنیٰ بیان کیا ہو۔'' واللہ اعلم

''اس فتنہ میں زبان چلانا اور بیان بازی کرنا تلوار چلانے سے بڑھ کر فتنہ انگیزی کا باعث ہوگا'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

''اس کا مطلب ہے ظالم حکمرانوں کے پاس جھوٹی رپورٹیں پہنچانا اور سیاہ صحافت کا کردار ادا کرنا جس سے بسا اوقات قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے' بادشاہ غلط فہمی کا شکار ہو کر بعض لوگوں کو ناحق قتل کرا دیتا ہے اور کوڑوں وغیرہ کی سزا دے دیتا ہے جس سے ردعمل کے طور پر عوام میں انارکی پھیلتی ہے اور بہت بڑا فساد پھیلتا ہے جو خود فتنہ سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے''۔

امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سنا ہے' رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: بسا اوقات بندہ اپنے منہ سے ایسی بات نکالتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرتا ہے جس کی گہرائی اتنی ہے جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان دُوری ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹' ابن حبان ج ۷ ص ۴۸۵)

اور ایک روایت میں یوں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک بندہ ایک کلمہ اپنے منہ سے نکالتا ہے جس کے بارے میں بندے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس ایک کلمے کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا پڑے گا جس کی گہرائی اس سے بھی زیادہ ہے جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان دُوری ہے۔ (یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

(صحیح بخاری ج ۱۱ ص ۳۰۸' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۱۷' ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۴' ابن حبان ج ۱ ص ۲۵۲)

ایک روایت یوں ہے' آپ نے فرمایا کہ بے شک ایک شخص اپنی زبان سے ایسی بات کہتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور بندہ (اس بات کی حقیقت سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے) اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اور اس بات کی وجہ سے وہ ستر (۷۰) برس تک جہنم میں لڑھکتا رہے گا۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۰' مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۹۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹' المسند الحمیدی رقم الحدیث: ۹۱۱' ھناد الزہد رقم الحدیث: ۱۱۴۰' المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۵-۴۶' ابن المبارک الزہد رقم الحدیث: ۴۹۰' ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۶۱' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۸۸۸)

بعض الفاظ حدیث کی تحقیق

اس باب کی حدیث میں ''من سخط اللہ'' سے مراد ایسے امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بنتے ہیں۔ مثلاً جیسے جھوٹی بات بیان کرنا یا بہتان تراشی کرنا یا گھٹیا اور اخلاق سے گری ہوئی بات کہنا یا باطل قصے کہانیاں بیان

کرنا جس سے مقصود لوگوں کو ہنسانا ہوتا ہے تو یہ امور ایسے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

ایک حدیث مبارک میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بربادی ہے اس شخص کے لیے کہ جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی بات کہتا ہے اس کے لیے بربادی ہے اس کے لیے بربادی ہے (آپ نے یہ بات تکرار کے ساتھ ارشاد فرمائی)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ بے شک آدمی کبھی ہنسی مذاق میں کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ مزاحیہ فقرہ اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے جس کی گہرائی اتنی ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان دُوری ہے۔

لفظ ''الرفاهية'' کی تحقیق

رفاہیہ کا اصل معنیٰ زندگی کی آسودگی اور خوشحالی ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندہ عیش و آرام کی زندگی گزارتے ہوئے اتنا آزاد منش اور منہ پھٹ ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا میں سرکشیوں کی وجہ سے کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جسے وہ تو اپنے خیال میں بہت ہلکی اور معمولی جانتا ہے مگر اس کی وہ بات اللہ عزوجل کو پسند نہیں آتی جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ کلمہ اس کی بربادی اور تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ (اس لیے زبان کو قابو میں رکھنا چاہیے اور سنجیدہ اور شائستہ گفتگو کرنے کو اپنا شیوہ اور وطیرہ بنانا چاہیے)

ابوعبیدہ نے کہا: ''الرفاهية'' سے ملتا جلتا ایک اور لفظ ''الرفاعية'' ہے ان دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے یعنی زندگی کا آرام اور خوشحالی لیکن حدیث میں ''الرفاهية'' ہی آیا ہے۔

''صماء بكماء عمياء'' کی تحقیق

بہرا، گونگا اور اندھا، فتنہ کو حدیثِ پاک میں ایک گونگے، بہرے اور اندھے شخص سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ فتنہ ایسا ہوگا کہ جس میں قصوروار اور بے قصور سب مارے جائیں گے کیونکہ گولی اور لاٹھی کے نہ کان ہوتے ہیں، نہ آنکھیں۔ وہ مجرم اور بری میں امتیاز کیے بغیر سب کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اس فتنہ میں اندھے قتل ہوں گے اور کسی کی شنوائی اور دادرسی نہ ہوگی، کسی کو کچھ سمجھ نہیں آئے گا کہ کیا ہو رہا ہے، ایک اندھیر نگری ہوگی، انسان اندھے بہرے اور گونگے شخص کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارے گا اور فتنوں سے بچاؤ کی کوئی سبیل نظر نہیں آئے گی۔

''البكم'' پیدائشی گونگے کو کہتے ہیں اور ایک لفظ ''الطرش'' ہے اس کا معنیٰ بھی بہرا ہے لیکن یہ کسی بیماری وغیرہ سے کان میں بھاری پن اور خرابی پیدا ہونے سے ہوتا ہے۔

۹۴۔ فتنوں کے وقت صبر کرنے اور جان دے دینے کا حکم اور سعادت مند وہ ہے جو ان فتنوں سے الگ رہے

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر!'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہوں'' پھر حدیث بیان کرتے ہوئے اس میں بیان فرمایا: ''تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ لوگوں کو موت گھیر لے گی اور قبر والا گھر بھی اس وقت ایک غلام کی قیمت میں ملے گا؟'' میں عرض گزار ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانیں یا جو میرے لیے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول پسند فرمائیں پھر کہ تم پر صبر لازم ہے یا فرمایا کہ صبر کرنا' پھر مجھ سے فرمایا: ''اے ابوذر!'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ (ﷺ)! میں تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہوں'' فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم احجار الزیت نامی مقام کو خون سے بھرا ہوا دیکھو گے؟ عرض گزار ہوا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کا رسول ذی شان جو میرے لیے حکم فرمائیں۔ فرمایا کہ اپنے اہل وعیال میں چلے جانا تمہارے لیے ضروری ہے'' عرض کی: ''یارسول اللہ (ﷺ)! کیا میں اپنی تلوار لے کر اسے اپنے کندھے پر نہ رکھ لوں؟'' فرمایا کہ پھر تو تم بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کی: ''پھر آپ میرے لیے کیا حکم فرماتے ہیں؟'' فرمایا کہ اپنے گھر میں ٹکے رہنا۔ میں نے عرض کی کہ اگر کوئی مفسد میرے گھر میں مجھ پر آ چڑھے؟ فرمایا کہ اگر تمہیں تلوار کی چمک ڈرائے تو اپنے منہ پر کپڑا ڈال لینا تاکہ وہ شخص تمہارے اور اپنے گناہ کو سمیٹ لے اور وہی دوزخی ہو۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۸' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۴' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۹۷' رواہ الخلیل رقم الحدیث: ۲۴۵۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث فتنہ کے ذکر کے وقت فرمایا: ''تم اپنے گھر میں ٹکے رہو'' عرض کیا گیا: ''اگر کوئی فسادی گھر کے اندر آ گھسے؟'' فرمایا: ''خاکستری رنگ کے ست رو اونٹ کی طرح ہو رہنا جو بوجھل پاؤں سے اُٹھے اور مرے جی سے چلے''۔

فتنہ کے وقت صبر کرنے کا حکم

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''اللہ (عزوجل) کی قسم ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سعید وہ ہے جو فتنوں سے لاتعلق رہے' بے شک سعادت مند وہ ہے جو فتنوں سے کنارہ کش رہا' نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے الگ رہا جس نے ناچار پھنس جانے پر صبر کیا وہ قابلِ ستائش ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۳' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۴۰۵)

دین پر استقامت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب دین پر قائم رہنا اور صبر کرنا ایسے ہوگا جس طرح ہاتھ میں انگارے پکڑنا'' (یہ حدیث غریب ہے) (الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۹۵۷' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۶۰' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۸۸۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۰' البزار رقم الحدیث: ۳۳۷۰)

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

اس باب کی حدیث میں ایک لفظ ''الوصیف'' وارد ہوا ہے' اس کا معنیٰ خادم اور غلام ہوتا ہے' حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اپنے کاموں میں اس قدر مشغول ہوا کریں گے کہ ان کو اپنے مردے دفن کرنے تک کی فرصت نہیں ہوگی یہاں تک کہ کوئی گورکن نہیں ملے گا جو قبر کھود دے اور مردے کو دفن کیا جاسکے۔ الا یہ کہ تم ایک غلام کی قیمت کے مساوی روپیہ خرچ کر کے گورکن کو قبر کی کھدائی کے لیے حاصل کرو گے۔ دوسرا معنیٰ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبرستانوں کی جگہیں تنگ پڑ جائیں گی اور لوگ اپنے مردوں کو دفنانے کے لیے بھاری قیمت ادا کر کے قبر کی جگہ حاصل کریں گے یہاں تک کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر ہوگی۔

غرقت بالدم

''غرقت'' بمعنیٰ ''لزمت'' ہے اور ''الفروق'' کا معنیٰ اس جگہ میں ''لزوم'' کے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ''غرقت'' اور ''احجار الزیت'' مدینہ شریف میں موضع کا نام ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی اللحم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے اور بارش کی دعا فرما رہے تھے۔

احجار الزیت کی تحقیق اور ماہرین ارضیات کی آراء

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ ''کتاب المدینہ'' (علی ساکنھا الصلوٰۃ والسلام) میں لکھتے ہیں:

''ابن ابی فدیک کا بیان ہے کہ مجھے احجار الزیت کا علم ہے۔ یہ تین پتھر تھے جو اُم کلاب کے گھروں کے سامنے ہوتے تھے' ان دنوں یہ جگہ ''بیت بنی اسد'' (کاشانہ بنو اسد) کے نام سے مشہور تھی۔ ممکن ہے بعد میں یہ پتھر (احجار الزیت) کوڑے کچرے وغیرہ میں دب گئے ہوں۔''

ہلال بن طلحہ فہری کہتا ہے کہ حبیب بن سلمہ فہری نے مجھے خط لکھا کہ کعب نے احجار الزیت (آئل ہلز) کے متعلق پوچھا ہے کہ میں اسے اپنی قوم کے کسی ماہر ارضیات سے دریافت کر کے احجار الزیت کے بارے میں تحقیقی رپورٹ بھیجوں۔ ابن سلمہ فہری کہتا ہے: کعب جب مدینہ آیا تو اس نے مجھے خط دیا اور کہا: ''کیا آپ ماہر ارضیات ہیں اور جغرافیہ کے عالم ہیں؟'' میں نے کہا: ''ہاں!'' پھر میں نے ان کو احجار الزیت کے بارے میں معلومات فراہم کیں اور انہیں بریفنگ دی۔ میں نے کعب کو بتایا کہ مقام زوراء میں ایک چٹان تھی جس پر تیلی (تیل کے بیوپاری) اپنے مشکیزے لا کر رکھتے تھے اور وہاں تیل کی منڈی لگتی تھی جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام ''احجار الزیت'' (یعنی آئل ہلز) پڑ گیا تھا' پھر میں کعب احبار کو لے کر اس مقام پر آیا اور میں نے انہیں وہ پتھر دکھائے اور کہا یہ ہے احجار الزیت۔ کعب احبار کہنے لگے: ''نہیں! بخدا! یہ پتھر وہ تو نہیں جن کی صفت اللہ کی کتاب میں بیان ہوئی ہے' تم

پھرے آگے چلو کیونکہ تم میری نسبت راستہ سے زیادہ واقف ہو۔" چنانچہ ہم چلتے رہے حتیٰ کہ بنی عبد الاشہل میں پہنچے۔ کعب احبار نے وہاں پہنچ کر ابو ہلال سے مخاطب ہو کر کہا: "اے ابو ہلال! میں اللہ کی کتاب میں احجار الزیت کا ذکر پاتا ہوں، اس کے متعلق اپنی قوم سے پوچھو" اور وہ اس وقت کثیر تعداد میں تھے۔ چنانچہ ابو ہلال نے بنو عبد الاشہل کے لوگوں سے احجار الزیت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے، وہاں پر خون ریزی ہوگی اور گھمسان کا رَن پڑے گا۔

فصل

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ "کن مثل الجمل الأورق" یعنی فتنہ کے وقت اگر کوئی شخص تمہارے گھر فساد کی نیت سے چڑھا آئے تو تم "اورق شتر" کی مانند بن جانا۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "الأورق" اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کا رنگ سفید مائل بہ سیاہی ہو، اسی سے رماد (راکھ) کو بھی "اورق" کہا جاتا ہے اور "الحمامة ورقاء" کہا جاتا ہے کیونکہ فاختہ کا رنگ مٹیالہ ہوتا ہے تو گویا "اورق" کا معنیٰ مٹیالے اور خاکستری رنگ والا اونٹ ہوا۔ امام اصمعی نے کہا کہ عرب کے نزدیک اس نسل کا اونٹ گوشت کے حق میں تو بہت پسند کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے لیکن بار برداری میں کمزور اور چلنے میں سست رفتار ہوتا ہے۔

انتقال

کے معنیٰ "سست رو" کے ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاکستری رنگ کے اونٹ کو بالخصوص اس لیے ذکر کیا کہ وہ عمل میں کمزور ہوتا ہے، پھر ثقیل ہونے کی شرط بھی لگا دی جس سے سست روی اور بوجھل پن میں اور اضافہ ہو گیا تو فرمایا کہ تو فتنہ کے وقت ایسے اونٹ کی مثل ہو جا۔ یہ اس وقت ہے جب کوئی فسادی تمہارے اوپر چڑھ دوڑے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ فتنہ میں کسی قسم کی حرکت سے آدمی اجتناب کرے اور صبر و تحمل سے کام لے اور اپنے دین پر مستقیم رہے۔

ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم

اس باب کی حدیث مبارک میں یہ گزرا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایام فتنہ میں اپنے گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا اور قتل کے لیے اپنے نفس کو پیش کر دینے (اور مظلومیت کی موت مر جانے کو ترجیح دینے) کی تلقین فرمائی۔ ایک گروہ نے اس حدیث مبارک سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ یہ حکم تمام فتنوں کے وقت ہے اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ فتنوں کی اس تحریک میں کسی بھی طرح شریک ہو اور حصہ لے۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک یہ احادیث اپنے ظاہر پر محمول ہیں۔ اسی لیے انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے دفاع کے لیے دوسرے مسلمان کے خلاف ہتھیار اُٹھانے اور مزاحمت کرنے کے بجائے خود سپردگی کو ترجیح دے اور جان دے دے۔

عقلی دلیل

علماءِ حدیث کا یہ گروہ نظری دلیل دیتے ہوئے یہ کہتا ہے: فتنہ میں قتال کرنے والی دونوں جماعتوں میں سے ہر جماعت کے پاس دوسرے کے خلاف جنگ کرنے کی بنیاد تاویل پر ہے اگرچہ حقیقت میں وہ خطا پر ہو لیکن تاویل کی بناء پر وہ خود کو حق پر سمجھتا ہے۔

کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کر دے جو تاویل کی بنیاد پر کسی حکم کو حق سمجھتا ہو اور دوسرے فرقہ کے نزدیک وہ موقف درست نہ ہو۔ اس کا صحیح اور اصولی طریقہ یہ ہے کہ ایسے معاملہ کو مسلمانوں کے حاکم کے پاس لے جائیں اور حاکم وقت اس مسئلہ کا جس میں علماء کا باہمی اختلاف ہو' دونوں کے دلائل سن کر جس چیز کو حق اور صواب سمجھے' اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اب حزب اختلاف میں سے کسی بھی فرد کے لیے ہرگز یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ حاکم کے اس فیصلہ کو توڑے اور اُس کی مخالفت کرے جبکہ حاکم کا یہ فیصلہ کتاب اللہ' سنتِ نبوی اور اجماع اُمت کے فیصلوں کے خلاف بھی نہیں ہے۔

اس اصولی بحث کے بعد سمجھنا چاہیے کہ فتنہ کے زمانہ میں باہم لڑائی کرنے والے دو گروہوں میں سے ہر گروہ چونکہ تاویل کی بنیاد پر اپنے تائیں حق پر سمجھتا ہے اور اپنے مخالف فرقہ کو ناحق پر' اس لیے اس جگہ بھی وہی طریقہ اپنانا چاہیے اور کسی گروہ کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ وہ ازخود دوسرے گروہ کو باطل قرار دے کر اس کو تہہ تیغ کرنا شروع کر دے اور کوئی گروہ اس اصول سے تجاوز کر کے دوسرے گروہ کو قتل کرنے کے درپے ہو تو دوسرے گروہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی مدافعت میں وہ بھی مسلح ہو کر مقابلہ میں آ جائے بلکہ صبر کرے اور جان دے دے۔

سابقہ ابواب میں ہم تفصیل سے ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ کر آئے ہیں جو فتنہ سے الگ رہے اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ ان میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں' ان دونوں حضرات' حضرت عبیدہ سلمانیؒ اور دوسرے بعض صحابہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے فتنہ کے وقت مسلمانوں کے دو آپس میں برسرِ قتال گروہوں سے خود کو دُور رکھا اور اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہا پھر اگر کوئی مفسد اس شخص کو قتل کرنے کے ارادہ سے اس کے گھر گھس آیا تو اس پر واجب ہے کہ اپنی جان کو بچانے کے لیے اس سے مدافعانہ لڑائی کر کے اپنی حفاظت کرے اور اگر اس نے اپنی جان کا دفاع نہیں کیا تو وہ خطا کار ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جو شخص اپنی جان اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے۔ (الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹۵' الارواء ج ۵ ص ۳۶۳' ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۴' البیہقی ج ۸ ص ۱۸۷)

علماء فرماتے ہیں: جس شخص کو اپنی جان اور مال کا کسی ظالم کی طرف سے خطرہ ہو تو وہ شخص خود سے ظلم کو دُور کرنے کے لیے جو بھی طریقہ پائے اس ذریعے اپنی جان اور مال کا دفاع کرے خواہ وہ ظالم عملاً اس کی جان اور مال لے لینے کے درپے ہو خواہ تاویل سے اس کا ارادہ اور قصد کرے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ان دونوں اقوال میں سے میرے نزدیک یہ دوسرا قول درست ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تائید میں علامہ قرطبی ایک روایت بیان کرتے ہیں۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی ''یارسول اللہ! مجھے یہ ارشاد فرمائیے کہ اگر کوئی آدمی میرا مال چھیننے کے ارادہ سے آئے تو؟'' آپ نے فرمایا: ''تو اسے اپنا مال مت دے'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ! اگر وہ مجھ سے لڑے تو؟'' آپ نے فرمایا: ''تو اس کو قتل کر دے'' اس نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! اگر وہ مجھے قتل کر ڈالے؟'' آپ نے فرمایا: ''تو تو شہید ہے'' اس نے عرض کیا: ''یہ فرمائیے کہ اگر میں اسے قتل کر دوں؟'' آپ نے فرمایا کہ وہ جائے جہنم میں۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۳)

ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ایسی احادیث ثابت ہیں جن میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ (صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۲۳، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۴، ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۲، نسائی ج ۷ ص ۱۱۵، ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۱۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۸۰، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹، ابن حبان ج ۵ ص ۷۹، الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۳، القضاعی رقم الحدیث: ۳۴۰، الخطیب ج ۲ ص ۳۲۹، ج ۶ ص ۱۴۱، البیہقی ج ۳ ص ۲۶۵)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''ہم نے اہلِ علم کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ چوروں سے اپنی جانوں اور اپنے اموال کی حفاظت کے لیے لڑنا جائز ہے اور حضرت ابن عمر، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق اور نعمان کا یہی مذہب ہے۔''

امام ابوبکر نے فرمایا کہ جمہور اہلِ علم کا بھی یہی مذہب ہے کہ آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مال اور اپنی جان کی حفاظت کے لیے ظالم سے جنگ کرے کیونکہ وہ احادیثِ مبارکہ جو اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے آئی ہیں، ان میں کسی وقت کی تخصیص ہے اور نہ وہ کسی خاص حال کے ساتھ مقید ہیں۔ صرف بادشاہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ اگر سلطانِ وقت کی طرف سے ظلم ہو تو اس کے خلاف خروج کرنا اور علم بغاوت بلند کرنا جائز نہیں ہے، اگر وہ جنگ کرتا ہے تو اس کے خلاف جنگ کرنا اور اس کے خلاف لڑنے کو نکلنا روا نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق احادیث وارد ہیں کہ سلطان کے جور و جفا اور ظلم و ستم پر صبر کرو اور اس کے خلاف جنگ نہ کرو اور الحمد للہ اس پر تفصیلاً گفتگو ہم اس باب میں کر چکے ہیں۔

ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم

اس باب کی احادیث کا مختصر طور پر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''جو لوگ ایام فتنہ میں قتال کو جائز نہیں سمجھتے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں قتال کرنے کو ترک کر دیا۔ انہوں نے کہا: جنگ سے احتراز کرنا واجب ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے نفس کی مدافعت نہ کرے اور بعض علماء نے کہا کہ از خود کوئی شخص فتنہ میں داخل نہ ہو اور اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی مدافعت کرے اور جمہور صحابہ اور تابعین کا یہ نظریہ ہے کہ حق کی حمایت اور مدد کرنا اور باغیوں سے جنگ کرنا واجب ہے۔ جمہور نے اس قسم

کی احادیث کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ جو شخص لڑنے میں کمزور ہو یا جس شخص کی نظر حق کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہو وہ تلوار اُٹھانے سے باز رہے۔"

علامہ طبری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"اگر مسلمانوں کے اختلاف میں یہ واجب ہوتا کہ کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور سب لوگ گھروں میں بیٹھ رہیں اور اپنی تلواروں کو توڑ دیں تو پھر کوئی حد قائم ہوسکتی ہے اور نہ کسی باطل کا ابطال کیا جاسکتا ہے اور پھر فاسقوں کو یہ موقع مل جائے گا کہ وہ لوٹ مار کریں' ڈاکے ڈالیں' خون ریزی کریں اور مسلمانوں کی عورتوں کو قید کر کے باندیاں بنائیں اور مسلمان ان سے اس لیے تعرض نہ کریں کہ فتنہ کے ایام میں جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنی اور الگ رہنا چاہیے حالانکہ یہ چیز بداھۃً باطل ہے اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب دو مسلمان کسی عصبیت یا جاہلیت پر جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں اور اس کی وضاحت مسند بزار کی اس حدیث سے ہوتی ہے: جب تم (حصول) دنیا کے لیے جنگ کرو تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (بحوالہ شرح صحیح مسلم استاذی حضرت علامہ غلام رسول سعیدی)

اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ محمدیہ کے لیے اوّل میں عافیت و اکرام اور آخر میں آزمائش رکھی ہے

عشق آسان نمود اوّل وے او فتاد مشکلہا

کہ دانم مشکلات لا الہ را

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں: "ہم ایک بار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں گئے' ہم نے ایک مقام پر قیام کیا۔ بعض مسلمان اپنا خیمہ دُرست کرنے لگے' بعض تیر اندازی کرنے لگے اور بعض مویشیوں میں رہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی نے آواز دی: "الصلوٰة جامعة" (نماز تیار ہے) ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس اکٹھے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: "بلاشبہ مجھ سے پہلے ہر نبی پر یہ فرض تھا کہ وہ اپنے علم کے مطابق اپنی اُمت کو فلاح اور خیر کی رہنمائی کرے اور جو چیز اس کے علم میں بری ہو اس سے ڈرائے اور تمہاری اس اُمت کے سابقین میں عافیت ہے اور بعد کے لوگوں میں مصیبتیں' بلائیں (آزمائشیں) اور برائیاں ہوں گی اور ایسے فتنوں کا ظہور ہوگا جن کے مقابلہ میں دوسرے فتنے کم معلوم ہوں گے' ایک فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا: اس فتنہ میں تو میری تباہی ہے' پھر وہ فتنہ دُور ہو جائے گا اور ایک اور فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا: یہی اصل فتنہ ہے۔ سو جو شخص جہنم سے دُور ہونا اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہو اس پر لازم ہے (کہ وہ اس بات پر تادمِ مرگ قائم رہے) حتیٰ کہ جب اس کو موت آئے تو اللہ عزوجل اور یوم آخرت کے ایمان وعقیدہ پر اس کا خاتمہ ہو اور اس پر لازم ہے کہ جس معاملہ کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہو' وہی معاملہ دوسروں کے ساتھ کرے اور جو شخص ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دل کی گہرائیوں سے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے اس پر لازم ہے کہ مقدور بھر اس کی اطاعت کرے اور اگر دوسرا شخص اس کی امامت سے اختلاف کرے تو اس دوسرے کی گردن اُڑا دو۔"

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۳' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸' ج ۲ ص ۱۹۱)

راوی کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے قریب ہوا اور ان سے عرض کیا: ''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں' کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟'' حضرت عبداللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنے دل میں اسے محفوظ کیا'' میں نے ان سے کہا: ''یہ تمہارے چچازاد معاویہ ہیں جو ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناحق قتل کریں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء:۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ' ہاں باہمی رضامندی سے تجارت مستثنیٰ ہے اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمانے والا ہے۔

راوی نے کہا: پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ایک لمحہ خاموش رہے' پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں ان کی نافرمانی کرو۔''

فصل

احادیث الباب کے بعض الفاظ کی لغوی تشریح

(ا) ''ینتضل'' یہ لفظ ''الانتضال'' سے بنا ہے' جس کا معنیٰ ''تیراندازی'' ہے۔

(ب) ''الجشر'' اس کا معنیٰ مال مویشی ہیں لیکن اس کا اطلاق ایسے مویشیوں پر کیا جاتا ہے جو بستی کے قریب کی چراگاہ میں گھروں کے سامنے چرنے والے ہوں۔ محاورہ میں کہتے ہیں: ''مال جشر يرعى في مكانه لأنه يرجع الى أهله'' اور ''جشرنا دوابنا'' کا محاورہ بھی بولا جاتا ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے: ''مال ڈنگر چراگاہ کی طرف نکالنا'' جشر کا حقیقی اور اصلی معنیٰ 'بعد اور دُوری'' ہے۔ کنوارے آدمی کو عربی میں 'جشر'' اور ''جشيرو'' کہتے ہیں کیونکہ وہ عورتوں سے دُور ہوتا ہے۔ ایک حدیث مبارک میں آیا ہے: جو شخص دو مہینے تک قرآن مجید پڑھنا چھوڑے رکھتا ہے قرآن مجید اس سے دُور ہو جاتا ہے۔

(ج) ''يدفق بعضها بعضاً'' یعنی یکے بعد دیگرے زور اور کثرت سے فتنوں کا آنا اور ایک پر دوسرے کا زور سے گرنا۔ اصل میں 'التدفق'' کا معنیٰ ''پانی کا زور سے گرنا'' ہوتا ہے اور زبردست سیلاب جو وادی کو دونوں کناروں سے بھر دے' اور یہ معنیٰ خود حدیث پاک میں بیان کر دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں: ایک فتنہ آئے گا اور چھٹ جائے گا' اس کے پیچھے ایک اور فتنہ آئے گا اور وہ دُور ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے: ''وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ'' ۔(البقرۃ:۹۶)

اس آیتِ کریمہ میں 'مزحزح'' کا معنیٰ ''مبعد'' یعنی ''دُور ہونے'' کے ہیں۔

(د) ''وصفقة اليد'' کے اصل معنیٰ ہیں: ''ہاتھ پر ہاتھ مارنا'' جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ زبان سے اقرار

کرے اور دل سے التزام کرنے کے ساتھ مزید اعتماد اور اعتبار و وثوق دلایا جائے کہ میری مکمل حمایت آپ کو حاصل ہوگی۔

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (الفتح:۱۰) جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

۹۵-دو خلیفوں کی بیعت کرنے کا حکم

فاضربوا عنق الأخر

اس باب کی حدیث میں ہے کہ:

''جو شخص ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دل کی گہرائی سے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے اس پر لازم ہے کہ مقدور بھر اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کی مخالفت کرے تو اس کی گردن اُڑا دو۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''اس سے مراد اس دوسرے خلیفہ کو ہٹا دینا اور معزول کر دینا ہے اور ہٹانے سے یہاں مراد اس کو قتل کرنا اور موت کے گھاٹ اُتارنا ہے''۔

علامہ قرطبی کے الفاظ ہیں:''فاضربوا عنق الأخر قيل المراد عنه خلعه و ذلك قتله و موته'' اور ایک قول یہ ہے:''قطع رأسه و اذهاب نفسه''''اس کا سر کاٹنا اور اس کا کام تمام کر دینا مراد ہے''۔ایک دوسری حدیث سے بھی اس معنیٰ کی تائید میں دلیل ملتی ہے جس میں حکم ہے:''فاضربوه بالسيف كائنا ما كان''''تلوار سے اس کی گردن اُڑا دو وہ جو بھی ہو، ہوتا رہے''۔

اور ظاہر حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے (لیکن میرا خیال ہے کہ) یہ جب ہے کہ اگر پہلا خلیفہ عادل ہو، باقی حقیقی علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

۰۰۰-باب

(ا) فتنوں کے وقت موت کی دعا مانگنے کا جواز

(ب) کون سے زمانہ میں آدمی کے لیے جینے سے مرجانا بہتر ہوگا؟

امام مالک روایت کرتے ہیں:

حضرت یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:''اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کی دعا کرتا ہوں اور جب تو لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھے آزمائش میں ڈالے بغیر اپنے پاس بلا لینا''(وفات دے دینا)۔(ترمذی رقم الحدیث:۳۲۲۳،مسند احمد ج۵ص۲۴۳،امام مالک ج۱ص۲۱۸،الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث:۵۹)

نوٹ: میرے استاذ محترم (حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ دعا نمازوں کے بعد ہر مسلمان کو مانگنی چاہیے۔ نیز آپ فرماتے تھے کہ حضور پاک ﷺ یہ دعا اُمت کی تعلیم کے لیے مانگتے تھے ورنہ آپ ﷺ کس آزمائش میں پورے نہ اُترے؟ (مترجم عفی عنہ)

اس کتاب تذکرہ کے شروع میں یہ حدیث گزری' ابنِ وہب نے روایت کی اور کہا کہ مجھ سے امام مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب کسی شخص سے ملاقات ہوتی تو فرماتے: اگر تم سے ہو سکے تو مر جاؤ' جب ان سے کہا جاتا کہ کیوں؟ تو فرماتے: تمہارا اس حالت میں مر جانا کہ تمہیں علم ہے کہ تم کس حال میں مر رہے ہو اس سے بہتر ہے کہ تم مرو گے اور تمہیں علم نہیں ہوگا کہ تم کس حال میں مر رہے ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی لیے شہادت کی موت کے لیے دعا کرتے تھے کہ فتنوں سے بچ جائیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''یہی معنیٰ ایک مرفوع حدیث سے ثابت ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرب کے لیے اس شر کی وجہ سے ہلاکت اور تباہی مقدر ہو چکی ہے جو قریب آ پہنچا' تم سے اگر ہو سکے تو مر جاؤ۔ (الحاکم ج ۴ ص ۴۳۹)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ''یہ فتنوں میں داخل ہونے سے ڈرانے کی انتہا ہے کہ جب یہ کہا گیا ہے کہ تمہارا فتنہ میں داخل ہونے سے مر جانا بہتر ہے۔''

کب جینا اچھا ہے' کب مرنا اچھا ہے؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارے حاکم منتخب لوگ ہوں' تمہارے سرمایہ دار سخی لوگ ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشاورت سے طے پاتے ہوں تو زمین کا بیرون تمہارے لیے اس کے اندرون سے بہتر ہے۔ (اور جینے کا لطف ہے) اور جب تمہارے حاکم شریر لوگ ہوں' تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں اس وقت زمین کے پیٹ میں چلے جانا اس کی سطح پر پھرنے سے تمہارے لیے بہتر ہے (یعنی ڈوب مرو)۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۶۶' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۴۷۶)

یہ حدیث غریب ہے اور ہم اس کو صالح مری کی روایت سے جانتے ہیں اور اس پر ان کا کوئی متابع نہیں ہے اور وہ نیک شخص ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں

ہوگی حتیٰ کہ ایک شخص کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: کاش! میں اس کی جگہ ہوتا۔'' (صحیح بخاری ج ۱۳ص ۷۵' صحیح مسلم ج ۱۸ص ۳۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۳۷' مسند احمد ج ۲ص ۲۳۶' امام مالک ج ۱ص ۲۴۱' ابن حبان ج ۸ص ۲۴۹)

امام مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اسی معنیٰ کی حدیث بیان کی ہے' ان دونوں کی روایت میں اتنا اضافہ ہے: ''اور اس کے دین میں آزمائش کے سوا کچھ نہ ہو۔''

شعبہ سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: ''میں نے ابوالزعراء سے حدیث سنی ہے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: ''اے کاش! اس کی جگہ میں قبر میں ہوتا'' اس کی وجہ یہ نہیں ہوگی کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا شوق اور محبت ہوگی بلکہ وہ ابتلاء اور آزمائش کی شدت کی وجہ سے جو اس کو پہنچے گی' موت کی تمنا کرے گا۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں اشارہ ہے کہ کثرت فتن اور شدت محن کی وجہ سے اور انسان کو اس کے نفس' مال اور اولاد کے اعتبار سے لاحق ہونے والی مشقتوں اور تکلیفوں سے اپنا دین ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا اور فتنوں کے ہجوم کے وقت دین پر ثابت قدم رہنے والوں کی قلت اور دین سے بے اعتنائی برتنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ایک عام شخص کے لیے اس وقت دین پر استقامت کا مسئلہ نہایت دشوار ہوگا' اسی طرح فتنوں کے زمانہ میں عبادت کرنے کی قدر و قیمت بھی بہت بڑھ جائے گی حتیٰ کہ حضور رحمت اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ''العبادۃ فی الھرج کھجرۃ الی'' ''قتلِ عام اور خون ریزی کے دور میں عبادت کرنے کا ثواب میری طرف ہجرت کرنے کی مثل ہوگا۔''

آغاز کتاب میں اس مضمون کی احادیث بیان ہو چکی ہیں' اس کی مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ ابواب میں کریں گے۔

۹۶۔ فتنوں' آزمائشوں اور تکلیفوں کے آنے کے اسباب کا بیان

ابونعیم روایت کرتے ہیں:

از ابوادریس خولانی از ابوعبیدہ بن جراح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری ڈاڑھی کو پکڑا۔ میں آپ کے چہرے پر پریشانی اور غم کے آثار محسوس کر رہا تھا۔ آپ نے پڑھا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' اور فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا۔ میں نے کہا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' اے جبریل! کس وجہ سے تم ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ رہے ہو؟'' جبریل نے کہا: ''بے شک آپ کی اُمت آپ کے بعد ایک قلیل عرصہ کے لیے فتنہ میں مبتلا کی جائے گی'' میں نے کہا: ''کفر کا فتنہ یا گمراہی کا فتنہ؟'' کہا کہ دونوں ہی ہوں گے۔ میں نے کہا: ''اور یہ کیسے ہوگا جبکہ میں ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) چھوڑ کر جانے والا ہوں؟'' جبریل نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہی وہ فتنہ میں پڑیں گے اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ لوگ اپنے امراء اور قراء (اہلِ قرآن علماء) کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا

کیے جائیں گے۔ امراء اور حکمران لوگوں سے ان کے حقوق روک لیں گے' ان پر ظلم کریں گے اور انہیں ان کے حقوق نہیں دیں گے جس سے جنگ اور قتال ہوگا اور فتنے برپا ہوں گے اور قراء (یعنی بدکردار علماء) حکمرانوں کی خواہشات کی اتباع اور پیروی کریں گے اور اس سے حکمرانوں کے ظلم اور زیادتی میں ہاتھ کھل جائیں گے اور پھر وہ اپنی چیرہ دستی اور دست درازی کو کوتاہ کرنے کا نام نہیں لیں گے'' میں نے کہا: ''جو شخص ان ظالم حکمرانوں سے بچنا چاہے تو کس طریقے سے محفوظ اور سالم رہ سکتا ہے؟'' کہا کہ اپنا ہاتھ روکے رکھے اور صبر کرے اگر وہ (ظالم حکمران) کسی کو اس کا حق دے دیں تو لے لے اور اگر وہ منع کر دیں تو چھوڑ دے۔'' (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۴۷۱' ابن جوزی العلل الواھیۃ ج ۲ ص ۸۵۱)

بیماریاں اور مصیبتیں گناہوں کی سزا ہوتی ہیں

امام بزار سے مروی ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی قوم میں اعلانیہ اور برسرعام فحاشی اور بے حیائی و بدکاری کے کام ہونے لگ جائیں تو ان میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو پہلے کبھی لوگوں میں ظاہر نہ ہوئی تھیں اور جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اور بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں' جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ کریم بارش کو روک دیتا ہے' اگر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے ایک قطرہ بھی نہ گرتا اور جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ رب العزت ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے تو وہ ان کا کچھ مال وغیرہ چھین لیتے ہیں اور جب حکمران' اللہ جل شانہ کی کتاب (قرآن مجید) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں آپس کی لڑائی پیدا کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۹' البیہقی ج ۳ ص ۳۴۶' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۴۰' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۳۳' البزار رقم الحدیث: ۳۲۹۹' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۷۸۵۵)

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔

خطیب ابوبکر روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ! سب سے اچھا مسلمان شخص کون ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جس شخص کا اخلاق سب سے اچھا ہے'' اس شخص نے عرض کی: ''سب سے دانا مسلمان کون سا ہوتا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جو لوگ موت کو بہت یاد رکھتے ہیں اور اس کے (مابعد) کے لیے خوب تیاری کرتے ہیں وہ دانش مند لوگ ہیں'' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے مہاجرین کی جماعت! جس قوم میں اعلانیہ بدکاری ہونے لگے اس میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیلتی ہیں جو پہلے کبھی لوگوں میں ظاہر نہ ہوئی تھیں۔'' (مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۹' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۴۰)

ابونعیم روایت کرتے ہیں' حضرت عطاء خراسانی بیان کرتے ہیں:

جب پانچ برائیاں ہونے لگیں گی تو ان کی سزا میں پانچ مصیبتیں نازل ہوں گی۔

☆...... جب لوگ سود کھائیں گے تو زلزلے آئیں گے اور لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

☆...... جب حکمران ظلم کرتے ہیں تو بارش کا قحط آتا ہے۔
☆...... جب زنا ہونے لگے تو موت کی کثرت ہو جاتی ہے۔
☆...... جب زکوٰۃ کی ادائیگی رُک جاتی ہے تو مویشی ہلاک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔
☆......اور جب اہلِ ذمہ (اقلیتوں) پر زیادتی اور ظلم ہوتا ہے تو حکومت ختم ہو جاتی ہے۔

شریر لوگوں کی حکومت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میری اُمت متکبرانہ رویہ اور چال اختیار کرلے گی اور ایران اور روم کے بادشاہوں کے بیٹے ان کے خدمت گار ہوں گے تو اس وقت شریر لوگ اچھے لوگوں پر مسلط ہوں گے۔'' (یہ حدیث غریب ہے) (ترمذی رقم الحدیث:۲۲۶۱' ابن حبان ج۸ص۲۵۳' ابن المبارک الزھد رقم الحدیث:۱۸۷' البغوی ج۱۴ص۳۹۵' مجمع الزوائد ج۱۰ص۲۳۷' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث:۹۵۶)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینے کی سزا کا بیان

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں' قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ (المائدہ:۱۰۵)

اے ایمان والو! اپنی فکر کرو اور تم کو دوسرے کی گمراہی نقصان نہ دے گی جب کہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ بری بات دیکھیں اور اس کا سدباب اور تدارک نہ کریں تو ان پر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عام عذاب نازل ہو۔

(ابوداؤد رقم الحدیث:۴۳۳۸' ترمذی رقم الحدیث:۲۱۶۸' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۰۵' مسند احمد ج۱ص۵۰۲' ابن حبان ج۱ص۲۶۲' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۲۳۶' السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث:۱۵۶۴)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب روم اور فارس فتح ہو جائیں گے؟'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہیں گے'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ اس کے سوا ہوگا' تم رغبت کرو گے' پھر حسد کرو گے' پھر دشمنی کرو گے' پھر بغض رکھو گے یا اس کی مثل پھر تم مہاجرین کے گھروں میں جاؤ گے اور بعض کو بعض کی گردنوں پر سوار کردو گے۔'' (صحیح مسلم ج۱۸ص۹۶' ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۹۶' ابن حبان ج۸ص۲۴۳)

دنیا سے بے رغبتی اور زہد کا حکم

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن عوف حلیف بنی عامر جو کہ جنگِ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر خدمت تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین میں وہاں سے جزیہ لینے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ بحرین سے خود صلح کی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر بنایا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے' جب انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی تو صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں'' صحابہ نے عرض کی: ''ہاں! یارسول اللہ!'' آپ نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تم کو خوشی ہو' بخدا! مجھ کو تم پر فقر کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے تم پر خوف ہے کہ تم پر دنیا کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو دنیا کی وسعت اور کشادگی حاصل تھی' پھر تم انہی کی طرح دنیا میں رغبت کرو گے اور یہ دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔''

(صحیح مسلم ج۱۸ص۹۵' ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۷' مسند احمد ج۴ص۱۳۷' البیہقی ج۹ص۱۹۱)

ایک روایت میں یہ ہے:

''یہ دنیا تم کو بھی اس طرح غافل کر دے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو غافل کیا تھا۔''

عورتوں کے فتنہ ہونے کا بیان

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر نقصان دہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑ جاؤں گا۔''

(صحیح بخاری ج۹ص۱۳۷' صحیح مسلم ج۱۷ص۵۴' ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۳۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۸' مسند احمد ج۵ص۲۰۰۔۲۱۰' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۱۲۹' القضاعی رقم الحدیث: ۸۴۰' ابن حبان ج۷ص۵۸۳' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۴۱۵۔۴۱۶' البیہقی ج۷ص۹۱)

امام بخاری اور مسلم نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے منادی کرتے ہیں: ''ہائے! مرد عورتوں کی وجہ سے مارے گئے' ہائے! مرد عورتوں کی وجہ سے مارے گئے''۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۹' المستدرک للحاکم ج۲ص۱۵۹' ج۴ص۵۵۹)

دنیا سبز باغ اور شیریں محل ہے

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا سرسبز اور شیریں ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے تو وہ یہ دیکھنے والا ہے کہ تم اس میں کیسی کارروائیاں کرتے

ہو۔ خبردار! دنیا سے بچ کر رہنا اور عورتوں کے معاملہ میں بھی ڈرنا۔" (صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۵۵ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۰ مسند احمد ج ۳ ص ۴۶-۴۷-۸۴ ج ۳ ص ۱۹-۲۲ البیہقی ج ۳ ص ۳۶۹ ج ۷ ص ۹۱ القضاعی رقم الحدیث: ۱۱۴۱ ابن حبان ج ۷ ص ۴۴۴ ج ۵ ص ۹۱)

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور انہوں نے "فاتقوا اللہ" (اللہ کے (غضب) سے بچو) کی جگہ "فاتقوا النار فاتقوا النساء" (عورتوں کے معاملہ میں ڈرو اور دوزخ سے بچو) کے الفاظ روایت کیے ہیں اور یہ اضافہ کیا: بے شک بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے معاملہ میں ہی تھا۔

مال فتنہ ہے

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: "ہر اُمت کے لیے ایک فتنہ ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔"

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۶ مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۰ المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۱۸)

(امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

"قرب سلطان آتشِ سوزاں بود"

بادشاہ کا قرب جلانے والی آگ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "جنگلوں میں سکونت رکھنے والے لوگ سخت دل ہو جاتے ہیں اور جو شکار کے پیچھے بھاگے پھریں وہ غافل ہو جاتے ہیں اور جو بادشاہوں کے دروازوں پر آتے جاتے ہیں وہ فتنوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (یہ حدیث غریب ہے)

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۴۲ نسائی ج ۷ ص ۱۹۵ ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۶ مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷)

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے نبی مکرم ﷺ کی زبان پر اپنے بندوں کو مال اور عورتوں کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ (التغابن: ۱۴)

اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۗ (التغابن: ۱۵)

تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔

(کہ بعض اوقات آدمی ان کی وجہ سے گناہ اور معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان میں مشغول ہو کر امورِ

آخرت کے سرانجام دینے سے غافل ہو جاتا ہے۔)

• پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ (التغابن: ۱۶-۱۷)

تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (حکم) سنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۝ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو تو وہ اسے تمہارے لیے دوگنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ نہایت قدردان، بہت حلم والا ہے ۝

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ سے آگاہ فرمایا ہے جس سے بچنا اور ہوشیار رہنا لازمی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں مال اور بچوں کی محبت کو فتنہ قرار دیا گیا ہے اور ان سے ہوشیار اور محتاط رہنے پر متنبہ کیا گیا ہے کیونکہ جو شخص مال اور اولاد کی محبت اور جاہت کے فتنہ اور آزمائش سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا پھر سمجھ لیجیے کہ وہ ہر قسم کے فتنوں اور بری خواہشات سے محفوظ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ (آل عمران: ۱۴)

لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ان کی خواہشوں کی محبت عورتوں سے اور بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے خزانوں سے اور نشان کیے (پسندیدہ) گھوڑوں سے اور مویشیوں اور کھیتی سے، یہ (سب کچھ) سامان ہے دنیا کی زندگی کا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران: ۱۵)

فرما دیجیے: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتا دوں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے ۝

اللہ تعالیٰ نے وہ انعامات بیان فرمائے جو پرہیزگاروں کے لیے اس نے اپنے پاس تیار کر رکھے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے متقی اور پرہیزگار لوگوں کے وہ احوال ذکر فرمائے جن احوال اور صفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضل و کرم سے انعام فرمائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (آلِ عمران:۱۷)

صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرماں بردار اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصوں میں بخشش مانگنے والے ○

یہ ان کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ دنیا کی مزین اور آراستہ چیزوں سے بے رغبتی اختیار کریں اور زاہد و تارک الدنیا بن کر رہیں اور ان کی اس چیز میں رغبت اور دلچسپی ہونی چاہیے جو ان کے لیے بہتر ہے اور وہ آخرت کی نعمتیں اور اللہ سبحانہ کی خوشنودی ہے۔

بعض الفاظ حدیث کی لغوی تحقیق

اس باب کی ایک حدیث میں ایک لفظ "المطیطاء" آیا ہے، اس کا معنیٰ ہوتا ہے (مغرورانہ چال) ناز سے متکبرانہ اور مغرورانہ انداز سے چلنا، یہ مط یمط سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے چلتے ہوئے ہاتھ پھیلانا۔ امام جوہری لکھتے ہیں:

"المطیطآء بضم المیم ممدوداً "التبختر ومداليدين في المشي" "ہاتھ پھیلا کر ناز نخرے سے چلنا" حدیث شریف میں ہے: جب میری اُمت کی روش اور چال ڈھال متکبرانہ ہو جائے گی اور فارس اور روم کے لوگ ان کے خدمت گار ہوں گے تو ان میں باہمی لڑائیاں اور خانہ جنگی کا دور دورہ ہوگا۔

حدیث پاک کے اس جملہ کہ "ثم ینطلقون في مساکن المهاجرین" کا مطلب

ایک قول یہ ہے کہ کلام میں "مساکین" کا لفظ محذوف ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: "في مساکن مساکین المهاجرین" "غریب مہاجروں کے گھروں میں"، اب معنیٰ یہ ہوگا کہ جب دنیا کی رغبت ہوگی، حسد اور بغض پیدا ہوگا تو یہ چیز ان کو آمادہ کرے گی کہ ان میں جو قوی اور طاقت ور ہوگا، وہ کمزور اور مسکین سے وہ سب کچھ چھین لے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا فرمایا ہے اور وہ بے چارا اس کی مدافعت کی قدرت نہیں رکھتا ہوگا تو اس طرح زبردست آدمی کمزور سے حسد اور دنیا میں رغبت کی وجہ سے ظلم اور قہر سے اس کا مال غصب کر کے ہڑپ کر جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ کلام میں کوئی لفظ حذف ماننے کی ضرورت نہیں ہے اور مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مساکین اور کمزور حال مہاجروں پر کشادگی فرمائے گا اور ان پر دولتِ دنیا کے دروازے کھل جائیں گے تو ان میں سے جو امراء ہوں گے وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر دوسرے بعض مہاجرین کی گردن پر سوار ہو جائیں گے جو بے چارے کمزور ہوں گے۔ یہ دوسرا معنیٰ قاضی عیاض کا مختار ہے جبکہ پہلے معنیٰ کے قائل ہمارے (علامہ قرطبی) شیخ امام ابوالعباس القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختار ہے اور انہوں نے فرمایا کہ سیاق حدیث بھی اس معنیٰ پر شاہد ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث مبارک میں اس چیز کی خبر دی ہے کہ قربِ قیامت میں لوگوں کا حال متغیر ہو جائے گا اور بعض لوگوں سے اس طرح کی ناپسندیدہ حرکتیں سرزد ہوں گی کہ جب ان کے حالات پہلے جیسے نہیں رہیں گے، خوشحالی آ جائے گی اور مال کی کثرت اور بہتات ہوگی تو لوگوں میں رغبت، حسد اور باہم بغض پیدا ہو جائے گا اور وہ چل کر مساکین مہاجرین کے گھروں میں داخل ہو جائیں گے لہٰذا ان کی یہ حرکت اسی طرح ناپسندیدہ ہے جس

طرح دنیا کی حرص و رغبت' حسد اور باہمی بغض ایسے اوصاف ناپسندیدہ تھے۔ مذکورۃ الصدر گویا اس کی توجیہ ہیں' اب کلام کا اوّل و آخر آپس میں موافق ہو گیا۔ ہمارے اس قول کی تائید سمرقندی کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا: ''بعض ان کے دوسرے بعض کی گردنوں پر خواہ مخواہ سوار ہو جائیں گے یعنی قہر اور غلبہ سے''۔

۰۰۰۔ذیلی باب: اللہ تعالیٰ کی طاعت وفرماں برداری کرنا اس کی رحمت اور عافیت کا سبب ہے

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے ''میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' میں بادشاہوں کا مالک ہوں' بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں' بندے جب فرماں برداری کرتے ہیں تو میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل رحمت اور شفقت کے ساتھ متوجہ کر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے دلوں میں ان کے خلاف غصہ اور غضب بھر دیتا ہوں اور پھر وہ ان کو برا عذاب چکھاتے ہیں لہٰذا بادشاہوں کو بددعا نہ دو بلکہ آہ وزاری اور ذکر میں مشغول رہو۔ میں تم کو بادشاہوں سے کفایت کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۸۸)

(غریب من حدیث مالک مرفوعاً تفرد بہ علی بن معبد عن وھب ابن راشد حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ/ مجمع الزوائد ج ۵' ص ۲۴۹' مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت: ۱۴۰۲ھ)

امام طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔

۹۷-ابواب الملاحم (معرکوں کا بیان)

أمارات الملاحم

گھمسان کی جنگوں اور سخت خون ریز معرکوں کی نشانیاں

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیت المقدس کی آبادی میں یثرب کی بربادی ہے اور یثرب کی بربادی بہت بڑے معرکوں کا پیش خیمہ ہے اور ان معرکوں اور جنگوں کے پیدا ہونے سے قسطنطنیہ کی فتح ہوگی اور قسطنطنیہ کی فتح میں دجال کا نکلنا ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۲' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۰' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۵۶' الخطیب تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۲۳' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۴۲۴)

لوگ معقول تنخواہوں پر بھی خوش اور راضی نہ ہوں گے

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ایک اون کے خیمے میں رونق افروز تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت سے پہلے چھ عدد نشانیاں گن لو: اوّل میری وفات' دوم بیت المقدس کا فتح ہونا' سوم پھر دو جان لیوا وبائی امراض کا پھیلنا جس طرح سے بکریوں میں یہ وبا پھیلتی ہے' اس سے تمہارے بہت سے لوگ مر جائیں گے' چہارم مال کی کثرت ہوگی حتیٰ کہ ایک آدمی کو سو دینار دیئے جائیں گے اور وہ اس سے بھی راضی نہ ہوگا' ناراض ہی رہے گا' پنجم پھر ایسا فتنہ ظاہر ہوگا کہ جس سے عرب کا کوئی گھر محفوظ نہیں رہے گا' ششم پھر تمہارے اور بنی اصفر (رومیوں) کے مابین صلح ہوگی مگر وہ لوگ تم سے دغا کریں گے اور تمہارے مقابلہ کے لیے اسّی (۸۰) جھنڈوں کے ساتھ فوج لے کر آئیں گے' ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی۔'' (صحیح بخاری ج ۶ ص ۷۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵' الطبرانی الکبیر ج ۱۸ ص ۴۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۲-۴۰۹۵' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۲۳۰' البغوی ج ۱۵ ص ۴۳)

امام ابوالقاسم طبرانی نے معجم الکبیر میں اس حدیث کا معنیٰ روایت کیا اور ''اثنا عشر ألفا'' کے قول کے بعد ان الفاظ کا اضافہ ذکر کیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۸۶' الطبرانی الکبیر ج ۱۸ ص ۴۲)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(لڑائی کے دن) مسلمانوں کے کیمپ (چھاؤنی) غوطہ کے مقام پر ہوں گے جو شہر دمشق کے مضافات میں واقع ہے۔''

ابوالخطاب ابنِ دحیہ نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ کتاب ''مرج البحرین فی فوائد المشرقین والمغربین'' میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک ﷺ کی وفات شریف کے وقت موجود تھے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ۵ ذوالقعدہ ۱۰ھ کو بیت المقدس کو صلح سے فتح کیا تھا تو اس وقت حضرت عوف بن مالک اشجعی بھی ان کے ساتھ حاضر تھے' پھر امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے جب کسریٰ کے خزانے تقسیم ہوئے اس موقع پر بھی حاضر تھے' پھر جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں بھی موجود رہے' اس سے پہلے ملک شام میں جب دو موتیں (بوجہ طاعون) واقع ہوئیں اس وقت بھی حضرت عوف موجود تھے۔ یہ دو موتیں طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہیں جس میں چھبیس ہزار نفوس کی موت واقع ہوئی تھی۔ المدینی نے کہا: چھبیس ہزار افراد اس میں فوت ہوئے تھے۔ عمواس عین اور میم کے فتحہ کے ساتھ دو لفظ ''عم'' اور ''أسی'' سے مرکب ہے ''أی جعل بعض الناس أسوة بعض'' عمواس رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک گاؤں ہے۔ اس اُمت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر لشکر فقیہ ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل اسی عمواس نامی گاؤں میں طاعون کی وجہ سے فوت ہوئے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

''طاعون عمواس کا واقعہ سن ۸ ہجری میں ہوا تھا۔''

ابوزرعہ رازی نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ طاعون سن ۱۷ یا ۱۸ ہجری میں پھیلا تھا اور حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۷ہجری کو ''سرغ'' سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ ''موتان'' بضم المیم اور ایک لغت میم کے فتحہ کے ساتھ یہ طاعون اور موت کا اسم ہے۔

کقعاص الغنم

اس باب کی حدیث میں بیان ہوا کہ: ''ثم موتان یأخذفیکم کقعاص الغنم'' لفظ ''موتان'' کی تحقیق گزر چکی ہے کہ یہ طاعون اور موت کا نام ہے۔ ''قعاص'' ایک وبائی مرض ہے جو جانوروں خاص کر بکریوں کو لاحق ہوتی اور اس سے بکری فوراً مر جاتی ہے۔ یعنی قیامت کی ایک علامت یہ بیان ہوئی کہ ایک وباء پھیلے گی جو تم کو اپنی گرفت میں لے لے گی' اس سے طاعون عمواس کی طرف اشارہ ہے' جس سے تین دن کے اندر ہزاروں لوگ مر گئے تھے۔ ابوعبیدہ نے کہا: قعاص سے اچانک اور فوری موت مراد ہے۔ یہ لفظ سین کے ساتھ بھی آیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''قعاص'' سینے کی بیماری ہے' اس کو ''گردن توڑ بخار'' بھی کہتے ہیں' یہ پانچوں علاماتِ قیامت ظاہر ہو چکی ہیں۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ یعنی ۷۳ھ تک زندہ رہے' جنگِ صفین میں ان کی عمر سو سے زائد تھی' اگر یہ ثابت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی وفات ولید بن عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

۰۰۰-باب

روم کے معرکوں' جنگوں کے تسلسل اور اقوام کفار کے اہلِ اسلام کے خلاف اتحاد اور عالمی کولیشن کا بیان

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے اور روم کے درمیان صلح ہوگی لیکن وہ لوگ تمہارے ساتھ غداری کریں گے اور تمہاری طرف اسّی (۸۰) جھنڈوں کے نیچے فوج لے کر آئیں گے' ہر علمبردار کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی۔''

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۵' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۰۵' الجامع رقم الحدیث: ۲۹۹۱)

رومی معرکوں کا بیان

حضرت ذی مخمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں' انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اہلِ روم تمہارے ساتھ صلح کر لیں گے' امن کے ساتھ' پھر تم اور وہ دشمن سے جنگ کرو گے۔ پس تم فتح اور مالِ غنیمت پا کر سلامت رہو گے۔ پس لوٹتے وقت ایک ٹیلے والے میدان میں اُترو گے۔ پس نصاریٰ میں سے ایک آدمی اپنی صلیب کو اُٹھا کر کہے گا: ''صلیب غالب ہوگئی'' پس مسلمانوں میں سے ایک شخص کو یہ سن کر غصہ آئے گا اور وہ اُٹھ کر اس کو دھکا دے گا' اس پر رومی عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے جنگ کے لیے اپنی فوجیں جمع کر لیں گے اور وہ اسّی (۸۰) جھنڈوں کے نیچے آئیں گے' ہر جھنڈے کے تحت بارہ ہزار کی پلٹن ہوگی۔''

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۹۶' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۱' ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۰' للبیہقی ج ۹ ص ۲۲۳' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۴۲۸)

ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' انہوں نے یہ الفاظ زائد روایت کیے ہیں: مسلمان جلدی سے اپنے ہتھیاروں کو سنبھالیں گے اور لڑنے لگیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ اس جماعت کو شہادت کے باعث فتح سے سرفراز فرمائے گا۔

اسماء الرجال کی تحقیق

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ثابت ہے۔ امام اوزاعی نے فرمایا: ''ذوتجمر نجاشی کا بھتیجا ہے۔'' امام ابوعمر نے ذوتجمر کو رسول اللہ ﷺ کے موالی میں شمار کیا ہے۔

فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال کا بیان

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بڑی جنگ' فتح قسطنطنیہ اور خروجِ دجال یہ سب سات ماہ میں واقع ہو جائیں گے۔

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۴' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۲' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۴' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۵۵' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۶' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۴۲۵)

حضرت عبداللہ بن بسر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑی لڑائی' شہر قسطنطنیہ کی فتح کے درمیان چھ سال کا فاصلہ ہوگا اور دجال ساتویں سال نکلے گا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۹' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۴۲۶)

امام ابن ماجہ اور ابوداؤد دونوں نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث ابوعیسیٰ ترمذی کی حدیث سے صحیح ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں: امام ابوداؤد کی مراد اس سے قبل مذکور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ہے۔''

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت بشیر بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ کوفہ میں سرخ آندھی آئی' ایک شخص جس کا تکیہ کلام یہ تھا: ''سنو! اے عبداللہ بن مسعود! قیامت آ گئی ہے'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے' سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک میراث کی تقسیم اور مالِ غنیمت کی خوشی کو ترک نہ کر دیا جائے'' پھر ملک شام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: ''وہاں اہلِ اسلام کے

دشمن جمع ہوں گے اور ان کے مقابلہ کے لیے مسلمان جمع ہوں گے" میں نے کہا: "آپ کی مراد رومی ہیں؟" فرمایا: "ہاں! اس جنگ کی شدت کی وجہ سے بہت سے لوگ بھاگ کر پلٹ آئیں گے' پھر مسلمان ایک ایسا لشکر بھیجیں گے کہ وہ خواہ مر جائیں مگر کامیابی کے بغیر واپس نہ لوٹیں" پھر مسلمان خوب جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا پردہ حائل ہو جائے گا' پھر یہ فریق بھی لوٹ آئے گا اور وہ فریق بھی لوٹ آئے گا اور ان میں سے کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہوگا' پھر وہ پہلا دستہ ہلاک ہو جائے گا' پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے' پھر وہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا حجاب آ جائے گا' پھر یہ دستہ اور دوسرا دستہ دونوں لوٹ آئیں گے اور کسی کو کامیابی نہیں ہوگی اور وہ دستہ ہلاک ہو جائے گا' پھر مسلمان ایک دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے' پھر وہ شام تک جنگ کرتے رہیں گے' پھر یہ اور وہ لوٹ آئیں گے اور کوئی فریق غالب نہیں ہوگا اور وہ دستہ ہلاک ہو چکا ہوگا اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ کافروں پر شکست مسلط کر دے گا' وہ ایسی جنگ ہوگی کہ اس سے پہلے ایسی جنگ کی مثال دیکھی نہیں ہوگی حتیٰ کہ پرندے بھی ان لاشوں کے پہلوؤں سے گزریں گے' وہ ان سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے اور مردہ ہو کر گر پڑیں گے۔ ایک باپ کی اولاد سو تک ہوگی' ان میں سے ایک کے سوا اور کوئی باقی نہیں بچے گا۔ اس صورت میں مالِ غنیمت سے کیا خوشی ہوگی اور کیسے وراثت تقسیم ہوگی' مسلمان اسی حالت سے دوچار ہوں گے کہ اس سے بڑی افتاد آ پڑے گی۔ ایک چیخ سنائی دے گی کہ مسلمانوں کی اولاد میں دجال آ چکا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس (۱۰) گھوڑے سواروں کا ہراوّل دستہ بھیجیں گے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں ان سواروں کے نام' ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں' وہ اس وقت روئے زمین کے بہترین گھوڑے سواروں میں سے ہوں گے۔" (صحیح مسلم ج ۷ اص ۲۳-۲۴-۲۵)

۹۸۔ مسلمانوں پر اقوامِ متحدہ کا غلبہ

دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف تمام اہلِ کفر کا اتحادی کولیکشن

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قریب ہے کہ دیگر اقوام تم پر یوں ٹوٹ پڑیں جیسے بھوکا کھانے سے بھرے ہوئے پیالے (ڈونگے) پر ٹوٹ پڑتا ہے" ایک شخص نے عرض کی: "کیا ہم (مسلمان) اس وقت اقلیت میں ہوں گے؟" فرمایا: "بلکہ ان دنوں تم اکثریت میں ہو گے لیکن ایسے بے کار جیسے سیلاب کی جھاگ اور کچرا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارے رعب کو نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وھن (بزدلی اور کمزوری) ڈال دے گا" سائل نے پوچھا: "یا رسول اللہ! اللہ کا وھن کیا ہے؟" فرمایا: "دنیا کی محبت اور موت کی کراہت" (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۱۴' البغوی ج ۱۵ اص ۱۶' البیہقی دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۳۴' حلیۃ الاولیاء ج اص ۱۸۲' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۳۶۹)

فصل

بنی الأصفر: یعنی رومی، رومیوں کو بنو اُصفر کے نام سے موسوم کرنے کے متعلق دو اقوال ہیں:

اوّل: ابن الانباری نے کہا کہ حبشہ کے ایک جیش نے کسی زمانہ میں روم کے بعض شہروں پر غلبہ پا لیا تھا اور پھر غلبہ کے بعد رومیوں کی عورتوں کے ساتھ جب حبشیوں نے صحبت اور مجامعت کی تو اس کے نتیجہ میں جو اولاد پیدا ہوئی وہ نہ سیاہ فام نہ سفید فام بلکہ سانولے رنگ کی تھی، اس لیے ان کا نام ''ککے بھورے لوگ'' پڑ گیا۔

دوم: دوسرا قول جو ابن اسحاق مؤرخ کی طرف منسوب ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رومیوں کو بنو اُصفر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ نام الأ صفر بن الروم بن عیصو بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت ہونے کی بناء پر ہے۔ یہ قول زیادہ قرین قیاس لگتا ہے۔

الهدنة

کا معنیٰ صلح ہے اور ''الغابة'' کا معنیٰ جھنڈا ہے جیسا کہ بعد میں خود اس حدیث میں اس کی تفسیر جھنڈے سے کی گئی ہے۔ جھنڈے کو ''غابة'' کہنے کی وجہ اس کا سحاب یعنی بادل کے مشابہ ہونا ہے کہ جس طرح بادل فضا میں تیرتے ہیں اسی طرح جھنڈے بھی فضا میں بادلوں کی طرح تیرتے اور چلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور لغت میں ''غـابة'' اور ''صابة'' سحابة یعنی بادل کو کہا جاتا ہے۔

امام بخاری کے بعض راویوں نے ''ثمانين غابة'' کے تحت لکھا ہے: لفظ ''غابة'' ''ب'' کے ساتھ ہے ''ی'' کے ساتھ نہیں اور ''غابة'' کا معنیٰ جنگل، جزیرہ اور درختوں کا جھنڈ ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں نیزوں کی کثرت اور ان کے اجتماع کو جنگل کے درختوں کے جھنڈ اور جزیرہ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اس کو بھی ''غـابة'' کہا جاتا ہے (کیونکہ درختوں کے گھنے جنگل میں انسان اور حیوان غائب اور نظروں سے اوجھل ہو جایا کرتے ہیں)۔

پہلا قول درست ہے کیونکہ جھنڈوں کی کثرت اور ان کے ایک دوسرے سے ملے ہونے کی وجہ سے فوجیوں پر اس طرح سایہ پڑتا ہے جس طرح بادل انسان پر سایہ فگن ہوتا ہے۔

حدیث الباب کی تشریح

حدیث مبارک میں رسولِ اکرم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی اور دشمن کی مجموعی تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی۔

یہ روایت ابو الخطاب ابنِ دحیہ کی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک طویل مرفوع حدیث میں ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ روم کے ایک بادشاہ کو جس کا نام ''ضمارہ'' ہے اور یہ ہرقل کے بعد پانچواں بادشاہ ہوگا اور یہ بڑی جنگوں کا سرغنہ ہے، اس کو ظاہر فرمائے گا تو وہ امام مہدی سے صلح کرنے کی رغبت ظاہر کرے گا جس کی وجہ یہ ہوگی کہ مسلمانوں کو مشرکین پر غلبہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ رومی سات سال تک امام مہدی سے صلح رکھیں گے اور امام

مہدی ان پر جزیہ مقرر فرمائیں گے اور وہ ذمی بن کر رہیں اور وہ نہایت ذلت کی زندگی گزاریں گے تا آنکہ کسی ایک رومی کی بھی عزت و حرمت باقی نہ رہے گی۔ ان کی صلیب کو توڑ ڈالا جائے گا' پھر مسلمان دمشق کی طرف رخ کریں گے۔ لوگ اسی حالت پر زندگی بسر کر رہے ہوں گے کہ اچانک ایک رومی شخص اُٹھے گا اور جب وہ دیکھے گا کہ رومیوں کے بیٹے اور ان کی بیٹیاں قید میں ہیں اور ان کے گلے میں طوق غلامی پڑا ہوا ہے تو اس کو اپنے لیے عار جانے گا اور وہ معاہدہ صلح کو توڑ ڈالے گا۔ پس وہ صلیب کو بلند کرے گا اور اونچی آواز میں کہے گا: ''سنو! جو لوگ صلیب کی پوجا کرنے والے ہیں' صلیب ان کی مدد کرے گی'' اس پر ایک مسلمان شخص کھڑا ہوگا اور وہ اس رومی مشرک کی صلیب کو توڑ دے گا اور پکار کر کہے گا: ''اللہ اَغلب واَنصر'' اللہ تعالیٰ ہی غلبہ عطا فرمانے اور مدد کرنے والا ہے۔ پس اس وقت رومی عہد شکنی کریں گے اور غداری کرنے اور عہد کو توڑنے کے لائق بھی وہی ہیں (ایسی واہیات حرکت مسلمان کو زیب ہی کہاں دیتی ہے) اس کے بعد سرداران روم اور روم کے تمام شہروں کے ملوک خفیہ میٹنگ کریں گے اور اکٹھے ہو جائیں گے اور سب متحد ہو کر مسلمانوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کریں گے اور مسلمانوں کو اس کی کوئی اطلاع نہ ہوگی اور وہ ان کی اس خفیہ سازش کو نہیں جانتے ہوں گے کیونکہ انہوں نے تو ان عیسائیوں اور مشرکوں سے امن معاہدہ کر رکھا تھا اور مسلمان اپنے بھول پن اور امن پسندی کی عادت کی وجہ سے معاہدہ صلح پر قائم ہوں گے جبکہ دشمن غداری کرتے ہوئے انطاکیہ تک آ پہنچیں گے۔ عیسائیوں کی فوج بارہ ہزار جھنڈوں کے نیچے پیش قدمی کر رہی ہوگی اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار افواج ہوں گی۔ جزیرہ' شام اور انطاکیہ میں کوئی عیسائی اور نصرانی ایسا باقی نہیں رہے گا کہ جس نے صلیب نہ اُٹھا رکھی ہو تو اس وقت امام مہدی اہلِ شام' یمن' حجاز' کوفہ' بصرہ اور عراق والوں کی طرف پیغام بھیجیں گے اور ان سب ممالک والوں کو رومیوں کے خروج اور ان کے مسلمانوں کے خلاف جمع ہونے پر مطلع کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور تمہارے دشمن کے خلاف جہاد کرنے میں تم میری مدد کرو۔ اہلِ مشرق امام مہدی کی طرف یہ جواب ارسال کریں گے کہ اس وقت دریائے فرات کے کنارے پر خراسان کے دشمنوں سے ہماری لڑائی ہو رہی ہے لہٰذا اس مشکل کی وجہ سے ہم فی الحال آپ کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے اور کوفہ اور بصرہ سے بعض لوگ حضرت امام مہدی کے پاس آئیں گے اور امام مہدی ان کی طرف نکلیں گے اور آپ کے ساتھ بہت سے مسلمان بھی ان آنے والوں کے استقبال کے لیے نکلیں گے۔ چنانچہ امام مہدی اپنے ساتھی مسلمانوں کے ہمراہ کوفہ اور بصرہ سے آنے والے مسلمانوں سے ملاقات کریں گے اور پھر اس کے بعد دمشق کی طرف روانہ ہو جائیں گے' جب یہ لوگ دمشق میں داخل ہو جائیں گے تو اہلِ روم بھی آ جائیں گے اور وہ چالیس دن تک دمشق پر غالب رہیں گے' شہروں میں فساد پھیلائیں گے' لوگوں کا قتلِ عام کریں گے' گھروں اور مکانوں کو منہدم کر دیں گے' درختوں کو کاٹ ڈالیں گے' پھر اللہ تعالیٰ مؤمنوں پر صبر اور نصرت نازل فرمائے گا اور وہ ان رومیوں کی طرف نکلیں گے۔ پس مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان سخت جنگ ہوگی اور مسلمانوں کی خاصی تعداد شہید ہو جائے گی اور اے خدا کی پناہ! کس قدر قتل و خون ہوگا اور کتنا ہولناک منظر ہوگا (کہ بڑے بڑے لوگوں کے پتے پانی ہو جائیں گے اور پاؤں ڈگمگا جائیں گے)۔

انہی دنوں عرب کے چار قبائل قبیلہ سلیم' قبیلہ نہد' قبیلہ غسان اور قبیلہ طی مرتد ہو کر رومیوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ (العیاذ باللہ)

یہ لوگ جنگ کی سختیوں اور ہولناکیوں کی تاب نہ لا کر عیسائیت قبول کر لیں گے' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر و استقامت بخشے گا اور ان کو فتح و کامرانی سے سرخرو فرمائے گا' اب مسلمان رومیوں سے جو لڑیں گے تو کشتوں کے پشتے لگا کر رکھ دیں گے حتیٰ کہ گھوڑے خون میں ڈوب جائیں گے اور ان کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑکیں گے حتیٰ کہ لوہا بعض کو بعض کاٹ رہا ہوگا اور مسلمانوں میں سے ایک شخص اس زور سے علج کو نیزہ گھونپے گا کہ اس کے آر پار ہو جائے گا حالانکہ اس نے لوہے کی زرہ پہن رکھی ہوگی۔ پس مسلمان' مشرکین کی کثیر تعداد کو قتل کر ڈالیں گے یہاں تک کہ ان کے گھوڑے خون میں ڈوبے جا رہے ہوں گے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے کافروں پر غضب ناک ہونے اور مسلمانوں پر مہربان ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ اس وقت مسلمانوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاص رحمت کے مظاہر دیکھنے میں آئیں گے' اس وقت مسلمانوں کی جماعت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بہترین لوگوں کی جماعت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے مخلصین کا گروہ ہوگا۔ ان مسلمانوں میں کوئی شخص سرکش' نافرمان' بزدل اور جنگ سے بھاگنے والا نہ ہوگا اور ان میں کوئی ایک بھی منافق یا دین کے بارے میں شکوک وشبہات کو اپنے دل میں جگہ دینے والا نہ ہوگا' اس کے بعد مسلمان بلادِ روم کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ان شہروں میں داخل ہو جائیں گے۔ روم کے تمام قلعوں اور شہروں پر اسلام کا علم لہرائے گا اور فضا نعرہائے تکبیر سے گونج اُٹھے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان کے قلعوں کی دیواریں اور فصیلیں خود بخود گرتی جائیں گی اور مسلمان ان شہروں اور قلعوں میں داخل ہوتے جائیں گے۔ ان کے اموال کو غنیمت اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیں گے۔ حضرت امام مہدی کا زمانہ چالیس سال کو محیط ہوگا۔ دس سال مغرب (یورپ) میں اور بارہ سال کوفہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں اور چھ سال مکہ مکرمہ میں رہیں گے۔"

امام مہدی کی وفات

امام مہدی کی وفات اچانک (ہارٹ اٹیک سے) ہوگی (وتکون منیته فجأة) لوگ امن وامان سے زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اچانک بعض لوگ خبر دیں گے کہ دجال لعین ظاہر ہو گیا ہے۔ امام مہدی کی تاریخ اور حالاتِ زندگی کافی تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ ابواب میں بیان کریں گے۔

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

اس باب کی حدیث مبارک میں ایک لفظ "الھجیر" ذکر ہوا' اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"الھجیر: الدأب و العادة یعنی "ھجیر" عادت اور طریقہ کو کہتے ہیں جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں: "مازال ھجیراہ و اھجیراہ و اجیراہ أی دأبه و عادته" یعنی اس کی تو ہمیشہ یہ عادت ہے اور طریقہ ہے اور یہ اس کا تکیہ کلام ہے۔

ھاجت: "تحرکت ریح حمراء" یعنی سخت ہوا چلے گی اور سرخ آندھی آئے گی' درخت اور زمین سرخ دکھائی دیں گے اور گہری سرخی چھا جائے گی۔ جب آدمی یہ نشانی دیکھے گا تو یہ قیامت کے نزدیک آنے کی نشانی ہوگی۔

الشرطه: شین کے پیش کے ساتھ بمعنیٰ ہراوّل دستہ ہے' لشکر کا وہ حصہ اور یونٹ جو فرنٹ لائن پر لڑے اور ان کا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے امتیازی نشان کی وجہ سے دوسرے فوجیوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

الاشراط: علامات' نشانیاں

تفنی الشرط: سپاہی جنگ کریں گے۔

تفئی: واپس لوٹنا' رجوع کرنا' اسی معنیٰ میں ہے:

حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ ۚ. (الحجرات:۹) یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔

نھد: کا معنیٰ سینہ کا اُبھار اور آگے کو نکلا ہوا ہونا اور نمایاں اور اُبھرا ہوا ہونا۔

الدائرة: گردش' یہاں "دائرۃ" (اور ایک لغت میں "دایرہ") کا لفظ نصرت اور کامیابی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: "لمن الدولة وعلی من الدائرة" اقتدار حاصل کرنے میں کون کامیاب ہوا اور کس کا ستارہ گردش میں ہے کہ اس کا اقتدار چھن گیا ہے اور اس کو شکست اور ہزیمت اُٹھانی پڑی ہے۔

الجنبات: یہ "جنبة" کی جمع ہے' اس کا معنیٰ "پہلو" ہے۔

جثمان: اشخاص' افراد' قوله اذ سمعوا بناس "" جب وہ لوگوں کے متعلق سنیں گے" اور ایک روایت میں "بباس" ہے جس کا معنیٰ ہے سخت معاملہ جنگ وغیرہ۔ الصریخ الصارخ: چیخ' ہولناک آواز دھاکہ (آج کل میزائل کو "صاروخ" کہا جاتا ہے) "یرفضون" چھوڑنا اور تیر اندازی کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

انطلیعه: وہ دستہ جو اطلاعات فراہم کرتا ہے اور دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھتا ہے اور اطلاعات دیتا ہے اور انکشاف کرتا ہے۔

تداعی الامم اجتماعها: اقوامِ عالم آپس میں اتحاد کرلیں گی اور اس میں عربوں کی پوزیشن اس طرح ہوگی جیسے ایک کھانے کا بڑا برتن ہو اور اس پر کھانے والے اکٹھے ہوں (آج کل اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ عرب کا اقوامِ عالم خصوصاً کفار خوب تیل نچوڑ رہے ہیں اور عربوں کو کھا رہے ہیں اور وہ کھانے کا ڈونگا اور تر نوالہ بنے ہوئے ہیں)۔

غثاء السیل: سیلاب کا پانی وادی کے کناروں پر جو گھاس پھوس کچرا' کپڑوں اور کاغذوں کے ٹکڑے جو پھینک دیتا ہے' اس طرح "الغثاء" مشدد بھی آتا ہے' اس کی جمع "الاغثاء" ہے۔

ذیلی باب: ایک آیت کریمہ کی تفسیر "حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ" (محمد:۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کو فتح نصیب ہوئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! الحمدللہ اسلام نے شر اور برائی کو دُور کر دیا ہے اور جنگ

نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے حذیفہ! جنگ کے اپنے ہتھیاروں کو رکھنے سے قبل چھ باتیں اور ہوں گی، تم ان کے متعلق مجھ سے سوال نہیں کرو گے؟'' حضرت حذیفہ کہتے ہیں: ''میں نے عرض کی: کیوں نہیں یارسول اللہ (ﷺ)! ارشاد فرمائیے وہ کیا چھ باتیں ہیں؟'' آپ نے فرمایا:

(۱) میری موت اور (۲) بیت المقدس کی فتح اور (۳) پھر دو گروہوں کی جنگ اور وہ دونوں بڑی جماعتیں ایک دوسرے کے آدمیوں کو قتل کریں گی اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا (یعنی دونوں مدعی اسلام ہیں) اور (۴) پھر مال کی بہتات اور فراوانی ہوگی حتیٰ کہ ایک شخص کو سو دینار دیئے جائیں گے مگر وہ پھر بھی خوش نہ ہوگا (۵) پھر عام موت جو تم میں بکریوں کی وباء کی طرح پھیلے گی (۶) اور چھٹی بات یہ واقع ہوگی کہ بنی اصفر (رومیوں) میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ ایک دن میں اتنا بڑھے گا جتنا عام طور پر کوئی بچہ مہینے بھر میں بڑھتا ہے اور مہینے میں وہ اتنا بڑا ہو جائے گا جتنا سال میں کوئی بچہ بڑا ہوتا ہے، اس کی قوم کو اس میں رغبت پیدا ہوگی اور وہ اس کو اپنا سردار بنالیں گے اور کہیں گے: ''ہم امید کرتے ہیں کہ تمہاری بدولت ہمیں اپنا کھویا ہوا ملک واپس مل جائے گا'' پس وہ لڑکا ایک بہت بڑا لشکر جمع کرے گا، پھر اسے لے کر چلے گا حتیٰ کہ عریش اور انطاکیہ کے درمیان پہنچ جائے گا (اور آپ نے فرمایا کہ) تمہارا امیر ان دنوں بہت اچھا امیر ہوگا، وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کریں گے کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ (جنگ ہونی چاہیے یا نہیں؟) تو ساتھی کہیں گے کہ ہم ان (رومیوں) سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ تمہارا امیر کہے گا: میری رائے یہ نہیں ہے بلکہ میرے خیال میں ان رومیوں کے راستہ سے ہمیں فی الحال ہٹ جانا چاہیے، ہمیں پہلے اپنے بچوں اور عورتوں کو محفوظ مقام پر پہنچا آئیں پھر واپس آ کر ان سے جنگ کرنی چاہیے۔ پس وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر چلے آئیں گے حتیٰ کہ میرے اس شہر مدینہ منورہ میں آ جائیں گے، پھر مسلمان اہلِ شام سے مدد کے لیے کہیں گے اور وہ ان کی مدد کریں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ: ''میرے ساتھ صرف وہی شخص جہاد کے لیے نکلے جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفس کا سودا کرلیا ہے'' حتیٰ کہ لوگ جوق در جوق ان سے آملیں گے، پھر وہ تلوار سونت لیں گے اور جنگ شروع ہو جائے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور مسلمانوں کے امیر کے ساتھ اس وقت ستر ہزار سے زائد مجاہدین لڑنے کے لیے جمع ہوں گے، وہ امیر لشکر کہے گا: ''میرے لیے ستر ہزار کا لشکر کافی ہے، اس سے زیادہ کی زمین متحمل نہیں'' اور ان لوگوں میں دشمن کا ایک جاسوس بھی ہوگا، وہ ان کو جا کر اس کی خبر دے گا۔ پس مسلمانوں کا امیر لشکر کو دشمنوں کی طرف لے کر چلے گا یہاں تک کہ جب مسلمانوں اور رومیوں کا آمنا سامنا ہوگا تو رومی کہیں گے کہ: ''ہماری تم سے درخواست یہ ہے کہ (ہم آپ سے لڑنا نہیں چاہتے) آپ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے الگ ہو جاؤ جن کے ساتھ ہمارا نسبی تعلق ہے۔'' مسلمانوں کا امیر اپنے ساتھیوں کو بلا کر ان سے کہے گا کہ: ''جانتے ہو یہ رومی کیا سوال اور مطالبہ کر رہے ہیں؟'' مسلمان کہیں گے: ''ہم سے بڑھ کر ان رومیوں سے جنگ کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد کا کوئی مستحق اور حق دار نہیں ہے، ہم ان سے لڑیں گے۔'' پس امیر لشکر اسلام حکم دے دے گا کہ: ''چل پڑو اور تلواریں نیام سے نکال لو۔'' پس جب اللہ کی تلوار ان دشمنانِ خدا کے سر پر پڑے گی اور ان میں سے دو تہائی

تیغ کر دیئے جائیں گے اور ان کا ایک تہائی حصہ بحری بیڑوں کے ذریعے فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے گا یہاں تک کہ جب ان کو اپنے پہاڑ نظر آنے شروع ہو جائیں گے تو وہاں ان پر اللہ تعالیٰ ایک سخت آندھی بھیجے گا جو ان کو شام کی طرف آ کر لنگر انداز ہونے پر مجبور کر دے گی۔ چنانچہ وہاں وہ گرفتار کر لیے جائیں گے اور ساحل کے پاس سفینوں کے نیچے ان کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ پس اس دن جنگ اپنے ہتھیار اُتار کر رکھ دے گا۔''

اسماعیل بن عیاش نے یہ حدیث از عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم از ربیعہ بن سفیان بن ماتع المغافری از مکحول از حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس حدیث کو بیان فرمایا۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں:

فقیہ ابن برجان نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں یہ حدیث روایت کی ہے اور میں نے اس سے نقل کی ہے' اس کی سند میں کلام ہے (اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ علم والا ہے)۔

۹۹-ترکوں کے ساتھ جنگ اوران کی صفات کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم عجمیوں میں سے خوز اور کرمان سے جنگ نہ کرلو۔ ان کے چہرے سرخ' ناک چپٹی' آنکھیں چھوٹی ہوں گی' ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے' ان کے جوتے بالوں (والی کھال) کے ہوں گے۔ (صحیح بخاری ج ۶ ص ۶۰۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۲۸۲' ابن حبان ج ۸ ص ۲۶۲' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۷۶' البیہقی ج ۹ ص ۱۷۶' البغوی ج ۱۵ ص ۳۹)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے متصل مسلمانوں کی ایک ایسی قوم سے جنگ ہوگی جن کی جوتیاں بالوں کی ہوں گی' ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے' چہرے سرخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور ناک چپٹی ہوگی۔''

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۶۰۴' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۸' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۲' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۶' مسند احمد ج ۵ ص ۶۹' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۱۹۹' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۸۱' ابن حبان ج ۸ ص ۲۶۳)

اور ایک روایت میں ہے: ''یہ لوگ بالوں کا لباس پہنیں گے اور بالوں کی جوتیاں پہن کر چلیں گے۔''

اس حدیث کو امام مسلم کے علاوہ امام بخاری' ابوداؤد' امام نسائی' ابن ماجہ اور امام ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ سب حضرات نے اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی' چہرے چوڑے' ان کی آنکھیں

ٹڈی کے ڈھیلوں کی طرح ہوں گی' ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی مثل ہوں گے' بالوں کے جوتے پہنیں گے اسلحہ پاس رکھیں گے' کھجور کے درختوں سے اپنے گھوڑوں کو باندھیں گے۔"

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۹' مسند احمد ج ۲ص ۲۳۹' ج ۳ص ۳۱' المستدرک للحاکم ج ۴ص ۴۷۶' المعجم ج ۹ص ۱۷۵' ابن حبان ج ۸ص ۲۶۳' البزار رقم الحدیث: ۳۳۶۸' الالبانی السلسلة الصحیحة رقم الحدیث: ۲۹۳۷)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حدیث "تم چھوٹی آنکھوں والوں سے جنگ کرو گے" میں فرمایا کہ: "تم انہیں تین دفعہ دھکیلو گے یہاں تک کہ انہیں جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرو گے۔ پہلی دفعہ کے دھکیلنے میں بھاگنے والے بچ جائیں گے۔ دوسری بار کچھ بچیں گے اور کچھ مارے جائیں گے اور تیسری دفعہ ان کی جڑ ہی کٹ جائے گی۔" (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۳)

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

"المجان المطرقة" کوفتہ کو بیدہ سپر "کوٹی ہوئی ڈھال" المجان مجن کی جمع ہے' اس کا معنیٰ "تُرس" یعنی ڈھال ہے اور "المطرقة" وہ ڈھال ہوتی ہے جس کے اوپر چمڑا منڈھا ہوا ہو اور چمڑے اور کھال نے مکمل ڈھال کو چھپا اور ڈھک رکھا ہو۔ ان لوگوں کے چہروں کو چوڑا ہونے اور رخساروں کے چپٹے ہونے میں سپر اور ڈھال پر جس پر کھال چڑھی ہوئی ہو' سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ معنیٰ امام خطابی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "مشارق الانوار" میں لکھتے ہیں:

"المطرقة" میں حق بات یہ ہے کہ اس کو طاء کے زبر اور راء کی شد کے ساتھ پڑھا جائے۔ حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ فرماتے ہیں: مجھ سے میرے استاذ محدث کبیر امام النحو و اللغت حضرت ابواسحاق الخمری نے فرمایا تھا کہ "المطرقة" کا درست تلفظ طاء کے سکون اور راء کے زبر کے ساتھ ہے یعنی وہ ڈھال جس پر پٹھے کی تانت کے ساتھ چمڑا منڈھا ہوا ہو اور وہ اس سے خوب مضبوط ہو جاتی ہے اور دوہری تہہ کی ڈھال لگتی ہے' اس کے قریب المعنیٰ عرب ایک محاورہ بولتے ہیں: "طارقت النعل" یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کھال اور چمڑے کو دوہرا کر کے سلائی کر دی جائے۔

مؤلف تذکرہ نے کہا: یہ معنیٰ امام خطابی سے منقول ہے۔ اہلِ لغت کہتے ہیں اور صحاح میں ہے: المجان اس ڈھال کو کہیں گے جس کے بعض حصہ کو بعض حصہ پر منڈھا گیا ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے: "النعل المطرقة المخصوفة" وہ جوتا جو دوہری کھال کا بنا ہوا ہو' اسی طرح "تُرس مطرق" کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ ڈھال جس پر پٹھے کی تانت سے چمڑا مڑھا اور منڈھ دیا جائے۔

نعالهم الشعر

''ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے'' کی تشریح کرتے ہوئے امام قرطبی لکھتے ہیں:

''وہ بالوں سے ڈوری تیار کریں گے اور پھر اس ڈور اور دھاگے سے جوتیاں بنائیں گے جس طرح وہ بالوں کی تاروں اور دھاگوں سے ملبوسات اور کپڑے بناتے ہیں''۔

اس معنیٰ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے: ''یلبسون ویمشون فی الشعر'' وہ بالوں (کے لباس) کو پہنیں گے اور بالوں میں چلیں گے۔ یہ معنیٰ ظاہر ہے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ ان کے بال بہت گھنے اور لمبے ہوں گے اور جس وقت ان بالوں کو لٹکا کر چلیں گے تو اس طرح لگے گا جیسے انہوں نے بالوں کا لباس پہن رکھا ہے اور ان کی لمبی لمبی لٹیں اور گیسو جو پیروں تک پہنچ رہے ہوں گے (یا پنڈلیوں اور پیروں پر بڑے لمبے لمبے بال ہوں گے) جس سے یوں معلوم ہوگا جیسے انہوں نے بالوں کے جوتے پہنے ہوئے ہیں لیکن پہلا معنیٰ زیادہ ظاہر ہے۔

امام ابنِ دحیہ فرماتے ہیں:

ان کی جوتیاں بالوں کی بٹی ہوئی تاروں اور دھاگوں کی ہوں گی یا ایسی کھال کی بنی ہوئی ہوں گی جس کے اوپر سے بال صاف نہیں کیے گئے ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ ٹھنڈے اور سخت برفانی منطقہ کے رہنے والے ہوں گے۔ دوسرے ممالک کی طرح گرم آب و ہوا والے شہروں میں رہنے والے نہیں ہوں گے اور یہ جوتے بھیڑیے اور چیتے وغیرہ کی کھال کے ہوں گے اور حدیث مبارک کے اس جملہ ''یلبسون الشعر'' ''وہ بالوں کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے'' میں علامہ فرماتے ہیں: اشارہ ہے ''شرابیش التی یدار علیها بالقندس'' کی طرف' اور ''قندس'' سمندری کتے کو کہتے ہیں جس کے جسم پر ٹھنڈے علاقوں کی بکریوں کی طرح لمبے بال ہوتے ہیں اور بعض بحری کتوں کے ''بدن'' پر بھیڑوں اور اونٹوں کی طرح اُون جیسے ملائم اور نرم بال ہوتے ہیں۔ ترکوں نے ان کی جیکٹیں پہنی ہوں گی۔

ذلف الانف

ان کی ناک موٹی موٹی ہوں گی۔ ''أنف ذلف'' کشادہ' موٹی اور سخت ناک کو کہتے ہیں۔ لغت میں ''ذلف'' کا معنیٰ ''تأخر الأرنبة'' ہے یعنی ناک کا سرا' اور ''نسج مؤرنب'' کا معنیٰ ہوتا ہے وہ کپڑا جس کی بناوٹ میں خرگوش کی اُون ملی ہوئی ہو۔

ایک قول ہے: ''فطس الأنوف'' ان کے ناک چپٹے ہوں گے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے تو اب ''ذلف الأنف'' کا معنیٰ ''فطس الأنف'' سے کریں گے کیونکہ قرآن مجید کی طرح حدیث مبارک میں بھی بعض سے بعض کی تفسیر اور بیان ہوتا ہے اور ایک روایت میں ''دلف'' دال مہملہ کے ساتھ بھی آیا ہے مگر ذال معجمہ کے ساتھ کثیر الاستعمال ہے۔

''خوزا'' اور ''کرمان'' کی تحقیق

حافظ ابوالخطاب ابنِ دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لفظ ''خوزا'' کو بخاری اور مسلم میں ہم نے زا کے ساتھ مقید کیا ہے اور جرجانی سے ''خور'' راء مہملہ کے ساتھ منقول ہے اور کرمان کی طرف نسبت سے کورمان راء مہملہ کے ساتھ ہے۔ دارقطنی نے راء مہملہ کو درست قرار دیا ہے اور اس قول کو امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب بتایا ہے اور کہا: اس میں بعض نے تصحیف کر دی ہے۔ دارقطنی کے علاوہ دوسروں نے فرمایا کہ خور کرمان کے استعمال کی دو صورتیں ہیں، اگر خور کی کرمان کی طرف اضافت کریں تو پھر صرف راء مہملہ کے ساتھ استعمال کریں گے اور اگر بذریعہ عطف استعمال ہو تو پھر فقط زاء معجمہ کے ساتھ اور ایک قول یہ ہے کہ خور اور کرمان دو الگ الگ جنس ہیں۔

۱۰۰-ترکوں اور مسلمانوں کی دھکم پیل اور باہمی کشمکش

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے حدیث روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ میں حضور پاک ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے سنا، آپ ارشاد فرما رہے تھے: ''میری اُمت کو تین دفعہ ڈھال ایسے چوڑے سے مونہوں والے، چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے دھکیلیں گے حتیٰ کہ ان کو جزیرۃ العرب سے ملا دیں گے۔ پہلی دھکم پیل میں بھاگنے والے بچ نکلیں گے، دوسری کشمکش میں بعض ہلاک ہو جائیں گے، بعض بچ جائیں گے لیکن تیسری دفعہ کی دھکیل اور کشمکش میں جو بچ گئے تھے ان سب کی جڑ کٹ جائے گی۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ ترک ہیں'' پھر ارشاد فرمایا: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ لوگ مسلمانوں کی مساجد کے ستونوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو باندھیں گے۔''

(مسند احمد ج۵ ص ۳۴۸)

حضرت عبداللہ بیان کہتے ہیں:

میرے والد حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشادِ نبوی کو سننے کے بعد ہمیشہ اپنے پاس دو یا تین اونٹ، چند مشکیزے اور سامان سفر تیار رکھتے تھے تاکہ ترکوں کی اس یلغار کے وقت جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے سنا تھا، مصیبت اور ابتلاء سے نجات کے لیے بھاگا جا سکے۔

حدیث الباب کی سند کی تحقیق

امام ابوالخطاب عمر بن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مذکورہ بالا حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث کی اسناد کو امام السنۃ صابر علی المحنۃ ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی نے اپنے استاذ، امام عادل ابونعیم فضل بن دکین سے ملایا ہے۔ امام ابونعیم کی ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔ بشیر ابن المہاجر نے ان کی توثیق کی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی ملاقات ثابت ہے اور ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کو ثقہ مانا ہے۔

مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

امام ابوداوٗد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حدیث ''تم چھوٹی آنکھوں والی قوم یعنی ترکوں سے لڑو گے'' میں فرمایا کہ تم انہیں تین دفعہ دھکیلو گے' یہاں تک کہ انہیں جزیرۂ عرب سے باہر نکال دو گے۔ پہلی دفعہ کے دھکیلنے میں بھاگنے والے بچ جائیں گے' دوسری دفعہ کچھ بچیں گے اور کچھ ہلاک ہو جائیں گے اور تیسری دفعہ ان کی جڑ ہی کٹ جائے گی۔

فصل

اس باب کی حدیث میں ایک لفظ ''فیصطلمون'' آیا ہے۔ یہ ''الاصطلام'' سے مشتق ہے۔ ''اصطلام'' کا معنیٰ ''استیصال'' یعنی جڑ کاٹنا ہے۔ مجرد میں اس کا مادہ الصلم ہے ''صلم'' کا معنیٰ قطع و برید کرنا ہوتا ہے' جب کسی کا پورا کان کٹ جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے ''اصطلمت أذنه'' امام فراء ایک شعر سے اس معنیٰ پر دلیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

ثمت اصطلمت الی الصماخ فلا قرن و لا أذن

''اس کا سر کچل دیا گیا اور سوراخ تک اس کے کان اور ناک کٹ گئے پس وہ سینگ اور کان کے بغیر ہے''۔

پہلی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ نکلیں گے اور مسلمانوں کی اور ان کی آپس میں جنگ بھی ہوگی اور حضور پاک ﷺ کی حدیث کے مطابق ایسا ہی ہوگا تو اگر اس وقت ان میں سے کوئی جماعت ظاہر ہو تو اللہ تعالیٰ ہی ان سے بچانے والا ہے اور مسلمانوں سے ان کو دُور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ حتیٰ کہ وہ گویا یاجوج ماجوج ہوں گے یا اس کا ہراول دستہ اور مقدمۃ الجیش۔

حافظ سید بن دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جمادی الاولیٰ کا مہینہ تھا' ۶۱۷ھ کا واقعہ ہے کہ ترکوں کا ایک جیش جس کو کہا جاتا تھا: ''الططر'' اس نے خروج کیا تھا اور اس لڑائی کا معاملہ بڑا ناپسندیدہ تھا اور پُرخطر ترکوں نے اس میں بہت سے مسلمان افراد کو قتل کر کے اپنا پالیا تھا وطر (مطلوب)' اس کے دفع کرنے کی طرف کوئی راہ پاتی تھی' فکر بدیہی نہ حیل فطر۔ ان کی جنگ ہوئی تھی ایک تو ماوراء النھر اور دوسرے دریا کے زیریں علاقوں میں' جن میں آتا ہے: خراسان' مٹا ڈالے تھے انہوں نے سارے نشانات و مکاناتِ بنی ساسان اور یہ جیش ترکاں' تھا منکر و کافر رحمان' نہیں قائل تھا وہ خالق و مصور کا ماسوائے آتش و نیراں' ان کے بادشاہ کا تعارف اور نشانِ عرفان' ہے خانِ خاقان' جنہوں نے نشاور شہر کے سارے مکان کر دیئے تھے خرباں' اور اس شہر میں انہوں نے بہت بھڑکائی آتش و نیراں' اور خار ہوا تھا ان سے اہلِ خوارزم کا ہر انسان' اور صرف وہی کچھ بچے تھے جو چھپ گئے تھے در غارات و کھفان' یہاں تک کہ جب وہ پہاڑوں کی غاروں اور پناہ گاہوں تک بھی جا پہنچے تو انہوں نے چن چن کر کیا قتل انسان' جلا دیئے ان کے سائبانِ خیابان اور عورتوں بچوں کو بنا لیا اسیران' اور شہر میں چھوڑ دیا آبِ دریائے جیجان'

غرقاب ہوگئے جس میں مکاناتِ ''ذرا'' اور ارکان' اور طوس میں مشہد رضوی کو انہوں نے بنا کے رکھ دیا تھا چٹیل میدان' اللہ عزوجل نے جس دین سے ملنے کا حکم دیا اس سے قطع تعلق کر کے انہوں نے خود کو ملا لیا تھا با خسرالا دیان تا آنکہ وہ جا پہنچے تا قھستان' اور بڑی تخریب کاری کی اور کر دیئے ویران' شہر ''رے'' شہر قزوین' شہر ابہر اور اسی طرح زنجان' شہر اردبیل' شہر مراغۃ کرسی بلاد آذربائیجان' ان شہروں میں جتنے تھے پیران' طالبان' معزران اور علماء اعیان سب کی جڑ کاٹ کر کے رکھ دی از شمشیر ہائے بران' اور مباح و روا کر ڈالا تھا قتل زنان اور ذبح ولدان و کشت و کدان' پھر وہ پہنچے عراق ثانی (بصرہ) اور اس کے شہروں میں سب سے بڑا شہر ہے اصفہان' جس کی چہار دیواری اور فصیل کا احاطہ چالیس ہزار ذراع ہے' سطح ہے غایت درجے مرتفع اور بنیادوں میں ہے استحکام و اتقان' اہلِ اصفہان مشغول تھے پڑھنے پڑھانے میں فقہ' حدیث اور قرآن' اللہ تعالیٰ نے ان کا فرمایا حفظان' بھذا الشان اور روک دیئے ان سے کفر کے پیلان مستان' بدستِ راستِ ایمان اور نازل فرمایا ان پر مادۂ تائید و تقویت اور فضل و احسان' پس علماء اور طالبان اہلِ ایمان ان سے ٹکرائے اور ان کو ملے بہ سینہ ہائے شیران' جو حقیقت میں تھے سینہ ہائے شجعان و دلیران' اور ثابت کر دیا اس خبر کی سچائی کو کہ اصفہان ملک ہے ملک شہسواران' بستے ہیں اس میں ایک کروڑ انسان' جب شیران اصفہان نکلے طرف حملہ آوراران ترکان' تو میدان کو پایا خالی نہ وہاں کوئی ترک تھا نہ تیر تھا نہ کمان' طالبان و علماء اصفہان نے سروں پر عمامے سجا رکھے تھے بایں شان جیسے ہوں گلہائے اقحوان' اور زرین بدن پہ چمکیں کشادہ چوں صحرا اور صفائی میں چوں غدران تاباں و درخشاں' ہائے ترکوں کے بھاگ جانے سے کتنا دور ہو گیا مجاہدین کے لیے پانا اب درجات و مراتب جنان' اور کافروں کے لیے تو تیار ہیں درکات و طبقات و آتش و نیران' اور آخر مجاہدین نے جنگ کو ططروں کے ٹھکانوں میں جا کر لڑا اور تقدیر مبرم ان کو عنقریب ان کے پچھاڑے جانے کے جگہ پر لے آئی تھی تو وہ اصفہان سے اس طرح بھاگے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ اہلِ اصفہان نے یہ شعر رزیہ پڑھے:

الى الوادى فطم على القرى

اور وہ اہلِ اصفہان سے ایسے بھاگے جیسے جنگِ بدر کے دن شیطان بھاگا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اگر وہ ٹھہرے تو ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکیں گے اور رات بھر مسلسل چلتے رہے اور جب جنگ نے شدت اختیار کی اور گھمسان کا رَن پڑا تو انہوں نے ہمدان سے بھی راہِ فرار اختیار کرنے میں عافیت جانی۔ مجاہدین ان کی گردنیں اُڑا رہے تھے' ذبح کر کے ان کی روحوں کو پرواز کرا رہے تھے اور پھر وہ جبل اورند پر جا چڑھے' وہاں ان ترکوں نے صالحین مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور اس منطقہ میں جتنے باغات اور فصلیں تھیں سب کاٹ کر برباد کر دیئے' لوگوں کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز سلوک کیا اور خواتین کی بے حرمتی کی' بالائی مشرق کے شہروں میں سے دو تہائی مقدار ان کے ظلم و ستم کا شکار ہوئی اور جوان بلاد میں قتل و غارت ہوئی اس کا شمار نہیں اور وہ عراق ثانی (بصرہ) میں الگ ایک معتدبہ تعداد کو تہ تیغ کر چکے تھے' وہاں انہوں نے مساجد اور جامعات کے اندر ستونوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو باندھا جیسا کہ حدیث منذر میں اس کی جامع تشریح بیان ہوئی۔ بلاد مشرق میں انہوں نے لشکر کشی کر کے کیا ستم ڈھائے اور کیسی لوٹ مچائی اس کا جامع بیان انہوں نے اپنی اس روایت میں کیا اور اسی میں یہ کہا کہ

لشکر "الططر" کے سپاہیوں نے رہزنی کی اور خوف و ہراس پھیلا کر لوگوں کو وحشت زدہ کر دیا' تمام شہروں میں انہوں نے جاسوسی کا ایک جال بچھا دیا اور عام گشت کرتے پھرنا جس سے مسلمانوں کے دل مرعوب ہو گئے اور ان شہروں پر ان کے لشکر کا مکمل غلبہ اور تسلط ہو گیا اور وہاں کے باشندوں کے سر پر ہر وقت وہ تلوار لٹکائے رکھتے تھے اور کھلے بندوں تخریب کاری کی کارروائیاں کرتے تھے اور یقیناً یہی وہ لشکر "الططر" ہے جن سے حدیث مبارک میں ڈرایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ ان کے تین خروج ہوں گے اور آخری دفعہ کے خروج میں ان کی جڑ کٹ جائے گی۔

مؤلف التذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "الحمدللہ کہ ان کے تینوں خروج تو مکمل ہو چکے ہیں' اب صرف ان کے ساتھ مسلمانوں کی بڑی جنگ ہونی باقی رہ گئی ہے۔ ان کا پہلی دفعہ خروج اور نکلنا عراق اوّل اور عراق ثانی میں ہوا اور فی الوقت ان کا خروج عراق ثالث بغداد میں پایا گیا اور اسی طرح بغداد کے متصل بلاد میں' اور ان لوگوں نے بغداد اور اس کے اردگرد کے شہروں کے بہت سے اربابِ حکومت' علماء' فضلاء اور عوام الناس کو قتل کیا اور لوگوں کو "میافارقین" میں محصور کر کے رکھ دیا اور اس شہر میں جتنے حکومت کے سرکردہ لوگ اور دیگر مسلمان تھے ان کے خون کو مباح کر دیا اور از اں بعد انہوں نے نہر فرات کو عبور کیا اور شہر حلب میں پہنچ کر اس کو اُجاڑا اور ویران کیا اور شہر حلب میں وہ قتل و غارت کا بازار گرم کیا کہ سارے شہر کا صفایا کر کے رکھ دیا' پھر تو ان کا ظلم بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ بہت قلیل عرصہ میں انہوں نے شام کا کنٹرول سنبھال لیا' اپنی تلواروں کے ساتھ اہلِ شام کے سروں اور کھوپڑیوں کو پھاڑا جس سے دیارِ مصر میں ان کا رعب چھا گیا اور دھاک بیٹھ گئی۔ وہاں کے لوگوں کے لیے دیارِ مصر سے ہجرت کر کے قریب کے ممالک میں چلے جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ مصر کے بادشاہ ملک مظفر الملقب بقطز رضی اللہ عنہ اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت مصر سے ان کی طرف نکلا۔ خوف کا عالم یہ تھا کہ کلیجے منہ کو آئیں لیکن دلوں میں ایک عزم صادق ہے' نیتیں خالص ہیں تا آنکہ عین جالوت کے مقام پر ملک مظفر کے لشکر کی جیش الططر سے مڈبھیڑ ہوئی' اللہ تعالیٰ نے مظفر کو ترکوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی جس طرح طالوت کو فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی۔ ان کے لشکر کے بہت سے لوگ کام آئے اور ایک بھاری تعداد ہلاک ہوئی اور شام سے اسی وقت ان کا انخلاء شروع ہو گیا اور شام کے وہ لوگ بھی جو ان کے رعب میں آ گئے تھے' دوبارہ اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے اور اس طرح جیش الططر شکست کھا کر فرات پار کر گئے اور انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے ایسے ایسے واقعات و کرامات کا مشاہدہ کیا جو بڑے زمانے سے انہوں نے نہیں دیکھا تھا اور اس طرح وہ خائب و خاسر ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

۱۰۱۔بصرہ' ایلہ' بغداد اور اسکندریہ کا ذکر

امام ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری اُمت کا ایک گروہ ایک ایسی زمین میں اُترے گا جس کا نام بصرہ ہے' اس کے باشندوں کی تعداد کثیر ہوگی' وہاں شہد بہت ہوگا' پھر بنو قنطورا کی قوم آئے گی جن کے چوڑے چہرے اور چھوٹی آنکھیں ہوں گی حتیٰ کہ وہ

دریائے دجلہ کے کنارے ایک پل کے پاس اُتریں گے ادھر شہر بصرہ کے لوگ تین طبقات میں بٹ جائیں گے ایک گروہ بیلوں کی دُموں کو پکڑے گا اور جنگلوں سے ملحق ہوگا اور ہلاک ہوگا (یعنی کاشتکاری میں انہاک کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا) اور دوسرا طبقہ اپنی جانیں بچانے کے لیے کافر ہو جائے گا (العیاذ باللہ) اور تیسرا گروہ جو اپنے اہل وعیال کو پس پشت ڈال کر جان کی بازی لگا دے گا اور اس طبقہ کے جو لوگ قتل ہوں گے وہ شہداء ہیں اور باقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۵ ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۴ الطیالسی رقم الحدیث: ۸۷۰)

امام ابوداؤد سجستانی نے بھی اپنی سند کے ساتھ ابوداؤد میں اس معنیٰ کی حدیث نقل کی ہے وہ روایت کرتے ہیں:

مسلم بن ابی بکرہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ حدیث روایت کرتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت کے کچھ لوگ ایک نشیبی علاقے میں اُتریں گے جس کو لوگ بصرہ کہیں گے اور وہ دریائے دجلہ کے پاس ہے اس پر پل ہوگا اس میں رہنے والوں کی کثرت ہوگی اور وہ (بصرہ) مہاجرین کا شہر ہوگا۔'' ابن یحییٰ نے ابومعمر سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ایک شہر ہوگا جب آخری زمانہ ہوگا تو ایک بنوقنطورا نامی قوم کی جن کے چوڑے چہرے اور چھوٹی آنکھیں ہوں گی وہ دریا کے کنارے ڈیرے ڈالیں گے ادھر شہر کے لوگ تین طبقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک طبقہ بیلوں کی دُموں کو مروڑے گا اور زمینوں سے وابستہ ہو کر ہلاک ہوگا دوسرا طبقہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر کافر ہو جائے گا (اللہ کی پناہ!) تیسرا طبقہ اپنے اہل و عیال کو پیچھے رکھ کر جانوں پر کھیل جائے گا اور وہ شہید ہیں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۵ ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۴ الطیالسی رقم الحدیث: ۸۷۰)

ایلہ کا ذکر

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بن صالح بن درہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم حج کرنے کے لیے جا رہے تھے راستہ میں ایک آدمی نے ہم سے کہا: ''کیا تمہارے ایک جانب میں ایلہ نامی گاؤں ہے؟'' ہم نے کہا: ''ہاں!'' اس نے کہا: ''تم میں سے کون ہے جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ میرے لیے مسجد عشار میں دو یا چار رکعات پڑھے اور کہے کہ ان کا ثواب ابوہریرہ کے لیے ہے؟'' میں نے اپنے خلیل ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مسجد عشار سے ایسے شہیدوں کو اُٹھائے گا کہ شہداء بدر کے سوا کوئی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔'' امام ابوداؤد نے فرمایا کہ وہ مسجد دریا کے کنارے ہے۔

خطیب ابوبکر بن احمد تاریخ بغداد میں اپنی پوری سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوقیس بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''فرات اور دجلہ کے درمیان ایک شہر آباد ہوگا اس میں بنوعباس کا ایک بہت بڑا بادشاہ ہوگا اس شہر کا نام ''الزوراء'' ہوگا اس میں خون ریز جنگ ہوگی جس میں عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے گا اور مردوں کو اس طرح ذبح کیا

جائے گا جیسے بھیڑ بکریوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔'' ابوقیس کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا: ''اے امیر المومنین! رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام ''زوراء'' رکھا ہے؟'' (اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے) آپ نے فرمایا: ''کیونکہ جنگ اوّلاً اس کے اردگرد گردش کرے گا حتیٰ کہ پھر اس کی جوانب سے اندرونِ شہر پھیل کر پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔''

ایک آیت کی تفسیر

ارطات بن منذر سے روایت ہے، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا، اس وقت ان کے پاس حضرت حذیفہ ابن ایمان بھی بیٹھے ہوئے تھے: مجھے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''حٰـم عسق'' کی تفسیر بتائیے۔'' حضرت عبداللہ بن عباس نے اس سے پہلوتہی کی حتیٰ کہ اس نے تین بار سوال کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''میں تجھے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر بیان فرمانے سے کیوں اعراض فرمایا۔ یہ آیت آپ کے اہلِ بیت میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس کا نام عبدالالہ یا عبداللہ ہے۔ وہ مشرق کے ایک دریا کے کنارے اُترے گا اور وہاں دو شہر بنائے گا، دونوں شہروں کو دریا پاٹ رہا ہوگا۔ ایک شہر اس پار ہوگا اور دوسرا اس پار ہوگا، درمیان میں سے دریا گزر رہا ہوگا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کے ملک کو زوال سے دوچار کرنے کا ارادہ فرمائے گا اور منشاء خداوندی یہ ہوگا کہ اس ریاست کو ختم کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک شہر پر آگ بھیجے گا جو رات میں آئے گی اور صبح کو وہ شہر سیاہ اور تاریک ہو چکا ہوگا۔ آگ تمام شہر کو جلا کر راکھ کر دے گی، ایسے لگے گا جیسے اس جگہ کچھ ہوتا ہی نہ تھا۔ اس کا نام ونشان مٹ جائے گا، اس کے برابر والے شہر کو حیرت ہوگی کہ یہ کیسا انقلاب آ گیا ہے؟ بس دن روشن ہونے کی دیر ہوگی حتیٰ کہ اس میں ظالم و جابر اور باطل پرست لوگ جمع ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک وقت آئے گا کہ جب اس شہر کو اور اس کے تمام باشندوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور یہ ہے ''حٰم عسق'' کی تفسیر یعنی اللہ تعالیٰ عزیمتوں میں سے ایک عزیمت اور آزمائش وفتنہ اور قضاء وقدر نازل فرمائے گا یعنی ''حٰـم مـا هـو كـائـن'' اور ''ع'' عدل خداوندی اور ''س'' ''سیـکـون'' ''عنقریب ہوگا'' ''ق'' ان دوشہروں کے درمیان رونما ہونے والا واقعہ۔ اس تفسیر کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''دجلہ و دجیل اور قطربل وفرات کے درمیان میں ایک شہر تعمیر ہوگا اور اس شہر میں دنیا کے جابر حکمران مجتمع ہوں گے اور خزانے وہاں آ جائیں گے، پھر اس شہر میں خسف (زمین میں دھنس جانا) واقع ہوگا۔''

(الخطیب التاریخ ج ۱ص ۲۸-۳۵)

اور ایک روایت میں ہے: اس شہر کے باشندوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان کا زمین دھنسنا نرم زمین میں اچھے کیل اور کھونٹے سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ پایا جائے گا (یعنی وہ اس طرح تیزی کے ساتھ زمین کے اندر غرق ہوں گے اور دھنستے چلے جائیں گے جس طرح بہترین کھونٹا نرم زمین میں فوراً نیچے چلا جاتا ہے) اور اس

کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا "حم سق" عین کے بغیر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں بھی "حم سق" عین کے بغیر کی قرأت ہے، اس کو امام طبری نے روایت کیا ہے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک سے فتنوں کو پہچانتے تھے۔

امام قشیری اور امام ثعلبی نے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر غم واندوہ کے آثار دیکھے گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! آپ کو کس چیز نے غمگین کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کو خسف، قذف اور آگ جوان کو جمع کرے گی اور آندھی جوان کو سمندر میں پھینک دے گی، ایسے مصائب اور بلیات کے لاحق ہونے کی خبر دی گئی ہے اور پے در پے علامات قیامت کے نازل ہونے سے ان کو مصائب پہنچیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور خروج دجال کے زمانے میں ہوں گے۔

حدیث زوراء

محمد بن زکریا الفلابی نے حدیث الزوراء کو روایت کیا ہے اور اس کی سند کو حضرت علی علیہ السلام سے ملاتے ہوئے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہر زوراء سفیانی کے ہاتھ سے برباد ہو گیا گویا کہ میں اس کے پاس ہوں گا۔ بخدا! وہ شہر اپنی چھتوں پر گرا پڑا ہو گا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔

سند حدیث کی تحقیق

امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس باب کی حدیث محولہ بالا یعنی حدیث الزورا کا راوی محمد بن زکریا الفلابی وضاع ہے۔ یہ شخص حدیثیں وضع کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے کا مجرم اور مرتکب ہے۔

اسکندریہ کا ذکر

ابن وہب روایت کرتے ہیں، اسکندریہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے جب یہ کہا گیا کہ دشمن کے حملہ کا خطرہ ہے اور لوگوں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے تو انہوں نے اپنا گھوڑا اور اسلحہ لانے کا حکم دیا۔ اتنے میں آپ کے پاس ایک شخص آیا، اس نے (آپ کو اسلحہ پہن کر گھوڑے پر سوار ہوئے دیکھ کر) کہا: "یہ خطرہ کس طرف سے ہے؟" آپ نے فرمایا: "قبرص کی طرف سے کچھ بحری بیڑے آتے ہوئے دکھائی دیتے معلوم ہو رہے ہیں" اس شخص نے کہا: "آپ گھوڑے سے اُتر آئیں (خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے)" حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: "ہم نے اس شخص سے کہا: "تمہارا خدا بھلا کرے لوگ تو سب سوار ہو چکے ہیں"۔ تو وہ شخص کہنے لگا: "اسکندریہ" کی جنگِ عظیم یہ نہیں ہے۔ (حدیث پاک میں جس بڑی خون ریز لڑائی کا اسکندریہ میں ہونے کا ذکر ہے) وہ تو ان لوگوں سے ہو گی جو مغرب کی طرف مثلاً انطابلس سے آنے والوں سے ہو گی۔ چنانچہ مغرب کی طرف سے ایک سو آدمیوں کا گروہ آئے گا، پھر ایک سوحتیٰ کہ نو سو آدمی پہنچیں گے تو جنگ شروع ہو جائے گی۔

امام ابونصر الوائلی اپنی کتاب "الابانہ" میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، کعب احبار نے کہا: "میں

حضرت موسیٰ بن عمران پر نازل ہونے والی اللہ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا پاتا ہوں: ''بے شک اسکندریہ کے پتھریلے میدانوں میں شہید ہونے والے شہداء وہ ہوں گے جو ماضی اور مستقبل کے شہیدوں سے افضل ہوں گے اور یہی وہ شہداء ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شہداء بدر پر فخر فرمائے گا۔'' کعب کے الفاظ یہ ہیں:

عن الزهري عن كعب قال "اني لأجد في كتاب الله المنزل على موسىٰ بن عمران أن للأسكندرية شهداء يستشهدون في بطحائها خيرمن مضى وخيرمن بقي وهم الذين يباهي الله عزوجل بهم شهداء بدر.

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

الغائط: ''پست زمین'' کو کہتے ہیں اور ''البصرۃ'' نرم اور بھربھرے پتھر کو کہتے ہیں۔ بصرہ میں چونکہ ایسے نرم اور بھرجانے والے پتھر پائے جاتے ہیں اس مناسبت سے اس شہر کا نام بصرہ رکھ دیا گیا۔

بنو قنطورا: ''ترک قوم'' کو کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ قنطورا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ السلام کی ایک لونڈی تھی جس سے آپ کی اولاد ہوئی اور ترک اس لونڈی کی نسل سے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ ترک ''یافث'' کی اولاد ہیں اور ان کے بہت سارے قبائل ہیں ٗ ان میں سے ایک اصحاب مدن اور اصحاب حصون بھی ہیں اور دوسرے وہ جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور وادیوں میں اور صحراؤں اور ریگستانوں میں بستے ہیں اور ان کا پیشہ شکار ہے اور ان میں سے جس کو شکار ہاتھ نہ آئے وہ اپنے جانور کی گردن کی رگوں کا خون نکال کر جانوروں کی آنتوں میں پکا کر کھا لیتے ہیں اور نیز یہ جانگلی ٗ پہاڑی اور صحرائی ترک گدھ اور کوّے بھی کھاتے ہیں اور ان کا کوئی دین نہیں ہے ٗ ان میں سے بعض مجوسی آتش پرست ہیں اور بعض یہودیت کے پیروکار ہیں۔ ان کے بادشاہ کو ''خاقان'' کہا جاتا ہے ٗ وہ ریشم پہنتا ہے اور سونے کا تاج سر پر رکھتا ہے اور بہت سے دربان رکھے ہوتے ہیں ٗ ان میں شدت پسندی بہت ہوتی ہے۔ یہ لوگ جادوٹونے پر یقین رکھتے ہیں ٗ ان میں اکثریت مجوسیوں کی ہے۔

وہب ابن منبہ کی روایت میں ہے کہ: ''ترک یاجوج ماجوج کے بنو عم ہیں یعنی یہ سب یافث کی اولاد ہیں۔''

اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ترکوں کی اصل یا بعض ان میں سے یمن کے ایک قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے ہیں ٗ ان کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ یہ قوم تبع کے بچے کھچے اور باقی ماندہ لوگ ہیں۔ یہ روایت ابوعمر ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الابانۃ'' میں نقل کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

***۔باب

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ

تمہارے پاس عجم میں بہت سے لوگوں کو جمع کر دے پھر ان کو ایسا بہادر کر دے گا کہ وہ راہِ فرار اختیار کرنے والے نہ ہوں گے اور وہ تمہاری جنگ لڑیں گے اور تمہاری اموالِ غنیمت کو کھائیں گے۔''

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۱ المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۱۹ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۴-۲۵ البزار رقم الحدیث: ۳۳۶۳)

۱۰۲۔شام کی فضیلت اور خون ریز جنگوں کے وقت

اس کا جائے پناہ ہونا

امام بزار سے روایت ہے کہ:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا تو اچانک دیکھتا ہوں میرے سرہانے سے عمود الکتاب کو اُٹھایا گیا ہے اور میں نے سمجھا کہ کتاب اللہ کو لے جایا جا رہا ہے تو میں نے اس کے پیچھے اپنی نگاہیں لگا دیں۔ پس اس ستون کو شام کی طرف لے گئے۔ سنو! فتنوں کے واقع ہونے کے وقت ایمان (سمٹ کر) شام میں (آ جائے گا)۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۸ حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۹۲ البزار رقم الحدیث: ۳۳۳۲ المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۰۹)

امام ابوبکر احمد بن سلمان النجار نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ انہوں نے ''عمود الکتاب'' کے بجائے ''عمود الاسلام'' (اسلام کا ستون) کے لفظ روایت کیے ہیں۔

حدیث کی فنی حیثیت

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ہمارے استاذ امام المحدثین شیخ ابو محمد عبدالحق قرطبی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح ہے'' اور انہوں نے فرمایا کہ ان فتنوں سے ممکن ہے وہ فتنے مراد ہوں جو دجال کے نکلنے کے وقت واقع ہوں گے۔ واللہ و رسولہ اعلم' اللہ عزوجل اور اس کا رسول مکرم خوب جانتے ہیں۔

میں (قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کو حافظ ابو محمد عبدالغنی نے حکم بن عبداللہ بن خطاف اُزدری سے روایت کیا اور اُزدری متروک الحدیث ہے اور وہ روایت یہ ہے۔

امام زہری عروہ سے روایت کرتے ہیں:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ گھبراہٹ کی حالت میں اچانک نیند سے اُٹھے درآنحالیکہ آپ کسی بات کو زبانِ مبارک پر دہرا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' کیا بات ہوئی ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: میرے سر کے نیچے سے اسلام کا ستون بلند ہوا' پھر میں نے اس پر اپنی نظر ڈالی تو دیکھتا ہوں کہ وہ ستون لے جا کر شام کے وسط میں نصب کر دیا گیا ہے اور مجھ سے کہا گیا: ''یا محمد! اللہ تعالیٰ نے شام کو آپ کے لیے پسند فرمایا ہے اور اسے آپ کے لیے باعث عزت مقام' معسکر اور محشر منتخب کیا ہے'' اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا اس کو شام میں سکونت عطا فرما دے گا اور اس کو شام میں سے اس کا نصیب اور

حصہ عطا فرما دے گا اور جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں فرمائے گا وہ شخص اپنے ترکش سے تیر نکالے گا اور شام کے وسط میں معلق اس ستون کو مارے گا اور وہ شخص نہ دنیا میں سلامتی پائے گا اور نہ آخرت میں۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۰۵۰)

شام کی فضیلت

عبدالملک بن حبیب روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک بااعتماد شخص نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل نے شام کے متعلق فرمایا ہے: ''تو میرے شہروں میں سے اور میری زمین میں سے میرا چنا ہوا خطہ ہے' تیرے اندر میری مخلوق میں بہترین لوگ سکونت رکھیں گے اور تیری طرف ہی لوگ قیامت کے روز جمع ہوں گے (یعنی تو میدانِ حشر بنے گی) جو شخص تجھ سے ناخوش ہو کر نکلے گا وہ میری ناراضی مول لینے والا ہوگا اور جو شخص تیرے اندر رغبت اور شوق کے ساتھ داخل ہوگا وہ میری رضا اور خوشی کو حاصل کرنے کے لیے داخل ہونے والا ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بڑی جنگ کے روز مسلمانوں کے خیمے ایک ایسے شہر کی جانب ہوں گے جس کو ''دمشق'' کہا جاتا ہے اور دمشق شام کے شہروں میں سے ایک بہترین شہر ہے۔'' (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۹۸' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۷' الحاکم ج ۴ ص ۴۸۶' الطبرانی المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۴۲)

فسادات اور معرکوں کے وقت پناہ گاہوں کا ذکر

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت ابوالزاہریہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خون ریز معرکوں کے وقت مسلمانوں کی پناہ گاہ دمشق ہوگا اور دجال سے ان کی پناہ گاہ بیت المقدس ہوگی اور یاجوج ماجوج کی وجہ سے مسلمان طور پر پناہ گزین ہوں گے۔'' (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۵۵۴)

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا معنیٰ ایک اور حدیث مرفوع میں ثابت ہے'' جو آگے ذکر کی جائے گی۔

۱۰۳۔ فسادات اور خون ریز معرکوں کے وقت دین کی تقویت اور امداد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لشکر کا بھیجا جانا

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب بڑی بڑی جنگیں واقع ہوں گی تو اللہ تعالیٰ موالی (غلام قوموں) میں سے ایک شخص کو سرفراز فرمائے گا جو عرب کا بہترین شہسوار ہوگا اور اس کے پاس بہترین اسلحہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ذریعے دین کی مدد فرمائے گا۔''

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۰، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۴۸، الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۰۴)

۱۰۴-مدینہ شریف اور مکہ معظمہ کا ذکر

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے قریب) رہائشی مکانات اہاب یا یھاب تک پہنچ جائیں گے۔ زبیر کہتے ہیں: "میں نے سہیل سے پوچھا: یہ جگہ مدینہ سے کتنے فاصلہ پر ہے؟" انہوں نے کہا "اتنے اتنے میل ہے"۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۰)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قریب ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں محصور کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان کی سرحد مقام سلاح سے آگے نہیں ہوگی"۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۷، ابن حبان ج ۸ ص ۲۷۱، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۱۱، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۸۰۳۳)

امام زہری نے فرمایا کہ "سلاح" ایک مقام ہے خیبر کے قریب۔

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

المسالح: کا معنیٰ "المطالع" ہے۔ پہرہ کی جگہیں، ملٹری مانیٹرنگ پوسٹیں۔

اس مقام کا نام "المسالح" اس مناسبت سے رکھا گیا کہ وہاں فوجی رصد گاہیں اور ملکی دفاع اور دشمن سے حفاظت اور ڈیفنس کے لیے وہاں گھوڑے باندھے گئے ہوں گے یعنی وہاں اسلحہ ڈپو اور چھاؤنیاں قائم ہوں گی۔ امام جوہری نے کہا: **المسلحة "كالثغر والمراقب"** یعنی مسلحہ کا معنی بارڈر کے قریب قائم فوجی چیک پوسٹ کو کہتے ہیں۔

ایک حدیث مبارک میں آیا ہے: **"كان ادنى مسالح فارس الى العرب العذيب"** ایران کی عرب کے سب سے قریب کی ملٹری چیک پوسٹ "العذیب" ہوگی۔ بشر کا ایک شعر ہے:

بكل قياد مسنفة عنود اضر بها المسالح و الفرار

القياد: "حَبلٌ تُقَادُبِهِ الدَّابَةُ" یعنی رسّی وغیرہ جس سے کسی چوپائے کو کھینچا جائے۔

المسنف: "المتقدم" یعنی آگے نکلنے والا، سبقت کرنے والا، عرب "اسنف الفرس" کا محاورہ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب گھوڑا دوسرے گھوڑوں سے دوڑ میں آگے نکل جائے اور شعر میں جب بھی "مسنفة" کا لفظ آجائے تو اس سے یہی مراد ہوگا کہ گھوڑے کا چلنے میں دوسرے گھوڑوں سے آگے بڑھنا اور سبقت کر جانا۔

العنود: یہ لفظ "عَنَدَ عَنِ الطَّرِيْقِ" کے محاورہ سے لیا گیا ہے جس کے معنیٰ راستہ سے ہٹنا ہے نیز "العنيود" اس اونٹنی کو بھی کہا جاتا ہے جو کھیت کے کنارے کنارے چرتی ہے اور دوسری اونٹنیوں سے الگ ہو کر رہتی ہے، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **"انه كان لاياتنا عنيداً"**۔ (المدثر: ۱۶)

رسول اللہ ﷺ کا یہ خبر دینا کہ لوگ مدینہ کو خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ کے خیر اور بہتر ہونے کے باوجود لوگ مدینہ کو درندوں اور پرندوں کے لیے چھوڑ دیں گے' کچھ عرصہ کے بعد قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ پہنچنے کے ارادہ سے اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے آئیں گے اور مدینہ منورہ میں وحشی جانور دیکھیں گے' جب ثنیۃ الوداع کے پاس پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔ (صحیح مسلم ج۹ص۱۶۰' مسند احمد ج۲ص۲۳۴)

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے خیر اور بہتر ہونے کے باوجود لوگ مدینہ کو درندوں اور پرندوں کے لیے چھوڑ دیں گے جو اس کو روندتے پھریں گے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ان تمام باتوں کی جو قیامت کے دن ہونے والا ہے' میں نے قیامت تک ہونے والے ہر امر کے متعلق آپ سے پوچھا ماسوائے اس امر کے کہ اہل مدینہ کو مدینہ سے کون سی چیز نکالے گی' یہ نہیں پوچھ سکا۔ (صحیح مسلم ج۹ص۱۵۹' مسند احمد ج۳ص۳۴۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک ہونے والے واقعات کے بارے میں بتایا۔ میں نے آپ سے ہر چیز کے متعلق سوال کیا بجز اس کے کہ میں نے آپ سے یہ نہیں پوچھا کہ اہلِ مدینہ کو مدینہ سے کونسی چیز نکال دے گی۔

ابوزید عمر ابن شیبہ اپنی ''کتاب المدینۃ'' (علی ساکنھا الصلوٰۃ والسلام) میں روایت کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''اہلِ مدینہ اس کو بہترین حالت میں چھوڑ دیں گے جبکہ اس کے پھل آدھے گدرے اور آدھے پختہ ہو چکے ہوں گے'' کہا گیا: ''اے ابوہریرہ! اہلِ مدینہ کو اس سے کون نکالے گا؟'' فرمایا کہ برے حکمران۔ (صحیح مسلم ج۹ص۱۵۹' مسند احمد ج۳ص۳۴۱)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اہلِ مدینہ ایک دفعہ مدینہ کو چھوڑ جائیں گے' پھر دوبارہ آ کر اس کو آباد کریں گے' پھر دوسری مرتبہ جب مدینہ سے نکلیں گے تو کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ مدینہ جب پہلی مرتبہ مدینہ سے جائیں گے تو پھر واپس آ جائیں گے اور جب دوبارہ مدینہ کو چھوڑیں گے تو پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے حالانکہ وہ اس کو نہایت اچھی حالت پر چھوڑ کر جائیں گے۔ پھل پکے ہوں گے' کہا گیا کہ: تو ان ثمرات کو کون کھائیں گے؟'' فرمایا: ''پرندے اور درندے (کھائیں گے)''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مدینہ طیبہ میں ایک بہت بڑی جنگ ہوگی جس کا نام ''حالقہ'' ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتا بال مونڈھنے والی حالقہ بلکہ

وہ دین کا صفایا کر دینے والی جنگ حالقہ ہوگی تو تم اس وقت مدینہ سے نکل جانا چاہے ایک برید (بارہ میل) کی مسافت پر ہی چلے جانا۔“

شیبانی کی روایت ہے کہ مدینہ ویران ہو جائے گا حالانکہ بڑے جھنڈے قائم ہوں گے۔ (نہایہ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”خانہ کعبہ کو چھوٹی پنڈلیوں والا ایک حبشی برباد کر دے گا۔“ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۵۴، صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۵۳، البیہقی ج ۴ ص ۳۴۰، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۷۳)

خانہ کعبہ کا انہدام

امام بخاری روایت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا: ”گویا کہ میں ایک سیاہ فام چوڑی ٹانگوں والے شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کعبہ کے پتھروں کو ایک ایک کر کے اُکھیڑ رہا ہے“۔

حضرت حذیفہ نے ایک طویل حدیث حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے، اس میں یہ ہے: ”گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک حبشی ہے جس کی ٹانگیں چوڑی چوڑی ہیں، آنکھیں نیل گوں ہیں، ناک چپٹی ہے، پیٹ بڑا ہے اور اس کے ساتھی کعبہ کو ڈھا رہے ہیں اور ایک ایک پتھر کر کے اُکھیڑ رہے ہیں اور ان پتھروں کو سمندر میں پھینک رہے ہیں۔“ (ابوالفرج ابن جوزی نے اسے نقل کیا ہے) یہ ایک بہت لمبی حدیث ہے۔

ابوعبیدہ قاسم بن سلام سے مروی ہے، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”تم اس گھر (خانہ خدا) کا خوب دل بھر کر طواف کر لو اس سے پیشتر کہ تمہارے اور اس گھر (بیت اللہ) کے درمیان کوئی حائل ہو جائے۔“ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: ”اور گویا میں (مستقبل میں پیش آنے والے اس سانحہ کو اس وقت اپنی سر کی آنکھوں سے) دیکھ رہا ہوں کہ ایک حبشی مرد ہے، اس کا سر چھوٹا ہے، گردن پتلی ہے، چھوٹے چھوٹے کان ہیں، باریک اور پتلی پنڈلیوں والا ہے، وہ کعبہ پر بیٹھا ہے اور اس کو ڈھا رہا ہے۔“

اصمعی نے کہا: اس روایت میں ”اصمع“ الف کے ساتھ ہے، جبکہ کلام عرب میں ”صعل“ کے بغیر الف کے مستعمل ہے، چھوٹے سر والے شخص کو کہا جاتا ہے۔ حبشی تمام اسی طرح ہوتے ہیں اور ”أصمع“ چھوٹے کانوں والے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: ”رجل أصمع“ اور ”امرأة صمعاء“ چھٹکنا مرد اور چھٹکنی عورت۔

ابوداؤد طیالسی سے روایت ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص کے لیے رُکن اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت لی جائے گی اور اسی شخص کے ساتھی اس گھر (بیت اللہ) میں خون کو مباح کریں گے اور جب وہ خانہ خدا میں خون بہانا مباح کر دیں گے تو عرب کی تباہی کا نہ پوچھ (کس قدر ہوگی) پھر حبشہ کے لوگوں کا لشکر آئے گا اور وہ ایسی تخریب کاری کریں گے کہ اس کے بعد خانہ کعبہ کبھی دوبارہ تعمیر اور آباد نہ ہو سکے گا اور وہی لوگ کعبہ سے مدفون خزانہ بھی نکالیں گے۔“ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱-۳۱۲، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۷۰، ۱۹۰۹۱، الطیالسی رقم الحدیث: ۲۳۷۳، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۳۱، ج ۴ ص ۴۵۲، ابن حبان ج ۸ ص ۲۹۳، الالبانی الصحیحۃ ج ۲ ص ۱۴۰)

حلیمی نے اپنی مرویات میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں ہوگا اور چیخ و چنگاڑ کی آواز (میزائل کی) اس وقت آئے گی اور اسی زمانۂ قربِ قیامت میں پتلی اور چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرانے کے ارادہ سے اس کی طرف آئے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کا مختصر گروہ جو آٹھ سے نو افراد پر مشتمل ہوگا' اس حبشی کی طرف روانہ فرمائیں گے۔

ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب ''مناسک الحج'' وغیرہ میں لکھتے ہیں:

مروی ہے کہ کسی دن سورج غروب نہیں ہوتا مگر یہ کہ ابدال میں سے ایک مردِ خدا بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے اور کسی رات کی فجر طلوع نہیں ہوتی مگر یہ کہ اوتاد میں سے ایک شخص کعبہ کا طواف کرتا ہے اور جس وقت ابدال اور اوتاد کے طواف کرنے کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے گا تو خانہ کعبہ کو زمین سے اُٹھا لیا جائے گا۔ ایک دن لوگ اس حال میں صبح کریں گے کہ زمین پر کعبہ شریف کا کوئی نشان باقی نہیں ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب خانہ کعبہ پر سات سال یوں گزر گئے ہوں گے کہ کوئی ایک شخص بھی اس دوران میں خانہ کعبہ کے حج کے لیے نہیں آیا ہوگا۔

پھر اس کے بعد قرآن مجید کو اُٹھا لیا جائے گا' لوگ صبح کریں گے اور دیکھیں گے کہ مصحف پاک کے اوراق سفید ہو چکے ہوں گے اور ان میں ایک حرف بھی باقی نہیں ہوگا' خالی کاغذ چمک رہے ہوں گے' اس کے بعد لوگوں کے قلوب (اذہان) سے بھی قرآن مجید کو محو کر دیا جائے گا اور ایک کلمہ بھی کسی کو قرآن مجید کا یاد نہ ہوگا' پھر لوگ اشعار' جاہلانہ واقعات اور گیتوں گانوں کی طرف راغب ہو جائیں گے' پھر دجال خروج کرے گا اور عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام اُتریں گے اور وہ دجال کو قتل کر دیں گے' اس کے بعد قیامت کے آنے میں بس اتنا ہی وقت رہ جائے گا جتنا کسی قریب الولادت حاملہ عورت کے ہاں بچہ کی پیدائش کو وقت لگ سکتا ہے اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ بیت اللہ (شریف) کا طواف بکثرت کرو' اس سے قبل کہ اس کو اُٹھا لیا جائے۔ دو دفعہ اس کو ڈھایا جائے گا اور تیسری مرتبہ میں اس کو اُٹھا لیا جائے گا۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مروی ہے کہ کعبہ شریف کی ویرانی مصاحف اور سینوں سے قرآن مجید کے اُٹھا لیے جانے کے بعد واقع ہوگی اور یہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی موت کے بعد ہوگا اور یہی بات اس باب میں صحیح ہے' اس کا بیان انشاء اللہ آگے آ رہا ہے۔

فصل

مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہونے کی ترغیب کا بیان

احادیث صحیحہ میں مدینہ منورہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دعا فرمانا اور اس میں سکونت اختیار کرنے پر اُبھارنا اور ترغیب دلانا ثابت ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ اپنے چچازاد بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کو بلا کر کہیں گے کہ جہاں خوشحالی اور آسائش ہو' وہاں چلو! عیش و عشرت کی طرف چلو! کاش کہ وہ اس بات کو جان لیتے کہ

مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' جو شخص مدینہ سے منہ موڑ کر چلا جائے گا اللہ اس سے بہتر شخص کو لا کر مدینہ میں آباد کر دے گا۔ سنو! مدینہ ایک بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ خبیث لوگوں کو نکال کر باہر نہیں کر دے گا جیسا کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو نکال پھینکتی ہے۔'' (صحیح بخاری ج ۴ ص ۸۷' صحیح مسلم ج ۹ ص ۱۵۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔''

(صحیح بخاری ج ۴ ص ۹۴' صحیح مسلم ج ۹ ص ۱۵۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۱۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷)

اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اہلِ مدینہ کے پیمانہ میں برکت نازل فرما'' اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو یوں پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اس کی مثل اور بھی بکثرت روایات ہیں اور یہ سابقہ احادیث کے خلاف ہیں اور اگر ان روایات کو اسی طرح ثابت مان لیا جائے تو ان میں اور سابقہ احادیث میں کھلا تعارض ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ مدینہ میں اقامت گزینی پر ترغیب دینا یہ بھی احتمال ہے کہ فتوحات اور خیر وامن کے زمانہ کے ساتھ مختص ہو جیسا کہ حدیث مبارک میں آیا ہے۔

امام مسلم صحیح مسلم میں باب نمبر ۴۳۰ ''ترغیب الناس فی سکنی المدینۃ عند فتح الأمصار'' ''فتوحات کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی ترغیب'' میں روایت کرتے ہیں' حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ملک شام فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے' پھر یمن فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی۔ حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے۔ کاش! وہ جانتے' پھر عراق فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی اور کاش! وہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔'' (صحیح بخاری ج ۴ ص ۹۰' صحیح مسلم ج ۹ ص ۱۵۹' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۰' ابن حبان ج ۸ ص ۲۲۷)

ائمہ حدیث نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے اور یہ الفاظ امام مسلم کی روایت کے تھے۔

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے شہروں کے فتح ہونے کی خوش خبری دی اور مدینہ سے لوگوں کے ان مفتوحہ ممالک کی طرف انتقال مکانی کی خبر دیتے ہوئے مدینہ منورہ میں لوگوں کو رہنے کی ترغیب بھی دی اور فرمایا کہ مدینہ میں رہنا ان لوگوں کے لیے بہتر ہے' کاش! وہ جانتے کیونکہ مدینہ منورہ نزولِ وحی کا مستقر ہے اور حضور پاک ﷺ کی مجاورت اور ہمسائیگی بھی حاصل رہے گی اور آپ کے حیاتِ ظاہری میں آپ کی صحبت میسر ہوگی اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرنے کا شرف اور سعادت نصیب ہوگی اور آپ کے وصال شریف کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں جسد مبارک موجود ہے اور آثارِ عظیمہ کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مدینہ طیبہ

تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کر کے مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

(صحیح مسلم ج۹ص۱۵۱-۱۵۲' ترمذی رقم الحدیث:۳۹۲۴' مسند احمد ج۲ص۱۱۹' ابن حبان ج۶ص۲۱' البغوی ج۷ص۳۳۴)

دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا:

تم میں سے جو شخص مدینہ منورہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہے وہ مدینہ میں ہی جان دینے کی کوشش کرے کیونکہ جو شخص مدینہ طیبہ میں فوت ہوگا میں اس کے لیے گواہی دوں گا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۱۱۲' ترمذی رقم الحدیث:۳۹۱۷' مسند احمد ج۲ص۷۴-۱۰۴' ابن حبان ج۶ص۲۱' البغوی ج۷ص۳۲۴' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۵۲۶)

اور پھر جب مدینہ طیبہ کے حالات دگرگوں ہو جائیں گے اور پے در پے اس پر مصائب نازل ہوں گے اور فتنوں کا وہاں دور ہوگا تو ایسے حالات میں مدینہ سے چلے جانا موجب عیب نہ ہوگا اور وہاں سے کہیں دوسری جگہ منتقل ہونا اچھا ہوگا' قابلِ اعتراض نہیں ہوگا۔

فصل

اور باقی رہا یہ مسئلہ کہ ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ:''جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حضور پاک ﷺ کے زمانۂ حیاتِ ظاہری کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ دوسری حدیث مبارک میں ہے: اہلِ مدینہ سے جو شخص بھی منہ موڑ کر چلا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس سے بہتر آدمی کو لا کر مدینہ منورہ میں آباد کر دے گا۔

اور آپ کے وصال کے بعد بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مدینہ سے چلے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض اور بدلے میں ان سے بہتر کسی آدمی کو لا کر وہاں آباد نہیں کیا تھا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث آپ کی حیاتِ ظاہری کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ معظم ﷺ کو ہمیشہ اس شخص سے بہتر آدمی عوض میں عطا فرما دیتا تھا جو مدینہ سے اعراض کر کے چلا جاتا تھا اور یہ بالکل واضح ہے۔

اور آپ کا یہ ارشاد کہ:''جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پانی میں نمک کے گھلنے کی طرح گھلا دے گا'' یہ کنایہ ہے اس سے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو موت سے قبل عذاب میں مبتلا کر دے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا اور اہلِ مدینہ سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور ان مہم جوؤں کو اللہ تعالیٰ نے تباہ و برباد کر دیا جیسے مسلم بن عقبہ کے ساتھ ہوا کہ جب وہ مدینہ سے مکہ کی طرف عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کے لیے جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے پیٹ کی ایک خطرناک مرض میں مبتلا کر دیا' اس کے پیٹ میں زرد پانی بھر گیا اور وہ اس زہریلے پانی کے پیٹ میں بھرنے سے واقعہ حرہ کے تین دن بعد قدید کے مقام پر مر گیا تھا۔

طبری نے کہا کہ مسلم بن عقبہ کی موت ''ہرشی'' کے مقام پر واقعہ حرہ کے تین دن بعد ہوئی اور ''ہرشی'' بلاد تہامہ کا ایک پہاڑ ہے جو شام اور مدینہ کے راستہ پر جحفہ کے قریب واقع ہے۔

اسی طرح یزید بن معاویہ کا ہلاک ہونا ہے' جب اس نے نبی پاک ﷺ کے محبوب شہر مدینہ طیبہ کے رہنے والوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور جو باقی بچ گئے ان مہاجرین اور انصار کو اس ظالم نے قتل کرایا تو وہ بدبخت اس

واقعہ اور خانہ کعبہ کو جلانے کے واقعہ کے بعد یعنی حرمین طیبین کے تقدس کو پامال کرنے کے بعد تین مہینے کے اندر اندر اپنے انجام اور کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا۔

یزید ربیع الاوّل کے وسط میں حمص کے دیہاتوں میں سے ایک حوارین نامی بستی میں حلق کے درد اور نمونیہ میں مبتلا ہو کر مرا تھا' وہاں سے اس کا لاشہ اُٹھا کر دمشق لے جایا گیا تھا اور اس کے بیٹے خالد نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ یزید کے بیٹے معاویہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی تھی اور باب الصغیر کے گورستان میں اس کو دفن کیا گیا۔ مرتے وقت یزید ۳۷ سال کا تھا اور اس کا دورِ حکومت تین سال آٹھ مہینے اور بارہ دن بنتا ہے۔

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی تشریح

تتر کون المدینة: ''تم مدینہ کو چھوڑ جاؤ گے'' اس ارشادِ مبارک میں خطاب کا صیغہ بیان ہوا ہے اور مراد غیر مخاطبین ہیں یعنی اہلِ مدینہ میں سے مخاطبین کی نوع اور ان کی نسل مراد ہے اور ''باوجود بہترین کے مدینہ کو چھوڑ دیں گے'' سے پہلے کی حالت مراد ہے نہ کہ چھوڑنے کے وقت' اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان اسی طرح پایا گیا جیسے آپ نے پیشین گوئی فرمائی تھی اس لیے کہ آپ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ خلافت کا مرکز اور صدہا مقام قرار پایا اور لوگوں کا ماویٰ و ملجاء پناہ گاہ بنا اور لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس مرکز خلافت کی طرح رجوع کرتے حتیٰ کہ لوگوں کی مدینۃ الرسول کی طرف بہت زیادہ رغبت اور شوق بڑھ گیا' اس کی آبادی میں بہت توسیع ہوئی۔ لوگوں نے یہاں فصل باڑی اور شجر کاری اور باغبانی میں دلچسپی لینا شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آبادی میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ لوگوں نے مدینہ منورہ میں اپنے مکانات اور گھر بنانے شروع کر دیئے اور مضبوط اور پختہ مکانات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا حتیٰ کہ رہائشی مکانات کا سلسلہ مقام اہاب تک جا پہنچا اور پھر ہر کمالے راز والے کے مطابق جب اس شہر کا حسن و کمال اپنے انتہا کو پہنچا تو اس کی شان کمال میں کمی واقع ہونا شروع ہو گئی یہاں تک کہ اس کے گرد و نواح اُجڑنے شروع ہو گئے اور وہاں اعراب اور بدو لوگوں کا تسلط اور غلبہ ہو گیا اور فتنوں نے وہاں ڈیرہ جما لیا اور فتنوں سے ڈرتے ہوئے لوگوں نے وہاں سے کوچ کرنا شروع کر دیا اور شام دارالخلافہ بن گیا اور جب یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ المری کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ شام سے مدینہ طیبہ بھیجا تو اس نے مدینہ شریف میں پڑاؤ ڈالا اور مدینہ شریف والوں سے جنگ کر کے ان کو ہزیمت سے دوچار کیا اور مدینہ سے باہر حرہ کے مقام پر مشہور لڑائی ہوئی جس کو ''واقعہ حرہ'' کے نام سے تاریخ میں جانا جاتا ہے۔ اس جنگ میں مسلم بن عقبہ المری نے تین روز تک اہلِ مدینہ کا خون مباح کیے رکھا اور بے تحاشا قتل عام کیا اور یہ جنگ ''واقعہ حرہ'' کے نام سے مشہور ہوئی' اس لڑائی کے متعلق ایک شاعر نے کہا:

فان تقتلونا یوم حرة واقم
فانا علی الاسلام أول من قتل

''اگر حرہ واقم کے روز تم ہمیں قتل کرنے والے ہو تو بے شک ہم اسلام پر پہلے قتل ہونے والے ہیں''۔

واقعہ حرہ کب واقع ہوا

واقعہ حرہ بدھ کے دن ۲۸ ذوالحجہ ۶۳ھ کو پیش آیا' اس کو ''حرہ زہرہ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ واقعہ مسجد نبوی شریف سے فقط ایک میل کے فاصلہ پر واقم نامی ایک مشہور جگہ ہے' وہاں پیش آیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں جو مہاجرین' انصار اور اخیار تابعین میں سے باقی رہ گئے تھے' مسلم بن عقبہ مری نے ان کو شہید کر دیا جن کی تعداد ایک ہزار نو سو تھی اور دوسرے مختلف قبائل کے لوگوں میں سے بھی دس ہزار افراد کو قتل کر ڈالا' عورتیں اور بچے اس کے علاوہ رہے۔ سات سو حفاظ قرآن اور علماء تو صرف قریش کے قبیلہ سے قتل کیے اور ستتر (۷۷) افراد کو نہایت بے دردی کے ساتھ ظلم و زیادتی کر کے جنگ کے اندر تہ تیغ کیا گیا۔

الامام الحافظ ابو محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ چوتھی مرتبہ کے حملہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے' قبر انور اور منبر شریف ''ادام اللّٰہ تشریفھا'' کے درمیان گھوڑے پیشاب اور لید کرتے رہے۔ لوگوں سے ظلم اور جبر کر کے زبردستی یزید کے لیے بیعت لی گئی۔ مسلم بن عقبہ مری لوگوں کو مجبور کرتا اور کہتا تھا کہ میرے ہاتھ پر یزید کے لیے اس بات پر بیعت کرو کہ تم یزید کے غلام ہو' اگر وہ چاہے تو تمہیں بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے۔

یزید بن عبداللہ بن زمعہ نے جب اس کو یاد دلایا کہ بیعت تو قرآن و سنت کے مطابق ہونی چاہیے تو مسلم بن عقبہ مری نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور ظلم و زیادتی کرتے ہوئے اس کی گردن اُڑا دی گئی۔

مورخین لکھتے ہیں: یزید کے کارندوں نے مدینہ طیبہ میں وہ مظالم ڈھائے کہ مدینہ شریف اپنے بسنے والوں سے خالی ہو گیا اور اس کے پھل پرندوں اور درندوں کے لیے باقی رہ گئے جیسا کہ حدیث مبارک میں بیان ہوا' پھر کچھ عرصہ دوبارہ لوگوں نے مدینہ طیبہ کی طرف واپس آنا شروع کیا اور جن دنوں مدینہ رہنے والوں سے خالی ہو گیا تھا' دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ مسجد نبوی شریف کتوں کی آماجگاہ تھی اور کتے مسجد کے ستونوں کے ساتھ پیشاب کرتے رہے۔

مدینہ منوّرہ کی ویرانی

ابو زید عمر ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ صفوان نے شریح بن عبید سے روایت کیا ہے کہ میں نے کعبہ میں ایک خط پڑھا جس میں یہ لکھا تھا کہ اہلِ مدینہ پر ایک بہت بڑی مصیبت آئے گی حتیٰ کہ لوگ گھبرا کر اور خوف زدہ ہو کر مدینہ کو چھوڑ جائیں گے اور وہ ویران ہو جائے گا یہاں تک کہ جنگلی جانور اور درندے بے خوف و خطر وہاں گھومتے پھریں گے اور جانماز اور ریشم کے قالینوں پر پیشاب کریں گے اور مدینہ شریف کے بازاروں میں لومڑیاں اُچھلتی کودتی پھر رہی ہوں گی' ان کو کوئی ڈر خوف نہیں ہو گا۔

ثنیۃ الوداع کے پاس دو چرواہوں کے گر کر مرنے کی تشریح

اس حدیث میں دو چرواہوں کا ذکر ہوا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: لوگوں کے مدینہ منورہ کو چھوڑ جانے کے بعد قبیلۂ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ شریف کا ارادہ کر کے نکلیں گے اور وہ اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچیں گے تو اس کو خالی پائیں گے اور وہ ثنیۃ الوداع کے مقام پر پہنچ کر منہ کے بل گر جائیں گے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ مر کر گر پڑیں گے۔

اس حدیث کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا کہ یہ آخر زمانہ میں ہوگا جب دنیا فنا ہو جائے گی' اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ اس حدیث میں ہے کہ "اخر من یحشر راعیان من مزینۃ" "سب سے آخر میں جن کا حشر ہوگا یعنی زندہ ہو کر اٹھیں گے وہ قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ سب سے آخر میں جو مرے گا وہ یہ دو چرواہے ہوں گے کیونکہ حشر و نشر موت کے بعد ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا حشر اس لیے متاخر ہو کہ ان دونوں کی موت سب سے آخر میں ہوئی تھی۔

ابو جعفر نے صحیح بخاری کی شرح میں کہا کہ وہ چرواہے اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے مدینہ شریف کی طرف گھاس کی تلاش میں جائیں گے۔

اس حدیث میں ہے کہ "یجدا نہا وحشا". اس کا معنیٰ ہے کہ "وہ چرواہے مدینہ طیبہ کو خالی پائیں گے" یعنی "وحشا" کا معنیٰ ہے خالی۔ پیچھے گزرا ہے' بعض نے اس کا معنیٰ کیا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ میں وحشی اور جنگلی جانوروں اور درندوں کو گھومتا ہوا پائیں گے۔

ثنیۃ الوداع: یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ کے راستہ پر آئیں تو مدینہ کے قریب واقع ہے۔ آپ کا ارشاد ہے "خرا علی وجھیھما" (وہ دونوں چرواہے منہ کے بل گر جائیں گے) یعنی پہلی مرتبہ جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو اس کی کڑک اور آواز سے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور وہ نفخۂ اولیٰ' وہ موت کے لیے پھونکا جائے گا۔ اور آپ کے ارشاد کہ "اخر من یحشر" کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ شہر کے آخری کنارے پر ہوں گے اس لیے وہ زندہ ہو کر آنے والوں کے پیچھے آنے والے ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ قبروں سے لوگ زندہ ہو کر اٹھیں گے تو کوئی پہلے اٹھ جائے گا اور کوئی بعد میں اٹھے گا کیونکہ بعث بعد الموت تو سب کی تقریباً ایک ساتھ اور اکٹھے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ (یٰس: ۵۳)	وہ تو نہ ہو گی مگر ایک چنگھاڑ' جبھی وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے ○

اور حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

تمام لوگ بے ہوش ہوں گے اور سب سے پہلے جس شخص کی قبر شق ہوگی وہ میں ہوں گا۔ پس میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک پائے کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ پس میں نہیں جانتا کہ آیا موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۲۴۷' ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۵' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۴' ابن ابی عاصم السنۃ الاوائل رقم الحدیث: ۲۱۵)

مؤلف فرماتے ہیں:

ہمارے استاذ شیخ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اخرمن یحشر" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے: "مدینہ منورہ میں جمع ہونے اور مدینہ شریف کی طرف اپنے مال کے ساتھ آنے والوں میں سب سے آخری وہ دو شخص ہوں۔" اس قول کی تائید صحیح مسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"ابن شیبہ نے ان تمام اقوال کے بالکل خلاف کہا ہے۔ حضرت حذیفہ بن اُسید سے روایت ہے' انہوں نے کہا: سب سے آخر میں قبیلہ مزینہ کے دو آدمیوں کا حشر ہوگا اور جب وہ اپنے علاوہ کسی کو نہیں پائیں گے تو ان میں سے ایک شخص اپنے ساتھی سے کہے گا: "عرصہ ہوا ہمیں کوئی آدمی نہیں ملا' بنی فلاں کے پاس چلتے ہیں" اور جب وہ اس قبیلہ کی جگہ آئیں گے تو وہاں کسی کو نہیں پائیں گے' پھر کہیں گے: "چلو مدینہ شریف چلتے ہیں" جب وہ چلتے چلتے مدینہ منورہ پہنچیں گے تو وہاں بھی انہیں کوئی آدمی نہیں ملے گا' پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ بقیع الغرقد کے قریب قریش کا محلہ ہے' ان قریش کے گھروں کی طرف چلتے ہیں' جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان کو وہاں درندوں اور لومڑوں کے سوا کوئی نظر نہیں آئے گا' پھر وہ بیت الحرام کی طرف چلے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں جن دو شخصوں کا حشر ہوگا ان میں سے ایک کا تعلق قبیلۂ جہینہ سے ہے اور دوسرے کا تعلق قبیلہ مزینہ سے ہے' جب وہ زندہ ہو کر اُٹھیں گے تو آپس میں کہیں گے: "سب لوگ کہاں ہیں؟" چنانچہ وہ دونوں مدینہ منورہ چلے آئیں گے مگر وہاں ان کو لومڑوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پس ان دونوں شخصوں کی طرف دو فرشتے اُتریں گے اور ان دونوں کو منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے باقی لوگوں کے ساتھ لے جا کر ملا دیں گے۔

فصل

اس باب کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ "رُکن اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک شخص کے لیے بیعت لی جارہی ہوگی" وہ شخص کون ہوگا؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ وہ امام مہدی ہوں گے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے اور ان کی ساری دنیا پر حکومت ہوگی۔ واللہ اعلم

عالمگیر بادشاہوں کا تذکرہ

روایت ہے کہ چار بادشاہ دنیا میں ایسے گزرے ہیں جن میں سے دو مومن ہیں اور دو کافر ہیں۔ ان چاروں نے پوری دنیا پر بادشاہت اور حکومت کی ہے۔ دو مومن بادشاہوں کے نام حضرت سلیمان بن داؤد اور اسکندر (ذوالقرنین) ہیں اور دو کافروں کے نام یہ ہیں: ایک نمرود اور دوسرا بخت نصر ہے اور پانچواں شخص جس کی حکومت پوری روئے زمین پر ہوگی وہ اس اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ہوں گے' ان کا نام 'مہدی' ہے۔

۱۰۵-آخری خلیفہ حضرت امام مہدی کا تعارف اور ان کے ظہور کی علامتوں اور نشانیوں کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابونضیرہ بیان کرتے ہیں: ''ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا کہ مستقبل قریب میں اہلِ عراق کے پاس کوئی قفیز آئے گا اور نہ درہم۔ ہم نے پوچھا: ''کہاں سے نہیں آئے گا؟'' انہوں نے فرمایا کہ عجم سے وہ اس کو روک لیں گے پھر فرمایا: ''مستقبل قریب میں اہلِ شام کے پاس کوئی دینار آئے گا نہ مدی'' ہم نے پوچھا: ''کہاں سے؟'' انہوں نے فرمایا: ''روم سے'' پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمانے لگے: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آخری زمانہ میں میری اُمت کا ایک خلیفہ ہوگا جو ہاتھ کا بڑا دیالو ہوگا' اُن گنت مال لوٹائے گا۔'' (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۸' مسند احمد ج ۲۴ ص ۴۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۵۴)

راوی کہتے ہیں: میں نے ابوالعلاء اور ابونضیرہ سے پوچھا: ''کیا اس سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں؟'' ان دونوں نے کہا: ''نہیں!''۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف پیدا ہوگا تو اہلِ مدینہ سے ایک شخص مکہ مکرمہ کی طرف بھاگے گا تو اہلِ مکہ سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اسے امامت کے لیے نکالیں گے جبکہ وہ ناخوش ہوگا۔ پس حجرِ اسود (رکن) اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی' شام سے اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے' جب لوگ یہ صورتِ حال دیکھیں گے تو شام ابدال اور عراق کے مختلف گروہ حاضر ہو کر بیعت کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ قریش سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا جس کا ننھیال بنوکلب کا قبیلہ ہے۔ وہ ایک لشکر بھیجے گا' امام مہدی کے ساتھی مجاہدین بنوکلب کے لشکر پر فتح پالیں گے۔ بنوکلب کی فوج یہی ہوگی' اس شخص پر حیف ہے جو بنوکلب کے مالِ غنیمت میں حصہ دار نہ ہوا۔ پس مال تقسیم کر دیا جائے گا اور لوگوں میں تمہارے نبی کی سنت پر عمل ہونے لگے گا اور اسلام ایک دفعہ پھر زمین میں اپنے پنجے گاڑے گا اور جڑ پکڑے گا۔ پس وہ سات سال رہنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔''

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۰' مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۷۱' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۴۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''شام کی طرف سے ایک لشکر آئے گا حتیٰ کہ مدینہ میں داخل ہو جائے گا۔ وہ لوگ سخت خون ریزی کریں گے' عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالیں گے اور حاملہ عورتوں کو دیکھ کر کہیں گے: ''ان کے پیٹ کے بچوں کو بھی مار ڈالو کیونکہ یہ برے بچے ہیں'' جب وہ لوگ ذوالحلیفہ کے قریب مقا

بیداء کی بلندی پر چڑھیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے' نچلے والے لوگوں کو اوپر والوں کا علم ہوگا نہ اوپر والوں کو نیچے والوں کا''۔ ابوالمہزم نے کہا: ''جب ابن دلجہ کا لشکر آیا تو ہم سمجھے یہی وہ لشکر ہے لیکن یہ وہ نہیں تھا۔''

ہلال بن طلحہ فہری روایت کرتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا: ''اے ہلال! سفر کی تیاری کرو'' ہلال کہتے ہیں: ہم لوگ تیار ہو کر نکلے حتیٰ کہ جب ہم وادی کے بطن میں مقامِ عقیق پر درختوں کے نیچے پہنچے (ان دنوں وہاں درخت موجود اور قائم تھے) تو کعب احبار نے کہا: ''میں اللہ کی کتاب میں اس درخت کی صفات پاتا ہوں'' میں نے کہا: ''یہ درخت ہے؟'' کہتے ہیں: پس ہم نے اُتر کر اس درخت کے نیچے نماز پڑھی اور پھر سوار ہو گئے حتیٰ کہ جب ہم ''البیداء'' کی سطح پر بالکل چڑھ چکے تو کعب احبار نے کہا: ''اے ہلال! میں بیداء کی صفت کو پاتا ہوں'' میں نے کہا: ''آپ بیداء کے اوپر کھڑے ہیں۔'' انہوں نے کہا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' بے شک ایک لشکر بیت الحرام (کو گرانے) کا قصد کر کے آئے گا' جب وہ لوگ اس مقام بیداء کے اوپر چڑھیں گے تو پچھلے آگے والوں کو آواز دیں گے: ''ذرا آہستہ چلو اور چلنے میں نرمی رکھو'' اور اسی دوران میں ان کے لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' ان کا سارا ساز وسامان' سواریاں' مال' اولاد ہر چیز زمین میں غرق ہو جائے گی اور قیامت کے دن تک اسی طرح نیچے کی طرف دھنستے چلے جائیں گے۔ ہلال کہتے ہیں: پھر ہم لوگ وہاں سے چلے آئے حتیٰ کہ جب ہماری سواریاں مقام روحاء کے بالکل نشیب میں آ رہیں تو کعب احبار نے کہا: ''اے ہلال! بے شک میں ''روحاء'' کی صفت کو بھی پاتا ہوں۔'' کہتے ہیں: میں نے کہا کہ ابھی کچھ دیر میں ہم روحاء میں داخل ہوا چاہتے ہیں۔

اس روایت کے آخر میں ہے' حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ جب ایک لشکر بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا تو یہ علامت ہوگی کہ امام مہدی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکے ہیں۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ امام مہدی کے ظہور کی دو واضح علامات ہیں جن کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ ابھی چند سطور کے بعد آ رہا ہے۔

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث محولہ بالا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضور پاک ﷺ نے جو غیب کی خبریں دیں اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات وحوادث کی پیشگی اطلاعات فراہم فرمائی ہیں' آپ کی یہ پیشن گوئیاں حتماً سچی ثابت ہوں گی اور حرف بحرف پوری ہو کر رہیں گے۔'' حدیث پاک میں ''منعت العراق درهما وقفيزها'' ماضی کے صیغہ کے ساتھ وارد ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عراق کی اقتصادی اور معاشی ناکہ بندی اور اس پر عائد ہونے والی پابندیوں کا فیصلہ علم الٰہی میں چونکہ ہو چکا ہے اور وہ ضرور پوری ہو کر رہنی ہیں اس لیے مستقبل میں حتماً ہونے والے امر کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ یوں سمجھو کہ وہ امر واقع ہو چکا۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا:

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ (النحل:۱) اللہ کا عذاب آ کر رہے گا سو تم جلدی نہ مچاؤ۔

اس کے مطابق حدیث "منعت العراق درهما وقفيزها" کا معنیٰ یہ ہوا کہ عراق کی طرف درہم آئیں گے قفیز یعنی مستقبل میں مراد ہے اور ماضی کے صیغہ سے اس لیے تعبیر کر دیا گیا کہ اس فرمان کی صداقت میں کوئی شک شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ حضور پاک ﷺ نے جو پیشن گوئی بھی فرمائی ہو اور جو بھی غیب کی خبر دی ہو وہ یقینی اور قطعی ہوتی ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں خود اس کی تفسیر آئی ہے' اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ کچھ لوگ اطاعت کرنے سے روگردانی کریں گے اور ان پر جو احکام مقرر کیے گئے ہیں ان احکام کی پابندی اور التزام کرنے سے انکاری ہوں گے' یہ کہ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے اور جزیہ دینے سے۔ اور آپ کے عہد مبارک میں نہیں ہوگا اور لیکن آپ نے خبر دی کہ لوگ ایسا کریں گے۔

اس حدیث میں ایک جملہ آپ نے ارشاد فرمایا: "يحثي المال حثيا" آخری زمانہ میں میری اُمت کا ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر لوگوں کو مال عطا کرے گا اور بے حساب مال لوگوں کو دے گا۔

ابن الانباری اس لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں دو لغات ہیں' ایک حثا يحثي حثيًا اور دوسری حثا يحثو حثيًا' پہلی لغت زیادہ درست اور فصیح ترین ہے۔ معنی سب کا ایک ہی ہے یعنی لپ بھر کر دینا' چلو بھرنا' دونوں ہاتھوں سے ڈال کر دینا۔

۰۰۰۔ذیلی باب

اس باب میں حسب ذیل باتیں بیان ہوں گی:

(ا) امام مہدی کا تعارف

(ب) سفیانی کا امام مہدی کے خلاف بغاوت کرنا

(ج) امام مہدی کا سفیانی مقابلہ کے لیے لشکر بھیجنا

(د) اور یہ کہ یہی وہ لشکر ہے جو زمین میں دھنس جائے گا

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہلِ مشرق اور اہلِ مغرب کے درمیان ایک فتنہ برپا ہوگا' اسی فتنے کے اثناء میں خشک وادی سے اچانک مسلمانوں کے خلاف سفیانی بغاوت کر دے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے دمشق میں جا اُترے گا۔ وہاں سے وہ دو بڑے لشکر روانہ کرے گا جن میں سے ایک مشرق کی طرف بھیجے گا اور دوسرا مدینہ کی طرف روانہ کرے گا۔ مشرق کی طرف بھیجا جانے والا لشکر بابل کی سرزمین کے ایک ملعون شہر اور برے خطے میں اُترے گا۔" فرماتے ہیں کہ: "یہ لشکر تین ہزار سے زیادہ آدمیوں کو قتل کر ڈالے گا' سینکڑوں خواتین کی عصمت دری کرے گا' تین سو سے زائد ماہر جنگجو نوجوانوں کو قتل کرے گا جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہوں گے' پھر یہ لشکر بغداد سے نکل کر شام کا رُخ کرے گا۔ اسی عالم میں کوفہ سے ہدایت کا علم بلند ہوگا اور ہدایت کے علمبردار لوگوں کا یہ گروہ سفیانی کے لشکر کو دو راتوں کے بعد جا لکرے گا اور پورے لشکر کا تخم مار کر رکھ دے گا۔ ایک سپاہی بھی باقی نہیں بچے گا جو سفیانی کو جا کر خبر ہی دے سکے۔ حق پرستوں کا یہ گروہ اپنے تمام قیدیوں کو رہا کرا لیں گے اور لوٹا ہوا مال واپس لے آئیں گے اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ لگے گا اور دوسرا لشکر

جو مدینہ منورہ روانہ کیا گیا ہوگا وہ تین دن تک مدینہ میں بڑی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رکھے گا' پھر وہاں سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف رُخ کرے گا حتیٰ کہ جب وہ ''بیداء'' کے مقام پر پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجے گا اور فرمائے گا: ''اے جبرائیل! جاؤ اور اہلِ حق کی مدد کرو' جبریل علیہ السلام اپنے پاؤں کی ایک ضرب سے پورے لشکر کو زمین میں دھنسا دیں گے' اسی لیے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ۝ (سبأ:۵۱)

اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے' پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے ۝

اس لشکر میں صرف دو شخص زندہ بچیں گے' ایک شخص اہل حق کو آ کر بشارت سنانے والا اور دوسرا سفیانی کو اہل حق کی مخالفت سے ڈر سنانے والا' ان دونوں شخصوں کا تعلق قبیلہ جہینہ سے ہوگا' اسی لیے یہ بات مشہور ہے ''جہینہ والوں کے پاس یقینی خبر ہوتی ہے''۔ (ابن جریر تفسیر ج ۱۲ ص ۱۰۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۲۰' السلمی عقد الدرر' ص ۷۵)

نوٹ: اس حدیث میں بغداد کو ملعون اور خبیث شہر کہا گیا' اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ وہاں کے لوگ اس وقت برے اور خبیث ہو جائیں گے اور یا اس وجہ سے کہ وہاں قتل و غارت گری کے ہونے کی وجہ سے ملعون اور خبیث شہر کہا گیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ضمن میں ان دونوں لشکروں کے متعلق چند معلومات افزاء باتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں بہت طویل ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بھی مذکور ہے کہ عروہ بن محمد السفیانی کوفہ کی طرف ایک لشکر بھیجے گا جس میں پندرہ ہزار گھوڑ سوار جنگجو ہوں گے' اسی طرح پندرہ ہزار گھوڑ سواروں پر ہی مشتمل ایک اور لشکر وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرف حضرت امام مہدی اور آپ کے متبعین سے جنگ و حرب کے لیے بھیجے گا۔ پہلا لشکر کوفہ پہنچے گا اور اس پر غلبہ حاصل کرلے گا اور اپنا تسلط جمانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لے گا اور مردوں کو قتل کردے گا اور کوفہ سے تمام مال لوٹ کر لے جائے گا' پھر اسی دوران میں مشرق سے ایک لرزہ خیز آواز اُٹھے گی (دھماکہ ہوگا) اور بنو تمیم کے امراء میں سے ایک امیر جس کا نام شعیب بن صالح ہوگا' وہ سفیانی کے لشکر کا تعاقب کرکے ان کے ہاتھوں سے سب قیدی عورتوں اور بچوں کو نجات دلا کر ان کو کوفہ لوٹا دے گا جبکہ دوسرا لشکر مدینۃ الرسول ﷺ پہنچے گا۔ تین دن تک اہلِ مدینہ کے ساتھ لڑے بھڑے گا یہاں تک کہ آخر کار شہر میں گھس جائے گا اور مدینہ طیبہ کی خواتین اور بچوں کو قیدی بنا لے گا' پھر یہ لوگ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور ان کا مقصد امام مہدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ کرنا ہوگا' جب یہ لشکر ''بیداء'' کے میدان میں پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ ان سارے لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا' اسی لیے ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ

اور کبھی آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے

مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ (سباء:۵۱) تو بھاگ کر نہ کہیں جا سکیں گے اور قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے ۝

ابوالحسین احمد بن جعفر بن المنادی نے اپنی کتاب ''الملاحم'' سے سفیانی کے بارے میں ان طویل احادیث کو بتمام واکمال نقل کیا ہے وہ لکھتا ہے:

''جو لشکر زمین میں دھنس جائے گا وہ یہی سفیانی کا لشکر ہوگا۔'' اور سفیانی کا نام اس نے عتبہ بن ہند لکھا ہے اور لکھتا ہے کہ یہی شخص اہلِ دمشق میں اُٹھے گا اور کہے گا: ''اے اہلِ دمشق! میں تمہیں میں سے ایک فرد ہوں جو خاص بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے جدِ اعلیٰ معاویہ بن ابی سفیان اس سے قبل تمہارے والی مقرر تھے' انہوں نے تمہارے اوپر احسانات کیے اور تم لوگوں نے بھی ان کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کیا اور اس نے بہت طویل گفتگو کی یہاں تک کہ الجرہمی کے خط کے ساتھ اپنی کتاب کا تذکرہ کیا اور جرہمی وہ شخص ہے جو شام کی سرزمین کے قریب کے علاقہ جات پر مقرر تھا اور پھر البرقی کی بات چلی جو برقہ کی حدود اور برقہ کے ماوراء مغرب کے علاقوں پر والی مقرر تھا حتیٰ کہ اس نے کہا کہ الجرہمی جس کا نام عقیل بن عقال ہے وہ میرے پاس آئے گا اور میری بیعت کرے گا' پھر اس نے کہا کہ البرقی بھی میرے پاس آئے گا' اس کا نام ہمام بن الورد ہے' اس کے بعد عتبہ بن ہند سفیانی کے مصر کی طرف جانے اور اہلِ مصر سے لڑائی کرنے کا ذکر کیا اور کہا کہ اہلِ مصر سے فرماتا ہی پل پر یا اس کے نچلے علاقہ میں سات دن تک مصریوں سے جنگ ہوگی اور وہ اہلِ مصر پر فتح پالے گا اور ستر ہزار کے لگ بھگ اہلِ مصر کے آدمی اس جنگ میں مارے جائیں گے' پھر اہلِ مصر سفیانی ء سے مصالحت کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے اور وہ اپنا لشکر لے کر شام واپس لوٹ جائے گا۔

اس کے بعد ابوالحسین نے عرب کے اور امراء کی پیش قدمی اور ان کے اقدامات کا ذکر کیا ہے۔ حضر موت کے ایک امیر' قبیلہ خزاعہ' قبیلہ عبس اور قبیلہ ثعلب کے امراء کے خروج کا ذکر کیا ہے اور بہت سے عجائب اور خرق عادت امور اور کرامات کا ذکر کیا ہے۔ ابوالحسین لکھتے ہیں:

جو لشکر زمین میں دھنس جائے گا' زمین ان کو گردنوں تک نگل لے گی اور ان کے سر زمین سے باہر رہ جائیں گے' ان کے گھوڑے' اموال' ساز و سامان' خزائن اور ہتھیار رقیدی سب اپنے حال پر باقی رہیں گے یہاں تک کہ یہ خبر مکہ مکرمہ میں ظاہر ہونے والے شخص تک پہنچ جائے گی اور اس شخص کا نام ''محمد ابن علی'' ہوگا جو حسن ابنِ علی کی اولاد سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے زمین کو لپیٹ دے گا اور وہ اسی دن بیداء پہنچ جائے گا۔

محمد ابن علی دیکھیں گے کہ اس قوم کے جسم پورے زمین کے اندر دھنسے ہوئے ہیں اور صرف ان کے سر باہر ہیں اور وہ زندہ حالت میں ہیں' اس پر وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا شکر بجالائے گا' پھر وہ اور اس کے ساتھی رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ''اے مولیٰ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہم لوگوں پر اپنا فضل و احسان فرماتے ہوئے ہمارے دشمنوں کو تباہ و برباد فرما دیا ہے'' اور پھر وہ اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کریں گے کہ: ''اے اللہ! تو اس نعمت اور عافیت کو مکمل بھی فرما دے'' پس اسی گھڑی زمین ان کو ہڑپ کر لے گی یعنی سفیانی کے ساتھیوں کو زمین نگل جائے

گی۔ حسن' لشکر کو اور قیدیوں کو اپنے حال پر پائے گا۔

اس کے علاوہ بھی ابوالحسین نے بہت سی باتیں بیان کی ہیں' ان باتوں کی صحت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ابوالحسین کے بقول یہ سب باتیں اس نے دانیال کی کتاب سے لی ہیں۔ حافظ ابوالخطاب ابنِ دحیہ نے فرمایا ہے کہ دانیال بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں' ان کی زبان عبرانی تھی اور وہ موسیٰ بن عمران کی شریعت پر تھے اور وہ حضرت عیسیٰ بن مریم سے کچھ زمانہ قبل ہوئے ہیں' جو شخص اس طرح سے کوئی بات کسی نبی کی طرف منسوب کرتا ہے بغیر اعتماد کے یا ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں اس پر توقف فرمایا گیا ہو تو ایسے راوی کی عدالت درجہ اعتبار سے گر جاتی ہے الّا یہ کہ وہ اس کا موضوع ہونا بیان کر دے تاکہ اس کی امانت داری ثابت رہے۔ ابوالحسین نے اپنی کتاب ''الملاحم'' میں ایسے واقعات اور حوادث کا ذکر کیا جو کچھ تو رونما ہو چکے ہیں اور کچھ کا وقوع پذیر ہونا باقی ہے اور اس نے ایسی ایسی متنافی اور باہم متناقض روایات کو جمع کر دیا ہے کہ جن میں اس طرح اختلاف اور تضاد ہے جیسے گوہ اور مچھلی میں ہوتا ہے اور بڑی ہی عجیب وغریب روایات اس میں اکٹھی کر دی ہیں جن میں نہایت اضطراب ہے اور وہ عقل کے خلاف ہیں اور اس میں موضوع روایات بھی ہیں جن کا آخر اوّل کی تکذیب کرتا ہے اور متاول پر ان کی تاویل کرنا متعذر ہے۔ اس میں ایسی روایات بھی ہیں جن کو بنیاد بنا کر بے دینوں اور زندیقوں نے صادق مصدوق نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی احادیث کو جھٹلانے کا راستہ پایا۔ مثلاً اس کتاب میں یہ ہے کہ ۳۰۰ھ کو اصبہان کے یہود میں سے دجال کا ظہور ہوگا اور اس زمانہ میں یعنی ۷۰۰ھ کے اوائل میں ہمیں اس پر طعن دیا جا رہا ہے کہ کہاں ہے تمہارا دجال؟ وہ تو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ یہ ایسی چیز ہے جو واقع ہوئی ہے نہ اس نے واقع ہونا تھا۔ اسی طرح اس کتاب میں اور بھی موضوع' من گھڑت اور خودساختہ روایات کی بھرمار ہے۔ ان میں سے ایک خرافات پرمبنی وہ طویل روایت ہے جو کتاب ''الملاحم'' کا مصنف اپنی کتاب کے آغاز میں لایا ہے' نہ جانے اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے عذاب کا ڈر کیوں نہیں دامن گیر ہوا اور دین میں سب سے زیادہ فضیحت اور رسوائی کی بات یہ ہوئی کہ اس شخص (ابوالحسین احمد بن جعفر بن المنادی) نے متعصب یہودیوں سے ایسی اسرائیلیات کو نقل کر ڈالا کیونکہ دانیال سے مذکورہ روایات کی نقل کا ان کے علاوہ کوئی اور طریق ہے ہی نہیں اور اس بارے میں ان یہود کے سوا اور کسی سے روایت لی ہی نہیں جاتی۔

اہلِ کتاب سے روایات لینے کا حکم

امام بخاری سورۃ بقرہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا کہ اہلِ کتاب مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں تورات کو پڑھ کر عربی میں اس کا ترجمہ کرتے تھے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب'' یہ کہہ دو کہ ہم اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا' ایمان لائے۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۳۳' البیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۳)

امام بخاری نے کتاب ''الاعتصام'' میں روایت کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تم اہلِ کتاب سے کسی شئی کے بارے میں کیسے سوال کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اپنے رسول ﷺ پر اُتاری ہے اور تم اس کو پڑھتے ہو وہ سب سے قریب کے عہد کی ہے اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک' اور ادھر اہلِ کتاب تم سے جو کچھ بیان کرتے ہیں' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو متغیر و متبدل کر ڈالا ہے۔ اہلِ کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہتے ہیں: ''یہ اللہ کے پاس سے نازل ہوا ہے'' تا کہ اس کے ذریعے وہ دنیا کا حقیر و کمتر مال بٹوریں۔ کیا وہ علم جو تمہارے پاس (اللہ کی طرف سے) آیا' تمہیں اہلِ کتاب سے سوال کرنے سے باز رکھنے والا نہیں ہے؟ بخدا! ہم نے نہیں دیکھا کہ اہلِ کتاب کا بھی کوئی شخص تم سے اس چیز کے بارے میں سوال کرتا ہو جو تمہاری طرف اُتاری گئی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۳۴)

نوٹ: حدیث بالا کے معارض ایک دوسری روایت میں ہے کہ

حدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج. بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فرماتے ہیں:

یعنی قابلِ عبرت امور میں' اور جہاں احکام دین میں گڈ مڈ اور خلط ملط ہونے کا اندیشہ نہیں ان میں بنی اسرائیل سے روایت کرنا جائز ہے اور اس کے ماسوا میں منع ہے۔

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

احادیث اسرائیلیہ برائے استشہاد ذکر کی جا سکتی ہیں نہ کہ برائے اعتضاد کیونکہ ان کی تین قسمیں ہیں:

اوّل: وہ جن کی صحت کا ہمیں اپنی کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے سے علم ہے جو ان کی صداقت پر شاہد ہے' یہ قسم تو صحیح اور درست ہے۔

دوم: وہ جن کا جھوٹا ہونا معلوم ہے اور وہ ہماری کتاب کے خلاف ہے۔

سوم: وہ جو مسکوت عنہ ہے نہ از قبیل اوّل نہ از قبیل ثانی۔ پس اس کی نہ ہم تصدیق کریں گے اور نہ تکذیب' صرف اجمالی طور پر یہ کہیں گے کہ جو بات اللہ کی طرف سے ہو وہ حق ہے۔ (المترجم عفی عنہ)

ابنِ دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اس شخص پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں خیانت کرنے اور اس پر جھوٹ باندھنے سے باز نہیں آتا اور وہ کافر' متکبر اور نافرمان ہے۔

دابة الأرض کے خروج کا بیان

''دابة الأرض'' کے خروج پر حدیث پاک کے علاوہ قرآن مجید کی نص صریح موجود ہے لہٰذا اس پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ. (النمل:۸۲)

اور جب عذاب کا قول ان پر واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دابة الأرض) نکالیں گے جو

ان سے کلام کرے گا۔

ابنِ دحیہ فرماتے ہیں: میں اندلس میں تھا' وہاں میں نے فاضل قاری ابوعمر عثمان بن سعید بن عثمان المتوفی ۴۴۴ھ کی اکثر کتابوں کو پڑھا۔ موصوف کی منجملہ تالیفات میں سے ایک کتاب ''السنن'' بھی ہے' اس کتاب میں انہوں نے وہ تمام روایات جمع کردی ہیں جو فتن' ملاحم' شر و فسادِ زمانہ اور قیامت کی نشانیوں کے باب میں وارد ہیں۔ یہ کتاب ایک ضخیم جلد پر مشتمل ہے جس میں صحیح اور غیر صحیح دونوں قسم کی احادیث ملی جلی ملتی ہیں۔ مؤلف نے نور اور ظلمت میں فرق نہیں کیا ہے' کئی مقامات پر موضوع احادیث بھی لے آیا ہے اور صحیح اور ثابت السماع احادیث سے اس نے اعراض کیا ہے' اب میں مؤلف کی بعض غیر صحیح اور موضوع روایات کی چند مثالیں بیان کرتا ہوں۔ مثلاً

مؤلف ''دابة الأرض'' کے متعلق لکھتا ہے جس کا عنوان اسی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے' لکھتا ہے:

باب ماروی أن الوقعة التی تکون بالزوراء وما یتصل بها من الوقائع والآیات والملاحم والطوام.

زوراء کے مقام پر رونما ہونے والے واقعات ونشانات عبرت اور خون ریز جنگوں کا بیان۔

آگے اس باب کے تحت مؤلف جو روایت لایا ہے اس کی سند اس طرح بیان کی ہے' لکھتا ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زوراء کے مقام پر ایک بہت بڑا تصادم ہوگا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! زوراء کیا ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''زوراء مشرق میں ایک شہر ہے جس کی نہروں کے درمیان میری اُمت کے ظالم اور برے لوگ سکونت پذیر ہوں گے' ان پر چار قسم کا عذاب نازل ہوگا۔''

اس کے بعد مؤلف نے سفیانی کے خروج کی حدیث بیان کی ہے' لکھتا ہے:

سفیانی تین سو ساٹھ سواروں کو لے کر نکلے گا اور یہاں تک کہ وہ دمشق میں داخل ہو جائے گا۔

پھر مہدی کے خروج اور ظہور کی روایت بیان کی اور کہا کہ:

امام مہدی کا نام احمد بن عبداللہ ہوگا۔

اس کے بعد ''دابة الأرض'' کا ذکر کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! دابہ کیا چیز ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''ایک جانور ہے جس کے جسم پر اونٹ اور خرگوش کی طرح اُون اور پشم ہوگی اور اس کے پر بھی ہوں گے' اس کا کل جسم ساٹھ میل لمبا ہوگا' اس جانور کو نہ کوئی پکڑ سکے گا اور نہ کوئی شخص اس کی دست برد سے بھاگ کر بچ سکے گا۔''

اس کے بعد مؤلف یاجوج ماجوج کا ذکر کرتا ہے' لکھتا ہے کہ:

یاجوج ماجوج تین صنف میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک صنوبر کے درخت کی مانند دراز قد ہیں اور دوسری صنف کا طول اور عرض برابر ہے' وہ ایک سو بیس ہاتھ چوڑے اور اتنے ہی لمبے ہیں اور وہ ایسے فولادی ڈیل ڈول والے ہوں گے کہ ان کے آگے لوہے کی بھی دال نہیں گلے گی یعنی ان کی سختی کے سامنے لوہے اور حدید کا بھی پتہ پانی ہو جائے گا

اور تیسری صنف کے یاجوج ماجوج کی جسمانی ساخت کچھ اس نوعیت کی ہوگی کہ ان کے کان بہت بڑے بڑے ہوں گے، وہ اپنا ایک کان بستر کے طور پر نیچے بچھا سکیں گے اور اپنے دوسرے کان کو کمبل اور رضائی کے طور پر اپنے اوپر اوڑھ سکیں گے۔

مؤلف کی ذکر کردہ یہ اسانید جن کا سلسلہ وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جوڑتا ہے اور وہ متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، ان کا موضوع ہونا ظاہر و باہر ہے اور بعض اسانید کی کڑی کو حضرت حذیفہ کے سلسلہ سند سے جوڑنا خاصا کڑا ہے اور سخت مختلف فیہ ہے۔

اسی طرح اس مؤلف نے ایک اور عجیب وغریب روایت کی جس میں ایک شہر کا ذکر کیا اور لکھتا ہے کہ:

ایک شہر جس کا نام "المقاطع" ہے، یہ شہر ایک ایسے سمندر پر واقع ہے جس میں کشتیاں نہیں چل سکتیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی گہرائی نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہاں تک کہ آخر میں یہ بیان کیا کہ حضرت حذیفہ نے کہا: حضرت عبداللہ بن سلام کا بیان ہے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ بے شک اس کی تورات میں صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ اس کی لمبائی ایک ہزار میل ہوگی اور چوڑائی پانچ سو میل ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شہر کے تین سو ساٹھ دروازے ہیں، ہر دروازہ میں سے ایک ہزار جنگجو (لڑائی کے لیے) باہر نکلیں گے۔

جرح ونقد

حافظ ابوالخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ہم کو موضوع حدیثوں سے کاغذ سیاہ کرنے کا قطعی کوئی شوق نہیں ہے، ایسی کارا کاری سے ہمیں سخت نفرت ہے اور ہم صرف صحیح احادیث لکھتے ہیں جس سے ہمیں زمینوں اور آسمانوں کے معبود جل وعلا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

امام ثوری سے مذکورہ بالا روایت کرنے والا راوی عبدالرحمٰن ابن ہانی ابونعیم نخعی کوفی ہے جس کے متعلق یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ: "یہ کذاب (جھوٹا) ہے" اور امام احمد نے فرمایا کہ وہ (لیس بشئی) غیر معتبر ہے۔

ابن عدی نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن نخعی کی روایت عموماً ایسی ہوتی ہیں جو قابلِ اعتماد اور معتبر روایات کے خلاف ہوتی ہیں۔ امام ثوری سے عمر بن یحییٰ نے اسی مذکور بالا حدیث کو سند مذکور سے روایت کیا اور کہا:

ان کو چار طرح کا عذاب ہوگا: زمین میں دھنسنا، صورتوں کا بگڑنا اور پتھروں کا برسنا۔

امام برقانی نے فرمایا کہ عمر بن یحییٰ نے چوتھی چیز کا ذکر نہیں کیا اور فرمایا کہ ابن یحییٰ کا چچا متروک الحدیث ہے۔

حدیث الزوراء کو محمد بن زکریا الغلابی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہتا ہے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شہر کی بربادی سفیانی کے ہاتھ پر ہوگی۔ بخدا! میں گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی چھتوں پر گرا پڑا ہے۔

سند الحدیث پر جرح ونقد

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس روایت "محولہ بالا" کے راوی محمد بن زکریا الغلابی کے بارے میں امام ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے خلاف حدیثیں گھڑتا تھا۔

اس حدیث مذکور میں "دابة الأرض" کو اتنا لمبا چوڑا بیان کرنا اور یاجوج ماجوج کے طول وعرض کو اس قدر بڑھا چڑھا کر مذکورہ شکل وصورت میں بیان کرنا اس حدیث کے موضوع اور من گھڑت ہونے کی صریح دلیل ہے۔ ایک عقل مند آدمی قطعی طور پر جانتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ "دابة الأرض" یاجوج ماجوج اور ایک عجیب و غریب شہر' ان تینوں چیزوں کے طول وعرض اور ان کی ضخامت و جسامت میں اس قدر مبالغہ عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے اور یہ راوی کے جھوٹا ہونے اور حدیث کو اپنی طرف سے گھڑنے کی واضح دلیل اور کھلی شہادت ہے۔ آپ خود سوچیں کہ ایک جانور کا طول وعرض اور اونچائی ساٹھ میل ہو تو وہ کس شہر میں سمائے گا اور کون سی شاہراہ پر چلے گا' اسی طرح یاجوج ماجوج کو لے لیجیے کہ ان میں ایک فرد کا طول وعرض اگر دوسو چالیس ہاتھ مان لیا جائے تو بتائیے کہ وہ کس راستہ اور سڑک پر چلیں پھریں گے؟ اس فاسق نے اللہ عزیز و جبار جل شانہ پر افتراء باندھنے کی جسارت کی ہے کیونکہ اس (بدخصلت) نے اللہ تعالیٰ کے نبی مختار ﷺ کی طرف اپنے من سے باتیں بنا کر اور جی سے گھڑ کر منسوب کر دی ہیں اور آپ ﷺ سے صحیح حدیث میں یہ وعید ثابت ہے۔ تمام ائمہ حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا' اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷)

پھر تورات سے جو کچھ ہم نقل کرتے ہیں' یہود کو اس سے ہماری تکذیب کرنے کا راستہ مل جاتا ہے اور وہ ہر وقت ہمیں جھوٹا کہتے رہتے ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں' عبداللہ قبطیہ بیان کرتے ہیں کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی ان دونوں کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے آپ سے اس لشکر کے متعلق سوال کیا جس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا زمانہ تھا' اُم المومنین فرمانے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "ایک پناہ گیر بیت اللہ شریف میں پناہ گزین ہوگا' اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا' جب وہ لشکر ہموار زمین میں پہنچے گا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔" میں نے پوچھا: "یارسول اللہ! جو اس لشکر میں زبردستی بھیجا گیا ہو؟" آپ نے فرمایا: اس کو بھی دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن ان کو اس کی نیت پر اُٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۴' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۰' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۶' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۹)

ابوجعفر نے کہا: وہ مدینہ کا میدان ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی' اس میں ہے: عبدالعزیز بن رفیع نے کہا: میں ابوجعفر سے ملا'

میں نے کہا: اُم المومنین نے تو زمین کا ایک میدان کہا تھا؟ ابوجعفر نے کہا: ہرگز نہیں بخدا! وہ مدینہ منورہ کا میدان ہے۔

حضرت عبداللہ بن صفوان بیان کرتے ہیں: ''مجھے اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی۔ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اس بیت (خانہ کعبہ) کا ایک لشکر قصد کر کے آئے گا کہ وہاں جنگ لڑے، جب وہ لشکر زمین کے ایک میدان میں پہنچے گا تو اس کا درمیانی حصہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور پہلے حصہ والے آخری حصہ والوں کو پکاریں گے، پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا، پھر صرف وہ شخص باقی رہ جائے گا جو بھاگ کر ان کی اطلاع دے گا''۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۳، مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۶، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۹)

ایک شخص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے حضرت اُم المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جھوٹ نہیں باندھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت اُم المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا۔

ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے، اس میں یہ اضافہ ہے:

جب حجاج بن یوسف کا لشکر آیا تو ہم نے گمان کیا یہی وہ لشکر ہے تو ایک شخص نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے حضرت حفصہ پر جھوٹ نہیں باندھا اور بے شک حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا''۔

عبداللہ بن صفوان سے ہی روایت ہے، حضرت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک قوم اس بیت (گھر) یعنی خانہ کعبہ میں پناہ لے گی، ان کے ساتھ لشکر ہوگا، عددی قوت ہوگی نہ ساز و سامان ہوگا، ان سے جنگ کے لیے ایک لشکر بھیجا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

یوسف بن ماہک راوی کہتے ہیں کہ ان دنوں اہلِ شام کا لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ عبداللہ بن صفوان نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہ وہ لشکر نہیں ہے''۔

۰۰۰-ذیلی باب

امام مہدی کا تذکرہ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ایک خزانے کے پاس تین خلفاء کے بیٹے قتل کیے جائیں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس خزانہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا، اس کے بعد مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نظر آئیں گے، وہ تمہارا ایسا قتلِ عام کریں گے کہ کسی قوم نے ایسا نہیں کیا ہوگا

پھر اس کے بعد آپ نے کچھ اور باتیں ارشاد فرمائیں جو میں یاد نہیں رکھ سکا پھر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ: اللہ تعالیٰ کا خلیفہ (مہدی) ظاہر ہوگا' جب تم اسے ظاہر ہوتے دیکھو تو اس کی بیعت کر لینا' چاہے تم کو گھٹنوں کے بل برف پر گھسٹ کر بھی جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔'' (اس حدیث کی اسناد صحیح ہے)

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۶۳' الالبانی الضعیفۃ رقم الحدیث: ۸۵)

ان لوگوں کا تذکرہ جو امام مہدی کی حکومت کو استحکام بخشیں گے

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن حارث بن جز زبیدی بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرق کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے جو (امام) مہدی کی حمایت کریں گے یعنی اس کی سلطنت کو مستحکم کریں گے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۸' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۴۳۸)

امام مہدی کی مدد اور اعانت کا حکم

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وراء النہر سے ایک آدمی نکلے گا جس کا نام حارث بن حراث ہوگا' اس کے آگے منصور نامی ایک شخص ہوگا جو آلِ محمد کی حمایت کرے گا اور پناہ دے گا جس طرح قریش نے رسول اللہ ﷺ کو جگہ دی تھی' اس کی مدد کرنا ہر مومن پر واجب ہوگا'' یا فرمایا کہ اس کا حکم قبول کرنا ہر مسلمان پر لازم ہوگا۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۹۰' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۵۴۵۸)

امام مہدی کا دور خوشحالی اور امن کا دور ہوگا

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت میں مہدی پیدا ہوں گے' اگر وہ دنیا میں بہت کم رہے تو سات برس تک رہیں گے ورنہ نو برس ضرور رہیں گے۔ ان کے دور میں میری اُمت اس قدر خوشحال ہوگی کہ اس سے پہلے ایسا کسی نے سنا بھی نہ ہوگا۔ زمین خوب پیداوار دے گی اور اپنے سارے خزانے اُگل دے گی' مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ ڈھیر لگ جائیں گے' لوگ ان سے کہیں گے: ''مہدی! ہمیں عطا کرو' وہ فرمائیں گے: ''بھئی جتنا جی چاہے لے لو۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۴۸۴' البزار رقم الحدیث: ۳۳۲۶' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۵۸' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۹۹)

۱۰۶۔امام مہدی کا نام ونسب اور حلیہ مبارک

صورت وسیرت اور سخاوت وشجاعت کا بیان

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں' ابونضرہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہدی میری نسل سے ہوں گے' روشن اور کشادہ پیشانی والے اور اونچی ناک والے ہوں گے'

زمین کو عدل وانصاف سے مالا مال کردیں گے جیسے وہ ظلم و جفا سے اَٹی پڑی تھی' سات سال تک ان کا دورِ حکومت ہوگا۔'' (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۵۷' البغوی ج ۱۵ ص ۸۶' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۶۶۱۲)

عدل وانصاف کا وہ دور جس پر آسمان والے بھی خوش اور زمین والے بھی خوش ہوں گے

مصنف ''عبدالرزاق'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس اُمت کو پہنچنے والے مصائب کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ: ''حالات بہت خراب ہوں گے حتیٰ کہ آدمی کو اس ظلم سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ انہی حالات میں اللہ تعالیٰ میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت سے ایک ایسا مردِ خدا پیدا کرے گا جس کے سبب سے زمین عدل وانصاف سے بھر جائے گی جس طرح وہ پہلے ظلم اور زیادتی سے بھری پڑی تھی۔ آسمان کے رہنے والے اور زمین پر بسنے والے سب اس سے خوش ہوں گے۔ (اس بابرکت زمانہ میں آسمان کھل کر برسے گا) آسمان پانی کا قطرہ تک باقی نہیں چھوڑے گا مگر یہ کہ اس کو موسلا دھار بارشوں کی صورت میں زمین پر انڈیل دے گا اور زمین بھی اپنے نباتی کردار میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھے گی (اللہ کے فضل وکرم سے) ہر قسم کی پیداوار ہوگی' زمین اپنے اندر کچھ نہیں رکھے گی' سب کچھ باہر اُگل دے گی (زندگی بڑی پُرلطف ہوگی) حتیٰ کہ جو لوگ اس وقت بقید حیات ہوں گے وہ اس امن وامان اور خوشحال زندگی کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کبھی موت نہ آئے اور کبھی مرنا نہ ہو۔'' (عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۷۱' البغوی ج ۱۵ ص ۸۵)

ابوداؤد نے بھی تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو ابوداؤد میں نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن بھی باقی رہ گیا'' زائدہ کی روایت میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ اسے لمبا کردے گا یہاں تک کہ مجھ سے یا فرمایا: ''میرے اہلِ بیت سے ایک آدمی کو اُٹھائے گا جو میرا ہم نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام بھی میرے باپ کے نام پر ہوگا۔'' (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷-۴۳۰' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۴۹۴' ابن حبان ج ۹ ص ۲۸۴-۵۷۶' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۴۲' ۴-۴۸۳' الطبرانی الکبیر ج ۳ ص ۱۰۲۱-۱۰۲۳' الالبانی الصحیحہ ج ۴ ص ۴۱)

امام ترمذی نے بھی معناً اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا: ''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مرفوعاً مروی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: ''اگر دنیا کی زندگی ایک دن سے زیادہ نہ رہ گئی ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور اس دن کو لمبا کردے گا حتیٰ کہ میرے اہلِ بیت سے ایک مرد آئے گا جس کی شان یہ ہوگی کہ فرشتے اس کے آگے ہراوّل دستے کے طور پر ہوں گے اور اس کے دور میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔''

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں ڈر ہوا کہ حضور پاک ﷺ کے بعد نئی باتیں نہ

پیدا ہو جائیں (اس لیے) ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک میری اُمت میں مہدی ظاہر ہوگا جو پانچ یا سات یا نو (زید راوی کو شک ہے) زندہ رہے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے پوچھا: اس تعداد سے کیا مراد ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''سال'' مراد ہیں'' پھر آپ نے فرمایا: ''ان (مہدی) کے پاس ایک آدمی آئے گا اور کہے گا: ''اے مہدی! مجھے عطا کیجیے' مجھے عطا کیجیے'' آپ نے فرمایا: ''پس امام مہدی اس کے دامن کو اتنا بھر دیں گے جتنا وہ اُٹھا سکتا ہوگا۔'' (یہ حدیث حسن ہے۔)

(ترمذی ج۶ص۴۸۷' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۸۳' مسند احمد ج۳ص۲۱-۲۲' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث:۱۹۰۳)

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

محمد بن حنفیہ نے اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مہدی ہم میں سے یعنی اہلِ بیت میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی ان میں خلافت ومہدیت کی صلاحیت ایک رات میں یا فرمایا دو دن میں پیدا فرمادے گا۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۸۵' مسند احمد ج۱ص۸۴' ابن ابی شیبہ ج۱۵ ص۱۹۷' حلیۃ الاولیاء ج۳ص۱۷۷' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث:۶۶۱۱)

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

کتاب ''الشہاب'' میں یہ روایت موجود ہے (اور میں مترجم کہتا ہوں: ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دن بدن معاملہ سخت سے سخت تر ہوتا جائے گا اور بخل بڑھتا جائے گا اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی اور مہدی عیسیٰ بن مریم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۳۹' المستدرک للحاکم ج۴ص۴۴۱' القضاعی رقم الحدیث:۸۹۸' حلیۃ الاولیاء ج۹ص۱۹۱' الطبرانی الکبیر رقم الحدیث:۷۷۵۷' الخطیب ج۴ص۲۲۱' ابن عبدالبر جامع بیان العلم ج۱ص۱۸۸' ابن الجوزی العلل الواھیہ رقم الحدیث: ۱۴۴۷' الالبانی الضعیفۃ رقم الحدیث:۷۷)

اس باب کی احادیث میں تعارض اور اس کا جواب

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس باب کی ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ

ولا مھدی الا عیسیٰ بن مریم. اور امام مہدی عیسیٰ بن مریم ہی ہیں۔

یہ روایت اس باب کی تمام احادیث کے خلاف ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام مہدی کا خروج اور ظہور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اس پر تنصیص فرمائی ہے کہ امام مہدی میری عترت اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوں گے' اب اس کے مقابلہ میں ''لامھدی الا عیسیٰ بن مریم'' والی روایت آتی ہے' اس روایت کے بارے میں امام ابن ماجہ فرماتے ہیں:

(۱) اس حدیث کو روایت کرنے والے محمد بن ادریس شافعی متفرد ہیں۔

(ب) ابن ماجہ ہی کی اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن خالد جندی ہے' ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "الجندی هذا مجهول" "یہ جندی مجہول راوی ہے" اور دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔ کیونکہ قتادہ کبھی تو اس کو عن ابان بن صالح عن الحسن عن النبی ﷺ یعنی حضور نبی کریم ﷺ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں (باوجودیکہ ابان ضعیف بھی ہیں)۔

اور کبھی قتادہ یوں روایت کرتے ہیں: "عن أبان بن صالح عن الحسن عن أنس بن مالك عن النبی ﷺ بطوله فهو منفرد به مجهول عن أبان وهو متروك عن الحسن منقطع."

خلاصہ یہ کہ ضعیف' مجہول' منقطع' شاذ حدیث مشہور اور متواتر احادیث کے مقابلہ میں متروک قرار پائے گی۔

علامہ قرطبی نور اللہ تعالیٰ قبرہ مزید لکھتے ہیں:

میرے استادوں کے ساتھ حضرت ابوالحسن علی بن المفضل المقدسی نے فرمایا ہے کہ محمد بن خالد الجندی (جس نے ابان بن صالح کے واسطہ سے حضرت حسن بصری سے یہ حدیث روایت کی ہے) وهو مجهول (وہ مجہول ہے) امام محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس حدیث "لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم" کے راوی بھی ہیں' الجندی کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ مجہول ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایتیں لی ہیں اور البتہ یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

اور شیخ ابوالحسن محمد بن الحسین بن ابراہیم بن عاصم الابری السجزی فرماتے ہیں:

امام مہدی کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ سے جو احادیث مروی ہیں' وہ کثرت رواۃ کے اعتبار سے حد مشہور سے متجاوز ہیں اور متواتر کے درجہ تک پہنچتی ہیں اور آپ ﷺ سے صراحتاً بطور نص کے ثابت ہے کہ امام مہدی آپ کے اہلِ بیت سے ہوں گے اور وہ سات سال تک حکومت کریں گے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلیں گے اور فلسطین کی زمین پر "باب لد" کے پاس دجال کے قتل میں ان کی مدد کریں گے اور وہ اس اُمت کی امامت فرمائیں گے اور عیسیٰ صلوات اللہ علیہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ بڑی تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ طویل احادیث میں امام مہدیؑ کے متعلق حضور پاک ﷺ سے سب کچھ صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "ولا مهدی الا عیسیٰ" (اور عیسیٰ علیہ السلام کے سوا اور کوئی مہدی نہیں ہے) کا معنیٰ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "ای لا مهدی کاملا معصوما الا عیسیٰ" کہ کامل اور معصوم مہدی تو عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور اگر یہ احتمال مان لیا جائے تو اب احادیث میں تطبیق پیدا ہو جائے گی اور کوئی تعارض باقی نہیں رہے گا۔

باب-•••

(ا) امام مہدی کہاں سے ظاہر ہوں گے؟

(ب) ان کے خروج کی علامت کیا ہوگی؟

(ج) امام مہدی لوگوں سے دو مرتبہ بیعت لیں گے؟ اور

(د) امام مہدی اور سفیانی کے درمیان جنگ کا بیان

اس سے پہلے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث گزری ہے کہ

"ان المهدی یبایع بین الرکن والمقام وظاهر أنه لم یبایع ولیس کذلک"۔

اس حدیث میں یہ تھا کہ خلیفہ کی موت کے وقت ایک اختلاف رونما ہوگا' اسی دوران ایک شخص مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ میں آ جائے گا' مکہ کے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور آپ کی بیعت کرنے لگیں گے۔ آپ بیعت لینے پر راضی نہیں ہوں گے' اس سے بادی النظر اور ظاہر میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیعت نہیں لیں گے لیکن ایسے نہیں ہے (آپ مقام ابراہیم اور حجر اسود (رکن) کے درمیان لوگوں سے بیعت لیں گے)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ آخر زمانہ میں مغرب اقصیٰ سے امام مہدی کا ظہور ہوگا اور ان کے آگے چالیس میل کی مسافت تک فتح و نصرت ہوتی چلی جائے گی۔ ان کے لشکریوں کے جھنڈے سفید اور زرد رنگ کے ہوں گے' ان جھنڈوں پر اسم اعظم ''اللہ'' لکھا ہوگا۔ امام مہدی کے لشکر کے کسی دستے کو بھی شکست نہیں ہوگی اور یہ علمبردار دستے مغرب کی طرف سے ساحل سمندر کے ساتھ واقع ایک موضع جس کا نام ''ماسنہ'' ہے' وہاں سے اُٹھیں گے اور آگے بڑھتے جائیں گے اور ان جھنڈوں کو اُٹھانے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نصر و ظفر اور فتح و کامرانی کا پختہ وعدہ فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (المجادلہ:۲۲) یہ اللہ کی جماعت ہے' سنتا ہے! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے ۝

حضرت عبداللہ ابن مسعود کی یہ ایک لمبی حدیث ہے' اس میں یہ بھی ہے: پھر لوگ ہر جگہ' ہر طرف سے آنا شروع ہو جائیں گے اور آپ کی بیعت کرنے لگیں گے۔ آپ ان دنوں مکہ شریف میں ہوں گے' لوگ رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان آپ کی بیعت کریں گے اور آپ اس دوسری بیعت کو پسند نہیں فرمائیں گے۔ بادل نخواستہ بیعت لیں گے کیونکہ اس سے قبل پہلی بیعت آپ مغرب میں لوگوں سے لے چکے ہوں گے' پھر اس کے بعد امام مہدی لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے: ''اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اپنے دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے نکلو!'' چنانچہ لوگ آپ کی دعوت پر لبیک کہیں گے اور کوئی ایک شخص بھی آپ کی حکم عدولی اور نافرمانی نہیں کرے گا۔ امام مہدی اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر مکہ مکرمہ سے شام کی طرف عروہ بن محمد سفیانی اور ان کے حلیف قبیلہ بنوکلب کے لوگوں کے ساتھ جنگ کے لیے نکلیں گے' پھر آپ کا لشکر مختلف اطراف میں پھیل جائے گا' اس کے بعد عروہ سفیانی بحیرہ طبریہ کے کنارے پر ایک درختوں کے جزیرے میں پایا جائے گا۔ بنوکلب کے ساتھ جنگ میں جو شخص

پیچھے رہا اور اس نے اس جنگ میں حصہ نہ لیا وہ خائب و خاسر اور نامراد ہے' چاہے یہ جنگ میں حصہ تلوار کے ساتھ نہ سہی ایک کلمہ' ایک نعرۂ تکبیر اور چیخ کر بلند آواز سے نعرہ کا جواب یا دشمن کو ڈرانے کے لیے للکار اور ''دبکے'' کی صورت میں ہی ہو۔''

سفیانی کون ہوگا؟

عمرو بن عبید اپنی مسند میں سفیانی کے بارے روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! سفیانی اور اس کے ساتھیوں کا قتل کیونکر جائز ہوگا؟ جبکہ وہ مسلمان موحد ہوں گے'' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان کا ایمان مردود ہے' قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ وہ خوارج یعنی اللہ کے باغی ہو جائیں گے اور وہ اپنی رائے سے کہیں گے کہ خمر (شراب) حلال ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ خدا سے لڑائی لیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (المائدہ:۳۳)

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ یا زمین سے دُور کر دیے جائیں۔ یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ۝

(السلمی عقد الدرر ص ۸۴)

اس کے بعد حدیث ذکر کی' ہم انشاء اللہ آئندہ باب میں اس کو مکمل ذکر کریں گے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ امام مہدی کی پہلی بیعت مغرب اقصیٰ میں ہوگی (اور دوسری بیعت رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان مکہ معظمہ میں ہوگی) اس کی دلیل میں وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی ایک لمبی حدیث بھی لائے ہیں جس میں یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے بعد ایک جزیرہ فتح ہوگا جس کا نام اندلس ہوگا' پھر کافر مسلمانوں پر غالب آجائیں گے' ان کے مال چھین لیں گے اور اس کا اکثر حصہ ان کفار کے قبضہ میں چلا جائے گا' عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں گے' عزتیں خاک میں مل جائیں گی' شہروں کو خراب کر دیا جائے گا' زیادہ تر شہر بالکل ویران ہو جائیں گے' بہت سے لوگ اپنے گھربار اور مال اسباب چھوڑ کر جلاوطنی اختیار کر لیں گے۔ جزیرہ اندلس کے اکثر حصہ پر کافروں کا تسلط اور غاصبانہ قبضہ ہو جائے گا' مسلمانوں کے پاس بہت تھوڑا سا حصہ باقی رہ جائے گا' مغرب میں قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا' ہر طرف خوف و ہراس پھیلا ہوگا' مہنگائی اور بھوک کا راج ہوگا' فتنے بڑھ جائیں گے' بھائی بھائی کا گلا کاٹے گا' لوگ ایک دوسرے کو کھانے دوڑیں گے' ایسے میں مغرب اقصیٰ سے ایک مردِ خدا نکلے گا جو رسولِ اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسل پاک سے ہوگا اور وہی مہدی ہیں جو آخر زمانہ میں قائم ہوں گے اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہوگی۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حدیث پاک میں جتنی پیشن گوئیاں کی گئی ہیں وہ سب ان بلاد میں ہم نے اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرلی ہیں' صرف ایک امام مہدی کا خروج اور ظہور باقی ہے۔

شریک کی حدیث میں مروی ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ظہورِ مہدی سے قبل (ماہِ) رمضان میں دومرتبہ سورج گرہن ہوگا۔

امام مہدی (موعود) کے ظہور کی علامات

امام دارقطنی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

محمد ابن علی بیان کرتے ہیں: ''تحقیق! ہمارے مہدی کی دونشانیاں ایسی ہیں کہ ان دونشانیوں کی مثال جب سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہوئی ہے کبھی نہیں دیکھیں۔ اوّل: یکم رمضان کو چاند (ہلال) گرہن ہوگا اور دوم: یہ کہ پندرہ رمضان المبارک کو سورج گرہن ہوگا اور جب سے اللہ عزوجل نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا ہے یہ دو نشانیاں ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔'' (الدارقطنی سننہ ج۲ص۶۵)

۱۰۷۔ظہور مہدی کی مزید علامات کا بیان

(ا) امام مہدی کا کوہِ دیلم اور قسطنطنیہ پر تسلط ہونا

(ب) رومیۂ انطاکیہ اور کنیسۃ الذہب کو فتح کرنا اور ایک آیت کی تفسیر ومعنیٰ کا بیان

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ تعالیٰ عزوجل اسی ایک دن کو اتنا دراز فرمادے گا حتیٰ کہ میرے اہلِ بیت میں سے ایک مرد جبل دیلم اور قسطنطنیہ کا مالک بن کر اس پر حکومت کرے۔'' (اس حدیث کی سند صحیح ہے) (ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۷۷۹)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں' اس میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک ''ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ'' (المائدہ: ۳۳) کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: پھر بے شک امام مہدی اور ان کے ساتھی مسلمان شہر انطاکیہ آئیں گے' یہ ایک بہت بڑا شہر ہے جو سمندر کے کنارے واقع ہے۔ مسلمانوں کی فوج تین نعرے لگائیں گے تو اس شہر کی سمندر کی جانب کی فصیل (دیوار) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے گر جائے گی (یہ امام مہدی کی کرامت ہوگی) مسلمانوں کا لشکر کافر مردوں کو قتل کردے گا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالے گا اور ان کے اموال کو اپنے قبضہ میں لے لے گا اور امام مہدی انطاکیہ شہر کو اپنی حکومت میں شامل کرلیں گے اور پھر اس شہر میں مسجدیں بنوائیں گے اور اہلِ اسلام کی

آبادکاری کے لیے کالونیاں تعمیر کرائیں گے اس کے بعد پھر رومیہ اور قسطنطنیہ اور کنیسۃ الذہب کی طرف جائیں گے اور قسطنطنیہ اور رومیہ کے اندر بزور گھس جائیں گے اور چار لاکھ جنگجوؤں کو قتل کر دیں گے اور ستر ہزار کنواری لڑکیوں کو اپنی ملکیت میں لے کر ان کی عصمتوں کے مالک اور محافظ بن جائیں گے اور پھر اوپر تلے مسلسل شہروں کے شہر اور قلعے فتح ہوتے چلے جائیں گے اور کفار کے اموال ہاتھ لگتے جائیں گے۔ مسلم مجاہد مردوں کو تہ تیغ کرتے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بناتے جائیں گے یہاں تک کہ کنیسۃ الذہب (سنہری گرجا) تک پہنچ جائیں گے اور اس میں وہ تمام مال موجود پائیں گے جو امام مہدی نے پہلی مرتبہ حاصل کیا تھا۔ (اور پھر عیسائیوں نے غلبہ پا کر واپس لے لیا تھا) اور یہ اموال وہ ہوں گے جو بادشاہ روم قیصر نے بیت المقدس کی جنگ کے وقت کنیسۃ الذہب (گولڈن گرجا گھر) میں ودیعت رکھ چھوڑا تھا۔ شاہِ روم کو یہ مال وخزانہ بیت المقدس میں سے ملا تھا جو اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور پھر وہ بہ تمام وکمال پورے کا پورا مال وزر کنیسۃ الذہب (زرّیں عبادت خانہ) منتقل کر لیا تھا۔ یہ مال اس قدر زیادہ تھا کہ اس زر وسیم اور جواہر کو وہ لوگ ستر ہزار بیل گاڑیوں کے ذریعے اُٹھا کر بیت المقدس سے کنیسۃ الذہب لے کر گئے تھے' اب امام مہدی وہ پورا خزانہ مال جس طرح انہوں نے غصب کیا تھا' بغیر کسی کمی کے اسی طرح سارے کا سارا ان سے بزورِ شمشیر حاصل کر کے واپس بیت المقدس میں لوٹا دیں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! کیا بیت المقدس اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظمت اور قدر ومنزلت والی جگہ تھی؟'' آپ نے فرمایا: ''بیت المقدس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائے گئے گھروں اور عبادت گاہوں میں بہت بزرگی والا گھر ہے۔ بیت المقدس وہ بزرگ ترین مقام ہے جس کو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لیے بنایا تھا۔ انہوں نے اس میں سونا' چاندی' موتی' سرخ اور سبز پتھر لگائے' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنوں کو مسخر اور ان کا مطیع بنا دیا تھا اور جن کانوں سے ان کے لیے سونا اور چاندی نکال کر لے آئے تھے' اسی طرح وہ سمندروں میں غوطہ زن ہو کر جواہر' یاقوت اور گہرے سبز رنگ کے خوبصورت قیمتی پتھر لائے تھے'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور ۝

(ص: ۳۷)

(دیو اور جن سمندر سے موتی وغیرہ نکالتے اور حسب مرضی عجیب وغریب عمارتیں تعمیر کرتے۔)

اور جب یہ جنات اور دیو معادن (کانوں) سے سونا' چاندی اور سمندر سے غوّاصی کر کے موتی اور جواہر و یاقوت اور زمرد لائے تو ان مختلف اصناف کے پتھروں اور موتیوں سے آپ نے بیت المقدس کی خوبصورت عمارت تعمیر کرائی اور اس میں سونے اور چاندی کی اینٹیں لگوائیں اور بیت المقدس کے ستونوں پر بھی سونے اور چاندی کا کام ہوا' پھر بڑے موتی' یاقوت اور گہرے سبز رنگ کے سنگِ مرمر سے اس کی آرائش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جن ان کے لیے مسخر کر دیے تھے حتیٰ کہ انہوں نے قسما قسم کے پتھروں اور موتیوں سے نیز سونے اور چاندی سے مزین کر کے یہ خانہ خدا تعمیر کر دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے پوچھا: ''یارسول اللہ! یہ چیزیں بیت المقدس سے کس طرح چوری ہوگئی تھیں؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو گئے' انہوں نے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی کی پاداش میں ان پر ''بخت نصر'' (اور وہ مجوسی یعنی آتش پرست تھا) کو مسلط فرما دیا جو سات سو سال تک ان پر حکومت کرتا رہا اس کو قرآن پاک میں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا○

پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے سخت لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا○

(الاسراء:۵)

''بخت نصر'' کا لشکر بیت المقدس میں داخل ہو گیا اور اس نے بنو اسرائیل کے مردوں کا قتلِ عام کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور بیت المقدس سے ہر قسم کی قیمتی اشیاء اور سیم و زر اور یاقوت و جواہر اور خوبصورت قیمتی پتھر سب نکال کر لے گئے۔ کہتے ہیں کہ بخت نصر کے آدمی بیت المقدس سے ستر ہزار گاڑیاں سامان کی بھر کر لے گئے تھے۔ یہ سارا خزانہ انہوں نے بابل کی زمین میں لے جا کر چھپا دیا تھا اور بنو اسرائیل سے وہ بیگار لیتے تھے اور پوری ایک صدی تک ان کو بخت نصر نے ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنا غلام بنائے رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل کو بنی اسرائیل پر رحم آیا اور اس نے فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ سرزمین بابل کی طرف جائے اور بنی اسرائیل کے جو لوگ بخت نصر کی قید میں ذلت و رسوائی کی غلامانہ زندگی گزار رہے ہیں ان کو اس کے چنگل سے نجات دلا کر آزاد اور رہا کر دے۔ وہ بادشاہ ان کی طرف گیا یہاں تک کہ بابل شہر میں داخل ہو گیا اور اس نے بنی اسرائیل کے بچے کھچے لوگوں کو مجوس کی قید سے رہائی دلائی اور سب سامان اور ہیرے جواہرات اور قیمتی اشیاء جو وہ بیت المقدس سے لے آئے تھے وہ سب بھی واگزار کرا کر واپس بیت المقدس میں لوٹا دیں اور ان پتھروں کو اور سامانِ آرائش و زینت کو بھی پھر سے پہلے کی طرح اس کی اصلی حالت کے مطابق لگا دیا اور بنو اسرائیل سے کہا گیا کہ: ''اے اسرائیلیو! اگر تم نے پھر پہلے کی طرح گناہوں کی زندگی گزارنا شروع کر دی تو ہم پھر تمہیں قید میں دے دیں گے اور تمہارا قتلِ عام ہو گا۔ یہی مطلب و معنیٰ ہے اس آیتِ کریمہ کا کہ:

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ (الاسراء:۸)

اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے۔

یعنی اگر تم نے توبہ کے بعد دوبارہ گناہ کے کام کرنا اور نافرمانی شروع کر دی تو ہم پھر تمہیں عذاب سے دوچار کر دیں گے۔ چنانچہ جس وقت بنو اسرائیل بیت المقدس لوٹ آئے تو انہوں نے پھر وہی گناہوں کا دھندہ شروع کر دیا جس کی سزا ان کو یہ ملی کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ روم قیصر کو ان یہودیوں پر مسلط کر دیا۔ اسی کا بیان قرآن مجید کی اس

آیتِ مبارکہ میں ہوتا ہے کہ:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا۝ (الاسراء:۷)

پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا (اور تم نے پھر فساد برپا کیا' انبیاء کو قتل کیا مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے' اللہ نے ان کو تمہارے مکر سے بچا لیا اور تم پر اہلِ فارس اور اہلِ روم کو مسلط کر دیا کہ تمہارے وہ دشمن تمہیں قتل کریں یا قید کریں اور تمہیں اتنا پریشان کریں) کہ دشمن تمہارا منہ بگاڑ دیں (کہ رنج و پریشانی کے آثار تمہارے چہروں سے ظاہر ہوں) اور مسجد میں داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں' تباہ کر کے برباد کر دیں۝

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اہلِ روم نے یہود کے خلاف بحر و بر (خشکی اور سمندر) میں جنگ برپا کر دی اور ان پر غالب آ گئے اور ان کو خوب تہ تیغ کیا' ان کے مال لوٹ لیے' ان کی عورتوں کو قیدی بنا لیا اور بیت المقدس سے تمام سامانِ زینت و آرائش ہتھیا کر چلتے بنے۔ یہ سامان اس قدر زیادہ تھا کہ رومی عیسائی اس کو ستر ہزار گاڑیوں (بیل گاڑی مراد ہے) پر لاد کر روم لائے یہاں تک کہ کنیسۃ الذہب میں وہ سب سامان اور قیمتی اشیاء انہوں نے ودیعت رکھ دی تھیں اور وہ اب تک وہاں موجود ہے اور موجود رہے گا تا آنکہ حضرت امام مہدی اسے وہاں سے برآمد کریں گے اور بیت المقدس واپس لوٹائیں گے اور ان کے دور میں مسلمان' اہلِ شرک پر غالب آ جائیں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے خلاف بادشاہ روم کو بھیجے گا اور یہ آلِ ہرقل کا شاہِ پنجم ہوگا۔ مکمل حدیث اس سے پیشتر گزر چکی ہے۔

۰۰۰- باب

اس باب میں مندرجہ ذیل امور بیان ہوں گے:

(ا) قسطنطنیہ کی فتح اور یہ کہ وہ کہاں سے فتح ہوگا اور

(ب) قسطنطنیہ کا فتح ہونا دجال کے خروج کی نشانی ہوگا اور

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے دجال کو قتل کرنے کا ذکر

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک رومی اعماق یا دابق نہ پہنچ جائیں' پھر ان سے لڑنے کے لیے مدینہ سے ایک جیش (لشکر) روانہ ہوگا' وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے نیک لوگ ہوں گے' جب دونوں لشکر صف آراء ہوں گے تو رومی (مسلمانوں سے) کہیں گے: ''تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان نہ آؤ جنہوں نے ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے'' مسلمان کہیں گے: ''نہیں بخدا! ہم تم کو اپنے بھائیوں سے جنگ کرنے کے لیے کھلی چھٹی ہرگز نہیں دے

سکتے'' پھر وہ ان سے لڑیں گے تو ان میں سے ایک تہائی (مسلمان) بھاگ نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان بھاگنے والوں کی توبہ کبھی قبول نہیں کرے گا اور ایک تہائی ان میں سے قتل کر دیئے جائیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے۔ بقیہ تہائی فتح پا لیں گے، وہ کبھی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوں گے، وہ قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے، جس وقت وہ مالِ غنیمت کو تقسیم کریں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکا دیں گے تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا: ''تمہارے بال بچوں کے پاس مسیح دجال پہنچ گیا ہے'' جب یہ ملک شام پہنچیں گے تب دجال نکلے گا، جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے اور جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو چھوڑ دیتے تب بھی وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل کرے گا اور ان کے نیزے پر اس کا خون (لوگوں کو) دکھلائے گا۔'' (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۲۱، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۸۲، ابن حبان ج ۸ ص ۲۸۶)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمانوں کا مورچہ مقام بولاء میں نہ ہو پھر آپ نے فرمایا ''یا علی! یا علی! یا علی!'' انہوں نے عرض کیا: ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ! فرمائیے کیا حکم ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب تم رومیوں سے جنگ کرو گے اور تمہارے بعد جو مسلمان ہوں گے وہ بھی اور جو اسلام کی رونق ہوں گے وہ بھی جنگ کے لیے نکلیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کریں گے اور تسبیح و تکبیر کے ذریعے قسطنطنیہ فتح کر لیں گے۔ انہیں وہاں اتنا مالِ غنیمت حاصل ہوگا کہ اتنا کبھی حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ ڈھال بھر بھر کر روپیہ تقسیم کریں گے، پھر ایک شخص خبر دے گا کہ دجال ظاہر ہو گیا لیکن یہ خبر جھوٹی ہوگی تو مال لینے والا اور چھوڑنے والا دونوں شرمندہ ہوں گے۔'' (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۴، الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۲۷۴)

''لا الہ الا اللہ'' کی ضرب کاری ایٹم بم سے زیادہ طاقتور ہے

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ایک شہر (قسطنطنیہ) کے متعلق سنا ہے کہ اس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر میں ہے؟'' صحابہ نے کہا: ''ہاں! یا رسول اللہ!'' آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اس میں ستر ہزار بنو اسحاق (عرب) جہاد نہ کریں، جب وہ وہاں پہنچ کر اُتریں گے تو وہ ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ تیر اندازی کریں گے، وہ کہیں گے: ''لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر'' تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی۔

ثور کہتے ہیں: میرے گمان میں اس سے مراد دریا کا کنارہ ہے، پھر وہ دوسری بار کہیں گے: ''لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر'' تو اس کی دوسری جانب گر جائے گی، پھر وہ تیسری بار کہیں گے: ''لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر'' پھر ان کے لیے

کشادگی کر دی جائے گی۔ (دروازہ کھل جائے گا) اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور مال غنیمت حاصل کر گے، جس وقت وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے، تو ایک چیخ سنائی دے گی کہ دجّال نکل آیا ہے تو مسلمان ہر چیز چھوڑ لوٹ آئیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۴۳)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت ہے، فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ قیام قیامت کے ساتھ فتح ہوگا۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۶ ص ۴۹۸)

محمود نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اور قسطنطنیہ روم کا ایک شہر ہے جو خروج دجّال کے وقت فتح ہوگا، قسطنطنیہ بعض صحابہ کرام کے زمانے میں بھی فتح ہوا۔

بعض صحابہ سے مراد کون ہیں؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: بعض صحابہ سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ امام طبری نے تاریخ الطبری میں اس کا ذکر کیا ہے۔ پھر ۲۷ھ میں عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھ پر افریقیہ کی فتح ہوئی کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا والی مقرر فرمایا اور آپ کی عادت یہ تھی کہ کسی والی اور گورنر کو بلا شکایت معزول نہیں کرتے تھے تو عبداللہ بن ابی سرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے سپاہی تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لشکر کا امیر مقرر کیا اور پیادہ فوج کی کمان ان کے سپرد کی اور ان کو افریقیہ روانہ کیا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن نافع بن قیس اور عبداللہ بن نافع بن حصین فہری دونوں حضرات کو بھی بھیجا، عبداللہ بن ابی سرح کی سرکردگی میں جب افریقیہ فتح ہو چکا تو عبداللہ بن نافع بن قیس اور عبداللہ بن نافع بن حصین فہری دونوں اندلس چلے آئے اور یہ دونوں حضرات بحری راستے سے اندلس پہنچے تھے۔ اندلس کی طرف لوٹنے والوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لکھا جس میں آپ نے فرمایا: "امابعد! بیشک قسطنطنیہ اندلس سے قبل فتح ہوگا اور تم نے اگر اس کو پہلے فتح کیا تو تم اس کے اجر میں شریک ہو گے۔ کہا جاتا ہے کہ قسطنطنیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں فتح ہوا اور آئندہ پھر دوبارہ فتح ہوگا۔ جیسا کہ اس باب کی احادیث میں اور اس سے قبل بیان ہوا۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۵۳)

ایک تعارض اور اس کا جواب

بعض علماء نے فرمایا کہ اس باب کے اوّل میں مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ جنگ کے ذریعے فتح ہوگا اور ابن ماجہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ قسطنطنیہ تسبیح و تکبیر کے ذریعے بطور کرامت فتح ہو جائے گا، لڑنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ ان دونوں حدیثوں میں مخالفت ہے۔ (واللہ اعلم)

جواب: میں (قرطبی) کہتا ہوں: یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ امام مہدی کو دو مرتبہ فتح حاصل ہو، ایک مرتبہ جنگ کے ذریعے اور ایک مرتبہ نعرۂ تکبیر سے فتح حاصل ہو جائے جس طرح کہ کنیسۃ الذہب (سنہری گرجا گھر) کو امام مہدی دو مرتبہ فتح کریں گے کیونکہ جب آپ مغرب کے ممالک کی طرف نکلیں گے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا، ا

اندلس آپ کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے: ''یا ولی اللہ انصر جزیرۃ الاندلس '''' اے اللہ تعالیٰ کے ولی! جزیرہ اندلس کو فتح کرو' آپ کے ساتھ اہل اندلس بھی مجتمع ہیں اور اندلس پر ابنائے روم کے اہل کفر و شرک کا غلبہ اور تسلط ہے چنانچہ امام مہدی مغرب کے مختلف قبائل مثلاً قبیلۂ قزولہ' قبیلۂ خذالہ' قبیلۂ قذالہ اور ان کے علاوہ دیگر قبائل کی طرف خطوط بھیجیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کے غلبہ کے لیے جہاد میں ہماری) مدد کرو جس پر ہر جگہ سے لوگ آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے جوق در جوق آپ کے پاس حاضر ہو جائیں گے۔ مقدمۃ الجیش کی قیادت صاحب الخرطوم کر رہے ہوں گے اور وہ امام مہدی کے ساتھی اور دست راست بنیں گے۔ ایک سفید راس ڈاچی پر سوار ہوں گے' جیش کے ہراول دستہ کی کمانڈ کرنے والے اونٹنی پر سوار امام مہدی کے یہ مصاحب خاص' دین اسلام کے ناصر اور اللہ تعالیٰ کے سچے ولی ہوں گے' اس وقت اسی ہزار مجاہدین جن میں گھوڑ سوار اور پیادہ دستے شامل ہوں گے آپ کی بیعت کریں گے (اللہ تعالیٰ ان سب مجاہدین اسلام سے راضی ہو) ایسے ہی جانثاروں اور سچے مخلص مسلمانوں کی شان میں قرآن ناطق ہے کہ:

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (المجادلہ:۲۲)	یہ اللہ کی جماعت ہے' سنتا ہے! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے○

ان مجاہدوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی جانوں کا سودا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ بڑا فضل والا ہے' پھر یہ لشکر سمندر پار کر کے حمص یعنی اشبیلیہ پہنچ جائے گا' امام مہدی وہاں پہنچ کر اشبیلیہ کی جامع مسجد میں منبر پر جلوہ گر ہوں گے اور ایک نہایت فصاحت و بلاغت سے لبریز خطبہ ارشاد فرمائیں گے' اندلس کے تمام اہل اسلام آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے' پھر آپ تمام مسلمانوں کو ساتھ لے کر ممالک روم کی طرف متوجہ ہوں گے اور روم کے شہروں اور ریاستوں میں سے ستر شہروں کو فتح کر لیں گے اور یہ ستر (۷۰) ریاستیں لڑائی کے ذریعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گی۔ (الحدیث)

اس حدیث میں یہ بھی ہے: ''پھر امام مہدی اور ان کے ساتھی کنیسۃ الذہب (سنہری گرجا) پہنچیں گے' اس گرجا گھر میں سے ان کو بہت سارا مال ہاتھ لگے گا' آپ وہ مال لے کر لوگوں میں برابری اور مساوات کے ساتھ تقسیم کر دیں گے اور اس گرجا گھر سے تابوت سکینہ بھی ملے گا اور اس تابوت (لکڑی کا صندوق) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا بھی ہوگا' یہ وہی عصا (لاٹھی) ہے جو حضرت آدم علیہ السلام جنت پر سے زمین پر اترے تو اپنے ساتھ لائے تھے۔ قیصر' بادشاہ روم نے بیت المقدس سے جب یہ سب سامان ہتھیا لیا تھا تو اس میں وہ یہ عصا بھی عصیاناً ویقظاناً نہ کہ نسیاناً اپنے ہمراہ لے اڑا تھا اور اس نے یہ تمام سامانِ غارت کنیسۃ الذہب میں جمع کر کے چھپا دیا تھا اور وہ سب مغصوبہ مال اب تک وہاں موجود ہے حتیٰ کہ امام مہدی اس کو وہاں سے نکالیں گے' مسلمانوں کے ہاتھ جب یہ عصا آئے گا تو وہ اس پر لڑ پڑیں گے' ہر کوئی اس عصا (لاٹھی) کو حاصل کرنے کی سعی کرے گا اور اللہ تعالیٰ جب اندلس سے مسلمانوں کا کام تمام کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اللہ کی قدرت کہ مسلمانوں کی تدبیر ناکام ہو جائے گی اور بڑے بڑے سیانوں کی مت ماری جائے گی' آخر کار وہ اس عصا کے چار ٹوٹے کر کے

آپس میں بانٹ لیں گے' اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے چار دستے ہوں گے اور ہر دستہ اور یونٹ ایک ایک ٹکڑا لے لے گی اور جب مسلمانوں کا کردار یہ ہوگا تو اس نااتفاقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے ظفر اور نصر کو اٹھا لے گا اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ کعب احبار کا بیان ہے: اہل شرک مسلمانوں کے آپس کے اختلاف و انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر چڑھائی کر دیں گے اور غالب آ جائیں گے حتیٰ کہ مسلمان چلتے چلتے سمندر کنارے آ جائیں گے تو ایک فرشتہ کو اونٹ کی صورت وشکل میں متشکل کر کے ان کے پاس قدرت کی طرف سے بھیجا جائے گا' پس مسلمان اس اونٹ کے ذریعے پل پار کریں گے جو ذوالقرنین نے خاص اسی مقصد کے لیے بنایا تھا۔ پل کراس کرنے کے بعد لوگ امام مہدی کے پیچھے ملک فارس تک آ پہنچیں گے اور رومی وہاں تک ان کا تعاقب کریں گے اور وہ برابر ان کا پیچھا کریں گے' ان کو چھوڑیں گے نہیں جبھی مسلمان کوچ کریں گے اور اگلی منزل کی طرف روانہ ہوں گے' ساتھ ہی مشرکین بھی تعاقب میں سفر جاری رکھیں گے حتیٰ کہ مصر کی زمین میں آ جائیں گے اور رومی بھی ان کے پیچھے پہنچ جائیں گے۔ حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ مصر کے علاقہ الفیوم تک قابض ہو جائیں گے پھر واپس لوٹ جائیں گے۔

۰۰۰-باب

قیامت کی علامات اور نشانیوں کا بیان

اشراط ساعت کا معنیٰ

شرط کا معنیٰ ہے: ایک چیز کا دوسری چیز پر موقوف ہونا' اس کی جمع شروط ہے اور شرط کا معنیٰ ہے کسی چیز کی علامت اور نشانی' اس کی جمع اشراط ہے' اور اشراطِ ساعت کا معنیٰ ہے: قیامت کی علامتیں اور نشانیاں' دن اور رات کے اجزاء میں سے کسی ایک جز کو ساعت کہتے ہیں اور وقت حاضر کو بھی ساعت کہتے ہیں' چونکہ قیامت کا آنا مبہم ہے اس لیے ساعت حاضر میں بھی قیامت کا آنا محتمل ہے اس لیے قیامت کو ساعت کہتے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

قیامت کب آئے گی؟

وقوع قیامت کے وقت کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ صرف اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی' حدیث پاک میں ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت جبریل علیہ السلام نے سوال کیا: "یا رسول اللّٰہ متی الساعة؟" "یارسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟" آپ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ص ۱۰۷-۱۰۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۴)

اسی طرح امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے جبریل! قیامت کب واقع ہوگی؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک جھرجھری لی اور اپنے پروں کو سمیٹ کر لرزتے ہوئے کہا کہ: "اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے

والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا' وقوع قیامت کے وقت کا علم آسمان والوں اور زمین والوں پر مخفی رکھا گیا ہے' قیامت تو اچانک ہی برپا ہوگی''۔

ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی کچھ نشانیاں ہیں' عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا نشانیاں ہیں؟ ارشاد ہوا کہ مسجدوں میں اہل فسق شور کریں گے اور نیک لوگوں پر بُرے لوگ غالب ہوں گے' ایک دیہاتی آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسے عالم میں آپ میرے لیے کیا حکم فرماتے ہیں (کہ میں اس وقت کیا کروں؟) آپ نے فرمایا: بس چھوڑ' تم کسی سے تعرض نہ کرنا اور اپنے گھر پڑے رہنا جس طرح کمبل پڑا ہوتا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۸۷-۱۸۸' التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۵۳)

فصل

قیامت واقع ہونے سے پہلے اس کی نشانیاں ظاہر کرنے میں حکمت اور فلسفہ کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) بیان کرتے ہیں کہ قیامت سے پہلے اس کی علامات اور نشانیوں کو ظاہر کرنے اور لوگوں کو ان پر آگاہ کر دینے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور نیز ان کو اس بات پر برانگیختہ کرنا مقصود ہے کہ وہ توبہ اور رجوع کر کے اپنی جانوں کو آخرت کی سزا اور عذاب سے بچالیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک قیامت آ جائے اور لوگ اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اور توبہ کر کے اس کا تدارک نہ کر سکیں اور ان کے توبہ کرنے کے عمل میں قیامت حائل ہو جائے اور ان کو مہلت ہی نہ ملے' اس لیے پہلے سے ان کو متنبہ کر دیا ہے۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ قیامت کی علامات اور نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد اپنی جانوں کی فکر کرتے ہوئے دنیا سے قطع تعلق کر کے آخرت کے لیے تیاری کریں اور قیامت کے دن کے لیے عمل کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر فرمایا ہے اور ان علامات اور نشانیوں کا ظہور دنیا کی انتہاء اور اس کی مدت کے پورا ہو جانے کی دلیل اور علامت ہوگی۔

قیامت کی علاماتِ کبریٰ کا بیان

خروج دجّال' نزول عیسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دجّال کو قتل کرنا' یاجوج اور ماجوج کا نکلنا' دابۃ الارض کا نکلنا' سورج کا مغرب سے طلوع کرنا

یہ علامات' علامات کبریٰ کہلاتی ہیں جیسا کہ تفصیل آگے آتی ہے اور لیکن وہ علاماتِ قیامت جو اس سے پہلے واقع ہوں گی مثلاً علم کا کم ہونا اور اٹھ جانا' جہل کا غلبہ' ان پڑھ لوگوں کا حکمران بننا' حکمت کی باتوں کا فروخت ہونا (جب قلم قبیلہ بکاؤ مال بن جائے گا اور عدلیہ انصاف فروشوں کی اوپن مارکیٹ بن جائے گی) زنا کا عام ہونا' شراب نوشی کا بکثرت ہونا' بہت ساری عورتوں اور مردوں کا فقط ایک مرد کفیل اور نگران ہوگا' اونچی بلڈنگوں اور لمبے

چوڑے بنگلے اور مسجدوں کا دلہن کی طرح سجا ہونا' لونڈوں اور نوخیز شوکروں کا حکومت کرنا' امت کے پچھلوں کا اگلوں پر لعن طعن کرنا' بکثرت خون ریزی کا ہونا۔ تو یہ تمام واقعات واقع اور پیدا ہو چکے ہیں اور جب یہ خبر عیاں اور آشکار ہو چکی ہے تو ان احادیث اور واقعات و علامات قیامت سے ڈرانے والی اخبار اور احادیث کو روایت کرنا ظاہراً محض تکلف لگتا ہے مگر ان اخبار و احادیث کو روایت کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ لوگ ان احادیث اور واقعات سے آگاہ ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ کے اس عظیم الشان معجزہ سے آگاہ ہو سکیں اور وہ آپ کے معجزہ اور غیب کی خبروں اور پیشگوئیوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے آپ کی تصدیق کریں کہ حضور ﷺ نے مستقبل کے بارے میں جو بھی خبریں دیں وہ سب کی سب حرف بحرف سچی ہو چکی ہیں گویا اس میں حضور ﷺ کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔

۱۰۸-(قیامت کا قریب ہونا)

ارشاد نبی ﷺ "بعثت انا و الساعة کھاتین" کی تشریح

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔ (صحیح مسلم ج۱۸ص۸۹' صحیح بخاری ج۱۱ص۳۴۷' ترمذی رقم الحدیث:۲۲۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۵-۴۰۴۰' مسند احمد ج۳ص۱۲۴-۱۳۰' ج۵ص۱۳۰' ابن حبان ج۱ص۱۰۶-۲۲۱۸)

امام مسلم کے علاوہ امام بخاری' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اپنے اپنے طریق سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس معنیٰ کو اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ قیامت کا وقوع قریب ہے اور اس کا آنا جلد ٹھہرا ہے۔ حدیث پاک کا یہ اسلوب بیان سمجھنے کے لیے قرآن مجید کی یہ آیتیں پیش نظر رہیں تو مسئلہ سہل الفہم ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ (محمد:۱۸) — اس (قیامت) کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۚ (النحل:۷۷) — اور قیامت کا معاملہ نہیں ہے مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (الانبیآء:۱) — لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر:۱) — قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ط . (النحل:۱) اب آتا ہے اللہ کا حکم (قیامت مراد ہے) تو اس کے لیے جلد بازی نہ کرو۔

حدیث مبارک میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ "اتی امر اللّٰہ" نازل ہوئی تو حضور ﷺ جلدی سے اٹھے اور "تستعجلوہ" نازل ہوئی تو آپ بیٹھ گئے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اٹھ کھڑا ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کو ڈر اور اندیشہ ہوا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے۔ حضرت ضحاک اور حضرت حسن نے فرمایا کہ قیامت کی اوّل علامت حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے۔

قربِ قیامت کی نشانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبانی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قیامت کے نزدیک ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب بواسیر کی بیماری عام ہوگی اور دوسری یہ کہ ناگہانی مرگ بہت واقع ہوگی (جیسے حادثات اور ہارٹ اٹیک وغیرہ سے۔ مترجم)۔

فصل

ایک اعتراض اور اس کا جواب

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ امر تو حدیث مبارک سے ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے قیامت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے پاس قیامت کے بارے میں علم نہیں تھا جبکہ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگشت مبارک کو ملایا۔

اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم ہے، اب ان دونوں حدیثوں کے درمیان مخالفت ہوئی لہٰذا ان دو روایتوں میں تطبیق کیسے پیدا کی جائے گی؟

جواب: علامہ قرطبی ان باہم دو متخالف حدیثوں کے درمیان نظر آنے والے تعارض کو دور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن اپنے قول برحق کے ساتھ ناطق ہے۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ج . تم فرماؤ کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔

(الاعراف:۱۸۷)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' میرے بعد صرف قیامت آئے گی اور میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں ہے' جس طرح شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے اور یہ حدیث اس امر کو ثابت کرنے والی نہیں ہے کہ آپ کو خود قیامت کا علم بھی ہو اور وہ بہرحال واقع ہونے والی ہے کیونکہ اس کی علامات اور نشانیاں پے درپے ظہور پذیر ہو رہی ہیں اور اللہ پاک نے قرآن حکیم میں خود قیامت کی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا'' (محمد: ۱۸) ''قیامت کی نشانیاں آ ہی گئی ہیں'' یعنی قریب ہے اور قیامت کی سب سے پہلی نشانی خود نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہے کیونکہ آپ نبی آخر الزمان ﷺ السف السف صلاۃ وسلام' جب حضور اکرم ﷺ کی بعثت مبارک ہوگئی تو اب آپ کے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہونا' پھر آپ نے اپنے بعد قیامت کی علامات اور نشانیوں کو بیان فرما دیا ہے مثلاً آپ نے احادیث میں قیامت کی علامات میں ان چیزوں کا ذکر فرمایا کہ جب باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن تنگ دست چرواہے بڑی بڑی بلڈنگوں میں رہنے لگیں' جہالت' زنا اور شراب نوشی کی کثرت' مردوں کی قلت اور عورتوں کی بہاریں' امانتوں کا ضائع کرنا' جنگوں اور فتنوں کا زور اس کے علاوہ اور بھی قیامت کی قیامت خیز نشانیاں ہیں جن کا ذکر آئندہ ابواب میں اللہ نے ہمت دی تو ہم کریں گے انشاء اللہ العزیز۔

نوٹ: کیا حضور نبی اکرم ﷺ کو علم نہیں تھا کہ قیامت کب واقع ہوگی؟

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضور ﷺ کو تین قسم کے علم دیئے گئے: ایک وہ جن کا بتلانا ضروری ہے' یہ وہ علوم ہیں جن کا تعلق تبلیغ دین سے ہے دوسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے جس شخص کو اس کا اہل سمجھیں اس کو بتلا دیں جیسے صحابہ میں سے صرف حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ نے منافقین کی شناخت کا علم دیا تھا۔ (علامہ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ ج ا ص ۳۹۱)

یا جیسے بعض علوم کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص کر لیا تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں تم کو وہ علوم بتادوں تو تم میری گردن کاٹ ڈالو۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۲۳)

اور تیسری قسم وہ ہے جس کا علم سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیا اور دوسروں کو بتلانے سے روک دیا۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مدارج النبوت ج ا ص ۱۶۸)

وقت وقوع قیامت کا علم بھی ان ہی علوم میں سے ہے جس کا علم حضور ﷺ کو عطا کیا گیا لیکن دوسروں کو بتانے سے روک دیا گیا۔

(۱) وقتِ وقوع قیامت کے علاوہ (۲) بارش (۳) کل کیا ہوگا؟ (۴) کون کہاں مرے گا اور (۵) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ یہ وہ پانچ علوم ہیں جن کا علم حضور ﷺ کو دیا گیا لیکن کلی طور پر ہر ایک کو بتلانے سے آپ کو روک دیا گیا۔ شیخ صاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس وقت تک دنیا سے رحلت نہیں فرمائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرما دیا لیکن آپ کو ان علوم کے (عام لوگوں سے) مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں عطا فرما دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔

اور وقت وقوع قیامت کا علم دینا ممکن ہے کیونکہ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام کو قیامت برپا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ حکم دے گا تو انہیں وقت وقوع قیامت کا علم ہوگا اور جب اس کا علم دیا جانا ممکن ہے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم نہ دیا ہو۔

علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی سوائے ان کے جن سے اللہ پاک راضی ہے جو اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر جن کو چاہتا ہے مطلع فرما دیتا ہے اور اولیاء اللہ جو رسولوں کے تابع ہوتے ہیں وہ ان سے غیب کا علم حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ حضور ﷺ کو وقتِ وقوع قیامت کا علم تھا لیکن اس علم کو عام لوگوں سے مخفی رکھنا مقصود تھا۔ اس لیے سائل نے جب وقت وقوع قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وقت قیامت کو نہیں جانتا بلکہ یہ فرما کر بات ٹال دی کہ اس بات کے بارے میں میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

قیامت کی علامتوں میں حضور ﷺ نے بہت سی علامات بتلائیں' ان کے علاوہ حضور نے مہینہ اور تاریخ بھی بتلائی کہ محرم کا مہینہ اور دس تاریخ ہوگی' دن بھی بتلا دیا کہ جمعہ کا دن ہوگا' صرف سن نہیں بتلایا کیونکہ اگر سن بھی بتلا دیتے تو آج ایک بچہ بھی حساب لگا کر جان لیتا کہ اب قیامت آنے میں کتنے سال رہ گئے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةًؕ. (الاعراف:۱۸۷) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔

اگر حضور ﷺ یہ بھی بتلا دیتے کہ قیامت فلاں سن میں واقع ہوگی تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا' حالانکہ حضور ﷺ قرآن کے مکذب نہیں مصدق بن کر آئے ہیں۔ پس حضور ﷺ نے قرآن کریم کی تصدیق کے لیے سن نہیں بتلایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے عام علامتوں سے لے کر دن اور تاریخ تک سب کچھ بتلا دیا۔ (استاذی حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شرح صحیح مسلم جلد اول)

۱۰۹-''امور تکون بین یدی الساعة''

قیامت سے متصل رونما ہونے والے واقعات کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان جنگ نہ ہو جائے' ان کے درمیان جنگِ عظیم ہو گی اور دونوں جماعتوں کا دعویٰ ایک ہو گا۔ اور (قیامت قائم نہیں ہو گی) حتیٰ کہ دجالوں کذابوں کو نہ بھیج دیا جائے جو تیس کے قریب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اور (قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی) جب تک کہ علم کو نہ اٹھا لیا جائے اور جب تک کہ علم کا اٹھا لیا جانا' زلزلوں کا کثرت سے آنا' زمانہ کا متقارب ہونا' فتنوں کا ظاہر ہونا' ہرج یعنی قتلِ عام ہونا' مال کی کثرت کا ہونا حتیٰ کہ صاحب مال مارے مارے پھرے گا کہ کوئی اسے صدقہ قبول کرنے والا مل جائے اور حتیٰ کہ جب وہ اپنا مال ایک شخص پر پیش کرے گا تو وہ کہے گا: مجھے مال کی حاجت نہیں ہے اور حتیٰ کہ لوگوں کا بڑی بڑی عمارتوں میں رہنا اور زندہ آدمی کا قبر کے نزدیک سے گزرتے ہوئے یہ آرزو کرنا کہ کاش! اس کی جگہ میں قبر میں مدفون ہوتا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو سب لوگوں کا اس کو دیکھنا جس کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ط

اور کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔

(الانعام: ۱۵۸)

(یعنی جب تک یہ سب امور واقع نہیں ہو جاتے قیامت قائم نہیں ہو گی) اور دو آدمی اپنے کپڑے پھیلائے ہوئے سودا کر رہے ہوں گے اور وہ اپنے کپڑے لپیٹنے نہیں پائے ہوں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی اور ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر لا رہا ہو گا اور اس کو دودھ دوہنے کے بعد پینے کی مہلت نہیں ملے گی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور ایک آدمی اپنے اونٹوں کا حوض مرمت کرتا ہو گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی شخص کھانے کا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا' ابھی کھانے نہ پایا ہو گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۸۱' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۱۲' مسند احمد ج ۳ ص ۹۵' الحمیدی رقم الحدیث: ۴۹۷' ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۹' بیہقی ج ۸ ص ۱۷۲' الدلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۱۸)

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء (اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو) فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ایک حدیث میں قیامت کی تیرہ (۱۳) علامات اکٹھی بیان فرمائی ہیں اور حضور ﷺ نے جب اشراط ساعت اور علاماتِ قیامت کے سلسلے میں عمومی اور جامع انداز میں انـــذار اور

تنبیہ کے طور پر بیان فرمادیا کہ زمانہ میں فساد پیدا ہو جائے گا' دین میں تغیر اور تبدیلی واقع ہو جائے گی اور امانت اٹھ جائے گی تو اس کے بعد مزید قیامت کی علامات اور نشانیوں میں نظر و فکر کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی اور آپ کا یہ جامع بیان اور ضابطہ کلیہ ہمیں اشراط ساعت سے متعلق احادیث کاذبہ اور تفاصیل باطلہ کی طرف توجہ دینے اور کان دھرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے علاماتِ قیامت کے بارے میں ایسی غیر صحیح قسم کی روایات اور باطل تفاصیل بیان کر ڈالی ہیں۔ ان میں سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں مثلاً ایک روایت ہے کہ:

قتادہ نے حضرت انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ ۲۰۰ھ میں ایسا ایسا ہو گا اور ۲۱۰ھ میں ایسا ایسا ہو گا اور ۲۲۰ھ اور ۲۳۰ھ میں ایسا ہو گا اور پھر ۲۵۰ھ اور ۲۶۰ھ میں یہ ہو گا اور وہ ہو گا اور ۲۶۰ھ میں سورج اپنے مستقر اور مکان میں رک جائے گا اور گھنٹہ بھر چلے گا نہیں جس سے آدھے انسان اور آدھے جن ہلاک ہو جائیں گے تو کیا ایسا ہوا؟ حالانکہ یہ مدت گزر چکی ہے اور نیز یہ ایک عام چیز ہے کبھی ایک ملک میں سورج طلوع ہوتا ہے دوسرے میں نہیں ہوتا اور اس سے کوئی ملک خالی نہیں' شرق و غرب میں کہیں نہ کہیں تو ہر وقت سورج کی گرمی اور تمازت و روشنی موجود نہیں ہوتی تو کیا اس سے ہلاکتیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر دو سو سال ہجرت کے بعد مراد ہوں تو وہ بھی گزر چکے مگر ایسا نہیں ہوا اور اگر حضور ﷺ کے وصال سے دو سو سال بعد مراد ہوں تب بھی دو سو سال گزر چکے اور نیز اس روایت کے موضوع اور من گھڑت ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ تاریخ تھی ہی نہیں' یہ تاریخ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں وضع کی گئی ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تاریخ وضع ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ کہنا کیونکر جائز ہو گا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو سو سال بعد یا دو سو بیس سال بعد یہ ہو گا اور وہ ہو گا؟۔

دوسری مثال وہ روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب ۵۹۹ھ ہو گا تو اچانک امام مہدی ظاہر ہوں گے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح کہ پہلے وہ ظلم اور ناانصافی سے بھری پڑی تھی' امام مہدی کے عدل و انصاف کرنے سے آسمان اور زمین کے بسنے والے خوش ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ امام مہدی کے لیے زمین کے خزانے کھول دے گا' آسمان کھل کر برسے گا' زمین اپنے ثمرات اگل دے گی' کاشت کار اور مزارع زمین میں ایک صاع بیج ڈالے گا اور ایک سو صاع پیداوار حاصل کر سکے گا' مہنگائی اور گرانی ختم ہو جائے گی' لوگوں کی بھوک مٹ جائے گی اور قحط سالی نہیں رہے گی' امام مہدی سرزمین اندلس کی طرف چلے جائیں گے اور اس کے مالک بن جائیں گے اور نو سال کا عرصہ وہاں مقیم رہیں گے اور اس عرصہ میں روم کے ستر شہروں کو فتح کر لیں گے رومیہ اور کنیسۃ الذہب غنیمت میں حاصل ہوں گے' کنیسۃ الذہب سے انہیں تابوت سکینہ ملے گا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبہ مبارک اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک ہو گا' پھر لوگ اس عصائے کلیم کو توڑ کر چار حصوں میں باہم بانٹ لیں گے اور جب قوم کی لاٹھی ٹوٹے گی تو نصر و ظفر کے دروازے اس پر بند کر دیے جائیں گے اور جب رومی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم واپس نہیں پلٹیں گے یہاں تک کہ خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے' مر جائیں گے لیکن پسپائی اختیار نہیں کریں

گے اس وقت ''ذوالعرف'' ایک لاکھ جنگجوؤں کے ساتھ مسلمانوں پر خروج کرے گا' مسلمانوں کو شکست ہوگی حتیٰ کہ وہ سرقسطۃ البیضاء آ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس میں داخل ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ اس میں جو لوگ موجود ہوں گے ان کو شہادت سے مشرف فرمائے گا اور سرقسطہ کی بربادی کے بعد مسلمانوں کے لیے اندلس میں کوئی جائے سکونت ہوگی نہ قرار ہوگا اور وہ قرطبہ چلے آئیں گے اور وہاں بھی کسی کو اپنا غمخوار نہیں پائیں گے کیونکہ رومیوں کی دہشت گردی کی وجہ سے وہاں کے مسلمان تو پہلے ہی دشمن سے جنگ کے لیے نکل چکے ہوں گے چنانچہ مسلمان ساحل سمندر پر اکٹھے ہو جائیں گے سخت اژدھام اور رش کی وجہ سے باہر جانے کے لیے بیڑے اور کشتیوں پر جگہ نہیں ملے گی جس سے بکثرت لوگ ہلاک ہو جائیں گے' اسی عالم میں اللہ تعالیٰ اونٹ کی شکل وصورت میں ایک فرشتے کو بھیجے گا چنانچہ جس کے مقدر میں بچنا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جس کے مقدر ہار گئے ہوں گے وہ غرق ہو جائے گا۔

حدیث الباب پر نقد ونظر

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس باب کی مذکور بالا حدیث میں جو کچھ آیا ہے وہ سب حضرت حذیفہ اور دوسرے حضرات کی روایتوں میں بھی مذکور ہے' اس حدیث میں قابل اعتراض بات یہ ہے کہ اس میں کہا گیا ہے کہ امام مہدی دجال کے خروج تک روم اور اندلس کے حاکم ہوں گے اور دوسرے اس میں تاریخ کی تعیین کر دینا بھی غلط ہے یعنی یہ کہا کہ ۵۹۹ھ میں امام مہدی کا ظہور ہوگا حالانکہ اس میں سے کوئی چیز بھی تا ہنوز واقع نہیں ہوئی بلکہ اس میں سن مذکور کو روم میں ارک کا واقعہ پیش آیا جس سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق رومیوں کی کثرت سے ہلاکت ہوئی اور مسلمان برابر نعمت اور خوشی میں رہے تا آنکہ ۶۰۹ھ تک حالات خوشگوار رہے' پھر اللہ کی طرف سے عتاب اور گرفت ہوئی جس سے بہت سے مسلمان مارے گئے اور اس واقعہ تک مسلمان اندلس میں ہی تھے لیکن رجعت قہقری اور تنزّلی شروع ہو چکی تھی اور بڑی تیزی سے مسلمانوں کا زوال شروع ہو چکا تھا یہاں تک کہ دشمن کا ان پر غلبہ ہو گیا اور مسلمانوں کے آپس کے اختلافات اور خلفشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن نے ان پر پورا تسلط جما لیا جس کی بڑی لمبی تفصیل ہے' اب مسلمانوں کے پاس اندلس کا بہت قلیل سا حصہ باقی رہ گیا تھا۔

ہم فتن اور خذلان سے' مخالفت اور عصیان سے' کثرتِ ظلم اور فساد وعدوان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اس باب میں یوں کہنا مناسب ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ نے جن واقعات اور فتنوں کے رونما ہونے کی خبر دی ہے وہ سب ہو کر رہے گا اور باقی تاریخ کی تعیین کرنا اور کہنا کہ فلاں سن میں یہ ہوگا اور فلاں زمانے میں وہ ہوگا یہ چیز اس امر کی محتاج ہے کہ ہمارے پاس کوئی صحیح طریق سے ثبوت ہو اور بغیر کسی قطعی ثبوت کے محض اٹکل سے تاریخ کے تعین کے ساتھ کسی واقعہ کو بیان نہیں کیا جا سکتا' یہ ایسے ہی ہے جس طرح وقتِ قیامت کا علم ہے' تو کوئی نہیں جانتا کہ کس سن میں قیامت قائم ہونی ہے' اتنا معلوم ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن آخری ساعت میں قیامت قائم ہوگی اور یہ جمعہ کے روز وہی ساعت ہوگی جس گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو پیدا فرمایا تھا

لیکن یہ کون سا جمعہ ہوگا؟ کس سن میں ہوگا اس روز جمعہ کی تعیین اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ ایسے ہی قیامت کی علامات اور نشانیوں کے بارے میں بھی علی التعیین کوئی نہیں جانتا کہ کون سی نشانی کس سن اور وقت میں ظہور پذیر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب علم والا ہے اور میں نے اپنے اصحاب سے وہ روایت بھی سنی ہے جس میں تاریخ کا ذکر بھی آیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ قیامت یہی صرف سو سال بعد ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر یہ (کم عمر لڑکا) زندہ رہا تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور ایک روایت میں ہے، امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ لڑکا ان دنوں میرے ہم عمروں میں سے تھا۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۹۰، مسند احمد ج ۲۴ ص ۵ من فتح الربانی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی سانس لینے والا نفس اس وقت زمین پر نہیں جس پر سو سال گزریں۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۶، ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۵، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۹۹، ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۶۹، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۵۵۱۵)

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰۰ھ کے آخری عشرے میں فوت ہو گئے (جو کہ ۹۳ھ ہے) اور اس حساب سے اب (علامہ کے زمانہ تک) چھ سو ستانوے سال (۶۹۷) ہوتے ہیں مگر قیامت تا ہنوز نہیں آئی، وہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کب آئے گی۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت خضر (علیہ السلام) فوت ہو گئے ہیں، زندہ نہیں ہیں وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات سے استدلال کرتے ہیں جن میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو بھی کوئی سانس لینے والا اس وقت تک زندہ ہے اس پر سو سال نہیں گزریں گے۔

اور امام ثعالبی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''العرائس'' میں لکھتے ہیں: حضرت خضر (علیہ السلام) تمام اقوال پر ایک معمر نبی ہیں جو لوگوں کی آنکھوں سے محجوب اور پوشیدہ ہیں۔

حضرت عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام تا حال زمین پر زندہ ہیں جس وقت قرآن پاک کو زمین سے اٹھا لیا جائے گا اس وقت یہ دونوں حضرات علیہما السلام وصال فرمائیں گے اور یہی قول صحیح ہے اور الحمد للہ! ہم نے اپنی تفسیر ''جامع احکام'' القرآن میں سورۃ الکہف میں اس پر مدلّل اور مفصل سیر حاصل بحث کی ہے۔

فصل

حدیث محوّلہ بالا میں بیان شدہ قیامت کی تیرہ علامات پر تبصرہ اور تشریح

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حدیث الباب میں مذکور تیرہ علامات قیامت میں سے اکثر علامات کا جن کا ظہور اب تک ہو چکا ہے انہی میں سے ایک علامتِ قیامت جس کا ظہور ہو چکا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد مبارک ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک دو عظیم جماعتیں آپس میں لڑائی نہیں کرتیں' ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ ایک ہی ہو گا۔

ان دو عظیم جماعتوں سے مراد حضرت معاویہ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی جماعتیں مراد ہیں اور لڑائی سے مراد جنگِ صفین ہے جیسا کہ پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے فرمایا: یہ سب سے بڑا سانحہ تھا جس نے اسلام میں راہ پائی۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اسلام پر سب سے پہلے تو مصیبت کا پہاڑ اس وقت گرا جب حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچانک شہید کر دیے گئے۔ (ان دونوں سے بڑا اسلام میں کوئی سانحہ نہیں ہوا) حضور نبی اکرم ﷺ کی موت سے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا اور نبوت کا باب بند ہو گیا' پھر سب سے پہلے جس شر اور برائی نے سر اٹھایا وہ تھا عرب اور غیر عرب کا ارتداد' یہ اسلام کا پہلا نقصان اور خیر اور بھلائی کا انقطاع تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ابھی تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی مٹی بھی اپنے ہاتھوں سے نہیں جھاڑی تھی کہ ہمارے دل اجنبیت محسوس کرنے لگے تھے اور پہلی سی اپنائیت دلوں سے غائب تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے سانحہ ارتحال پر اپنے مرثیہ میں اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فلتحدثن حوادث من بعده — تعنی بهن جوانح و صدور

''آپ کے وصال کے بعد ایسے مصائب پیش آنے والے ہیں جن کو برداشت کرنے سے دل وجگر عاجز ہیں''۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور نبی مکرم ﷺ کے وصال پر مرثیہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے:

لعمرک ما أبکی النبی لفقده — و لکن ما أخشی من الهرج آتیا

''مجھے قسم ہے تیری زندگی کی! میں نبی اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے پر نہیں روتی بلکہ مجھے تو آپ

''کے بعد آنے والے خونخوار دنوں کا غم کھائے جا رہا ہے''۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے بعد فتنہ کی تلوار ایسی نیام میں آئی کہ پھر فتنوں کا نہ ختم ہونے والا دروازہ کھل گیا۔ حضرت عثمان ذوالنورین قتل ہوئے اور یہ سب کچھ تقدیر کا فیصلہ تھا اور قضائے الٰہی سے ایسا ہوا۔

حدیث دجّال کی تشریح

قیامت کی علامات اور نشانیوں میں ایک نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دجالوں اور کذابوں کو بھیج نہ دیا جائے جو تیس (۳۰) کے قریب ہوں گے۔

دجال لغت میں کئی معنوں میں آتا ہے ان میں سے ایک معنیٰ کذاب اور جھوٹا بھی ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا۔ صحیح مسلم کی حدیث مبارک میں ہے: آخر زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے۔

(صحیح بخاری ج ۶ ص ٦١٦' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۴۵' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷' ابن حبان ج ۸' ص ۲۲۴' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۵۵-۵۵۶' الخطیب ج ۳ ص ۳۴' بیہقی الدلائل ج ۶ ص ۴۸۱)

ایک نحوی بحث

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: جو لفظ ''فعّال'' کے وزن پر ہو جماہیر علماءِ نحو کے نزدیک اس لفظ کی جمع تکسیر نہیں بنائی جائے گی تاکہ اس سے مبالغہ کی بناء زائل نہ ہو جائے لہٰذا ''دجالون'' ہی کہا جائے گا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا ہے اور اگر کسی نے ''فعّال'' کے وزن کی جمع مکسّر بنائی ہے تو وہ شاذ اور خلاف قانون کہلائے گی جیسا کہ امام سیبویہ نے ابن مقبل کا ایک شعر ذکر کیا ہے جس میں ''فعّال'' کی جمع تکسیر استعمال ہوئی ہے' وہ شعر یہ ہے:

إلا الا فادة فاستولت ركائبنا   عند الجبابير بالبأساء و النقم

اس شعر میں شاعر نے ''جبابیر'' کا لفظ استعمال کیا جو محل استشہاد ہے اور یہ ''جابر'' کی جمع ''جبابر'' سے جمع تکسیر کا صیغہ ہے۔ اور امام مالک بن انس نے محمد بن اسحاق راوی پر جرح کرتے ہوئے کہا:

انما هو من الدجاجلة نحن اخرجناه من المدينة.   محمد بن اسحاق ''دجاجلة'' جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے اسی لیے ہم نے اس کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔

اس شعر میں دجّال بروزن فعّال کی جمع' جمع تکسیر کے وزن پر ''دجاجلة'' لائی گئی ہے۔

امام عبداللہ بن ادریس الاودی فرماتے ہیں: ''میں نہیں جانتا تھا کہ دجّال (وزن فعّال) کی جمع ''دجاجلة'' آئی ہو حتیٰ کہ مالک بن انس سے میں نے ایسی جمع کی مثال سنی''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک ''قریب من ثلاثين'' ''اور وہ جھوٹے دجال تیس (۳۰) کے قریب ہوں گے'' کے متعلق علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

جھوٹے دجالوں کی تعداد کی تعیین حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث میں بھی مذکور ہے' حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ستائیس (۲۷) جھوٹے دجال ہوں گے' ان میں سے

چار عورتیں ہوں گی اور میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔(مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۶' طحاوی مشکل الآثار ج ۴ ص ۱۰۴' طبرانی الکبیر رقم الحدیث: ۳۰۲۶' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۷۹' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۹۹۹)

حافظ ابونعیم نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا: یہ حدیث غریب ہے۔ معاویہ بن ہشام اس کو روایت کرنے میں اکیلے ہیں اور ان کی کتاب میں ان کے والد کے خط کے ساتھ یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے: "اس حدیث کو علی ابن مدینی سے احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے"۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس حدیث یعنی جھوٹے دجّالوں (یعنی جھوٹے مدعیان نبوت) کا ظہور بھی ہو چکا ہے کیونکہ اگر خاتم النبیین ﷺ کے زمانۂ مبارک سے لے کر اب تک جتنے دجّالوں کذّابوں نے نبوّت کے جھوٹے دعوے کیے اور ان کی گمراہی کی کسی جماعت نے پیروی بھی کی ان مشہور اور معروف جھوٹے مدعیان نبوت کا اگر شمار کیا جائے تو یہ عدد پورا نکلے اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والا شخص ہمارے اس قول کی صحت کی تائید کرے گا۔

اور آپ ﷺ کا فرمانِ عالی شان کہ "ویتقارب الزمان" زمانہ باہم قریب ہو جائے گا" یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے' اس کی تشریح ہم "باب لا یأتی زمان ألا والذی بعدہ شر منہ" میں کر چکے ہیں۔ وہاں ہم نے تقارب زمانہ کے متعدد معنیٰ بیان کیے ہیں' اب اس کا ایک اور معنیٰ بیان کیا جاتا ہے' وہ یہ ہے کہ "یتقارب أحوال أھلہ" یعنی آخر زمانہ اور قرب قیامت کے وقت لوگوں کے احوال قریب قریب ایک جیسے ہو جائیں گے' اچھے برے کی تمیز مٹ جائے گی' دین بس برائے نام رہ جائے گا' دینی معاملات میں تقصیر اور کوتاہی کا یہ حال ہو گا کہ کوئی نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا نہیں ہو گا جیسا کہ اس وقت ہمارے زمانہ میں صورتِ حال ہے کہ فسق و نافرمانی کا غلبہ ہے' دینی احکام کی سرعام خلاف ورزی کی جاتی ہے اور حدیث مبارک میں ہے: "لا یزال الناس ما تفاضلوا فاذا تساووا ھلکوا" "جب تک نیک لوگوں کا برے لوگوں پر غلبہ رہے گا لوگ بہتر حالت میں رہیں گے اور جب سب ایک جیسے ہو جائیں گے اور برائی میں سب برابر کے شریک ہوں گے تو پھر ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ یعنی لوگ برابر بہتری میں رہیں گے جب تک ان میں اہل علم و فضل اور اصلاح کرنے والے اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والے نیک اور خدا ترس لوگ موجود ہوں گے۔ کیونکہ برے لوگ سختیوں اور مصیبتوں کے وقت اللہ تعالیٰ کے ان نیک اور صالح بندوں کے پاس اپنی مجبوری پیش کریں گے اور ان کے آثار اور ان کی دعاؤں سے برکت پائیں گے اور ان کی آراء اور صلاح مشوروں سے اپنی تشنگی بجھا سکیں گے لیکن جب سارے کا سارا آوا ہی بگڑ جائے گا تو پھر ہلاکت ہی ہلاکت ہو گی۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک "حتی یقبض العلم" "حتیٰ کہ علم قبض کر لیا اور اٹھا لیا جائے" کا مطلب یہ ہے کہ علم کی روح عمل باقی نہیں رہ جائے گا' محض رسم کے طور پر علم پڑھا پڑھایا جائے گا' اس کے موجب اور مقتضیٰ پر عمل کوئی کرنے والا نہیں رہے گا' اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتی ہے۔

فرمان نبوی ﷺ کہ "و تکثر الزلازل" "بھونچال بہت ہو گا یعنی کثرت سے زلزلوں کا آنا بھی قرب قیامت

کی علامت ہوگی۔

امام ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عراق العجم میں تو بڑے بڑے زلزلے واقع ہو چکے اور بعض زلزلوں کا مشاہدہ ہم اندلس میں بھی کر چکے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ کہ ''یہاں تک کہ تم میں مال کی بہتات ہوگی حتیٰ کہ مال والے کو یہ فکر ستائے گی کہ اس کی زکوٰۃ کو کون قبول کرے'' یہ ابھی زمانہ نہیں آیا اور اس علامت قیامت کا ظہور ہونا ہنوز باقی ہے۔

حدیث کے بعض الفاظ کی نحوی تحقیق

اور ''رب المال'' یھم فعل کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور ''یھم'' کا فاعل ''من یقبل'' میں ''من'' ہے۔ کہا جاتا ہے: اس کام نے مجھے بے چین اور فکر مند کر دیا ہے اور ''ھمہ یھمہ'' اس وقت بولتے ہیں جب حد سے زیادہ بے چینی اور قلق و اضطراب ہو۔

فرمان نبوی ﷺ کہ ''اور لوگ بڑی بڑی شاندار عمارتیں بنانے لگے ہیں'' (تو یہ قیامت کے قرب کی علامت ہوگی) اس علامت قیامت پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا دنیا میں عام مشاہدہ ہو رہا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ کہ حتیٰ کہ ایک آدمی قبرستان سے گزرے گا تو کہے گا: ہائے کاش! اس صاحب قبر کی جگہ میں ہوتا۔

مسلمان آدمی موت کی تمنا اس لیے کرے گا کہ وہ اپنے چار چو فیرے فتنے اور بلائیں ہی بلائیں دیکھے گا اور اعداء نفع میں ہوں گے اور اولیاء خسارے میں' جاہلوں کا اقتدار ہوگا اور علماء کسی کنج خمول اور کونے کھدرے میں دبکے بیٹھے ہوں گے' احکام میں باطل کا غلبہ ہوگا' ظلم عام ہوگا' گناہوں کا ارتکاب سرعام ہوگا' مخلوق کے مالوں پر حرام کا غلبہ ہوگا اور ظالموں اور بدمعاشوں کے ہاتھوں سے لوگوں کے اموال' جانیں اور عزتیں غیر محفوظ ہوں گی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں اس وقت یہی صورت حال ہے' اس کتاب کے شروع میں ابوعیسیٰ غفاری کی حدیث میں بیان ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بادروا بالأعمال ستا''. (الحدیث) ''چھ چیزوں سے پہلے عمل کرنے میں جلدی کرلو''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کم مال والے پر رشک کیا جائے گا جیسا کہ اس وقت زیادہ مال والے پر رشک کیا جاتا ہے اور آج کے زمانے میں تو لوگ بادشاہ اور امیر آدمی سے جان پہچان کی خاطر بڑے ہلکان ہوئے جاتے ہیں' اس سے راہ و رسم بڑھانے کے لیے بڑی تگ و دو کرتے ہیں اور بادشاہ کی مہربانی اور نوازش کے متمنی رہتے ہیں مگر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ بادشاہوں سے ان کے ظالمانہ روّیہ کی وجہ سے چھپتے پھریں گے حتیٰ کہ بازار میں سے لوگوں کے مجمع کے پاس سے جنازہ گزرے گا تو ایک آدمی اس کی طرف دیکھ کر اپنا سر جھکا کر کہے گا: ہائے کاش! اس کی جگہ میں مر گیا ہوتا۔ عبداللہ بن صامت کہتے ہیں: میں نے کہا: اے ابوذر! ایسا وہ کسی بڑی مصیبت کی وجہ سے کہے گا؟ انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! بہت بہت بڑی مصیبت۔

مؤلف کی رائے

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ یہ ہمارا زمانہ وہی زمانہ ہے کیونکہ ہمارے اس دور میں حق پر باطل کا غلبہ ہے' غلاموں گھٹیا اور کم ذات لوگوں کی باعزت' شریف اور خاندانی لوگوں پر حکومت ہے' عدالتوں کے جج حکام وقت کو خوش رکھنے کی خاطر عدل وانصاف کی آڑھت کرتے ہیں اور احکام بیچتے ہیں' آج حکم اور فیصلہ وانصاف مکس (ٹیکس) ہے اور حق عکس ہے یعنی ہارا ہوا جیت جاتا ہے اور جیتا ہوا ہار جاتا اور ہاتھ سے نکلتا نظر آئے تو ہار میں لیا جاتا ہے' اپنے حقوق تک کسی کی رسائی ہے اور نہ انصاف کے حصول پر کسی کو قدرت اور توانائی ہے اور ابن الوقت لوگوں نے اللہ کے دین کو بدل دیا اور اللہ کے حکم کو اور کا اور بنا دیا ہے۔ "سماعون للکذب أکالون للسحت" صرف جھوٹ کی شنوائی ہے اور حرام (رشوت سود) کی کھابا کھائی ہے۔ جبکہ حکم الٰہی ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المائدہ:۴۴) اور جو اللہ کے اتارے پر حکم (فیصلہ) نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں ۝

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (المائدہ: ۴۵) اور آیت نمبر ۴۷ میں فرمایا: "هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝" (المائدہ:۴۷) جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ ظالم' فاسق اور کافر ہیں۔ "سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ" "جھوٹ خوب سنتے ہیں" "اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ" (المائدہ:۴۲) "حرام خور ہیں" رشوتیں لے کر حرام کو حلال اور احکام شرع کو بدل دیتے ہیں یعنی اہل کتاب۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تمام محولہ بالا آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے' ان کفار کے بارے میں بھی ہے اور جو بھی ان کی روش پر چلتے ہوئے حق کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ رشوت لے کر اللہ کے احکام میں تغیر وتبدل کرتا ہے اس کو بھی ان آیات کا حکم اور وعید عام اور شامل ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے' بالشت کے برابر بالشت اور ہاتھ کے برابر ہاتھ (پوری پوری ریس اور نقالی کرو گے) حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ان کی اتباع کرو گے' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہود و نصاریٰ؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۰۰' صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۲۱۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۱' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۲۳۴' عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۶۴' المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۷' ابن حبان ج ۸ ص ۲۴۸)

حضرت عبداللہ ابن المبارک نے اس فساد کی جڑ "تکون" کے بارے میں خوب ٹھونک بجا کر صاف شفاف الفاظ میں بغیر کسی لگی لپٹی کے فرمایا ہے کہ دین میں فساد پیدا کرنے (اور فرقہ واریت پھیلانے) کے ذمہ دار تین طبقے ہیں: حکمران طبقہ' گندے مولوی اور (نام نہاد) پیر (اور ایک نسخہ میں "اخبار سوء" ہے' اس کے مطابق معنیٰ یہ ہوگا کہ "بلیک صحافت اور گند اور غلاظت و فحاشی پھیلانے والے بدکردار صحافی اور ان کی کالی اور تاریکی زدہ صحافت)۔

ارشادنبوی ﷺ "حتی تطلع الشمس من مغربها" قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔اس نشانی کے بارے میں ہم آگے جا کر کلام کریں گے۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

اس حدیث مبارک میں ایک لفظ "اللقحة" آیا ہے'اس کا معنیٰ ہے "الناقة الغزیرة اللبن" یعنی بہت دودھ دینے والی اونٹنی۔

اور"یلیط" "کا معنیٰ مرمت کرنا ہے'عربی میں"لاط حوضه یلیطه و یلوطه' لیطاً ولوطا "کا معنیٰ حوض کی گارا سیمنٹ وغیرہ لگا کر مرمّت اور اصلاح کرنے کے آتے ہیں۔

اور "الاکلة" کے معنیٰ لقمہ کے ہیں اور جب ہمزہ کے فتح کے ساتھ ہوتو مصدر ہوگا اور اس کو اسم مرة کہتے ہیں جو فعل کے صرف ایک بار ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے الضرب سے ضربة ایک بار مارنا ہوتا ہے تو اکلة کا معنیٰ ہوگا ایک بار کھانا۔

اس حدیث مبارک میں رسول اکرم ﷺ نے اس امر کی خبر دی ہے کہ قیامت کا آنا ایسا یکا یک اور اچانک ہوگا کہ آدمی جس کام میں مشغول ہے اس کو پورا نہیں کر سکے گا'اسی کے قریب المعنیٰ آپ کا یہ ارشاد مبارک ہے: ایک شخص نے لقمہ اٹھایا ہوگا اور اپنے منہ کی طرف بلند کرے گا'ابھی منہ میں نہیں ڈالے گا کہ اتنے میں قیامت قائم ہو چکی ہوگی'اسی طرح آپ نے فرمایا: دو شخص کپڑے پھیلا کر بیٹھے لین دین کر رہے ہوں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی'ان کو اتنی مہلت نہیں ملے گی کہ وہ اپنے کپڑوں کے تھان لپیٹ کر اور تہہ لگا کر رکھ سکیں۔

۰۰۰-ذیلی باب: (علاماتِ قیامت کا بیان)

حافظ ابونعیم حضرت ثابت سے روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں عام بندے ان پڑھ ہوں گے اور پڑھے ہوئے بے فرمان ہوں گے۔

(المستدرک للحاکم ج۴ص۳۱۵'حلیۃ الاولیاء ج۲ص۲۳۱'الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث:۶۴۵۷)

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث معنیٰ کے لحاظ سے صحیح ہے کیونکہ دنیا میں اس کا آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ناخواندگی عام ہے اور جو چند لوگ پڑھے لکھے ہیں وہ فاسق اور بے فرمان ہیں۔الا ماشاءاللہ تعالیٰ۔اور حضرت مکحول کی روایت یوں ہے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کا عالم شخص گدھے کے لاشے سے بھی زیادہ بدبودار ہوگا۔

حکیم ترمذی اپنی "نوادرالاصول" میں روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں قراء حضرات ہوں گے'جو شخص اس زمانہ کو پائے اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے شیطان مردود کے شر اور برائی سے اپنی حفاظت میں رکھیے گا۔اور یہ قرآن سے کھیلنے والے قاری حضرات گندے اور بدبودار لوگ ہوں گے'پھر اون کی ٹوپیوں کا بہت رواج چل پڑے گا'اس زمانہ میں زنا اور بدکاری سے کوئی شرم اور حیاء نہیں کیا جائے گا'اس پرفتن دور میں دین پر قائم رہنے والا شخص اس شخص کی مثل ہوگا جو اپنے ہاتھ میں آگ کی چنگاری پکڑے ہو اور اس

زمانہ میں دین پر ثابت قدم رہنے والے شخص کو پچاس آدمیوں کے اجر و ثواب کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ صحابہ کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم میں سے (پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر) یا ان میں سے؟ آپ نے فرمایا: تم میں سے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۴' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۹)

امام ابو محمد دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لوگوں کے سینوں میں قرآن مجید اس طرح پرانا ہو جائے گا جس طرح لباس پرانا ہو کر گر جاتا ہے' لوگ قرآن مجید کو پڑھیں گے لیکن شوق اور لذت کے بغیر۔ یہ لوگ دراصل بھیڑیے کے دل پر بھیڑ کی کھال پہننے والے ہوں گے' ان کے اعمال طمع اور حرص کے لیے ہوں گے' ان میں خوف خدا نام کی کوئی چیز نہیں ہو گی' ان کا مقصد دنیا کا حصول ہو گا اور اگر یہ برائی کریں گے تو کہیں گے: ہم بخشے جائیں گے کیونکہ ہم موحد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ (دارمی ج ۲ ص ۴۳۹)

اس سے پہلے ''باب وقودھا الناس والحجارۃ'' میں حضرت عباس بن عبد المطلب کی حدیث گزری ہے جس میں یہ تھا' حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: پھر ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید کی قرأت کریں گے اور جب وہ قرآن مجید پڑھیں گے تو کہیں گے: ہم سے بڑا قاری کون ہے؟ ہم سے بڑا عالم کون ہے؟ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم ان لوگوں میں کسی قسم کی خیر اور بھلائی دیکھتے ہو؟ ساتھیوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ آپ ہی میں سے ہوں گے اور یہ لوگ اس امت میں سے ہوں گے اور وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔

...۔ عنوان بالا کا ایک اور باب (تاریخ کا ریورس گیئر)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ دوس فیملی کی لیڈیز کے سرین ذوالخلصہ کے اردگرد تھل تھل ہوں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۷۶' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۱' ابن حبان ج ۸ ص ۲۶۴' عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۷۹' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۱۳)

اور ذوالخلصہ قبالہ میں قبیلہ دوس کا وہ بت ہے جس کی وہ زمانہ جہالت میں پوجا کرتے تھے۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن اور رات کا سلسلہ اس وقت تک منقطع نہیں ہو گا جب تک جہجاہ نام کا ایک شخص بادشاہ نہ ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۶' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷' حاکم ج ۴ ص ۴۴۲)

مسلم کے علاوہ دوسروں کی روایت میں ہے: ''رجل من الموالی یقال لہ جھجاہ'' ''غلاموں میں سے ایک مرد بادشاہ بنے گا جسے جہجاہ کہا جائے گا''۔ جلودی کی روایت سے ''من الموالی'' کا لفظ ساقط ہو گیا اور یہ خطاء ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ قحطان کا ایک شخص نکلے جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے

نہ ہانکے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۷۶' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۷)

امام بخاری اور مسلم دونوں روایت کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ ظاہر نہ ہو جائے جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۷۱۸۳' کتاب الفتن صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۰' ابن حبان ج ۸ ص ۲۹۶)

قیامِ قیامت سے پہلے حجاز کی جانب سے آگ نکلے گی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مستقبل میں قیامت سے قبل ''حضرموت'' سے یا حضرموت کے سمندر کی طرف سے آگ نکلے گی جو لوگوں کا حشر کر کے رکھ دے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ ہمیں کیا امر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ملک شام کو سدھار جانا' اسے نہ چھوڑنا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن عمر کی حدیث کی بہ نسبت غریب ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۶۹' ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۸۷' ابن حبان ج ۹ ص ۲۰' الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۶۲۶۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر دے گی۔

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۶۲' ۳' ج ۱۳ ص ۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ (اس سے پہلے) تم اپنے امام کو قتل کرو گے اور تمہاری تلواریں آپس میں ٹکرائیں گی (خانہ جنگی ہوگی) اور تمہاری دنیا کے وارث بدترین لوگ ہوں گے (حکومت کی باگ دوڑ شریر لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی) یہ حدیث غریب ہے' ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو سنن ابن ماجہ میں روایت کیا ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۹' الطیالسی رقم الحدیث: ۴۲۹' البیہقی الدلائل ج ۶ ص ۳۹۱' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۱۲۴)

بھیڑیے کا کلام کرنا

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا اور اس نے اس کے ریوڑ سے ایک بکری کو پکڑ لیا' چرواہے نے اس کو تلاش کر کے اس سے اپنی بکری کو چھین لیا' ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر سرین کے بل ٹھیک ہو کر بیٹھ گیا اور چرواہے سے کہنے لگا: میں روزی کے ارادے سے نکلا تھا' اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا رزق عطا فرمایا' میں نے وہ رزق پکڑا ہی تھا کہ پھر تو

نے آ کر مجھ سے وہ رزق چھین لیا۔ چرواہے نے یہ سن کر کہا: اللہ کی قسم! میں نے آج سے زیادہ کبھی کوئی حیرت اور تعجب خیز منظر نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا کلام کرتا ہے؟! بھیڑیا کہنے لگا: اے بکریوں والے! اس سے کہیں عجیب بات تو یہ ہے کہ ان دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغات والے شہر میں ایک مرد خدا جلوہ فرما ہے تمہیں ماضی کی خبریں بھی دیتا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد مستقبل میں ہونے والا ہے ان واقعات کی خبریں بھی ہے' ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص یہودی تھا تو اس نے آ کر نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ نبی پاک ﷺ نے اس کی بات کی تصدیق فرمائی' پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نشانیاں ہیں قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوں گی' عنقریب ایک شخص اپنے گھر سے باہر جائے گا پھر وہ واپس گھر نہیں پلٹے گا کہ اس کے جوتے اور اس کی چھڑی اس کو ان تمام باتوں کی اطلاع فراہم کریں گے جو اس کے گھر سے غائب ہونے کے بعد اس کے اہل خانہ کے ساتھ پیش آئیں۔

حضرت ابونضرہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چرواہے نے سچ کہا ہے' سنو! قیامت کی علامات اور نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اور آپ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اور حتیٰ کہ آدمی کی چھڑی کی رسی اور اس کے جوتوں کے تسمے اس سے باتیں کریں گے اور اس کی ران اس کو خبر اور اطلاع دے گی کہ تیرے گھر سے غائب ہونے کے وقت تیرے گھر والوں کے ساتھ کیا نیا واقعہ پیش آیا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۶ - ج ۳' ص ۸۳' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۶۷' مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۸۳' بغوی ج ۱۵ ص ۸۷

۱۱۰ - درندوں کا انسانوں سے ہمکلام ہونا اور باتیں کرنا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے حتیٰ کہ انسان سے اس کی چابک کی رسی اور جوتے کا تسمہ بھی گفتگو کرے گا اور اس کی ران اسے معلومات دے گی کہ اس کے (گھر سے غائب ہونے کے) بعد اس کے گھر والوں نے کیا کام کیا۔ (یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے اسے ہم قاسم بن فضل کی روایت سے جانتے ہیں' قاسم بن فضل محدثین کے نزدیک ثقہ اور دیانت دار راوی ہے)۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۸۳' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۴۰۱' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۶۷' بغوی ج ۱۵ ص ۸۸' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۶۹۶۰)

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ نے کہا: ابوعیسیٰ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ہم نے اس کی سند میں نظر کی اور امام ترمذی کی تقلید نہیں کی تو ہم نے اس کی سند میں علت (قادحہ) پائی' امام ترمذی نے اس کی سند ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: "حدثنا سفیان بن وکیع حدثنا ابی عن القاسم بن الفضل قال حدثنا ابو نضرۃ العبدی

عن ابی سعید الخدری" اوراس کے بعد حدیث نقل کی ہے' ابن دحیہ نے فرمایا: سفیان بن وکیع سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں ایک حرف بھی روایت نہیں کیا جس کا سبب بیان کرتے ہوئے ابن دحیہ لکھتے ہیں کہ:"وذلک بسبب وراق کان له یدخل علیه الحدیث الموضوع یقال له قرطمة" اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفیان پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:"یتکلمون فی سفیان لأشیاء لقنوه إیاه" اور امام ابومحمد بن عدی سفیان کے متعلق کہتے ہیں:"کان سفیان اذا لقن یتلقن" سفیان کو جب تلقین کی جاتی تو وہ اس کو قبول کر لیتا تھا' ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ: "فهذه علة الحدیث التی جهلها ابوعیسیٰ الترمذی" "یہی حدیث میں وہ علت ہے جس سے امام ترمذی واقف نہیں ہو سکے"۔ (اور لاعلمی میں انہوں نے اس حدیث پر صحت کا حکم لگا دیا ہے حالانکہ اس کی سند پر جرح ہے۔)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مال کی کثرت اور خوب ریل پیل ہوگی حتیٰ کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نکالنا چاہے گا اور وہ کوئی ایسا شخص نہیں پائے گا جو اس کا زکوٰۃ کا مال قبول کرلے اور حتیٰ کہ عرب کی زمین قابلِ زراعت اور وہاں نہری ذریعے سے آبپاشی ہوگی۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ص ۸۱' صحیح مسلم ج ۷ص ۹۷' مسند احمد ج ۲ص ۴۱۷' ابن حبان ج ۸ص ۲۴۰)

(یہ پیشین گوئی تو اب دیکھنے میں آرہی ہے کہ مکہ معظمہ کے صحراؤں میں سرسبز و شاداب باغات لگ گئے اور کھیتی باڑی بھی خوب ہونے لگ گئی ہے۔)

فصل

ذوالخلصہ اور خلصہ کا تفصیلی بیان

حدیث ذوالخلصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بت خانہ کی طرف بھیجا تھا' حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک سو پچاس افراد یعنی لشکر کا پانچواں حصہ لے کر گیا اور ہم نے اس بت خانہ میں جتنے مشرک ملے ان کو قتل کردیا اور بت خانہ کو توڑ دیا۔

ذوالخلصۃ کا تلفظ

اس لفظ کو کس طرح پڑھنا ہے؟ اس کے تلفظ کے بارے میں ابوالخطاب ابن دحیہ نے کہا کہ "الخلصه" کے بارے میں اہل سیر اور اہل لغت نے کہا ہے کہ اس کے خاء اور لام دونوں پر پیش پڑھا جائے اور ہم نے صحیحین میں دونوں کے فتحہ (زبر) کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ ابن ہشام کا قول بھی یہی ہے اور امام ابوالولید الکنانی نے اس کو خاء کے فتحہ اور لام کے سکون کے ساتھ ضبط کیا ہے' ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔

ذوالخلصہ کا مصداق

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بت خانہ ہے اور ذوالخلصہ قبیلۂ دوس' قبیلۂ خشعم' قبیلۂ بجیلہ اور جو عرب ان کے شہروں میں رہتے تھے ان سب کا مشترکہ صنم خانہ تھا۔ دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ یہ ایک بت کا نام تھا جو عمر بن لحی نے مکہ معظمہ کے زیریں حصہ میں نصب کیا تھا حتیٰ کہ اس نے اس بڑے صنم کے علاوہ اور بت بھی مختلف مقامات پر نصب کیے تھے' مشرک اس صنم کے گلے میں لاکر ہار پہناتے اور شتر مرغ (کی مادہ) کے انڈے اس کے ساتھ آویزاں کردیتے تھے اور اس کے پاس چڑھاوے کے جانور لاکر ذبح کرتے تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ "ذوالخلصہ" سے مراد کعبۂ یمانیہ ہے اور وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مشرک عام جگہوں کی بہ نسبت اس میں عبادت اور پوجا کو خالص سمجھتے تھے اس لیے اس کعبہ یمانیہ کا نام انہوں نے ذوالخلصہ یعنی "خالص عبادت کی جگہ" رکھ چھوڑا ہوا تھا اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت کے نزدیک لوگ مرتد ہو جائیں گے (نعوذ باللہ من ذٰلک) اور وہ دور جاہلیت کی طرف لوٹ جائیں گے اور بت پرستی شروع کردیں گے' قبیلۂ دوس کی خواتین گروپ کی صورت میں اس بت کے گرد طواف کریں گی اور موٹاپے کی وجہ سے طواف کے وقت ان کے سرین تھل تھل کریں گے' یہ آخر زمانہ میں ہوگا' اس وقت ایسے تمام لوگ فوت ہو چکے ہوں گے جن کے دل میں رائی کے ایک دانہ برابر بھی ایمان تھا۔

جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دن اور رات کا سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک کہ لات اور عزیٰ کی پوجا نہ ہو۔ مکمل حدیث آگے آتی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۳)

فرمان نبوی ﷺ "یسوق الناس بعصاہ"

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قحطان کا ایک شخص لوگوں کو اپنی لاٹھی سے نہ ہنکائے" کی تشریح:

"لاٹھی سے ہانکنا" لوگوں کو سیدھا کرنے سے کنایہ ہے' یہ کہ لوگ اس شخص کے ہم خیال ہو جائیں گے اور اس کی حکومت پر اتفاق کرلیں گے اور عصا (لاٹھی) کا حقیقی معنیٰ اس جگہ مراد نہیں ہے' یہ ایک مثال بیان کی ہے' لوگوں کے اس کی فرماں برداری کرنے اور ان پر اس کو تسلط حاصل ہونے کی' البتہ عصا (لاٹھی) کے ذکر کرنے میں لوگوں پر بادشاہ کے سختی اور ظلم کرنے پر دلیل پائی جاتی ہے۔ ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ وہ رعایا کو اپنی لاٹھی سے اسی طرح ہنکائے گا جس طرح اونٹوں اور مویشیوں کو ہنکاتے ہیں' یہ اس کے سخت گیر اور متشدد ہونے کی وجہ سے ہوگا' ممکن ہے یہ مرد قحطانی وہی ہو جس کا نام "صحیح مسلم" کی دوسری روایت میں "جهجاه" ذکر ہوا ہے اور جهجهة کا اصل معنیٰ درندوں کو سخت زوردار آواز سے ڈانٹنا اور چیخ و پکار کرکے ان کو ڈرانا اور بھگانا ہوتا ہے۔ "جهجهت بالسبع" کا معنیٰ ہوا: میں نے چیخ کر درندوں کو ڈانٹا اور جھڑک کر دور بھگا دیا۔ "جهجه عنی" کا معنیٰ ہوتا ہے مجھ سے دور ہو جا اور پرے ہٹ جا۔ ایسی صفت کے اظہار کے لیے ڈنڈے اور عصا کا ذکر کرنا بالکل مناسب اور موزوں ہے اور

محاورے کے مطابق ہے۔ واللہ اعلم

رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے' حضرت عائذ بن عمرو سے روایت ہے (حضرت عائذ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی) کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ان شر الرعاۃ الحطمۃ" حضور ﷺ نے برے حاکم کی مثال بیان کرتے ہوئے اس کو بے درد اور ظالم چرواہے کے ساتھ تشبیہ دی اور ارشاد فرمایا: "بدترین چرواہا وہ ہوتا ہے جو اپنے جانوروں پر بے دردی کے ساتھ ڈنڈا چلاتا ہے اور ان کی ہڈی پسلی توڑ کر ایک کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۲ص ۲۱۵-۲۱۶' ابن حبان ج ۷ص ۲۲' البیہقی ج ۸ص ۱۶)

کیونکہ "الحطمۃ" ایسے چرواہوں کو کہا جاتا ہے جو اونٹوں کو چلانے اور گھاٹ پر پانی پلانے کے لیے ان کو لے جاتے وقت اور لاتے وقت ان پر سختی کرتے ہیں اور ان کی کوئی ہڈی پسلی توڑ دیتے ہیں اور اس کے فساد اور شر سے کوئی کم ہی سلامت رہتا ہو اور "سواق حطم" ظالم و بے درد چرواہوں کو کہتے ہیں جو تند مزاج ہوں اور ہر چیز کو توڑ مروڑ کر رکھ دیں۔

ارشاد نبوی ﷺ "حتی تخرج نار من أرض الحجاز" کی تشریح

اس باب کی ایک حدیث میں قیامت کی ایک علامت یہ بیان ہوئی کہ حجاز مقدس کی سر زمین سے آگ نکلے گی۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ نشانی ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ ۳ جمادی الاخریٰ ۶۵۴ھ کو حجاز میں زلزلہ آیا تھا اور اس زلزلہ کے بعد بہت بڑی آگ نکلی جو بدھ کی رات عشاء کے بعد ظاہر ہوئی اور جمعہ کے دن چاشت کے وقت تک رہی' پھر ٹھنڈی ہو گئی اور بجھ گئی تھی۔

اور دوسرے قرطبہ میں میدان تنعیم کے نزدیک حرہ کی طرف آگ نکلی تھی اور اس نے کوہ حرہ کے ارد گرد کے تمام دیہاتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا' حرہ کے چاروں طرف دیہات ہیں اور اس سے کوہ حرہ بڑے شہروں کی طرح ایک عظیم شہر لگتا ہے' اس کی ایک فصیل بنی ہوئی ہے جو اس پورے علاقے کو محیط ہے' اس فصیل شہر پر جگہ جگہ برجیاں اور دیدبان ہیں جیسے گڑھی اور قلعہ کی برجی اور جھانک کر دیکھنے کے لیے دیدبان اور چوکی بنی ہوتی ہے' اس فصیل پر بھی متعدد چوکیاں' برجیاں اور منارے بنے ہوئے ہیں اور وہ آگ ایسے لگتا تھا جیسے اس کو کوئی بہت سارے افراد کھینچ کر لے جا رہے ہوں' جس بھی پہاڑ پر سے وہ گزرتی تھی وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا اور آگ کی شدید حرارت اور سخت تمازت اور تپش کی وجہ سے پہاڑ پگھل گئے تھے اور ان آتش فشاں پہاڑوں کے پگھلنے سے سرخ اور نیلگوں نہریں بہتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں اور اس سے آسمانی بجلی کے کڑکنے کی مانند گرج دار آواز آتی تھی' اس لاوے کے آگے چٹانیں اور چھوٹے موٹے پہاڑ بھی ٹھہر نہیں سکے تھے' سب کو وہ بہا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا اور وہ بحیرہ عراق تک جا کر رکا تھا' وہاں اس کی وجہ سے ایک بڑے پہاڑ کی طرح ایک دیوار بن گئی تھی اور یہ آگ مدینہ کے قریب جا کر ختم ہوئی تھی اور مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی برکت سے ٹھنڈی ہوا چلتی رہی اور اس آگ سے اس

طرح جوش اور طغیانی کا مشاہدہ ہو رہا تھا جس طرح سمندر میں لہریں اٹھتی اور طغیانی آتی ہے' پھر یہ آگ یمن کے ایک گاؤں تک جا کر رک گئی اور اس قریہ (دیہات) کو جلا کر راکھ بنا دیا تھا' میرے بعض دوستوں نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے مدینہ طیّبہ سے پانچ دن کی مسافت پر ایک سوراخ سے فضا کی طرف اٹھتی ہوئی آگ کو دیکھا۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ مکّہ معظمہ اور بصری سے بھی اس آگ کے بعد نمودار ہونے والی آگ کو دیکھا گیا ہے جو حرم مدینہ کی پاک سرزمین میں دیکھی گئی اور اس نے سارے حرم کو جلا دیا' حتیٰ کہ وہ سیسہ بھی پگھل گیا جس کے اوپر ستون قائم تھے اور ستون گر پڑے اور فصیل کے علاوہ کوئی چیز کھڑی باقی نہ رہی اور پھر اس آگ کے واقعہ کے بعد بغداد میں تاتاریوں نے تغلّب اور تسلّط پکڑنا شروع کر دیا اور انہوں نے بغداد میں قتل عام کیا اور بچے کھچے لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ بغداد جو اسلام کا ستون اور آب رو تھا ایک دفعہ تو وہ رونق اسلام ختم ہو کر رہ گئی' ہر طرف خوف و ہراس پھیل گیا' رعب چھا گیا اور بڑے کرب اور بہت غم و حزن نے ڈیرے جما لیے' تاتاری تمام شہروں میں پھیل گئے' لوگ بحران کا شکار ہو گئے' حیران و پریشان ہیں' ان کا خلیفہ' امام اور قاضی کوئی نہیں ہے جس سے تکلیف اور بڑھ گئی' فتنہ و فساد اور زیادہ ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے بھی عفو و درگزر اور اپنے فضل و احسان سے اس کا تدارک اور ازالہ نہیں فرمایا کیونکہ قدرت بھی فرد کے گناہ سے درگزر فرماتی ہے ملّت کے جرائم سے اغماض نہیں فرمایا کرتی۔

باقی آپ کا ارشاد گرامی کہ ''حضرموت یا اس کے گرد و نواح سے قیامت سے قبل آگ نکلے گی'' تو اس آگ سے شاید وہ آگ مراد ہو جس کا ذکر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرب قیامت کے زمانہ میں آگ تمہارا قصد کرے گی' آج وہ آگ برجوت نامی وادی میں ٹھنڈی پڑی ہے' جب نکلے گی تو لوگوں پر چھا جائے گی' اس کا عذاب بڑا دردناک ہوگا' وہ آگ جانوں کو اور اموال کو کھا جائے گی' آٹھ دنوں میں وہ آگ پوری دنیا میں آندھی اور بادلوں کی مثل گھوم جائے گی' رات میں اس کی گرمی دن کی نسبت زیادہ سخت ہو گی' زمین اور آسمان کے درمیان اس کی گونج آئے گی جس طرح رعد کے گرجنے کی آواز ہوتی ہے اور وہ آگ مخلوق کے سروں سے لے کر عرش کے قریب تک بلند ہو گی' حضرت حذیفہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آگ اس دن مؤمنین اور مؤمنات پر برسے گی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت مؤمنین اور مؤمنات ہوں گے ہی کہاں؟ وہ لوگ تو گدھوں سے بھی بدتر ہوں گے' اس وقت مرد و زن اس طرح جفتی اور ملاپ کریں گے جس طرح بہائم اور جانور کریں' ان میں ایک مرد بھی ایسا نہیں ہو گا جو (اپنے ابنائے جنس کو) مہ مہ کہنے والا ہو (یعنی ان کو دیکھ کر کسی ایک مرد کی جبین پر بھی شکن نہیں پڑے گی اور کوئی بھی شرم سے پانی پانی ہو کر ان کو اس طرح سرِعام بے حیائی کا مظاہرہ کرنے پر ٹوکنے روکنے اور فٹے منہ کہنے والا نہیں ہو گا) حافظ ابو نعیم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۲)

''وقوله "عذبه سوطه" يريد السير المعلق في طرف السوط'''' آدمی کی چھڑی کا تسمہ کلام کرے گا

اور اس سے آواز آئے گی'' اس حدیث مبارک میں زندیقوں' ملحدوں' نیچریوں اور کافروں کا رد ہے اور مرعوب ہو کر اس کلام کا انکار کر دینا بے وقوفی ہے۔ باری تعالیٰ جَلّ شانہٗ کی قدرت بہت بڑی ہے' وہ جب چاہے جس چیز میں چاہے خواہ جمادات اور پتھر ہوں خواہ حیوانات اور درخت ہوں اپنی قدرت عظیمہ سے وہ خالق ورحمٰن نطق و گویائی کی طاقت اور بولنے کا ملکہ تخلیق فرما دے' کیا احادیث میں یہ ثابت نہیں ہے کہ پتھروں اور درختوں نے رسول اللہ ﷺ پر انسانوں کی طرح نطق اور کلام سے صلوٰۃ اور سلام پڑھا اور یہ امر متعدد احادیث میں ثابت ہے اور اس پر ان تمام قدیم اور جدید اہل عقل کا اتفاق ہے جو اصول دین کے قائل ہیں اور گائے اور بھیڑیے والی حدیث تو بالاتفاق ثابت ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان دونوں نے کلام کیا ہے جیسا کہ ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور یہ حدیث صحیحین میں ثابت ہے:

''وقولہ حتی تعود أرض العرب مروجا و انھارا'' ''عرب کی سرزمین میں نہریں بہیں گی اور کھیتی باڑی ہوگی''۔

آپ کا فرمانِ عالی کہ قربِ قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آخر زمانہ میں عرب کی زمین میں نہری نظام آب پاشی قائم ہو جائے گا اور کھیتی باڑی ہونے لگے گی' یہ پیشین گوئی ہے کہ مستقبل میں اہل عرب خانہ بدوشوں کی زندگی کو ترک کر دیں گے اور وہ نہریں وغیرہ کھود کر غلّہ اناج اور مال و مویشیوں کے لیے چارہ اگانے لگیں گے اور باغات لگائیں گے' شجرکاری ہوگی اور متمدن ہو جائیں گے' صحراؤں میں خیمہ زن ہونے کی بجائے شہر بسا کر رہنا شروع کر دیں گے' یہ سب کچھ بھی آج مشاہدہ ہو رہا ہے۔

۰۰۰۔عنوان بالا کا ایک اور باب

ابوعمر ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی مکرّم ﷺ نے فرمایا: قیامت سے متصل پہلے یہ نشانیاں ظاہر ہوں گی:

صرف خواص کو سلام کرنے کا رواج ہو گا' تجارت عام ہو گی حتیٰ کہ خواتین مردوں کو بزنس کے شعبہ میں مات کر جائیں گی (یعنی عورتوں کی کارکردگی مردوں سے تجارت کے فیلڈ میں بہتر ہو گی اور مرد تجارت میں ناقص کارکردگی کی وجہ سے خسارے میں ہوں گے)۔ رشتے بہت ٹوٹیں گے (قرابت داروں میں سلوک اور لحاظ ختم ہو جائے گا) قلم کار اور رائٹرز بہت ہوں گے' اور بڑی کثرت سے کتب منظر عام پر آئیں گی۔ جھوٹی گواہی دینا عام معمول ہو گا اور سچی گواہی کو چھپایا جائے گا۔

اس حدیث محولہ بالا کو امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی من وعن روایت کیا ہے' صرف تھوڑا سا انہوں نے فرق کیا ہے کہ ''تعیب المرأۃ زوجھا علی التجارۃ'' ''عورت تجارت میں اپنے شوہر سے بہتر کارکردگی دکھائے گی'' کی بجائے ''حتی تعین المرأۃ'' ''تجارت عام ہو گی حتیٰ کہ عورت تجارت میں اپنے میاں کی معین اور ہیلپر ہو گی'' اور دوسرے امام طحاوی نے قطع رحمی کا ذکر نہیں کیا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۹۸-۴۴۶' الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۱۴۷)

ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک ایسی قوم کے ساتھ لڑائی کرو گے جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوئے ہوں گے۔اور قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ تمہاری ایک ایسی قوم کے ساتھ جنگ ہو گی جن کے چہرے ایسے ہوں گے گویا وہ کوٹی ہوئی ڈھال ہے۔اور قیامت کی ایک علامت یہ ہو گی کہ تجارت بکثرت ہو گی اور قیامت کی ایک نشانی یہ ہو گئی کہ قلم عام ہو گا۔(ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۹۶' طیالسی رقم الحدیث:۱۱۷۱' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۳۰۶)

عبداللہ ابن المبارک حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ علم اٹھا لیا جائے گا' مال کی کثرت ہو جائے گی' قلم کا ظہور ہو گا (لکھنے والے عام ہوں گے) تجارت بہت ہو گی۔

حضرت حسن فرماتے ہیں: تحقیق ہمارے اوپر ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے جب کہا جاتا تھا: فلاں قبیلے کا تاجر اور فلاں قبیلے کا کاتب' یعنی پورے قبیلہ یا پورے محلّہ میں صرف ایک تاجر اور فقط ایک لکھا پڑھا آدمی ہوتا تھا۔

ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: گویا یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہو گا کہ مساجد کو گزرگاہ (یعنی سیرگاہ' لوگ وزٹ کے لیے مسجدوں میں جائیں گے کہ فلاں خوبصورت یا تاریخی مسجد ہم نے دیکھنے جانا ہے) بنا لیا جائے گا اور دوسرے یہ کہ آدمی صرف اپنے تعارف والے شخص کو سلام کرے گا اور تیسرے یہ کہ مرد اور عورت اکٹھے بزنس کریں گے' چوتھے یہ کہ عورتوں کے حق مہر بہت بڑھا چڑھا کر مقرر کیے جائیں گے اور پانچویں یہ کہ گھوڑے بہت مہنگے ہوں گے لیکن آخر کار سستے ہو جائیں گے اور پھر قیامت تک مہنگے نہیں ہوں گے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۹۸-۲۷۳)

۰۰۰- عنوان بالا کا ایک اور باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علم کا اٹھ جانا' جہل (و ناخواندگی) کا عام ہونا' زنا اور بدکاری کا سرِعام ہونا' عورتوں کا کثرت سے ہونا اور مردوں کی کمی ہونا حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا منتظم اور نگران ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸' صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۲۲۱' ترمذی رقم الحدیث:۲۲۰۵' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۶-۲۰۲' طیالسی رقم الحدیث:۱۹۸۴)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگوں پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا جب ایک آدمی زکوٰۃ کا پیسہ لے کر گھومتا پھرے گا اور اس کی زکوٰۃ کا مال قبول کرنے والا کوئی

نہ ہوگا اور فرمایا کہ یہ دیکھنے میں آئے گا کہ مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے ایک مرد کی پناہ میں اور اس کے زیرِ نگرانی چالیس چالیس عورتیں ہوں گی۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۸۱، صحیح مسلم ج ۷ ص ۹۶، ابن حبان ج ۸ ص ۲۷۰)

فصل

حدیث الباب کی شرح

"قال و یری الرجل یتبعه اربعون امرأة" حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، باقی میری ناقص رائے میں آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک کہ "ایک آدمی چالیس (پچاس) عورتوں کا منتظم ہوگا اور چالیس چالیس عورتیں ایک ایک مرد کے پیچھے لگی ہوں گی" اس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ مرد بڑی بڑی جنگوں میں قتل ہو جائیں گے اور ان کی بیویاں بیوہ ہو کر باقی رہ جائیں گی جس سے کئی کئی عورتیں اپنے معاملات کی درستی کے لیے اور دوسری حوائج و ضروریات کے پورا کرنے میں ایک ایک مرد کی طرف رجوع کرنے میں مجبور ہوں گی جیسا کہ اس سے قبل ایک اور حدیث میں ذکر ہوا کہ: "حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد منتظم ہوگا" جو کہ ان کے معاملات نمٹائے گا اور ان کے لین دین، خرید و فروخت کے معاملات انجام دینے والا ہوگا اور یہ تو ہمارے ہاں اندلس میں اب بھی ہو رہا ہے اور عنقریب زمانہ میں بھی ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مردوں کی کمی کی وجہ سے چالیس چالیس عورتیں ایک ایک مرد کے پیچھے پڑیں گی، ان میں سے ہر ایک عورت کہے گی: میرے ساتھ شادی کر لے، میرے ساتھ شادی کر لے، لیکن پہلا قول زیادہ قرین قیاس لگتا ہے اور "یلذن" کا معنیٰ پناہ تلاش کرنا اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے مرد کا سہارا ڈھونڈنا ہے، یہ لفظ ملاذ سے ماخوذ ہے نہ کہ لذت سے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

میرے ساتھی ابو القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ جو میرے شیخ اور استاذ حضرت ابو العباس احمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہوتے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے اس ایک رسّی میں یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے پچاس عورتوں کو باندھ کر قرطبہ سے باہر پہنچایا ہے اس اندیشے سے کہ دشمن ان کو آزاد سمجھ کر قیدی نہ بنا لے۔

زنا اور بدکاری کا شیوع

حدیث پاک میں قیامت کی ایک علامت یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ قیامت کے نزدیک زنا اور بدکاری عام ہو جائے گی۔ مؤلف فرماتے ہیں: یہ لعنت بھی عام ہے، مصر کے شہروں میں زنا اور بدکاری کا چلن کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اس وباء کے عام چرچے ہیں، اسی طرح شراب نوشی اور شراب فروشی ہے، اللہ تعالیٰ ہر ظاہری اور باطنی فتنہ سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

ناخواندگی اور جہالت کی کثرت اور علم کی کمی یہ بھی تمام بلاد اسلامیہ میں اب ذائع و شائع ہے، علم کے اٹھ جانے سے مراد ہے بے عملی، بد عملی یا کم علمی کا پایا جانا ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حفظ قرآن کریم سے مراد اس کے محض الفاظ کو رٹ لینا نہیں ہے بلکہ قرآن پاک کے احکام پر عمل کرنا اور اس کے متعین کردہ راستے پر چلنا مراد ہے اور اس کی حدود کو قائم کرنا ہے۔

ابن المبارک نے اس حدیث کو مرفوعاً تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے آئندہ باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آتا ہے۔

۱۱۱- علم کس طرح ختم ہوگا؟

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھا لے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ اپنی رائے سے جواب دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۴، صحیح مسلم ج ۱۶ ص ۲۲۳، ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۳، ابن حبان ج ۷ ص ۴۸- ج ۸، ص ۲۵۵، ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۴۳۶، بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۶)

اور دوسری روایت میں ہے:

''حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں ہوگا تو لوگ جاہلوں کو اپنا رئیس اور سردار بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

ایک ترکیب کی نحوی تحقیق

حدیث مبارک میں ایک جملہ آیا ہے: ''ان اللہ لا ینزع العلم بعد ان اعطاکموہ انتزاعا'' اس میں ''انتزاعا'' سابق فعل ''ینزع'' کا مفعول مطلق واقع ہے کیونکہ مفعول مطلق وہ مصدر منصوب ہوتا ہے جو فعل سابق کا ہم معنیٰ ہو، مادہ اور باب چاہے مختلف ہی ہو لہٰذا ''انتزاعا'' اگرچہ ''لاینزع'' فعل مجرد ہے اور ''انتزاعا'' مزید فیہ ہے لیکن چونکہ یہ اس کے معنیٰ پر مشتمل ہے اس لیے اس کا مفعول مطلق واقع ہونا درست ہے جس طرح کہ اس کی مثال قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝'' (نوح: ۱۷) اس آیت میں ''نباتا'' مجرد کا مصدر ہے اور فعل ''انبت'' مزید فیہ ہے لیکن اس کا مفعول مطلق واقع ہے۔

قیامت کے نزدیک نماز پڑھانے کے لیے امام نہیں ملے گا

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت سلامہ ابن الحر بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اہل مسجد امامت کے لیے ایک دوسرے کو دھکیلیں گے اور ان کو نماز پڑھانے کے لیے امام میسر نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۷۷، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۷۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۱، بیہقی ج ۳ ص ۱۲۸، الالبانی

ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۱۹۸۵)

۱۱۲-زمین اپنے اندر سے تمام اموال اور خزانوں کو باہر نکال دے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فرات سے سونے کا ایک خزانہ نکلے گا' جو شخص وہاں حاضر ہو تو وہ اس سے کچھ نہ لے۔ اور ایک روایت میں ہے: سونے کا پہاڑ' (صحیح بخاری و صحیح مسلم) امام مسلم کی روایت ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے' جس پر لوگوں کا قتال ہوگا اور ننانوے فیصد آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہ سوچے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جس کو نجات مل جائے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ص ۷۸' صحیح مسلم ج ۱۸ص ۱۹' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۹۱' ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۹--۲۵۷۰' مسند احمد ج ۲' ص ۳۴۶-۴۱۵)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین اپنے جگر کے ٹکڑے (خزانے) سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اگلے گی' آپ نے فرمایا: چور آئے گا اور کہے گا: اس کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا' قاتل آئے گا اور کہے گا: اس کی وجہ سے میں نے قتل کیا' قاطع رحم آئے گا اور کہے گا: اس کی وجہ سے میں نے قطع رحم کیا' پھر وہ (سب) اسے چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔ (یہ حدیث حسن غریب ہے) (صحیح مسلم ج ۷ص ۹۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۸' ابن حبان ج ۸ص ۲۴۶)

امام حلیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''منہاج الدین'' میں روایت کرتے ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عنقریب دریائے فرات سے سونے کا ایک پہاڑ دریافت ہوگا' جو شخص اس وقت حاضر ہوگا اس میں سے کچھ نہ لے۔

زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ایسا آخر زمانہ میں ہوگا جس زمانے کے متعلق حضور ﷺ نے خبر دی ہے کہ مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی زکوٰۃ اور صدقہ قبول کرنے والا نہیں ہوگا اور یہ (امام مہدی اور) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوگا اور اس مال کی کثرت اور فراوانی کی وجہ شاید یہ ہو کہ مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ جنگوں میں بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوگا اور سونے کے اس پہاڑ سے کچھ لینے کی ممانعت ممکن ہے اس وجہ سے کی گئی ہو کہ قیامت آنا قریب ہوگا اور قیامت کی علامات ظاہر ہو چکی ہوں گی' اب ایسے وقت میں دنیا کی رغبت اور مال بنانے کی طرف میلان جہالت' نادانی اور خود فریبی اور آخرت سے غفلت کے سوا کیا ہوگا؟ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت کی وجہ یہ ہو کہ اگر وہ مال پر ٹوٹ پڑیں گے' حرص کریں گے تو ان کے درمیان لڑائی اور جھگڑا کا واقع ہونا ناگزیر ہے جس سے خواہ مخواہ جانیں ضائع ہونے کا اندیشہ ہے' اس لیے منع کر دیا کہ جو شخص اس وقت حاضر ہو وہ سیم و زر سمیٹنے کی فکر

میں نہ پڑے۔

منع کا تیسرا احتمال یہ ہے کہ شاید وہ معدن کے درجہ میں نہیں ہوگا اور جب ان میں سے کوئی ایک شخص اس سونے چاندی کو پالے گا پھر وہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق نکال کر کسی کو دینا چاہے گا اور لینے والا کوئی موجود نہ ہوگا تو اس طرح اس مال وزر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت حاصل کرنے کی توفیق سے وہ محروم رہے گا' اس لیے اس سے انقباض ہی بہتر ہے کہ اس کے حصول کی حرص اور رغبت ہی نہ کی جائے۔ مؤلف کے نزدیک درمیانی تاویل درست ہے کیونکہ وہ حدیث کے موافق ہے۔ واللہ اعلم

۱۱۳-آخر زمانہ میں حکمران کیسے ہوں گے اور عوام کا کیا حال ہوگا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ گفتگو فرما رہے تھے' اسی دوران ایک دیہاتی شخص حاضر ہوا' اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! قیامت کب آنی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی گفتگو جاری رکھی' بعض نے کہا کہ آپ نے اس اعرابی کی بات کو سنا اور آپ نے اس کی بات کو ناپسند فرمایا اور بعض نے کہا: نہیں بلکہ آپ نے اس اعرابی کی بات کو سنا نہیں' یہاں تک کہ جب آپ نے اپنی بات مکمل فرمالی تو پوچھا کہ قیامت کے متعلق سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں' آپ نے فرمایا: جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو' اس نے عرض کیا: امانت کا ضیاع کیونکر ہوگا؟ فرمایا: جب کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے (تو یہ امانت کو ضائع کرنا ہے) اب قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۱۴'۲۴۱ ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۵' مسند احمد ج ۲ص ۳۶۱' ابن حبان ج ۱ص ۱۸۵' بیہقی ج ۱۰ص ۱۱۸)

حدیث کی تشریح

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بخاری کے جمیع رواۃ کے نزدیک صحیح روایت ''اذا وسد'' کے الفاظ کے ساتھ ہے اور فقیہ' امام محدث ابوالحسن القابسی نے اس کو ''اذا اسد'' کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ابن دحیہ نے کہا: وہ جو مجھے یاد ہے ''وسد'' ہی ہے اور لکھتے ہیں:

وفی نسخة من البخاری اشکال بین وسد او اسد علی ما قیدله لانه کان اعمی.

صحیح بخاری کے نسخہ میں ''وسد'' اور ''اسد'' جیسا کہ ضبط کیا گیا اشکال ہوگا کیونکہ وہ نابینا تھا۔

بہرصورت دونوں نسخوں کے مطابق معنیٰ میں کوئی فرق نہیں ہے' اہل لغت نے کہا: ''اساد'' اور ''وساد'' دونوں کا ماخذ اشتقاق ایک ہے' کسی کے ذمہ کام سپرد کرنا۔ حضور ﷺ کی اس حدیث مبارک کا معنیٰ یہ ہے کہ جب امامت یعنی حکومت وسلطنت کا معاملہ نااہل آدمی کے سپرد کر دیا جائے اور امور مملکت ان کو سونپ دیے جائیں جو اس کے اہل نہ ہوں جیسا کہ آج ہمارے زمانے میں ہے (تو قیامت کو دیکھیے) کیونکہ ائمہ اور والیان ملک کو اللہ تعالیٰ

نے اپنے بندوں پر امین مقرر فرمایا ہے اور ان پر فرض کیا ہے کہ وہ رعایا کی بہتری اور بہبود کے لیے کام کریں جیسا کہ آپ کا ارشاد مبارک ہے: "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته" تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے زیرنگرانی لوگوں کے حقوق کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی' اس لیے ارباب اقتدار کا فرض بنتا ہے کہ وہ قوم اور ملت پر شفقت کرتے ہوئے ان کے معاملات کو اہل دیانت و امانت لوگوں کے سپرد کریں کیونکہ جب وہ یہ ذمہ داری غیر دیانت دار اور کرپٹ لوگوں کے کندھوں پر ڈال دیں گے تو وہ اپنی اس ڈیوٹی کو صحیح انجام نہیں دے سکیں گے اور اس طرح وہ اس امانت کو ضائع کر دیں گے جو اللہ تعالیٰ مالک الملک نے ان پر پوری کرنے کا حکم دیا اور اس کی ادائیگی ان پر فرض کی تھی۔

امام مسلم نے کتاب الایمان میں ایک طویل حدیث مبارک روایت کی ہے جس کو حدیث جبریل کے نام سے یاد کرتے ہیں' اس میں ہی یہ ہے' حضرت جبریل علیہ السلام سوال کرتے ہیں:

یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے قیامت کے بارے میں بتلائیے' آپ فرماتے ہیں: قیامت کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ (اس سلسلہ میں) باعلم نہیں' پھر جبریل علیہ السلام نے سوال کیا: اچھا تو پھر قیامت کی نشانیاں بتلا دیں تو آپ نے فرمایا: لونڈی کا اپنے آقا کو جنم دینا اور تمہارا ننگے پیر' ننگے پنڈے پھرنے والے نادار چرواہوں کو بنگلوں' کوٹھیوں میں رہائش پذیر دیکھنا قیامت کی نشانی ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۴' صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۴۰۳)

صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے: اس شخص (جبریل علیہ السلام) نے کہا: یارسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اس بارے میں مسؤل عنہ (جس سے سوال کیا گیا ہے) سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن میں تم کو قیامت کی علامات بتاتا ہوں' جب تم دیکھو کہ باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں تو یہ قیامت کی علامت ہے۔ جب تم دیکھو کہ برہنہ تن' برہنہ پا' بہرے گونگے لوگ زمین کے سردار اور بادشاہ بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگوں میں سب سے کامیاب ترین شخص وہ ہوگا جو کمینہ ابن کمینہ ہے (یعنی خاندانی خبیث ہے) "یہ حدیث حسن غریب ہے"۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۹' بیہقی دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۹۲' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۷۳۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب لوگوں پر ایک ایسا بے برکت زمانہ آئے گا جس میں جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا اور امانت دار کو خائن کہا جائے گا اور اس میں رویبضہ اسپیکر بن جائے گا' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! رویبضہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا: خسیس اور کم عقل آدمی' وہ عوام کے معاملات میں مذاکرات اور گفتگو کرے گا۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۶۵' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۸۸۷

امام لغت ابوعبید نے کہا: ''التافہ'' حقیر اور خسیس (کمینے) آدمی کو کہتے ہیں جو گم نام تھا لیکن اچانک سامنے گیا (اور لوگوں کا سردار بن گیا) حدیث رویبضہ کی تائید دوسری روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ نے گمنام نادار اور گھٹیا لوگوں کے برسر اقتدار آنے کی پیشین گوئی فرمائی ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم بکریاں چرانے والوں کو دیکھو گے کہ وہ عوام کے سردار (اور چیئرمین) بن گئے ہیں اور ننگے بدن' ننگے پیر رہنے والے بنگلوں اور کوٹھیوں میں رہتے ہیں اور باندی کا اپنی مالکہ کو پیدا کرنا (بھی قیامت کی نشانی ہے)۔

ابوعبید نے اپنی کتاب ''الغریب'' میں روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ بدکاری اور کنجوسی ظاہر ہوگی' امانت دار خائن ٹھہرے گا اور کرپٹ امین قرار پائے گا ''وعول'' لوگ کٹ کر رہ جائیں گے' تباہ حال ہوں گے اور ''تحوت'' لوگوں کی گڈی چڑھ جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ وعول اور تحوت کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وعول شریف لوگ جو لوگوں میں عزت اور وقار والے ہوتے ہیں اور تحوت پا افتادہ اور مجہول لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

مسجدوں میں فاسقوں کی چودھراہٹ اور نیک لوگوں پر برے لوگوں کا غلبہ قیامت کی علامات میں سے ہے ایک اعرابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تو چھوڑ (اس جھگڑے میں نہ پڑ) اور اپنے گھر کے ٹاٹ کی طرح گھر ہی پڑا رہنا۔

ہم بھی اپنے دور کے ان فتنوں سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ:

کریما بہ بخشائے برحال بندہ کہ ہستم اسیر کمیٹی و چندہ

ایک شاعر نے اس معنیٰ کو شاعری کے اسلوب میں ڈھالا ہے کہتا ہے:

أیا دھر أعملت فینا أذا کا ووليتنا بعذ وجه قفاكا

''اے (اہلِ) زمانہ! تم نے ہمارے جنگ کی آگ بھڑکائی ہے اور ہم سے رخ پھیر کر پیٹھ دکھا دی ہے''۔

قلبت الشرار علينا رؤوسا وأجلست سفلتنا مستوا كا

''شریر لوگوں کو ہمارے سر پر چڑھا دیا ہے' نچلوں کو اوپر بیٹھا دیا ہے''۔

فيادهر إن كنت عاديتنا فها قد صنعت بناما كفاكا

''اے (اہلِ) زمانہ! اگر تم نے ہمارے ساتھ دشمنی کی ہے تو یاد رکھیے تم نے ایسا کر کے اپنے لیے ہی تباہی کا کافی سامان تیار کیا ہے (تمہیں اپنا بویا کاٹنا پڑے گا)۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے:

ذهب الرجال ألا كرمون ذوو الحجا والمنكرون لكل أمر منكر

''ہر بری بات کا انکار کرنے والے' عقلمند باعزت لوگ دنیا سے چلے گئے ہیں''۔

و بقیت فی خلف یزین بعضهم بعضا لیدفع مغرور عن معور

''اور میں ایسے نالائقوں کے درمیان میں زندہ ہوں جو ایک دوسرے کو اچھا بناتے ہیں تا کہ فریب خوردہ کو بری سیرت والے سے الگ کریں''۔

فصل

ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے:

اس باب میں' اس سے پہلے اور آئندہ ابواب میں قیامت کی علامات کے بارے میں حضور ﷺ نے جو خبریں دی ہیں ان میں سے زیادہ تر ظاہر ہو چکی ہیں اور لوگوں میں بڑی مشہور ہیں۔ نااہل لوگوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہے' جاہل' کمینے اور غیر خاندانی لوگ چیئرمین بن گئے ہیں' ملکوں اور ریاستوں کے مالک بن بیٹھے ہیں' اللہ کے بندوں پر حکم چلاتے ہیں' مال اکٹھے کرتے ہیں اور لمبے چوڑے بنگلوں اور کوٹھیوں میں رہتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ سب کچھ مشاہدہ ہو رہا ہے' ان حکمرانوں اور کنگلوں کی حالت یہ ہے کہ نہ وہ نصیحت سنیں نہ معصیت اور گناہ کے کام سے باز آئیں' آپ جو مرضی کر دیکھیں یہ ٹس سے مس نہیں ہوں گے گویا کہ وہ گونگے' بہرے اور عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یہ بہرے ہیں کہ حق بات سننے کو تیار نہیں ہوتے اور گونگے ہیں کہ حق بات نہیں کہتے اور حق نظر آنے پر اس سے آنکھیں موندھ لیں اور طوطا چشمی سے کام لیں اور یہ شان اور وصف جانگلیوں اور جاہلوں کا ہوا کرے ہے۔

البهم--- ''بهيمة'' کی جمع ہے' اصل میں تو ''بهيمه'' بھیڑ اور بکری کے چھوٹے میمنے کو کہتے ہیں لیکن اس کی تفسیر دوسری روایت میں ''رعاء الشاء'' کے الفاظ سے ہوئی جس کا مطلب ہوا کہ اس سے بکریاں یا مطلق مویشی اور مال ڈنگر مراد ہیں۔

ان تلد الأمة ربها و فی روایة ربتها

قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہوگی کہ باندی اپنے مالک کو جنم دے گی اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی مالکہ کو جنے گی۔

تشریح

باندیوں سے آقا کے پیدا ہونے کے شارحین نے بہت سے مطالب بیان کیے ہیں' زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قرب قیامت میں اولاد اپنی ماں کی نافرمانی کرے گی' اس سے توہین آمیز سلوک کرے گی اور ماں پر اپنا حکم چلائے گی اور اولاد کے سامنے مائیں یوں معلوم ہوں گی جیسے آقاؤں کے سامنے ان کی باندیاں ہوں۔ تاہم شارحین کے بیان کردہ وہ مطالب حسب ذیل ہیں:

حضرت وکیع نے فرمایا: ''ان تلد العجم العرب'' یعنی عرب و عجم کا نسب مخلوط ہو جائے گا جیسا کہ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا ہے۔

ہمارے علماء نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مسلمان بلاد کفر پر غلبہ پائیں گے اور کفار کی عورتوں کو بکثرت قیدی بنالیں گے چنانچہ باندی کی اپنے آقا سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ اپنے باپ کے شرف اور مقام و مرتبہ کی وجہ سے بمنزلۂ سید اور آقا کے ہوگی (تو گویا باندی ماں نے اپنے آقا کو جنم دیا) اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ جو چیز قیامت کی علامات میں سے ہوگی وہ ہے مسلمانوں کا غلبہ اور کثرت سے فتوحات کا ہونا اور اسلامی ممالک کی وسعت اور علامت بھی متحقق ہو چکی ہے۔

اور اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ سادات اور آقا اپنی امہات اولاد کو فروخت کر دیں گے اور ایسا بکثرت ہوگا اور وہ ام ولد باندیاں بے شمار ہاتھوں میں یکے بعد دیگرے جائیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی اور بسا اوقات اس لونڈی کو اس کا بیٹا خریدے گا اور اس کو یہ شعور اور علم ہی نہ ہوگا کہ یہ میری ماں ہے تو وہ اس کو اپنی باندی بنا کر رکھے گا اور اس کا سیّد اور آقا ہوگا حالانکہ حقیقت میں وہ اس کی ماں ہے تو گویا کہ ماں سے اس کے آقا پیدا ہونے کا معنیٰ یوں متحقق ہو گیا اور اسی سے قیامت کی ایک اور علامت بھی متحقق ہو گئی کہ: ''جہالت کا غلبہ ہوگا'' تو وہ بھی پائی گئی کہ اپنی ام ولد باندیوں کو فروخت کرنا جمہور کے نزدیک حرام ہے لیکن جہالت کے غلبہ کی وجہ سے ان کی بیع ہوگی۔

تیسرا مطلب جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا کہ اولاد میں اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی وباء عام پائی جائے گی' اولاد کا رویہ اپنی ماں کے ساتھ اس طرح کا ہوگا جیسے آقا کا اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے' وہ ان کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کریں گے اور سب و شتم تک سے باز نہیں آئیں گے' اس مطلب کی شہادت اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ ''المراۃ مکان الامۃ'' اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''حتی یکون الولد غیظا'' یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ آئندہ باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

میں (قرطبی) کہتا ہوں: یہ ظاہر و باہر اور اظہر من الشمس ہے اور اس کے مشہور اور معروف ہونے کی وجہ سے اس کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عورت (ماں) کا مقام لونڈی جیسا ہوگا اور اولاد اس پر سختی کرے گی۔

اولاد کے اپنی ماں کے آقا ہونے اور سیّد و مالک ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ اولاد اس باندی کی آزادی کا سبب بنتی ہے اس لیے اس کی طرف یہ نسبت کر دی جاتی ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ارشاد فرمایا: ''اعتقھا ولدھا'' ''اس کے بیٹے نے اس کو آزاد کر دیا ہے''۔

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث مبارک کا ایک پانچواں مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ہمارے شیخ اور ہمارے قرأت' نحو اور حدیث شریف کے استاذ ابو جعفر احمد بن محمد بن محمد القیسی القرطبی رحمہم اللہ تعالیٰ جو ابن حجہ کے لقب سے

مشہور تھے وہ فرمایا کرتے تھے: اس حدیث مبارک میں خبر دی گئی ہے کہ کفار بلاد مسلمین پر قبضہ کرلیں گے جیسا کہ آج ہم اپنے زمانہ میں یہ چیز اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ دشمن اندلس' خراسان اور دوسرے بہت سے اسلامی شہروں پر قابض ہیں اور ان کا غلبہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے اور ایسے حالات میں عورتوں کو قیدی بنالیا جائے گا حالانکہ عورت حاملہ ہوگی یا اس کا بچہ چھوٹا اور کم سن ہوگا' پھر ان ماں بچہ کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے اور بعد ازاں وہ بچہ جوان ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ان دونوں کا ملاپ ہو جاتا ہے اور ان کے درمیان شادی کا معاملہ طے پا جاتا ہے اور ایسا بکثرت واقع ہوا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس معنیٰ کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ اہل زمین کی اکثریت رومیوں کی ہوگی۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ص ۲۲' مسند احمد ج ۴ص ۲۲۰)

۱۱۴-امت کی تباہی کا سامان

جب یہ قوم پندرہ (۱۵) خصلتیں اختیار کرے گی تو ان پر بلاء نازل ہوگی

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ (۱۵) بری باتوں کو اختیار کرلے گی تو اس پر بلاء نازل ہوگی۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب مال غنیمت ذاتی دولت بن جائے گا' اور امانت مال غنیمت شمار ہونے لگے گی' اور زکوٰۃ کو جرمانہ اور ٹیکس بنا لیا جائے' اور آدمی اپنی بیوی کا فرماں بردار ہوگا' اور ماں کی نافرمانی کرے گا' اور اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا لیکن باپ پر ظلم کرے گا اور مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی' شور وغل ہوگا' اور ذلیل اور کمینے قسم کے لوگ حکمران بن جائیں گے' اور جب کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کو پروٹوکول دیا جائے گا' اور شراب پی جائے گی' اور جب ریشم پہنا جائے گا اور گانے والی گلوکاراؤں اور آلات موسیقی (میوزک) کو مشغلہ بنالیا جائے گا' اور جب امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں تو اس وقت لوگوں کو سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے اور مسخ ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔

یہ حدیث غریب ہے' اس حدیث کی سند میں فرج بن فضالہ کے بارے میں بعض محدثین نے جرح کی ہے اور ان کو حافظہ کے لحاظ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۰' الخطیب ج ۳ص ۱۵۸' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۷۰۷' ابن الجوزی العلل رقم الحدیث: ۱۴۲۱)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو (ذاتی) دولت بنالیا جائے اور امانت کو غنیمت بنالیا جائے اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے اور دین (کی خدمت کے لیے دین)

کا علم حاصل نہ کیا جائے اور جب انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب رکھے اور اپنے باپ کو دور رکھے اور مساجد میں شوروغل کیا جائے اور قبیلہ کا سردار ان میں سے فاسق شخص کو بنایا جائے اور کسی شخص کے شر اور ضرر رسانی کے خوف اور ڈر کی وجہ سے اس کی عزت کی جائے اور گانے والی عورتوں اور آلاتِ موسیقی کا چلن اور ظہور (شومنعقد) ہو اور شراب پی جائے اور امت کے بعد کے لوگ پہلے لوگوں کی برائی اور ان پر لعن طعن کریں تو اس وقت (پانچ قسم کے عذابوں) سرخ آندھیوں' زلزلوں' زمین میں دھنسنے' شکل بگاڑ دیے جانے اور پتھر برسنے کے پے درپے واقع ہونے کا اس طرح انتظار کرنا جیسے ہار کے پرانے دھاگے کے ٹوٹ جانے سے اس کے دانے ایک کے بعد ایک بکھرتے جاتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔

(ترمذی رقم الحدیث:۲۲۱۱' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث:۴۸۶)

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگوں کی شکل مسخ کر کے ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اور کیا وہ اس بات کی گواہی دینے والے ہوں گے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور کیا وہ لوگ روزے رکھنے والے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! ان کو کس وجہ سے یہ عذاب ہوگا (جبکہ وہ لوگ توحید و رسالت کی تصدیق کرنے والے اور نماز روزہ کرنے والے ہوں گے؟) آپ نے فرمایا: وہ لوگ گانوں' گانے والی لڑکیوں اور آلات موسیقی کو اپنالیں گے اور شرابیں پئیں گے اور رات کو شراب نوشی کرتے اور لہو ولعب اور کھیل کود میں بسر کریں گے اور جب صبح کو اٹھیں گے تو ان کی شکلوں کو بگاڑ کر ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۱۱۹)

گندے کرتوتوں کی سزائیں

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کوئی اور رکھ لیں گے اور برسرعام موسیقی کے پروگرام کریں گے اور گلوکارائیں گیت گائیں گی تو انہیں اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسائے گا اور ان کی شکلیں بگاڑ کر انہیں بندر اور سور بنا دے گا۔

(نسائی ج۲ ص۳۳۰' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۲۰' مسند احمد ج۵ ص۳۴۲' المستدرک للحاکم ج۴ ص۱۴۷' الخطیب ج۶ ص۲۰۵' طبرانی الکبیر ج۳ ص۱۱۴' ۳' الالبانی السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث:۹۰' البیہقی ج۷ ص۲۹۴-۲۹۵)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

مالک بن ابی مریم بیان کرتے ہیں کہ ہم عبدالرحمٰن بن غنم کے پاس گئے اور طلاء (انگور کا گاڑھا رس) شراب کا ذکر چھڑ گیا اور اس کے متعلق بات چل نکلی تو انہوں نے بیان کیا کہ:

مجھ سے حضرت ابومالک اشعری نے حدیث بیان کی تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام تبدیل کر کے اس کو پئیں گے۔ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ ذکر کیا ہے کہ''وہ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھ لیں گے''اور گانے بجانے والے ان کے سر پر گانے بجانے میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا۔(ابوداؤد رقم الحدیث:۳۶۸۸' ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۲۰' مسند احمد ج ۵ص ۳۴۲' ابن حبان رقم الحدیث:۱۳۸۴' البیہقی ج ۸ص ۲۹۵' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث:۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بخدا! انہوں نے جھوٹ نہیں کہا' وہ کہتے ہیں کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور باجوں (آلات غنا اور میوزک) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر واپس گھر آئیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے:''کل آئیے گا''۔ان پر پہاڑ گرے گا اور وہ نیچے دب کر ہلاک ہو جائیں گے اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلات موسیقی باجے وغیرہ کو حلال کہنے والوں) کی شکلوں کو بگاڑ کر قیامت تک کے لیے بندر اور سور بنا دے گا۔(صحیح بخاری ج ۱۰ص ۵۱' البیہقی ج ۱۰ص ۲۲۱' ابوداؤد رقم الحدیث:۴۰۳۹)

نوٹ: (الف)

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: صحیح بخاری کی یہ روایت دلیل ہے کہ اس سے قبل جو احادیث مذکور ہوئیں وہ صحیح ہیں اور بخاری کی اس روایت میں لفظ''الحر'' کا معنیٰ زنا ہے (آزادی و آوارگی اور بے راہ روی اس کا لغوی معنیٰ ہوتا ہے اور مراد اس جگہ بے راہ روی اور آوارگی سے زنا اور بدکاری ہے) امام باہلی کا یہی قول ہے' ایک روایت''الخز'' خا معجمہ اور را معجمہ کے ساتھ وارد ہے جس کا معنیٰ ریشم ہوتا ہے لیکن پہلی روایت درست ہے کیونکہ ریشم کا ذکر''الحریر'' کے لفظ کے ساتھ خود اس میں موجود ہے ورنہ تکرار لازم آئے گی۔

(ب)

اور مترجم عفی عنہ کہتا ہے: اس حدیث میں معازف آلاتِ غنا کے حلال کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے۔بندر اور سور کی شکل میں تبدیل کیے جانے سے سچ مچ اور حقیقتاً بندر اور سور کی شکل میں متشکل کر دینا بھی مراد ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ان کے اخلاق و عادات اور ان کے قلوب و اذہان بندروں اور خنزیروں ایسے کر دیے جائیں اور وہ شراتی' سازشی اور بے غیرت' بے ضمیر لوٹا کریسی کے حامل انسان نما مخلوق بن کر رہ جائیں۔واللہ اعلم بالصواب

۰۰۰۔عنوان بالا کا ذیلی باب

خطیب ابوبکر احمد بن علی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے' حضرت مالک بن انس حضرت نافع بن عمر

سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہ قادسیہ میں تھے لکھا کہ ابو معاویہ نضلہ انصاری کو عراق کے شہر حلوان کی طرف لشکر دے کر روانہ کرو تا کہ وہ اس کے مضافات اور گرد و نواح پر فوج کشی کریں اور جہاد سے انقلاب اور تبدیلی لائیں۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے نضلہ انصاری کو تین ۳۰۰ سو سواروں کے ہمراہ روانہ کیا' جب یہ لوگ عراق کے شہر حلوان پہنچے تو انہوں نے حلوان کے مضافات اور گرد و نواح کے علاقہ جات کو جنگ کر کے فتح کر لیا جس سے انہیں بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا اور انہوں نے کفار کی عورتوں کو قید کر کے باندیاں بنا لیا' یہ لوگ مالِ غنیمت اور قیدی عورتوں کو لے کر چلتے رہے یہاں تک کہ عصر کا آخری وقت ہو گیا اور سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ حضرت نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیمت کے مال اور باندیوں سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھکانا کیا اور پناہ لی (تا کہ رات گزار کر پھر دن کے وقت آگے کا سفر کیا جائے) حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت نضلہ نے بیان کیا کہ میں نے وہاں نماز کے لیے اذان پڑھی' جب میں نے "اللہ اکبر" کہا تو اچانک پہاڑ سے کسی جواب دینے والے کی آواز آئی' وہ کہہ رہا تھا' "اے نضلہ! تو نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی ہے' پھر جب میں نے "اشھدان لا الٰہ الا اللہ" پڑھا تو آواز آئی کہ اے نضلہ! یہ کلمہ اخلاص (اور اقرار توحید) ہے اور جب میں نے کہا: "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو آواز آئی کہ یہ ڈر سنانے والے' وہ ذات پاک ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور ان کی امت آخری امت ہے' اس امت کے ختم ہونے پر قیامت قائم ہو جائے گی اور جب میں نے "حی علی الصلوٰۃ" پڑھا تو آواز آئی: نماز کے لیے چل کر آنے اور نماز پر مواظبت اور ہمیشگی کرنے والے شخص کے لیے بشارت ہے' اسے مبارک ہو' کہتے ہیں: اور جب میں نے کہا: "حی علی الفلاح" "آؤ کامیابی کی طرف" تو آواز آئی: کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی دعوت پر لبیک کہا اور یہی امت محمد ﷺ کی بقاء اور زندگی ہے۔ کہتے ہیں: جب میں نے کہا: "اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ" آواز آئی: اے نضلہ! تو نے کامل اخلاص کا کلمہ پڑھا ہے پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس کلمہ کی برکت سے تیرے بدن کو آتش دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔

اذان سے فارغ ہو کر ہم نے اٹھ کر کہا: اے اذان کا جواب دینے والے شخص! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے' آپ کون ہیں؟ آیا تم کوئی فرشتہ ہو یا جن ہو جو اس پہاڑ میں سکونت رکھتے ہو یا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کوئی آدمی ہو جو کوہ نوردی کرتے ہوئے ادھر آ نکلے ہو' ہم نے تمہاری آواز کو تو سنا اب اپنی شکل بھی دکھا دو کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ' اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفیر' وفد اور ڈیلیگیشن ہیں۔ حضرت نضلہ کا بیان ہے: پہاڑ پھٹ گیا' اس میں سے چکی کے پاٹ جتنا ایک سر ظاہر ہوا جس کے سر اور ڈاڑھی کے تمام بال سفید ہیں' اس شخص نے اون کا پرانا جبہ پہن رکھا ہے' اس نے ہمیں ان الفاظ میں سلام کیا: "السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ" ہم نے اس کے جواب میں کہا: "وعلیک السلام و رحمۃ و برکاتہ" اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے' یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے ہمارے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: میں زرنب بن برثملا ہوں' مجھے

عبد صالح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میں اس پہاڑ میں سکونت رکھوں اور انہوں نے میری درازیٔ عمر کی دعا مانگی تھی' مجھے حکم ہے اور میں یہاں رہوں گا تا آنکہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور وہ خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑیں گے اور عیسائی ان کی طرف جو غلط باتیں منسوب کرتے ہیں ان باتوں سے برأت کا اظہار فرمائیں گے' بہر کیف جب حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات اور آپ کی زیارت مجھے نصیب نہ ہوسکی تو میری طرف سے آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کہیے گا اور ان تک حضرت عیسیٰ بن مریم کا پیغام جس کا انہوں نے مجھے حکم فرمایا تھا پہنچا دیجئے گا کہ اے عمر! سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے رہنا اور ٹھکانے کی بات کہتے رہنا اور میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کیے رکھنا اور بے شک معاملہ (قیامت کا) قریب آ لگا ہے اور ان خصلتوں اور کاموں کی جو میں نے آپ کو بتائے ہیں لوگوں کو خبر کر دینا اور لوگوں کو بتلا دینا کہ جب یہ خصلتیں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیدا ہو گئیں تو پھر ان سے بہت گریز کرنا اور جس قدر رہو سکے دور بھاگنا' وہ کام اور خصلتیں یہ ہیں:

☆ مرد' مردوں پر اکتفا کریں گے اور عورتوں سے بے نیاز اور عورتیں' عورتوں پر اکتفا کریں گی اور مردوں سے بے نیاز ہوں گی۔

☆ لوگ اپنے رشتے غیروں سے جوڑیں گے اور اپنے نسب تبدیل کر لیں گے اور غیروں کی طرف خود کو منسوب کریں گے۔

☆ اور نہ بڑوں کے دل میں چھوٹوں کے لیے رحم ہوگا اور نہ چھوٹے بزرگوں کا ادب اور احترام کریں گے۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والا کوئی نہیں رہے گا۔

☆ دین کا علم دین کے لیے حاصل نہیں کیا جائے گا بلکہ عالم دین اپنے علم کو دراہم و دنانیر (یعنی پیسہ بنانے) اور محض جلب منفعت کا ذریعہ بنائے گا۔

☆ بارشوں کی کمی کی وجہ سے موسم سخت گرم ہوگا۔

☆ اولاد اپنے والدین سے ناراض اور سخت غصے رہے گی۔

☆ لوگ اونچے اونچے مینار بنائیں گے (اور فلک بوس ٹاور تعمیر کریں گے)

☆ قرآن مجید کو چاندی کے پانی سے ملمع کر کے چھاپیں گے۔

☆ بڑی بڑی مضبوط اور پائیدار عمارتیں تعمیر کی جائیں گی۔

☆ خواہشات کی اتباع ہوگی اور لوگ نفسانی شہوات کے پیچھے دوڑیں گے۔

☆ اور ''از بہر دنیا دہد دین بباد'' کے مصداق بہت لوگ ہوں گے۔

☆ کسی کا خون کرنا اور قتل و غارت معمول کی بات ہوگی اور خون ریزی کو بہت ہلکا سمجھا جائے گا۔

☆ قطع رحمی ہوگی (رشتوں ناطوں کا ذرا کوئی لحاظ نہیں ہوگا' بات بات پر رشتہ توڑ دیا جائے گا)۔

☆ فیصلے اور حکم فروخت ہوں گے (عدلیہ مہنگا ترین لنڈا بازار ہوگا) اسی طرح حکمت کی باتیں بکیں گی اور اہلِ قلم

حکمت و دانش کی سوداگری اور آڑھت کریں گے صحافت سیاہ دھندہ ہوگا۔

☆ لوگ سود کھائیں گے۔

☆ جب معاشرے میں عزت و وقار کا پیمانہ اور معیار دھن دولت کو گردانا جائے گا۔

☆ گھر سے ایک شخص سفر کے لیے نکلے گا تو اس سے بزرگ آدمی اس کی طرف اٹھ کر اسے سلام کرے گا (حالانکہ چاہیے تو یہ کہ سفر پر جاتے وقت بزرگوں کو سلام کر کے ان سے اجازت اور دعا لی جائے مگر---)

☆ عورتیں گھوڑوں کی سواری کریں گی۔

پھر وہ شخص ہماری نظروں سے غائب ہو گیا' حضرت نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ باتیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجیں اور انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور اس میں یہ سب باتیں درج کر دیں' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ خط موصول ہوا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا: آپ نے لکھا:

''اے سعد! اللہ تعالیٰ کرے تیرے باپ کی خیر ہو' بات یہ ہے کہ تم اپنے ساتھ تمام مہاجرین اور انصار کو لے کر اس پہاڑ پر جاؤ' اگر وہی شخص تمہیں دوبارہ ملے تو میرا اسلام اسے پہنچانا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی تھ کہ عیسیٰ بن مریم کی بعض وصایا عراق کی جانب واقع اس پہاڑ پر اتری ہیں۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین اور انصار کے چار ہزار آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر اس پہاڑ کی طرف نکلے حتیٰ کہ اس پہاڑ پر پہنچ کر وہاں پڑاؤ ڈالا اور چالیس روز تک وہاں مقیم رہے (اور چلّہ کاٹا) اور ہر نماز کے وقت اذان ہوتی مگر اب کے کسی نے جواب نہیں دیا۔

۰۰۰۔ عنوان بالا کا ایک اور باب

قیامت کی بہتّر (۷۲) علامات کا بیان

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ۷۲ (بہتّر) (قسم کے کام) اس امت کی خصلت و عادت (اور طبیعت ثانیہ) بن جائیں تو سمجھو قیامت قریب اور سر پہ کھڑی ہے' وہ خصلتیں اور کام درج ذیل ہیں:

(۱) جب تم دیکھو کہ تمہارے لوگ نمازیں فوت کر دیتے ہیں۔

(۲) امانت کو ضائع کرتے ہیں۔

(۳) سود کھاتے ہیں۔

(۴) جھوٹ بولنے کو حلال سمجھتے ہیں۔

(۵) خون کر دینے کو ہلکا اور معمولی سمجھتے ہیں۔

(۶) اونچی عمارتیں بنانے لگے ہیں۔

(۷) دنیا کے عوض اپنے دین کو بیچ ڈالتے ہیں۔

(۸) قطع رحمی کی جاتی ہے۔

(۹) عدلیہ کا محکمہ کمزور ہو جائے (جرأت مندی سے حکم صادر کرنے کے قابل نہ رہے)۔

(۱۰) جب جھوٹ کو سچ کہا جائے۔

(۱۱) جب لوگ ریشم کا لباس پہننے لگیں۔

(۱۲) جب جور و ستم کا بازار گرم ہو۔

(۱۳) شرح طلاق بہت بڑھ جائے گی۔

(۱۴) اچانک موت واقع ہونے کے کیس بہت ہونے لگیں۔

(۱۵) جب خائن اور کرپٹ آدمی امانت دار قرار پائے۔

(۱۶) اور امانت دار شخص کو خائن قرار دے دیا جائے گا۔

(۱۷) سچے آدمی کو جھوٹا قرار دے دیا جائے گا۔

(۱۸) جھوٹے شخص کو سچا قرار دے دیا جائے۔

(۱۹) جب پاک دامنوں پر تہمتیں لگانے کا بہت چلن ہو۔

(۲۰) بارشیں کم ہونے لگیں گی۔

(۲۱) اولاد والدین سے ناراض ہوگی۔

(۲۲) جب کمینوں کے وارے نیارے ہوں گے۔

(۲۳) جب شریف لوگوں کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔

(۲۴) حکمران حق سے تجاوز کرنے لگیں اور گناہوں میں منہمک بد کردار لوگ ہوں۔

(۲۵) وزراء جھوٹ بولیں۔

(۲۶) اُمناء ناظم، خزانچی، معتمد لوگ خیانت کرنے لگیں۔

(۲۷) عرفاء (چوہدری، سیاست دان، انتظامیہ) ظلم کرنے لگیں۔

(۲۸) قرّاء یعنی علماء حضرات حق و صلاح کے راستہ سے ہٹ جائیں اور بے عمل اور بدکار ہو جائیں گے۔

(۲۹) اون کے کپڑے پہننے کا رواج زیادہ ہوگا۔

(۳۰) لوگوں کے قلوب (اذہان) مردار سے زیادہ گندے اور بدبودار ہو جائیں گے۔

(۳۱) لوگوں کا مزاج ایلوے (اور مصبّر) سے زیادہ کڑوا اور تلخ ہو جائے۔

(۳۲) جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو طرح طرح کی آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا فرما دے گا۔

(۳۳) مسلمان لوگ اس طرح متحیر اور پریشان رہنے لگیں جس طرح ظالم یہودی بے چین اور مضطرب رہتے ہیں۔

(۳۴) جب دینار سکہ رائج الوقت قرار پائے۔
(۳۵) جب چاندی کی ڈیمانڈ بڑھ جائے گی۔
(۳۶) گناہوں کی کثرت ہو جائے۔
(۳۷) جب حکمران کھرے نہ رہیں۔
(۳۸) قرآن مجید مزیّن و آراستہ اور ملمع کر کے چھاپے جائیں گے۔
(۳۹) مسجدیں دلہن کی طرح سجائی جائیں گی اور ان کی آرائش کی جائے گی۔
(۴۰) مسجدوں میں اونچے لمبے منبر تعمیر کرنے کا رواج ہو گا۔
(۴۱) لوگوں کے قلوب واذہان خراب (تخریبی) ہو جائیں گے۔
(۴۲) شرابیں پی جائیں گی۔
(۴۳) حدود پر عمل درآمد نہیں (نفاذِ حدود کا معاملہ تعطّل کا شکار ہو جائے گا)۔
(۴۴) باندیوں سے ان کے مالک اور آقا پیدا ہوں گے۔
(۴۵) اور جب تم دیکھو کہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن رہنے والے (نادار و مفلس) لوگ بادشاہ بن بیٹھے ہیں۔
(۴۶) بیوی اپنے شوہر کے ساتھ تجارت میں شراکت وشیئر اور کمپنی کرے گی۔
(۴۷) مرد عورتوں کا اسٹائل اپنائیں گے۔
(۴۸) اور عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کریں گی اور مردانہ روپ دھاریں گی۔
(۴۹) بات بات پر ''اللہ کی قسم ہے'' لوگوں کا تکیہ کلام ہو گا۔
(۵۰) گواہی طلب کیے بغیر ایک شخص خود ہی گواہی دے گا۔
(۵۱) علم، شہرت اور شناخت کے لیے سیکھا جائے گا۔
(۵۲) علم دین کی سمجھ بوجھ دین کے لیے حاصل نہیں کی جائے گی۔
(۵۳) آخرت کے عمل سے دنیا کو طلب کیا جائے گا۔
(۵۴) مالِ غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا۔
(۵۵) امانت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا۔
(۵۶) زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھا جائے گا۔
(۵۷) قوم کا کمینہ اور گھٹیا ترین آدمی قوم کا سردار اور لیڈر بن جائے گا۔
(۵۸) آدمی اپنے باپ کا نافرمان ہو گا۔
(۵۹) بیٹا اپنی ماں پر سختی اور ظلم کرے گا۔
(۶۰) اور دوست کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرے گا۔
(۶۱) آدمی اپنی بیوی کا مطیع اور فرماں بردار ہو گا۔

(۶۲) مساجد میں فاسقوں کی آوازیں بلند ہوں گی۔

(۶۳) لوگ گانے والیوں کو اپنا بنالیں گے۔

(۶۴) آلاتِ موسیقی اور گانے بجانے کے آلات اپنے پاس رکھیں گے۔

(۶۵) سرعام شراب نوشی ہوگی۔

(۶۶) ظلم کرنے پر ندامت کی بجائے فخر کریں گے۔

(۶۷) حکم اور انصاف کی سوداگری ہوگی یا حکمت کی باتیں فروخت ہوں گی۔

(۶۸) یعنی اہل قلم اور دانش ور طبقہ' لوگ بکثرت شرطیں لگائیں گے۔

(۶۹) قرآن مجید کو مزامیر کے ساتھ گانوں کی طرز پر پڑھا جائے گا۔

(۷۰) لوگ درندوں کی کھال سے تیار لباس پہنیں گے۔

(۷۱) مساجد کو گزرگاہ بنالیا جائے گا (یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ مساجد میں لوگ وزٹ اور سیر و تفریح کے لیے آئیں اور ان میں گھومیں پھریں گے)۔

(۷۲) اس امت کے بعد کے لوگ پہلوں کو لعن طعن کریں گے اور برا کہیں گے۔

فرمایا کہ جب یہ ۷۲ (بہتر) قسم کے کام اس امت کے لوگ کرنے لگیں اور ان کی یہ عادت اور خصلت بن جائیں تو تم پانچ قسم کے عذابوں کا انتظار کرنا: (۱) سرخ آندھیوں اور جھکڑوں کا چلنا (۲) زمین میں دھنسنا (۳) شکلوں اور صورتوں کا بگاڑ دیا جانا (۴) پتھروں کا برسنا (قذف سے بمباری یا زلزلوں سے پتھروں کا برسنا بھی مراد ہو سکتا ہے) (۵) اور دوسرے عبرت ناک عذاب اور ایسی سزائیں جو نشان عبرت ہوں گی۔ یہ حدیث غریب ہے اس کو حضرت حذیفہ سے روایت کرنے میں فرج بن فضالہ اکیلے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۵۸' الشجری الأمالی ج ۲ ص ۲۵۳-۲۵۴)

مؤلف کا تبصرہ

حدیث محولہ بالا جس میں قرب قیامت کی ۷۲ نشانیاں ذکر کی گئیں ان خصلتوں اور کاموں کا ذکر متفرق احادیث میں جدا جدا پہلے بھی ہو چکا ہے' اس حدیث حذیفہ میں ان سب کو مجتمع طور پر بیان کر دیا گیا ہے' ان تمام خصائل کے معانی واضح ہیں سوائے ایک خصلت ''وجلود السباع صفاقا'' درندوں کی باریک جھلی جو اوپری بالوں والی کھال کے نیچے ہوتی ہے اس کا استعمال مختلف مقاصد کے لیے کرنے کا رواج اور چلن ہوگا' لغت کے امام' امام جوہری لکھتے ہیں:

''الصفاق: الجلد الرقیق تحت الجلد الذی علیہ الشعر'' یعنی صفاق اس باریک چمڑے کو کہتے ہیں جو اس کھال کے نیچے کی طرف ہوتی ہے جس پر بال ہوتے ہیں۔

قیامت کی ایک خاص نشانی کا بیان

امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے قریب پہلی تاریخ کا چاند اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ چاند تو دو راتوں کا ہے (حالانکہ وہ پہلی رات کا ہی ہوگا) مساجد کو گزرگاہ بنالیا جائے گا اور مرگِ مفاجاۃ کا ظہور ہوگا۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۶۶، الطبرانی الصغیر ج ۲ ص ۱۲۹، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۵۷۷۵)

امام لغت علامہ جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: "قبلا" کا معنیٰ ہے پہلی تاریخ کا ہلال، گھنٹہ بھر دکھائی دے گا، بڑا ہونے کی وجہ سے اس کی وضاحت دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے:

یکم کے چاند اور ہلال کا موٹا ہونا بھی قیامت کے نزدیک ہونے کی علامت ہے۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۶۶، الطبرانی الصغیر ج ۲ ص ۴۱-۴۲، الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۵۷۷۴)

محاورے میں کہا جاتا ہے: "رأیت الهلال قبلا' و قبلا أی معاینة" "میں نے دیکھا کہ چاند بڑا نمایاں تھا جو سر کی آنکھوں سے بغیر کسی خوردبین وغیرہ کے دیکھا جاسکتا تھا"۔

۰۰۰۔ عنوان بالا کا ایک اور باب

حکیم ترمذی اپنی کتاب "نوادر الاصول" میں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں گھبراہٹ واقع ہوگی، لوگ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے، جب وہ علماء کے پاس آئیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کی شکلیں بندروں اور سوروں کی شکلوں میں بدل چکی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں:

مسخ کا معنیٰ ہے "تغیر الخلقة عن جهتها" "فطری اور طبعی شکل اور خلقت کو بدل دینا"۔ ان علماء پر قدرت کا یہ عذاب نازل ہونا اس لیے حلال ہوا کہ انہوں نے حق کی اصلی صورت متغیر کر ڈالی اور کلام شارع میں تحریف کر کے اس کی شکل بگاڑ دی تو گویا ان علماء نے عام لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور ان کی آنکھوں کو حق سے پھیر دیا اور ان کے قلوب کو حق کے دیکھنے اور قبول کرنے کے قابل نہ چھوڑا تو جس طرح ان بدکردار مولویوں نے لوگوں کی چشم و قلب کے ساتھ معاملہ کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں ان علماءِ سوء کی شکل و صورت اور خلقت اصلی کو بدل دیا کیونکہ انہوں نے بھی حق کو باطل کے ساتھ بدل ڈالا تھا۔

۱۱۵-امانت اور ایمان کا دلوں سے اٹھ جانا

امام بخاری، امام مسلم، امام ابن ماجہ اور دوسرے ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں (یہ الفاظ امام مسلم کے ہیں) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دو باتیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک کا تو میں نے مشاہدہ کرلیا اور دوسری کے دیکھنے کا منتظر ہوں، آپ نے فرمایا تھا: امانت مردوں کے قلوب کی جڑ میں اتاری گئی ہے (ابن ماجہ نے کہا: امام

طنافسی کا قول ہے: لوگوں کے وسطِ قلوب میں امانت کو اتارا گیا ہے) پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن مجید اور سنت رسول کی تعلیم حاصل کی (جس سے امانت داری اور بڑھ گئی) پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت حدیث بیان کی' فرمایا کہ ایک آدمی آدھی رات کو سوئے گا اور صبح کو جاگے گا تو اس کے دل میں سے امانت کو قبض کر لیا گیا ہوگا' اس کا صرف ذرا سا نشان دل میں باقی رہ چکا ہوگا' پھر وہ حالت نیند میں ہوگا اور اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی تو اس کا نشان آبلہ کی طرح رہ جائے گا جس طرح ایک پتھر سے پاؤں میں نشان پڑ جاتا ہے' پھر وہ پھولتا ہوا دیکھو گے حالانکہ اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آپ نے ایک کنکری لے کر اپنے پائے اقدس پر لڑھکائی اور فرمایا: (امانت داری دلوں سے اٹھ جانے کے بعد لوگوں کا حال یہ ہوگا) لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی بھی امانت کی ادائیگی نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک شخص امانت دار ہے اور یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص کس قدر چالاک' عقلمند اور ہوشیار ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۷' صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳' ابوعوانہ ج ۱ ص ۵۲)

(دنیاوی معاملات میں ہوشیاری قابل تعریف بن جائے گی مگر امانت دار حقیقت میں کوئی خال خال اور ٹاما ٹامے رہ جائیں گے) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بے شک مجھ پر وہ زمانہ بھی آیا کہ میں اس بات کی پرواہ نہ کرتا تھا کہ کس سے خریدوں اور کس پر بیچوں۔ اگر مسلمان ہوتا تو وہ اپنے دین کی وجہ سے (غلطی سے دی ہوئی چیز) واپس کر دیتا اور اگر یہودی یا عیسائی ہوتا تو اپنے سردار کی وجہ سے واپس کر دیتا لیکن آج (وہ زمانہ آ چکا ہے کہ) میں صرف فلاں فلاں سے ہی خرید و فروخت کرتا ہوں (یعنی اب لوگوں پر سے اعتماد اٹھ گیا ہے اس لیے دیکھ سوچ کر کسی سے لین دین کرنا پڑتا ہے بلا تحقیق ہر کسی سے ہم سودا نہیں کر سکتے)۔

فصل

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی لغوی تحقیق

اس باب کی حدیث میں وارد بعض الفاظ کی تحقیق کرتے ہوئے مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

الجذر: ذال معجمہ کے ساتھ جیم کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ' اس کا معنیٰ ''حسب و نسب اور درخت وغیرہ ہر شئی کی اصل اور جڑ'' ہوتا ہے۔

الوکت: اس میں کاف کو ساکن پڑھیں گے' اس کا معنیٰ چھوٹا سا نشان ہوتا ہے' گدر کھجوروں کے پکنے اور پختہ ہونے پر ان پر چھوٹے چھوٹے داغ اور نشان ظاہر ہوں تو کہتے ہیں: ''او کتت البسرۃ'' ''پکنے والی کھجور داغدار ہے'' وکتہ یکتہ وکتا کا معنیٰ آنکھ میں داغ کا ہونا ہے۔ (اور کیلے پر کالے نشان چتری والے کہتے ہیں)

المجل: محدثین اس کا ضبط جیم کے سکون کے ساتھ کرتے ہیں جبکہ اہل لغت اور اہلِ نحو کے نزدیک جیم کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ ''مجل'' کا معنیٰ آبلہ (چھالا) ہے' کلہاڑا' کسّی اور بیلچہ وغیرہ چلاتے ہوئے

ہاتھ کے اندر جلد میں ابھار پیدا ہو جاتا ہے جس میں بلبلہ نما آبلہ بن جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوتا ہے' پھر سخت ہو جاتا ہے اور خشک ہونے کے بعد ایک داغ اور گرہ سی باقی رہ جاتی ہے' اس نشان باقی ماندہ کو "مجل" کہتے ہیں۔

نفط: جلد کا ابھار اور اس کا پھول جانا۔ مراد آبلہ ہے جو کام کرنے سے ہاتھ پر پڑ جائے۔

منتبرا: آبلوں والا' گوشت سے جلد کا ابھرا ہوا ہونا اور جسم کا سوجنا۔ یہ "النبر" سے باب افتعال ہے "نبر" کا معنیٰ رفع یعنی بلند ہونا ہوتا ہے' اسی سے لفظ "المنبر" بنا ہے وہ بلند جگہ جس پر چڑھ کر خطیب یا واعظ لوگوں کو خطاب کرتا ہے۔ "انتبرت یده" کا معنیٰ ہوتا ہے ہاتھ پر چھالا پڑنا' اس جگہ "منتبرا" سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ لوگوں کے قلوب امانت سے خالی ہو جائیں گے جس طرح "مجل" آبلہ اور چھالا میں بظاہر لگتا ہے کہ یہ بھرا ہوا ہے مگر اندر سے کھوکھلا اور خالی ہوتا ہے جیسے کنکری یا چنگاری کو ہاتھ پر لڑھکائیں تو ہاتھ کی پشت پر چھالا سا بن جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ "لقد أتى على زمان" (الحدیث) اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں میں امانت کا وصف موجود تھا پھر وقت گزرنے کے ساتھ امانت داری کم ہو گئی۔

آپ کا قول "ليردنه على ساعيه" اس میں ساعی سے مراد رئیس ہے' قوم کا سردار اور والی جس کا حکم اور قول اپنی قوم اور قبیلے پر چلتا ہو اور لوگ اس کی بات کو مانتے ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر مغالطے سے کوئی چیز کسی کی طرف غلطی سے چلی بھی جاتی تھی تو اگرچہ وہ مسلمان بھی نہ ہوتا پھر بھی اس قوم کے والی اور سردار سے انصاف کی توقع ہوتی کہ وہ اپنی قوم کے فرد کو کہہ کر وہ چیز واپس دلا دیتا تھا مگر اب تو ایسا شاذ و نادر ہے۔

آپ کا قول "فما كنت أبايع إلا فلانا و فلانا" "ابایع" بیعت سے نہیں بیع سے ماخوذ ہے یعنی امانت و دیانت کی کمی کی وجہ سے میں اب خاص خاص لوگوں سے ہی بیع شراء اور لین دین کا معاملہ کرتا ہوں۔

علم' خشوع اور فرائض کے دنیا سے اٹھ جانے کا بیان

سب سے پہلے دنیا سے علم الفرائض (علم میراث) اٹھایا جائے گا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے کسی بات کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: "یہ اس وقت ہو گا جب علم اٹھ جائے گا" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! علم کیسے اٹھ جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں' ہمارے بیٹے آگے پھر اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے' اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اے زیاد! تیری ماں تجھے روئے' میں تجھے مدینہ شریف کے بہت سمجھ دار آدمیوں میں شمار کرتا تھا' کیا یہود اور نصاریٰ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے تھے لیکن وہ ان میں سے کسی ایک بات پر بھی عمل نہیں کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۸' الخطیب اقتضاء العلم رقم الحدیث: ۸۹' ابوخیثمہ العلم رقم الحدیث: ۵۲' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۷۲)

لوگوں کے پاس سے علم جاتا رہے گا

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف آنکھ مبارک اٹھا کر دیکھا' پھر فرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ جس کے بعد لوگوں سے علم یکدم اٹھا لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ کسی چیز پر بھی قادر نہ ہوں گے' زیاد بن لبید انصاری نے عرض کیا: ہم سے کس طرح ایک دم علم چھین لیا جائے گا حالانکہ ہم نے قرآن پڑھا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم خود بھی پڑھیں گے' اپنی خواتین اور بچوں کو بھی پڑھائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زیاد! تجھے تیری ماں روئے' میں تجھے فقہائے مدینہ میں سے شمار کرتا تھا۔ یہ تورات اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہے پھر انہوں نے اس سے کیا فائدہ حاصل کیا۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵۳' مسند احمد ج۶ ص ۲۶ - ۲۷' المستدرک للحاکم ج ا ص ۹۹' الدارمی ج ا ص ۸۷' ابن حبان ج ۷ ص ۴۸' ج ۸' ص ۲۵۴' الالبانی تخریج المشکاۃ ج ا ص ۸۱)

حضرت جبیر کہتے ہیں: میری عبادہ بن صامت سے ملاقات ہوئی' میں نے کہا: کیا آپ نے سنا آپ کے بھائی ابوالدرداء کیا کہتے ہیں؟ اور میں نے انہیں ابودرداء کا قول بتایا تو انہوں نے فرمایا: ابودرداء نے سچ کہا' اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ سب سے اوّل میں جو علم لوگوں سے اٹھا لیا جائے گا خشوع ہے۔ قریب ہے کہ تو جامع مسجد میں داخل ہوگا تو تجھے کوئی شخص بھی خشوع و خضوع والا نظر نہیں آئے گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمایا:

''یہ علم کو اٹھا لیے جانے کا زمانہ ہے'' ایک انصاری نے جس کا نام زیاد بن لبید تھا عرض کیا: یا رسول اللہ! علم کس طرح اٹھا لیا جائے گا حالانکہ وہ کتابوں میں لکھا ہوا اور سینوں میں محفوظ کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں تو تجھے مدینہ کے بہت فقیہ لوگوں میں شمار کرتا تھا اور آپ نے یہود و نصاریٰ کا ذکر فرمایا کہ وہ گمراہ ہو گئے باوجودیکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب (تورات و انجیل) موجود تھی' میں نے اس کا ذکر حضرت شداد بن اوس کے سامنے کیا تو انہوں نے فرمایا: عوف بن مالک نے سچ کہا' کیا میں تمہیں نہ بتلا دوں کہ پہلی چیز جو لوگوں سے اٹھالی جائے گی وہ خشوع ہوگا یہاں تک کہ تمہیں کوئی شخص خشوع و خضوع والا نظر نہیں آئے گا۔ (یہ حدیث حسن ہے)

تبصرہ

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہم نے اس حدیث کو مسند زیاد بن لبید میں اسنادِ صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا' ان دونوں روایتوں سے ہمارا بیان کردہ موقف واضح ہو جاتا ہے کہ رفعِ علم سے مراد علم کے مقتضیٰ پر عدم عمل ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: ''**لیس حفظ القران بحفظ الحروف ولکن إقامة حدوده**'' ''حفظ قرآن صرف یہی نہیں ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو یاد کر لیا جائے بلکہ قرآن مجید کی حدود کو قائم کرنا درحقیقت حفظ ہے''۔

اور علم پر عمل کے اٹھ جانے کے بعد پھر اس کی تحریر اور نقوش کو بھی اٹھا لیا جائے گا اور جب رقم اور کتابت بھی

صفحات سے محو ہو جائے گی تو روئے زمین پر قرآن پاک کی ایک بھی آیت باقی نہیں رہ جائے گی جس کی تلاوت کی جاسکے۔ (اس کی مزید تفصیل آئندہ باب میں آتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

۱۱۶۔ علم الفرائض (علم میراث) سیکھنے کی ترغیب کا بیان

امام دارقطنی اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خود فرائض سیکھو اور پھر لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ وہ آدھا علم ہے، یہ وہ علم ہے جو بھلا دیا جائے گا اور میری امت میں سے سب سے پہلے یہی چیز ہے جو اٹھائی جائے گی۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۹۱، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۱۹، الدارقطنی ج ۴ ص ۶۷، الحاکم ج ۴ ص ۳۳۲، البیہقی ج ۶ ص ۲۰۸، الالبانی تخریج المشکاۃ رقم الحدیث: ۲۴۴، ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۴۵۰)

ایک تعارض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں بیان ہوا ہے کہ سب سے پہلے خشوع کو اٹھایا جائے گا اور اس حدیث میں بیان ہوا کہ سب سے پہلے علم فرائض کا رفع ہوگا، ان دونوں حدیثوں میں تعارض ظاہر ہے، اس کا کیا حل ہے؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

خشوع کا تعلق علم القلوب سے ہے اور فرائض (علم میراث) علم الظاہر ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ظاہری علوم میں سب سے اوّل علم فرائض دنیا سے اٹھ جائے گا اور باطنی اور قلبی علوم میں سے سب سے پہلے جو علم دنیا سے مرفوع ہو جائے گا وہ علم خشوع ہوگا لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔ والحمدللہ

۱۱۷۔ فی دروس الاسلام و ذھاب القرآن

اسلام کے ناپید ہو جانے اور قرآن مجید کے دنیا سے "اللہ حافظ" ہو جانے کا بیان

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام ایسے بے نشان ہو جائے گا جیسے کپڑے کی بیل پرانی ہو کر بے نشان ہو جاتی ہے یہاں تک کہ یہ جاننے والے بھی باقی نہ رہیں گے کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ کیا ہوتے ہیں اور اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن مجید) پر ایک رات ایسی گزرے گی اس کی ایک آیت مبارکہ بھی باقی نہ رہے گی (پورا قرآن حکیم دنیا کو الوداع کہہ جائے گا)۔

لوگوں کے چند گروہ باقی رہ جائیں گے جن کے بوڑھے بزرگ اور بڑی بزرگ عورتیں یہ کہتے سنیں جائیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے پایا اور ہم بھی یہ کلمہ طیبہ پڑھ

ہیں۔حضرت صلہ بن زفر (جو تابعی ہیں اور حضرت حذیفہ کے شاگرد ہیں) رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: جب وہ لوگ نماز' روزہ' قربانی اور زکوٰۃ وصدقات کو نہیں جانتے تو ان کا کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' پڑھنا ان کو کیا فائدہ دے گا؟ اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ پھیر لیا' انہوں نے تین بار اس بات کو دہرایا اور آپ نے ہر مرتبہ اس سے رخ پھیر لیا' پھر آپ فرمانے لگے: اے صلہ! یہ کلمہ ان کو دوزخ سے نجات دے گا' یہ کلمہ ان کو دوزخ سے نجات دے گا' یہ کلمہ ان کو دوزخ سے نجات دے گا (تین بار فرمایا)۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۹' الحاکم ج ۴ ص ۴۷۳' الالبانی الصحیحۃ: ۸۷)

میں کہتا ہوں (مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ): ایسا یاجوج اور ماجوج کے خروج کے وقت نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہوگا جیسا کہ حضرت مقاتل کی روایت میں اس سے پہلے گزرا۔

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے رفع کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اس شریعت کے مٹنے والے احکام کی تجدید کرنے آئیں گے اور وہ اسلام کے شعائر اور نشانات جو مٹ چکے ہوں گے ان کا از سرِ نو احیاء فرمائیں گے۔اس کا تفصیلی بیان بعد میں آئے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

...-باب

(ا) قیامت واقع ہونے سے پہلے دس نشانیوں کے ظاہر ہونے کا بیان اور

(ب) اللہ تعالیٰ کے ارشاد '' اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ '' (القمر:۱) کی تفسیر

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم مدینہ طیبہ میں ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے قیامت کے متعلق مذاکرہ کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ بالا خانہ میں تھے' آپ نے ''چوبارے'' سے جھانک کر فرمایا: تم نے کس لیے یہ مجلس منعقد کی ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم باتیں کر رہے ہیں' آپ نے پوچھا: کس چیز کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں؟ ہم نے عرض کیا: قیامت کے متعلق' آپ نے فرمایا: جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو قیامت نہیں آئے گی: اوّل' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دوم' دھواں' سوم' دجال' چہارم' دابۃ الارض' پنجم' ششم' ہفتم' تین جگہ زمین میں دھنسنے کے واقعات کا ذکر کیا' مشرق میں دھنسنا' مغرب میں دھنسنا اور تیسرا جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا' ہشتم' حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول' نہم' یاجوج و ماجوج کا خروج' دہم' آخر میں یمن کے کھوہ عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔(ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۵' مسند احمد ج ۴ ص ۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۲۸' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۷۸)

امام القتبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو اپنی کتاب ''عیون الاخبار'' میں ذکر فرمایا ہے۔

امام مسلم نے بھی اسی معنیٰ کی ایک حدیث روایت کی ہے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ بالا خانہ میں تھے اور ہم نیچے بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے ہماری طرف جھانک کر فرمایا: تم کس کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: قیامت کا' آپ نے فرمایا: جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں قیامت نہیں آئے گی: (۱) مشرق

میں زمین کا دھنسنا (۲) مغرب میں زمین کا دھنسنا اور (۳) جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا (۴) دھواں (۵) دجال (۶) دابۃ الارض (۷) یاجوج ماجوج (۸) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا (۹) ایک آگ جو عدن کے کنارے سے نکلے گی اور لوگوں کا کوچ کرا دے گی (۱۰) ایک راوی نے دسویں نشانی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کا ذکر کیا' دوسرے راوی نے کہا: ایک آندھی آئے گی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جہاں یہ لوگ جائیں گے آگ وہیں جائے گی اور جہاں یہ لوگ قیلولہ کریں گے آگ وہیں رہے گی۔

اس حدیث کو ابن ماجہ اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۲۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳' مسند احمد ج ۴' ص ۷' ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۳۸۸)

مسلم کی ایک روایت میں ہے:

(۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ (۴) طلوع آفتاب از مغرب (۵) نزول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (۶) یاجوج و ماجوج (۷) اور تین جگہ زمین کے دھنسنے اور غرق ہونے کا ذکر فرمایا' مشرق میں دھنسنا (۸) مغرب میں دھنسنا (۹) اسی جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا (۱۰) اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو دھکیل کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

امام بخاری نے روایت کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی پہلی نشانی یہ ہو گی کہ یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔

(صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۶۲-۳ ج ۱۳ ص ۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۸)

قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہو گی؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی حدیث حفظ کی ہے جس کو میں ابھی تک بھولا نہیں ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا' آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ سب سے پہلی علامت کا ظہور یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور دابۃ الارض کا خروج چاشت کے وقت ہو گا' ان میں سے جس کا بھی پہلے ظہور ہو تو اس کے فوراً بعد دوسری کا ظہور ہو گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں ایک حبشی ہے جس کی پنڈلیاں پتلی پتلی ہیں' آنکھیں نیلی ہیں' ناک چپٹی ہے' پیٹ بڑا ہے' وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خانہ کعبہ شریف پر چڑھا ہوا ہے اور ایک ایک کر کے خانہ کعبہ کے پتھر اکھاڑ رہا ہے اور ایک دوسرے کو وہ پتھر پکڑا رہے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں تو جس وقت کعبہ شریف کا انہدام ہو گا کچھ عجیب نشانیاں ظاہر ہوں گی' ایک سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دوسرا دجال کا خروج اور تیسرے یاجوج ماجوج

کا نکلنا اور اس کے بعد پھر دابۃ الارض کا خروج ہوگا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ص ۷۷' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۸' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۹' مسند احمد ج ۲' ص ۲۰۱' المستدرک للحاکم ج ۴ص ۵۴۷)

فصل

رسول اللہ ﷺ بالا خانہ میں تھے اور ہم اس کے نیچے تھے' حضور ﷺ نے ہماری طرف جھانک کر دیکھا اور فرمایا: تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: قیامت کا' آپ نے فرمایا: بے شک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم دس نشانیاں دیکھ لو: مشرق میں زمین کا دھنس جانا' مغرب میں زمین کا دھنس جانا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنس جانا' دھواں' دجال' دابۃ الارض' یاجوج ماجوج' سورج کا مغرب سے نکلنا اور عدن کے ایک گہرے کنویں سے آگ کا نکلنا جو لوگوں کو کوچ کرا دے گی۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ص ۲۸' ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۱' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۵' مسند احمد ج ۴ص ۷' المستدرک للحاکم ج ۴ص ۴۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۳۸۸' الالبانی صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۷۸' الحمیدی رقم الحدیث: ۸۲۷)

بعض راویوں نے بیان کیا کہ دسویں نشانی حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہے اور بعض نے دسویں نشانی یہ روایت کی ہے کہ ایک آندھی چلے گی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔ امام مسلم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے' اس روایت کے مطابق پہلی نشانی خسوفات ثلاثہ ہے' ان میں سے بعض کا وقوع جیسا کہ اس سے پہلے حدیث ابن وہب میں گزرا ہے حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ عراق العجم میں کئی زلزلے اور ہلاکت خیز زمین میں دھنسنے کے واقعات رونما ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے کثیر مخلوق ہلاک ہوئی تھی۔

میں کہتا ہوں (علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ): ہمارے ہاں ایسٹ اندلس میں ہمارے اساتذہ کرام نے بیان فرمایا کہ "قطرطندہ" گاؤں میں ایسا واقعہ ہوا کہ اس گاؤں پر وہاں کا ایک پہاڑ گرا اور وہ پورا "قطرطندہ" گاؤں زمین میں دھنس گیا۔

اسی طرح ہمارے بعض اصحاب نے مجھے بتایا کہ ضلع برقہ کے "ترسہ" نامی ایک دیہات میں ایک دفعہ شدید زلزلہ آیا تھا جس کی وجہ سے پورا گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹ گیا' مکانات کی دیواریں اور چھتیں گر گئی تھیں اور لوگ نیچے دب کر مر گئے تھے' بہت کم لوگ بچ سکے تھے۔

اس حدیث میں آیا کہ دابۃ الارض یاجوج و ماجوج کے خروج سے پہلے نکلے گا اور ایسے نہیں ہے کیونکہ پہلے دجال ظاہر ہوگا پھر عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے' پھر اس کے بعد یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا جیسا کہ آگے آ رہا ہے کہ ان کی گردنوں میں کیڑے پڑ جائیں گے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائیں گے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو قبض فرمالے گا اور زمین ان سے خالی ہو گی اور لوگوں پر ایک طویل زمانہ گزر جائے گا اور دین اسلام کی تعلیمات کا بڑا حصہ لوگ بھلا چکے ہوں گے' لوگ اپنی رسومات اور عادات کی طرف رجوع اور رغبت میں لگے رہیں گے' نیز ان میں کفر اور فسق و فجور کے طور طریقے پیدا ہو

جائیں گے جیسا کہ ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ پیغمبر اور رسل عظام جو اللہ اور بندوں کے درمیان احکامات خداوندی کو پہنچانے اور رشد و ہدایت کا وسیلہ ہوتے ہیں ان کے وصال کے بعد لوگ آہستہ آہستہ دینی تعلیمات سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور رسومات و عادات کے عامل بن کر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی روح قبض فرمائیں گے اور ان کی وفات کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہوگا تو اللہ تعالیٰ زمین سے ایک جانور نکالے گا تو وہ جانور مومن اور کافر کے درمیان امتیاز کر دے گا تاکہ اس کی وجہ سے کفار اپنے کفر اور فسق کو چھوڑ دیں اور ان کی آنکھیں کھل جائیں اور نافرمانی اور گناہوں کے کاموں کو اپنے سے دور کر دیں' پھر جب وہ جانور مسلمان اور کافر کے درمیان خط امتیاز کھینچ کر دو قومی نظریہ کو قائم کر دے گا تو لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جائے گا اور انہیں (ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا' پھر جب وہ کفار اپنے کفر اور سرکشی پر مصر رہیں گے تو سورج مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اور اس کے بعد کسی کافر اور فاسق کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا' خطاب اور تکلیف کو ان سے اٹھا لیا جائے گا' پھر اس کے پیچھے جلدی ہی قیامت قائم ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریات:۵۶)

اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں ○

اور جب بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا سلسلہ منقطع کر دے گا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ لمبا عرصہ زمین پر برقرار نہیں رکھے گا' اسی طرح بعض علماء نے بیان کیا ہے:

دخان (دھویں) کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک علامات قیامت میں سے ایک دھواں ہوگا جو مشرق اور مغرب کے درمیان کو بھر دے گا' یہ دھواں چالیس دن تک (پھیلا) رہے گا' اس سے مومن کو تو زکام سا محسوس ہوگا لیکن کافر دیوانہ ہو جائیں گے' کافروں کے ناک' نتھنوں' آنکھوں' کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں خارج ہوگا۔ (ابن جریر التفسیر ج ۲۵ ص ۱۱۴)

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ دھواں قیامت کے دن آثار جہنم میں سے ہوگا' یہ دھویں کی روایت حضرت علی' ابن عمر' ابوہریرہ' ابن عباس' ابن ابی ملیکہ اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب سے مروی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ○ (الدخان:۱۰)

تو آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح دھواں لائے گا ○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ قحط سالی ہے جو قریش کو پہنچی' وہ لوگ اس قدر خشک سالی اور قحط و تکلیف میں مبتلا ہوئے کہ جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تو دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا یعنی بھوک اور ضعف کی وجہ سے نگاہوں میں خیرگی آ گئی تھی اور بھوک کا عالم

تھا کہ لوگ ہڈیاں تک پیس کر کھا گئے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: بطشہ' لزام اور دخان گزر چکے ہیں (ایک نے کہا: چاند کا شق ہونا اور دوسرے نے کہا: روم کی فتح۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: لزام بدر کے دن ہوا) ان کے متعلق حدیث مسلم' بخاری وغیرہما میں موجود ہے' بطشہ کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد جنگ بدر کا واقعہ ہے' ابوالخطاب ابن دحیہ فرماتے ہیں: نظر صحیح کا تقاضا ہے کہ اس کو دو مختلف واقعات پر محمول کیا جائے' ایک واقعہ ہو چکا اور دوسرا عنقریب واقع ہوگا۔ جو واقعہ ہو چکا یہ تو وہی ہے جس میں قریش پر قحط سالی آنے کا بیان ہے کہ خشک سالی کی وجہ سے زمین پر خاک اڑنے لگی' غبار نے ہوا کو مکدر کر دیا' ضعف کی وجہ سے نگاہوں میں خیرگی آ گئی' آدمی نظر اٹھا کر آسمانوں کی طرف دیکھتا تو اس کو آنکھوں کے آگے دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا' اس سے مراد حقیقی دھواں نہیں ہے۔ وہ دھواں قیامت کی علامات میں سے ہے' وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اور مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا' چالیس روز و شب رہے گا۔ اس سے مومن کی حالت تو ایسی ہوگی جیسے زکام کی کیفیت ہوتی ہے مگر کافر مدہوش ہو جائیں گے جس طرح نشہ کی حالت ہوتی ہے۔ ان کے نتھنوں' کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا' اس تفسیر کے مطابق اب یہ بات ممتنع اور محال نہیں ہوگی کہ وہ اس علامت کے ظہور کے بعد کہیں:

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ○ اے پروردگار! ہم سے عذاب کو دور فرما دے بے شک ہم ایمان لاتے ہیں (اور تیرے نبی کی تصدیق کرتے ہیں)○ (الدخان:۱۲)

چنانچہ رب تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور فرما دیا' پھر لوگ قیامت کے قریب کفر کی راہ اختیار کریں گے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کا رفع اور اسناد حضور ﷺ تک ثابت نہیں' یہ ان کی تفسیر ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اس کے خلاف نص اور تصریح آئی ہے۔

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دخان دو ہیں (یعنی دھویں کے واقعات دو ہیں) حضرت مجاہد سے مروی ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ یہ دھویں دو ہیں: ایک دھواں گزر چکا (جس سے حقیقی دھواں مراد نہیں تھا بلکہ بھوک اور اس کی شدت کی وجہ سے ضعف بصر اور گیس تھا جو عموماً ایسے حال میں ہوتا ہے) اور دوسرا دھواں جو ابھی ظاہر ہونا باقی ہے' یہ قرب قیامت میں ہوگا' اس سے مشرق و مغرب بھر جائیں گے اور چالیس دن تک باقی رہے گا' اس دھویں سے مؤمن تو زکام جیسی کیفیت سے دوچار ہوں گے البتہ کفار کی حالت یہ ہوگی کہ جیسے نشہ سے آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے' اس کے بدن کے تمام سوراخوں سے دھواں جا جا کر باہر نکلے گا' پھر یمن کی جانب سے باد جنوب چلے گی اور اس ٹھنڈی ہوائے جان فزاء سے تمام ایمان والے مرد اور عورتیں موت کی نیند سلا دیے جائیں گے اور زمین پر فقط شریر لوگ رہ جائیں گے (یعنی دنیا میں خالی کافر رہ جائیں گے اور انہی پر قیامت برپا ہونی ہے)۔

''بطشہ'' اور ''لزام'' کی تفسیر

''بطشہ'' اور ''لزام'' کی تفسیر میں علماء مفسرین کا اختلاف ہے' حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس

سے مراد جنگ بدر کے دن تلوار سے قتل کرنا مراد ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور علماء کا یہی مذہب اور مؤقف ہے۔ اب اس صورت میں بطشہ اور لزام دونوں سے مراد ایک ہی شئی ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "البطشة الكبرى وقعة بدر" یعنی بڑی گرفت سے مراد جنگ بدر کا واقعہ ہے (جس میں کفار کی بڑی سخت پکڑ اور گرفت ہوئی) ایک قول یہ بھی ہے کہ بطشہ کبریٰ سے مراد قیامت کے دن کی پکڑ ہے کیونکہ بطش کا اصل معنیٰ ایسی شدت کے ساتھ پکڑنا کہ جس سے درد والم واقع ہو' ہے۔

لزام کی تفسیر

لغت میں لزام کا معنیٰ "الفصل في القضية" یعنی فیصلہ کرنا ہے (لہٰذا اصلی فیصلہ تو قیامت کے دن ہی ہوگا جو فیصلے کا دن ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "لزام" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جنگ بدر کے دن ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس میں کفار کی پکڑ اور ان کا فیصلہ کر دیا گیا تھا' ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے واقعہ جنگ بدر کو بطشہ کبریٰ (بڑی پکڑ) بھی فرمایا ہے۔

ایک قول یہ بھی منقول ہوا ہے کہ "اللزام" سے مراد وہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ عزّ وجل کے اس فرمان میں ہے:

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝ (الفرقان: ۷۷)

تو اب ہو گا وہ عذاب جو لپٹ رہے گا (یعنی دائمی عذاب جو ہمیشہ لازم اور چمٹا رہے گا)۔

دجال

اس کا ذکر آئندہ ابواب میں بڑی تفصیل کے ساتھ آئے گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔

دابۃ الارض کا بیان

اس باب کی احادیث میں جہاں قیامت کی دس نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں ایک دابۃ الارض ہے۔ اس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝ (النمل: ۸۲)

اور جب (عذاب کا) قول ان پر واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دابۃ الارض) نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔

نوٹ: اس چوپایہ کو دابۃ الارض کہتے ہیں' یہ عجیب شکل کا جانور ہوگا جو کوہ صفا سے برآمد ہو کر تمام شہروں میں بہت جلد پھر نکلے گا' فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا' ہر شخص کی پیشانی پر ایک نشان لگائے گا اور بزبان فصیح کہے گا: "هذا مومن و هذا كافر" "یہ مؤمن ہے اور یہ کافر ہے"۔

دابۃ الارض کی جنس' حلیہ اور صفت کے متعلق احادیث اور آثار میں بیان مذکور ہے' ہم ان میں سے کچھ ذکر کریں گے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ

مکہ کے قریب ایک دیہات میں لے گئے' وہ خشک زمین تھی اور اس کے چاروں طرف ریت تھی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس جگہ سے دابۃ الارض نکلے گا' امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ یہ چار ٹانگوں والا ایک جانور ہے' اس کے جسم پر بال ہیں اور یہ تہامہ (مکہ معظّمہ کا جنوبی علاقہ) کی بعض وادیوں سے ظاہر ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ اس (دابۃ الارض) کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا' آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کی طرح ہوں گی' کان ہاتھی کے کانوں ایسے ہوں گے' گردن شتر مرغ کی گردن ایسی ہوگی اور سینہ شیر کے سینے ایسا ہوگا رنگ چیتے جیسا اور کمر بلی ایسی ہوگی دم مینڈھے کی دم ایسی اور پاؤں اونٹ کے پاؤں جیسے ہوں گے' ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا' اس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی' ہر مؤمن کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے نشان لگا کر اس کو روشن کر دے گا اور کافر کے چہرے پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے نشان لگا کر اس کو سیاہ کر دے گا اور تمام مومن اور کافر اس طرح متمیز ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت اور کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسرے کو اے مومن! اور اے کافر! کہہ کر بلائیں گے' دابۃ الارض ہر شخص کو اس کا نام لے کر جنت یا جہنم کی بشارت اور وعید سنائے گا۔ (حافظ ابوالغداء ابن کثیر جن کی وفات ۷۷۴ھ میں ہوئی' تفسیر ابن کثیر ج ۵' ص ۲۵۸-۲۵۶ مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ) (مترجم عفی عنہ)

مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

اہل تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ دابۃ الارض بہت عظیم الخلقت جانور ہے' یہ کوہ صفا کی دراڑ سے نکلے گا (اتنا تیز دوڑے گا کہ) کوئی شخص اس سے بچ نہیں سکے گا' ہر شخص کو نشان زدہ کر دے گا' مومن کے چہرے پر نشان لگا کر اس کو چمکا دے گا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان ماتھے پر تحریر کر دے گا: ''یہ مؤمن ہے'' اور کافر کے چہرے پر نشان لگا کر اس کو روسیاہ کر دے گا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھ دے گا کہ: ''یہ کافر ہے'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دابۃ الارض جساسہ ہی ہے' اس کا ذکر حدیث دجال میں آتا ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ دابۃ الارض وہ اژدھا (بڑا سانپ) ہے جو کعبہ معظّمہ کی بنیادوں کو کھود ڈالے گا' پھر ایک عقاب اس کو اچک لے گا' اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔

ایک تعارض اور اس کا جواب

اس باب کی احادیث میں قیامت کی دس علامات کے بیان میں ایک علامت اور نشانی یہ بیان ہوئی کہ سب سے آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدان حشر میں ہانک لے جائے گی' اب اس آگ کے متعلق تین مختلف روایتیں آئی ہیں' ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ آگ یمن سے نکلے گی' دوسری روایت میں آیا کہ عدن کے کنارے یا گڑھے سے نکلے گی اور تیسری روایت ہے کہ یہ آگ ارض حجاز سے نکلے گی' اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کس روایت کو مانا جائے گا یا یہ آگ تین جگہ سے نکلے گی؟ قاضی عیاض اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: شاید یہ دو آگیں ہوں اور پھر دونوں مجتمع ہو کر لوگوں کو دھکیل کر اور ہانک کر حشر میں لے جائیں یا یہ کہا جائے کہ ان دونوں کا مرکز خروج تو یمن ہو اور پھر یہ حجاز میں سے ظاہر ہوں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حجاز مقدس سے نکلنے والی آگ جیسا کہ پہلے گزرا نکل چکی ہے۔

نوٹ: بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ سرزمینِ حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں کو چمکا دے گی''۔

اس آگ کے متعلق شارحین کے تین قول ہیں۔ایک یہ کہ اس آگ سے مراد فتنہ و جنگ تا تار کی آگ مراد ہے جس کا زیادہ زور بغداد میں رہا۔

دوسرے یہ کہ اس آگ سے مراد واقعی آگ ہی ہے مگر وہ قریب قیامت نمودار ہو گی۔

تیسرے یہ کہ آگ سے مراد آگ ہی ہے مگر یہ واقعہ ہو چکا کہ ماہ رجب ۶۳۰ھ کو بیرون مدینہ منورہ ایک نہایت خطرناک آگ ایک براشر کی شکل میں ظاہر ہوئی' باون (۵۲) دن رہی' یہ آگ پتھروں کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی مگر درخت اس سے نہ جلتے تھے۔ایک بڑا پتھر اس جنگل میں تھا جس کا نصف حصہ حرم شریف سے باہر تھا نصف حرم شریف کے اندر' اس آگ نے اس پتھر کا بیرونی حصہ جلا دیا تھا مگر اندرونی حصہ محفوظ رہا' اس آگ کی گرمی مدینہ منورہ میں نہ پہنچی تھی' وہاں ٹھنڈی ہوا چلتی تھی' باہر سخت گرمی ہوتی تھی' رات کو اس کی روشنی سورج کی طرح ہوتی تھی جس سے اہل مدینہ اپنے کام کاج کرتے تھے۔مکہ معظمہ میں اس کی روشنی دیکھی گئی۔یمامہ اور بصرہ میں اس آگ کی روشنی دیکھی گئی' اہل مدینہ نے تنگ آ کر روضہ مطہرہ پر دعا کی تو وہ آگ شمال کی جانب چلی گئی اور مدینہ منورہ محفوظ رہا۔(مرقات' اشعۃ اللمعات)

بہرحال قوی یہ ہی ہے کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے' یہ علامت صغریٰ ہے اور جس حدیث میں فرمایا کہ ''قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کو دے گی''

اس آگ سے مراد دوسری آگ ہے جو قیامت کے نزدیک نکلے گی' پہلی آگ نے لوگوں کو گھروں سے نہیں نکالا تھا یہ آگ نکالے گی اور یہ قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ہو گی۔(مترجم عفی عنہ)

حشر

حشر کے متعلق بیان گزر چکا ہے۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے'' اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے قول '' اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ '' (القمر:۱) کی تفسیر

''قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند شق ہو گیا''۔

مروی ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے کہ چاند دو حصوں میں بٹ کر ایک حصہ پہاڑ کے اس طرف اور دوسرا حصہ پہاڑ کی دوسری جانب جا گرا۔

(صحیح بخاری ج ۸ ص ۶۱۷' صحیح مسلم ج ۱۷ ص ۱۴۴' ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷- ج ۱ ص ۴۵۶' البیہقی الدلائل ج ۵ ص ۲۳۶' الطبری ج ۲۷ ص ۵۰)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں شق قمر کا بیان آیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شق قمر کا واقعہ ہو چکا ہے لیکن بعض علماء نے کہا ہے کہ چاند شق ہوگا وہ کہتے ہیں کہ "وانشق القمر" میں ماضی کا صیغہ اس وجہ سے لایا گیا کہ اس کا وقوع اور تحقق قطعی اور یقینی ہے جس طرح اللہ کا ارشاد ہے: "اتی امر اللہ" (النحل:۱) تو مراد "اتی" سے "یاتی" ہے صیغہ ماضی سے فعل مستقبل مراد ہے اسی طرح یہاں "انشق" سے مراد ہے "ینشق" یعنی چاند پھٹے گا اور قیامت کے قریب دو ٹکڑے ہوگا۔

امام ابوعبداللہ حلیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "منہاج الدین" میں لکھتے ہیں:

اگر یہ مراد ہو تب بھی ہو چکا میں نے ایک دفعہ بخارا میں دو رات کے ہلال (چاند) کو دیکھا کہ یکا یک اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ہر ٹکڑے کی چوڑائی چوتھی رات یا پانچویں رات کے چاند جتنی تھی میں برابر اس کی طرف دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ دونوں ٹکڑے پھر دوبارہ جڑ گئے اور چاند اپنی پہلی حالت پر ہو گیا لیکن وہ دونوں مل کر سنگترے کی شکل میں ایک شکل بن گئی اور میں ٹکٹکی باندھ کر اس کو مسلسل دیکھتا رہا تھا یہاں تک کہ پھر وہ ڈوب گیا اس رات میرے پاس سادات کرام فقہاء عظام اور ان دونوں کے علاوہ ہر طبقہ کے لوگوں کی ایک جماعت تھی اور ان سب حضرات نے میرے ساتھ چاند کے اس طرح شق ہونے اور پھر باہم جڑنے کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا ہمارے علاوہ دیگر علاقوں کے لوگوں نے جن پر مجھے اعتماد اور وثوق ہے انہوں نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے تین رات کے چاند کو دو برابر حصوں میں پھٹ کر جدا ہوتے دیکھا ہے۔

امام حلیمی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا قول "وانشق القمر" "چاند شق ہو گیا" یہ واقعہ ظاہر ہو چکا ہے اور یاد رہے کہ یہ شق قمر کا واقعہ اس واقعہ کے علاوہ ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بطور معجزہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اہل مکہ کے مطالبہ پر ظاہر فرمایا تھا۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں شق القمر کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرک اکٹھے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اگر آپ سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر دکھایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "ان فعلت تومنون؟" "اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لاؤ گے؟ وہ بولے: ضرور۔ اس رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے رب کریم سے درخواست کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی طاقت بخش چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے: "یا فلان یا فلان اشھدوا" "اے فلاں! اے فلاں! اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ رہنا تمہاری فرمائش پوری ہو گئی"۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کی بجائے انہوں نے کہا: "ھذا من سحر ابن ابی کبشہ" یہ ابو کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں ہم ان سے پوچھیں گے۔ اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا

کہ فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا تھا؟ سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ بقول استاذی سیّد نصیر الدین گیلانی:

به دشت شقاوت چوں گشتند گم سواء علیهم أأنذرتهم

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا' یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسماء مبارک یہ ہیں: سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا' حضرت انس' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت جبیر ابن مطعم' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور دوسرے حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شق القمر کے متعلق احادیث

علامہ سیّد محمود آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے سند ضعیف کے ساتھ ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مشرکین جمع ہوئے' ان میں ولید بن مغیرہ' ابوجہل بن ہشام' عاص بن وائل' عاص بن ہشام' اسود بن عبد یغوث' اسد بن عبدالمطلب' ربیعہ بن اسود اور نضر بن حارث تھے' انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دیں' جس کا نصف کوہ ابوقبیس پر ہو اور نصفِ ثانی کوہِ قینقاع پر ہو' نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اگر میں نے ایسا کیا تو تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ چودھویں کے چاند کی رات تھی' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبہ کو پورا کر دے' پھر اس رات چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے' اس کا ایک نصف ٹکڑا ابوقبیس پہاڑ پر تھا اور نصف ٹکڑا قینقاع پر اور رسول اللہ ﷺ ندا فرما رہے تھے: اے ابوسلمہ بن عبدالاسد! اے ارقم بن ارقم! گواہ ہو جاؤ۔

شق قمر کے متعلق اس کے علاوہ بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ان کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ غیر متواتر ہیں' میر سیّد سند شریف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شرح مواقف'' میں یہ لکھا ہے کہ یہ متواتر ہیں' مختصر ابن حاجب کی شرح میں علامہ ابن السبکی کا بھی یہی مختار ہے' انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ قمر کا شق ہونا متواتر ہے اور قرآن مجید میں منصوص ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ج ۷ از استاذی المکرّم علامہ سعیدی دام برکاتہ صاحب)

کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔ ''انشق'' اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن یہاں مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لغت عرب میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ ان کے انکار کی کئی وجوہات ہیں۔ وہ کہتے ہیں: اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوتی' اس زمانہ میں مؤرخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔ علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ یہ واقعہ سرِ شام ہوا تھا اس لیے جزیرۂ عرب کے مغرب میں جو ممالک تھے وہاں اس وقت دن تھا' لہٰذا وہاں تو دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز واقعہ رات کو پیش آیا اور اچانک پیش

آیا' لوگوں کو کیا خبر تھی کہ ایسا واقعہ رونما پذیر ہونے والا ہے تا کہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے۔ رات کو دنیا سو رہی ہوگی کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پذیر ہو گیا' اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو یا توجہ کی ہو اور اس نے دیکھا بھی ہو لیکن ان پڑھ ہو یا لکھا بھی ہو اور پھر ضائع ہو گیا غرضیکہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعہ کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ''خطبات مدراس'' میں لکھا ہے:

''ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ ''مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے''۔

بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور وہ دونوں ٹکڑے آ کر جڑ جائیں' یہ ناممکن ہے۔ لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ ہو اور وہ اس طرح پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں' لیکن مقناطیسی قوت اتنی طاقت ور ہو کہ وہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر دے' ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی جب خود بخود چاند کے پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کی رسالت کی تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا تو اب کسی کو شک کی مجال نہیں رہتی کیونکہ جس خالق حکیم نے اس چاند کو بنایا ہے وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انشقاق قمر وقوع قیامت کے وقت ہوگا' قرآن کا سیاق وسباق ان کی اس توجیہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ''ان یروا آیۃ'' والا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے انشقاق قمر دیکھا کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''اور اگر وہ (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ بڑا زبردست جادو ہے اور انہوں نے جھٹلایا (رسولِ خدا کو) اور پیروی کرتے رہے اپنی خواہشات کی''۔ یعنی انہوں نے اتنے عظیم الشان اور محیر العقول معجزہ کا مشاہدہ کیا لیکن پھر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا' یہ کلام اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ شق قمر ہو چکا ہو۔

واللہ علی کل شئی قدیر. (ضیاء القرآن: ج ۷ ص ۵۲-۵۳ ضیاء الامت رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ چاند کا شق ہونا ہمارے نبی ﷺ کے نہایت عظیم معجزات میں سے ہے' اس معجزہ کو بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا ہے' اس کے علاوہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے' عقلی طور پر اس میں انکار کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے تصرف اور کاروائی فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں شق القمر کا بیان

کافروں نے شق القمر کا یہ معجزہ دیکھنے کے بعد یہ کہا کہ یہ جادو ہے اور ایسا جادو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے' اس موقع

پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ (القمر: ۳-۱)

قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۝ اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں: (یہ تو) ہمیشہ سے کیے جانے والا جادو ہے ۝ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع کی اور ہر کام (اپنی میعاد کے مطابق) قرار پا چکا ہے ۝

یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کا وقوع اب قریب آ پہنچا ہے' کیونکہ اب نظام عالم کے درہم برہم ہونے کی ابتداء ہو گئی ہے' چاند ایک سیارہ ہے اور جب وہ پھٹ سکتا ہے تو باقی سیارے بھی پھٹ سکتے ہیں' زمین بھی شق ہو سکتی ہے اور آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے' کائنات کی کوئی چیز بھی دائمی اور سرمدی نہیں ہے اور ہر چیز فانی ہے۔

نیز چاند کو شق کرنے کے بعد دوبارہ پہلے کی طرح جوڑ دینے میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح اس ایک سیارہ کو توڑنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ ویسے ہی جوڑ سکتا ہے تو اس سارے عالم کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ اسی طرح قادر ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ آیت معجزہ شق القمر پر دلیل نہیں ہے بلکہ یہاں ماضی کا صیغہ مضارع کے معنی میں ہے اور اس آیت کا معنی ہے: ''چاند شق ہو جائے گا'' یعنی قرب قیامت میں' یہ معنی خلاف ظاہر ہونے کے علاوہ اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں چاند کے پھٹنے کو قرب قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے' اگر اس آیت کے نزول سے پہلے چاند شق نہیں ہوا تھا بلکہ وہ آئندہ کبھی شق ہونے والا تھا تو اس وجہ سے یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ: ''قیامت کا وقت قریب آ پہنچا ہے کیونکہ آئندہ چاند شق ہونے والا ہے'' بلکہ معقول اسلوب یہ ہے کہ جب چاند ایک سیارہ ہونے کے باوجود شق ہو گیا تو معلوم ہوا کہ کائنات کا ہر سیارہ پھٹ سکتا ہے' اس لیے چاند کا شق ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کی ساعت اب قریب آ پہنچی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں جو انہوں نے اس مقصد کے لیے لکھی ہے کہ اس کے ذریعے شریعت کی حکمتوں کو تفصیل سے واضح کریں اور انہوں نے ایسے لوگوں کی سخت تردید کی ہے جو احکام شریعت کی حکمتوں کا انکار کرتے ہیں' لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ شریعت کے جو احکام صحیح روایت سے ثابت ہیں ان کی تعمیل میں اور ان کے ماننے میں اس بناء پر پس و پیش کیا جائے کہ ان کی مصلحتیں ہمیں معلوم نہیں ہیں' کیونکہ بہت سے لوگوں کی عقلیں بہت سی مصلحتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتیں' اور کیونکہ نبی کریم ﷺ ہمارے نزدیک ہماری عقلوں سے زیادہ قابل اعتماد ہیں اسی لیے اس علم (یعنی حکمت دین کے علم اور احکام شرع کی فلاسفی اور عقلیت کا علم) کو ہمیشہ نااہل لوگوں سے بچانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

احکام شریعت کا اصل مقصد اتباع کا امتحان ہے

اور جب بندے کا کام ہے اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع' اور اسی میں اس کی ساری آزمائش ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا کوئی صریح حکم آ جانے کے بعد انسان کا کام بس سرِ تسلیم خم کر دینا ہے' اس کے بعد اسے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ حکم اسے اچھا لگے تو قبول کرے اور اچھا نہ لگے تو اسے رد کر دے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (الاحزاب:۳۶)

اور کسی مسلمان مرد اور عورت کو یہ حق نہیں جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے۔

لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کا واضح حکم سننے کے بعد اگر کوئی شخص اس بناء پر اسے ماننے میں تامل کرے کہ اس کی حکمت و مصلحت اس کی سمجھ اور عقل میں نہیں آ رہی تو در حقیقت وہ عقل کا نہیں بلکہ وہ اپنی ہوائے نفس اور شیطان کی اتباع کر رہا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ (الحج:۳)

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں (صحیح) علم کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی اتباع کرتے ہیں ۝

ایسے شخص کو آخرت میں ہی نہیں' دنیا میں بھی خسارہ اٹھانا پڑتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِۨنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ (الحج:۱۱)

اور کچھ آدمی اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی خیر پہنچ گئی جب تو مطمئن ہیں اور اگر کوئی آزمائش آ پڑی تو منہ کے بل پلٹ پڑتے ہیں دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ یہی ہے صریح نقصان ۝

قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ایک واقعہ دسویں مقامات پر ذکر فرمایا ہے' اس واقعہ میں مذکور ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی تھی کہ: ''میں آدم سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو کیچڑ سے'' غور فرمایئے کہ خالص اور آزاد عقل کے نقطۂ نظر سے اس دلیل میں کوئی خرابی نہیں لیکن یہی ''عقلی دلیل'' ابلیس کے راندۂ درگاہ ہونے کا سبب بن گئی' وجہ وہی تھی کہ واضح اور صریح حکم آ جانے کے بعد اس کے مقابل اور خلاف عقل کی پیروی در حقیقت عقل کی نہیں ہوائے نفس اور خواہشات نفسانی کی غلامی ہے' شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے یہی بات بڑے لطیف پیرائے میں کہی ہے:۔

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے ۔۔۔ جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

اور اقبال ہی کا کہنا ہے کہ۔

عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفیٰ

فلسفۂ تاریخ کے مشہور امام علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سلسلے میں بڑی نفیس بات لکھی ہے، فرماتے ہیں:

''تم اپنے علم اور معلومات کو اس حصر کر دینے میں خطا وار سمجھو (جو کچھ ہم جانتے ہیں تمام موجودات ان میں منحصر ہیں) اور شارع علیہ السلام کے بتائے اعتقادات اور اعمال کا اتباع کرو' کیونکہ وہ تم سے زیادہ تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہارے نفع اور سود و بہبود کو تم سے زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں' ان کا علم تمہارے علم سے بلند اور ایسے ذریعہ سے حاصل ہونے والا ہے جو تمہاری عقل کے دائرہ سے بہت وسیع تر ہے اور یہ بات عقل اور اس کی معلومات کے لیے کوئی عیب نہیں ہے' بلکہ عقل درحقیقت ایک صحیح میزان ہے' جس کے احکام یقینی اور جھوٹ سے پاک ہیں' لیکن یہ میزان اتنی بڑی نہیں ہے کہ تم اس سے توحید و آخرت کے امور' نبوت و صفات الٰہیہ یا کسی اور ایسی چیز کا وزن کرنے لگو جو عقل کی دسترس سے باہر ہیں' اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص سونا تولنے کا کانٹا دیکھے اور پھر اس سے پہاڑوں کو تولنے کی خواہش کرنے لگے' ظاہر ہے کہ (جب اس میں پہاڑ نہ تل سکیں تو) یہ نہیں کہا جائے گا کہ ترازو جھوٹی ہے' بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ہر میزان کی ایک حد ہوتی ہے' جس سے آگے وہ کام نہیں دے سکتی' اسی طرح میزانِ عقل بھی ایک خاص موقع پر ٹھہر جاتی ہے اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی' ''

واضح رہے کہ اس سے ہمارا مقصد اور منشاء ہرگز یہ ثابت کرنا نہیں ہے کہ فکر و استدلال اور عقل کو کام میں لانا کوئی لغو اور محض ایک عبث چیز ہے یا اس سے تعرض کرنا کوئی شرعی گناہ ہے۔ لیکن ہاں! کسی فردِ بشر کے واسطے ہم یہ جائز نہیں رکھتے کہ وہ اپنی عقل محض اور فکر نارسا کو اصل اصول ٹھہرا کر انبیاء علیہ السلام کے پاک وصاف' صحیح و صادق اور بلند و برتر روایات و احکام اور تعلیمات و ارشادات کو زبردستی اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا اور ان پر منطبق کرنا شروع کر دے جس پر اکثر اوقات اس کا ضمیر بھی خود اندر سے نفرین کر رہا ہو۔ اس کے برخلاف نہایت ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے ارشادات کو اصل الاصول قرار دے کر اپنی عقلی معلومات کو ان کے تابع بنا دے اور جو کچھ وہ فرمائیں اس کو اپنے امراض روحانی کے حق میں اکسیر شفاء تصور کر کے سمعاً وطاعۃً کہتا ہوا بلا حجت و تکرار' سر اور آنکھوں پر رکھے۔ (مترجم عفی عنہ) (مضامین قرآن ج م ت عثمانی صاحب)

۱۱۸-علامات قیامت عہدِ رسالت کے دو سو سال بعد رونما ہونا شروع ہوں گی

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیاں دو سو سال کے بعد ظاہر ہوں گی۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۷' ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۴' ابن الجوزی العلل رقم الحدیث: ۱۴۲۹' العقیلی الضعفاء الکبیر ج ۲ ص ۲۰۴)

امت محمدیہ پانچ طبقوں پر مشتمل ہوگی

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت یزید رقاشی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پانچ طبقوں پر مشتمل ہوگی' چالیس سال تک تو نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں کا دور ہوگا' پھر اس کے بعد ایک سوبیس سال تک رحمدل اور صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داروں سے تعلق رکھنے والے ہوں گے' پھر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال تک وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں دشمنی اور اختلاف کرنے والے اور تعلق توڑنے والے ہوں گے پھر خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! قتل ہی قتل ہوگا۔

امام ابن ماجہ ہی سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے۔

حضرت ابومعن حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے پانچ طبقے ہوں گے اور ہر طبقہ کا دور چالیس برس پر محیط ہوگا' میرا اور میرے صحابہ کا طبقہ تو اہل علم اور اہل ایمان کا ہے اور دوسرا طبقہ چالیس سے لے کر اسّی تک نیک اور متقی لوگوں کا ہے اور اس کے بعد --- پہلے جیسی بات ذکر فرمائی۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۸' ذکرہ الالبانی ضعیف الجامع: ۱۳۷۸)

۱۱۹-خسف اور مسخ کا بیان

یعنی زمین میں دھنسا دینے اور بری شکل میں بدل دینے کا بیان

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے انس! بے شک لوگ بہت سے شہر آباد کریں گے اور ان میں ایک شہر ہے جس کا نام بصرہ یا بصیرہ ہوگا' اگر تم اس شہر سے گزرو یا اس کے اندر داخل ہو تو اس کے سباخ' کلا' اس کے بازار اور دارالامراء سے بچ کر رہنا' تم اس کے مضافات میں رہنے کو ترجیح دینا اور اختیار کرنا کیونکہ شہر میں زمین دھنسنا' پتھروں کی بارش (بمباری) ہوگی اور زلزلے آئیں گے' اس میں کچھ رات کو سوئیں گے اور جب صبح کو اٹھیں گے تو وہ بندر اور خنزیر کی صورت میں تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ (ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۵' ذکرہ الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۷۷۳۶)

۱۲۰-تقدیر کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: فلاں شخص آپ کو سلام کہتا تھا' آپ نے سن کر فرمایا کہ مجھے اس کے بارے میں خبر پہنچی ہے کہ اس نے دین میں بدعت اور نئی خلاف شرع بات گھڑی ہے' اگر ایسا ہے تو اسے میرا سلام نہ کہنا کیونکہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اس امت میں مسخ، قذف اور خسف واقع ہوگا اور اہل قدر میں ہوگا (اہل قدر، فرقہ قدریہ جو تقدیر الٰہی کے منکر ہیں)۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۵، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳، ابن حبان ج ۸ ص ۲۶۷، الطبرانی الکبیر رقم الحدیث ۵۸۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۴۲، ذکرہ الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۸۰۱۱، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۸۳)

(ف) مسخ، صورت کا بدشکل ہو جانا، قذف، پتھر برسنا (بمباری ہونا) خسف زمین کا دھنس جانا:

زمین میں دھنسنے کے متعلق صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث کے حوالہ سے احادیث مبارکہ اس سے قبل بھی گزر چکی ہیں جن میں مکہ معظمہ کا قصد کرنے والے جیش کے زمین میں غرق ہونے اور دھنسنے کا ذکر تھا، اسی طرح صحیح بخاری کی حدیث گزری جس میں آتا ہے کہ جب یہ امت پندرہ قسم کے کام کرنے لگے گی تو اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور دوسرے عذاب بھی آئیں گے۔

امام ثعالبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے:

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دجلہ اور دجیل اور قطربل اور سراۃ کے درمیان ایک شہر تعمیر کیا جائے گا، اس شہر میں روئے زمین کے جابر جمع اور اکٹھے ہوں گے اور وہ اپنے سرمائے اور خزانوں کو وہاں لے آئیں گے بعد میں اس شہر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

(الخطیب ج ۱ ص ۲۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۷۲۵)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اس شہر کے باشندوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور وہ زمین کے اندر اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ دھنسیں گے جس طرح نرم زمین کے اندر عمدہ میخ اور کھونٹا جاتا ہے، اس شہر کا نام بغداد ہوگا۔

۱۲۱-دجّال کا بیان

دجال کے متعلق بحث اور تحقیق میں جن امور کا جاننا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) دجال کی وجہ تسمیہ۔

(۲) دجال کا حلیہ اور صفات کیا ہیں؟

(۳) دجال کا خروج اور ظہور کہاں سے ہوگا؟

(۴) دجال کا خروج کب ہوگا اور اس کے خروج کی علامات کیا ہوں گی؟

(۵) وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا؟

(۶) دجال کے ساتھ کیا کچھ ہوگا؟ مثلاً جنت، دوزخ، مادر زاد اندھوں کو اور برص زدہ بیماروں کو ٹھیک کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا اختیار اور طاقت اور یہ کہ اس سے نجات کا طریقہ کیا ہے؟ اور دوسری بہت سارے

باتیں۔

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: علماء فرماتے ہیں کہ دجال کی وجہ تسمیہ میں دس اقوال ہیں:

(۱) ابن خلیل وغیرہ نے کہا کہ دجال کا معنیٰ بہت جھوٹا ہے اور یہ ''دَجْلہ'' اور ''دَجَلہ'' سے بنا ہے جس کا معنیٰ جھوٹ ہے' دجال بھی حق کو باطل کہہ کر جھوٹ بولنے والا ہوگا اس لیے اس کا نام دجال ہے' اس کی جمع ''دجالون'' اور جمع تکسیر ''دجاجلة'' آتی ہے۔

(۲) دجال ''دجل'' سے بنا ہے'' دجل'' کا معنیٰ خارش زدہ اونٹ کی زخمی اور داغدار جلد کو چھپانے کے لیے اس پر تارکول (اور کالا تیل) وغیرہ ملنا ہوتا ہے تو جس طرح مدجل دجالہ (یعنی قطران اور تارکول) سے اپنے خارشی اونٹ کی خارش (زدہ جلد کو) چھپاتا ہے اسی طرح دجال بھی اپنی دروغ بافی اور جادو بیانی کے ذریعے چونکہ حق کو چھپانے والا ہوگا اس لیے اس کا نام دجال رکھا گیا۔ یہ امام اصمعی کا قول ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ وہ روئے زمین کا گشت کرے گا اور راؤنڈ لگائے گا اور یہ ''دجل الرجل فی الارض'' کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے زمین میں گھومنا اور صحرانوردی اور کوہ پیمائی کرنا اور سفر طے کرنا' چونکہ یہ بھی روئے زمین پر گھومے پھرے گا اس وجہ سے اس کا نام دجال یعنی سیاح اور گشت کرنے والا رکھا گیا ہے۔

(۴) ابن درید نے کہا کہ دجال ''دجل'' بمعنیٰ ''تغطية'' یعنی چھپانا سے ماخوذ ہے چونکہ یہ بھی تمام زمین (کے لوگوں کی عقلوں) پر پردہ ڈال کر ان کو چھپا دے گا اس لیے اس کا نام دجال ہے' ابن درید نے کہا: ہر وہ چیز جو پردہ ڈالنے اور ڈھانپ لینے والی ہو اس کو دجال کہتے ہیں' دریائے دجلہ کا نام بھی اس مناسبت سے ہے کہ وہ ایک بہت طویل علاقے کی زمین پر پھیلا ہوا ہے اور اس کے فیض سے زمین فصل باڑی اور باغات سے ڈھک چھپ جاتی ہے تو گویا دریائے دجلہ زمین کے ڈھانپنے اور چھپانے کا سبب ہے۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ روندنا ہے چونکہ دجال زمین کو اپنے قدموں سے روندنے والا اور قطع کرنے والا ہوگا اس لیے اس کا یہ نام ہوا' تمام زمین سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مستثنیٰ ہیں' اور دجالہ کا معنیٰ دفقہ عظیمہ ہے' زمین پر چھا جانے والا ایک بڑا گروہ۔

ابن فارس نے اس کی شہادت میں ایک مصرع پڑھا: ؎

دجالة من اعظم الرقاق صحرا اور بیابان سے بھی بڑا گروہ

(۶) بعض نے کہا کہ دجال کا معنیٰ دھوکا فریب زدہ کرنے والا ہے چونکہ یہ بھی اپنے شر کے ذریعے لوگوں کو دھوکا فریب زدہ کرنے والا ہوگا جیسے ''لطخني فلان بشره'' بولتے ہیں کہ فلاں نے مجھے اپنے شر سے آلودہ کر دیا ایسے ہی ''فلاں نے مجھے اپنے فریب اور غرور کی لپیٹ میں لے لیا اور فریب زدہ کر دیا'' بولا جاتا ہے۔

(۷) ایک قول دجال کی وجہ تسمیہ میں یہ ہے کہ دجال کا معنیٰ ''المخرق'' ہے یعنی ''دجل'' کا ایک معنیٰ توڑنا اور

پھاڑنا ہے'اس کے ہاتھ پر چونکہ خرق عادت امور کا ظہور ہوگا جیسے بارش برسانا' مردوں کو زندہ کرنا' مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینا اور برص زدگان کو ہاتھ پھیر کر ٹھیک کر دینا وغیرہ تو اس وجہ سے اس کا نام دجال رکھ دیا گیا ہے کہ وہ مخرق ہے یعنی عادت' روٹین اور معمول کو توڑ کر ایسے ایسے کام سرانجام دینے والا ہوگا جو عام طور پر ایک عام آدمی انجام دینے سے قاصر ہوتا ہے۔

(۸) امام ثعلب کا قول ہے کہ دجال ملمع کار کو کہتے ہیں کیونکہ جس تلوار پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو اس کو سیف مدجل (شمشیر زرّیں) کہتے ہیں۔

(۹) دجال ماء الذہب اور آبِ زر کو کہتے ہیں جس سے تلوار یا کسی شئے کو مطلا اور ملمع کرتے ہیں جس سے اس کا اندرونی اور داخلی خراب حصہ چھپ جاتا ہے اور وہ خوبصورت اور چمکیلی اور گولڈن لگنے لگتی ہے چاہے اندر سے ٹھیکرا' تانبہ اور لکڑی ہی کیوں نہ ہو۔ کہا جاتا ہے یہ "Sword Gilt" یعنی گولڈن شمشیر ہے جس پر ملمع کاری کی گئی ہو اور اس کے نقص اور عیب کو چھپا کر خوبصورت ظاہر کیا گیا ہو دجال بھی چونکہ ملمع کاری کے ذریعے باطل کو خوبصورت اسلوب میں پیش کرے گا اس لیے اس کا نام دجال ہوا۔

(۱۰) دجال کا معنیٰ فرند السیف یعنی تلوار کا جوہر اور اس کی آب و تاب ہے' فرند کا لفظ عجمی ہے لیکن اس کو عربیا لیا گیا ہے' اسی لیے سیبویہ نے فرمایا کہ یہ اہل عرب کی مثالوں سے خارج ہے تو مطلب یہ ہوا کہ دجال کو اس کی ظاہری چمک دمک اور آب و تاب کی سراب نمائی سے حقیقت چھپائی کی وجہ سے دجال کہا گیا ہے۔

(فرند) کا ایک معنیٰ حریر اور ریشم بھی ہے۔ علامہ ثعلب نے فرند بمعنیٰ حریر ہونے پر بطور استشہاد ایک شعر پیش کیا ہے:

بحلية الياقوت والفرندا مع النملاب و عبير أصردا

"وہ سرخ اور خالص ریشم کا حلّہ پہن کر بہت سے پروں والے تیروں کے ساتھ آیا"۔

ابن الاوابی نے کہا:

زعفران کے شعر' ملاب' عبیر' مرقوش اور حشاد متعدد نام ہیں' یہ مذکور بالا دس اقوال حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "مرج البحرین فی فوائد المشرقین والمغربین" میں ذکر کیے ہیں۔

۱۲۲-دجّال کے متعلق احادیث و آثار کا بیان

دجّال کے شر سے محفوظ رہنے کا عمل اور تعویذ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۂ کہف کی پہلی دس آیات یاد کرے وہ دجّال (کے شر) سے بچا لیا جائے گا۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۲۷۱' ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۳' ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۸۶' مسند احمد ج۶ ص۴۵۰' المستدرک للحاکم ج۲ ص۳۶۸' بیہقی ج۳ ص۲۴۹' بغوی ج۴ ص۲۶۹)

اور ایک روایت میں ہے: سورۂ کہف کی آخری دس آیات جس شخص نے حفظ کر لیں وہ دجال (کے شر) سے محفوظ رہے گا۔

دجّال کی صفات اور حلیے کا بیان

ابوبکر بن ابی شیبہ فلتان بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لیکن "مسیح الضلالۃ" (گمراہ اور گمراہ گر دجال) تو وہ ایک مرد ہے کشادہ پیشانی والا، بائیں آنکھ سے کانا اور چوڑے چکلے سینے والا جو ذرا سا اندر کو دھنسا ہوا ہوگا۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۲۹، الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۳ ص ۲۰۷)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجّال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی اور بال گھنے ہوں گے، اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی، اس کی دوزخ (حقیقت میں) جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۶۱، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳)

انہی سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ضرور جانتا ہوں کہ دجّال کے ساتھ کیا ہوگا، اس کے پاس کیا ہوگا؟ اس کے ساتھ دو بہتے ہوئے دریا ہوں گے، ایک دیکھنے میں سفید پانی ہوگا، دوسرا دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگا، (اس کے پانی کا رنگ لال آتشیں ہوگا جیسے ہمارے پنجاب میں دریائے چناب اور راوی کا ہوتا ہے) پھر اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا پر جائے جو بھڑکتی ہوئی آگ دکھائی دے اور اپنی آنکھ بند کر لے اور اپنا سر جھکا کر اس میں سے پیئے، بے شک وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور بلاشبہ دجّال کی ایک آنکھ کانی ہوگی، اس پر ایک موٹی پھلی ہوگی، اس کی دو آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوا ہوگا، اس کو ہر ایمان والا پڑھے گا خواہ اس کو لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

حدیث الباب کے ایک لفظ کے بارے مختلف نسخوں کے لحاظ سے اختلاف اور مختار نسخہ کی نشان دہی کا بیان

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث محوّلہ بالا (محدثین کی) ایک جماعت کے نزدیک اسی طرح ہے (جس طرح کہ) امام مسلم نے (بھی) روایت فرمایا ہے: "فاما ادر کن احد" الحدیث۔ اور یہ تو ہم ہوا اور تسامح ہو گیا ہے کیونکہ یہ فعل ماضی کا صیغہ ہے اور فعل ماضی کے صیغہ پر نون تاکید کا داخل کرنا میں نے کبھی نہیں سنا ہے سوائے اس جگہ کے کیونکہ یہ نون فعل (ماضی) پر داخل نہیں ہوتا اور اس لیے صحیح مسلم کا وہ نسخہ جس میں علماء کرام نے اور ان میں ابوعبداللہ تمیمی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں اس لفظ کو "فاما ادر کن احد" کی بجائے "فاما ادر کہ" (یعنی نون تاکید کے بغیر) ضبط اور مقید کیا ہے، وہ درست اور صواب ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے مسیح

دجال کا ذکر کیا تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ (ہر عیب سے پاک ہے) وہ کانا نہیں ہے' مسیح دجال کی دائیں آنکھ کانی ہے گویا اس کی آنکھ پھولا ہوا انگور ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۹' صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۷۷' ترمذی ج ۲ ص ۵۰۶' من الفتحۃ احمد ج ۱ ص ۱۷۶-ج ۲ ص ۳۷' ج ۵ ص ۴۳۵)

نوٹ: (الف)

دجال کی آنکھ کانی بھی ہوگی اور اوپر کو اس طرح ابھری ہوئی بھی ہوگی جس طرح انگور ہوتا ہے' اس کا یہ عیب ہر شخص کو نظر آئے گا اور وہ اپنے اس عیب کو دور نہیں کر سکے گا' خوب خیال رہے کہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر عجیب کرشمے ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ الوہیت مشتبہ ہو سکتی ہی نہیں مگر جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر کوئی کرشمہ اور موافق خرق عادت امر ظاہر نہیں ہو سکتا ورنہ نبوت مشتبہ ہو جاوے' دجال اگر دعویٰ نبوت کرے تو کوئی عجوبہ نہیں دکھا سکتا یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔

(ب)

یہاں مسیح بمعنیٰ اسم مفعول ہے یعنی ممسوح العین' ایک آنکھ کا کانا' حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو جو مسیح کہتے ہیں تو وہاں مسیح بمعنیٰ اسم فاعل ہے یعنی برکت کے لیے ہاتھ پھیرنے والے اور چھونے والے اور چھو کر مردے زندہ اور بیماروں کو اچھا کر دینے والے۔ (مترجم عفی عنہ)

مسیح ابن مریم علیہ السلام اور مسیح دجال ہر دونوں کو حضور ﷺ کا خواب میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات خواب میں خود کو کعبہ (شریف) کے پاس دیکھا تو میں اچانک ایک شخص کو دیکھتا ہوں جو گندمی رنگ لیے ہوئے ہیں اور وہ گندمی رنگ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ حسین ہے' اس کے دو شانوں کے درمیان دراز گیسو لٹک رہے ہیں جیسے ان میں کنگھی کی ہوئی ہو' ان سے پانی ٹپک رہا ہے' وہ دو شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا ہے' میں نے کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہیں' پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال گھنگریالے اور چھلے دار ہیں' اس کی دائیں آنکھ کانی ہے گویا کہ وہ پھولا ہوا انگور ہو جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں وہ سب سے زیادہ ابن قطن سے مشابہت رکھنے والا تھا اور وہ دو مردوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا ہے' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ مسیح دجال ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۳۵۶' صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۳' موطا امام مالک ج ۲ ص ۹۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۷' البغوی ج ۱۵ ص ۶۳)

ابوبکر بن شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال کانا ہے' اس کے بال کنڈل بہت خمدار ہیں' اس کا رنگ چٹا سفید ہے اور اس کا سر ایسے ہے جس طرح درخت کی شاخ ہوتی ہے

اور وہ شکل وشباہت میں عبدالعزیٰ بن قطن الخزاعی سے کافی حد تک ملتا ہے اور وہ کانا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰' ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۲' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۰۰' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۱۹۳)

ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رہا مسیح الضلالۃ (بھٹکا ہوا مسیح) تو اس کا حلیہ یہ ہے کہ آنکھ کانی' چوڑی پیشانی' سینہ چربیلا' شانے سینے کی طرف جھکے ہوئے' قطن بن عبدالعزیٰ سے مشابہ ہے' ایک شخص نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے ساتھ مشابہت مجھے ضرر رساں ہوگی؟ آپ نے فرمایا: نہیں تم مسلمان ہو اور وہ کافر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۵۳۲' البزار رقم الحدیث: ۳۳۸۴)

ابوداؤد طیالسی حضرت ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں' ان کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دجال کا ذکر ہوا یا کہا نبی کریم ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ دجال کی ایک آنکھ ایسی ہے جس طرح گرین گلاس (سبز شیشہ) سے مصنوع اور ساختہ ہو اور آپ نے عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳-۱۲۴' الالبانی السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۸۶۳)

۱۲۳-دجال کہاں سے نکلے گا؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال مشرق کی سرزمین سے جسے خراسان کہا جاتا ہے نکلے گا اس کے پیچھے ایسی قومیں ہوں گی جن کے چہرے تہ در تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۲' ترمذی ج ۶ ص ۴۹۵' من التحفۃ احمد ج ۱ ص ۴' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۲۷' الالبانی الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۵۹۱)

عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار آدمی دجال کی پیروی کرنے والے ہوں گے' ان سب کا پہناوا سیجان ہوگا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۹۳' بغوی ج ۱۵ ص ۶۲)

''سیجان'' ''ساج'' کی جمع ہے' اس کا معنیٰ سبز رنگ کی خوبصورت چادر ہے جو علماء و مشائخ پہنتے ہیں۔ علامہ ازہری نے کہا: ''سیجان'' کا معنیٰ ہے خوبصورت اطلس کی چادر جس کی بنائی میں چھوٹے چھوٹے سوراخ رکھے گئے ہوں' اس کو ''ڈبی دار'' چادر کہا جاتا ہے۔

دجال کے نکلنے سے پہلے کیسے حالات ہوں گے؟

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: بے شک حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے دجال کا ذکر

چھڑا تو آپ نے فرمایا: دجّال کے نکلنے سے قبل تین سال تک سخت قحط ہوگا' پہلے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو تہائی بارش روکنے اور تہائی پیداوار روکنے کا حکم دے گا۔ دوسرے سال دو تہائی بارش روکنے اور زمین کو دو تہائی پیداوار روکنے کا حکم دے گا اور تیسرے سال یہ حکم ہوگا کہ بارش کی ایک بوند تک زمین پر نہ برسے اور نہ زمین کچھ اگائے (جب زمین سبزہ نہیں اگائے گی اور نہ پانی ملے گا تو) تمام چوپائے ہلاک ہو جائیں گے۔

(مسند احمد ج۶ ص ۴۵۵' طبرانی الکبیر ج ۲۴ ص ۱۵۸' مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۹۱' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۶۳۴)

ابوداؤد طیالسی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء سے اس حدیث کو نقل کیا۔

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ابوامامہ سے روایت کیا ہے۔ بعض روایات میں اس طرح آتا ہے کہ اور تیسرے سال میں اللہ تعالیٰ بارش کو روک دے گا اور تمام پیداوار کو بھی روک دے گا تو آسمان سے پانی کی ایک بوند بھی نہیں برسے گی اور نہ ہی زمین کوئی سبزہ اور اناج اگائے گی اور پیداوار دے گی حتیٰ کہ زمین تانبے کی طرح ہو جائے گی اور آسمان شیشے کی طرح ہو جائے گا اور لوگ بھوک اور تکلیف سے مرنے کو باقی رہ جائیں گے' فتنوں کی کثرت ہوگی اور قتلِ عام ہوگا' آدمی ایک دوسرے کو ماریں گے اور اپنے ہی لوگوں کو دیس نکالا دیں گے اور جلاوطن کریں گے' اہل زمین پر مصائب کا غلبہ ہو جائے گا تو اس وقت دجّال ملعون اصبہان کی طرف ایک گاؤں جس کو یہودیہ کہا جاتا ہے وہاں سے نکلے گا اور وہ ایک دم بریدہ گدھے پر سوار ہوگا' دجّال کا گدھا خچر کے مشابہ ہوگا اور اس کے دو کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کے برابر فاصلہ ہوگا۔

دجّال کا حلیہ اس طرح ہے کہ وہ ایک عظیم الخلقت دراز قد جیم جسیم چھلے دار گھنگھریالے بالوں والا اور دائیں آنکھ سے کانا گویا کہ وہ آنکھ پیدائشی طور پر تھی ہی نہیں جبکہ بائیں آنکھ سرخ خون آلود دکھائی دے گی اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا: ''کافر'' اس نوشتۂ جبین کو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا ہر شخص پڑھ لے گا' دجّال جس وقت ظاہر ہوگا تین بار سخت زور سے چلائے گا تاکہ مشرق اور مغرب والے سب لوگ سن لیں۔

۱۲۴-دجّال کے نکلنے کی علامات کا بیان

روایت ہے کہ اخیر زمانہ میں سمندر سے ایک عورت نکلے گی جو حسن و جمال میں بے نظیر ہوگی' وہ لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی اور ملک ملک پھرے گی۔ پس جو آدمی بھی اس کے پاس آئے گا وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے کافر ہو جائے گا' پھر اسی وقت میں اللہ تعالیٰ تم پر دجّال کو ظاہر کرے گا اور دجّال کے نکلنے کی علامات میں سے ایک علامت قسطنطنیہ کی فتح ہے' کیونکہ حدیث مبارک میں وارد ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح اور دجّال کے نکلنے کے درمیان سات مہینوں کا وقفہ ہوگا جیسا کہ پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے۔

دجّال کے ساتھ کیا ہوگا؟ وہ کیا دعویٰ کرے گا؟ وہ کہاں کہاں گھومے گا؟ کہاں داخل نہیں ہو سکے گا؟ دجّال کو اللہ تعالیٰ کس جگہ ہلاک کرے گا؟

ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: بات یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجّال سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے' سنو! بلاشبہ وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی دائیں آنکھ پر ایک موٹی پھلی ہوئی ہوگی' اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا' اس کے ساتھ دو وادیاں ہوں گی' ان میں سے ایک جنت ہوگی اور دوسری دوزخ ہوگی تو اس کی دوزخ (حقیقت میں) جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے' دجّال لوگوں سے کہے گا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں اور اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے اور وہ فرشتے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے دو نبیوں کے مشابہ ہوں گے' میں ان دونوں نبیوں کے اسماء مبارک اور ان کے آباء کرام کے اسماء مبارک جانتا ہوں' اگر میں چاہوں تو ان کے اسماء مبارک ظاہر کرسکتا ہوں' ایک فرشتہ دجّال کے دائیں طرف ہوگا اور دوسرا فرشتہ اس کے بائیں طرف ہوگا تو جس وقت دجّال لوگوں سے یہ کہے گا کہ: "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں" تو ان میں سے ایک فرشتہ کہے گا: تو جھوٹ کہتا ہے' فرشتے کا یہ جواب اس کے ساتھی دوسرے فرشتہ کے سوا لوگوں میں سے کوئی نہیں سنے گا اور وہ دوسرا فرشتہ جواب میں کہے گا: تو نے سچ کہا ہے اور یہ ایک آزمائش اور امتحان ہے' پھر دجّال وہاں سے چل دے گا اور یہاں تک مدینہ منورہ (زادها اللّٰہ تعالیٰ عزا و شرفا) کے قریب آجائے گا تو کہے گا: یہ اس شخص کی بستی ہے (یعنی حضور ﷺ کی) چنانچہ اس کو مدینہ طیّبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی' پھر وہ وہاں سے کوچ کر جائے گا اور چلتے چلتے شام آئے گا اور وہاں افیق کے عقب میں اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کردے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۸۹' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۹' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۷' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۰' ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۷' الطیالسی رقم الحدیث: ۱۹۶۳-۳۲۲۶' البزار رقم الحدیث: ۳۳۸۸)

اس حدیث کو ابوالقاسم عبداللہ محمد ابن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "مختصر المعجم" کے حصہ دہم میں نقل کیا ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سفینہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھ سے قبل جو بھی نبی تشریف لایا اس نے اپنی امت کو دجّال سے متنبہ کیا اور ڈرایا اور بتلایا کہ دجّال اپنی بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی دائیں آنکھ پر ایک موٹا سا پھولا ہوگا (یعنی اس کی آنکھ مرض ناخنہ کی وجہ سے معیوب ہوگی) اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: "کافر"۔ اس لکھے ہوئے کو ہر وہ شخص پڑھ لے گا جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے' دجّال کے ساتھ دو وادیاں ہوں گی' ان میں سے ایک وادی جنت ہوگی اور دوسری دوزخ' اور اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے دو نبیوں کے ہم شکل ہوں گے' حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو ان کے نام مبارک اور ان کے آباء کرام کے اسماء مبارک بیان کرسکتا ہوں' ایک فرشتہ دجّال کی دائیں طرف اور دوسرا اس کی بائیں طرف ہوگا' دجّال لوگوں سے کہے گا: "الست بربكم أحيي و أميت؟" کیا میں تمہارا رب نہیں' میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں؟ ایک فرشتہ کہے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے' تو لوگوں میں سے کوئی اس فرشتے کا یہ قول سن نہیں سکے گا صرف اس کا ساتھی دوسرا فرشتہ سنے گا اور وہ جواب میں کہے گا: آپ نے سچ کہا ہے' لوگ یہ بات سن کر گمان کریں گے کہ اس نے دجّال کو سچّا کہا ہے اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے' پھر دجّال چل پڑے گا یہاں

تک کہ مدینہ منورہ تک آ پہنچے گا مگر اس کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی اور دجال کہے گا: یہ اس مرد کا قصر ہے (اس کا اشارہ حضور ﷺ کی طرف ہوگا) پھر وہ وہاں سے چل دے گا یہاں تک کہ ملک شام میں آ جائے گا اور وہاں مقام افیق کے عقب میں اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک فرما دے گا۔

امام ابن برجان رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب ''الارشاد'' میں لکھتے ہیں:

میرا غالب گمان یہ ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرشتوں کو جن دو محترم نبیوں کے مشابہ قرار دیا ہے ان سے مراد ایک حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں اور دوسرے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اسی لیے ان دونوں نے اس سے ڈرایا نہیں اور دونوں نے وصیت فرمائی ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں دجال کے متعلق اتنی باتیں بتائی ہیں کہ تمہاری عقل میں نہ سمانے کا خدشہ لاحق ہونے لگا' بے شک دجال پست قد' ٹیڑھی ٹانگوں والا' چھلے دار گھنگھریالے بالوں والا' کانا سپاٹ آنکھ والا ہوگا' نہ تو اس کی آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی اور نہ اندر دھنسی ہوئی۔ اگر تمہیں ان باتوں میں کوئی اشتباہ ہو اور اس کا پہچاننا تم پر گڈمڈ ہو جائے تو خوب یاد رکھنا کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے (جبکہ وہ کانا ہے)۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴' ابوداؤد رقم الحدیث: ج ۱۱ ص ۴۴۳' الجزا ارقم الحدیث: ۴۳۸۹' ذکرہ الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۲۴۵۵)

فصل

حضور نبی اکرم ﷺ نے دجال کے اوصاف اتنے واضح الفاظ میں بیان فرمائے ہیں کہ ان اوصاف اور علامات کے معلوم ہونے کے بعد کسی ذی عقل شخص کے لیے اس کو پہچاننا مشکل نہیں رہ سکتا اور دجال کے یہ تمام اوصاف مذموم ہیں جو کسی حواس سلیمہ رکھنے والے آدمی پر ہرگز مخفی نہیں رہ سکتے ہیں لیکن جس شخص کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں شقاوت اور بدبختی کا فیصلہ فرما دیا ہو وہ تو اسی کذاب دجال کے جھوٹے اور گمراہ کن دعویٰ کی اتباع کرے گا اور قرآن کی روشنی اور حق کی اتباع کرنے سے محروم رہے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک "إنه أعور وأن الله ليس بأعور" ''وہ (دجال) کانا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس عیب سے پاک اور منزہ ہے'' آپ کے اس ارشاد گرامی کے بعد تو عقول قاصرہ اور غافلہ پر بھی یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ جو شخص اپنی ذات میں ناقص ہے اور وہ اس نقص اور کمی کو دور کرنے سے بھی عاجز ہے تو وہ اپنے عجز اور ضعف کی وجہ سے خدا اور معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا' پھر یہ بات بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے عیب اور نقص کو زائل کرنے سے عاجز اور بے بس ہو وہ کسی دوسرے شخص سے نقصان اور ضرر کو دور کرنے اور اس کو نفع پہنچانے پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے؟!

ایک تعارض اور اس کو دور کرنے کی کاوش کا بیان

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ: دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ اس کی دائیں آنکھ کانی ہے'ان حدیثوں میں تطبیق اور موافقت پیدا کرنا کثیر علماء پر بھاری اور مشکل ہو گیا۔علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''حتیٰ کہ ابوعمر ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''التمہید''میں بھی اس بات کا تذکرہ کیا ہے (کہ ان دو حدیثوں میں تطبیق مشکل ہے) ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: بے شک نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے: بلاشبہ دجال نکلے گا اور اس کی شمال والی آنکھ کانی ہے اور اس پر موٹی پھلی ہے اور وہ مادر زاد اندھوں کو اور برص کے مریضوں کو صحت مند کر دے گا اور مردوں کو زندہ کرے گا اور لوگوں کو کہے گا: میں تمہارا رب ہوں'پس جس نے کہا: ''تو میرا رب ہے (نعوذ باللہ من ذلک) تو وہ فتنہ میں پڑ گیا اور جس شخص نے کہا: میرا رب اللہ عزّوجلّ ہے حتیٰ کہ اس کی موت بھی اسی عقیدہ پر ہوئی تو وہ یقیناً دجال کے فتنہ سے بچالیا گیا اور اب اس پر کوئی آزمائش اور فتنہ آئے گا اور نہ اسے کوئی عذاب ہوگا۔دجال جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا زمین پر ٹھہرے گا' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مغرب کی طرف سے تشریف لائیں گے اور آپ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تصدیق کریں گے اور آپ ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ دجال کو قتل کریں گے' پھر قتل دجال کے بعد صرف قیامت کا قائم ہونا ہی باقی رہ جاتا ہے۔(مسند احمد ج۵ ص۱۳'الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث:۶۹۱۸' کشف الأستار رقم الحدیث:۳۳۹۷)

ابوعمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اس حدیث میں ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی''۔

اور حدیث امام مالک میں ہے:''اس کی دائیں آنکھ کانی ہوگی'' فاللہ اعلم۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

حدیث مالک اسناد کی جہت سے اصح الاسناد ہے اور اس پر زیادتی نہیں کی جاسکتی۔

ابوالخطاب ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ابن عبدالبر نے جو کہا ہے بات ایسے نہیں ہے بلکہ آنکھوں کے بارے میں تمام طرق (احادیث) اور سب سندیں صحیح ہیں اور ہمارے شیخ احمد بن عمر نے اپنی کتاب ''المفہم''میں فرمایا ہے کہ یہ ایسا اختلاف ہے کہ ان دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دشوار ہے۔قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے دجال کی دو آنکھوں کے متعلق وارد مختلف احادیث میں تطبیق پیدا کرنے میں تکلف کیا ہے جہاں انہوں نے فرمایا ہے:

''میرے نزدیک ان دو قسم کی روایتوں میں جمع اور موافقت ثابت اور درست ہے'وہ یہ کہ دجال کی دونوں آنکھیں ہی من وجہ کانی ہوں گی'دائیں آنکھ بھی کچھ کانی ہوگی اور بائیں بھی کچھ کانی ہوگی کیونکہ عور درحقیقت کسی چیز

کے عیب دار ہونے کو کہتے ہیں اور لفظ اعور کا معنیٰ ہوا: عیب دار تو دجّال کی ایک آنکھ حقیقتاً کانی ہو گی اور اسی حدیث میں یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ نہ تو وہ بالکل باہر نکلی ہوئی ہو گی اور نہ اندر دھنسی ہوئی ہو گی اور وہ پونچھی ہوئی کے پچھلے حصے کی طرف صاف سپاٹ ہو گی اور ایک روایت کے مطابق ایک پھلی سی ہو گی یا گویا کہ وہ چمکنے والا موتی ہے یا گویا کہ وہ پھولا ہوا انگور ہے' عرف اور استعمال کے مطابق پیدائشی لحاظ سے کانی آنکھ جو سرے سے مٹی ہوئی ہو اس پر اور اس آنکھ پر جو موٹی پھلی سی ہو دونوں پر کانے پن کا اطلاق درست ہے (یعنی اصلی کانی آنکھ اور بعد میں کانی ہو جانے والی آنکھ دونوں کو کانی کہا جاتا ہے) ہمارے شیخ فرماتے ہیں: قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ دجّال کی دونوں آنکھیں کانی ہیں' ایک آنکھ کوئی چیز لگنے سے خراب ہو جائے گی حتیٰ کہ اس کی بینائی اور روشنی زائل ہو جائے گی اور دوسری آنکھ اصلِ خلقت کے اعتبار سے اور پیدائشی طور سے ہی دیکھ سکنے کے کمال سے کوری ہو گی یعنی ایک عیب بعد میں پیدا ہو گا اور ایک کا یہ کانا پن کا عیب اصلی اور پیدائشی ہو گا (اس لحاظ سے دائیں آنکھ اور بائیں آنکھ دونوں کو کانی کہا گیا ہے) لیکن یہ تاویل بعید از فہم ہے کیونکہ حدیث میں ہر ایک آنکھ کا جو عیب بیان ہوا ہے بعینہٖ وہی عیب دوسری آنکھ کا بیان ہوا' ان میں فرق نہیں کیا گیا لہٰذا اصلی و خلقتی اور بعد میں کسی صدمے سے پیدا ہونے کے عیب والا فرق کرنا روایت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ سوچ لو!

مؤلف تذکرہ کا موقف

میں (قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہوں: قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اور ان کی تاویل صحیح ہے کیونکہ دونوں آنکھوں کا کانا پن اور کورچشمی جیسا کہ ہم نے اس کو روایات میں بیان کیا مختلف ہے کیونکہ آپ کا قول "کانها لم تخلق" "گویا کہ وہ اصل میں پیدا ہی نہیں کی گئی" اور دوسری روایت "مطموس العین ممسوحها لیست بناتئة ولا حجراء" "مٹی ہوئی اور پونچھ کر صاف کی ہوئی آنکھ جو نہ تو باہر کو نکلی ہوئی ہو' اور نہ اندر کو دھنسی ہوئی ہو اس کا معنیٰ وہی ہے جو پہلی روایت کا ہے۔

اور دوسری آنکھ کا وصف یہ بیان ہوا ہے کہ وہ خون آمیختہ ہو گی اور یہ بہت بڑا عیب ہے خاص طور پر جب کہ اس کے ساتھ یہ بھی وصف مل جائے کہ اس پر ایک موٹی پھلی ہے اور "ظفرة غلیظه" (موٹی پھلی) کا معنیٰ ہے کہ آنکھ کے اوپر ایک موٹی جھلی ہو جو ادراک سے مانع ہو اور آنکھ اس پردے اور رکاوٹ کی وجہ سے دیکھنے کی صفت سے عاری ہو جائے' اس معنیٰ کے لحاظ سے دجّال کا نابینا ہونا یا کم از کم اندھے پن کے قریب ہونا ثابت ہوتا ہے مگر ظفرۃ (موٹی پھلی) کا ذکر حدیث سفینہ میں ہے کہ دائیں آنکھ میں ہو گی اور حضرت سمرہ بن جندب کی حدیث میں ہے کہ شمال یعنی بائیں آنکھ میں ہو گی' یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی دونوں ہی آنکھوں پر یہ موٹی پھلی ہو کیونکہ حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ: بے شک دجّال کی آنکھ ایسی ہو گی جیسے کوئی چیز پونچھ کر صاف کی ہوئی ہو اور اس پر ایک موٹی پھلی ہو گی یعنی وہ آنکھ ناخنہ والی ہو گی اور جب اس آنکھ پر پھلی اور ناخنہ ہو گا جو صاف مٹی ہوئی اور صاف سپاٹ ہے تو جو ایسی نہیں ہے اس پر بدرجہ اولیٰ یہ زائد ماس کا چڑھا ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا احادیث میں موافقت ہو گئی اور کوئی تعارض نہ رہا' واللہ اعلم۔ اور ظفرہ آنکھ کے ڈھیلے کے پاس گوشت کا بڑھ جانا' اور وہ بڑا ہو

ماس ایسے لگے جس طرح جونک چمٹی ہوئی ہوتی ہے یعنی دجّال کی آنکھ پر جونک کی طرح وہ بڑھا ہوا ماس لٹک رہا ہو گا۔

فصل

دجّال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

دجّال کے وجود اور اس کے خروج پر ایمان رکھنا حق ہے، تمام اہل سنت اور جمہور فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے اس کے برخلاف خوارج اور بعض معتزلہ نے اس امر کا انکار کیا ہے اور بعض جہمیہ وغیرہم نے اس میں ہماری موافقت کی ہے لیکن البتہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ دجّال کے ہاتھوں پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے وہ اس کی حیلہ سازی اور شعبدہ بازی ہوگی کیونکہ اگر یہ امور خارقہ للعادت صحیح اور حقائق ہوں تو اس سے جھوٹے اور سچے میں اشتباہ پیدا ہو جائے گا اور اس وقت سچے نبی اور جھوٹے نبی میں کوئی فرق نہیں رہے گا لیکن یہ ان کا ہذیان اور خالی وہم لائق التفات نہیں کیونکہ نبی اور متنبّی میں اشتباہ تو تب لازم آتا اگر دجّال مدّعی نبوت ہوتا لیکن دجّال نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کرے گا وہ تو الوہیّت کا دعویٰ کرے گا، اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ان اللہ لیس باعور'' ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے'' اور دجّال اپنے دعویٰ الوہیّت میں خود آپ اپنا مکذّب ہوگا کیونکہ اس کی ذات میں نقص، فقر اور حدوث کی علامتوں کا ظہور ہوگا اور وہ اپنی ذات سے اس نقص کو زائل اور دور کرنے سے بے بس ہوگا تو حضور ﷺ نے اپنے اس ارشاد مبارک سے عقل مند انسان کے لیے اس کے فقر و محتاج ہونے اور اس کے نقص اور حدوث پر تنبیہ فرما دی کہ وہ اگرچہ جسمانی لحاظ سے بڑا موٹا تازہ ہوگا اور اس کے ہاتھ سے بعض خرق عادت امور کا ظہور بھی بے شک ہوگا مگر ساتھ ہی اس میں بڑے عیب اور بہت سارے نقائص بھی ہوں گے لہٰذا یہ نقائص اور عیوب خود اس کے دعویٰ الوہیّت کی تکذیب کے لیے کافی ہوں گے صرف ہوشیار اور متنبہ رہنے کی ضرورت ہے اور پھر کسی مومن کو تو اس کے دعویٰ کے کذب کے متعلق کوئی شک شبہ نہیں ہوگا کیونکہ آپ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ: ''مکتوب بین عینیہ کافر یقرأہ کل مومن و مومنۃ کاتب أو غیر کاتب'' ''دجّال کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، اس کو ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت چاہے وہ لکھنا جانتے ہوں یا لکھنا نہ جانتے ہوں پڑھ لیں گے''۔ اور یہ ایک ایسی علامت ہے جو سر کی آنکھوں سے دیکھی جائے گی اور اس کا مشاہدہ ہوگا جو اس کے جھوٹا اور کافر ہونے پر شاہدِ عادل ہے۔

''مکتوب بین عینیہ کافر'' کی فاسد تاویل اور اس کا رد

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بعض حضرات نے ''مکتوب بین عینیہ کافر'' ''دجّال کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہوگا'' کی یہ تاویل بیان کی ہے کہ اس کا مطلب ہے اس نقص کا ظہور، عجز کے شواہد اور حدوث کی علامات کا پایا جانا (ان چیزوں کو دیکھ کر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ تو جھوٹا اور کافر ہے تو گویا یوں کہہ دیا کہ اس کا کفر تو سامنے کی

بات ہے اور اس کے ماتھے پر صاف لکھا ہے کہ وہ کافر ہے) کیونکہ اگر یہ تأویل نہ کی جائے اور حدیث اپنے ظاہر اور حقیقی معنیٰ پر محمول ہو تو پھر مومن اور کافر دونوں اس کے ادراک کرنے میں برابر ہونے چاہئیں' یہ کیا ہوا کہ اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہے اور کافر نے چاہے پی ایچ ڈی کر رکھی ہو وہ میں پڑھ سکے گا اور مومن چاہے لکھنا بھی نہ جانتا ہو وہ یہ نوشتۂ جبین پڑھ لے گا۔

مصنف فرماتے ہیں:

یہ تأویل کرنا گویا حدیث کو اس کے حقیقی معنیٰ سے بغیر کسی موجب اور مقتضٰ ...طرف پھیرنا ہے اور یہ حقیقت سے عدول بلا موجب کے حدیث میں تحریف کرنا ہے' باقی رہا یہ امر کہ ...ں کے ظاہر اور حقیقت پر محمول کریں تو اس کو لازم ہے کہ اس تحریر کو کافر اور مومن دونوں برابر ادراک ...لے ہوں' یہ کوئی لازمی نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کو اس کا ادراک کرنے سے منع کر دے۔

غرض یہ ہے کہ دجّال فتنہ اور امتحان ہے جس طرح اہلِ محشر کے لیے وہ ہولناک صورت فتنہ و آزمائش ہو گی جو ان کے روبرو آ کر ان سے کہے گی کہ میں تمہارا رب ہوں تو مومن کہیں گے کہ ہم تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں جیسا کہ یہ محشر کے باب میں گزر چکا ہے اور بالخصوص اس وقت جبکہ اس کے ہاتھوں پر امور خارقہ کا ظہور ہو گا تو وہاں تو خواہ مخواہ مت ماری جائے گی اور پھر اس پر تو حضور ﷺ نے نص قائم کر دی اپنے اس ارشادِ مبارک سے کہ "یقرأه کل مومن کاتب و غیر کاتب" اور اس شخص کا پڑھ لینا جو لکھنا ہی نہیں جانتا یہ خرق عادت کے طور پر بھی ہوسکتا ہے اور لیکن کافر کا نہ پڑھ سکنا تو غفلت اور جہالت کی وجہ سے اس کی ادھر توجہ ہی نہیں ہو گی اور اس کی عقل اور ذہن کام ہی نہیں کرے گا جس طرح کہ کافر' دجّال کے کانا پن کا ادراک کرنے اور اس کے اس ظاہر و باہر نقص کو سمجھنے سے قاصر رہے گا اور اس کے عجز و حدوث کے عیوب پر ان شواہد کو کافر سمجھ نہیں سکے گا' اسی طرح وہ اس کی خرق عادت' امور کرشموں اور شعبدہ بازی کے ہوش ربا عجوبوں کو دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو جائے گا اور وہ اس کے ماتھے پر لکھی ہوئی اس سطر کو اور ک-ا-ف-ر کی رمز کو سمجھنے سے قاصر رہے گا۔

نبی اور متنبّی کے درمیان فرق

سچے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور متنبّی یعنی جھوٹے مدّعی نبوت کے درمیان فرق یہ ہے کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے شخص کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اگر جھوٹے نبی کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہو جائے تو پھر دلیل صدق کا دلیل کذب کے ساتھ منقلب ہونا لازم آتا ہے اور وہ محال ہے۔

کیا دجّال کے ہاتھ پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے وہ شعبدہ بازی ہو گی؟

معتزلہ میں سے جبائی اور اس کے متبعین جو دجّال کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے امور خارقہ کو اس کی حیلہ سازی اور شعبدہ بازی کہتے ہیں' ان حضرات کا یہ قول حق سے دور ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جن امور کی خبر دی ہے وہ حقائق ہیں اور عقل بھی ان میں سے کسی امر کو محال نہیں سمجھتی اور جب ان امور میں نقل و عقل اور روایت اور درایت دونوں لحاظ سے کوئی استحالہ نہیں ہے تو پھر لازم ہے کہ ان کو حقیقت پر باقی رکھا جائے' اس کی مزید تفصیل آگے آتی

ہے اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔۔۔۔انتظار!۔۔۔

۱۲۵۔ ظہور کے بعد دجّال کا داخلہ کون کون سے شہروں میں ممنوع ہوگا؟

امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجّال مکّہ (معظمہ) اور مدینہ (منورہ) کے سوا تمام شہروں میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ص ۱۰۱' صحیح مسلم ج ۱۸ص ۸۵' مسند احمد ج ۵ص ۴۱)

اور حدیث فاطمہ بنت قیس میں ہے: ''دجال کہے گا: میں کوئی بستی نہیں چھوڑوں گا مگر اس میں اتروں گا ماسوائے مکہ اور مدینہ کے کیونکہ ان دونوں جگہ پر داخل ہونا مجھ پر حرام کر دیا گیا ہے اور میں چالیس راتوں میں ہر جگہ گھوم نکلوں گا۔

ابوجعفر طبری نے عبداللہ بن عمرو کی حدیث نقل کی ہے جس میں کعبہ اور بیت المقدس کا استثناء کیا گیا ہے اور ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ اور وہ مسجد طور میں بھی داخل نہیں ہو سکے گا' اس حدیث کو انہوں نے حضرت جنادہ بن ابی امیہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ مسجد طور میں بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

اور بعض روایات میں اس طرح ہے: اور اس سے کوئی جگہ باقی نہیں بچے گی ماسوائے مکّہ (معظّمہ)' مدینہ (منورہ)' بیت المقدس اور کوہ طور کے' کہ ان مقامات پر فرشتے اس کو داخل ہونے سے روک دیں گے۔

۰۰۰۔ عنوان بالا کا ایک اور باب

دجّال کے الوہیّت کا دعویٰ کرنے اور مسلمانوں کو بیت المقدس میں محصور کر دینے کا بیان

ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دجّال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دجّال جب نکلے گا تو خدائی کا دعویٰ کرے گا سو جس نے اس کی تصدیق کی اور اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کے دعویٰ کو سچا مان لیا تو ایسے شخص کو اس کے سابقہ نیک عمل جو اس نے کیے تھے کوئی فائدہ نہیں دیں گے اور جو شخص دجال کے دعویٰ الوہیت کو ماننے سے انکار کر دے گا اور اس کو جھوٹا سمجھے گا اس کے کسی گزشتہ عمل پر اس کو سزا نہیں دی جائے گی اور وہ (دجّال) حرم شریف (مکہ و مدینہ) اور بیت المقدس کو چھوڑ کر تمام روئے زمین پر نمودار ہوگا اور وہ مسلمانوں کو بیت المقدس میں بند کر دے گا۔

آپ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ دجّال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا حتیٰ کہ باغ کی دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکاریں گی: اے مسلمانو! یہ رہا کافر جو میری آڑ میں چھپا بیٹھا ہے اور کہے گا: اس کو قتل کر دو۔

(مسند احمد ج ۵ص ۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ص ۱۵۱)

۰۰۰-باب

(ا) دجّال کا جثہ کتنا بڑا ہوگا؟ وہ کیسے بڑے بڑے فتنے پھیلائے گا۔

(ب) دجّال کے خروج کا سبب کیا ہوگا؟

(ج) دجّال کا گدھا کیسا ہوگا اور اس کی رفتار کا بیان۔

(د) مسلمانوں کے دھوئیں کے پہاڑوں میں محصور ہونے کا بیان

(ہ) دجّال زمین پر کتنی مدت ٹھہرے گا؟

(و) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صبح کے وقت نزول فرمانا اور دجّال اور اس کے چیلوں چانٹوں کو قتل کرنا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ فرمایا کرتے تھے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قیامت کے قائم ہونے تک دجّال سے بڑی مخلوق کوئی نہیں ہوئی ہے۔ایک روایت میں مخلوق (خلق) کی بجائے شخص ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹' ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۳)

اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے' انہوں نے فرمایا: پھر ہم جلدی جلدی گئے اور گرجے میں داخل ہوئے' وہاں ایک بہت بڑا انسان تھا' ہم نے اتنا بڑا آدمی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور اس کو مضبوط کر کے زنجیروں وغیرہ سے باندھا ہوا تھا' آگے مفصل حدیث آ رہی ہے۔!

ابن صیاد کا تذکرہ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ (منورہ زادھا اللہ عزاً وشرفاً) کے بعض راستوں میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ غضبناک ہو گیا اور وہ اتنا پھول گیا کہ راستہ بھر گیا' حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس گئے' ان کو یہ خبر مل چکی تھی' انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم نے ابن صیاد سے کیا ارادہ کیا تھا' کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: دجّال کسی پر غصہ آنے کی وجہ سے ہی نکلے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۳' ابن حبان ج ۸ ص ۲۸۱' البغوی ج ۱۵ ص ۴۷)

ابن صیاد کے بارے احادیث آ رہی ہیں' انشاء اللہ تعالیٰ جن میں اس کے دجّال ہونے پر دلائل ہیں۔ جیسا کہ قاسم بن اصبغ نے بیان کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجّال ایسے زمانہ میں

نکلے گا جب دین کے سلسلہ میں ضعف پیدا ہو چکا ہوگا اور علم کے ادبار اور انحطاط کا دور ہوگا یعنی اہل علم اور متدین لوگوں کی قلت ہوگی' دجّال چالیس راتیں زمین پر ٹھہرے گا اور چالیس دن میں پوری روئے زمین گھوم نکلے گا۔

(دجّال چالیس دن زمین میں رہے گا) ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا' ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ بھر کے برابر اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے اور اس کے لیے ایک گدھا ہوگا جس پر وہ سوار ہوگا' اس کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان کا عرض چالیس ہاتھ کے برابر ہوگا' دجّال لوگوں سے کہے گا: میں تمہارا رب ہوں حالانکہ وہ کانا ہے اور بلاشبہ تمہارا رب ہر عیب سے پاک ہے' دجّال کی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا: ''کافر'' جس کو ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ لکھنا جانتا ہو یا لکھنا نہ جانتا ہو۔ وہ ہر پانی اور ہر گھاٹ پر وارد ہوگا سوائے مدینہ منورہ اور مکّہ مکرّمہ کے' کہ ان دونوں شہروں میں دجّال کا داخلہ اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہے' ان دونوں کے دروازوں پر ملائکہ کھڑے ہوں گے' دجّال کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہوں گے اور لوگ سخت تکلیف میں ہوں گے مگر جو اس کی اتباع کریں گے' اور اس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی' میں ان کے متعلق خوب جانتا ہوں' ان دونوں میں سے ایک کو جنت کہے گا اور دوسری کو دوزخ' جو شخص اس کی مقرر کردہ اور نام بردہ جنت میں داخل ہوگا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی اور جو شخص اس کی بیان کردہ دوزخ میں کود جائے گا وہ حقیقت میں اس داخل ہونے والے شخص کے لیے جنت ثابت ہوگی اور اس کے ساتھ بہت سے شیاطین بھی بھیجے جائیں گے جو لوگوں سے مکالمہ کریں گے' دجّال کے ساتھ آسمان کے امور میں بھی بہت بڑا فتنہ ہوگا' لوگوں کے دیکھنے میں وہ بارش بھی برسائے گا اور وہ لوگوں کے سامنے ایک شخص کو قتل کردے گا اور پھر اس کو زندہ کردے گا اور لوگوں سے کہے گا: اے لوگو! کیا رب کے سوا کوئی ایسا کر سکتا ہے؟ پس لوگ (اپنے دین' ایمان کو بچانے کی خاطر اس فتنہ سے) جبل دخان (یہ دھوئیں دار پہاڑ ملک شام میں ہے) کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے مگر دجّال لوگوں کو وہیں آلے گا اور ان کا محاصرہ کر کے ان پر بہت سختیاں کرے گا' پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام صبح سویرے آسمان سے نازل ہوں گے اور ارشاد فرمائیں گے:

''اے لوگو! اس جھوٹے خبیث کی طرف نکلنے سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے؟''

لوگ کہیں گے: ''یہ مرد ہے'' لوگ چل پڑیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہیں' اتنے میں نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی' لوگ ان سے عرض کریں گے کہ اے روح اللہ! آپ امامت فرمائیے! وہ جواب دیں گے: نماز کی امامت کے لیے تمہارے امام ہی تشریف لائیں اور وہی تمہیں نماز پڑھائیں چنانچہ لوگ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اس کذّاب خبیث (دجّال) کی طرف نکلیں گے' وہ کذّاب جس وقت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جائے' پھر آپ جہاد کریں گے حتیٰ کہ درخت اور پتھر پکاریں گے: اے روح اللہ! یہ یہودی ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجّال کے متبعین میں سے کسی ایک کو بھی قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۷' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۳۰)

قولہ "ینماث کما ینماث الملح فی الماء"

کا معنیٰ ہے کہ دجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اس طرح پگھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک حل ہو کر گھل جاتا ہے اور پگھل کر اس میں سرایت کر جاتا ہے۔

بعض احادیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: دجّال کا گدھا ایک قدم اٹھائے گا تو ایک میل کی مسافت طے کرے گا اور روئے زمین کا کوئی میدان' صحرا اور پہاڑی علاقہ ایسا باقی نہیں چھوڑے گا جہاں وہ نہ جائے' وہ دنیا بھر کی خاک چھان مارے گا مگر مکّہ مکرّمہ اور مدینہ شریف میں نہیں جا سکے گا جیسا کہ پہلے بھی اس کا بیان ہو چکا ہے اور آگے بھی اس کا ذکر آتا ہے۔

۱۲۶-دجّال دنیا میں کتنی مدّت رہے گا؟

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجّال زمین میں چالیس سال ٹھہرے گا ایک سال ایک ماہ کی طرح ہوگا اور ایک ماہ ہفتہ بھر کی مثل ہوگا اور ہفتہ ایک روز کی مثل اور ایک روز ایک گھنٹے کی برابر ہوگا اور ایک گھنٹہ آگ میں کھجور کی ایک سوکھی شاخ کے جل کر بجھنے کی برابر ہوگا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۴' مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۹۲' البغوی ج ۱۵ ص ۶۲' الہیثمی المجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۴۷)

نوٹ: علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

امام عبدالرزاق کی اس محولہ بالا روایت میں دجّال کا زمین پر قیام چالیس سال بیان ہوا ہے اور صحیح قول وہی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا کہ وہ چالیس دن ٹھہرے گا۔ صحیح مسلم کی روایت میں بھی چالیس دن کا ہی ذکر ہے جیسا کہ آگے ان کی روایت آئے گی۔

۰۰۰-عنوان بالا کا ایک اور باب

اس باب میں حسبِ ذیل امور کا ذکر ہوگا۔

(۱) دجّال کا نکلنا اور اس کی وجہ سے کیا کیا فتنے اور شبہات پھیلیں گے اور پوری زمین میں اس کا سرعتِ رفتار کے ساتھ گھوم نکلنا نیز یہ کہ دجّال زمین میں کتنے عرصہ تک ٹھہرے گا۔

(۲) (ا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان' ان کی نعت اور صفت کا ذکر۔

(ب) اور یہ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے تو ان کی تشریف آوری کے زمانہ میں دنیا میں نیک لوگوں کا کیا تناسب ہوگا؟

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجّال کو اور یہودیوں کو قتل کرنے کا بیان۔

(د) یاجوج و ماجوج کے خروج کرنے اور ان کی مرگِ مفاجات کا بیان۔

(ہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لا کر نکاح کرنے اور زمین میں قیام فرمانے کا بیان۔

(و) اور یہ کہ وصال فرمانے کے بعد آپ کس جگہ دفن ہوں گے؟

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دجّال کے متعلق سنے تو وہ اس سے دور رہے' بخدا! ایک آدمی اس کے پاس آئے گا اور وہ اپنے متعلق خیال کرتا ہوگا کہ وہ مومن ہے مگر وہ دجّال کے ان شکوک وشبہات کی وجہ سے اس کے پیچھے لگ جائے گا جن کے ساتھ وہ بھیجا جائے گا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ج ۱۱ ص ۴۴۲' مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۱' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۲۹' الالبانی تخریج رقم الحدیث: ۵۴۸۸)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجّال کا خروج ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہوگا اور دجّال کے ہتھیار بند لوگ اس سے ملیں گے' وہ اس سے کہیں گے: تمہارا کہاں کا قصد ہے؟ وہ کہے گا: میرا اس شخص کی طرف قصد ہے جس کا خروج ہوا ہے' وہ اس سے کہیں گے: کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے' وہ کہے گا: ہمارے رب میں کسی قسم کا خفا نہیں ہے' وہ کہیں گے: اس کو قتل کردو' پھر ان کے بعض' بعض سے کہیں گے: کیا تمہیں تمہارے رب نے منع نہیں کیا تھا کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا' پھر وہ اس شخص کو دجّال کے پاس لے جائیں گے' جب اس کو وہ مومن دیکھے گا تو کہے گا:

''اے لوگو! یہ وہ دجّال ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا تھا''

پھر دجّال اس شخص کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا' اس کی پیٹھ اور پیٹ پر بھی ضرب لگائی جائے گی۔ پھر دجّال اس شخص سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ شخص کہے گا: تم مسیح کذّاب ہو' پھر اس کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لے کر قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے' پھر دجّال اس کے جسم کے دو ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا: کھڑا ہو جا' تو وہ شخص سیدھا کھڑا ہو جائے گا' پھر دجّال اس سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ کہے گا: مجھے تو (تیرے دجّال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا' پھر وہ کہے گا: اے لوگو! اب میرے بعد دجّال کسی اور کے ساتھ یہ کاروائی نہیں کر سکے گا' دجّال اس کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا (لیکن) اس کے گلے سے لے کر ہنسلی تک (کا جسم) تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کا کوئی حیلہ نہیں پا سکے گا' پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا' لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے' حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص اللہ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہوگا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۷۲)

ابواسحاق سبیعی نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے اور ایک روایت میں ہے' امام مسلم ہی سے روایت ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دجّال کے متعلق

بہت طویل حدیث بیان کی' اس حدیث کے اثناء میں آپ نے یہ فرمایا: دجّال نکلے گا اور مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہونا اس پر حرام ہوگا' وہ مدینہ کے قریب بعض بنجر زمینوں میں چلا جائے گا' ایک دن اس کے پاس ایک شخص آئے گا جو سب لوگوں سے بہتر ہوگا' وہ یہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجّال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا' دجّال یہ کہے گا: یہ بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو کیا تم میرے متعلق شک کرو گے؟ لوگ کہیں گے: نہیں! راوی کہتے ہیں: وہ اس کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا' جب دجّال اس کو زندہ کر دے گا تو وہ شخص کہے گا: بہ خدا! مجھے تیرے متعلق جتنی بصیرت اب ہے پہلے کبھی نہیں تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر دجّال اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس پر قابو نہ پا سکے گا' ابواسحاق نے کہا: کہا جاتا ہے کہ وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے' امام بخاری نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۴ ص ۹۵' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۷۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶' ابن حبان ج ۸ ص ۲۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں دجّال جائے گا اور اس کے راستوں میں سے ہر راستہ پر فرشتے صف باندھے ہوئے پہرہ دے رہے ہوں گے' پھر وہ دلدلی زمین میں اترے گا اور مدینہ تین مرتبہ لرزے گا اور اس سے ہر کافر اور منافق نکل کر دجّال کے پاس چلا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے: ہر منافق مرد اور منافق عورت۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۱۰۱' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱)

امام مسلم دو سندوں کے ساتھ حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح دجّال کا ذکر کیا' آپ نے اس (کے فتنہ) کو (کبھی) کم اور (کبھی) بہت زیادہ بیان کیا' حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے' جب ہم شام کے وقت آپ کے پاس گئے تو آپ ہمارے ان تاثرات کو بھانپ گئے' آپ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! صبح آپ نے دجّال کا ذکر کیا' آپ نے اس (کے فتنہ) کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا' حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجّال کے علاوہ دوسرے فتنوں سے مجھے زیادہ خوف ہے' اگر میری موجودگی میں دجّال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے مقابلہ کروں گا اور میری غیر موجودگی میں دجّال نکلا تو ہر شخص خود مقابلہ کرے گا اور ہر مسلمان پر اللہ میرے وصال کے بعد خود نگہبان ہے' دجّال نوجوان اور گھنگھریالے بالوں والا ہوگا' اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی' میں اس کو عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں' تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورۂ کہف کی ابتدائی (دس) آیتیں پڑھے' بلاشبہ شام اور عراق کے درمیان سے اس کا خروج ہوگا' وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا' اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! وہ زمین میں کب تک رہے گا؟ آپ نے فرمایا: چالیس دن تک' ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا' ایک دن ایک ماہ کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے' ہم نے

عرض کیا: یارسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا؟ آپ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو' وہ ایک قوم کے پاس جا کر ان کو ایمان کی دعوت دے گا' وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے' وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی' ان کے چرنے والے جانور شام کو واپس آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے' تھن بڑے اور کوکھیں دراز ہوں گی' پھر وہ دوسری قوم کے پاس جا کر ان کو دعوت دے گا' وہ اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے' وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا' ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی اور ان کے پاس ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا' پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گزرے گا اور زمین سے کہے گا کہ اے زمین! تو میرے لیے اپنے خزانے نکال دے' تو زمین کے خزانے اس کے پاس اس طرح آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس جاتی ہیں' پھر وہ ایک کڑیل جوان کو بلائے گا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا' جیسے نشانہ پر کوئی چیز لگتی ہے' پھر وہ اس کو بلائے گا تو وہ (زندہ ہوکر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا' دجّال کی اسی کاروائی اور معمول کے دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابنِ مریم علیہ السلام کو بھیجے گا' وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ حلّے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے' جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ کے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے' جس کافر تک بھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا اور ان کی خوشبو منتہائے نظر تک پہنچے گی' وہ دجّال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ ''بابِ لد'' پر اس کو موجود پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے دجّال سے محفوظ رکھا تھا۔ وہ ان کے چہروں پر دستِ شفقت پھیریں گے اور انہیں جنت میں ان کے درجات کی خبر دیں گے' ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا: ''میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے' تم میرے ان بندوں کو طور کی طرف اکٹھا کرو'' اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے' ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبرستان سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی لیں گی' پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گزریں گی تو وہ کہیں گی: یہاں پر کسی وقت پانی تھا' اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے سو دینار سے افضل ہوگی' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب دعا کریں گے' تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا تو صبح کو وہ سب یک لخت مر جائیں گے' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب (پہاڑ سے) زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا' یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور

ہوا وہاں پھینک دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: تم اپنے پھل اگاؤ اور اپنی برکتیں لٹاؤ سو اس دن ان کی ایک جماعت ایک انار کو (سیر ہو کر) کھا لے گی اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہو گی' اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مؤمن اور ہر مسلم کی روح قبض کر لے گی اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہی پر قیامت قائم ہو گی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مروی ہے' اس میں اس جملہ کے بعد ''یہاں ایک مرتبہ پانی تھا'' یہ اضافہ ہے: پھر وہ خمر کے پہاڑ کے پاس پہنچیں گے' یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے' وہ کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا اب آسمان والوں کو قتل کریں' پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے' اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس حدیث کو نقل کیا' ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: وہ جانور یاجوج اور ماجوج کے لاشوں کو اٹھا کر مشرق کی طرف ایک سمندر میں پھینک دیں گے اور اس میں یہ بھی ہے: مسلمان یاجوج ماجوج کے تیروں اور ان کی کمانوں کی لکڑیوں کو سات سال تک (ایندھن کے طور پر) جلاتے رہیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۶۳' ترمذی ج ۶ ص ۴۹۹ من التحفۃ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۵' مسند احمد ج ۲۴ ص ۸۳)

اسی طرح ابن ماجہ میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان یاجوج اور ماجوج کے تیر و ترکش کو سات برس تک جلاتے رہیں گے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۶' الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۱۹۴۰)

یاجوج اور ماجوج کے فتنہ کا بیان

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمہ اللہ تعالیٰ (جن کی وفات ۲۲ رمضان مبارک ۲۷۳ ہجری کو ہوئی ہے) اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا جس کا زیادہ حصہ دجال کے متعلق تھا' آپ نے ہمیں دجال کے متعلق بتایا اور اس سے بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم فرمایا' آپ نے جو تقریر کی اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے اب تک سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہے' کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر اس نے اپنی امت کو فتنۂ دجال سے ضرور ڈرایا اور میں چونکہ سب سے آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں آخری امت ہو اس لیے لامحالہ دجال تمہی میں ظاہر ہو گا' اگر وہ میری زندگی میں نکلتا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کا مقابلہ کرتا لیکن وہ چونکہ میرے بعد خروج کرے گا اس لیے ہر شخص اپنی ذات کا خود دفاع کرے' اللہ تعالیٰ ہر مسلم پر میرے بعد نگہبان اور اس کی حفاظت فرمانے والا ہے (یعنی اب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس کی امان میں دیتا ہوں) بلاشبہ دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا' وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا' اے اللہ کے بندو! ثابت قدم

رہنا' میں تمہارے لیے اس دجّال کی وہ صفات بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیں:

(۱) پہلے تو وہ کہے گا: میں نبی ہوں (استغفر اللہ) اور (یاد رکھو) میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۲) اور پھر وہ پینترا بدلے گا اور کہے گا: میں تمہارا رب ہوں (نعوذ باللہ من ذلک) اور تم مرنے سے پہلے اپنے رب کا دیدار نہیں کر سکتے اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب عیب سے پاک ہے اور (تیسرے یہ کہ) اس کے ماتھے پر ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مؤمن پڑھ سکے گا چاہے اس کو لکھنا آتا ہو اور چاہے وہ لکھنا نہ جانتا ہو' اس کے فتنہ میں سے ایک چیز یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی تو (یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ) اس کی دوزخ (حقیقت میں) جنت ہوگی اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہوگی پس جو شخص اس کی دوزخ میں مبتلا کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کرے اور مدد مانگے اور اس کو سورۂ کہف کی ابتدائی (دس' ۱۰) آیتیں پڑھنی چاہئیں تو دجّال کا دوزخ اس شخص پر اس طرح بـــرداً وســلامــاً (ٹھنڈک اور سلامتی) بن جائے گا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی تھی۔

اس کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک دیہاتی کو کہے گا: اگر میں تیرے باپ اور تیری ماں کو زندہ کر دوں تو کیا تو مجھے اپنا رب تسلیم کرلے گا؟ وہ دیہاتی کہے گا: ''ہاں'' تو دو (۲) شیطان اس کے باپ اور اس کی ماں کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور اس سے کہیں گے: بیٹا اس کی اتباع کرو کیونکہ یہ تیرا رب ہے اور اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک آدمی پر مسلّط ہو کر اس کو قتل کر دے گا اور آری کے ساتھ چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے گا' پھر بولے گا: دیکھو میں اپنے اس بندے کو ابھی زندہ کر کے اٹھاتا ہوں' کیا اب بھی کوئی کہے گا کہ اس کا میرے سوا کوئی اور رب ہے؟! اللہ تعالیٰ (اس کے فتنہ کو پورا کرنے اور بندے کے امتحان کے لیے) اس مقتول و منشور شخص کو زندہ فرما دے گا' وہ خبیث (دجّال) اس زندہ ہونے والے شخص سے پوچھے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب میں کہے گا: میرا ربّ اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن دجّال ہے اور اللہ کی قسم! آج تو مجھے پوری بصیرت کے ساتھ تیرے دجّال ہونے کا پکا پکا یقین ہو گیا ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۷' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۳۹۹)

ابوالحسن طنافسی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ذلک الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة. جنت میں میری امت میں سے اس شخص کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔

حضرت عطیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم ہے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ یہ شخص حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا' لیکن آپ اس سے پیشتر ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

امام محاربی بیان کرتے ہیں: پھر ہم حدیث رافع کی طرف لوٹ کر آتے ہیں جو ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے اس میں ہے: ''دجّال کا ایک فتنہ یہ بھی ہو گا کہ وہ آسمان کو بارش برسانے کا امر دے گا تو مینہ شروع ہو جائے گا اور زمین کو پیداوار دینے کا امر کرے گا تو زمین پیداوار دے گی اور اس کے فتنوں میں سے ایک ہو گا کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے گا تو وہ لوگ اس کو جھٹلا دیں گے اس کے بعد ان کے تمام مال مویشی چرنے والے جانور ہلاک ہو جائیں گے اور اس کا ایک فتنہ یہ ہو گا کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے گا وہ لوگ اس کی تصدیق کریں گے پھر وہ آسمان کو مینہ برسانے کا امر کرے گا تو آسمان مینہ برسا دے گا اور زمین کو اناج اگانے کو کہے گا تو زمین چارہ اور اناج سب کچھ پیدا کرے گی حتیٰ کہ اس دن ان کے مویشی شام کو واپس لوٹیں گی تو پہلے سے زیادہ فربہ اور موٹے ہوں گے ان کی کوکھیں دراز ہوں گی اور ان کے دودھیارے جانوروں کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ سوائے مکّہ معظمہ اور مدینہ طیّبہ کے روئے زمین کا کوئی خطہ اور علاقہ ایسا نہیں ہو گا جہاں دجّال نہ پہنچا ہو گا مکّہ اور مدینہ میں جب وہ آئے گا تو ان شہروں کے ہر راستہ اور درّہ پر فرشتے تلواریں سونتے ہوئے کھڑے ہوں گے جو اس کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیں گے حتیٰ کہ وہ کلر کہار (کلر والی کھاری زمین) کے آخری حصہ کے قریب ایک سرخ پہاڑی کے پاس پڑاؤ کرے گا اس وقت مدینہ شریف میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے مدینہ طیّبہ میں منافق مرد اور منافق عورتیں جو اس وقت موجود ہوں گے سب مدینہ سے نکل کر دجّال کے اجتماع میں چلے جائیں گے۔ مدینہ طیّبہ اپنے اندر سے میل کچیل کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ اور میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اس دن کو ''یوم الخلاص'' کے نام سے یاد رکھا جائے گا۔

حضرت ام شریک بنت ابی العسکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: عرب اس وقت اقلیت میں ہوں گے اور ان کی بڑی تعداد اس وقت بیت المقدس میں ہو گی ان کا امام ایک صالح مرد ہو گا اسی عالم میں ایک دن ان کا وہ امام ان کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھنے لگے گا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام صبح کے وقت آسمان سے اتریں گے وہ امام آپ کو دیکھ کر اسی طرح پچھلے پاؤں پیچھے ہٹنا چاہیں گے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عیسیٰ ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے: ''آپ ہی آگے آئیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں کیونکہ آپ ہی کے لیے اقامت کہی گئی ہے'' چنانچہ وہ امام لوگوں کو نماز پڑھائیں گے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام (قلعہ والوں سے) فرمائیں گے: گیٹ کھولو پس آپ کے حکم پر دروازہ کھول دیا جائے گا پس دیوار دجّال اور اس کے ستر ہزار یہودی (قلعہ میں) موجود ہوں گے ان سب کے پاس تلواریں اور دیگر ساز و سامان ہو گا دجّال جب آپ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے اور وہ کوشش کرے گا کہ بھاگ چلوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: ''تجھے میرے ہاتھ سے ضرب لگے گی تو مجھ سے ہرگز بچ کر نہیں جا سکتا'' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو بابِ لدّ کے شرقی دروازہ کے نزدیک پکڑ لیں گے اور قتل کر دیں گے اور یہودیوں کو اللہ تعالیٰ شکست دے گا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی شئے ایسی نہ ہو گی جس کی اوٹ میں کوئی یہودی روپوش ہو گا چاہے وہ پتھر ہو درخت ہو دیوار ہو چاہے کوئی جانور ہو ہر چیز کو اللہ تعالیٰ بولنے کی قوت عطا فرما دے گا اور ہر چیز آواز دے

گی اور کہے گی: اے اللہ کے عبدِ مسلم! ادھر آ یہ رہا یہودی جو میرے پیچھے چھپا ہوا ہے' اس کو آ کر قتل کر البتہ غرقد کا درخت نہیں بولے گا کیونکہ یہ یہودیوں کا (حمایتی) درخت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجّال کا زمانہ چالیس سال پر محیط ہوگا جس میں سے ایک سال چھ ماہ کے برابر ہوگا' ایک سال ایک مہینہ کے برابر ہوگا' ایک ماہ ایک جمعہ کے برابر ہوگا اور دوسرے ایام ایسے گزر جائیں گے جیسے شرارہ اڑ جائے' اگر تم میں سے کوئی ایک شخص صبح کو مدینہ کے ایک دروازہ پر ہوگا تو دوسرے دروازہ پر پہنچتے پہنچتے اس کو شام ہو جائے گی' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ان دنوں میں ہم نماز کیسے پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ان چھوٹے دنوں میں بھی اسی طرح اندازہ کر کے تم نماز پڑھنا جس طرح تم بڑے دنوں میں نماز پڑھتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میری امت میں عدل کرنے والے حاکم اور انصاف کرنے والے امام ہوں گے' وہ صلیب کو توڑ دیں گے' خنزیر کو ہلاک کر دیں گے' جزیہ ختم کر دیں گے' صدقہ لینا ترک فرما دیں گے نہ بکری پر زکوٰۃ لی جائے گی اور نہ اونٹ پر' لوگوں کے دلوں سے بغض و کدورت زائل ہو جائیں گے' ہر قسم کے زہریلے جانور کا زہر ختم ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر کوئی بچہ سانپ کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال دے گا تو اسے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور ایک چھوٹی سی بچی شیر کو بھگا دے گی اور شیر اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا اور بھیڑیا بھیڑوں میں اس طرح رہے گا جس طرح رکھوالا کتا بھیڑوں اور بکریوں کے ساتھ رہتا ہے' زمین امن و سلامتی سے اس طرح بھر جائے گی جیسے پانی سے برتن بھر جاتا ہے اور اتحاد و اتفاق ہوگا' جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے گی' قریش کی سلطنت کا دھڑن تختہ ہو جائے گا' زمین چاندی کی طشتری کی طرح ہوگی' زمین حضرت آدم علیہ السلام کے عہد مبارک کی طرح پیداوار دے گی' انگور کے ایک گچھے کو اگر ایک جماعت مل کر کھائے گی تو سیر ہو جائے گی' ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھر جائے گا' بیل بہت مہنگے ہوں گے (کیونکہ کھیتی باڑی اور کاشتکاری عام ہوگی) اور گھوڑے انتہائی سستے ہوں گے' چند درہم میں دستیاب ہوں گے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! گھوڑے سستے کیوں ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا چونکہ جنگ کے لیے تو کبھی سواری کی ضرورت نہیں ہوگی (اس لیے گھوڑے کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی) عرض کیا گیا: بیل کیوں مہنگے ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمام زمین پر کھیتی باڑی ہوگی' دجّال کے خروج سے تین سال قبل سخت قحط پڑے گا جس میں لوگوں کو سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑے گا' پہلے سال میں اللہ تعالیٰ آسمان کو تہائی بارش روک لینے کا امر دے گا اور زمین کو اپنی پیداوار کا تہائی حصہ روکنے کا حکم فرمائے گا اور دوسرے سال دو تہائی بارش روکنے کا حکم دے گا اور زمین کو دو تہائی پیداوار روکنے کا حکم فرمائے گا' تیسرے سال حکم ہوگا کہ آسمان سے ایک قطرہ بارش کا برسے اور نہ زمین سے کوئی ایک دانہ بھی پیدا ہو چنانچہ ایسا ہی ہوگا کہ سبزہ نہیں اگے گا اور چوپائے باقی نہیں بچیں گے' تمام ہلاک ہو جائیں گے الا ماشاء اللہ' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس زمانے میں لوگوں کی زندگی کس طرح بسر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تہلیل (**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) تکبیر (**اللہ اکبر**) تسبیح (**سبحان اللہ**) اور تحمید (**الحمد للہ**) اس وقت ان کے لیے کافی ہوگی اور یہی ان کو کھانے کی جگہ طاقت دے گی (یعنی لوگ روحانی غذا سے اور ذکر و فکر سے زندہ رہیں گے)۔

ابو عبداللہ کہتے ہیں: میں نے ابوالحسن طنافسی سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے عبدالرحمٰن المحاربی سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ:

''یہ حدیث استادوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مکتب میں بچوں کو پڑھائیں اور اس کی تعلیم دیا کریں''۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے دجّال کا ذکر فرمایا ہے تو اللہ کی قسم! ہم میں سے ایک شخص نے آٹا گوندھ کر رکھا ہوتا ہے اور روٹی نہیں پکائی ہوتی یہاں تک کہ اس کو (بھوک کی وجہ سے) فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ تمام کھانوں کا انتظام دجّال کے سپرد ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن مؤمن کے لیے وہ چیز کافی ہوگی جو فرشتوں کے لیے کافی ہوتی ہے کیونکہ فرشتے کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن مؤمنوں کی غذا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا ہوگی۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں قیلولہ فرمایا اور آپ نے دجّال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دجّال کے نکلنے سے تین سال قبل قحط پڑے گا اور خشک سالی واقع ہوگی' پہلے سال آسمان اپنی تہائی بارش روک لے گا اور زمین اپنی پیداوار کا تہائی حصہ کم دے گی' دوسرے سال آسمان اپنا دو تہائی پانی روک لے گا اور زمین اپنی پیداوار کا دو تہائی حصہ کم کر دے گی اور تیسرے سال آسمان سے پانی کا ایک قطرہ تک نہیں برسے گا اور نہ زمین سے کوئی ذرا بھی پیداوار ہوگی' نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر نوع کے مویشی ہلاک ہو جائیں گے اور دجّال کے فتنوں میں سے سب سے زیادہ سخت فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک دیہاتی شخص کے پاس آئے گا اور اس سے کہے گا: تو مجھے یہ بتا کہ اگر میں تیری اونٹنی کو زندہ کر دوں تو کیا تو مجھے اپنا رب تسلیم کر لے گا؟ وہ دیہاتی کہے گا: کیوں نہیں' پھر شیطان اس کے لیے اس کے اونٹوں کی مثل صورت بنا کر ظاہر ہوں گے اور وہ اونٹ خوب موٹے تازے ہوں گے اور ان اونٹنیوں کے تھن بہت زیادہ دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے نیز آپ نے فرمایا: اور دجّال ایک ایسے شخص کے پاس آئے گا جس کا باپ اور بھائی فوت ہو چکے ہوں گے' دجّال اس سے کہے گا: تم یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہارے باپ کو اور تمہارے بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا تم مانو گے نہیں کہ میں تمہارا رب ہوں؟ وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں! پس دو شیطان اس کے باپ اور اس کے بھائی جیسی شکل میں ظاہر ہوں گے۔ حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنے کسی کام کے لیے باہر تشریف لے گئے' پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو لوگ ان باتوں کی وجہ سے جو آپ نے ان سے بیان فرمائی تھیں بہت اداس اور غمگین تھے' حضرت اسماء کہتی ہیں: میں دروازے کو پکڑ کر کھڑی تھی' آپ نے فرمایا: اے اسماء! چھوڑ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے دجّال کا ذکر کر کے تو ہمارے دل نکال کر رکھ دیے ہیں' آپ فرمانے لگے: اگر وہ میری زندگی میں نکلا تو میں اس کا مقابلہ کروں گا وگرنہ پھر میرا رب میری طرف سے ہر مومن پر اس کا نگہبان اور محافظ ہوگا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حال یہ ہے کہ ہم اپنا آٹا گوندھتی ہیں اور روٹی نہیں پکائی ہوتی تو ہمیں بھوک ستاتی ہے (یعنی پتہ ہے کہ

آ ٹا گوندھ کر رکھا ہوا ہے اور چند منٹوں میں روٹی پکا کر کھا سکتی ہوں لیکن پھر بھی) بھوک برداشت نہیں ہوتی حالانکہ کھانا دانہ ہمارے کنٹرول میں ہوتا ہے اور جب دجّال کے ہاتھ میں ہوگا تو کیا بنے گا؟ پس اس دن مؤمنین کے ساتھ کیا گزرے گی؟ اور ان کا کیسا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا: مومنوں کو وہ چیز کافی ہوگی جو آسمان والوں (یعنی فرشتوں) کو کفایت کرتی ہے اور وہ تسبیح وتقدیس ہے (یعنی ان دنوں اللہ تعالیٰ کا ذکر وفکر سبحان اللہ، الحمدللہ کا ورد اور وظیفہ اہل ایمان کی روحانی غذا اور تقویت کے لیے کافی ہوگا)۔(مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۵، الطبرانی المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۵۸، مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۹۱، الطیالسی رقم الحدیث: ۱۶۳۳، البغوی ج ۱۵ ص ۶۰)

۱۲۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

امام مسلم اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابن مریم حاکم عادل ہوکر ضرور اتریں گے اور وہ بلاشبہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو ہلاک کردیں گے، جزیہ معاف کردیں گے، اونٹنیوں کو آزاد چھوڑ دیں گے جن پر کام کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا یا ان پر زکوٰۃ وصول کرنے والے ساعی کو روانہ نہیں کیا جائے گا اور کینے، بغض اور حسد جاتے رہیں گے، لوگوں کو مال لینے کو بلایا جائے گا تو کوئی شخص مال قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۲، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۸، مسند احمد ج ۲۴ ص ۸۹، من الفتح الربانی ابن حبان ج ۸ ص ۲۸۸، ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۴)

ایک روایت میں ہے، امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیسے ہوگے جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے: اور تمہاری امامت تمہیں میں سے ایک شخص کرے گا۔ ابن ابی ذئب نے کہا: جانتے ہو "تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا" کے کیا معنیٰ ہیں؟ میں نے کہا: آپ ہی فرمائیں کیا معنیٰ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ تمہارے رب عزوجل کی کتاب کے مطابق اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق تمہاری امامت فرمائیں گے۔ پھر فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، حضرت ابن مریم۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۳، ترمذی ج ۶ ص ۴۸۸، مسند احمد ج ۲۴ ص ۸۹، من الفتح الربانی، ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۶)

ابن برجان اپنی کتاب "کتاب الارشاد" میں بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسیح ابن مریم میری امت میں سے ایسے لوگوں کو ضرور پائیں گے جو تمہاری مثل ہوں گے یا فرمایا: تم سے بہتر ہوں گے۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عیسیٰ ابن مریم ایسے آٹھ سو مردوں اور چار سو عورتوں کی طرف اتریں گے جو ان دنوں روئے زمین کے سب سے افضل لوگ ہوں گے اور گزشتہ زمانہ کے صالح اور نیک لوگوں ایسے ہوں گے۔(مسند الفردوس رقم الحدیث: ۸۹۳۵)

۱۲۸-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر قیام کرنے کی مدت' ان کے شادی کرنے اور ان کے ہاں اولاد پیدا ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) زمین کی طرف اتریں گے' شادی کریں گے' ان کے اولاد ہوگی اور پینتالیس (۴۵) سال (دنیا میں) ٹھہریں گے' پھر وفات پائیں گے' میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے' تو ہم اور عیسیٰ ابن مریم' ابوبکر اور عمر کے درمیان سے ایک مقبرہ سے اٹھیں گے۔ یہاں قبر سے مراد مقبرہ (قبرستان) ہے یعنی ہم دو نبی اور دو صحابہ یہاں ایک جگہ سے اٹھیں گے گو نبی' صدیق' شہید صالحین کا اجتماع ہوگا' سبحان اللہ و تعالیٰ۔ (ابن جوزی العرف ج ۲ ص ۸۱۴)

اور امام ابوحفص میاں جی فرماتے ہیں: روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام عرب سے ایک عورت کے ساتھ نکاح کریں گے اور یہ نکاح آپ دجّال کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد فرمائیں گے: آپ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوگی' پھر وہ صاحبزادی آپ کے وصال سے دو سال پہلے فوت ہو جائے گی اور بیٹی کی وفات کے دو سال بعد آپ وفات پائیں گے۔

ابواللیث سمرقندی نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور کعب احبار نے اس بارے میں ان سے اختلاف کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ آپ کے ہاں دو بچوں کی پیدائش ہوگی' اس کا تفصیلی بیان آگے آتا ہے۔

۱۲۹-حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر کتنی مدت تک زمین میں قیام فرما ہوں گے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ (علیہ السلام) اترنے کے بعد چالیس سال زمین میں ٹھہریں گے' پھر ان کو موت آئے گی اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔ (الطیالسی رقم الحدیث: ۲۵۴۱' مسند احمد ج ۲۴ ص ۸۷ من الفتح الربانی)

امام ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام علّاتی (باپ شریک) بھائی ہوتے ہیں' ان کی مائیں الگ الگ ہوتی ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہوتا ہے اور میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عیسیٰ بن مریم کا سب سے زیادہ قریبی ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان میں کسی نبی کا فاصلہ نہیں ہے جس وقت تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا کیونکہ ان کا رنگ سرخی اور سفیدی کی طرف مائل ہوگا' وہ دو میناروں کے درمیان اتریں گے' ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکیں گے اور ان کو تری نہیں پہنچے گی' وہ سور کو فنا کر دیں گے' صلیب کو توڑ

ڈالیں گے اور پانی کی طرح مال بہائیں گے یہاں تک کہ ان کے زمانہ میں اسلام کے علاوہ تمام حکومتیں اور تمام مملکتیں ختم ہو جائیں گی اور حتیٰ کہ ان کے زمانے میں مسیح الضلالۃ (دجّال) کانا کذّاب بھی ہلاک ہوگا اور زمین میں امن کا دور دورہ ہوگا حتیٰ کہ شیر اونٹوں کے ساتھ چراگاہ میں پھرے گا اور چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بھیڑوں' بکریوں کے ساتھ ایک ہی جگہ گھومیں پھریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور کوئی کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں قیام فرمائیں گے' پھر ان کا وصال ہوگا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفنا دیں گے اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ چوبیس (۲۴) سال زمین میں قیام فرما رہیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ: ''پھر وہ لوگوں میں سات سال ٹھہریں گے اور (اس زمانہ میں) کسی بھی دو شخصوں کے درمیان دشمنی نہیں ہوگی' اس کے بعد اللہ تعالیٰ ملک شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا' آخر حدیث تک جیسا کہ صحیح مسلم کے حوالہ سے پیچھے تفصیل سے گزرا ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے کہ آپ زمین میں سات سال ٹھہریں گے۔ واللہ اعلم

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹-۴۸۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۵۹' تفسیر طبری ج ۹ ص ۳۸۹' ابوداؤد ج ۱۱ ص ۴۵۳)

کعب احبار سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال تک قیام پذیر رہیں گے اور آپ کے ہاتھ پر بکثرت خیر کا ظہور ہوگا' ہر قسم کے رزق میں بڑی برکت نازل ہوگی حتیٰ کہ ایک انگور کا دانہ ایک مرد کھا کر شکم سیر ہو جائے گا اور بلکہ اس ایک دانہ انگور سے پھر بھی کچھ بچ رہے گا اور انگور کے ایک خوشہ سے خاصی بڑی جماعت اور خلق کثیر پیٹ بھر کر کھائے گی اور ایک عدد انار اتنا بھاری ہوگا کہ اونٹ بمشکل اسے اٹھائے گا اور یہاں تک کہ ایک زندہ آدمی مرنے والے کے پاس سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: اٹھ اور دیکھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کس قدر برکت عطا فرمائی ہے۔ اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آلِ فلاں کی عورت کے ساتھ نکاح کریں گے اور اس عورت سے آپ کے ہاں دو بچے پیدا ہوں گے' ان میں سے ایک لڑکے کا نام محمد رکھیں گے اور دوسرے کا نام موسیٰ' لوگ آپ کے ساتھ بھلائی پر اور بھلے زمانے میں ہوں گے اور یہ دور چالیس سال کا ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی روح قبض فرمالے گا اور وہ موت کا ذائقہ چکھیں گے اور حجرہ مبارک میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے' اس کے بعد امت کے اچھے لوگ فوت ہو جائیں گے اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے اور اہل ایمان بہت قلیل تعداد میں باقی رہ جائیں گے اور اسی زمانہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد مبارک صادق آتا ہے کہ:

بدا الإسلام غريبا و سيعود غريبا كما بدأ۔

اسلام اپنے ابتدائی دور میں غریب اور اجنبی تھا اور عنقریب پھر اپنی ابتدائی حالت کی طرف لوٹے گا اور وہ غریب و اجنبی ہوگا۔

نوٹ: ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارضِ مقدسہ (فلسطین) میں انبیاء کرام علیہم السلام کے مدفن

میں مدفون ہوں گے۔

فصل

ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو تکلیف (شرعی) کو اٹھا لیا جائے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کا اس زمانہ کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر اور نہی کرنے والے رسول ہونا لازم نہ آئے۔ مگر یہ قول مردود ہے اور اس مذہب کی تردید ایک تو ان اخبار سے ہوتی ہے جو ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ذکر کی ہیں اور اس کے علاوہ یہ مذہب اس لیے بھی مردود ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وخاتم النبیین" "حضور ﷺ آخری نبی ہیں"۔

اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا نبی بعدی" "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے" اور آپ نے فرمایا: "وانا العاقب"۔ (مسند احمد ج ۱ص ۱۸۲، ج ۳ص ۳۲، ج ۴ص ۲۷۸)

اس سے مراد ہے کہ آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور آپ سب کے آخر میں مبعوث ہو کر سلسلہ نبوت کو ختم فرما دینے والے ہیں اور جب معاملہ یہ ہے تو پھر یہ تو ہم خیال کرنا جائز ہی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی مکرم ﷺ کی شریعت مطہرہ کے مغائر ایک نئی شریعت کے ساتھ بحیثیت نبی نازل ہوں گے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب آپ آسمان سے نزول فرمائیں گے تو اس زمانہ میں آپ حضرت محمد ﷺ کے ایک متبع اور امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی خبر دی ہے کیونکہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا:

اگر (میرے زمانہ مبارک میں) حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ کار نہ ہوتا۔ (مسند احمد ج ۳ص ۳۳۸۔ ۳۸۷، العقیلی الضعفاء الکبیر ج ۴ص ۲۳۲)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ برابر قیامت تک حق پر لڑتا رہے گا، فرمایا: عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا: آیئے! ہم کو نماز پڑھایئے تو وہ فرمائیں گے: نہیں، تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہیں، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے اس امت کے احترام کی وجہ سے ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ص ۱۹۳-۱۹۴، مسند احمد ج ۳ص ۳۸۴، ابوعوانہ ج ۱ص ۱۰۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کو برقرار رکھیں گے اور اسی شریعت کی تجدید و احیاء کے لیے مجدد کی حیثیت سے نازل ہوں گے کیونکہ یہ شریعت تمام شرائع سے آخری شریعت ہے، اس کے بعد کوئی شریعت نہیں آئے گی اور حضرت محمد ﷺ آخری رسول ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انصاف کرنے والے حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور جب آپ حکم اور فیصلہ کرنے والے ہوئے تو پھر اس وقت مسلمانوں کے سلطان آپ ہی ہوں گے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اس وقت زمین پر مسلمانوں کا کوئی امام ٗ قاضی اور مفتی نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نے علم کو قبض فرمالیا ہوگا اور لوگ علم سے خالی ہو چکے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر اترنے سے پہلے ان تمام باتوں کا علم حاصل کرلیں گے جن کی شریعت محمدیہ کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے حاجت ہوگی اور خود ان کو بھی اپنی ذات کے لیے عمل کرنے میں اس شریعت میں جن امور کے علم کی ضرورت ہے اس کا علم وہ نزول سے قبل اللہ تعالیٰ کے امر سے حاصل کرلیں گے چنانچہ جب آپ آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے تو اہل ایمان جو اس زمانہ میں موجود ہوں گے آپ کے پاس مجتمع ہو جائیں گے اور سب مل کر ان کو اپنا حاکم اور فیصلہ کرنے والا مقرر کرلیں گے کیونکہ اس وقت اور کوئی بھی اس کی صلاحیت رکھنے والا موجود نہیں ہوگا اور اس لیے بھی کہ احکامِ شرع کو معطل کرنا جائز نہیں ہے اور نیز اس لیے کہ دنیا کی بقاء کا راز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تکالیف شرعیہ اور احکام دین کے منشاء اور مقتضیٰ پر عمل کرنے میں مضمر ہے تا آنکہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کرنے والا باقی نہیں رہے گا تو پھر ---- کیا ہوگا آگے آرہا ہے۔ ویسے یہ کوئی اتنی ڈھکی چھپی چیز بھی نہیں واضح ہے۔

فصل

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لیے اسی وقت (قرب قیامت) کو کیوں خاص کیا گیا کسی اور وقت نزول کی بجائے اس وقت میں آپ کے نازل ہونے میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اس سوال کا جواب تین طریقوں سے دیا جاتا ہے:

پہلی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ یہود نے آپ کو قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا ارادہ کیا تھا اور آپ کے ساتھ انہوں نے وہ معاملہ کیا جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن عظیم میں فرمایا ہے اور ان یہود کا ہمیشہ یہ دعویٰ رہا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا اور وہ آپ کی سحر وغیرہ کی طرف بھی نسبت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں ان کو دکھایا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کی پاکی بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان یہود پر ذلت کو مسلط کر دیا اور جب سے اسلام کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا عزت دی ہے اور اس کا بول بالا فرمایا ہے' اس وقت سے آج تک یہودیت کا علَم اونچا نہیں ہوسکا اور ان کی تنہا اپنے بل بوتے پر کہیں حکومت قائم نہیں ہو سکی ہے اور روئے زمین کے کسی خطہ پر ان کی سلطنت قائم ہوسکی ہے اور نہ ہی ان کو اکیلے کہیں قوت اور شوکت حاصل ہوسکی ہے اور وہ برابر اسی طرح رہیں گے حتیٰ کہ قیامت نزدیک ہوگی اور دجّال کا ظہور ہوگا اور وہ سب جادو گروں میں بڑا جادوگر ہوگا' یہود اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور وہ ان دنوں طاقتور لشکر ہوں گے اور یہود دجال کے سہارے مسلمانوں سے انتقام لیں گے' جب ان کا معاملہ یہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس (شخصیت) کو کہ جن کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ انہوں نے اسے قتل کر دیا تھا ان کے لیے اور ان کے علاوہ دیگر مخالفین اور منافقین کے لیے جو اس وقت زندہ ہوں گے ظاہر فرمادے گا اور اس کو ان کے رئیس اور ان کے بڑے پر جو ربوبیّت کا دعویٰ کرے گا غلبہ اور نصرت عطا فرمائے گا چنانچہ وہ (عیسیٰ علیہ السلام) دجّال کو اور اس کے لشکر کو جو یہودی ہوں گے اپنے مسلمان

ساتھیوں کے ساتھ مل کر شکست دیں گے' یہود اس دن بھاگنے کی کوئی راہ نہیں پائیں گے اور اگر ان میں سے کوئی شخص کسی درخت یا پتھر یا دیوار وغیرہ کے پیچھے چھپا ہوگا تو وہ درخت' پتھر اور دیوار آواز دے کر عیسیٰ علیہ السلام کو خبر کر دے گی کہ اے روح اللہ! میرے پیچھے ایک یہودی چھپا بیٹھا ہے اسے آ کر قتل کر دو۔ سو یا تو وہ مسلمان ہو جائے گا یا پھر اسے قتل کر دیا جائے گا' اسی طرح یہود کے علاوہ دوسرے کفار کا معاملہ ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی اس دھرتی پر کوئی کافر باقی نہ رہے گا۔

وجہ دوم: دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وقت مخصوص میں آسمان سے زمین پر اتارا جانا اس وجہ سے ہو کہ ان کی موت کا وقت قریب ہو جائے گا' ان کے نزول کی وجہ دجال سے قتال کرنا نہ ہو کیونکہ کسی خاکی مخلوق پر آسمان میں اس پر موت طاری کرنا مناسب اور لائق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا امر اسی طرح جاری ہے کہ مٹی سے پیدا ہونے والی مخلوق پر اللہ عزوجل زمین میں ہی اس پر موت کو وارد کرتا ہے' قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ○ (طٰہٰ:۵۵)

ہم نے ہی زمین سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اس سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین پر نازل فرمائے گا تا کہ وہ زمین میں دفن ہوں اور آپ کا زمین پر اترنا اتنی مدت کے لیے ہوگا جس میں قریب والے تو آپ کو دیکھ پائیں گے اور جو دور ہوں گے وہ آپ کے بارے میں صرف سنیں گے کہ آپ زمین پر اترے ہیں' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی روح کو قبض فرمالے گا' مؤمنین آپ کی موت کے مابعد معاملہ کے متولی ہوں گے' وہ آپ پر جنازہ کی نماز پڑھیں گے اور آپ کے کفن دفن کا انتظام کریں گے' آپ کو ان انبیاء کرام علیہم السلام کے مدفن میں دفنایا جائے گا جو آپ کی ماں حضرت مریم کی نسل سے ہوئے ہیں' وہ جگہ ارض مقدسہ (فلسطین میں) ہے' قیامت کے دن آپ انبیاء کرام کے ساتھ وہاں سے اٹھیں گے' یہ تھا آپ کے نزول کا سبب' مگر اس کے ساتھ ہی اتفاق سے ان ہی ایام میں دجال ''باب لد'' پر پہنچے گا' اس کے بارے میں احادیث و آثار وارد ہیں' یہ اتفاقیہ طور پر ہوگا اور دجال کے فتنہ کی چونکہ خبر پھیل چکی ہوگی اور اس کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ رب ہونے کا دعویٰ کرے گا اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی اس کے ساتھ قتال کے لیے نہیں اٹھے گا کیونکہ وہ قلت میں ہوں گے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے سب سے زیادہ حق دار ہوں گے کہ متوجہ ہوں اور آپ کے ہاتھ سے اس کی ہلاکت واقع ہوگی کیونکہ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور پیغمبری کے لیے چن لیا ہے اور ان پر اپنی کتاب اتاری اور ان کی والدہ مکرمہ کو اپنی نشانی بنایا ہے' اس توجیہ کے مطابق آپ کے نزول کی حکمت یہ امر ہوا جو اوپر مذکور ہوا نہ یہ کہ آپ دجال سے قتال کے لیے قصداً نازل ہوں گے۔

وجہ سوم: تیسری وجہ آپ کے اس وقت نزول کی یہ ہو سکتی ہے کہ انجیل مقدس میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا بیان موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور آپ کا قول برحق قرآن مجید میں یوں ہے:

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ. (الفتح:۲۹) یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اللہ عزوجل ان کو امّت محمد ﷺ میں سے بنا دیں، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا یہاں تک کہ آخر زمانہ میں آپ مجدّد کی حیثیت سے زمین پر اتریں گے اور دین اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین جو مٹ چکا ہوگا اس کی تجدید و احیاء فرمائیں گے اور اتفاقاً اسی زمانہ میں دجال کا خروج ہوگا اور آپ اسے قتل کر دیں گے، اس صورت پر ضروری ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ کا دجّال سے قتال کرنا جائز ہے کہ اس حیثیت سے ہو کہ جس وقت وہ لوگوں کے درمیان ظاہر ہوگا اور لوگ اس کے خروج کے بعد اس کے پیدا کردہ فتنوں میں پھنسے ہوئے ہوں گے سب پر جہاد فرض عین ہو جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان ہی میں سے ایک فرد ہوں گے تو یہ فرض جس طرح دوسروں پر عائد ہوگا آپ پر بھی لازم ہوگا، اس لیے آپ اس کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہوں گے اور وہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کے پیروکاروں میں شامل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے سب کچھ ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں دفن ہوں گے؟

اس بارے میں اختلاف ہے، امام حلیمی نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ آپ ارض مقدسہ مین دفن ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے جیسا کہ ہم نے اس کے متعلق اوپر متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔

فصل

لفظ ''مسیح'' کے کیا معنیٰ ہیں؟ حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''مجمع البحرین'' میں لفظ ''مسیح'' کے بارے میں تیئس (۲۳) مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔

ابن دحیہ نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ مجھ سے قبل کسی شخص نے جو دنیا بھر میں گھوما ہوا ہے، اس نے سفر کیے اور اس کی مختلف اصحاب علم افراد سے ملاقات رہی، ان اقوال کو اکٹھا یکجا کہیں بیان کیا ہے (یعنی یہ توفیق صرف اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک)۔

۱۳۰-لفظ ''مسیح'' کی تحقیق میں تیئس اقوال کا بیان

پہلا قول:

اس کی اصل کے بارے میں ہے کہ ''مسیح'' اصل میں مسیح بروزن مفعل سین کے سکون اور یاء کے کسرہ کے ساتھ تھا پھر یاء کی حرکت نقل کر کے سین کو دے دی اور یاء کو ساکن کر دیا کیونکہ یاء پر اہل عرب کے نزدیک کسرہ ثقیل اور گراں ہوتا ہے۔

دوسرا قول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس بھی مریض کے بدن پر ہاتھ پھیر دیتے اس کا مرض دور ہو جاتا اور وہ تندرست ہو جاتا تھا اور اگر کسی مردے کو چھو لیتے تو وہ زندہ ہو جاتا تھا اور یہ لفظ اس جگہ اسم فاعل کے اوزان میں سے ہے یعنی مسیح (بروزن فعیل) بمعنی ماسح (بروزن فاعل) ہے۔

تیسرا قول:

ابراہیم نخعی، امام اصمعی اور ابن الاعرابی تینوں کا قول ہے کہ ''المسیح'' کا معنیٰ الصدیق'' یعنی دوست ہے۔

چوتھا قول:

ابوعبید نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ لفظ اصل میں ''ھا ما شیحا'' تھا' پھر اس کو عربیالیا گیا ہے تو ''مسیا'' بن گیا' یہود اسی طرح بولتے ہیں۔

پانچواں قول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول یہ بھی ہے اور یہ قول حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے روایت کیا ہے کہ مسیح کا نام مسیح اس لیے رکھا گیا ہے کہ ان کے پاؤں ہموار ہیں اور ان کے پاؤں کا وہ حصہ نہیں ہے جو زمین سے نہ لگتا ہو ''کان امسح الرجل لیس لرجله أخمص'' اور اخمص پاؤں کے اس نچلے حصہ کو کہتے ہیں جو زمین کو نہ لگے اور جب کسی کے پاؤں ہموار ہوں اور اس کے تلوؤں میں وہ حصہ نہ ہو جو زمین کو نہ چھوتا ہو تو ایسے شخص کو ''امسح الرجل'' اور ''اخمص الرجل'' کہتے ہیں اور ایسے پاؤں کو ''قدم رحاء'' اور ''رجل رحاء'' اور آدمی کو ''رجل ارح'' کہتے ہیں اور ''امراۃ رحاء'' ہموار پاؤں والی عورت۔

چھٹا قول:

ایک قول یہ ہے کہ مسیح کا معنیٰ ''تیل لگایا ہوا'' ہے' روایت ہے کہ آپ ماں کے شکم سے پیدا ہوئے تو اس طرح تھے جیسے آپ کے بدن پر تیل لگایا ہوا ہو تو مسیح کا معنیٰ ہوا: ''ممسوح بالدھن'' تیل ملا ہوا' ملائم جسم والا۔

ساتواں قول:

بعض نے کہا کہ آپ کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے بدن پر تیل لگا کر مالش کی گئی تھی۔

آٹھواں قول:

امام ابواسحاق الجوانی اپنی کتاب ''غریب الکبیر'' میں لکھتے ہیں: ''ھو اسم خصه اللہ تعالیٰ به او لمسح زکریا'' اس نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاص کیا ہے یا اس وجہ سے ان کو مسیح کہا جاتا ہے کہ حضرت زکریا نے آپ کے بدن پر دست مبارک پھیر کر ان کو بابرکت فرمایا تھا۔

نواں قول:

لغت میں مسیح کے معنیٰ خوبرو کے بھی آتے ہیں' عربی محاورہ میں حسین وجمیل چہرے والے کے لیے بولا جاتا ہے: ''علی وجهه مسحة من جمال و حسن''.

اسی معنیٰ میں ایک غریب اور ضعیف حدیث میں مروی ہے:

یطلع علیکم من هذا الفج خیر ذی یمن کان علی وجهه مسحة ملک.

اس وادی سے تم پر ایک برکت والا' بزرگی والا شخص طلوع اور نمودار ہوگا گویا کہ اس کے چہرہ پر فرشتے کا نور اور حسن و جمال ہے۔

اس بناء پر آپ کو مسیح کہنے کی وجہ آپ کا حسین وجمیل ہونا ہے۔

دسواں قول:

المسیح اور اسی طرح المسیحة کا معنیٰ لغت میں چاندی کا ٹکڑا ہے اور حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام بھی سیمیں تن' سفید سرخ رنگ لیے ہوئے آدمی تھے' کشادہ سینہ والے' سمارٹ اور خوب گٹھے بدن کے مالک تھے۔ گویا آپ مصداق تھے اس شعر کے ؎

بہ زیور ہا بیآرایند وقتے خوب رویاں را تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیور ہا بیآرائی

گیارہواں قول:

المسیح لغت میں عرق الخیل یعنی گھوڑے کے پسینے کو کہتے ہیں' اہل لغت استشہاد کے طور پر یہ مصرعہ پیش کرتے ہیں: ؎

''اذا الجیاد فضن بالمسیح'' یعنی العرق

''جب گھوڑے پسینہ سے شرابور ہو گئے اور ٹپ ٹپ ان کا پسینہ بہنے لگا'' یا اس وقت گھوڑوں تک کے پسینے چھوٹ گئے''۔

صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں ثابت ہے کہ: '' فلما رای رسول اللہ ﷺ ما قد غشینی ضرب فی صدری ففصدت عرقا و کانی انظر الی اللہ عزوجل فرقا''.

خطابی نے اس روایت کو اپنی شرح میں صاد اور ضاد دونوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور عجاج کا شعر ہے:

؎ إذا الجیاد فضن بالمسیح یعنی العرق

''جب عمدہ گھوڑوں کے پسینے بہہ رہے تھے''

بارہواں قول:

یہ ہے کہ المسیح کا معنیٰ الجماع بھی آتا ہے' ابن فارس نے اپنی کتاب ''المجمل'' میں کہا کہ ''مسحها إذا جامعها'' مسح کا معنیٰ مرد کا اپنی بیوی سے جماع کرنا ہے۔

تیرہواں قول:

یہ ہے کہ المسیح کا معنیٰ السیف (تلوار) ہے' یہ قول ابوعمرو مطرز کا ہے۔

چودہواں قول:

یہ ہے کہ المسیح بمعنیٰ المکاری (بازوؤں کا ضخیم ہونا' قدم کے پنجوں کا قریب ہونا اور ایڑیوں کا دور ہونا' پنڈلیوں کا باریک ہونا)۔

پندرھواں قول:

المسیح: زمین میں سیاحت کرنے والا' یہ قول لغت کے ایک معتبر عالم ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن ثعلب کا ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام المسیح اسی وجہ سے ہے کہ وہ کبھی شام میں ہوں گے تو کبھی مصر میں' کبھی ساحل سمندر پر تو کبھی صحرا اور بیابان میں موجود ہوں گے یعنی ان کی زندگی مسلسل سفر و سیاحت سے عبارت ہو گی' بہت زیادہ سیر و سیاحت کرنے والے اور جہان گشت و جہاں گرد ہوں گے' اسی طرح المسیح الدجال بھی زمین میں بہت گھومنے پھرنے والا ہو گا۔

سولہواں قول:

شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پوری سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ امام ابوالحسن القابسی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حافظ قاری ابوعمرو الدانی نے سوال کیا: کیف یقرأ المسیح الدجال؟ "المسیح الدجال" کا تلفظ کیسے کیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: میم کے فتحہ اور سین کی تخفیف کے ساتھ جیسے المسیح بن مریم کا تلفظ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو تو اس لیے مسیح کہتے ہیں ان کا چھونا بابرکت ہوتا ہے اور دجال کو مسیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ممسوح العین یعنی کانا ہے۔

ابوالحسن نے کہا: بعض حضرات نے اس کو میم کے کسرہ اور سین مشدد کے ساتھ پڑھنا بتایا ہے اور لیکن میں تو اس کو اسی طرح پڑھوں گا جس طرح میں نے بتلایا ہے۔ ابن دحیہ نے کہا: الازہری نے نقل کیا ہے کہ مسیح بروزن فعیل مشدد بیان کیا ہے' انہوں نے کہا کہ یہ مسیح دجال اور مسیح ابن مریم کے درمیان فرق کرنے کے لیے ہے' پھر انہوں نے اپنے شیخ ابوالقاسم ابن بشکوال سے اپنی سند کے ساتھ ابوعمران بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ابن عبدالبر سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ بعض نے "مسیخ" خاء معجمہ کے ساتھ بھی روایت کی ہے لیکن یہ اہل علم کے نزدیک غلط ہے' مسیح دجال اور مسیح ابن مریم دونوں حاء مہملہ ہی کے ساتھ ہیں' ان دونوں کے اسموں میں کوئی فرق نہیں ہے (معنیٰ کا فرق ہے) اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے' آپ نے اسی طرح اس کا نطق فرمایا ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جو آپ کی احادیث کے مبلغ ہیں انہوں نے اسی طرح نقل فرمایا ہے' اہل لغت نے اس سلسلہ میں عبداللہ بن قیس کا قول الرقیات پڑھا۔

و قالوا: دع رقیة واجتنبها فقلت لهم: إذا خرج المسیح یرید إذا خرج

اور انہوں نے کہا: دم اور جھاڑ پھونک کو چھوڑ اور اس سے پرہیز کرنے میں انہیں جواب دیا کہ: ہاں! (چھوڑ

الدّجال ھکذا فسروہ و لذلک ذکرناہ. دوں گا) جب مسیح کا خروج ہوگا۔ مراد یہ تھا کہ جب دجّال نکلے گا' علماء نے یہی تفسیر کی ہے اس لیے ہم نے ذکر کر دیا (ورنہ ذہن تو مسیح ابن مریم کی طرف جاتا ہے)۔

اور راجز نے کہا:"إذا المسیح قتل المسیحا" ''جب ایک مسیح دوسرے مسیح کو قتل کرے گا''۔ یعنی مسیح ابن مریم مسیح دجّال کو ہلاک کریں گے۔ میں نے یہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''صحیح بخاری'' کے الفاظ الغریب کی شرح جو تالیف ہے امام مفتی قاضی ابوالاصبع ابن سہل رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس کی جلد اول میں خود پڑھا ہے۔

سترہواں قول:

یہ ہے کہ دجّال کا نام مسیح اس وجہ سے رکھا ہے کہ اس کی ایک آنکھ ہوگی اور نہ ابرو۔ ابن فارس نے کہا: مسیح کے چہرہ کی ایک شق ممسوح ہوگی جیسے پونچھ کر صاف اور سپاٹ کر دی گئی ہو یعنی ایک طرف کی اس کی آنکھ اور ابرو نہیں ہوں گے اسی لیے دجّال کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

وان الدجّال ممسوح العین علیھا ظفرۃ غلیظۃ. بے شک دجّال کی آنکھ کانی ہوگی اور اس کے اوپر ایک موٹی پھلی ہوگی۔ (خرجہ مسلم)

اٹھارہواں قول:

مسیح دجّال کا خاص طور پر یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ جھوٹ بہت بکے گا اور اس لحاظ سے مسیح کا معنیٰ ہے کذّاب یعنی بہت جھوٹ بولنے والا' اس کا جھوٹ یہ ہوگا کہ وہ لوگوں سے کہے گا: میں خدا ہوں اور یہ بشر کا جھوٹ ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو بدشکلی اور عار کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

انیسواں قول:

المسیح کا معنیٰ سرکش اور خبیث ہے۔ اس میں ایک قول التمسیح بھی ہے' ابن فارس نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: بہت جھوٹ بولنے والا' اسی طرح التمساح الف کے ساتھ بھی ہے۔

بیسواں قول:

یہ ہے کہ دجّال کو مسیح اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس جگہ مسیح بروزن فعیل بمعنی ماسح یعنی فاعل کے معنیٰ میں ہے' سیاحت کرنے والا' اس میں اور پندرھویں قول میں فرق یہ ہے کہ وہ خاص زمین قطع کرنے کے معنیٰ میں تھا اور یہاں مراد ہے کہ وہ چالیس راتوں میں مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر تمام شہروں کو قطع کر لے گا اور تمام بلاد دنیا میں گھوم نکلے گا۔

اکیسواں قول:

المسیح کا معنیٰ ہے نقش مٹا درہم' ابن فارس نے کہا: یہ معنیٰ ''دجّال کانا'' کے بالکل مطابق ہے کیونکہ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور یہ نہایت بدصورتی اور قباحت ہے۔

بائیسواں قول:

حافظ ابو نعیم نے اپنی تالیف "کتاب دلائل النبوۃ" میں لکھا ہے کہ ابن مریم کا نام مسیح اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں سے پاک بنایا ہے۔

تیئسواں قول:

حافظ ابو نعیم نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کا نام مسیح اس وجہ سے ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے جسم پر برکت کے لیے ہاتھ پھیرا تھا اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۠ اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں۔

(مریم:۳۱)

فصل

اس باب کی حدیث میں واقع الفاظ غریبہ کی تحقیق اور تشریح

"فیشج" اور "میشار" اور "منشار" کی تشریح

حدیث الباب میں ایک لفظ آیا: "فیامر الدجال به فیشج فیقول خذوه و شجوه" الحدیث۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص دجال کو دیکھ کر کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تو دجال اپنے حواریوں کو کہے گا: اس شخص کو پکڑ لو اور اس کا سر پھاڑ دو لوگ اس کو پکڑ کر اس کا سر پھاڑ دیں گے۔ پھر وہ کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ شخص کہے گا: تو مسیح کذاب ہے "قال فیومر به فیوشر بالمنشار" پھر اس شخص کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لے کر قدموں تک اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے۔ (الحدیث)

قوله: فیشبح ای یمدیعنی

"شبح" کا معنیٰ کھینچنا ہے اور "المیشار" مفعال کے وزن پر "ایشرت" اور "وشرت اشرا ووشرا" سے ماخوذ ہے اور "منشار" (نون) کے ساتھ بھی کہا گیا ہے دونوں طریقوں پر حدیث میں وہ مفعال بھی "نشرت" سے ہے: چیرنا۔

قوله: فخفض و رفع

حدیث پاک میں ہے کہ آپ نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا اور آگے یہ الفاظ ہیں: "فخفض فیه و رفع" ان دونوں لفظوں کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

رفع بتخفیف الفاء ہے ای "اکثر من الکلام فیه" یعنی دجال کے بارے میں تفصیل کے ساتھ طویل اور کثیر کلام ارشاد فرمایا اور کبھی آواز کو بلند کرتے تا کہ دور والے لوگ بھی سن لیں اور کبھی آواز مبارک اونچی نہ ہوتی اور ایسا

اعلان سے تھکاوٹ ہو جانے پر آرام اور استراحت کے لیے اختیار فرماتے تھے۔ جیسا کہ طویل اور کثیر کلام اور گفتگو کرنے والے شخص کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ کبھی اونچی آواز بولتا ہے اور کبھی آہستہ اور دھیمے لہجے میں اور ایک روایت کے مطابق ''رفع'' اور ''خفض'' دونوں لفظوں میں فاء پر شد ہے' اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ نے بعض اوقات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے دجّال کے بارے میں مختصر گفتگو فرمائی اور کبھی تفصیل سے بتایا یعنی ''رفع'' کا معنیٰ تکثیر اور ''خـفـض'' کا معنیٰ تضعیف ہوگا یعنی آپ نے کبھی اس کے فتنہ کو کم اور کبھی اس کے فتنہ کو زیادہ بیان فرمایا۔

قوله: انه خارج محلة

دجّال کے خروج کے متعلق حدیث پاک میں آیا کہ ''انـه خـارج خلة بين الشام والعراق'' اس لفظ میں حا اور خاء دونوں طرح روایت آتی ہے' امام ہروی نے کہا: ''الخلہ'' کا معنیٰ پتھریلا اور سنگلاخ مقام ہے اور ''الحلة'' دو شہروں کے درمیان کو (یعنی سنگھم) کو کہا جاتا ہے صحیح مسلم کے الفاظ ہیں: ''انـه خـارج خـلـة بيـن الشام والعراق'' ''بلاشبہ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا''۔

حافظ ابن دحیہ نے کہا: ابن ہامان اور حمیدی دونوں نے ''حلۃ' حاء کے فتحہ اور لام کے ضمہ کے ساتھ روایت کیا ہے گویا اس سے دجّال کا وہاں حلول اور اترنا مراد لیا گیا ہے اور فرمایا: میں نے مسند احمد میں پڑھا ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: ''وانه يخرج حيله'' اور وہ (دجّال) اپنے حیلے ظاہر کرے گا اور میں نہیں جانتا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے اس کو روایت کیا ہو اور صحیح مسلم کے اکثر رواۃ کے ہاں یہ کلمہ (حلۃ) ساقط ہو گیا ہے اور ''انه خارج بين الشام والعراق'' باقی رہ گیا۔

ایک تعارض اور اس کا جواب

مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

ترمذی کی حدیث میں آیا کہ دجّال خراسان میں ظاہر ہوگا اور دوسری روایت میں ہے اصبہان کی طرف ایک گاؤں سے جس کا نام ''الیہودیہ'' ہے وہاں سے اس کا خروج ہوگا اور ابن ماجہ اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا' اب ان تینوں روایتوں میں تعارض کا جواب کیا ہوگا؟

جواب: ان روایتوں میں تطبیق اس طرح ہوگی: شروع میں اس کا خروج اصبہان کے شہر خراسان (کے گاؤں الیہودیہ) سے ہوگا اور اس کے بعد وہ عراق اور شام کے درمیان حجاز میں ظاہر ہوگا۔

عاث

عین مہملہ ثا مثلثہ اور تنوین کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور ثا مثلثہ کے فتحہ کے ساتھ بھی روایت ہے' اس صورت میں یہ ماضی کا صیغہ ہوگا اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں فعل مضارع کے صیغہ کے ساتھ آیا' تمام صورتوں میں اس لفظ کا معنیٰ ہے: ''فساد پھیلانا'' عـاث يـعيث عيثاً فهو عاث' اور نیز اس میں ''عثى يعثى'' اور ''عثا يـعثو'' بھی دو لغات آئی ہیں۔ قرآن مجید میں بھی یہ مادۂ فعل فساد پھیلانے کے معنیٰ میں آیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ

ہے: "ولا تعثوا في الأرض فسادا" تذکرہ کے نسخہ میں "فساداً" ہے لیکن اس میں فساد ہے صحیح آیت "وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○" (اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو) ہے۔ (البقرۃ: ۶۰)

"قوله يا عباد الله فاثبتوا يعني على الإسلام" حدیث الباب میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا یعنی اسلام پر قائم رہنا" آپ مسلمانوں کو دجال کے فتنہ سے خبردار فرما رہے ہیں کیونکہ دجال بادل کو امر کرے گا تو مینہ برسے گا اور زمین کو امر کرے گا تو وہ پیداوار دے گی (اس سے لوگوں کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے اس لیے آپ نے ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے)۔

قوله: فاقدروا له قدره

حدیث دجال میں آیا کہ دجال زمین میں چالیس دن ٹھہرے گا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن ایک سال جتنا ہوگا اور ایک دن ایک ماہ جتنا اور ایک دن ایک ہفتہ جتنا' باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس دن "ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟" آپ نے فرمایا: نہیں تم ایک سال (کی نمازوں) کا اندازہ کر کے (ایک دن میں) نماز پڑھنا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضور ﷺ کا یہ حکم مبارک کہ "فاقدروا له قدره" "تم ایک سال کا اندازہ کر کے نماز پڑھنا" اس دن کے ساتھ مخصوص ہے جو صاحب شرع نے ہمارے لیے مشروع اور مقرر فرمایا ہے اور اگر اس مسئلہ میں ہمیں اپنے اجتہاد سے عمل کرنے کی رخصت دے دی جاتی اور معاملہ ہمارے اجتہاد اور قیاس پر چھوڑ دیا جاتا تو ہمارا قیاس تو یہ کہتا کہ اس دن کے اندر اوقات معروفہ میں نماز پڑھتے (اور پانچ نمازوں پر اکتفا کرتے) جیسے دوسرے ایام میں ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جس طرح طویل ایام کا شارع علیہ السلام نے حکم بیان فرمایا ہے مختصر ایام کا حکم بھی اسی طرح ہوگا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ان ایام کی یہ طوالت اور درازی اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں ہے بلکہ یہ محمول علی المعنیٰ ہے یعنی اس وقت لوگوں کو سخت مصیبت کی وجہ سے عظیم غم اور پریشانی لاحق ہوگی اور مصیبت کے دن لمبے ہوتے ہیں' پھر دن بدن روز بروز آہستہ آہستہ غم اور پریشانی کم ہوتی چلی جائے گی یہاں تک کہ حالات معمول پر آ جائیں گے جیسا کہ ایک شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو کہتا ہے: "اليوم عندي سنة" "آج کا دن تو ایسے گزرا جیسے سال ہو" اسی مفہوم میں کسی کا مقولہ ہے:

"وليل المحب بلا آخر" "عاشق کی رات تو ختم ہونے کو نہیں آتی"۔

اور کوئی کہتا ہے: تیرے بنایوں گھڑیاں بیتیں جیسے صدیاں بیت گئیں

اور حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ مجدد گولڑوی فرماتے ہیں:

"بن تساڈے اک گھڑی سو سال دی"

ایک شاعر کہتا ہے:

و أيـــام لـــنـــا غـــر طـــوال عـصـيـنـا الـمـلـك فـيـهـا أن نـديـنـا

''ہم اپنی زندگی کے زمانہ کو دراز سمجھ کر دھوکا میں مبتلا ہیں اور ہم ان ایام میں اپنے مالک کی اطاعت کرنے کی بجائے نافرمانی میں مبتلا ہیں''۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کے اس قول کی تردید' حضرات صحابہ کرام کے اس قول ''اتـكـفـيـنـا فيه صلاة يوم و ليلة''؟ ''کیا ہمارے لیے اس دن میں ایک دن اور رات کی نمازیں پڑھ لینا کافی ہو گا؟'' سے ہو جاتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: نہیں' تمہیں اس دن کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھنی ہوں گی' مطلب یہ ہے کہ اس طویل دن میں نمازوں کے لیے اوقات اندازے سے مقرر کرنا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

اسی طرح محولہ بالا حدیث ''اتـكـفـيـنـا فيه صلاة يوم؟ قال: لا' اقدروا له قدره'' کے الفاظ کی صحت میں طعن کرنے والوں کا قول بھی بالکل لائق التفات نہیں ہے' معترض کہتا ہے کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے' مخالفوں نے اپنے پاس سے سازش کر کے حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ میں اضافہ کر دیا ہے' معترض اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ بات پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو راویان حدیث کی زبانوں پر اسی طرح مشہور و معروف ہوتی جس طرح خود حدیث دجّال مشہور ہے اور اگر اس حدیث کے ان الفاظ میں کوئی صحت اور قوت کی صفت ہوتی تو یہ مغرب سے سورج کے طلوع ہونے سے بڑھ کر بڑی بات تھی اس لیے یہ اس سے زیادہ مشہور ہوتی۔

جواب: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

بلاشبہ حدیث پاک کے یہ الفاظ صحیح ہیں کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کو روایت کیا ہے اور تمہارے لیے امام المحدثین کا ان الفاظ کو روایت کرنا ہی ان کی صحت کے لیے کافی ہے اور امام ترمذی نے بھی ترمذی میں حضرت النواس سے اسے روایت کیا اور فرمایا: ''یہ حدیث حسن صحیح ہے'' اور امام ابوداؤد نے ابوداؤد میں اور امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ میں اسے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور قاسم ابن اصبغ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور یہ سب کے سب فن حدیث کے بڑے جلیل القدر اور عظیم المرتبت امام ہیں' ایسے بلند مرتبہ اہل علم اصحابِ تقویٰ اور ثقہ محدّثین پر مخالفین کا اپنے دسائس اور جھوٹے اقوال کو احادیث صحیحہ میں خلط ملط کرنے کا راستہ پا لینا اور ایسے ایسے ہوشیار خبردار علماءِ حدیث کا اس سے بے خبر رہ جانا سمجھ سے دور ہے۔ اس لیے معترض کا یہ طعن بر صحت حدیث لائقِ التفات نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو درست مان لیا جائے تو پھر تمام اخبار آحاد مشکوک ٹھہرتی ہیں۔ پھر یہ بات بھی مدِ نظر رہنی ضروری ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جس وقت خرق عادات امور کا ظہور ہو گا لہٰذا یہ امر بھی انہی خرق عادت امور میں سے ایک ہو گا' اس میں اچنبھے کی کیا بات ہے۔

نوٹ: حدیث دجّال کی تحقیق اور ایک اہم مسئلہ کا حل

بلغاریہ اور قطبین میں اوقات نماز

ہمارے استاذ محتشم محدّث عظیم مفسر کبیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم العامہ فرماتے ہیں:

''بلغاریہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں بعض ایّام میں عشاء کا وقت متحقق نہیں ہوتا اور غروب شمس کے بعد شفق غائب ہونے سے پہلے فجر ہوتی ہے' آیا وہاں کے لوگ عشاء کی نماز قضاء کر کے پڑھیں یا صرف فرض پڑھیں۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے'' تحقیق یہ ہے کہ ان لوگوں پر عشاء کی نماز فرض نہیں ہے کیونکہ انہوں نے عشاء کا وقت نہیں پایا۔ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝ (النساء:۱۰۳) مسلمانوں پر مقرر وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۝

اور عشاء کا وقت غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ اٹھارہ (۱۸) منٹ بعد متحقق ہوتا ہے جب شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اہل بلغاریہ نے جب عشاء کا وقت پایا ہی نہیں تو ان پر عشاء کی نماز فرض ہے نہ اس کے قضاء کرنے کی حاجت ہے۔ اسی طرح قطبین کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے کہ وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے آیا وہاں کے لوگ ایک دن اور ایک رات میں کتنی نمازیں پڑھیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ شرعیہ کے مطابق ان پر ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی' طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز اور جب سورج نصف النہار سے ڈھل جائے تو ظہر کی نماز فرض ہو گی خواہ یہ وقت کئی ماہ بعد آئے اور دو مثل سایہ کے بعد عصر' غروب آفتاب کے بعد مغرب اور غروب شفق کے بعد عشاء فرض ہو گی خواہ ان اوقات کے درمیان کئی کئی ماہ کا وقفہ ہو۔

حدیث دجّال کی تحقیق

بعض علماء حدیث دجّال پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ ان پر ایک سال کی نماز فرض ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے' صحابہ کرام نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! دجّال کتنا عرصہ زمین میں ٹھہرے گا؟ آپ نے فرمایا: چالیس دن' ایک دن ایک سال جتنا ہو گا اور ایک دن ایک ماہ جتنا اور ایک دن ہفتہ جتنا' باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو دن ایک سال کے برابر ہو گا کیا اس دن ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں' تم ایک سال (کی نمازوں) کا اندازہ کر کے (ایک دن میں) نماز پڑھنا۔

اس حدیث کی رو سے بعض علماء کہتے ہیں: ''قطبین'' میں بھی اسی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات میں ایک سال کی نمازیں گھڑی کے حساب سے نمازوں کا وقفہ مقرر کر کے پڑھنی چاہئیں لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ زمانہ دجّال میں جو ایک دن سال بھر کے برابر ہو گا اس میں ایک سال کے دن اور راتیں پائی جائیں گی' اس دن میں ایک سال کے طلوع اور غروب' اندھیرے اور اجالے متحقق ہوں گے لیکن دجّال لوگوں پر سحر کر دے گا کہ انہیں سورج کے متعدد طلوع اور غروب اور سورج اور چاند کی ایک سالہ گردش نظر نہیں آئے گی نہ راتوں کے متعدد اندھیرے انہیں محسوس ہوں گے اور وہ ایک سال کے لیل و نہار کو ایک دن خیال کریں گے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ عبارت: ''رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دجّال کو ایسے شبہات دے کر بھیجا جائے گا اور اس کے ہاتھوں سے ایسی ملمع کاری بکثرت ظاہر ہوگی جس سے عقل والوں کی عقل سلب ہو جائے گی اور اربابِ بصیرت کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ ان احادیث میں سے بعض میں بیان ہے کہ شیاطین اس کے تابع ہو جائیں گے، وہ جنت اور نار کو لے کر آئے گا، اپنے دعویٰ کے مطابق لوگوں کو مارے گا اور زندہ کرے گا، کبھی بارش اور سبزہ کی فراوانی سے اور کبھی خشک سالی اور قحط سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت رکھے گا، بلاشبہ وہ سب سے بڑا جادوگر ہے لہٰذا اس حدیث کی یہی تاویل ہو سکتی ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو سلب کرے گا حتیٰ کہ ان کے دلوں میں یہ خیال ڈالے گا کہ زمانہ ایک حالت پر قائم ہے، بغیر اندھیرے کے روشنی ہے اور بغیر شام کے صبح ہے۔ لوگ گمان کریں گے کہ رات نے اپنا سائبان ان پر نہیں بچھایا اور سورج نے اپنی روشنی ان سے منقطع نہیں کی، وہ زمانہ کے طول سے حیران ہوں گے اور دن اور رات کے اختلاف کی نشانیاں ان سے مخفی رہیں گی، ان احوال کے پیش آنے پر آپ نے لوگوں کو اجتہاد کا حکم دیا اور فرمایا: ہر نماز کے بعد دوسری نماز کا وقفہ معیّن کر کے نمازیں پڑھو حتیٰ کہ دن اور رات کا اشتباہ تم سے دور ہو جائے۔ یہ وہ تاویل ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور وہی حق تک پہنچانے کی توفیق دینے والا ہے، وہی ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

(دیکھئے: مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ)

ملّا علی قاری رحمہ الباری کی اس طویل عبارت (کے ترجمہ) سے ظاہر ہو گیا کہ دجّال کے زمانہ میں ایک سال کے دن اور رات برابر آتے رہیں گے لیکن دجّال کی ملمّع کاری کی وجہ سے لوگوں کو دن اور رات کا آنا جانا معلوم نہیں ہو سکے گا۔ برخلاف قطبین کے، وہاں حقیقتاً ایک سال کا دن اور رات ہوتی ہے۔ قطبین کے ایام کو دجّال کے ایام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً اگر دجّال کے زمانہ میں بھی حقیقتاً ایک سال کا دن ہو تو یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں منحصر رہے گی اور قطبین کے ایام کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ترجمہ عبارت: حدیث دجّال پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسباب مقرر کرنے میں قیاس کا دخل نہیں ہے اور اگر مان لیا جائے تو اس صورت پر محمول ہوگا جو خلاف قیاس نہ ہو، اور حدیث خلاف قیاس ہے کیونکہ شیخ اکمل الدین نے ''شرح مشارق'' میں قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم دجّال کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے جس کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے اور اس معاملہ میں اگر ہم اجتہاد کرتے تو اوقات معروفہ میں نماز پڑھتے اور پانچ نمازوں پر اکتفا کرتے۔ (دیکھئے: ردالمحتار ج اوّل، ص ۲۴۳، مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت کی تفصیل یہ ہے کہ اوقات نماز کا شریعت میں قاعدہ یہ ہے کہ سورج کے طلوع سے پہلے فجر، نصف النہار سے زوال کے بعد ظہر، دو مثل سایہ ہونے کے بعد عصر، غروب آفتاب کے بعد مغرب اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی قاعدہ کی تعلیم دی ہے لہٰذا طلوع آفتاب کے بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنا غیر معقول اور خلاف قیاس

ہے۔ دجال کے زمانہ میں جب ایک دن ایک سال کا ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت بالخصوص اس دن میں ایک سال کی نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ اس دن کے لیے یہ حکم نہ دیتے تو ہم قاعدہ کے مطابق اس دن ایک دن کی نمازیں پڑھتے۔ چونکہ ایام دجال کے علاوہ آپ نے کسی اور دن کے لیے یہ ہدایت نہیں دی ہے۔ اس لیے باقی دنوں میں نماز اپنے قاعدہ کے مطابق پڑھی جائے گی' اس لیے قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض ہیں خواہ وہ دن اور رات ایک سال کا ہی کیوں نہ ہو۔

قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہونے کی دلیل یہ ہے کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت پر ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض کی ہیں لاغیر۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ (النساء: ۱۰۳)
مسلمانوں پر مقررہ وقت میں نماز فرض کی گئی ہے○

اور جب قطبین میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوگی تو یہ مقررہ اوقات وہاں صرف پانچ بار ہی آئیں گے ورنہ طلوع آفتاب کے بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر' ظہر' عصر' مغرب اور عشاء پڑھنا لازم آئے گا جو کہ نہ صرف خلاف قاعدہ شرعیہ ہے بلکہ قرآن کریم کی اس نص صریح' احادیث متواترہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور شریعت پر اپنی طرف سے زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

سوال: ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں

آج کل نئی نئی ایجادات کے سامنے آنے سے نئے نئے مسائل کھڑے ہو گئے ہیں بعض اوقات یہ صورت پیش آتی ہے کہ ایک شخص مثلاً عصر کی نماز پڑھ کر طیارہ میں سوار ہوتا ہے اور دوسرے شہر میں جب طیارہ اترتا ہے تو وہاں ابھی ظہر کا وقت ہوتا ہے اور اس کے جانے کے بعد عصر کا وقت آتا ہے' آیا وہ شخص عصر کی نماز وہاں دوبارہ پڑھے گا یا نہیں؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ اسے عصر دوبارہ پڑھنا ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ (النساء: ۱۰۳)
مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے○

وہ کہتے ہیں کہ نماز وقت آنے پر فرض ہو جاتی ہے لہٰذا جب اس نے دوسرے شہر میں وقت عصر پا لیا تو اسے دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ ایک دن میں وقت آنے کے بعد نماز صرف ایک بار فرض ہوتی ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص ظہر کی نماز وقت آنے پر پڑھ لیتا ہے تو نماز پڑھنے کے تین چار گھنٹے تک ظہر کا وقت ہوتا ہے اور نماز پڑھنے کا سبب قائم رہتا ہے لیکن چونکہ وہ اس دن کی ظہر پڑھ چکا ہے اس لیے اس پر ظہر دوبارہ فرض نہیں ہے' اسی طرح جو شخص عصر پڑھ کر بذریعہ طیارہ دوسرے شہر پہنچا اور وہاں وقت عصر دوبارہ پایا تو اس پر وہ عصر فرض

نہیں ہوگی کیونکہ اس دن کی عصر وہ ادا کر چکا ہے اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک دن اور رات میں صرف پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ اس شہر میں دوبارہ عصر پڑھے گا تو ایک دن میں چھ فرض ہو جائیں گی اور یہ حدیث متواتر اور اجماع امت دونوں کے خلاف ہے اور شریعت پر زیادتی کے مترادف ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ج۲' کتاب المساجد علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی)

قولہ ''ممحلين أمجدبين'' کی تشریح

المحل' الأزل' القحط' الجدب چاروں کا ایک ہی معنیٰ ہے اور وہ ہے خشک سالی اور قحط۔

يعاسيب النحل فحولها

''يعاسيب'' جمع کا صیغہ ہے' اس کا واحد ''يعسوب'' ہے۔ شہد کی نر مکھی کو کہا جاتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان امراء اور سردار' وجہ شبہ اور مشبہ بہ اور مشبہ کے درمیان مناسبت اور قدر مشترک یہ بیان کی گئی ہے کہ شہد کی مکھیوں کا دستور اور طریق کار یہ ہے کہ ان کی ایک پوری جماعت اپنے امیروں اور سرداروں کی اتباع اور پیروی کرتی ہے اور جدھر کو وہ عازم سفر ہوتا ہے ساری پارٹی اس کے پیچھے چلتی ہے (ان کے یہاں فلور کراسنگ یا پیٹریاٹ کا وائرس اپنی وباء پھیلانے میں کامیاب نہیں ہوتا) چنانچہ مختلف قسم کے خزانے اسی طرح دجال کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور وہ اپنی (موبائل مصنوعی) جنت و دوزخ کو لیے پھرتا ہوگا جس طرح شہد کی مکھیاں متفرق جماعتوں کی صورت میں اپنے سردار یعسوب کے پیچھے چلا کرتی ہیں۔

قولہ: مهرو دتيں

دو کپڑوں کے درمیان ''هرد'' (ض) پھاڑنا چیرنا' فتنہ وفساد' خراب ہو کر پھٹا ہوا کپڑا' سرخ مٹی' گیرو' ایک درخت کی جڑیں جس سے کپڑے رنگتے ہیں یہ لفظ ''هرد'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنیٰ کپڑے کا ٹکڑا ہے' آپ دو چادریں اوڑھے ہوئے اتریں گے۔

ابن درید نے کہا: شق کو ہرد سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ افساد کے لیے ہے نہ کہ اصلاح کے لیے' یعقوب نے کہا: هرد القصار الثوب کا معنیٰ ہے دھوبی نے کپڑے پھاڑ دیے اور هردته کا معنیٰ ہے کپڑے کو جلا دینا اور پھاڑ دینا۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے رنگے ہوئے حلّوں بڑی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے گویا کہ وہ چادریں ہرد سے رنگی ہوئی ہوں گی اور بعض روایات میں ''مهرودتين'' کے بجائے لفظ ''ممصرتين'' آیا ہے' اس کا معنیٰ بھی وہی ہے: ''گیرو میں رنگی دو چادریں''۔

ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے اور کہا: ''الممصرة من الثياب هي المصبوغة بالصفرة''. ''الممصرة'' وہ کپڑا جو زرد سے رنگ ہوا ہو۔

الجمان

لؤلؤ اور بڑا گول موتی' پسینے کے قطروں کو گول موتیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ واقعی ہے محض زائد لفظ کے

طور پر اور صرف اشباع کے لیے مشبہ بہ کو ذکر نہیں کر دیا گیا۔

ابن الأنباری نے کہا: ''مهرودتان'' دال مہملہ کے ساتھ اور ذال معجمہ کے ساتھ بھی آتا ہے یعنی دونوں طرح مستعمل ہے دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے زرد رنگ کی چادریں جیسا کہ حدیث پاک میں اس کی تصریح آئی ہے۔

امام انباری کے علاوہ بعض دوسرے ماہرین لغت نے کہا ہے کہ ''الهرود'' ایک پودے کی جڑیں جس سے کپڑوں کو رنگا جاتا ہے۔ امام ہروی نے کہا: ''هرد ثوبه'' کا معنیٰ ہوتا ہے: ''اس نے اپنے کپڑے کو رنگ دیا''۔ ''الهرد اور الهرت'' کپڑے یا کسی چیز کو پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر دینے کو بھی کہا جاتا ہے اور معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ تہ بند اور بڑی چادر کے دو حصے کر کے اپنے اوپر اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ شقة تہہ بند کے ایک حصہ کو کہا جاتا ہے امام ہروی نے کہا: میرے نزدیک ناقلین کی خطا ہے امام قتبی نے کہا ہے کہ اگر یہ لفظ دال مہملہ کے ساتھ محفوظ ہے تو پھر یہ ''هرد'' سے ماخوذ ہے اور ''مهرودتين'' سے مراد دو زرد چادریں ہیں۔ ''هرت العمامة'' کا معنیٰ ہوتا ہے: میں نے اس کے زرد رنگ کی دستار باندھی فعل ثلاثی اس سے ''ہروت'' آتا ہے لیکن بعض اہل لغت نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ابن الأنباری کو غلطی لگی ہے اور ان سے تسامح ہو گیا ہے کیونکہ عرب ''هريت الثوب'' کہتے ہیں نہ کہ ''هروت الثوب'' کہ یہ غلط ہے کیونکہ اگر ''هروت الثوب'' ثابت ہو تو پھر ان کو ''مهراة'' کہنا چاہیے تھا نہ کہ ''مهروة'' اور ''مهرود'' اور یہ یاد رہے کہ لغت کا دارومدار نقل اور روایت پر ہے لغت میں قیاس آرائی اور رائے زنی کا بالکل دخل نہیں ہے اور عرب خاص طور پر عمامہ میں تو اس کے مجوز ہیں تہ بند میں نہیں اور تہ بند کو عمامہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اور ذال کی روایت بھی درست ہے کیونکہ دال اور ذال ایک دوسرے سے بدلتے رہے ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ الهروز اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جو دبلا پتلا اکہرے سے بدن کا ہو۔

الجمان

موتی کی گولائی پسینے کے قطرات کو جواہر کی گولائی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بڑی خوبصورت تشبیہ ہے۔

وقوله: فحرز عبادي إلى الطور

حکم ہوگا کہ میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں طور سریانی زبان کا لفظ ہے اور سریانی میں طور جبل یعنی پہاڑ کو کہتے ہیں تو فتنۂ دجال کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ وہ بندگان خدا کو لے کر پہاڑ کی طرف نکل جائیں تاکہ وہ لوگ دجال کے فتنہ سے اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھ سکیں۔

لفظ ''حرز'' کی تحقیق

حافظ ابن دحیہ نے فرمایا: صحیح مسلم میں اور اسی طرح ترمذی میں ہم نے اس لفظ کو ''جوز'' جیم اور واؤ اور زاء کے ساتھ ضبط کیا ہے اور نیز ہم نے اس میں دوسری لغت ''حدر'' دال مہملہ کے ساتھ مقید کیا ہے لیکن ''حرز'' تو یہ بھی صحیح ہے اکثر راویوں نے اس طرح بھی روایت کیا ہے اور بعض نے ''حدر'' کو بھی صحیح قرار دیا ہے اور ''حدر'' کا معنیٰ کہیں اترنا اور نشیب کی طرف بھیجنا ہے۔

النغف

اس باب کی حدیث میں ایک لفظ ''نغف'' وارد ہوا ہے' یہ نغفة کی جمع ہے' اس کا معنیٰ ہے اونٹ اور بھیڑ بکری کی ناک میں پیدا ہونے والا کیڑا۔

فرسی

ای ''هلكى'' اس حدیث شریف میں ایک لفظ ''فرسیٰ'' آیا جو ''فریس'' کی جمع ہے اور ''فریس'' بمعنیٰ ''مفروس'' ہے جیسے قتیل بمعنیٰ مقتول (اور جریح بمعنیٰ مجروح) اور صریع بمعنیٰ مصروع اور اس کی جمع قتلی' جرحی اور صرعی آتی ہے۔

اس لفظ کی اصل یہ محاورہ ہے' عرب کہتے ہیں: ''فرس الذئب الشاة'' ''بھیڑیے نے بکری کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا'' تو گویا ان لوگوں کو یہ بیماری لگے گی اور وہ اس وائرس اور کیڑا لگنے کے مرض سے ہلاک ہو کر اس طرح بکھرے پڑے ہوں گے جس طرح بھیڑیا بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ اور گلہ میں گھس کر ان کو چیر پھاڑ کر پھینک دے۔ اور ایک روایت میں ''فیصبحون موتی'' ''اور وہ موت سے دوچار ہوں گے''۔ والزّھم' النتن: بدبو' تعفن' سرانڈ۔

البخت

اونٹ' جس کی گردن بہت موٹی ہوتی ہے اور جسم بہت بڑا ہوتا ہے۔

الزلفة

آئینہ' چکنی صاف چٹان۔

حافظ ابن دحیہ نے کہا: صحیح مسلم میں ہم نے اس لفظ کو فاء اور قاف کے ساتھ ضبط کیا ہے ''زلف'' کا معنیٰ بھی چکنا پتھر آتا ہے'' اور قاف سے ہو تو آئینہ کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس کی یہی تفسیر فرمائی ہے اور ماہر لسانیات ابوزید انصاری اور ابوالعباس شیبانی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اللقحه

الناقة الحلوب' بہت دودھ دینے والی اونٹنی۔

الغیام

الجماعة من الناس' لوگوں کی ایک جماعت۔

الفخذ

دون القبيلة وفوق البطن. چھوٹا سا کنبہ جو ایک قبیلہ سے کم اور بطن سے اوپر ہو۔

الفاثور

سنگ رخام کی میز' ستون' ٹیبل' فرش' بڑا پیالہ' ٹرے۔

الأغلب العجلی کہتا ہے:

"إذا نجلي فاثور عين الشمس" اور کہا جاتا ہے:

هم علی فاثور واحدة او فاثور واحد (ای علی مائدة واحدة). وہ ایک دسترخوان پر جمع ہیں اور ایک میز پر مل بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ امام جوہری نے کہا الفاثور ایک موضع کا نام بھی ہے۔ واللہ اعلم

۱۳۱-اس بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت زمین پر اتریں گے تو اصحاب کہف آپ کے حواری ہوں گے اور وہ آپ کی معیّت میں ادائیگی حج کے لیے جائیں گے

امام کثیر بن عبداللہ اپنے دادا عوف سے روایت کرتے ہیں' حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث میں) آپ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (آسمان سے) نازل ہوں گے اور وہ حج' یا عمرہ یا اللہ تعالیٰ حج اور عمرہ دونوں ان کے لیے جمع فرما دے گا' ادا کرنے کے لیے جائیں گے۔

امام کثیر فرماتے ہیں:

میں نے یہ حدیث محمد بن کعب القرظی کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: کیا میں اس حدیث میں ایک بات کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! تو انہوں نے فرمایا: ایک شخص تھا جو تورات اور انجیل پڑھا ہوا تھا' پھر وہ شخص مسلمان ہو گیا اور اس کا اسلام قبول کرنا بڑے اچھے طریق سے تھا' اس نے بعض مسلمانوں کی زبان سے اس حدیث کے الفاظ سنے' فرمانے لگے: کیا میں تمہیں اس حدیث میں ایک بشارت نہ سناؤں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں؟ تو اس شخص نے (جو تورات اور انجیل کا عالم تھا) کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری ہے اور یہ انجیل میں لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ آپ مقام روحاء سے گزر کر جائیں گے' جب آپ حج بیت اللہ یا عمرہ کے لیے یا اللہ تعالیٰ آپ کے لیے حج اور عمرہ دونوں ہی سعادتوں کو ایک ساتھ مقدر کر دے گا تو آپ حج وعمرہ کے لیے جائیں گے' اس وقت اللہ تعالیٰ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم کو آپ کے حواری (خصوصی مددگار) بنا دے گا اور وہ آپ کے ساتھ حج کے لیے جائیں گے کیونکہ انہوں نے حج نہیں کیا تھا اور وہ مرے ہوئے نہیں ہیں۔

...-باب

جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے امت محمد ﷺ میں سے ان کو حواری اور مددگار ملیں گے۔

حکیم ترمذی اپنی کتاب ''نوادرالاصول'' کی فصل نمبر ۱۲۳ میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: جس دن حضور اکرم ﷺ کا وصول ہوتا ہے اسی دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں فتح کی خوشخبری دینے بھیجتے ہیں' جب میں بارگاہ رسالت میں پہنچا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! ٹھہر جاؤ! حضرت زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا' دشمن سے جنگ لڑی حتیٰ کہ شہید ہو گئے' اللہ تعالیٰ زید پر رحم فرمائے' پھر جھنڈا جعفر نے پکڑ لیا' جعفر نے دشمن سے لڑائی لڑی حتیٰ کہ شہید ہو گئے' اللہ تعالیٰ جعفر پر رحم فرمائے' پھر جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ تھام لیتے ہیں اور دشمن سے لڑتے ہوئے وہ شہید ہو جاتے ہیں' اللہ عبداللہ بن رواحہ پر رحم فرمائے' پھر خالد جھنڈا لیتے ہیں' اللہ تعالیٰ خالد کو فتح نصیب فرماتے ہیں پس خالد اللہ عزوجل کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ صحابہ کرام جو رسول اللہ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے سب نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کس بات نے رلا دیا؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم کیا نہ روئیں جبکہ ہمارے تمام اخیار' اشراف' بزرگ اور اچھے اچھے لوگ دنیا سے سفر کر جائیں؟! آپ نے فرمایا:

تم گریہ زاری نہ کرو' میری امت ایک ایسے باغ کی مثل ہے جس کا مالک اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتا ہے' اس کی تراش خراش' قطع برید کرتا ہے' اس کی کھالیاں درست کرتا ہے اور پانی دیتا ہے' بڑھی ہوئی زائد شاخوں کو کاٹتا ہے' پھر جا کر کے وہ باغ ایک سال میں ایک قوم کو پھل اور پیداوار دیتا ہے اور پھر دوسرے سال ایک قوم کو اور شاید آخری سال اس کا پھل اور پیداوار بہت عمدہ ہو اور اس کے خوشے بہت طویل اور اچھے ہوں' مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے' ابن مریم میری امت میں سے ضرور کچھ ایسے لوگوں کو پائیں گے جو ان کے حواری اور مددگار ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۸۱۲' مسند احمد ج ۱ص ۲۰۴' تاریخ طبری ج ۳ص ۱۰۹)

حضرت جبیر بن نفیر الحضرمی بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کو جب آپ کی وفات کے دن صدمہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی جزع اور گریہ زاری نے شدّت اختیار کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسیح (علیہ السلام) اس امت میں سے ضرور ایسے لوگوں کو پائیں گے کہ وہ تمہاری مثل ہوں گے یا تم سے بہتر ہوں گے' آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس طرح ارشاد فرمایا اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہرگز اس امت کو رسوا نہیں فرمائے گا جس کے اوّل میں میں ہوں اور آخر میں (حضرت) مسیح ہوں گے۔ واللہ اعلم

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ص ۵۱۷)

۱۳۲-دجّال کسی مسلمان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا

امام بزّار روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے دجّال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم میں سے بعض کی طرف سے جو فتنہ ہوگا وہ میرے نزدیک دجّال کے فتنہ سے بھی زیادہ خوفناک ہے جبکہ دجّال کے فتنہ کے سامنے ہر فتنہ چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا' ہیچ ہوگا سو جو شخص اس فتنہ سے جو فتنۂ دجّال سے پہلے وقوع پذیر ہونے والا ہے بچ نکلا وہ دجّال کے فتنہ سے بھی نجات پا گیا' بخدا! دجّال کا ضرر کسی مسلمان کو نہیں پہنچے گا' اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: ''کافر''۔

(مسند احمد ج ۲۴ ص ۶۹' الہیثمی مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۵' البزار رقم الحدیث: ۳۳۹۱)

فصل

ایک اشکال اور اس کا حل

مؤلف تذکرہ فرماتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث شریف میں جو ابھی اوپر مذکور ہوئی ہے کیسے کہا گیا ہے کہ دجّال کسی مسلمان کو ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکے گا حالانکہ پیچھے یہ گزرا ہے کہ ایک شخص مدینہ سے دجّال کی طرف نکلے گا تو دجّال اس مرد مسلم کو آرے سے چروادے گا اور اس سے بڑا ضرر اور کیا ہو سکتا ہے؟

جواب: اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مراد یہ (جانی نقصان) نہیں ہے بلکہ یہ معنیٰ ہے کہ مسلمان جو حق پر ہے دجّال کا فتنہ اس کو دین اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکے گا اور وہ دجّال کے ہوشربا طلسمات اور سحر کاریوں سے متاثر ہو کر اپنے ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے ایسا نہیں ہوگا بلکہ مسلمان تمام تر شکوک وشبہات کے باوجود بھی اس کے فتنہ میں مبتلا ہو کر اس کی اتباع اور پیروی نہیں کرے گا' یہ ہے مطلب اس حدیث پاک کا کہ دجّال کسی مسلمان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا یعنی بات ایمانی نقصان کی تھی۔ اور جو اس صفت پر نہیں ہوگا اس کا ایمان پختہ نہیں ہوگا' وہ دجّال کے فتنہ میں پڑ جائے گا اور اس کی پیروی کرنے لگے گا کیونکہ اس کے شبہات کو دیکھے گا جیسا کہ اس سے پہلے اسی باب کی حدیث میں مذکور ہوا۔

اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہو اور وہ سابق میں مذکور حدیث مبارک اور اس معنیٰ کی دوسری حدیث اس کی مخصص ہو۔ واللہ اعلم

۰۰۰-باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا

(ا) ابن صیاد دجّال تھا' اس کا نام ''صاف'' اور اس کی کنیت ابو یوسف تھی۔

(ب) دجّال کے خروج کرنے کا سبب کیا قرار پاتا ہے؟

(ج) دجّال ابن صیاد کے والدین کی صفات کا بیان۔

(د) ابن صیاد دجّال یہودی مذہب کا تھا۔

بزار نے روایت کیا ہے کہ محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک ابن صیاد' دجّال ہے' میں نے ان سے کہا: کیا آپ اس پر حلف اٹھاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بے شک میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے سامنے اس پر قسم کھاتے ہوئے سنا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۳۲۳' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۲)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: ''بخدا! میں اس میں شک نہیں کرتا ہوں یقیناً مسیح دجّال ابن صیاد ہے'' امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس کو نقل کیا اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ (ابوداؤد ج ۱۱ ص ۴۸۳)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج یا عمرہ کرنے کے لیے گئے اور ہمارے ساتھ ابن صیاد تھا' ہم ایک منزل پر اترے' لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے' میں اس کے ساتھ رہ گیا' اس کے متعلق جو کچھ کہا جاتا تھا مجھے اس سے سخت وحشت ہوئی' وہ اپنا سامان لے کر آیا اور اس کو میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا' میں نے کہا: گرمی بہت سخت ہے' اگر تم اپنا سامان اس درخت کے نیچے رکھ دیتے تو بہتر ہوتا' اس نے ایسا ہی کیا' پھر کچھ بکریاں آئیں' وہ دودھ کا ایک پیالہ لے آیا اور کہا: اے ابوسعید! پیو' میں نے کہا: گرمی سخت ہے اور دودھ گرم ہے حالانکہ اصل وجہ یہ تھی کہ میں اس کے ہاتھ سے دودھ پینا نہیں چاہتا تھا' یا کہا: اس کے ہاتھ سے دودھ لینا نہیں چاہتا تھا' وہ کہنے لگا: اے ابوسعید! لوگ میرے متعلق جو باتیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ رسّی لے کر درخت پر لٹکاؤں اور اپنا گلا گھونٹ لوں' اے ابوسعید! جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث معلوم نہیں (ان کی بات الگ ہے) اے انصار کی جماعت! تم پر تو کچھ بھی مخفی نہیں ہے' کیا تم رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے زیادہ جاننے والے نہیں ہو؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں' کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بانجھ اور لاولد ہوگا اور میں نے اپنی اولاد کو مدینہ میں چھوڑا ہوا ہے اور کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مکّہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور میں مدینہ سے آیا ہوں اور مکّہ جا رہا ہوں' حضرت ابوسعید نے کہا: قریب تھا کہ میں اس کا عذر قبول کر لیتا کہ اس نے کہا: بہ خدا! میں دجّال کو پہچانتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا اور اب کہاں ہے' میں نے کہا: تیرے سارے دن تباہی اور بربادی ہو۔ اور ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ اس (ابن صیاد) سے پوچھا گیا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم ہی دجّال ہو' اس نے کہا: اگر مجھ پر وہ پیش کیا جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت نافع سے روایت ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں ابن صیاد سے دو بار ملا ہوں' ایک بار ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا: تم یہ کہتے ہو کہ وہ دجّال ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں' خدا کی قسم!

میں نے کہا: تم نے مجھے جھوٹا کر دیا' بہ خدا! تم میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ تم سب سے زیادہ مال دار اور صاحب اولاد نہ ہو جائے سو آج کل وہ لوگوں کے زعم میں ایسا ہی ہے' پھر ابن صیاد نے ہم سے باتیں کیں' پھر میں اس سے جدا ہو گیا' پھر میری اس سے ایک دفعہ دوبارہ ملاقات ہوئی' اس وقت اس کی آنکھ پھوٹ گئی ہوئی تھی' میں نے اس سے پوچھا: تیری آنکھ کیا ہوئی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں' میں نے کہا: وہ آنکھ تیرے سر میں تھی اور تم کو اس کا پتا نہیں' اس نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو وہ آنکھ تیری لاٹھی میں پیدا کرے گا' پھر وہ گدھے کی آواز کی طرح چیخا' اس سے زیادہ سخت آواز میں نے نہیں سنی تھی' میرے بعض ساتھیوں کا یہ گمان ہے کہ میں نے اس کو لاٹھی ماری تو وہ لاٹھی ٹوٹ گئی اور بہ خدا! مجھے اس کا پتا نہیں چلا' پھر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا' انہوں نے فرمایا: تم کو اس سے کیا کام تھا' کیا تم کو معلوم نہیں کہ آپ نے یہ فرمایا تھا: سب سے پہلے جو چیز دجّال کو لوگوں کے پاس بھیجے گی وہ اس کا غصہ ہوگا جو اس کو کسی پر آئے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۱' ترمذی ج ۶ ص ۵۱۸ من التحفۃ الاحوذی)

اور سالم بن عبداللہ نے کہا: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا ہے: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور ابی بن کعب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجوروں کے اس باغ میں گئے جس میں ابن صیاد تھا' باغ میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں چھپنے لگے' آپ ابن صیاد کے آپ کو دیکھنے سے پہلے اس کی کسی بات کو سننے کی کوشش کر رہے تھے' رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا' وہ بستر پر چادر اوڑھے لیٹا ہے اور کچھ گنگنا رہا ہے' ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو کھجور کے درختوں میں چھپتے ہوئے دیکھ لیا تھا' اس نے ابن صیاد سے کہا: اے صاف! (یہ ابن صیاد کا نام تھا) یہ محمد (ﷺ) ہیں' ابن صیاد اچھل کر کھڑا ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش! وہ اس کو چھوڑ دیتی تو وہ کچھ بیان کر دیتا۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۴' مسند احمد ج ۲۴ ص ۶۴' من الفتح الربانی)

ایک روایت میں ہے: پھر اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تجھ سے پوچھنے کے لیے ایک چیز چھپائی ہے' ابن صیاد نے کہا: وہ دخ ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی قدر (حد) سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن مار دوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی (دجّال) ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں کوئی فائدہ اور بھلائی نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: "فقدنا ابن صیاد یوم الحسرۃ" ہم نے ابن صیاد کو حسرت کے دن گم پایا۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۵۴' ابوداؤد ج ۱۱ ص ۴۸۲' ترمذی رقم الحدیث: ج ۶ ص ۵۱۹' من التحفۃ الاحوذی مسند احمد ج ۲۴ ص ۶۲ من الفتح الربانی' ابن حبان ج ۸ ص ۲۷۴)

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دجّال کے ماں باپ تیس (۳۰) سال رہیں گے اور ان کی کوئی اولاد نہیں ہوگی' پھر ان کے ہاں ایک کانا بچہ پیدا ہوگا جو سب سے زیادہ نقصان دہ اور سب سے کم نفع بخش ہوگا۔ اس کی آنکھیں سوئیں گی اور دل نہیں سوئے گا۔ پھر حضور ﷺ نے

اس کے والدین کا حلیہ بتایا' آپ نے فرمایا: اس کا باپ دراز قد اور چھریرے بدن والا ہوگا' ناک پرندے کی چونچ کی طرح ہوگی اور اس کی ماں فربہ اور طویل الضروع (لمبے پستانوں والی) ہوگی۔ ابوبکرہ کہتے ہیں: میں نے سنا کہ یہود مدینہ کے ہاں ایک بچّہ پیدا ہوا ہے چنانچہ میں اور حضرت زبیر بن عوام وہاں چلے گئے' یہاں تک کہ ہم اس کے والدین کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق ہیں۔ ہم نے پوچھا: ''کیا تمہارا کوئی بیٹا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''تیس (۳۰) سال تک ہمارے ہاں اولاد نہیں ہوئی' پھر ہمارے ہاں ایک کانا بچہ پیدا ہوا جس سے بڑھ کر نقصان دہ اور کوئی چیز نہیں اور وہ سب سے کم نفع بخش ہے' اس کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا' راوی فرماتے ہیں:

پھر ہم ان کے پاس سے چلے گئے تو دیکھا کہ وہ لڑکا ایک روئیں دار چادر میں لپٹا ہوا بڑبڑا رہا ہے۔ اتنے میں اس نے اپنے سر سے چادر اٹھائی اور پوچھا: تم نے کیا کہا؟ ہم نے کہا: تو نے ہماری بات کو سنا ہے؟ کہنے لگا: ہاں سنا ہے میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہم اسے حماد بن حسن کی روایت سے ہی پہچانتے ہیں۔ (ترمذی ج ۶ ص ۵۲۲ من التحفۃ الاحوذی' مسند احمد ج ۲۴ ص ۶۰' من الفتح الربانی الطیالسی رقم الحدیث: ۸۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۹' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۶۴۶۲)

میں (قرطبی مؤلف تذکرہ) کہتا ہوں: ابوداؤد طیالسی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور فرمایا: ہمیں یہ حدیث حماد بن سلمہ سے بواسطۂ علی بن زید عن عبداللہ بن ابی بکرہ عن ابیہ پہنچی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں کہ: ایک یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا'' اور اس طویل حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ اس یہودی نے آپ ﷺ سے کہا کہ مجھے دجّال کے بارے میں بتائیں کہ آیا وہ آدم کی اولاد میں سے ہوگا یا ابلیس کی؟ (یعنی وہ انسان ہوگا یا جنّ؟) آپ نے (اس کو جواب دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ''وہ آدم کی اولاد میں سے ہوگا' ابلیس کا بچہ نہیں ہوگا اور اے گروہ یہود! وہ تمہارے دین پر ہوگا' آگے آپ نے مکمل حدیث ذکر کی۔

دجّال پیدا ہو چکا ہے یا آخر زمانہ میں پیدا ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں ایک قول یہ ہے کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا ہے اور آخر زمانہ میں ضرور پیدا ہوگا اور لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے جو اللہ کی توفیق سے ہم ذکر کر چکے ہیں' اس باب کی مزید کچھ تفصیل آگے بھی آئے گی جہاں یہ بیان ہوگا کہ ''دجّال ابن صیاد ہی ہے''۔ واللہ اعلم

فصل

ابوسلیمان خطابی نے فرمایا: ابن صیاد کے بارے میں علماء حضرات کا بہت اختلاف ہے اور اس کا معاملہ مشکل ہے حتیٰ کہ اس سلسلے میں ہر طرح کے اقوال ملتے ہیں اور اس کے بارے میں ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ابن صیاد نے جب نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو آپ ﷺ نے اس جھوٹے مدعی نبوت کو کیسے اپنے ساتھ اور اپنے قریب مدینہ میں رہنے دیا اور وہ آپ کے قریب اور پڑوس میں مدینہ میں رہتا رہا اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ آپ نے سورۂ دخان کی آیت کے ساتھ اس سے امتحان لیا اور اس کے بعد آپ نے اس کو یہ بھی فرمایا:

اخسافلن تعدو قدرک. تیری بربادی ہو تو ہرگز اپنی اوقات اور حد سے بڑھ نہیں سکے گا۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ اس زمانہ میں تھا جب آپ نے یہود اور ان کی حلیف جماعت سے صلح کا معاہدہ کیا ہوا تھا' جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد اپنے اور یہودیوں کے درمیان ایک تحریری معاہدہ کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ یہودیوں کے ساتھ اس بات پر مصالحت کی جاتی ہے کہ ان کو دیس نکالا نہیں دیا جائے گا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا اور ابن صیاد بھی ان لوگوں میں سے تھا جن کے ساتھ معاہدہ ہوا' یا یہودی ہونے کے ناطے ان میں داخل تھا' باقی رہا ابن صیاد سے رسول اللہ ﷺ کا سورۂ دخان کی آیت کے ساتھ امتحان لینا تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کے متعلق اس قسم کی خبریں بہم پہنچتی رہتی تھیں کہ وہ کہانت اور غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے' اس لیے آپ نے اس کا امتحان لیا تاکہ صحابہ کرام اس کے معاملہ کی کوئی نشانی دیکھ لیں چنانچہ جب آپ نے اس سے گفتگو فرمائی تو معلوم ہو گیا کہ یہ تو معطل اور بیکار شخص ہے اور وہ ساحروں اور کاہنوں کے زمرہ میں سے ہے' جنات اور شیطان اس کے پاس آتے ہیں اور آپ جو کلام فرماتے ہیں شیطان اور جنات سن کر اس کا بعض اس پر القاء کر دیتے ہیں تو آپ نے جب ابن صیاد سے کلمۂ دخ سنا تو اس کو ڈانٹ دیا اور جھڑکتے ہوئے فرمایا: ''دفع ہو' تو اپنی اس حد سے ہرگز آگے نہ بڑھے گا (یعنی کاہنوں کی حد سے آگے نہ بڑھ سکے گا) مطلب یہ کہ یہ تو ایک ایسی چیز ہے جو شیطان اس کی طرف القاء کرتا اور اس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے اور یہ وحی کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ اس کو انبیاء کرام علیہم السلام کہ جن کی طرف غیب کے علم کی وحی کی جاتی ہے کا مرتبہ تو حاصل نہیں ہے اور نہ ہی یہ اولیاء اللہ کے درجہ پر فائز ہے کہ جن کو الہام کے ذریعے علم دیا جاتا ہے اور وہ اپنے نور باطنی اور قلب کے روشن ہونے سے حق کو پا لیتے ہیں اور اس کے پاس تو صرف اچک کر غارت کیے ہوئے بعض کلمات ہوتے ہیں جن میں کبھی اٹکل پچو سے صحیح تکا لگ جاتا ہے اور کبھی نشانہ خطا جاتا ہے' اسی لیے فرمایا: ''یـاتـی صـادق و کـاذب'' اس کی باتیں سچ اور جھوٹ کا آمیزہ ہے اور آپ نے اس سے فرمایا: معاملہ تجھ پر گڈمڈ اور خلط ملط ہو گیا ہے۔ ابن صیاد کے معاملہ میں حکمت یہ تھی کہ وہ ایک فتنہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ کو اپنے مؤمن بندوں کا امتحان لینا منظور ہے تاکہ جو بھی ہلاک ہو یا بچ رہے ہر پر معاملہ واضح اور روشن ہو چکا ہو' اس طرح کے امتحان اور آزمائش سے اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کو بھی دوچار کیا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے بچھڑا کے فتنہ سے قوم موسیٰ کا امتحان لیا' اس میں کچھ لوگ ہلاک ہوئے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور محفوظ رکھا وہ نجات پا گئے۔

ابن صیاد کے متعلق اہل اسلام کی مختلف آراء کا بیان

ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ اس نے اس قول سے توبہ کر لی تھی اور وہ مدینہ طیبہ میں مر گیا تھا' جب لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرہ کو

کھول کر دیکھا حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو دیکھ لیا اور ان سے کہا گیا: ''گواہ ہو جاؤ'' شیخ فرماتے ہیں:
صحیح بات وہی ہے جو اس مذکورہ بالا کے خلاف ہے کیونکہ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے اور ایک روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''فقد ناه یوم الحرة'' ''ہم نے جنگ حرہ میں ابن صیاد کو کھو دیا'' یہ اور اس کی مثل دوسری روایات سے اس حدیث کی تردید ہو جاتی ہے جس میں یہ ہے کہ:

''انه مات بالمدينه'' ''وہ مدینہ میں مر گیا تھا''۔ واللہ اعلم

۱۳۳-یاجوج اور ماجوج کا بیان

اس باب میں حسب ذیل امور بیان ہوں گے:

(۱) یاجوج ماجوج کی نقب لگانے کا بیان
(۲) سدّ سکندری کا بیان
(۳) یاجوج ماجوج کب نکلیں گے اور ان کی صفات کہ ان کے لباس وطعام وغیرہ کا بیان
(۴) ایک آیت کریمہ کی تفسیر' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ (الکہف:۹۸) اور جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز اپنی دیوار کھودتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ سورج کی شعاع کو (اس میں سے) دیکھنے کے قریب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: چلو واپس چلتے ہیں باقی کل آ کر کھودیں گے' اللہ تعالیٰ اسے پھر پہلی حالت پر کر دیتا ہے بلکہ وہ پہلے سے زیادہ سخت ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں پر ان کا خروج کرنا منظور ہو گا تو ایک دن جب وہ دیوار کھودتے کھودتے سورج کی شعاعیں دیکھیں گے تو ان کا سردار کہے گا: انشاء اللہ اب کل کھودیں گے' جب صبح ہو گی اور یہ واپس آ کر دیکھیں گے تو دیوار اپنی اسی حالت پر ہو گی جس پر وہ کھودتے ہوئے چھوڑ گئے تھے' اب یہ باقی ماندہ کھود ڈالیں گے اور باہر نکل پڑیں گے اور سارا پانی ہڑپ کر لیں گے' مسلمان اپنے قلعوں میں بند ہو کر رہ جائیں گے' یاجوج ماجوج زمین میں پھیل جائیں گے اور پھر آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور کہیں گے: ہم نے اہل زمین پر غلبہ کے بعد آسمان والوں پر بھی غلبہ پا لیا ہے کیونکہ ان کے تیر خون آلود ہو کر واپس ہوں گے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دے گا جس سے وہ ہلاک ہو جائیں گے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' زمین کے جانور ان کا گوشت کھا کر موٹے ہو جائیں گے اور (ان کا گوشت ملنے سے) خوش اور شکر گزار ہوں گے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۷' مسند احمد ج ۲

ص۵۱۰-۵۱۱ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۰ ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۰۸ المستدرک ج ۴ ص ۴۸۸ الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۱۷۳۵)

نوٹ: اس حدیث میں ایک لفظ آیا ہے: "تشکر شکرا" امام جوہری اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شکرت الناقۃ تشکر شکر فھی شکرۃ" اونٹنی جب کھا پی کر خوب کوکھ بھر لے اور شکم سیر ہو کر فربہ لگے تو اس وقت یہ محاورہ بولتے ہیں اسی طرح پستان دودھ سے بھرے ہوں تو کہتے ہیں: "اشتکر الضرع" یعنی پستان دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔

کعب احبار کی روایت ہے کہ یاجوج اپنی چونچوں سے دیوار کو کھودیں گے حتیٰ کہ جب وہ باہر نکلنے کے قریب ہوں گے تو کہیں گے: کل آ کر باقی کھودیں گے ان کے جانے کے بعد وہ دیوار اپنی اصلی حالت پر ہو جائے گی پھر جب یہ معاملہ اپنے انجام کو پہنچے گا اور وقت مقررہ آ جائے گا تو قدرت کی طرف سے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ وہ کہیں گے: انشاء اللہ کل کو ہم واپس آئیں گے اور اس دیوار کی کھدائی سے فارغ ہو جائیں گے کعب بیان کرتے ہیں کہ پس وہ واپس آئیں گے اور دیوار جہاں تک وہ چھوڑ گئے تھے آ کر اسی حالت پر پائیں گے اور وہ باقی ماندہ تھوڑا سا حصہ پھاڑ کر باہر نکل پڑیں گے ان کا پہلا گروہ سمندر پر آئے گا اور اس کا سارا پانی پی لے گا اور ان کا درمیانی گروہ آئے گا اور وہ سمندر کی گار اور کیچڑ چاٹ کر حلق تر کرے گا اور آخری گروہ جب آئے گا تو وہ کہیں گے: معلوم ہوتا ہے اس جگہ کبھی پانی ہوا کرتا ہے پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور کہیں گے کہ اہل زمین پر تو ہم غلبہ حاصل کر چکے اب ہم آسمان میں بسنے والوں پر بھی غلبہ حاصل کر کے رہیں گے۔

کعب کہتے ہیں: اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر ایک وائرس نازل فرمائے گا جس کا نام النغف ہے یہ وائرس اور کیڑا ان کی گدیوں میں پیدا ہوگا اور پڑے گا اور وہ کیڑے پڑنے سے ہلاک ہو جائیں گے حتیٰ کہ زمین کی آب و ہوا ان کی بدبو اور تعفن سے مکدر ہو کر رہ جائے گی اس کے بعد اللہ ایک خاص قسم کے پرندوں کو بھیجے گا جو ان کے لاشوں کو گھسیٹ کر سمندر میں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے چالیس دن تک بارشیں ہوتی رہیں گی اور زمین سبزے سے ہری بھری ہو جائے گی یہاں تک کہ ایک عدد انار ایک "سکن" کے لیے کافی ہوگا کعب سے پوچھا گیا کہ سکن سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا: سکن سے مراد ایک گھرانہ ہے اور کہا کہ پھر لوگ ایک دھما کہ کی آواز سنیں گے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے پس وہ ایسے نکلیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے پھسلتے ہوئے آئیں گے ○ (الانبیاء: ۹۶)

اور وہ روئے زمین پر پھیل جائیں گے مسلمان ان سے بچنے کے لیے جمع ہو جائیں گے حتیٰ کہ جو مسلمان اس وقت باقی ہوں گے اپنے شہروں اور قلعوں میں محصور ہو کر رہ جائیں گے اور اپنے مال مویشی بھی قلعہ بند کر لیں گے

یاجوج ماجوج کا گروہ پانی کے دریا پر سے گزرے گا تو سارا پانی ہڑپ کر جائے گا اور کچھ نہیں چھوڑے گا' جب آخری گروہ کا وہاں سے گزر ہوگا تو وہ کہے گا کہ لگتا ہے اس جگہ کبھی پانی ہوتا تھا' جب وہ زمین پر غالب آ جائیں گے تو کہیں گے: ان زمین والوں سے تو ہم نمٹ چکے اب ہمیں آسمان پر برس پڑنا چاہیے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص آسمان کی طرف اپنا نیزہ پھینکے گا جو خون آلود ہو کر لوٹے گا تو وہ کہیں گے: ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا ہے' وہ اسی حالت پر ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ٹڈی کی مثل جانوروں کو ان پر بھیجے گا جو ان کی گردنوں میں گھس جائیں گے اور یہ سب کے سب ٹڈی کی موت مر جائیں گے اور ان کی نعشوں کے اوپر تلے ڈھیر لگ جائیں گے' مسلمان جب صبح کو اٹھیں گے اور یاجوج ماجوج کی حس و حرکت کو نہیں سنیں گے تو آپس میں کہیں گے: کون ہے جو اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ان کو دیکھ کر آئے کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ ان میں ایک شخص نیچے اترے گا تا کہ ان کا حال معلوم کر کے آئے اور وہ گمان کر کے جا رہا ہوگا کہ میں موت کے منہ میں جا رہا ہوں اور وہ اسے مار ڈالیں گے لیکن وہ ان کو مردہ پائے گا تو آواز دے گا: لوگو! تمہیں بشارت ہو' بے شک تمہارا دشمن مر چکا ہے' پس لوگ باہر نکل پڑیں گے اور اپنے مویشیوں کو چرنے کے لیے کھول دیں گے اور زمین پر یاجوج ماجوج کے گوشت کے علاوہ ان کو چرنے کے لیے اور کچھ نہیں ملے گا تو وہ ان کے گوشت ملنے پر شکر گزار ہو جائیں گے اور اس کو خوب کھا کھا کر اپنی بھوک مٹائیں گے اور اس طرح موٹے تازے ہو جائیں گے جیسے گھاس اور چارہ کھا کر کبھی خوش ہوتے تھے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۷۷' المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۴۵ - ج ۴ ص ۴۸۹' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۰۹' الالبانی السلسلۃ الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۷۳۵' ۱۷۹۳)

ابن ماجہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور الفاظ ابن ماجہ کے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اور قیامت کا تذکرہ ہوا' سب حضرات علیہم السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو ان کے پاس قیامت کے بارے معلومات نہیں تھیں' پھر موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو ان کو بھی علم نہ تھا اور اس کے بعد بات کا رخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہوا تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے قیامت سے پہلے نزول کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن قیامت کے وقوع کا وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے' پھر انہوں نے دجّال کے ظہور کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا۔ لوگ جب اپنے شہروں کو لوٹیں گے تو یاجوج ماجوج ہر طرف سے نکل کر آئیں گے' وہ جس پانی پر سے بھی گزریں گے اسے پی جائیں گے اور جو چیز ان کو نظر آئے گی اسے تباہ کر ڈالیں گے' بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے درخواست کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کروں گا' اللہ کے حکم سے یاجوج ماجوج سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے' ان کی لاشوں سے زمین بدبودار ہو جائے گی' لوگ پھر مجھ سے دعا کرنے کو ملتجی ہوں گے' میں دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا جس سے ان کی لاشیں بہ کر سمندر میں چلی جائیں گی اور بدبو ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد پہاڑ اڑا دیے جائیں گے اور زمین کو اس طرح دراز

کر کے بچھا دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو لمبا کر کے بچھایا جائے" یعنی زمین ہموار کر دی جائے گی اس میں اونچ نیچ نہیں رہے گی" اور مجھے بتایا گیا کہ جب یہ سب کچھ ہو گا تو قیامت آ لگے گی جس طرح حمل والی کا زمانہ بچہ جننے کے قریب آ لگا ہو اور لوگ انتظار میں ہوں کہ کب ولادت ہوتی ہے (اور اس کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں ہوتا بس اندازے ہوتے ہیں کہ اب ہوا کہ اب ہوا) ابن ابی شیبہ کی روایت میں لیلاً او نہاراً ہے (یعنی دیکھتے ہیں رات میں ولادت ہوتی ہے یا کہ دن میں!؟)۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۱ مسند احمد ج ۲۴ ص ۹۰ من الفتح الربانی، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۸۸ ۔ ج ۴ ص ۵۴۵)

العوام نے کہا: اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ○" (الانبیا: ۹۶) "اور جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے آئیں گے" اور وہ جس بھی پانی پر سے گزریں گے پی جائیں گے اور جو چیز بھی دیکھیں گے اس کو خراب کر کے رکھ دیں گے، ابن ابی شیبہ نے یہ اضافہ ذکر کیا ہے "و اقترب الوعد الحق" "اور سچا وعدہ قریب آ گیا"۔

یاجوج ماجوج کون لوگ ہیں؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک یاجوج ماجوج جہنم کی مخلوق ہے، ان میں کوئی تصدیق کرنے والا (ایمان لانے والا) نہیں ہے اور ان کی تین قسمیں ہیں: ایک بہت چھوٹے قد کے ہیں، ان کا طول صرف ایک بالشت ہے اور دوسری قسم کے دو بالشت برابر ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جن کا طول اور عرض برابر ہے اور یہ سب یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

عطیہ بن حسان سے مروی ہے، انہوں نے کہا: یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں اور ہر ایک قوم میں چار لاکھ افراد ہیں۔ (یعنی ایک گروہ یاجوج کا ہے اور ایک گروہ ماجوج کا اور ہر گروہ چار چار لاکھ نفوس پر مشتمل ہے) اور کوئی گروہ دوسرے کے مشابہ نہیں۔

حضرت امام اوزاعی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: زمین کے سات اجزاء ہیں، ان میں سے چھ حصوں پر یاجوج ماجوج بستے ہیں اور ساتویں حصہ پر باقی تمام مخلوق رہتی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: زمین کا کل رقبہ چوبیس ہزار فرسخ ہے یعنی جس حصہ پر یاجوج ماجوج کے علاوہ باقی ساری مخلوق رہتی ہے اس کا کل رقبہ چوبیس ہزار فرسخ ہے، اس میں سے بارہ ہزار فرسخ پر ہند اور سند واقع ہے اور آٹھ ہزار فرسخ پر چین مشتمل ہے اور تین ہزار فرسخ رقبہ روم کا ہے اور ایک ہزار فرسخ رقبہ پر عرب مشتمل ہے۔

ارطاۃ بن منذر کا بیان ہے کہ جب یاجوج ماجوج نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمائیں گے کہ میں اپنی مخلوق میں سے ایک ایسی مخلوق نکالنے والا ہوں جس پر میرے سوا کوئی قابو نہیں پا سکتا تو آپ اپنے ساتھیوں کو کوہ طور کی طرف جانے کا حکم کریں اور آپ کے ساتھ بارہ ہزار نفوس ہوں گے اور راوی نے یہ بھی بیان کیا کہ یاجوج ماجوج کو جہنم میں پیدا کیا گیا اور وہ تین قسم پر مشتمل ہیں: ایک قسم تو درخت ارز کی طرح بہت دراز قامت

ہے اور ایک قسم مربع شکل اور چوکور صورت کی ہے' ان کا طول اور عرض برابر ہے' یہ سب سے سخت مخلوق ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ وہ اپنا ایک کان بستر کے طور پر اپنے نیچے بچھا لیتے ہیں اور اپنا دوسرا کان بطور لحاف کے اپنے اوپر اوڑھ کر سوتے ہیں اور یہ سب یافث ابن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یاجوج ایک قوم ہے جس کے لیے چار سو امیر ہیں اور اسی طرح ماجوج ہے' ان میں سے جب کوئی مرتا ہے تو وہ اپنے مرنے سے قبل اپنی اولاد میں سے ایک ہزار شہسوار دیکھ لیتا ہے' ان کی ایک صنف صنوبر کے درخت کی مثل لمبے قد والی ہے اور دوسری صنف کا قد ایک سو بیس (۱۲۰) ہاتھ لمبا ہے (یعنی ساٹھ گز) اور تیسری صنف وہ ہے کہ جو اپنا ایک کان نیچے بستر کے طور پر بچھا لیتے ہیں اور دوسرے کان کو اوپر اوڑھ لیتے ہیں' یہ مخلوق ہاتھی' سور اور جس جانور کے پاس سے بھی گزریں گے اس کو ہڑپ کر جائیں گے اور ان کا کوئی فرد جب مر جاتا ہے تو اپنے اس مردار کو بھی کھا جاتے ہیں' ان کا اگلا حصہ شام میں ہوگا اور ساق (پچھلا) خراسان میں۔ یہ قوم مشرق کے تمام دریاؤں اور بحیرہ طبریہ کے پانیوں کو پی کر ختم کر دیں گے' اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کو مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس تینوں شہروں میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ (الھیثمی مجمع الزوائد ج۸ ص۶)

اور مروی ہے کہ یاجوج ماجوج قوم کے لوگ تمام حشرات الارض سانپ' بچھو اور ہر ذی روح مخلوق جو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیدا فرمائی ہے کو کھا' نگل جائیں گے' ایک سال کے اندر اندر اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق بھی اتنی زیادہ نہیں بڑھتی جتنی کہ یاجوج ماجوج کی قوم بڑھتی ہے اور نہ ہی روئے زمین کی کوئی دوسری ذی روح مخلوق کثرت میں ان کے برابر ہے' یہ کبوتروں کی طرح آوازیں نکال کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں اور کتوں کی طرح بھونک بھی لیتے ہیں اور ان کے جوڑے جب باہم ملتے ہیں اور زوجی ملاپ کرتے ہیں تو جانوروں اور ڈنگروں کے طریقے پر جفتی کرتے ہیں۔

(اس روایت کو اصولی طور پر کتاب ''القصد والامم فی انساب العرب والعجم'' میں صحیح قرار دیا گیا ہے' اس میں یہ اضافہ بھی ہے:

''یاجوج ماجوج کے بعض افراد کے سینگ' دمیں اور لمبے لمبے باہر نکلے ہوئے دانت ہوں گے جیسے درندوں کے ہوتے ہیں' یہ لوگ کچے گوشت ہی کھا جائیں گے''۔

کعب احبار سے روایت ہے: حافظ ابونعیم بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یاجوج ماجوج کی تین قسمیں پیدا فرمائی ہیں: ایک قسم تو سرو کے درخت کی طرح بہت لمبے قد کی ہے اور دوسری قسم چار ہاتھ لمبی اور چار ہاتھ چوڑی ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو اپنے ایک کان کو بچھا کر اور دوسرے کان کو اوپر اوڑھ کر سو جاتے ہیں اور اپنی عورتوں کے مشائم (جھلی) کھا جاتے ہیں (مشائم وہ جھلی جس میں بچہ ماں کے پیٹ میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اور ولادت کے وقت وہ بچہ کے ساتھ نکلتی ہے)۔

عبدالملک بن حبیب نے ذوالقرنین کے واقعہ کے متعلق اللہ عزّ وجلّ کے ارشاد ''فاتبع سببًا'' (الکھف: ۸۵) کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا: (سبب وہ چیز ہے جو مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہو خواہ وہ علم ہو یا قدرت یعنی سائنس ہو یا ٹیکنالوجی' مترجم) تو خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی سکندر ذوالقرنین نے جس مقصد (ہدف' اور ٹارگٹ) کا ارادہ

کیا اسی کا سبب اختیار کیا۔ ابن حبیب نے کہا: "سببًا" سبب سے مراد زمین کی منزلیں، بلندیاں اور راستے ہیں حتیٰ کہ جب وہ (ذوالقرنین) دو "سدّوں" یعنی ان پہاڑوں کے درمیان پہنچے جن کے پیچھے یاجوج ماجوج بند ہیں تو انہوں نے پہاڑوں کے قریب ایک ایسی قوم کو پایا جو ان کی کلام کو نہیں سمجھتے تھے، انہوں نے کہا جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آتا ہے: "ثم اتبع سببًا" "پھر ایک راہ چلا"

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ. (الکہف:۹۴)

انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا: یاجوج اور ماجوج دونوں یافث بن نوح کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، بڑی لمبی عمریں پاتی ہیں، ان کا کوئی ایک شخص مرتا ہے تو ایک ہزار اولاد چھوڑ کر مرتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے دس حصوں میں سے دسواں حصہ تمام انسانوں کا اور باقی پورے نو حصے یاجوج ماجوج کے ہیں۔

عبدالملک بیان کرتے ہیں:

یہ لوگ فصل ربیع میں نکلتے تھے اور اپنے قریبی علاقوں میں بسنے والے انسانوں کی کھیتیوں کو اجاڑتے اور جو ہاتھ لگتا سب کھا جاتے، سبزے کا تو کہیں نام ونشان نہ چھوڑتے باقی جو خشک جنس اور اناج ملتا اسے اپنے ساتھ اٹھا لے جاتے تھے تب اس منطقہ کے لوگوں نے ذوالقرنین سے ان دہشت گردوں کافروں کی شکایت کرتے ہوئے درخواست کی اور کہا جیسا کہ قرآن مجید بیان کرتا ہے:

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ○ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ○ (الکہف:۹۴-۹۵)

تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر کر دیں اس پر کہ آپ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں ○ کہا: وہ جس پر مجھے میرے رب نے قدرت اور ہمت دی ہے بہتر ہے تو میری قوت سے اعانت کرو تو میں تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ بنا دوں ○

اور آپ نے فرمایا کہ مجھے مال کی حاجت نہیں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال مجھے وافر مقدار میں دیا ہے بس تم وہ کام کرو جس کا میں تم سے کہوں، انہوں نے عرض کیا: پھر ہمارے متعلق کیا خدمت ہے؟! تو آپ نے فرمایا:

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ○ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ. (الکہف:۹۶-۹۸)

اور لیکن تم میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ--- یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کر دی کہا: دھونکو (آگ جلاؤ) یہاں تک کہ جب اسے آگ کر دیا، کہا: لاؤ میں اس پر پگھلایا ہوا تانبہ انڈیل دوں ○ تو یاجوج و ماجوج اس پر نہ چڑھ سکیں اور نہ اس میں سوراخ کر سکیں ○ کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے، پھر میرے رب کا وعدہ آئے گا اسے پاش پاش کر دے گا۔

یعنی آپ نے بنیاد کھدوائی جب پانی تک پہنچی تو اس میں بڑے بڑے پتھر پگھلائے ہوئے تانبے سے جمائے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر ان کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروا دیا اور آگ دے دی' اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کر دی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی اوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلا دیا گیا' یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا۔

علامہ ابوالحسن الحوفی کی تفسیر میں یوں ہے:

''بے شک ذوالقرنین نے جب اس کا معائنہ کیا تو وہ ان کے پاس سے پہاڑوں کی طرف لوٹ آئے اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کے رقبہ کی پیائش کروائی اور یہ پیائش ترک علاقہ کی سرحد سے مشرق تک کی گئی جو ایک سو فرسخ تھی' جب کام شروع کیا تو سب سے پہلے بنیاد کھدوائی یہاں تک کہ جب پانی تک پہنچی تو اس کی پچاس فرسخ (ڈیڑھ سو میل) چوڑائی رکھی گئی اور اس کے اندر پتھروں کی بھرائی کی گئی' پھر تانبہ پگھلا کر اس کے اوپر گارے کی جگہ ڈالا گیا گویا یہ زیر زمین پہاڑ کی جڑ بن گئی' پھر اس دیوار کو اوپر اٹھایا گیا اور اوپر نیچے لوہے کے تختے چن کر اور گلایا ہوا تانبہ ڈال کر اس کی بلندی پہاڑوں کے کناروں کے برابر کر دی گئی اور درمیان میں لوہا اور تانبہ ڈال دیا گیا جو سیاہ اور زرد رنگ کی چادر کی طرح لگتی تھی' اس دیوار میں لوہے کی سیاہی اور تانبے کی پیلاہٹ اور زردی جھلکتی تھی' جب اس مضبوط دیوار کی تعمیر سے فراغت حاصل ہوئی تو آپ جن و انس کی جماعت کی طرف واپس لوٹ آئے (اور ان کو آ کر سارا واقعہ بتایا)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

یاجوج و ماجوج کی ایک قسم ایک بالشت کے برابر ہے' ان کے درندوں کی طرح پنجے اور لمبے دانت ہیں' وہ کبوتروں کی مثل ایک دوسرے کو بلاتے ہیں' چار پایوں کی طرح جفتی کرتے ہیں اور بھیڑیے کی سی آواز نکالتے ہیں' ان کے جسم پر بال ہیں جو ان کو گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں' بڑے بڑے ان کے کان ہیں' ان کے ایک کان پر اون ہے جس سے وہ سردی سے بچتے ہیں اور دوسرا کان صاف جلد کا ہے جس سے گرمی کے موسم میں وہ اپنا بچاؤ کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا کہ:

''زمین کے چھ حصے ہیں: ان میں سے پانچ حصوں میں یاجوج و ماجوج اور ایک حصے میں باقی ساری مخلوق رہتی ہے''۔

یاجوج و ماجوج کی تخلیق کس طرح ہوئی؟

کعب احبار نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو احتلام ہوا اور منی کا پانی مٹی میں مخلوط ہو گیا جس پر آپ کو افسوس ہوا' پھر اس پانی سے یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے۔

تبصرہ:

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے علماء کرام (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا ہے کہ کعب

احبار کا یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلامہ کو احتلام نہیں ہوتا (اور وہ شیطانی وسوسوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں)۔

یاجوج و ماجوج کون ہیں؟

حضرت ضحاک کا قول ہے کہ ''وہ ترک ہیں'' اور مقاتل کا قول ہے کہ وہ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں اور یہ قول سابقہ روایتوں کے زیادہ موافق ہے (باقی اللہ تعالیٰ ہی بہتر علم والا ہے)۔

یاجوج و ماجوج ناموں کی لغوی تحقیق

امام عاصم کی قرأت میں یہ دونوں اسم ہمزہ کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں' ان کے لفظی اشتقاق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ اجة الحر (شدّت حرارت' جلنا اور سخت بھڑکنا) سے ماخوذ ہے' اسی سے ''اجیج النار'' ''آگ سخت بھڑک اٹھی'' کا محاورہ ہے اور ایک قول ہے کہ یہ اجاج (کھارے پانی) سے ماخوذ ہے اور یہ دونوں لفظ اج مج سے ماخوذ اور عربی زبان کے کلمات ہیں اور تانیث اور معرفہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ دوسرے ائمہ لغت ونحو کے نزدیک یہ بغیر ہمزہ کے پڑھے جاتے ہیں اور انہوں نے ان دونوں اسموں کو عجمی میں دو قبیلوں کے نام قرار دیا ہے اور یہ تعریف اور عجمہ کی بناء پر غیر منصرف ہیں۔

۰۰۰-باب

دابۃ الارض کا بیان

حدیث شریف میں قیامت کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک دابۃ الارض ہے' دابۃ الارض (زمین کا جانور) کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے' اس باب میں ہم دابۃ الارض کی جنس' حلیہ اور صفت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں گے' دابۃ الارض کب نکلے گا؟ کہاں سے نکلے گا؟ اس کا خروج اور ظہور کتنی بار ہوگا؟ جب وہ خروج کرے گا تو اس کے ساتھ کیا کچھ ہوگا؟ نیز دابۃ الارض کے بیان کے ضمن میں حدیث جساسہ اور دجال کا تذکرہ بھی ایک بار چھڑے گا۔

قرآن مجید میں دابۃ الارض کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ○ (النمل:۸۲)

اور جب (عذاب کا) قول ان پر واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دابۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے ○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بیٹے اپنے والد مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''تم اس سے پہلے کہ بیت اللہ شریف کو اٹھا لیا جائے اور لوگ اس کی جگہ تک کو بھول جائیں زیادہ سے زیادہ اور بکثرت اس کی زیارت کرلو اور اس سے پیشتر کہ قرآن مجید کو اٹھا لیا جائے تم بکثرت اس کی تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کرلو لوگوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! ان مصاحف کو تو اٹھا لیا جائے گا (جن میں قرآن مجید لکھا ہوا ہے لیکن) جو حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ ہے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: لوگ صبح کو اٹھیں گے اور کہیں گے: آؤ ہم کوئی گفتگو کرتے ہیں' کوئی بات کرتے ہیں' پھر وہ دور جاہلیت کے اشعار اور باتوں کی طرف رجوع کریں گے اور راغب ہو جائیں گے' یہ اس وقت ہوگا جس زمانہ میں لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا قول واقع ہو چکا ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ''وقع القول علیھم'' کی تفسیر

علماء مفسرین نے فرمایا: ''وقع القول علیھم'' کا معنیٰ '' وجب الوعید علیھم'' یعنی ان پر عذاب ثابت ہو گیا ہے' جب لوگ گناہوں میں سرکش ہو جائیں گے' والدین کی نافرمانی کرنے لگیں گے' اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے روگردانی کریں گے اور قرآن مجید کی آیات میں غور وفکر کرنا چھوڑ دیں گے اور قرآن حکیم کے احکام پر عمل نہیں کریں گے اور گناہوں کے اندر اس قدر منہمک ہو کر رہ جائیں گے کہ ان کے دلوں پر کوئی وعظ ونصیحت اثر کرے گا اور نہ ہی یاد آخرت اور قیامت کا تذکرہ ان کو اس گمراہی اور بے راہ روی سے باز رکھ سکے گا غرضیکہ وہ کسی پہلو راہ راست کی طرف آنے کو تیار نہ ہوں گے' جب مخلوق اس حد تک نافرمان اور باغی ہو جائے گی تو پھر ان پر اتمام حجت ہو چکی اور خدا کا قہر وغضب ان پر واقع ہوگا جس کے بارے میں ارشاد ہوا:

اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُكَلِّمُهُمۡ ۙ . (النمل:۸۲)	ہم زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔

یہ چوپایہ عقل مند ہوگا اور بڑی فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا' یہ اس لیے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ چوپایہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نشانی ہے کیونکہ اتنا تو لوگوں کو بداہۃً معلوم ہوتا ہے کہ چوپائے عادتاً عقل رکھنے والے اور کلام فصیح کرنے والے نہیں ہوا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ (جن کی وفات ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو ہوتی ہے) روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ شریف کے قریب ایک جنگل میں ایک موضع کی طرف مجھے اپنے ساتھ لے گئے' وہ خشک زمین تھی' اس کے ارد گرد ریت تھی' وہاں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس موضع سے دابہ خروج کرے گا' وہ جگہ تقریباً ایک بالشت ہوگی۔ ابن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ پھر دو سال بعد جب میں حج کے لیے گیا تو میرے والد ماجد نے مجھے اپنا عصا لے کر بتایا کہ دابۃ الارض کا عصا اتنا ہوگا۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۷' العقیلی الضعفاء الکبیر ج ۲ ص ۱۰)

نیز امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دابۃ الارض ظاہر

ہوگا تو اس کے پاس سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کی انگوٹھی ہوگی' موسیٰ بن عمران علیہما السلام کا عصا ہوگا' اس عصا سے وہ مومن کے چہرے کو روشن کر دے گا اور انگوٹھی سے کافر کی ناک پر مہر کر دے گا حتیٰ کہ جب ایک جگہ لوگ اکٹھے ہوں گے تو ایک دوسرے کی شناخت کر کے کہیں گے: یہاں آیئے اے مومن! ادھر آیئے اے کافر!

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۷' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۵' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۸۵' الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۴۱۲)

''دابۃ الارض'' کتنی بار ظاہر ہوگا؟

امام ابوداوٗد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''دابۃ الارض'' کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لھا ثلاث خرجات من الدھر'' ''دابۃ الارض زمانہ میں تین بار خروج کرے گا'' پہلی بار وہ (مکّہ سے) بہت دور جنگل میں ظاہر ہوگا اور مکّہ کی بستی میں اس کا شہرہ اور چرچا نہیں پہنچے گا اور وہ زمانہ دراز تک چھپا رہے گا' اس کے بعد وہ دوبارہ نکلے گا اور اس کا اس بار نکلنا مکّہ کے قریب سے ہوگا اور جنگل میں اس کے نکلنے کی خبر پھیلے گی تو مکّہ کی آبادی میں بھی اس کا چرچا ہو جائے گا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی دوران میں کہ لوگ مسجد حرام (جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر و برکت اور عزت و حرمت کے اعتبار سے سب سے بڑی مسجد ہے) میں موجود ہوں گے وہ لوگوں کو ہرگز نہیں چھوڑے گا' رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان سے چلّاتا اور دھاڑتا ہوا نکلے گا' اپنے سر سے مٹی جھاڑے گا اور لوگ اکیلے اکیلے اور ٹولیوں کی شکل میں بھاگ نکلیں گے جبکہ مؤمنین کی ایک جماعت مسجد میں ہی ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موجود رہے گی اور وہ جماعت پہچان جائے گی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا مقابلہ کرنے اور بھاگ نکلنے سے عاجز ہیں چنانچہ دابۃ الارض اپنا کام اس جماعت سے شروع کر دے گا اور ان کے چہروں کو چمکا دے گا حتیٰ کہ ان مؤمنین کے چہرے اس طرح روشن ہوں گے جیسے روشن ستارے ہوں اور پھر وہ زمین پر اس تیزی سے پیچھے کو دوڑے گا کہ اس کو نہ کوئی پکڑ سکے گا اور نہ کوئی اس سے بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس سے بچنے کی خاطر نماز کی پناہ لے گا تو وہ اس کے پیچھے آ کر کہے گا: اے فلاں! اب تو نماز پڑھتا ہے؟ پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے چہرے پر نشان لگا دے گا اور چلا جائے گا' لوگ مختلف شہروں میں باہم کمپنی اور شراکت کے ساتھ کاروبار کریں گے' اس نشان سے مؤمن اور کافر کی الگ الگ پہچان ہوگی حتیٰ کہ مؤمن کہے گا: اے کافر! میرا حق ادا کر' اور حتیٰ کہ کافر کہے گا: اے مؤمن! میرا حق ادا کر' ایک قول یہ ہے کہ وہ جانور دونوں فریقوں کے چہروں پر پھونک کے ذریعے نشان لگائے گا پس مؤمن کے چہرے پر ''مؤمن'' کا نقش ابھرے گا اور کافر کے چہرے پر ''کافر'' کا نقش ہو جائے گا۔ (الطیالسی رقم الحدیث: ۱۰۶۹' الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۰۳۵' تفسیر طبری ج ۲۰ ص ۱۵)

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: اس میں کوئی تعارض نہیں ہے' دونوں امر جمع ہو سکتے ہیں کہ وہ نشان لگا کر پھر پھونک مارے جس سے وہ نشان نمایاں ہو کر ابھر آئے گا' ان دونوں امروں کے جمع ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں ایک دراڑ پڑ جائے گی اس سے ''دابۃ الارض'' برآمد ہوگا اور وہ اتنا بڑا جانور ہے کہ تین دن تک گھوڑے کی رفتار سے نکلتا رہے گا اور اس کا تیسرا حصہ بھی پورا ظاہر نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دابۃ الارض'' جیاد میں سے نمودار ہوگا اس کا سینہ رکن تک پہنچ جائے گا اور اس کی دم ابھی باہر نہیں نکلی ہوگی اور یہ جانور چار پاؤں والا ہوگا اس کے جسم پر اون ہوگی۔

فصل

بعض متاخرین اہل تفسیر کے موقف کا رد

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ احادیث اور جو آگے آئیں گی اور اس سے پہلے علماء نے جو کچھ ذکر کیا ہے ان تینوں سے اس قول کا رد ہو جاتا ہے جو بعض متاخرین مفسرین نے کہا ہے کہ ''دابہ'' سے مراد جانور نہیں ہے بلکہ انسان ہی مراد ہے وہ انسان جو علم کلام اور علم مناظرہ کا ماہر ہو اور اہل بدعت اور اہل کفر سے مناظرہ و مباحثہ کر کے ان کی بیخ کنی کرتا ہے تاکہ اتمام حجت ہو جانے کے بعد جو ہلاک ہو وہ بھی اور جو حیات جاودانی پا جائے وہ بھی حق کے واضح ہو جانے کے بعد ہی ہو (تاکہ یہ عذر نہ رہے)۔

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ حضرت محدث ابوالعباس قدس سرّہ العزیز نے فرمایا کہ اگر اس قائل کی بات مان لی جائے تو اس صورت میں دابۃ الارض میں کوئی خاص نشانی اور خارق عادت امر تو نہ پایا گیا اور نہ اب دابۃ الارض کا ظہور حدیث میں مذکور دس نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی قرار پائے گی حالانکہ اس کو قیامت سے قبل ظہور پذیر ہونے والی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی شمار کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مناظرے کرنے والوں اور اہل بدعت پر دلیل وحجت کے ذریعے غالب آ کر ان کا ناطقہ بند کرنے اور بیخ کنی کرنے والوں کی تو کسی دور میں کمی نہیں رہی ہر دور میں ایسے لوگ بکثرت موجود رہے ہیں تو یہ خاص نشانی اور علامت قیامت نہ ہوئی جو کہ قیامت کی دس نشانیوں کے ساتھ ذکر کیے جانے کے لائق ہو۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بہر حال اس متأخر کے قول کا فساد بالکل واضح ہے اور مفسرین کے اقوال بھی اس کے خلاف ہیں۔

دابۃ الارض (زمین کا جانور) کہاں سے نکلے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جیاد نامی وادی کتنی بری ہے'' صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ: وہ کس وجہ سے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس سے دابۃ الارض نکلے گا اور وہ

(جانور) تین چیخیں مارے گا جس کو مشرق اور مغرب کے درمیان کی سب مخلوق سنے گی۔
(الھیثمی مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷ الالبانی ضعیف الجامع رقم الحدیث: ۲۳۵۱)

امام قمی اپنی کتاب ''عیون الاخبار'' میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''دابۃ الارض'' مکہ مکرمہ میں ایک درخت میں سے نکلے گا اور یہ واقعہ ایام حج میں پیش آئے گا' دابۃ الارض جب خروج کرے گا تو اس کا سر بادلوں تک پہنچا ہوا ہوگا اور اس کے پاؤں ابھی مٹی سے باہر نہیں نکلے ہوں گے۔

صحیح ترین قول کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

مفسرین کے اقوال اس مذکورہ بالا روایت کے خلاف ہیں' سب سے صحیح قول وہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دابۃ الارض ایک عظیم الجثۃ جانور ہے جو صفا پہاڑی کے شگاف سے برآمد ہوگا (اور وہ نکل کر انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کردے گا مسلم اور غیر مسلم) کوئی بھی شخص اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوگا' پس وہ مؤمن کو نشان زدہ کرے گا تو اس کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور وہ مؤمن کی دو آنکھوں کے درمیان (ماتھے پر) ''مؤمن'' کا لفظ لکھ دے گا اور کافر کے چہرے پر نشان لگائے گا تو وہاں سیاہی ابھرے گی اور وہ روسیاہ ہوگا' دابۃ الارض اس کی دو آنکھوں کے درمیان (تختہ سیاہ جیسے ماتھے پر) ''کافر'' کا لفظ لکھ دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ''دابۃ الارض'' مکہ معظمہ میں جبل الصفا سے نکلے گا' کوہ صفا پھٹے گا اور اس کے شگاف سے یہ جانور نمودار ہوگا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے اور انہوں نے فرمایا: اگر میں یہ چاہوں کہ دابۃ الارض کے نکلنے کی جگہ پر اپنے قدم رکھوں تو میں یقیناً ایسا بھی کر سکتا ہوں' حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دابۃ الارض ''تھامہ'' سے خروج کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کوفہ کی مسجد کے اس مقام سے نکلے گا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کے تنور کی آگ بھڑکائی گئی تھی۔

ایک قول یہ بھی ہے: وہ طائف کی سرزمین سے نکلے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ دابۃ الارض آدمیوں کی صورت پر پیدا کیا جائے گا لیکن اس کا جثہ اتنا بھاری بھرکم اور فلک بوس ہوگا کہ وہ خود بادلوں میں ہوگا اور اس کی ٹانگیں زمین پر ہوں گی۔

دابۃ الارض آل راؤنڈر اور ورسٹائل ٹائپ کا ہوگا اور اپنی ذات میں نہ فقط انجمن بلکہ اقوام متحدہ ہوگا

امام ثعلبی' امام ماوردی اور دوسرے ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: دابۃ الارض یعنی یہ ارضی جانور تمام حیوانات کی صورتوں کا جامع ہوگا' اس کا سر بیل کے سر جیسا ہوگا' اس کی آنکھیں خنزیر کی آنکھوں سے مشابہ ہوں گی اور اس کے کان ہاتھی کے کانوں جیسے ہوں گے' سینگ بارہ سنگھا کے سینگوں جیسے ہوں گے' اس کی گردن شتر مرغ جیسی ہوگی' اس

کا سینہ شیر کے سینہ سے مشابہ ہوگا' اس کا رنگ چیتے جیسا ہوگا' اس کی کمر ایسی ہوگی جیسے جنگلی بلّے کی ہوتی ہے اور دم اس طرح کی ہوگی جیسے چھترے اور دنبے کی ہوتی ہے' اس کی ٹانگیں اونٹ کی ٹانگوں جیسی ہوں گی' اس کے اعضاء کے ہر دو جوڑوں کے درمیان کا فاصلہ بارہ ہاتھ کے برابر ہوگا (یعنی اٹھارہ (۱۸) فٹ جس کے چھ (۶) گز بنتے ہیں)۔

حضرت نقاش سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: دابۃ الارض (ارضی جانور) سے مراد وہ اژدھا ہے جو کعبہ شریف کی دیوار پر چڑھا ہوا تھا اور جس کو عقاب نے اس وقت اٹھا لیا تھا جب قریش نے کعبہ کی تعمیر (نو) کا ارادہ کیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ دابۃ الارض ایک چار پایہ ہے جس کا طول ساٹھ (۶۰) ہاتھ ہے (یعنی تیس (۳۰) گز لمبا ہے) اس کے جسم پر اون کی طرح ملائم بال ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دابۃ الارض سے مراد ''الجساسہ'' ہے جس کا فاطمہ بنت قیس کی طویل حدیث میں ذکر ہوا ہے' اس حدیث کو امام مسلم' امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے بھی مختصراً ذکر کیا ہے' امام مسلم کی روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو کس لیے جمع کیا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ زیادہ علم والے ہیں'' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں نے تمہیں نہ تو کوئی خوشخبری سنانے کے لیے اور نہ ہی ڈرسنانے کے لیے اکٹھا کیا ہے اور لیکن میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا ہے کہ بے شک تمیم الداری جو پہلے ایک نصرانی تھا پھر اس نے بیعت کی اور مسلمان ہو گیا ہے' اس نے مجھے ایک بات سنائی ہے جو میری اس بات کے موافق ہے جو میں تم سے مسیح دجال کے متعلق بیان کیا کرتا تھا' اس نے مجھ سے یہ بات بیان کی کہ ایک دفعہ وہ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس (۳۰) آدمیوں کے ہمراہ بحری سفینہ میں سوار تھا' راستہ میں ہمارے سفینہ کو طوفان نے آ لیا' سمندر کی موجوں نے ایک مہینہ بھر ہمارے سفینہ کو کھیل بنائے رکھا' پھر (اللہ اللہ کر کے) ہمارا سفینہ سمندر میں ایک جزیرہ کی طرف جا لگا' ہم لوگ سفینہ کی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ کے اندر داخل ہوئے تو وہاں ہم نے ایک گھنے بالوں والا جانور دیکھا' بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی پیشاب اور گوبر کی جگہ چھپی ہوئی تھی اور ہمیں (اس کے نر یا مادہ ہونے کی) تمیز نہ ہو سکی)۔ (صحیح مسلم ج ۱۸ص ۸۰' ابوداؤد ج ۱۱ص ۱۷۱-۴' ترمذی ج ۶ ص ۵۲۸' من التحفۃ الاحوذی' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۴' مسند احمد ج ۲۴ص ۱۷ من الفتح الربانی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

اہل فلسطین سے کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے' ان کا جہاز طوفان کی زد میں آ گیا یہاں تک کہ موجوں نے اس کو ایک جزیرہ میں لے جا پھینکا' انہوں نے وہاں ایک جانور کو دیکھا جس کے جسم پر گھنے بالوں کا لباس تھا لوگوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس جانور نے جواب دیا: میں ''جساسہ'' ہوں''۔ (آگے امام ترمذی نے پوری حدیث ذکر کی ہے) اس کے بعد امام مسلم کی روایت کی طرف دوبارہ آیئے' امام مسلم آگے بیان کرتے ہیں:

ہمارے ساتھیوں نے کہا: ارے کم بخت! تو کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا: میں ''جساسہ'' ہوں' انہوں نے

کہا: کیسا جساسہ ہے؟' اس نے کہا: لوگو! دیر نہ لگاؤ اور سامنے دیر (کلیسا) میں جاؤ' وہاں ایک شخص تمہارا انتظار کر رہا ہے اور وہ تمہاری خبر کا بڑا شوق رکھتا ہے' جب اس جساسہ نے آدمی کا نام لیا تو ہم ڈر گئے کہ کہیں وہ شیطان نہ ہو' بہرکیف ہم جلدی جلدی گئے اور کلیسا میں داخل ہوئے' وہاں سچ مچ ایک بہت بھاری بھرکم انسان تھا' ہم نے اتنا لحیم شحیم آدمی کبھی نہ دیکھا تھا' اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ باندھے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ٹخنوں تک آہنی زنجیروں سے مضبوط بندھا ہوا تھا' امام ترمذی نے کہا: اچانک دیکھا کہ وہاں ایک آدمی لوہے کی زنجیروں میں خوب جکڑا ہوا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

''تو ایک آدمی اپنے بالوں کو کھینچ رہا تھا۔ وہ طوق اور زنجیروں میں جکڑا ہوا آسمان اور زمین کے درمیان پھڑک رہا تھا''۔

امام مسلم کی روایت ہے: ہم نے دریافت کیا: امام مسلم روایت کرتے ہیں: ''کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا: تم میرا حال جاننے پر تو قادر ہو ہی گئے ہو' اب مجھے خبر دو کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں' ہم ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے تھے اتفاقاً سمندر میں سخت طغیانی آ گئی جس کی وجہ سے ہمارے سفینہ کو ایک ماہ تک سمندری موجوں نے کھیل تماشا بنائے رکھا' پھر (اللہ اللہ کرکے) ہمارا جہاز اس بھنور سے نکل کر آخر ایک جزیرے کے ساتھ جا لگا جہاں سے ہم چھوٹی کشتیوں کے ذریعے جزیرے میں پہنچے جزیرہ میں داخل ہوئے تو وہاں ہمیں ایک موٹے اور گھنے بالوں والا جانور ملا' بالوں کی کثرت کی وجہ سے ہمیں اس کی قُبل اور دبر کا علم نہیں ہو سکا (یعنی اس کے نر' مادہ ہونے کا یا اس کے منہ اور پیٹھ کا پتہ نہیں چلتا تھا) ہم نے کہا: تیرا بیڑا غرق ہو تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں (محکمہ انٹیلی جنس سے منسلک ہوں اور جاسوسی کرتی ہوں) ہم نے پوچھا: کیسی جساسہ؟ بولی کہ سامنے کلیسا میں جو شخص ہے ناں اس سے رابطہ کرو' اس کو تمہاری خبروں کی انکوائری کا بڑا شوق ہے (ہم نے اس سے کہا:) ہم جلدی جلدی تمہارے پاس آئے ہیں' ہمیں خدشہ تھا کہ وہ جانور کہیں جن نہ ہو' اس شخص نے ہم سے کہا: بسیان کے نخلستان کی خبر دو۔

بسیان گارڈن کہاں ہے؟

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

''جو اردن اور فلسطین کے درمیان ہے''۔

صحیح مسلم میں ہے: دریافت کیا کہ اس کا کیا حال ہے؟ ہم نے کہا: تو اس باغ کی کس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس کے کھجوروں کے درخت پھل دیتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ''ہاں'' اس نے کہا: لیکن سنو! عنقریب وہ پھل دینا چھوڑ دے گا' اس نے کہا: مجھے بحیرۂ طبریہ کے متعلق خبر دو' ہم نے کہا: تم کس بات کی بابت پوچھتے ہو؟ اس نے کہا: اس میں پانی ہے؟ انہوں نے کہا: اس میں بہت پانی ہے' اس نے کہا: عنقریب اس کا پانی خشک ہو جائے گا' اس نے کہا: تم مجھے ''چشمۂ زغر'' کے بارے میں بتاؤ' انہوں نے کہا کہ تو زغر کے چشمہ کی کیا

بات پوچھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آیا اس میں پانی ہے اور کیا وہاں کے لوگ اس چشمہ کے پانی سے زراعت کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: وہاں بہت پانی ہے اور لوگ اس کے پانی سے خوب کھیتی باڑی کرتے ہیں' اس نے کہا: مجھے اُمّی لوگوں کے نبی کی خبر دو وہ کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: وہ مکّہ سے نکلے ہیں اور انہوں نے یثرب (مدینہ منورہ) کو اپنی منزل اور مقام بنایا ہے' اس نے سوال کیا کہ کیا عربوں نے ان سے لڑائی کی ہے؟ ہم نے بتایا کہ ہاں! اس نے پوچھا: پھر کیا ہوا؟ ہم نے کہا: وہ اپنے قرب وجوار کے عربوں پر فتح یاب ہوئے ہیں اور لوگوں نے ان کی اطاعت کی ہے' اس نے کہا: یہ ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! اس نے کہا: لوگوں کے لیے ان کی اطاعت کرنا ہی بہتر تھا اور میں تم کو اپنے متعلق بتاتا چلوں کہ میں مسیح ہوں اور وہ زمانہ قریب ہے جب مجھے خروج کی اجازت دی جائے گی تو میں نکل کر تمام زمین کی سیر کروں گا اور مکہ اور طیبہ (مدینہ منورہ) دو شہروں کے سوا ہر بستی میں جاؤں گا' ان دوشہروں میں داخل ہونا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے' جب بھی میں ان میں سے کسی ایک شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کروں گا تو ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے ہوئے میرے سامنے آ جائے گا اور مجھے داخلہ سے روک دے گا اور مدینہ کی ہر گھاٹی پر فرشتے مقرر ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور پہرہ دیتے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگشت مبارک منبر پر مار کر فرمایا: یہ طیبہ ہے' یہ طیبہ ہے' یہ طیبہ ہے یعنی مدینہ (منورہ زادھا اللہ تعالیٰ عزاً وشرفاً) ہے' سنو! کیا میں نے تم کو پہلے ہی سے یہ چیزیں بیان نہیں کی تھیں' لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: مجھے تمیم کی اس خبر سے خوشی ہوئی کیونکہ یہ اس خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو دے چکا ہوں اور مکّہ اور مدینہ کے بارے میں دی ہوئی خبروں کی بھی اس سے تصدیق ہوتی ہے' سنو! دجّال شام یا یمن کے سمندر میں ہے' نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے' وہ مشرق کی جانب ہے' وہ مشرق کی جانب ہے--- آپ نے ہاتھ مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں: میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے حفظ کی ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو منبر شریف پر رونق افروز ہو گئے اور اس سے پہلے جمعہ (مبارک) کے دن کے علاوہ کبھی منبر پر تشریف نہیں لے جاتے تھے' یہ بات لوگوں پر گراں گزری' کچھ لوگ کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے ہاتھ سے سب کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ' پھر ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں اپنے مقام پر کسی ایسے امر کے لیے کھڑا نہیں ہوا ہوں جو تمہارے لیے نفع بخش ہو اور نہ ہی تمہیں کسی چیز سے ڈرانے کے لیے اور نہ کسی (کارِ خیر کی) رغبت دلانے کے لیے اٹھا ہوں بلکہ میرے پاس تمیم الداری آئے اور انہوں نے ایک خبر سنائی کہ جس سے مجھے اتنی فرحت ہوئی اور آنکھوں کو چین آیا کہ اس نے مجھ سے قیلولہ (یعنی دوپہر کے آرام) کو بھی روک دیا' میں نے پسند کیا کہ تمہارے نبی کی خوشی کو تمہارے سامنے بھی ظاہر اور نشر کردوں' سنو! تمیم داری کے چچازاد بھائی نے مجھے بتایا ہے کہ آندھی اور طوفان نے انہیں ایک غیر معروف جزیرہ کے کنارے لے جا پھینکا' وہاں سے یہ لوگ چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر سمندر سے نکلے اور جب اتر کر جزیرہ میں

داخل ہوئے تو وہاں ان کو ایک کالی سیاہ چیز ملی جس کے جسم پر کثرت سے بال تھے انہوں نے اس سے پوچھا: تو کیا بلاء ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ (جاسوس) ہوں انہوں نے اس سے کہا کہ ہمیں کچھ معلومات فراہم کر اس نے کہا: میں نہ تمہیں کوئی خبر بتاؤں گی اور نہ ہی تم سے کوئی خبر پوچھوں گی تم اس گرجا گھر میں چلے جاؤ وہاں ایک شخص تم سے باتیں کرنے کا بہت خواہش مند ہے وہی تمہیں خبریں سنائے گا اور تم سے سنے گا' یہ سن کر لوگ گرجا گھر کی طرف چلے گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا ہائے ہائے کر رہا تھا' اس نے لوگوں سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے اسے بتایا کہ ہم شام سے آئے ہیں' اس نے پوچھا: عرب کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم عرب قوم ہیں' تم کس بات کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ اس نے کہا: وہ مردِ خدا جو تم میں ظاہر ہوا ہے کیا کر رہا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ بہتر حال میں ہیں' وہ قوم میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم پر فتح یاب اور غالب فرما دیا ہے' ان سب کا حال یہ ہے کہ سب کا خدا ایک' دین ایک اور نبی ایک ہے' اس نے پوچھا: زغر چشمے کا کیا حال ہے (یہ ملک شام میں ایک چشمہ کا نام ہے خروج دجال کے زمانہ میں یہ سوکھ جائے گا)؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی تو خیر ہے' وہاں کے لوگ اس سے اپنی زراعت کے لیے پانی لیتے ہیں اور اسی سے وہاں کی قومیں پانی پیتی ہیں' اس نے پوچھا: عمان اور بسیان کے درمیان واقع نخلستان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے' وہ باغ ہر سال پھل دیتا ہے' اس نے پوچھا: طبریہ جھیل کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: پانی کثرت سے اس کے کناروں سے باہر چھلکتا اور بہتا ہے' یہ سن کر اس نے تین چیخیں ماریں اور کہنے لگا: اگر میں اس قید سے چھوٹا تو میں اپنے ان پیروں سے پوری روئے زمین کو روندوں گا سوائے طیبہ کے کہ اس میں داخل ہونے کی میرے لیے کوئی سبیل نہیں ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مجھے انتہائی فرحت ہوئی ہے' یہ طیبہ ہے' مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے اختیار اور قبضہ میں میری جان ہے' طیبہ (مدینہ منورہ) کا کوئی تنگ راستہ' کوئی کشادہ راستہ' کوئی پہاڑ' کوئی میدانی علاقہ نہیں ہے مگر اس پر ایک فرشتہ ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑا ہے اور قیامت تک وہ پہرہ دیتا رہے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۸۰' ابوداؤد ج ۱۱ ص ۱۷۱' ترمذی ج ۶ ص ۵۲۸ من التحفۃ الاحوذی' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۴' مسند احمد ج ۲۴ ص ۷۱ من الفتح الربانی)

مؤلف تذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یہ حدیث صحیح ہے" اس حدیث کو امام مسلم' امام ترمذی' امام ابوداؤد اور دوسرے ائمہ حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔

دابۃ الارض کے متعلق ایک اور روایت کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جس دابۃ الارض کے نکلنے کا تذکرہ کیا جاتا ہے یہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے کیونکہ جب اونٹنی کو ہلاک کیا گیا تھا تو یہ بچہ' ناقہ بھاگ گیا تھا اور ایک چٹان اس کے لیے کھل گئی تھی اور وہ اس کے شگاف میں داخل ہو گیا تھا' پھر وہ شگاف بند ہو گیا' وہ اسی پتھر کے اندر ہے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کے حکم سے وہ پتھر پھٹے گا تو وہ اس میں سے نکلے گا' اسی کو دابۃ الارض کہا جاتا ہے۔

مؤلف تذکرہ کہتے ہیں: اس باب میں مذکور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث بھی اس قول کی تائید کرتی ہے کیونکہ اس میں ہے: "وھی ترغو" اور "رغو" کا معنیٰ ہے بلبلانا اور یہ اونٹ کی آواز کے لیے ہی بولا جاتا ہے اور کسی شاعر نے بڑا خوبصورت شعر کہا ہے: ؎

واذکر خروج فصیل ناقۃ صالح   یسم الوری بالکفر والإیمان

"حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بچّہ کے نکلنے کو یاد کر، وہ نشان دہی کر کے مخلوق کو مسلمان اور کافر دو حصوں میں تقسیم کر دے گا اور دو قومی نظریہ کا پرچار کرے گا"۔

فصل

آیا ابن صیاد دجّال تھا؟

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: علماء میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ ابن صیاد دجّال نہیں تھا انہوں نے حدیث جساسہ اور ان احادیث سے جو اس کے معنیٰ میں ہیں سے استدلال کیا ہے۔

مصنف کا موقف

مصنف فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ بے شک ابن صیاد دجّال تھا (شاید مصنف دجّال کا لغوی معنیٰ مراد لے رہے ہیں، باطل کو چھپانے والا' ملمع کار جھوٹا' اس معنیٰ میں ابن صیاد واقعی دجّال تھا لیکن وہ دجّال کہ جس کی حضور نبی اکرم ﷺ نے مخصوص صفات بیان فرمائی ہیں وہ قیامت کے قریب زمانہ میں ظاہر ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی خبر دی ہے) جس کی دلیل سابقہ روایت ہے' اور کچھ بعید نہیں کہ وہ اس وقت جزیرہ میں ہو اور آخر وقت تک صحابہ کرام کے درمیان موجود رہا یہاں تک کہ حرّہ کے دن صحابہ نے اس کو گم پایا' (امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے ہم نے حرّہ کے دن ابن صیاد کو گم کر دیا) اور ابوداؤد میں حدیث جساسہ میں ہے:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ ابن صیاد دجّال ہے' حضرت ابوسلمہ کہتے ہیں: میں نے کہا: ابن صیاد تو مر گیا ہے؟ حضرت جابر نے فرمایا: اگرچہ مر گیا ہے' میں نے کہا: وہ تو مسلمان ہو چکا تھا؟ انہوں نے فرمایا: اگرچہ وہ مسلمان ہو چکا ہو' میں نے کہا: وہ تو مدینہ شریف میں داخل ہوا تھا؟ انہوں نے فرمایا: اگرچہ وہ مدینہ منورہ میں بھی داخل ہوا ہو۔

سیف بن عمر نے کتاب "الفتوح والردۃ" میں ذکر کیا ہے کہ ابوسبرہ اپنی فوج کے ساتھ جب قلعہ سوس پر اترا اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا' ان دنوں اہل سوس پر ہرمزان کا بھائی شہربان حکمران تھا' ان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی اور اہل سوس مسلمانوں کی طرف سے جب مصیبت اور مشکل میں مبتلا ہوئے تو ایک دن ان کے راہبوں اور پادریوں نے قلعہ کے اوپر سے جھانک کر مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے گروہِ عرب! ہمارے علماء نے اور ہمارے پہلے لوگوں نے ہمیں جو کچھ بتایا اس میں ایک بات انہوں نے یہ بتائی تھی کہ قلعہ سوس کو فقط دجّال فتح کر سکے گا یا وہ قوم اس قلعہ کو فتح کرے گی جن میں دجّال موجود ہوگا پس اگر تمہاری فوج میں دجّال موجود ہے تو ضرور

تمہیں فتح ہوگی اور لیکن اگر تمہارے لشکر میں دجّال موجود نہیں ہے تو پھر تم اپنے آپ کو قلعہ کا محاصرہ کر کے مشقت اور تکلیف میں نہ ڈالو۔ سیف ابن عمر کہتے ہیں: اور صاف ابن صیاد اس وقت نعمان کے ساتھ لشکر میں موجود تھا چنانچہ ابن صیاد غضب ناک ہو کر قلعہ سوس کے دروازہ پر آیا اور غصے سے دروازہ کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا: کھل جا' دروازہ ٹھوکر سے اڑ کر وہ پرے جا گرا' زنجیریں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں' تالے ٹوٹ گئے' دروازے کھل گئے اور مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس کا قصہ اور آپ کا فرمانا کہ بخدا! میں اس کو پہچانتا ہوں اور اس کی جائے ولادت کو پہچانتا ہوں اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔

امام ترمذی نے روایت کیا' اس میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: (نیز میں جانتا ہوں کہ) اس گھڑی وہ زمین کے کس خطہ میں ہے اور کہاں ہے اور میں اس کے والد کو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے نص ہوتی کہ یہ وہی ہے۔ باقی رہا علماء کا یہ استدلال کہ ابن صیاد تو مسلمان ہو چکا تھا' اس کے اولاد ہوئی' وہ مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں سے مکہ گیا' ان باتوں سے ابن صیاد کا معاملہ مشتبہ ہو گیا' اشکال پیدا ہو گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ ظاہر ہوگا (کیونکہ اس وقت روپوش ہے) کافر ہو جائے گا اور اس وقت اس کی اولاد نہیں ہوگی اور خروج کے بعد وہ مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ واللہ اعلم

حدیث الباب کے بعض الفاظ کی لغوی تحقیق وتشریح

"ارفاوا" جہاز کا لنگر انداز ہونا' سفینہ اور کشتی کا کنارے لگنا اور ساحل کے قریب ہو جانا "مرفا السفینة" بندرگاہ کو کہا جاتا ہے۔

"اقرب السفینة" قوارب الصغار یتصرف بھار کالبُ السفینة" چھوٹی کشتیاں جن کو سفینہ کے سوار اور عملہ اپنے کام میں لاتے ہیں اس کی جمع "قوارب" آتی ہے اور واحد خلاف قیاس "قارب" ہے۔

"المھلب" خطابی اور ماذری نے کہا: اس کا معنیٰ ہے موٹے بالوں والا شخص یا حیوان' اگر لفظ کی رعایت کی جائے تو پھر کہا جائے گا: "ھلبا" جیسے احمر اور حمر' اور بعض اہل لغت کے نزدیک "اھلب" بھی استعمال ہوتا ہے' اس کا معنیٰ ہے جس کے جسم پر بال نہ ہوں اور یہ لفظ لغتِ اضداد میں سے ہے' ان کا اس موٹے اور گھنے بالوں والی مخلوق سے استفہامیہ انداز سے کہنا کہ تو کیا چیز ہے؟ اس خیال سے تھا کہ یہ کوئی غیر عاقل چیز ہے مگر جس وقت اس نے کلام کیا تو وہ ڈر گئے اور خوف زدہ ہو گئے۔

اغتلام البحر

سمندر کا جوش مارنا' موجوں کا زور سے اٹھنا۔

هیجانه

موجوں کے تلاطم کو کہتے ہیں۔

بسیان و زغر

اردن اور فلسطین کے درمیان دو مقامات کے نام ہیں جیسا کہ ترمذی میں مذکور ہے۔

حافظ ابوالخطاب بن دحیہ نے کہا کہ بسیان ایک شہر تھا اور اس میں ایک بہت بڑی منڈی ہوتی تھی اور اس میں ایک فلوس نامی چشمہ تھا جس سے لوگوں کو پانی سپلائی کیا جاتا تھا۔

بحیرہ طبریہ

یہ ایک بہت بڑی جھیل ہے جس کی لمبائی دس میل ہے اور چوڑائی چھ میل ہے' اس میں اٹھنے والی موجیں اس طرح ہوتی ہیں جیسے قلعہ کی فصیلیں ہوں' یہ جھیل بہت گہری ہے' اس میں سفینے اور بڑی کشتیاں چلتی ہیں' مچھلی شکار کی جاتی ہے اور اس کا پانی دریائے فرات جیسا میٹھا ہے' بحیرہ طبریہ اور بیت المقدس کے درمیان تقریباً ایک سو میل کا فاصلہ ہے اور یہ اردن سے شروع ہوتی ہے' اس کو ''ھی'' یعنی تا تانیث اس لیے لازم ہے کہ یہ (سمندری اور) جھیل ہے بحر (سمندر) نہیں کیونکہ بحر مذکر ہے بحرۃ (سمندری) مؤنث ہے اور بحیرہ بحرۃ کی تصغیر ہے اور بحر کی تصغیر بھی بحیرہ ہے۔

عین زغر

زاء کے ضمہ اور غین کے فتحہ کے ساتھ یہ ایک چشمے کا نام ہے اور نحوی (گرائمر) اعتبار سے یہ علمیّت اور عدل (کیونکہ یہ زاغر سے معدول ہے جس طرح عمر' عامر سے معدول ہے) کی وجہ سے غیر منصرف ہے (اس پر کسرہ اور تنوین پڑھنا لکھنا منع ہے)۔

امام کلبی کا نظریہ یہ ہے کہ زغر ایک عورت کا نام ہے اور یہ چشمہ اس کی طرف منسوب ہے' اگر کلبی کا قول پایۂ تحقیق کو پہنچ جائے تو چونکہ اس نے یہ چشمہ بنایا تھا اور اس چشمہ کے اردگرد کی اراضی اس کی ملکیّت تھی اس وجہ سے اس کی نسبت سے یہ ''چشمہ زغر'' کے نام سے مشہور ہو گیا' ابن دحیہ نے اپنی کتاب ''البشارات والانذرات'' میں اس کو ذکر کیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک کہ ''الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن'''' مگر وہ شام کے سمندر میں ہے یا یمن کے سمندر میں ہے'' یہ شک اور گمان یا تو آپ کی طرف سے ہے یا سامع پر آپ نے ابہام رکھا اور پھر اس کی نفی کر دی اور شک سے اعراض کر کے تحقیق کے ساتھ بیان فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ: ''نہیں بلکہ یہ مشرق کی جانب ہے'' پھر ''ما'' زائدہ برائے تاکید سے اور تکرار لفظ سے کلام کو مؤکد فرمایا۔ ''ما'' اس میں زائدہ ہے نافیہ نہیں ہے خوب سمجھ لو۔

***-باب

اس باب میں درج ذیل امور کا بیان ہوگا۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

(۲) توبہ کا دروازہ کب بند ہوگا؟

(۳) اس کے بعد لوگ دنیا میں کتنی مدت ٹھہریں گے؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو پھر کسی شخص کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے یا جس نے ایمان لا کر کوئی پہلے بھلائی کا کام نہیں کیا تھا (تو اب ایمان لانا یا نیکی کرنا فائدہ مند نہیں ہوگا)۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۸۷' ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۰۷' تفسیر طبری ج ۱۲ ص ۲۶۵)

امام ترمذی' امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک مغرب میں ایک دروازہ ہے جو توبہ کے لیے کھلا رہتا ہے' اس دروازہ کی چوڑائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے' یہ بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے اس دروازہ کی جانب سے'' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی ج ۶ ص ۴۲۰ من التحفۃ الاحوذی ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۰' مسند احمد ج ۲۴ ص ۸۵ من الفتح الربانی' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۹۷' الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۴۰۶۷)

اور حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: وہ شام کی طرف ہے' اسے اللہ تعالیٰ نے اس دن پیدا کیا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' یہ دروازہ کھلا رہتا ہے' یعنی توبہ کے لیے' یہ بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع کرے''۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابو اسحاق ثعلبی اور دوسرے مفسرین نے ایک طویل حدیث ذکر کی ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' حضور نبی کریم ﷺ بیان کرتے ہیں جس کا معنی اور مفہوم یہ ہے: ''بے شک سورج کو لوگوں پر (طلوع ہونے سے) روک لیا جائے گا حتیٰ کہ زمین میں گناہوں کی کثرت ہوگی اور نیکی ختم ہو جائے گی' کوئی ایک شخص بھی نیکی کا حکم دینے والا نہیں ہوگا اور برائی پھیل جائے گی اور کوئی ایک شخص بھی برائی سے روکنے والا نہیں ہوگا' یہ سورج کا عرش کے نیچے روک لینا ایک رات کی مقدار کے برابر ہوگا' سورج جب اپنے رب کے حضور سجدہ کر کے رب عزوجل سے اجازت طلب کرے گا کہ وہ کہاں سے طلوع ہو تو اسے کوئی جواب نہیں ملے گا یہاں تک کہ چاند بھی اس سے مل جائے گا اور اس کے ساتھ مل کر سجدہ کرے گا اور وہ بھی اجازت طلب کرے گا کہ اسے کہاں سے طلوع ہونا ہے؟ تو اسے بھی جواب نہیں ملے گا حتیٰ کہ سورج اور چاند دونوں روک لیے جائیں گے' سورج تین راتوں کی مقدار محبوس رہے گا اور چاند کو دو رات کے لیے روک لیا جائے گا اور رات کی درازی اور طوالت کتنی ہوگی اسے وہی جانیں گے جو زمین پر تہجد کے لیے اٹھنے والے ہیں اور تہجد گزار لوگوں کا ان دنوں روئے زمین پر مسلمانوں کے شہروں میں سے ہر شہر میں نہایت قلیل سا ایک گروہ ہوگا اور جب پوری تین راتیں گزر جائیں گی تو اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیجے گا جبریل علیہ السلام سورج اور چاند سے فرمائیں گے: رب سبحانہ وتعالیٰ تم دونوں کو امر دیتا ہے کہ اپنے اپنے مغرب کو لوٹ جاؤ اور وہاں سے دونوں طلوع ہو جاؤ اور تم دونوں کے لیے ہمارے پاس سے نور اور ضیاء نہیں ہے پس وہ دونوں اپنے مغرب سے طلوع ہوں گے اور سیاہ ہوں گے نہ سورج میں ضیاء ہوگی اور نہ چاند میں نور ہوگا جس طرح

اس سے پہلے کسوف کے وقت ہوتے تھے اس طرح ہوں گے، یہی معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کا کہ: "وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ○". (القیامۃ:۹) کا کہ۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا کہ: "اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○" (التکویر:۱) "جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا" پس دونوں اسی طرح دو اونٹوں اور دو گھوڑوں کی مثل بلند ہوں گے اور جب آسمان کی ناف تک پہنچیں گے اور یہ آسمان کا نصف ہوتا ہے، جبریل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائیں گے اور دونوں کو ان کے سینگوں سے پکڑ کر مغرب کی طرف لوٹا دیں گے اور لیکن وہ دونوں مغرب میں غروب نہ ہوں گے بلکہ باب التوبہ (توبہ کا دروازہ) سے غروب ہوں گے، پھر باب التوبہ کے دونوں پاٹ ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیے جائیں گے اور وہ اس طرح ہو جائیں گے کہ جیسے گویا ان کے درمیان کوئی شگاف اور رخنہ تھا ہی نہیں، سو جب توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تو اس کے بعد کسی بندے کی توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی اس کی کوئی نیکی اسے نفع دے گی، اگر وہ پہلے نیکی کرنے والا نہیں تھا لیکن اگر وہ پہلے سے نیکوکار تھا تو پھر اس کے نیک کاموں کا اجر جاری رہے گا، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ. (الانعام:۱۵۸)

جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔

پھر اس کے بعد سورج اور چاند کو دوبارہ ضیاء اور نور حاصل ہو جائیں گے اور وہ پھر سے لوگوں پر طلوع و غروب کا سلسلہ شروع کر دیں گے جس طرح پہلے طلوع اور غروب ہوا کرتے تھے، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد لوگ ایک سو بیس (۱۲۰) سال باقی رہیں گے۔

فصل

سوال: سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد ایمان لانے کا فائدہ کیوں نہیں ہوگا؟

جواب: علماء (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) فرماتے ہیں کہ مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد کسی شخص کو اس کے ایمان لانے کا نفع اور فائدہ اس لیے نہیں ہوگا کہ گھبراہٹ اور خوف ان کے دل تک پہنچ جائے گا جس سے نفس کی تمام خواہشات بجھ جائیں گی، قوائے بدن میں سے ہر قوت سست اور سرد پڑ جائے گی اور قیامت کے قریب ہونے کا یقین ہو جانے سے تمام لوگوں کی حالت اس شخص جیسی ہوگی جو قریب مرگ اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے، ایسی حالت میں بدن سے گناہوں پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والے تمام اسباب اور دواعی ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور گناہ اور نافرمانی کی قوتیں دم توڑ چکی ہوتی ہیں اور خوف کے مارے چونکہ گناہ اور معصیّت کی تحریکوں کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہوتا ہے اس لیے جو شخص ایسی حالت میں توبہ کرتا ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی جیسے اس شخص کی توبہ ناقابل قبول ہوتی ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور وہ جان دیتے ہوئے توبہ کرے۔

جان کنی کے وقت توبہ قبول نہ ہونے کی حدیث پاک سے دلیل

حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ان اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر۔ بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس کا سانس نہ اکھڑے۔

(ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۳، ۳۶۰۳، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲-۱۵۳، المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۵۷، القضاعی رقم الحدیث: ۱۰۸۵، ابن حبان ج ۲ ص ۱۲، تفسیر ابن جریر رقم الحدیث: ۸۸۵۸، الالبانی صحیح الجامع رقم الحدیث: ۱۸۹۹)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "یغرغر" کا معنیٰ ہے روح کا حلق کے سرے تک پہنچ جانا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب آدمی جنت اور دوزخ میں سے اپنا ٹھکانا اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور اس کا معائنہ کرتا ہے اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا بھی اسی کی مثل ہے لہٰذا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ہر وہ شخص جو جنت دوزخ یا قیامت کی کسی علامت کا مشاہدہ کرنے کے بعد توبہ کرتا ہے اس کی توبہ قبول نہ ہو رد کر دی جائے کیونکہ اب اس شخص کا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کو ماننا اور اسی طرح وعدہ وعید پر یقین لے آنا مشاہدہ کرنے سے بدیہی اور ضروری ہو گیا (ایمان بالغیب اور دیکھے بغیر ماننا نہ رہا) لہٰذا ایسا ماننا ناقابل قبول ٹھہرا--- اور اگر کسی علامت کے ظہور کے بعد دنیا کا ایک لمبا زمانہ گزر گیا اور لوگ اس امر عظیم کو بھول گئے کہ کیا ہوا تھا اور اس بات کا لوگ عام طور پر کوئی زیادہ ذکر بھی نہیں کرتے، کوئی خاص آدمی ہی اس بات کو بیان کر دیتا ہو تو اتر کے ساتھ اس رونما ہونے والے واقعہ کا تذکرہ نہ ہوتا ہو اور پھر ایسے وقت میں اگر کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ (واللہ اعلم)

مغرب سے سورج کو طلوع کرنے میں کیا فلسفہ ہے؟

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

سورج کو مغرب سے طلوع کرنے میں یہ حکمت ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمرود سے فرمایا تھا:

فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ (البقرۃ: ۲۵۸)

(تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:) بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو تُو اس کو مغرب سے لے آ، تو اس کافر کے ہوش اڑ گئے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ چونکہ ملحد اور نجومی لوگ آخر تک اس کے منکر رہے اور یہ بے دین کہتے ہیں کہ سورج کا مغرب سے نکلنا ممکن ہی نہیں ہے اس لیے اللہ پاک ایک دن سورج کو مغرب سے نکال کر ان بے دینوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے والوں کو دکھا دے گا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت میں ہے کہ وہ سورج کو چاہے تو مشرق سے نکالے اور چاہے تو مغرب سے نکالے علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس بناء پر یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ ایمان اور توبہ کا مردود اور نامقبول ہونا انکار اور تکذیب کرنے والوں کے ساتھ خاص ہو کہ جو منکر اور مکذب ہیں ان

کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں ہے کیونکہ ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فأما المصدق فانه تقبل توبته و ينفعه إيمانه قبل ذلك. لیکن تصدیق اور ماننے والا تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور اس کا ایمان سودمند ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ کافر کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کی توبہ قبول ہوگی جب کہ وہ سورج کو مغرب سے نکلتا ہوا دیکھ کر اسلام لائے۔ الا یہ کہ وہ اس وقت کم سن تھا اور پھر بعد میں وہ ایمان لے آیا تو اس صورت میں اس کا ایمان مقبول ہوگا اور جو مؤمن ہے اور وہ گناہ گار تھا اور اس نے یہ نشانی دیکھ کر توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

ابو اللیث سمرقندی اپنی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے وقت اس وقت تک توبہ قبول نہیں ہوگی جب تک کہ ایک چیخ واقع نہیں ہوتی اور اس میں بہت سے لوگ ہلاک نہیں ہو جاتے اور جب یہ سب کچھ ہو چکے گا تو پھر اس کے بعد جو شخص اسلام لائے یا توبہ کرے گا اس کا اسلام اور توبہ قبول ہیں اور جو عین اسی چیخ کے وقت اسلام لائے یا توبہ کرے گا اس کی توبہ اور اسلام لانا مقبول نہیں بعد والے کا اسلام اور توبہ قبول ہیں۔

فصل: قیامت کے قریب سب سے پہلے کون سی نشانی ظاہر ہوگی؟

قیامت کی علامات میں سے سب سے پہلی علامت کون سی ظاہر ہوگی؟ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ قیامت کی سب سے پہلی علامت ''سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے'' جیسا کہ اس باب میں صحیح مسلم کی حدیث میں بیان ہوا' اور ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ ''دجّال کا خروج'' پہلی نشانی ہوگی' اور یہی دونوں اقوال میں سے راجح اور زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

ان الدجّال خارج فيكم لا محاله. بے شک تمہارے درمیان دجّال کا نکلنا کسی شک شبہ سے بالا ہے۔

یہ طویل حدیث ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳' الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۹۱۸' کشف الاستار رقم الحدیث: ۳۳۹۷)

سو اگر سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دجّال کے نکلنے سے پہلے مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہود کو ان کا ایمان لانا اور اسلام کو قبول کرنا فائدہ نہیں دے گا اور اگر یہود کا اسلام قبول کرنا ان کے حق میں سودمند اور مفید نہیں ہوگا تو پھر دین واحد ثابت نہ ہوا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو یہودی اسلام قبول کر لیں گے تو ان کے اسلام لانے سے دین ایک ہو جائے گا' اس کی پوری تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

مؤلف تذکرہ لکھتے ہیں:

قیامت کی سب سے پہلی نشانی تین خسوفات (یعنی تین جگہ زمین کے دھنسنے کا واقعہ' مشرق میں دھنسنا' مغرب میں دھنسنا اور جزیرۂ عرب میں زمین کا دھنسنا) کا وقوع ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ دجال کو قتل کریں گے' اس کے بعد وہ حج کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کریں گے اور جب حج کی ادائیگی سے فارغ ہوں گے تو سیدنا رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے شدِ رحال فرمائیں گے اور جب وہ روضۂ رسول کے پاس پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس وقت ایک عنبر کی خوشبو والی ہوا چلائے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے مؤمن ساتھیوں کی روحوں کو قبض کر لے گی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی اور ان کو حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے روضۂ مبارکہ میں دفن کیا جائے گا اور لوگ حیران اور مدہوش ہو جائیں گے اور اکثر اہل اسلام کفر اور گمراہی کی طرف مائل ہو جائیں گے اور جو اہل اسلام باقی رہ جائیں گے ان پر اہل کفر غلبہ اور تسلط پالیں گے--- اس وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور اسی زمانہ میں مصاحف سے اور لوگوں کے سینوں سے قرآن مجید کو اٹھا لیا جائے گا' پھر حبشی لوگ بیت اللہ شریف کی طرف آئیں گے اور اس کو توڑ کر اس کا پتھر سے پتھر بجا دیں گے (وہ اینٹ سے تو بنا ہوا نہیں ہے اس لیے میں نے ''اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے'' نہیں لکھا)۔

اور وہ ان پتھروں کو سمندر میں پھینک دیں گے' پھر اسی دوران میں ''دابۃ الارض'' نکل آئے گا اور ان حبشیوں سے گفتگو کرے گا' پھر دھواں آئے گا جس سے زمین اور آسمان کے درمیان کا حصہ بھر جائے گا' اس دھوئیں سے مؤمن پر تو اتنا اثر ہوگا جیسے زکام کا ہوتا ہے اور رہے کافر اور فاجر لوگ تو ان کے ناک میں دھواں داخل ہوگا اور ان کے کانوں تک سوراخ کر دے گا' اس سے ان کا دم گھٹنے لگے گا' پھر اللہ تعالیٰ جنوب سمت یمن کی طرف سے ایک ہوا چلائے گا جو بدن کو ریشم کی طرح ملائم لگے گی اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی' وہ نرم اور خوشبودار ہوا مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کی ارواح کو قبض کر لے گی اور سب برے لوگ ہی رہ جائیں گے اور وہ مرد عورتوں سے سیر ہوں گے اور نہ عورتیں مردوں سے سیر ہوں گی' پھر اللہ تعالیٰ ایسی آندھی چلائے گا جو ان سب بیڑا غرق خواتین و حضرات کو اٹھا کر سمندر میں دے پھینکے گی۔ بعض علماء نے علاماتِ قیامت کو اسی ترتیب سے بیان کیا ہے اور اس میں کچھ اختلاف بھی ہے جس کی طرف اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے (حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے)۔

ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب دنیا کو ختم کرنے اور گردش لیل و نہار کی بساط کو لپیٹنے کا ارادہ فرمائے گا اور صور کے پھونکے جانے کی گھڑی قریب آ لگے گی تو پہلے تو قعر عدن سے آگ نکلے گی تاکہ لوگوں کو ہانک کر میدانِ محشر میں لے آئے اور وہ آگ رات کو بھی ان کے ساتھ رہے گی اور قیلولہ کے وقت بھی اپنی آغوش حرارت میں ہی ان کو قیلولہ کرائے گی حتیٰ کہ تمام مخلوق' انسان' جن' چارپائے' وحوش و طیور' جنگلی جانور' پرندے' درندے' سانپ بچھو اور جملہ حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے اور تمام ذی روح میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے' پس اسی دوران میں کہ لوگ بازاروں میں کھڑے بیوپار کر رہے اور خرید و فروخت میں مشغول ہوں گے کہ آسمان سے ایک بہت بڑا دھماکہ ہو جائے گا' پچاس فیصد لوگ اس دھماکے کی وجہ سے بے ہوش ہو جائیں گے اور تین دن کے بعد جا کر ان کو اس بے ہوشی سے افاقہ ہوگا اور وہ سنبھلیں گے اور دوسرے پچاس فیصد لوگوں کی عقل پر ایسا پردہ پڑ جائے گا کہ وہ ہکا بکا کھڑے کے کھڑے ہی رہ جائیں گے' اسی صورت حال کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ○ (ص:۱۵)

اور یہ انتظار نہیں کرتے مگر ایک چیخ کی جسے کوئی روک نہیں سکے گا○

ابھی لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اتنے میں اچانک دوسرا دھما کہ ہو جائے گا جو پہلے سے زیادہ بڑا اور زیادہ سخت ہوگا اور بجلی کی کڑک کی طرح اس کی گرج دار سخت آواز ہوگی' اس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی زندہ باقی نہیں رہے گا' سب ہی موت کے گھاٹ اتر جائیں گے جیسا کہ ہمارا پروردگار جل وعلا ارشاد فرماتا ہے:

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔ (الزمر:۶۸)

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے

دنیا آدمیوں' جنوں اور شیطانوں سے خالی ہو جائے گی' زمین پر جو بھی ذی روح مخلوق ہے کیا چرندے' پرندے' درندے اور کیا حشرات الارض اور سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑے سب مر جائیں گے اور یہی وہ وقت ہے جو اللہ تعالیٰ اور ابلیس ملعون کے مابین معلوم ومعہود ہے۔

٭٭٭-باب

اس باب میں حسب ذیل امور کا بیان ہوگا

(۱) ملک شام سے پہلے روئے زمین کے کون سے شہر اور علاقے تباہ اور ویران ہوں گے۔

(۲) قیامت قائم ہونے سے پہلے مدینہ منورہ کتنی مدت تک ویران ہوا رہے گا۔

(۳) دنیا کے ختم ہونے کی علامت اور اس کی مثال کا بیان۔

(۴) سب سے پہلے کون سا شہر اور منطقہ اجڑے گا اور ویران ہوگا۔

امام جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی بغدادی المتوفی ۵۹۷ھ اپنی کتاب ''روضۃ المشتاق والطریق الی الملک الخلاق'' میں روایت کرتے ہیں' حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پہلے ویرانی زمین کے مختلف اطراف میں شروع ہوگی حتیٰ کہ ہوتے ہوتے مصر تباہ اور ویران ہو جائے گا اور مصر ویران ہونے سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ بصرہ ویران ہوگا اور عراق میں سے پہلے بصرہ اجڑے گا اور مصر کی ویرانی کا سبب یہ ہوگا کہ دریائے نیل خشک ہو جائے گا' اور مکّہ معظمہ کی تباہی حبشیوں کے ہاتھوں سے ہوگی اور مدینہ منورہ کا ویران ہونا اور اجڑنا بھوک کے سبب سے ہوگا' یمن ٹڈی کے حملہ سے تباہ و برباد ہو جائے گا' ایلہ کی بربادی دشمن کے محاصرہ کر کے کمک بند کر دینے اور اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے ہوگی' فارس (ایران) کی بربادی ''والصعالیک'' یعنی چوروں اور بھوکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔

ترک دیلمہ کردوں کے ہاتھوں برباد ہوں گے اور کردوں کی تباہی ارمن کریں گے اور ارمن قوم خزر ایک چھوٹی چھوٹی آنکھوں والی قوم کے ہاتھوں سے تباہ ہوگی اور خزر کو ترک ہلاک و برباد کر دیں گے اور ترک آسمانی بجلی اور زلزلوں سے ہلاک ہوں گے اور سندھ کو ہندوستان خراب اور برباد کر دے گا اور ہندوستان کو چین تباہ کر دے گا اور چین

کی تباہی رمل سے ہوگی اور حبشہ' زلزلہ سے تباہ ہوگا اور الزوراء کو سفیانی کا لشکر تباہ کرے گا اور الروحاء کی تباہی خسف (زمین کا دھنس جانا) سے ہوگی اور عراق کی خرابی اور ویرانی کا سبب قحط پڑنا ہوگا۔ (البدایہ والنھایہ لابن کثیر ج ا ص ۸۰)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور میں نے سنا ہے کہ اندلس سخت آندھی سے تباہ ہوگا۔ (واللہ اعلم)

دنیا کی مثال

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

ابوعمران الجونی اور ابوہارون العبدی دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے نوف البکالی سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ:

ان الدنیا مثلت علی طیر فاذا انقطع جناحاه وقع وان جناحی الارض مصر والبصرة فاذا خربتا ذهبت الدنیا.

دنیا کی مثال ایک پرندے کی ہے جس کے دو پر ہوتے ہیں' جب دونوں پر کاٹ دیے جائیں تو وہ گر جاتا ہے' اسی طرح دنیا ہے' اس کے دو پر مصر اور بصرہ ہیں' جب یہ دونوں بازو کٹ جائیں گے تو دنیا ختم ہو جائے گی۔

ابن شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بخدا! اے اہل مدینہ! تم قیامت سے چالیس (سال) پہلے مدینہ (طیبہ) کو چھوڑ دو گے اور کعب کی روایت میں ہے:

''قیامت قائم ہونے سے چالیس سال قبل زمین ویران ہو جائے گی اور رعد و برق یعنی بادل اور بجلی باقی زمین کو چھوڑ کر ملک شام کی طرف آ جائیں گے یہاں تک کہ بادلوں کی گرج اور چمک صرف عرش اور فرات کے درمیان رہ جائے گی (اور کہیں نہ ہوگی)''۔

سب سے پہلے دنیا کا کون سا خطۂ زمین ویران ہوگا؟

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ الوجیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلّ وعلا ارشاد فرماتا ہے:

انی اذا اردت ان اخرب الدنیا بدات ببیتی فاخرجه ثم اخرب الدنیا علی اثره.

بے شک جس وقت میں دنیا کو ویران کرنے کا ارادہ فرماؤں گا تو پہلے اپنے گھر کو ڈھاؤں گا پھر اس کے بعد باقی دنیا کو اجاڑوں گا۔

نوٹ: اس سے پہلے گزرا کہ دو پتلی پتلی پنڈلیوں والے سیاہ فام بیت اللہ شریف کو گرا کر ویران کریں گے۔ واللہ اعلم

۱۳۴۔ قیامت کب آئے گی؟

جب تک زمین پر اللہ اللہ کی آواز آتی رہے گی قیامت برپا نہیں ہوگی

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک زمین پر اللہ اللہ ہوتی رہے گی قیامت برپا نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۷۱' ترمذی ج ٦ ص ۴۵۱ من التحفۃ الاخوذی' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷' ابن حبان ج ۸ ص ۲۹۹' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۹۴' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۱)

اور دوسری روایت میں یوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی ایسے فرد پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرتا ہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۷۱' ترمذی ج ٦ ص ۴۵۱ من التحفۃ الاخوذی' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷' ابن حبان ج ۸ ص ۲۹۹' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۹۴' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۱)

ضروری بات: میرے استاذ مکرم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کائنات اہل اللہ کے دم سے قائم ہے۔ نیز جب یہ ثابت ہوگیا کہ زمین کبھی اہل اللہ سے خالی نہیں رہی اور امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں ہر دور کے بہترین افراد میں سے مبعوث ہوتا رہا ہوں۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۹۴)

یعنی حضور ﷺ کے آباؤ اجداد ہر دور کے بہترین افراد تھے اور جب کوئی دور اہل اللہ سے خالی نہیں رہا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے آباء واجداد مؤمن تھے۔ (اردو شرح صحیح مسلم: ج اوّل' ص ۲۵۲ مطبوعہ ۱۴۰۲ھ)

فصل

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ حدیث محولہ بالا میں لفظ ''اللہ'' مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھا گیا ہے' رفع یعنی لفظ اللہ پر پیش پڑھنے کی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ جب تک زمین پر کوئی اہل توحید موجود ہوگا قیامت قائم نہیں ہوگی اور جب اللہ' اللہ کہنے والا اور ایک اللہ کا نام لینے والا کوئی مسلمان موحد نہیں رہے گا تو دنیا بھی نہیں رہے گی اور اسم جلالت اللہ پر نصب (یعنی زبر) پڑھنے کی صورت میں اس کا معنیٰ ہوگا کہ قیامت تب قائم ہوگی جب (اتق اللہ) اللہ سے ڈرو! کہنے والا کوئی نہیں رہے گا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والا کوئی ایک مبلغ بھی جس وقت دنیا میں نہیں رہ جائے گا تو پھر قیامت آ کر رہے گی۔

مؤلف کا تبصرہ

مؤلف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ تاویل درست ہے اور اس کی دلیل حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لتقصدنکم نارھی خامدۃ. اور تمہارا قصد کرے گی ایک آگ جو بجھنے والی ہے۔

اور اسی حدیث مبارک میں یہ ہے:

هم شر من الحمر يتسافدون تسافد البهائم وليس فيهم رجل يقول مه مه.

وہ لوگ گدھوں سے بھی بڑھ کر خرمستیاں کرنے والے ہوں گے' جانوروں کی طرح جفتی کریں گے اور ان میں کوئی ایک بھی مرد خدا ایسا نہیں ہوگا جو ان سے یہ کہنے والا ہو کہ (بے حیائی سے) باز آ جاؤ۔

لفظ مه (اسم فعل مبنی علی السکون بمعنی رک جاؤ ہے) وہ کلمہ ہے جو اللہ پاک نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام سے لے کر آج تک تمام امتوں کے لوگوں کی زبانوں پر جاری فرمایا اور کسی امت نے بھی اس کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ یہ کلمہ ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک ان کی زبانوں پر جاری وساری رہے گا' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ (المؤمنون:۲۴)

اور اللہ تعالیٰ (کوئی رسول بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا۔

اور حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا:

اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ. (الاعراف:۷۰)

قوم ہود نے کہا کہ آپ ہمارے پاس اسی لیے آئے ہیں کہ ہم اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کیا کریں؟

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ اِۨفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا. (المؤمنون:۳۸)

اور انہوں نے کہا: یہ (رسالت کا وعدہ کرنے والے) تو صرف ایک ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ. (لقمان:۲۵)

اے نبی (ﷺ)! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

اور جب اللہ تعالیٰ دنیا کے زوال کا ارادہ فرمائے گا مؤمنین کی ارواح کو قبض فرما لے گا اور برائی کا انکار کرنے والوں کی زبانوں سے یہ کلمہ' توبیخ سلب کر لے گا اور اس وقت اچانک ان کو حق الیقین حاصل ہو جائے گا اور یہی مطلب ہے آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا کہ:

لا تقوم الساعة وعلى الارض من يقول: الله.

اور جب تک زمین پر کوئی اللہ کا نام لینے والا موجود ہے قیامت قائم نہیں ہوگی۔

اور ایک حدیث مبارک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام سے فرمائے گا: "جب تم کسی کہنے والے کو "لا اله الا الله" کہتے ہوئے سنو تو اس کے قائل کے اکرام کی خاطر چالیس سال تک کے لیے صور پھونکنے کو مؤخر کر دو"۔ (واللہ اعلم)

۱۳۵-قیامت کن لوگوں پر قائم ہوگی؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسۃ المھدی کہتے ہیں: میں مسلمہ بن مخلد کے پاس بیٹھا ہوا تھا' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص بھی وہاں موجود تھے' حضرت عبداللہ فرمانے لگے:

قیامت صرف برے لوگوں پر ہی قائم ہوگی اور یہ لوگ اہل جاہلیت سے بھی زیادہ برے لوگ ہوں گے۔

اسی گفتگو کے دوران میں عقبہ بن عامر بھی آ گئے' ابن شماسہ ان سے کہنے لگے: اے عقبہ! سنتے ہو عبداللہ کیا کہہ رہے ہیں؟ عقبہ نے کہا: وہ بڑے عالم ہیں اور لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے امر پر لڑتی رہے گی اور وہ جماعت اپنے دشمن پر غالب رہے گی اور اس کا مخالف اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور وہ اسی حال میں ہوں گے کہ ان پر قیامت آ جائے گی۔ حضرت عبداللہ نے کہا: ہاں (آپ نے بجا کہا ہے) پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا چلائے گا' اس کی خوشبو مشک ایسی ہو گی اور بدن کو چھو کر گزرے گی تو یوں لگے گا جیسے ریشم نے بدن کو مس کیا ہو اور وہ ہوا کسی ایسے فرد کو جس کے دل میں ایک ذرّہ برابر بھی ایمان ہوا نہیں چھوڑے گی مگر یہ کہ اس کی جان کو اپنی مٹھی میں کر لے گی' پھر برے لوگ باقی رہ جائیں گے' اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۱۳ ص ۶۷-۶۸' ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۶۷' ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۰' ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۵۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۴' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۴۹' البیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۸' الطبرانی المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۴۳' ابن حبان رقم الحدیث: ۱۸۵۱' الطیالسی رقم الحدیث: ۲۶۹۶' القضاعی رقم الحدیث: ۹۱۳)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے کہ قیامت برے لوگوں پر ہی قائم ہوگی' جو نہیں جانتے نیکی کیا ہوتی ہے اور نہ وہ منکر کے منکر ہوں گے'' کھوتوں'' کی طرح خرمستیاں کرنے والے ہوں گے۔

(صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۸۸' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۵' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۹۴' ابن حبان ج ۸ ص ۳۰۰)

نوٹ: اس حدیث میں ایک لفظ "یتھارجون" آیا' امام لغت امام اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "یتھارجون" "یتسافدون" کے معنی میں ہے یعنی شب باشی کرنا اور نر کا مادہ کے ساتھ جفتی کرنا' اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ "ھرج" کا مادہ اختلاط و قتل یعنی گتھم گتھا ہونا اور رن پڑنا کے معنی دیتا ہے اس کا معنی زن کو ملنا اور "رن کو پڑنا" نہیں ہوتا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دن اور رات (کا سلسلہ) اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک کہ لات اور عزیٰ کی پرستش نہ ہو' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کی:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ: ۳۳)

وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ بالکل پسند نہ ہو ○

تو میں یہ گمان کرتی تھی کہ یہ دین مکمل ہو گیا' (اور اب کفر کا دور نہیں آئے گا) آپ نے فرمایا: جو کچھ اللہ چاہتا

ہے وہ عنقریب ہو کر رہے گا' پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ فوت ہو جائے گا اور جس کے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ باقی رہ جائے گا اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (واللہ اعلم) (صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۳)

فصل

ابوالحسن ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث مبارک کی شرح کرتے ہوئے بخاری کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں جب تک (قبیلۂ) دوس کی عورتیں ذوالخلصہ (نامی بت) کا تھرکتے اور مٹکتے ہوئے طواف نہ کریں۔

(صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۷۶' صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۱' ابن حبان ج ۸ ص ۲۶۴)

یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے (اس میں یہ تھا کہ ذوالخلصہ قبالہ میں ایک بت تھا' دور جاہلیت میں عورتیں اس کا طواف کرتی اور اس کی پوجا کیا کرتی تھیں) ابوالحسن فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث اور ان میں جو کچھ ذکر ہوا اس کے معنیٰ میں تخصیص کی جائے گی اور یہ مراد نہیں ہے کہ جمیع اطراف ارض میں دین بالکل ختم ہو جائے گا حتیٰ کہ کوئی شئے باقی نہیں رہ جائے گی' کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بے شک اسلام قیامت برپا ہونے تک باقی رہے گا الا یہ کہ اس میں ضعف اور کمزوری آ جائے گی اور دین اسلام اسی حالت پر لوٹ آئے گا جس پر ابتدائی دور میں تھا جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

بدا الاسلام غریبا و سیعود غریبا کما بدا۔ — اسلام ابتدائی دور میں اجنبی اور کمزور تھا اور انتہاء میں دوبارہ کمزور اور غریب و اجنبی ہو جائے گا۔

عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی مسیح دجال کو قتل کرے گا۔ مطرف نے کہا وہ حق کی حمایت میں قیامت تک لڑائی کرنے والی جماعت اہل شام سے ہوگی۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۹' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۵۰' الالبانی السلسلۃ الصحیحۃ رقم الحدیث: ۱۹۵۹)

مصنف کا تبصرہ

مصنف تذکرہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

روایت محولہ بالا میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دین کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا اور اسلام قیامت قائم ہونے تک باقی رہے گا اس بات کی حدیث عائشہ اور حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تردید ہو جاتی ہے اور جو کچھ عمران بن حصین کی حدیث میں ذکر ہوا ہے اس سے بھی اس کا رد ہوتا ہے اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور یاجوج ماجوج نکلیں گے اور پھر جب وہ ہلاک ہو جائیں گے تو عیسیٰ علیہ

السلام اور دین اسلام باقی ہوگا اور روئے زمین پر فقط ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت ہوگی اور غیر اللہ کی عبادت اور شرک کہیں نہ ہوگا جیسا کہ اس سے قبل بھی گزر چکا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج کرنے کے لیے مکۂ مکرمہ جائیں گے اور آپ کے ساتھ اصحاب کہف بھی حج کے لیے جائیں گے جیسا کہ مفسرین کرام رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے اور یہ بات بھی گزری ہے کہ وہ آپ کے حواری ہوں گے جب آپ زمین پر اتریں گے' اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ان مسلمانوں کے بغلوں کے نیچے اثر کرے گی اور ہر مسلمان اور ہر مؤمن کی روح قبض کر لے گی اور اس کے بعد صرف برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں گدھوں کی طرح جفتی کریں گے پس ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی جیسا کہ تفصیل کے ساتھ یہ بات نواس بن سمعان کی طویل حدیث میں اس سے قبل گزر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں یہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور روئے زمین پر کوئی بندہ جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھلائی یا ایمان ہوگا باقی نہیں رہے گا' اس ہوا سے سب کی روح قبض ہو جائے گی حتیٰ کہ اگر کوئی پہاڑ کے وسط میں بھی داخل ہو جائے تو وہ ہوا وہاں داخل ہو کر اس کی روح کو قبض کرے گی۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ اس سے پہلے ان کی یہ مکمل حدیث گزر چکی ہے' اس میں صور کے پھونکے جانے' لوگوں کے بیہوش ہونے اور قبروں سے زندہ ہو کر دوبارہ اٹھنے کا تذکرہ تھا۔ یہ غایت درجہ واضح اور روشن دلیل ہے کہ یہ مخلوق کس طرح فنا اور ختم ہوگی اور یہ زمانہ کس طریق سے اپنے اختتام کو پہنچے گا اور اس حدیث میں صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کر دیا گیا ہے کہ جب تک زمین پر اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت رکھنے والا ایک بھی شخص موجود ہے قیامت قائم نہیں ہوگی اور قیامت اسی وقت قائم ہوگی جب کوئی بندہ اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا (تو گویا غیر مسلموں اور گندے برے لوگوں پر قیامت برپا ہوگی)۔

حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کعب احبار سے روایت کی ہے' ان کا بیان ہے کہ یأجوج اور مأجوج کے نکلنے کے بعد لوگ دس سال تک خوشحالی' شادابی اور امن و راحت میں رہیں گے حتیٰ کہ دو مرد مل کر ایک انار کو اٹھائیں گے اور انگور کا ایک گچھا اور خوشہ اتنا بڑا ہوگا کہ اسے دو مرد اٹھائیں گے۔ خوشحالی اور زرخیزی کا یہ عالم دس سال تک رہے گا' پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح قبض کر کے ہی چھوڑے گی' پھر اس کے بعد اس قماش کے لوگ دنیا میں رہ جائیں گے جو باہم اس طرح صحبت اور جماع کریں گے جس طرح چراگاہ میں گدھے جفتی کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اسی طرح کے بدقماش لوگوں پر قائم ہوگی۔

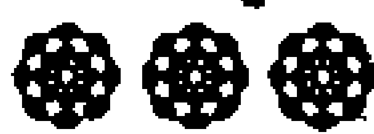
اللہ تعالیٰ سے جو عظمت والا اور عرش عظیم کا مالک ہے ہماری یہ دعا ہے کہ جب وہ ہماری روحوں کو قبض کرے تو ہم مسلمان ہوں' اور ہمیں شہداء اور صالحین کے ساتھ ملا دے' اور ہمیں اپنے متقی اور کامیاب بندوں میں سے بنا دے اور اے اللہ! تو اپنے احسان اور کرم سے میری اس کتاب کو خالص اپنی ذات کریم کی رضا اور خوشنودی کے لیے لکھی

گئی بنادے۔اے اللہ! تو میری اس کتاب کو میرے لیے اور میرے والدین کے لیے نافع بنادے۔اے اللہ! تو اس کتاب کے مصنف' اس کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادے۔آمین یارب العالمین۔

تم الكتاب وربنا محمود ولـه المكارم والعلا والجود

وعلى النبي محمد صلواته ماناح قمري وأورق عود

''کتاب مکمل ہوگئی ہے اور ہمارا رب محمود ہے اور وہی بخشش' بلندی اور تمام خوبیوں کا مالک ہے۔اور جب تک درخت ہرے بھرے رہیں اور قُمری کوکو کرتی رہے ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے درود و سلام کے پھول مہکتے رہیں''۔



اس کتاب (التذکرہ) کو کمترین بندگان خدا' اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ لطف کے سب سے زیادہ محتاج حسن بن علی بن منصور بن ناصر حنفی نے اپنے ہاتھ سے نقل کیا ہے اور اس کتاب کی نقل سے میں عظیم القدر مہینہ رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ ۷۷۲ھ کو فارغ ہوا ہوں۔ الحمدلله علی ذالک.

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے' میرے والدین اور اس کتاب کے پڑھنے والوں اور جو میرے لیے توبۃ النصوح کرنے کی توفیق' مغفرت اور رحمت کی دعا کرے اس کو بھی بخش دے۔اے تمام جہانوں کے رب! تو ہم سب مسلمانوں کی مغفرت فرمادے۔وصلی الله تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد واٰله وصحبه وسلم تسلیما کثیرا.

حسبنا الله ونعم الوكيل

نعم المولى ونعم النصير

الحمد للہ علی منہ وکرمہ آج مورخہ ۲۹ شعبان المعظم' ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۳ء کو ''التذکرہ'' فی احوال الموتی وامور الاخرۃ'' تالیف شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر فرح الانصاری القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۶۷۱ھ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔

غلام نصیر الدین ابن محمد علی
چک نمبر ۳/۷-۴-آر ہارون آباد ضلع بہاول نگر
حال مقیم- جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور



ماخذ ومراجع کتاب التذکرۃ

۱۔ فتح الباری، ابن حجر العسقلانی، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۔ صحیح مسلم بشرح النووی، مطبوعہ المطبعۃ المصریۃ

۳۔ الفتح الربانی بترتیب مسند امام احمد، عبد الرحمٰن البنا

۴۔ مسند امام احمد، فہرست الالبانی، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت

۵۔ سنن ابن ماجہ، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۶۔ سنن الترمذی، تحقیق احمد شاکر

۷۔ تحفۃ الاحوذی، المبارکفوری، مطبوعہ المدینۃ المنورۃ

۸۔ عون المعبود، أبی الطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی، مطبوعہ المدینہ المنورۃ المکتبۃ السلفیۃ

۹۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ابن بلبان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۰۔ المستدرک، الحاکم، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۱۱۔ مسند الشہاب، القضاعی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۱۲۔ مسند الدارمی، الدارمی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۳۔ المسند، الحمیدی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت

۱۴۔ السنن الکبریٰ، البیہقی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۱۵۔ مسند ابوداؤد الطیالسی، ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۱۶۔ المعجم الکبیر، الطبرانی، تحقیق حمدی عبد المجید السّلفی

۱۷۔ المعجم الصغیر، الطبرانی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۸۔ تاریخ بغداد، للخطیب البغدادی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت

۱۹۔ کنز العمال، الہندی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۲۰۔ شرح السنۃ، البغوی، مطبوعہ المکتب الاسلامی

۲۱۔ المصنف، عبد الرزاق، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت

۲۲۔ المصنف، ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الفرقان، بیروت

۲۳۔ سنن الدارقطنی، مطبوعہ المدینۃ المنورہ

۲۴۔ دلائل النبوۃ، البیہقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۵۔ الآداب، البیہقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۶۔ زوائد ابن حبان، الہیثمی، مطبوعہ المطبعۃ السلفیہ، بیروت

۲۷۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، الہیثمی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۲۸۔ مصابیح السنۃ، البغوی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۲۹۔ مشکاۃ المصابیح، البغوی تحقیق الالبانی، مطبوعہ المکتب الاسلامی

۳۰۔ الفردوس بماثور الخطاب، الدیلمی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳۱۔ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳۲۔ صحیح ابن خزیمہ، ابن خزیمہ، مطبوعہ المکتب الاسلامی

۳۳۔ مسند ابی عوانہ، ابوعوانہ، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۳۴۔ موطأ امام مالک، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، مطبوعہ الحلبی

۳۵۔ الامالی، الشجری، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت

۳۶۔ مجمع الزوائد، الہیثمی، مطبوعہ مکتبۃ القدسی، بیروت

۳۷۔ احیاء علوم الدین، الغزالی

۳۸۔ الزہد، ابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳۹۔ الزہد، احمد بن حنبل

۴۰۔ الزہد، لوکیع، مطبوعہ مکتبۃ الدار

۴۱۔ الزہد، لہناد بن السری، مطبوعہ دار الخلفاء الکتاب الاسلامی،

۴۲۔ العلل المتناہیۃ، ابن الجوزی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۳۔ الموضوعات، ابن الجوزی، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۴۴۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ، الکنانی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۵۔ تذکرۃ الموضوعات، ابوالفضل المقدسی، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ، بیروت

۴۶۔ الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، الشوکانی، مطبوعہ السنۃ المحمدیہ

۴۷۔ کشف الخفاء ومزیل الالتباس، العجلونی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۴۸۔ المقاصد الحسنۃ، السخاوی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۹۔ تلخیص الحبیر، ابن حجر، مطبوعہ المدینۃ المنورہ

۵۰۔ المنتقیٰ، ابن الجارود، مطبوعہ المدینۃ المنورہ

۵۱۔ البعث والنشور، ابن ابی داؤد، مطبوعہ التراث الاسلامی، بیروت

۵۲۔ اخلاق العلماء، الآجری، مطبوعہ مکتبۃ التوعیۃ الاسلامیہ

۵۳۔ اخلاق اہل القرآن، الآجری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

٥٤۔ الشریعۃ' الآجری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

٥٥۔ سنن سعید بن منصور' سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

٥٦۔ مسند الشافعی' الامام الشافعی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

٥٧۔ الاسماء والصفات' للبیہقی' مطبوعہ المرکز الاسلامی للکتاب'

٥٨۔ علل الحدیث' عبد الرحمٰن الرازی' مطبوعہ دار السلام

٥٩۔ المراسیل' ابو داؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت

٦٠۔ الضعفاء الکبیر' العقیلی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

٦١۔ سنن النسائی' شرح السیوطی' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

٦٢۔ تفسیر الطبری' تحقیق احمد شاکر' مطبوعہ دار المعارف'

٦٣۔ تفسیر الطبری' طبوعہ المعرفہ

٦٤۔ مشکل الآثار' الطحاوی' مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ السّلفیۃ

٦٥۔ الصمت' ابن ابی الدنیا' مطبوعہ دار الاعتصام'

٦٦۔ عمل الیوم واللیلۃ' ابن السنی' مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی'

٦٧۔ مکارم الاخلاق' الخرائطی' مطبوعہ السلام العالمیہ'

٦٨۔ الاعتقاد' للبیہقی' مطبوعہ السلام العالمیہ'

٦٩۔ السنۃ' لابن ابی عاصم' مطبوعہ المکتب الاسلامی'

٧٠۔ الاوائل' احمد بن ابی عاصم' مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع'

٧٠۔ الشمائل المحمدیہ' الترمذی' مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ' عمان

٧١۔ ذم الملاہی' ابن ابی الدنیا' مطبوعہ دار الاعتصام'

٧٢۔ الرحلۃ فی طلب الحدیث' الخطیب البغدادی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

٧٤۔ تفسیر فتح القدیر' الشوکانی' مطبوعہ الحلبی

٧٥۔ السلسلۃ الصحیحۃ' الالبانی' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت

٧٦۔ السلسلۃ الضعیفۃ' الالبانی' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت

٧٧۔ ضعیف الجامع' الالبانی' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت

٧٨۔ صحیح الجامع' الالبانی' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت

٧٩۔ احکام الجنائز' الالبانی' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت

٨٠۔ صحیح الترغیب والترہیب' تحقیق الالبانی' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت

٨١۔ تفسیر ابن کثیر' الامام ابن کثیر' مطبوعہ دار الشعب'

۸۲۔ تہذیب التہذیب' ابن حجر العسقلانی' مطبوعہ دار الفکر العربی' بیروت
۸۳۔ الجرح والتعدیل' الرازی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۸۴۔ الکاشف' الذہبی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۸۵۔ ذیل الکاشف' ابوزرعہ العراقی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۸۶۔ طبقات ابن سعد' لابن سعد' مطبوعہ دار صادر' بیروت
۸۷۔ التاریخ الکبیر' البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۸۸۔ التاریخ الصغیر' البخاری' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
۸۹۔ میزان الاعتدال' الذہبی' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت۔
۹۰۔ معرفۃ الثقات' العجلی' مطبوعہ مکتبہ الدار' المدینۃ المنورہ
۹۱۔ تاریخ الثقات' العجلی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۹۲۔ المجموع فی الضعفاء والمتروکین' السیروان' مطبوعہ دار القلم
۹۳۔ المجروحین' ابن حبان' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
۹۴۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ وعلیہ الاستیعاب لابن عبدالبر' ابن حجر العسقلانی' مطبوعہ دار الکتب العربی' بیروت



تفسیر تبیانُ القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بُک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسرِ قرآن علامہ غلام رسُول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسُوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

به نام

انوارِ تبیانُ القرآن

ترجمۂ قرآن به نام

نُورُ القُرآن

تلخیص و ترتیب: مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری نُورانی زید علمہٗ

جو اِس کام کا آغاز کر چکے ہیں

چند خصوصیات

- ★ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
- ★ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
- ★ عقائد اہلِ سُنّت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
- ★ مفسرِ قرآن علامہ غلام رسُول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
- ★ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
- ★ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
- ★ قرآنِ مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
- ★ مُدرسین، مقررین، طلبہ اور عوام النّاس کی ضرورت کے عین مطابق،
- ★ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صُورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ ان شاء اللہ

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون: [illegible]2173
فیکس: [illegible]899